تکمیل الحاجۃ

شرح اردو

ابنِ ماجۃ

پسند فرمودہ

حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری مدظلہ العالی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

شارح

مفتی غلام رسول منظور القاسمی بہراوی

بانی و مدیر جامعہ اسلامیہ دار الفلاح للبنات پہرا، ضلع گریڈیہ (جھارکھنڈ)

جلد: ہشتم

باب: ۱۳۰۳-۱۵۱۵

حدیث: ۳۶۶۸-۴۴۷۰

کتاب اللباس، کتاب الأدب، کتاب الدّعاء

کتاب تعبیر الرّؤیا، کتاب الفتن، کتاب الزّھد

زکریا بکڈپو دیوبند یوپی، انڈیا۔ ۲۴۷۵۵۴

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

جو کتاب نیٹ پر موجود نہیں ہیں
یا کوئی کتاب آپکو چاہئے جو نیٹ پر
موجود نہ ہو تو آپ ہمیں میسیج کریں

NEW MADARSA

ٹیلیگرام چینل
@New Madarsa
https://t.me/NewMadarsa

یا ٹیلیگرام گروپ
@New Madarsa Group
https://t.me/NewMadarsaGroup

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا (القرآن)

تکمیل الحاجہ

شرح اردو

ابن ماجہ

پسند فرمودہ: حضرت الاستاذ فضیلۃ الشیخ ریاست علی بجنوری مدظلہ العالی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

شارح

مفتی غلام رسول منظور القاسمی پہراوی

بانی ومدیر جامعہ اسلامیہ دارالفلاح للبنات پہرا، ضلع گریڈیہہ (جھارکھنڈ)

جلد ہشتم	باب: ۱۳۰۳ = ۱۵۱۵	حدیث: ۳۶۶۸ = ۴۴۷۰

• کِتَابُ اللِّبَاس۔ کِتَابُ الْاَدَب۔ کِتَابُ الدُّعَاء

• کِتَابُ تَعْبِیرِ الرُّؤیَا۔ کِتَابُ الْفِتَن۔ کِتَابُ الزُّھد

۲۴۷۵۵۴

زکریا بکڈپو دیوبند یوپی (انڈیا)

تکمیل الحاجۃ

شرح اردو

ابن ماجہ

جلد ہشتم

شارح: مفتی غلام رسول منظور القاسمی بہرادوی

تصحیح کنندہ: مولانا رضی آزاد قاسمی

سن اشاعت: ۲۰۱۵ء مطابق ۱۴۳۶ھ

باہتمام

ذوالفقارعلي

ناشر

زکریا بکڈپو دیوبند یوپی (انڈیا) ۲۴۷۵۵۴

جملہ حقوق بحق زکریا بکڈپو دیوبند یوپی (انڈیا) محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ زکریا بکڈپو دیوبند سے تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا، اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا تو قانونی کارروائی حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

زکریا بکڈپو دیوبند یوپی (انڈیا) ۲۴۷۵۵۴

لايسمح بإعادة نشر هذا الكتاب، أو أى جزء منه، أو نسخه، أوحفظه فى برنامج حاسوبي، أو أى نظام أخر يستفادمنه إرجاع الكتاب، أو أى جزء منه

All rights are reserved exclusively in favour of:

ZAKARIA BOOK DEPOT DEOBAND U.P. (INDIA)

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior wrtten permission of the publisher

کمپیوٹر کتابت: الفضل کمپیوٹرس دیوبند 95 57 51 47 99

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری گزارش

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تکمیل الحاجۃ شرح اردو ابن ماجہ کا آٹھ جلدوں میں عظیم علمی وتحقیقی کام مکمل ہو چکا ہے، انسانی استطاعت کے مطابق ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی نہ رہے۔

تاہم انسان سے غلطی اور سہو کا صادر ہونا عین ممکن ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا اعتراف بھی ہے اس لیے اگر قارئین کرام کو ایسی غلطی نظر آجائے جو قابل اصلاح ہو تو اس کی نشاندہی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ذوالفقارعلی

مالک زکریا بکڈپو دیوبند

فون دوکان: ۲۲۳۲۲۳-۰۱۳۳۶ موبائل: ۰۹۸۹۷۳۵۳۲۲۳

زکریا بکڈپو دیوبند یوپی (انڈیا) ۲۴۷۵۵۴

ZAKARIA BOOK DEPOT
DEOBAND, 247554 (U.P.) INDIA
Ph.:(01336) 223223 (O)
Mob. 09897353223
Email. ZAKARIABOOKDEPOT@GMAIL.COM

فہرست مضامین
تکمیل الحاجہ جلد ہشتم

عنوان	صفحہ
● اہداء انتساب	۳۸
● اظہار تشکر اور دل غمگین	۳۹
● **کتاب اللباس**	۴۷
● لباس	۴۷
● فرض لباس	۴۸
● مستحب لباس	۴۸
● مباح وجائز	۴۸
● مکروہ	۴۹
● لباس شہرت	۴۹
● مرد وعورت کے لباس میں تشبہ	۴۹
● غیر مسلموں سے تشبیہ	۵۰
● مکروہ رنگ	۵۱
● سرخ کپڑے	۵۱
● دوسرے رنگ	۵۲
● ٹخنہ کے نیچے	۵۳
● آستین کی مقدار	۵۳
● ستر پوشی کی رعایت	۵۳
● باریک اور چست لباس	۵۴
● ریشمی کپڑے	۵۴
● کپڑے پہننے کے آداب	۵۴
● (۱۳۰۳) **باب: لباس رسول الله ﷺ**	۵۵
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۶۶۸	۵۵
● منقش لباس کا حکم	۵۵
● قوله: انبجانية	۵۶
● سوال وجواب	۵۶
● دلوں پر ظاہری زیبائش کا اثر	۵۶
● ترجمہ وتشریح حدیث ۵۷	۵۷
● صرف دو چادر میں آپ ﷺ کی وفات	۵۷
● قوله: الملبدة کی تشریح	۵۷
● ترجمہ وتشریح حدیث ۵۸	۵۸
● آپ کی دنیا سے بے رغبتی	۵۸
● ترجمہ وتشریح حدیث ۳۶۷۲	۵۹
● آپ نے کبھی بھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا	۵۹
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۶۷۳	۵۹
● تبرک بآثار الصالحین کا جواز	۶۰
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۶۷۴	۶۰
● (۱۳۰۴) **باب ما يقول الرجل اذا لبس الخ**	۶۱
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۶۷۵	۶۱
● نئے کپڑے زیب تن کرنے کی دعا	۶۱
● ترجمہ وتشریح حدیث ۳۶۷۶	۶۲
● شہید بن کر مرو	۶۲
● (۱۳۰۵) **باب ما نهي عنه من اللباس**	۶۲
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۶۷۷	۶۳
● اشتمال صماء	۶۳
● احتباء	۶۳

عنوان	صفحہ
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۷۹	۶۴
(۱۳۰۶) **باب لبس الصوف**	۶۵
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۸۰	۶۵
اون کے استعمال کا جواز	۶۵
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۸۱	۶۵
(۱۳۰۷) **باب البیاض من الثیاب**	۶۷
سفید کپڑے کی فضیلت	۶۷
سفید کپڑے میں مردوں کو کفناؤ	۶۷
سفید کپڑا سب سے پاکیزہ کپڑا ہے،	۶۸
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۸۶	۶۸
(۱۳۰۸) **باب من جرّ ثوبه من الخیلاء**	۶۸
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۸۷	۶۹
ازراہ تکبر ٹخنے سے نیچے تہبند وغیرہ لٹکانے کے بارے میں وعید شدید	۶۹
قولہ: من الخیلاء	۶۹
ازراہ تکبر اسبال ازار حرام ہے	۷۰
قولہ: بالبلاط	۷۰
ترجمہ وتشریح حدیث:	۷۱
حضرت ابوہریرہ کی طرف سے ایک قریشی نوجوان کو نصیحت	۷۱
(۱۳۰۹) **باب موضع الازار أین هو**	۷۱
ترجمہ وتشریح حدیث ۳۶۹۰	۷۱
ٹخنوں کے نیچے ازار لٹکانا حرام ہے	۷۱
قولہ: عضلة	۷۱
جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہے وہ جہنم میں جلے گا	۷۲
اسبال ازار کرنے والا عند اللہ پسندیدہ نہیں	۷۳
(۱۳۱۰) **باب القمیص**	۷۳
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۹۴	۷۳
کرتے کی فضیلت	۷۳
(۱۳۱۱) **باب طول القمیص کم هو؟**	۷۴
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۹۵	۷۴
(۱۳۱۲) **باب کم القمیص کم یکون؟**	۷۵
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۹۶	۷۵
آپ کے کرتے کی آستین کی مقدار	۷۵
قولہ: قصیر الیدین	۷۵
(۱۳۱۳) **باب حل الازرار**	۷۵
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۹۷	۷۶
صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت رسول ﷺ	۷۶
(۱۳۱۴) **باب لبس السراویل**	۷۶
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۹۸	۷۶
پائجامہ خریدنے کا ثبوت	۷۶
(۱۳۱۵) **باب ذیل المرأة کم یکون؟**	۷۷
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۶۹۹	۷۷
عورتوں کے لئے اسبال ازار کے جواز کا حکم	۷۷
ارخاء ازار کی عورتوں کے لئے اجازت	۷۸
(۱۳۱۶) **باب العمامة السوداء**	۷۹
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۰۳	۷۹
سیاہ عمامہ باندھنے کا ذکر	۷۹
سیاہ عمامہ باندھنا	۸۰
عمامہ کی لمبائی	۸۰
(۱۳۱۷) **باب ارفاع العمامة بین الکتفین**	۸۱
ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۰۶	۸۱
عمامہ کا شملہ	۸۱

عنوان	صفحہ
• (۱۳۱۸) **باب كراهية لبس الحرير**	۸۲
• ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۰۷	۸۲
• مردوں کے لئے دنیا میں ریشم کا استعمال حرام	۸۲
• مردوں کے لئے ریشم پہننے کی ممانعت کی وجوہات	۸۲
• وجہ اول	۸۲
• وجہ ثانی	۸۳
• وجہ ثالث	۸۳
• ریشم کے استعمال کے بارے میں حضرات فقہاء کرام کا اختلاف	۸۳
• قول اول	۸۳
• قول دوم	۸۳
• قول سوم	۸۴
• کیا ریشم کا پہننا مطلقاً حرام ہے؟	۸۴
• قول اول	۸۴
• قول دوم	۸۴
• مخلوط کی تفصیلات	۸۴
• ریشمی بستر اور تکیہ وغیرہ کا استعمال	۸۵
• (۱۳۱۹) **باب من رخص له في لبس الحرير**	۸۷
• ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۱۱	۸۷
• خارش زدہ شخص کے لئے ریشم پہننے کی اجازت	۸۷
• (۱۳۲۰) **باب الرخصة في العلم في الثوب**	۸۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۱۲	۸۸
• ریشمی حاشیہ والا عمامہ	۸۸
• فدعا بالجلمين کے معنی	۸۹
• (۱۳۲۱) **باب لبس الحرير والذهب للنساء**	۸۹
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۱۴	۸۹
• مردوں کے لئے ریشم اور سونے کی ممانعت	۸۹
• عورتوں کے لئے ریشم اور سونے کی حلت	۹۰
• حضرت زینب بنت رسول کا حریر استعمال کرنا	۹۱
• (۱۳۲۲) **باب لبس الاحمر للرجال**	۹۱
• ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۱۸	۹۱
• سرخ جوڑے کا استعمال	۹۱
• خالص سرخ حلہ استعمال کرنے کا شرعی حکم	۹۱
• خلاصۂ بحث	۹۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۱۹	۹۳
• (۱۳۲۳) **باب كراهية المعصفر للرجال**	۹۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۲۰	۹۴
• گہرے سرخ رنگ استعمال کرنے کی ممانعت	۹۴
• کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننے سے ممانعت	۹۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۲۲	۹۵
• (۱۳۲۴) **باب الصفرة للرجال**	۹۶
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۲۳	۹۶
• قوله: عكنه	۹۶
• (۱۳۲۵) **باب البس ما شئت ما اخطأك سرف او مخيلة**	۹۶
• ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۲۴	۹۶
• حدود شریعت میں رہ کر ہر مباح چیز کے استعمال کا جواز	۹۶
• (۱۳۲۶) **باب من لبس شهرة من الثياب**	۹۷

عنوان	صفحہ
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۲۵	۹۷
● لباس شہرت کا آخرت میں وبال	۹۷
● اپنی بڑائی کے لئے اعلی لباس پہننا جائز نہیں،	۹۷
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۲۶	۹۸
● ذلت کا لباس	۹۸
● لباس شہرت زیب تن کرنے والوں سے اللہ کی ناراضگی	۹۹
● (۱۳۲۷) **باب لبس جلود المیتة اذا دبغت**	۹۹
● ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۲۸	۹۹
● دباغت کے بعد چمڑے کی طہارت	۹۹
● مردار جانور کے چمڑے کی طہارت اور عدم طہارت میں اختلاف	۹۹
● قول: نمبر ۱	۹۹
● قول: نمبر ۲	۱۰۰
● انسان اور خنزیر کے چمڑے کا حکم	۱۰۰
● دباغت کے بعد مردار جانور کے چمڑے کی طہارت	۱۰۰
● بعد دباغت جلود میتہ سے اسفادہ کا حکم	۱۰۲
● (۱۳۲۸) **باب من قال لا ینتفع من المیتة باهاب ولا عصب**	۱۰۲
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۳۲	۱۰۲
● (۱۳۲۹) **باب صفة النعال**	۱۰۳
● ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۳۳	۱۰۳
● نعلین مبارک کا ذکر مبارک	۱۰۳
● قولہ: قبالان	۱۰۳
● (۱۳۳۰) **باب لبس النعال وخلعها**	۱۰۴
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۳۵	۱۰۴
● سب سے پہلے دائیں پاؤں میں جوتے پہنے جائیں	۱۰۴
● (۱۳۳۱) **باب المشی فی النعل الواحد**	۱۰۴
● ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۳۶	۱۰۵
● ایک جوتا اور چپل پہن کر چلنے کی ممانعت	۱۰۵
● ایک سوال اور اس کا جواب	۱۰۵
● (۱۳۳۲) **باب الانتعال قائما**	۱۰۵
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۳۷	۱۰۵
● جوتا چپل کھڑے ہو کر پہننے کی ممانعت	۱۰۵
● (۱۳۳۳) **باب الخلف السود**	۱۰۶
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۳۹	۱۰۶
● (۱۳۳۴) **باب الخضاب بالحناء**	۱۰۶
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۴۰	۱۰۷
● مہندی کا خضاب لگانے کا حکم	۱۰۷
● عورتوں کے لئے مہندی کا خضاب	۱۰۷
● خضاب کا رنگ	۱۰۷
● آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کے بارے میں روایات کا اختلاف	۱۰۸
● خضاب لگانا اولی ہے یا ترک خضاب	۱۰۸
● پہلی جماعت	۱۰۸
● دوسری جماعت	۱۰۸
● مہندی اور کسم کا خضاب افضل ہے	۱۰۸
● آپ کا خضاب لگانا	۱۰۹
● (۱۳۳۵) **باب الخضاب بالسواد**	۱۰۹
● ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۴۳	۱۱۰
● سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت	۱۱۰
● سیاہ خضاب شریعت کی نظر میں	۱۱۰

عنوان	صفحہ
حصول زینت کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال	۱۱۰
قولہ فیصل	۱۱۱
مجاہدین اسلام کیلئے سیاہ خضاب لگانے کی اجازت	۱۱۱
(۱۳۳۶) باب الخضاب بالصفرة	۱۱۲
ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۴۵	۱۱۲
زرد رنگ کا خضاب استعمال کرنے کا ثبوت	۱۱۲
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۱۲
(۱۳۳۷) باب من ترك الخضاب	۱۱۴
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۴۷	۱۱۴
آپ کے کل سترہ یا بیس بال سفید تھے،	۱۱۴
موئے مبارک کی سفیدی کا ذکر	۱۱۵
(۱۳۳۸) باب اتخاذ الجمة والذوائب	۱۱۵
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۵۰	۱۱۵
مشرکین کے مقابلے میں اہل کتاب کی موافقت	۱۱۶
سدل اور فرق کی تعریف	۱۱۶
حدیث شریف کا مطلب	۱۱۶
قولہ: یحب موافقة اهل الكتاب کا مطلب	۱۱۷
قولہ: یافوخ،	۱۱۷
آپ ﷺ کے موئے مبارک کا ذکر	۱۱۷
آپ کے موئے مبارک کی نوعیت	۱۱۸
بالوں کی قسمیں	۱۱۸
(۱۳۳۹) باب كراهية كثرة الشعر	۱۱۹
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۵۵	۱۱۹
(۱۳۴۰) باب النهي عن القزع	۱۱۹
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۵۶	۱۲۰
فیشن نما بالوں کی ممانعت	۱۲۰
قزع کی ممانعت	۱۲۰

عنوان	صفحہ
(۱۳۴۱) باب نقش الخاتم	۱۲۰
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۵۸	۱۲۱
رسول اکرم ﷺ کی انگشتری کا ذکر	۱۲۱
آپ ﷺ کی انگوٹھی کی حفاظت پھر بئیر اریس میں گرنا	۱۲۱
(۱۳۴۲) باب النهي عن الخاتم الذهب	۱۲۲
ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۶۱	۱۲۳
سونے کی انگوٹھی کی ممانعت	۱۲۳
ایک سوال اور اس کا جواب	۱۲۳
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۶۳	۱۲۴
(۱۳۴۳) باب من جعل فص خاتمة مما يلي كفه	۱۲۵
ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۶۴	۱۲۵
قولہ: کان یجعل فص خاتمه مما یلي کفه	۱۲۵
(۱۳۴۴) باب التختم باليمين	۱۲۵
ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۶۶	۱۲۶
دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا	۱۲۶
انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے	۱۲۶
(۱۳۴۵) باب التختم في الابهام	۱۲۶
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۶۷	۱۲۷
انگوٹھی کس انگلی میں پہننی چاہئے	۱۲۷
(۱۳۴۶) باب الصور في البيت	۱۲۷
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۶۸	۱۲۷
شوقیہ کتا اور تصویر والے گھر میں ملائکہ رحمت کا عدم دخول	۱۲۷
ذی روح کی تصویر سازی کا حکم	۱۲۸
کیمرے کی تصویر کے بارے میں علماء	

عنوان	صفحہ
مصر وعرب کا نظریہ	۱۲۸
• کیمرے کے توسط سے لی جانے والی تصویر کے بارے میں علماء ہند و پاک کا نظریہ	۱۲۸
• تصویر سازی کی حرمت کی وجوہات	۱۲۹
• بوقت حاجت تصویر کا حکم	۱۳۰
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۶۹	۱۳۰
• کون سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے	۱۳۱
• کتے کے سبب سے حضرت جبرئیل کا گھر میں داخل نہ ہونا	۱۳۲
• لایعنی کام کرنے کی ممانعت	۱۳۲
• (۱۳۴۷) **باب الصور فیما یوطأ**	۱۳۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۷۲	۱۳۳
• (۱۳۴۸) **باب المیاثر الحمر**	۱۳۳
• ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۷۳	۱۳۳
• قولہ:وعن المیثرۃ	۱۳۴
• (۱۳۴۹) **باب رکوب النمور**	۱۳۴
• ترجمہ وتشریح حدیث ۳۷۷۴	۱۳۴
• چیتوں کی کھال پر سواری کرنے کی ممانعت	۱۳۴
• قولہ:ینھی عن رکوب النمور	۱۳۴
• **کتاب الادب**	۱۳۵
• ادب کا دوسرا وسیع مفہوم	۱۳۵
• (۱۳۵۰) **باب بر الوالدین**	۱۳۶
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۷۶	۱۳۶
• ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا تاکیدی امر	۱۳۶
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۷۷	۱۳۷
• اولاد پر ماں کے حقوق	۱۳۷
• والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی شکلیں	۱۳۸
• والدین کو خرید کر آزاد کرنے کی فضیلت	۱۳۸
• اولاد کا اپنے والدین کے لئے استغفار اور رفع درجات کا ذریعہ	۱۳۹
• ماں کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی امر	۱۴۰
• خدمت والدین دخول جنت کا سبب	۱۴۰
• والدین کا مقام ومرتبہ	۱۴۱
• مسئلہ	۱۴۱
• (۱۳۵۱) **باب صل من کان ابوک یصل**	۱۴۲
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۸۳	۱۴۲
• والدین کی موت کے بعد ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے راستے	۱۴۲
• (۱۳۵۲) **باب بر الوالد والاحسان الی البنات**	۱۴۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۸۴	۱۴۳
• اولاد کا بوسہ دینا محبت کی علامت ہے	۱۴۳
• محبت میں بچوں کو سینہ سے لگانا	۱۴۴
• مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا بیٹی پر خرچ کرنا بہترین صدقہ ہے	۱۴۵
• بیٹی کی پرورش پر جنت کی بشارت	۱۴۵
• بیٹی کی اسلامی تعلیم وتربیت دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ	۱۴۶
• بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک دخول جنت کا سبب	۱۴۷
• اولاد کی تعلیم وتربیت	۱۴۷
• (۱۳۵۳) **باب حق الجوار**	۱۴۷
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۷۹۱	۱۴۸
• اہل ایمان کی تین صفات حمیدہ	۱۴۸
• (۱) پڑوسیوں کے ساتھ احسان	۱۴۸
• (۲) مہمان کا اکرام	۱۴۸

عنوان	صفحہ
● (۳) لایعنی امور سے اجتناب	۱۴۹
● پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اہمیت	۱۴۹
● پڑوسیوں کے بارے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وصیت	۱۴۹
● (۱۳۵۴) **باب حق الضیف**	۱۵۰
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۹۴	۱۵۰
● اکرام ضیف اور حق ضیافت	۱۵۰
● قولہ: جائزتہ یوم ولیلۃ	۱۵۰
● مہمان حق ضیافت وصول بھی کر سکتا ہے	۱۵۱
● رات کے وقت مہمان نوازی کا وجوب	۱۵۱
● (۱۳۵۵) **باب حق الیتیم**	۱۵۲
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۷۹۷	۱۵۲
● یتیموں کی حق تلفی سے آپ کا خوف کرنا	۱۵۲
● یتیم کس کو کہتے ہیں	۱۵۲
● مسلمانوں کا افضل ترین اور بدترین گھر	۱۵۳
● قولہ: یساء الیہ	۱۵۳
● تین یتیموں کی کفالت کا اجر وثواب	۱۵۴
● (۱۳۵۶) **باب اماطۃ الاذی عن الطریق**	۱۵۴
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۰۰	۱۵۴
● راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا	۱۵۴
● رحمت حق بہانہ می جوید	۱۵۵
● آپ کے سامنے امت کے اعمال کی پیشگی	۱۵۶
● (۱۳۵۷) **باب فضل الصدقۃ الماء**	۱۵۶
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۰۳	۱۵۷
● افضل ترین صدقہ	۱۵۷
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۰۴	۱۵۸
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۰۵	۱۵۸
● (۱۳۵۸) **باب الرفق**	۱۵۹
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۰۶	۱۵۹
● جو شخص نرمی اور مہربانی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم	۱۵۹
● نرمی اور سختی کا دائرہ وسعت	۱۶۰
● رفق ونرمی اللہ کو محبوب ہے	۱۶۰
● اللہ تعالی کے رفیق ہونے کا مطلب	۱۶۱
● نرمی کرنے پر جو اجر ملتا ہے سختی میں نہیں	۱۶۱
● (۱۳۵۹) **باب الاحسان الی الممالیک**	۱۶۲
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۰۹	۱۶۲
● غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک	۱۶۲
● غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے بارے میں حکم نبوی	۱۶۳
● قولہ: لا یدخل الجنۃ سیئ الملکۃ	۱۶۳
● (۱۳۶۰) **باب افشاء السلام**	۱۶۴
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۱۱	۱۶۴
● آپس میں سلام کو رواج دو	۱۶۴
● سلام کو عام کرنے کا حکم	۱۶۴
● عبادت رحمٰن کا مطلب	۱۶۵
● افشاء سلام کا مطلب	۱۶۵
● (۱۳۶۱) **باب رد السلام**	۱۶۶
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۱۴	۱۶۶
● سلام کا جواب	۱۶۶
● سلام کرنے کا شرعی حکم	۱۶۶
● سلام کا جواب	۱۶۷
● غائبانہ سلام بھیجنے والوں کا جواب	۱۶۸
● (۱۳۶۲) **باب رد السلام علی اهل الذمۃ**	۱۶۸

عنوان	صفحہ
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۱۶	۱۶۸
• اہل ذمہ اور کافر کے ابتدائے سلام کے بارے میں اقوال فقہاء	۱۶۸
• قول اول	۱۶۹
• قول دوم	۱۶۹
• قول سوم	۱۶۹
• کافر کے سلام کا جواب دینے کا طریقۂ اسلامی	۱۶۹
• علامہ ابن القیم کی رائے گرامی	۱۷۰
• کافروں کو ابتداء بالسلام کی ممانعت	۱۷۰
• (۱۳۶۳) **باب السلام علی الصبیان والنساء**	۱۷۱
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۱۹	۱۷۱
• بچوں کو سلام کرنا	۱۷۱
• عورتوں کو سلام کرنا	۱۷۱
• عورتوں کو سلام کرنے کا شرعی حکم	۱۷۲
• مسئلہ	۱۷۲
• (۱۳۶۴) **باب المصافحة**	۱۷۲
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۲۱	۱۷۳
• عند اللقاء مصافحہ کا حکم	۱۷۳
• جھک کر سلام کرنا	۱۷۳
• معانقہ کا حکم شرعی	۱۷۳
❁ امام مالک اور سفیان بن عیینہ کے درمیان گفتگو	۱۷۳
❁ سلام کے بعد مصافحہ کا شرعی حکم	۱۷۵
• مصافحہ کا شرف سب سے پہلے کس نے حاصل کیا؟	۱۷۵
• مصافحہ کے مسنون ومستحب ہونے پر اتفاق	۱۷۵
• عیدین اور نماز کے بعد مصافحہ کا حکم شرعی	۱۷۵
• مصافحہ کا مسنون طریقہ	۱۷۷
• مصافحہ ایک ہاتھ سے یا دونوں ہاتھ سے؟	۱۷۷
• قول فیصل	۱۷۸
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۲۲	۱۷۹
• مصافحہ کی فضیلت	۱۷۹
• (۱۳۶۵) **باب الرجل یقبل ید الرجل**	۱۷۹
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۲۳	۱۷۹
• ہاتھ چومنے کا ثبوت	۱۷۹
• ہاتھ پاؤں کا بوسہ دینا	۱۸۰
• (۱۳۶۶) **باب الاستیذان**	۱۸۱
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۲۵	۱۸۱
• طلب اجازت کے بعد اجازت نہ ملنے پر واپسی	۱۸۱
• سوال۔جواب	۱۸۳
• دوازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام کرنا	۱۸۳
• آمد کی اطلاع کرنے کا ایک طریقہ	۱۸۴
• آمد کی اطلاع نام بتا کر دینے کا حکم	۱۸۴
• (۱۳۶۷) **باب الرجل یقال له کیف اصبحت**؟	۱۸۵
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۲۹	۱۸۵
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۳۰	۱۸۶
• (۱۳۶۸) **باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموه**	۱۸۶
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۳۱	۱۸۶
• معزز آدمی کے اکرام واحترام کا حکم	۱۸۶
• (۱۳۶۹) **باب تشمیت العاطس**	۱۸۷
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۳۲	۱۸۷
• چھینکنے والے کے جواب میں یرحمك الله کہنا	۱۸۷
• تین بار سے زیادہ چھینک آئے تو تشمیت ضروری نہیں	۱۸۸

عنوان	صفحہ
• کلمات الحمد للعاطس	۱۸۸
• آداب العاطس	۱۸۸
• چھینکنے والے کا جواب دینے کے فوائد	۱۸۸
• چھینکنے والا الحمد للہ کہنا بھول جائے تو اسے یاد دلانے کا حکم	۱۸۹
• چھینکنے والے کے الحمد للہ کا جواب تین بار تک دینا	۱۸۹
• (۱۳۷۰) **باب اکرام الرجل جلیسه**	۱۹۰
• ترجمہ حدیث: ۳۸۳۵	۱۹۰
• نبوی خلق عظیم کی ایک جھلک	۱۹۰
• (۱۳۷۱) **باب من قام عن مجلس فرجع فهو اهل به**	۱۹۱
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۳۶	۱۹۱
• مجلس سے اٹھ کر جانے والا شخص لوٹنے کے بعد زیادہ حقدار ہے	۱۹۱
• (۱۳۷۲) **باب المعاذیر**	۱۹۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۳۷	۱۹۲
• عذر قبول نہ کرنے کا گناہ	۱۹۲
• معذرت تین حال سے خالی نہیں	۱۹۲
• (۱۳۷۳) **باب المزاح**	۱۹۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۳۹	۱۹۴
• آپ کا خوش طبعی کرنا	۱۹۴
• قوله: مزاح	۱۹۵
• مزاح مسنون ہے	۱۹۵
• رسول اکرم ﷺ کی خوش طبعی	۱۹۵
• (۱۳۷۴) **باب نتف الشیب**	۱۹۶
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۴۱	۱۹۶
• سفید بال اکھیڑنے کی ممانعت	۱۹۶
• ڈاڑھی اور سر کے سفید بالوں کو اکھاڑنے کا شرعی حکم	۱۹۶
• قول اول	۱۹۶
• قول دوم	۱۹۷
• (۱۳۷۵) **باب الجلوس بین الظل والشمس**	۱۹۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۴۲	۱۹۷
• دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے کی ممانعت	۱۹۷
• (۱۳۷۶) **باب النهی عن الاضطجاع علی الوجه**	۱۹۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۴۳	۱۹۸
• اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت	۱۹۸
• لیٹنے کی صورتیں	۱۹۸
• (۱) استلقاء	۱۹۸
• (۲) النوم علی سق الایمن	۱۹۸
• (۳) النوم علی شق الایسر	۱۹۸
• (۴) الاضطجاع علی الوجه	۱۹۹
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۴۴	۱۹۹
• اوندھے منہ لیٹنا اہل نار کے لیٹنے کا طریقہ ہے	۱۹۹
• (۱۳۷۷) **باب تعلم النجوم**	۲۰۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۴۶	۲۰۰
• علم نجوم سیکھنا جائز نہیں	۲۰۰
• علم نجوم کی تعریف	۲۰۰
• قوله: زاد مازاد	۲۰۰
• (۱۳۷۸) **باب النهی عن سب الریح**	۲۰۱
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۴۷	۲۰۱
• ہواؤں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں	۲۰۱
• آندھی طوفان میں پڑھنے کی دعا	۲۰۱

عنوان	صفحہ
• (۱۳۷۹)**باب مایستحب من الاسماء**	۲۰۲
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۴۸	۲۰۲
• محبوب ترین نام	۲۰۲
• وجہ فضیلت	۲۰۲
• (۱۳۸۰)**باب مایکرہ من الاسماء**	۲۰۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۴۹	۲۰۳
• چند ممنوع نام	۲۰۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۵۰	۲۰۴
• اجدع شیطانی رسم ہے	۲۰۴
• (۱۳۸۱)**باب تغییر الاسماء**	۲۰۵
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۵۲	۲۰۵
• ایسے نام رکھنے کی ممانعت جس سے نفس کی تعریف ظاہر ہوتی ہے	۲۰۵
• عاصیہ اچھا نام نہیں	۲۰۵
• (۱۳۸۲)**باب الجمع بین اسم النبی وکنیته**	۲۰۶
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۵۵	۲۰۶
• آپ کی کنیت رکھنے کی ممانعت	۲۰۶
• آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت	۲۰۷
• قول اول	۲۰۷
• قول دوم	۲۰۷
• قول سوم	۲۰۷
• نبی کریم ﷺ کی کنیت کے مطابق اپنی کنیت متعین مت کرو	۲۰۸
• (۱۳۸۳)**باب الرجل یکنی قبل ان یولد له**	۲۰۸
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۵۸	۲۰۸

عنوان	صفحہ
• لاولد بھی اپنی کنیت رکھ سکتا ہے	۲۰۸
• حضرت عائشہؓ کی کنیت	۲۰۹
• چھوٹے بچے کی کنیت رکھنے کا جواز	۲۰۹
• (۱۳۸۴)**باب الالقاب**	۲۱۰
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۶۱	۲۱۰
• تکلیف دہ القاب سے پکارنے کی ممانعت	۲۱۰
• نام بگاڑ کر پکارنے کی ممانعت	۲۱۰
• (۱۳۲۷۵)**باب المدح**	۲۱۱
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۶۲	۲۱۱
• منہ پر تعریف کرنے والا دوست نہیں دشمن	۲۱۱
• بے جا مدح وتعریف کی مذمت	۲۱۱
• نیک نیت سے مبنی بر حقیقت تعریف کرنا	۲۱۲
• تعریف کرنے کا مسنون طریقہ	۲۱۲
• ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۱۲
• تعریف میں غلو کرنا ذبح کرنے کے مترادف	۲۱۳
• منہ پر تعریف کرنے والا گردن کاٹنے والے کے مانند ہے	۲۱۴
• منہ کے سامنے تعریف کے وقت پڑھنے کی دعا!	۲۱۴
• (۱۳۸۶)**باب المستشار موتمن**	۲۱۵
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۶۵	۲۱۵
• مستشار بمنزلہ امانت دار ہوتا ہے	۲۱۵
• مشیر کن اوصاف کے حامل ہوں	۲۱۶
• (۱۳۸۷)**باب دخول الحمام**	۲۱۷
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۶۸	۲۱۷
• مرد وعورت کا غسل خانہ میں داخل ہونے کا حکم	۲۱۷
• ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۶۹	۲۱۸
• مردوں اور عورتوں کو غسل خانہ میں	

عنوان	صفحہ
داخل ہونے کی ممانعت	۲۱۸
• عورت کے لئے شوہر کے علاوہ ستر کھولنا جائز نہیں	۲۱۹
• قوله: في غير بيت زوجها کا مطلب	۲۱۹
• (۱۳۸۸) **باب الاطلاء بالنورة**	۲۲۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۷۱	۲۲۰
• بال صفا پاؤڈر اور کریم لگانا	۲۲۰
• (۱۳۸۹) **باب القصص**	۲۲۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۷۳	۲۲۱
• وعظ کہنے کا حقدار امیر کو ہے یا نائب امیر کو	۲۲۱
• (۱) امیر المسلمین	۲۲۱
• (۲) امیر کا نائب	۲۲۱
• (۳) امراء	۲۲۱
• تین طرح کے مقرر	۲۲۱
• (۱) مذکر	۲۲۲
• (۲) واعظ	۲۲۲
• (۳) قاص	۲۲۲
• (۱۳۹۰) **باب الشعر**	۲۲۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۷۵	۲۲۳
• بعض اشعار حکمت دانائی کے حامل ہوتے ہیں	۲۲۳
• شعر کی تعریف	۲۲۳
• شعر گوئی کا حکم شریعت کی نظر میں	۲۲۴
• دور حاضر میں اشعار گوئی کا حکم	۲۲۴
• حدیث کا مطلب	۲۲۴
• بعض اشعار مبنی بر حکمت ہوتے ہیں	۲۲۴
• مبنی بر حقیقت ایک شعر	۲۲۵
• قوله: هية	۲۲۶

عنوان	صفحہ
• (۱۳۹۱) **باب ما كره من الشعر**	۲۲۶
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۷۹	۲۲۶
• برے اشعار اور ہر وقت شعر وشاعری میں مشغول رہنے کی مذمت	۲۲۶
• قوله: يريه:	۲۲۶
• برے اشعار کی مذمت	۲۲۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۸۱	۲۲۷
• سب سے بڑا جھوٹا	۲۲۷
• (۱۳۹۲) **باب اللعب بالنرد**	۲۲۸
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۸۲	۲۲۸
• چوسر کھیلنے والوں کے بارے میں وعید	۲۲۸
• نرد کا کھیل کبائر میں سے ہیں	۲۲۸
• نرد کھیلنے والوں کے بارے میں وعید	۲۲۹
• (۱۳۹۳) **باب اللعب بالحمام**	۲۳۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۸۴	۲۳۰
• کبوتر بازی کرنے والے کے بارے میں وعید	۲۳۰
• قوله: شيطان يتبع شيطاناً	۲۳۱
• (۱۳۹۴) **باب كراهية الوحدة**	۲۳۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۸۸	۲۳۲
• رات میں اکیلے سفر کرنے کی ممانعت	۲۳۲
• ایک سوال اور اس کا جواب	۲۳۲
• (۱۳۹۵) **باب اطفاء النار عند المبيت**	۲۳۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۸۸۹	۲۳۳
• سوتے وقت آگ بجھا کر سوؤ	۲۳۳
• قوله: لاتتركوا النار	۲۳۳
• سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم	۲۳۴
• (۱۳۹۶) **باب النهي عن النزول**	

عنوان	صفحہ
علی الطریق	۲۳۴
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۹۲	۲۳۵
● درمیان راہ قیام کرنے کی ممانعت	۲۳۵
● (۱۳۹۷) **باب رکوب ثلاثة علی دابة**	۲۳۵
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۹۳	۲۳۶
● (۱۳۹۸) **باب تتریب الکتاب**	۲۳۶
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۹۴	۲۳۶
● لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنا	۲۳۶
● (۱۳۹۹) **باب لایتناجی اثنان دون الثالث**	۲۳۷
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۹۵	۲۳۷
● تیسرے شخص کی موجودگی میں دو شخص آپس میں سرگوشی نہ کرے	۲۳۷
● علامہ نووی کا قول	۲۳۷
● (۱۴۰۰) **باب من کان معه سهام فالیاخذ بنصالها**	۲۳۸
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۹۷	۲۳۸
● ہتھیار لے کر مسجدوں اور بازاروں سے گزرنا ممنوع ہے	۲۳۸
● (۱۴۰۱) **باب ثواب القرآن**	۲۳۹
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۸۹۹	۲۳۹
● اٹک اٹک کر قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت	۲۳۹
● ماہر قرآن کی فضیلت	۲۳۹
● قرآن مجید کو اٹک اٹک کر تلاوت کرنے والوں کی فضیلت وثواب	۲۴۰
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۰۰	۲۴۰
● جنت میں حفاظ قرآن کے لئے بلند درجات	۲۴۰
● پڑھتا جا! چڑھتا جا!	۲۴۱
● قرآن قیامت کے دن مومن کے لئے رفیق ہوگا	۲۴۱
● قوله: کالرجل الشاحب	۲۴۱
● تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت	۲۴۲
● صاحب قرآن کی مثال	۲۴۳
● سورۂ فاتحہ کی تلاوت میں اللہ تعالی کا جواب دینا	۲۴۳
● قرآن کریم کی عظیم سورة	۲۴۴
● سورۂ ملک کی فضیلت	۲۴۵
● قوله شفعت لصاحبها	۲۴۵
● سورۂ اخلاص کی فضیلت	۲۴۶
● قل ھو اللہ احد کے ثلث قرآن ہونے کا مطلب	۲۴۶
● سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر	۲۴۷
● (۱۴۰۲) **باب فضل الذکر**	۲۴۸
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۱۰	۲۴۸
● ذکر اللہ کی قسمیں	۲۴۹
● فضائل ذکر	۲۴۹
● مجالس ذکر ملائکہ رحمت کے گھیرے میں	۲۵۰
● ذکر کرتے وقت اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ ہونا	۲۵۱
● ذکر الہی تمام عبادات کو جامع	۲۵۱
● (۱۴۰۳) **باب فضل لااله الاالله**	۲۵۲
● ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۱۴	۲۵۲
● کلمہ توحید کی عظمت ورفعت	۲۵۲
● لااله الااللہ کی فضیلت	۲۵۳
● جس شخص کو موت کے وقت کلمہ نصیب ہوجائے وہ جنتی ہے	۲۵۴
● کلمہ لااله الااللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں	۲۵۵

عنوان	صفحہ
• شیطان سے پناہ میں رہنے کا طریقہ	۲۵۵
• نماز فجر کے بعد تسبیحات کی فضیلت	۲۵۶
• (۱۴۰۴) **باب فضل الحامدين**	۲۵۶
• افضل ذکر کا بیان	۲۵۷
• لا الہ الا اللہ کے افضل ترین ذکر ہونے کی وجہ	۲۵۷
• الحمد للہ افضل ترین دعا ہونے کی وجہ	۲۵۸
• ایک عظیم دعا کی فضیلت اور اس کا اجر	۲۵۸
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۲۲	۲۵۹
• پسندیدہ چیز دیکھنے کے بعد پڑھنے کی دعا	۲۵۹
• نعمت ملنے پر پڑھنے کی دعا!	۲۶۰
• (۱۴۰۵) **باب فضل التسبيح**	۲۶۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۲۶	۲۶۱
• دو کلمہ رحمن کو بہت پسند ہیں	۲۶۱
• دنیا میں جنت کے لئے شجر کاری	۲۶۲
• ذکر میں کیفیت معتبر ہے کمیت نہیں	۲۶۳
• قوله: كلماته	۲۶۳
• سو سو مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر کہنے کا ثواب	۲۶۴
• سب سے افضل کلام	۲۶۵
• سب سے افضل چار کلام ہونے کا مطلب	۲۶۵
• قوله: لا يضرك بايهن بدأت	۲۶۶
• رحمت خداوندی کا بحر لا ساحل	۲۶۶
• گناہوں کو ختم کرنے والے کلمات مبارکہ	۲۶۶
• اذکار سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں کبائر نہیں	۲۶۷
• (۱۴۰۶) **باب الاستغفار**	۲۶۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۳۴	۲۶۷
• رسول اکرم ﷺ کا کثرت سے استغفار کرنا	۲۶۷
• استغفار کے معنی	۲۶۷

عنوان	صفحہ
• شان مومن اور استغفار	۲۶۸
• توبہ کرنے سے پہلے غسل کرنا	۲۶۸
• خواص الناس کی توبہ	۲۶۹
• رسول اکرم ﷺ کی کثرت توبہ واستغفار گناہ کی وجہ نہیں	۲۶۹
• دن میں سو بار استغفار	۲۷۰
• کثرت سے استغفار کا حکم	۲۷۰
• نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت	۲۷۱
• استغفار کی کثرت کثرت رزق کا ذریعہ	۲۷۱
• استغفار کو لازم کرنے کا مطلب	۲۷۲
• رسول اکرم ﷺ کی ایک دعا!	۲۷۳
• (۱۴۰۷) **باب فضل العمل**	۲۷۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۴۱	۲۷۳
• اللہ کی طرف بندے کی تھوڑی توجہ کا نتیجہ	۲۷۳
• مذہب اول	۲۷۴
• مذہب دوم	۲۷۴
• فرشتوں کی جماعت میں ذاکرین کا تذکرہ	۲۷۵
• قوله: انا عند ظن عبدي	۲۷۵
• روزہ کا بدلہ خدا تعالی خود عطا کرے گا	۲۷۶
• ایک سوال اور اس کا جواب	۲۷۶
• (۱۴۰۸) **باب ماجاء في لاحول ولاقوة الابالله**	۲۷۶
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۴۴	۲۷۷
• جنت کے خزانے	۲۷۷
• جنت کے خزانے ہونے کا مطلب	۲۷۷
• لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا مطلب	۲۷۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۴۶	۲۷۸

عنوان	صفحہ
کتاب الدعاء	۲۷۹
الدعاء	۲۷۹
سکوت افضل ہے یا دعا	۲۸۰
دعا کے آداب واصول	۲۸۰
دعا کے عدم قبولیت کے اسباب	۲۸۱
اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت	۲۸۲
(۱۴۰۹) **باب فضل الدعاء**	۲۸۳
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۴۷	۲۸۳
باری تعالی سے نہ مانگنا غضب الٰہی کا موجب	۲۸۳
دعا ایک عبادت ہے	۲۸۴
عند اللہ دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں	۲۸۵
(۱۴۱۰) **باب دعاء رسول اللہ ﷺ**	۲۸۵
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۵۰	۲۸۶
ایک جامع دعاء رسول ﷺ	۲۸۶
قولہ: وامکر لي ولا تمکر علي	۲۸۶
حضرت فاطمہؓ کو ایک عمدہ دعا کی تعلیم	۲۸۷
قولہ: اقض عنا الدین	۲۸۸
ہدایت تقوی اور پاکدامنی کا سوال	۲۸۸
علم میں اضافہ اور علم نافع کی دعا	۲۸۸
دین اسلام پر ثابت قدمی کی دعا!	۲۸۹
مغفرت کی دعا	۲۹۰
علامہ ابن دقیق العید کا قول	۲۹۰
رسول اکرم ﷺ کی ایک دعا!	۲۹۱
قیام تعظیمی کا شرعی حکم	۲۹۲
چار چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا	۲۹۲
غیر نفع بخش علم سے پناہ	۲۹۳
(۱۴۱۱) **باب ما نتعوذ منہ رسول اللہ ﷺ**	۲۹۳
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۵۷	۲۹۴
فتنہ عذاب جہنم اور دجالی فتنہ سے پناہ مانگنا	۲۹۴
عذاب نار سے پناہ مانگنے کا مطلب	۲۹۴
فتنہ غنی سے پناہ مانگنے کا مطلب	۲۹۵
ایک سوال اور اس کے جوابات	۲۹۵
ناکردہ افعال واعمال سے پناہ مانگنا	۲۹۶
موت وحیات کے فتنہ سے پناہ مانگنا	۲۹۷
دجال کو مسیح کہنے کی وجہ	۲۹۷
اللہ کی ناراضگی سے پناہ مانگنا	۲۹۸
فقر وتنگدستی اور قلت وذلت سے پناہ مانگنا	۲۹۸
نفع بخش علم کے حصول کے لئے دعا کرنا	۲۹۹
ارذل عمر سے اللہ کی پناہ مانگنا	۳۰۰
(۱۴۱۲) **باب الجوامع من الدعا**	۳۰۰
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۶۴	۳۰۰
مغفرت ورحمت کا مطلب	۳۰۰
ایک نہایت جامع دعا	۳۰۱
(۱۴۱۳) **باب الدعاء بالعفو والعافیة**	۳۰۲
ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۶۷	۳۰۳
سب سے زیادہ افضل دعا	۳۰۳
عفو وعافیت کی دعا مانگنا	۳۰۴
قولہ: ولا تحاسدو:	۳۰۴
قولہ: ولا تباغضوا	۳۰۵
قولہ: ولا تقاطعوا	۳۰۵
قولہ: ولا تدابروا	۳۰۵
وکونوا عباد اللہ اخوانا	۳۰۵
شب قدر میں کثرت کے ساتھ پڑھنے کی دعا	۳۰۶

صفحہ	عنوان
۳۰۶	بندوں کی دعاؤں میں سب سے زیادہ افضل ترین دعا
۳۰۶	(۱۴۱۴) **باب اذا دعا احدکم فليبدأ بنفسه**
۳۰۶	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۷۱
۳۰۶	دعا کا آغاز اپنے سے کرنا
۳۰۸	(۱۴۱۵) **باب يستجاب لاحدكم مالم يعجل**
۳۰۸	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۷۲
۳۰۸	قبولیت کے لئے جلدی نہ کرے
۳۰۹	عدم قبولیت دعا کی وجوہات
۳۱۰	(۱۴۱۶) **باب لايقول الرجل اللهم اغفرلي ان شئت**
۳۱۰	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۷۳
۳۱۰	دعا پورے جزم ویقین کے ساتھ مانگو
۳۱۰	(۱۵۱۷) **باب اسم الله الاعظم**
۳۱۱	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۷۴
۳۱۱	اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں سے کسی ایک میں ہے
۳۱۱	اسم اعظم کی تحقیق
۳۱۱	قول اول
۳۱۲	قول دوم
۳۱۲	قول سوم
۳۱۲	قول چہارم
۳۱۲	قول پنجم
۳۱۲	قول ششم
۳۱۲	قول ہفتم
۳۱۲	قول ہشتم
۳۱۳	قول نہم
۳۱۳	قول دہم
۳۱۳	قول یازدہم
۳۱۳	قول دوازدہم
۳۱۳	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۷۵
۳۱۳	اسم اعظم پڑھ کر جو بھی مانگا جائے اللہ تعالی عطا کرتا ہے
۳۱۴	اسم اعظم سے دعا
۳۱۴	سوال اور دعا میں فرق
۳۱۷	ایک عجیب واقعہ
۳۱۷	(۱۴۱۸) **باب اسماء الله عزوجل**
۳۱۷	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۸۰
۳۱۷	اسماء حسنی یاد کرنے کی فضیلت
۳۱۸	قولہ: من احصاها
۳۱۸	ننانوے اسماء میں حصر وتحدید نہیں
۳۱۹	اللہ تعالی کے ننانوے اسماء حسنی
۳۱۹	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۸۱
۳۲۵	(۱۴۱۹) **باب دعوة الوالد ودعوة المظلوم**
۳۲۵	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۸۲
۳۲۵	جن لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ہے
۳۲۶	(۱) مظلوم کی دعا
۳۲۶	(۲) مسافر کی دعا
۳۲۶	(۳) والد کی دعا اولاد کے لئے
۳۲۷	والد کی دعا کا قبول ہونا
۳۲۷	(۱۴۲۰) **باب كراهية الاعتداء فى الدعاء**
۳۲۷	ترجمہ وتشریح حدیث:۳۹۸۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
• دعا میں حد سے تجاوز جائز نہیں	۳۲۷	• نیند سے اچانک بیدار ہونے کے بعد پڑھنے کی دعا!	۳۴۰
• (۱۴۲۱) **باب رفع الیدین فی الدعاء**	۳۲۸	• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۹۹	۳۴۱
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۸۵	۳۲۸	• جب سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے	۳۴۱
• دعا میں ہاتھ اٹھانا	۳۲۸	• باوضو سونے کی فضلیت	۲۴۱
• دعا کے بعد اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا	۳۲۹	• (۱۴۲۵) **باب الدعاء عند الکرب**	۳۴۲
• (۱۴۲۲) **باب مایدعو الرجل اذا اصبح واذا أمسیٰ**	۳۲۹	• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۰۲	۳۴۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۸۷	۳۳۰	• کرب ومصیبت کے وقت پڑھنے کی دعا!	۳۴۲
• صبح وشام دعا پڑھنے کا فائدہ	۳۳۰	• قولہ: اللہ اللہ	۳۴۲
• شام اور صبح پڑھنے کی دعائیں	۳۳۰	• قولہ: کلمات	۳۴۲
• تکلیف دہ اور موذی جانور سے حفاظت کے لئے جامع دعا!	۳۳۱	• جب کوئی مصیبت آن پڑے تو یہ دعا پڑھے	۳۴۳
• اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے کلمات	۳۳۲	• اسباب نزول مصائب	۳۴۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۹۱	۳۳۲	• (۱۴۲۶) **باب مایدعو بہ الرجل اذا خرج من بیتہ**	۳۴۴
• ایک جامع پر تاثیر دعاء نبوی	۳۳۳	• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۰۴	۳۴۴
• (۱۴۲۳) **باب مایدعو بہ اذا أوی الی فراشہ**	۳۳۴	• گھر سے نکلنے کی دعا!	۳۴۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۹۳	۳۳۴	• گھر سے نکلتے وقت آپ ﷺ کی دعا!	۳۴۵
• بستر پر جانے کے بعد پڑھنے کی دعا	۳۳۴	• گھر سے نکلتے وقت ملائکہ کا ہمراہ ہونا	۳۴۵
• سونے کے آداب اسلامی	۳۳۵	• (۱۴۲۷) **باب مایدعو بہ اذا دخل بیتہ**	۳۴۶
• نیند موت کا بھائی ہے	۳۳۷	• گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر اللہ کرنا	۳۴۶
• سوتے وقت معوذتین پڑھ کر دم کرنا	۳۳۷	• قولہ: قال الشیطان	۳۴۷
• سوتے وقت پڑھنے کی مسنون دعا	۳۳۸	• (۱۴۲۸) **باب مایدعو بہ الرجل اذا سافر**	۳۴۷
• سونے کا مسنون طریقہ	۳۳۹	• سفر میں نکلتے وقت کی دعا	۳۴۷
• (۱۴۲۴) **باب مایدعو بہ اذا انتبہ من اللیل**	۳۳۹	• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۰۸	۳۴۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۳۹۹۸	۳۴۰	• (۱۴۲۹) **باب مایدعو بہ الرجل اذا رأی السحاب والمطر**	۳۴۸
		• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۰۹	۳۴۹

عنوان	صفحہ
• بادل اور بارش کے وقت کی دعا!	۳۴۹
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۱۱	۳۵۰
• (۱۴۳۰) **باب مایدعوبه الرجل اذا نظرالی اهل البلاء**	۳۵۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۱۲	۳۵۱
• مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا!	۳۵۱
• **کتاب تعبیر الرؤیا:**	۳۵۲
• رؤیا کی تحقیق	۳۵۲
• رؤیا کی حقیقت اور علماء کرام	۳۵۲
• خواب اور اہل سنت والجماعت کا نظریہ	۳۵۳
• شیخ الاسلام علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی رائے گرام	۳۵۳
• خواب کی قسمیں	۳۵۳
• خواب کی شرعی حیثیت	۳۵۴
• (۱۴۳۱) **باب الرؤیا الصالحة یراها المسلم اوتری به**	۳۵۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۱۳	۳۵۵
• اچھے خواب نبوت کا چھالیسواں حصہ ہے	۳۵۵
• خواب نبوت کے چھالیسواں حصہ ہونے کا مطلب	۳۵۵
• ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۵۵
• ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۵۶
• چھالیس کا عدد تخصیص کرنے کی وجہ	۳۵۶
• ختم نبوت اور مبشرات کی بقا	۳۵۸
• رؤیا صالحہ نبوت کا ستروں حصہ ہیں	۳۵۸
• زبان نبوت سے ایک آیت کی تفسیر	۳۵۹
• رؤیا صالحہ ہی مبشرات ہیں	۳۵۹
• (۱۴۳۲) **باب رویة النبي ﷺ فی المنام**	۳۶۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۲۰	۳۶۰
• رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا ذکر	۳۶۰
• جس نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے رسول ہی کو دیکھا	۳۶۱
• شیطان اللہ کی شکل اختیار کر کے دھوکہ دے سکتا ہے مگر رسول اللہ کی شکل میں نہیں	۳۶۱
• خواب میں رسول خاتم النبیین کو دیکھنے کا مطلب	۳۶۱
• غیر صورت معروفہ میں دیکھنا دیکھنے والے کے احوال میں کمی ونقص کی دلیل	۳۶۲
• عالم یقظہ میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ممکن ہے یا نہیں	۳۶۳
• رائے اوّل	۳۶۳
• رائے دوم	۳۶۴
• خواب میں بعینہ ذات رسول اکرم ﷺ نظر آتی ہے یا صرف صورت مثالی	۳۶۴
• (۱۴۳۳) **باب الرؤیا ثلاث**	۳۶۵
• ترجمہ وتشریح حدیث ۴۰۲۶	۳۶۶
• خواب کی تین قسمیں ہیں	۳۶۶
• ڈراؤنے اور برے خواب دیکھے تو کیا کرے،	۳۶۶
• (۱۴۳۴) **باب من رأى رویا یکرهها**	۳۶۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۲۸	۳۶۸
• ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے	۳۶۸
• رؤیا صالحہ کے آداب	۳۶۹
• برے خواب کے شر سے اللہ کی پناہ لینا	۳۶۹
• (۱۴۳۵) **باب من لعب به الشیطان فی منامه فلا یحدث به الناس**	۳۶۹

عنوان	صفحہ
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۳۱	۳۷۰
بدخوابی کو بیان نہ کیا جائے	۳۷۰
(۱۴۳۶) **باب الرؤیا اذا عبرت وقعت فلا یقصها الاعلی واد**	۳۷۱
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۳۴	۳۷۱
قولہ: الرؤیا علی رجل طائر کا مطلب	۳۷۱
(۱۴۳۷) **باب علام تعبر به الرؤیا**	۳۷۲
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۳۵	۳۷۲
خواب کی تعبیر دینے میں کن باتوں کالحاظ کیا جائے	۳۷۲
تعبیر رؤیا کے چند اصول وضوابط	۳۷۳
(۱۴۳۸) **باب من تحلم حلما کاذبا**	۳۷۴
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۳۶	۳۷۴
جھوٹا خواب بیان کرنے کا آخرت میں وبال	۳۷۴
سوال۔جواب	۳۷۴
(۱۴۳۹) **باب اصدق الناس رؤیا اصدقهم حدیثا**	۳۷۵
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۳۷	۳۷۵
زمانہ قریب ہونے کا مطلب	۳۷۶
(۱۴۴۰) **باب تعبیر الرؤیا**	۳۷۶
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۳۸	۳۷۷
ایک خواب کی تعبیر	۳۷۷
خواب کی تعبیر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خطا	۳۷۹
شیخ الاسلام علامہ محمد تقی عثمانی کی رائے گرامی	۳۸۰
ابن عمرؓ کے ایک خواب کی تعبیر	۳۸۱
ترجمہ حدیث: ۴۰۴۱	۳۸۳
ایک خواب کی تعبیر	۳۸۳
رسول اکرم ﷺ کا خواب اور اس کی تعبیر	۳۸۴
قولہ: یمامة اوهجر	۳۸۴
قولہ: رأیت فیها بقرا	۳۸۵
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۴۳	۳۸۵
ہاتھ میں سونے کے دو کنگن کی تعبیر	۳۸۵
دو کنگن سے دو جھوٹے نبی کی تعبیر لینے کی وجہ	۳۸۶
کالی عورت کی تعبیر وبا اور بلا سے دینا	۳۸۷
خواب میں گلے میں طوق یا پاؤں میں بیڑی دیکھنے کی تعبیر	۳۸۹
خواب میں گلے میں طوق دیکھنا	۳۸۹
خواب میں قید بیڑی دیکھنا	۳۸۹
کتاب الفتن	۳۹۱
الفتن	۳۹۱
(۱۴۴۱) **باب الکف عمن قال لااله الاالله**	۳۹۱
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۴۹	۳۹۱
کفار سے جنگ کا حکم	۳۹۱
سوال۔جواب	۳۹۲
سوال۔جواب	۳۹۳
قولہ: الا بحقها کا مطلب	۳۹۳
زندیق اور ملحد کی توبہ کا حکم	۳۹۴
کفار ومشرکین سے قتال کا حکم کب تک؟	۳۹۴
کلمہ گو شخص کو قتل کرنا جائز نہیں	۳۹۵
ترجمہ: وتشریح حدیث: ۴۰۵۲	۳۹۶
ظاہری طور پر کلمہ گو انسان کو قتل کرنا جائز نہیں	۳۹۶
(۱۴۴۲) **باب حرمة دم المومن وماله**	۳۹۸
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۵۴	۳۹۸
مسلمانوں کی جان ومال کی حرمت	۳۹۸

عنوان	صفحہ
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۵۵	۳۹۹
• مسلمانوں کی جان ومال کی حرمت عنداللہ حرمت کعبہ سے بھی افضل ہے	۳۹۹
• مسلمانوں کی جان ومال کی حرمت	۳۹۹
• مومن کامل اور مہاجر کامل	۴۰۰
• (۱۴۴۳) **باب النهى عن النهبة**	۴۰۰
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۵۸	۴۰۰
• لوٹ مار کرنا سنگین جرم	۴۰۰
• سوال۔جواب	۴۰۱
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۵۹	۴۰۱
• (۱۴۴۴) **باب سباب المسلم فسوق وقتاله كفر**	۴۰۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۶۲	۴۰۳
• مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے	۴۰۳
• اسلام میں ایک مسلمان کی عظمت شان	۴۰۴
• شان مومن اسلام کی نظر میں	۴۰۵
• (۱۴۴۵) **باب ترجعوا بعدی کفارا الخ**	۴۰۵
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۶۵	۴۰۵
• قولہ: لا ترجعوا بعدی کفارا کا مطلب	۴۰۵
• (۱۴۴۶) **باب المسلمون فی ذمة الله عزوجل**	۴۰۷
• نماز فجر جس نے پڑھ لیا وہ اللہ کی پناہ میں چلا جاتا ہے	۴۰۷
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۷۰	۴۰۸
• قولہ: المومن اکرم علی اللہ عزوجل	۴۰۸
• (۱۴۴۷) **باب العصبية**	۴۰۸
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۷۱	۴۰۸
• عصبیت کے جھنڈے کے تحت لڑنے والا	۴۰۸
• رایۃ عمیۃ	۴۰۹
• (۱۴۴۸) **باب السواد الاعظم**	۴۱۰
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۷۳	۴۱۰
• اختلاف وانتشار کے وقت سواد اعظم کو لازم پکڑنا	۴۱۰
• سواد اعظم کے بارے میں علامہ شاطبیؒ کا قول	۴۱۱
• (۱۴۴۹) **باب مایکون من الفتن**	۴۱۱
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۷۴	۴۱۲
• امت کے حق میں نبی کریم ﷺ کی تین دعائیں	۴۱۲
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۷۵	۴۱۳
• بت پرستی میں مشرکوں سے جاملنا	۴۱۵
• قیامت کے قریب جھوٹے دجال مدعی نبوت کا ظہور	۴۱۵
• قولہ: ان بین یدی الساعۃ	۴۱۵
• قولہ: ولن تزال طائفۃ من امتی منصورین کا مطلب	۴۱۶
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۷۶	۴۱۷
• قریبی فتنہ سے کون سا فتنہ مراد ہے	۴۱۷
• یاجوج ماجوج کی دیوار میں بقدر حلقہ سوراخ ہونے کا مطلب	۴۱۸
• یاجوج ماجوج سے مراد کون؟	۴۱۸
• کیا یاجوج ماجوج کا خروج ہوچکا ہے	۴۱۹
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۷۷	۴۱۹
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۰۷۸	۴۲۱
• فتنوں کی قسمیں	۴۲۲
• (۱) آدمی کے اندر کا فتنہ	۴۲۲
• (۲) دوسری قسم، گھر میں فتنہ	۴۲۲
• (۳) تیسری قسم وہ فتنہ جو سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے	۴۲۳

عنوان	صفحہ
(۴) چوتھی قسم ملی فتنہ	۴۲۳
(۵) پانچویں قسم عالم گیر فتنہ	۴۲۳
(۶) چھٹی قسم۔ فضائی حادثات کا فتنہ	۴۲۳
قولہ: لیس ھذا ارید	۴۲۴
قولہ: فیکسر الباب او یفتح	۴۲۴
سوال۔ جواب	۴۲۴
سوال۔ جواب	۴۲۵
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۷۹	۴۲۵
قولہ: وان امتکم جعلت عافیتھا فی اولھا	۴۲۶
ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج بغاوت کا شرعی حکم	۴۲۷
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی رائے گرامی	۴۲۸
(۱۴۵۰) باب التثبت فی الفتنۃ	۴۲۸
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۸۰	۴۲۸
فتنہ کے وقت اپنی فکر کرنا	۴۲۸
قولہ: یغربل الناس فیہ غربلۃ	۴۲۸
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۸۱	۴۳۰
فتنہ کے وقت بالکل الگ رہنے کا حکم	۴۳۰
واقعہ حرہ پر ایک نظر	۴۳۱
ایک اشکال اور اس کا جواب	۴۳۲
جنگ کے وقت کپڑا منہ پر ڈالنے کا مطلب	۴۳۳
فتنہ کے وقت کسی ایک فریق کا ساتھ دینا	۴۳۳
رائے اول	۴۳۳
رائے دوم	۴۳۴
مسلمانوں میں باہمی خون ریزی	۴۳۴
فتنوں کے ظہور کے وقت گوشہ نشینی ہی میں عافیت ہے	۴۳۶
قولہ: فکسرو قسیکم	۴۳۷
(۱۴۵۱) باب اذا التقی المسلمانان بسیفھما	۴۳۸
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۸۶	۴۳۸
قاتل اور مقتول دونوں جہنمی	۴۳۸
قیامت کے دن عنداللہ سب سے زیادہ ذلیل شخص	۴۳۹
(۱۴۵۲) باب کف اللسان فی الفتنۃ	۴۴۰
زبان کا تلوار سے زیادہ تیز ہونا	۴۴۰
فتنہ سے بچنے کا تاکیدی حکم	۴۴۱
اللہ کی ناراضگی والے کلمہ کا اثر بد	۴۴۲
زبان سے اچھی بات نکالے یا پھر خاموش رہے	۴۴۳
زبان کنٹرول میں رکھو	۴۴۳
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۰۹۵	۴۴۳
نفع دہندہ کلام	۴۴۶
سامنے کچھ اور پیچھے کچھ بولنا نفاق ہے	۴۴۶
لایعنی امور کا ترک حسن اسلام ہے	۴۴۷
پہلی حدیث	۴۴۷
دوسری حدیث	۴۴۷
تیسری حدیث	۴۴۷
چوتھی حدیث	۴۴۸
(۱۴۵۳) باب العزلۃ:	۴۴۸
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۰۰	۴۴۸
مثالی قابل تقلید زندگی	۴۴۸
سب سے افضل آدمی کون؟	۴۴۹
فتنہ کے وقت اختلاط الناس افضل ہے، یا گوشہ نشینی	۴۵۰
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۰۲	۴۵۰
ایک سوراخ سے مومن دوبار نہیں ڈسا جاتا	۴۵۳
(۱۴۵۴) باب الوقوف عند الشبھات	۴۵۴
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۰۷	۴۵۴

عنوان	صفحہ
• مشتبہ امور سے بچنے کی تاکید نبوی ﷺ	۴۵۴
• (۱) الحلال بین	۴۵۵
• (۲) الحرام بین	۴۵۵
• (۳) وبینهما مشتبهات	۴۵۵
• امور مشتبہات کے بارے میں علماء کرام کے اقوال	۴۵۵
• امور مشتبہ کی ایک مثال	۴۵۶
• مفاد حدیث	۴۵۶
• مشتبہ کا استعمال حرام میں پڑنے کا پیش خیمہ ہے	۴۵۶
• مسئلے کی تمثیل	۴۵۷
• رئیس الجسم قلب کی اہمیت	۴۵۷
• (۱۴۵۵) **باب بدأ الاسلام غریبا**	۴۵۸
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۰۹	۴۵۸
• اسلام کا آغاز غربت میں ہوا	۴۵۸
• اسلام کا آغاز غربت میں ہونے کا مطلب	۴۵۹
• (۱۴۵۶) **باب من ترجی له السلامة من الفتن**	۴۶۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۱۲	۴۶۰
• معاذ بن جبل ؓ کا قبر رسول کے پاس بیٹھ کر رونا	۴۶۰
• اولیاء اللہ سے عداوت خدا کو جنگ کے لئے چیلنج	۴۶۱
• گمنام زندگی گزارنا	۴۶۱
• لوگوں کی حالت زار	۴۶۲
• (۱۴۵۷) **باب افتراق الامم**	۴۶۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۱۴	۴۶۳
• تفرق امت کے بارے میں نبوی پیشین گوئی	۴۶۳
• امت مسلمہ تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی	۴۶۴
• بہتر فرق ضالہ کا اجمالی تذکرہ	۴۶۵
• (۱۴۵۸) **باب فتنة المال**	۴۶۶

عنوان	صفحہ
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۱۸	۴۶۶
• مال ودولت کی فراوانی بذات خود برا نہیں	۴۶۷
• ایک عارف باللہ کی نظر میں دنیا کی مثال	۴۶۸
• روم وفارس کی فتوحات کی بشارت	۴۶۹
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۲۰	۴۷۰
• ابن بطال کا قول	۴۷۱
• (۱۴۵۹) **باب فتنة النساء**	۴۷۱
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۲۱	۴۷۲
• عورت مردوں کے لئے سب سے زیادہ خطرناک فتنہ	۴۷۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۲۲	۴۷۲
• قوله: وان الله مستخلفكم فيها	۴۷۳
• قوله: الا فاتقوا الدنيا	۴۷۴
• قوله: واتقوا النساء	۴۷۴
• عورتوں کو بناؤ سنگار کرکے باہر نکلنا جائز نہیں	۴۷۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۲۴	۴۷۴
• جو عورت خوشبو سے معطر ہو کر مسجد میں نماز ادا کرے اس کی نماز قبول نہیں	۴۷۵
• عورتوں کو کثرت کے ساتھ استغفار کا حکم	۴۷۶
• عورتیں دین وعقل دونوں میں ناقص ہیں	۴۷۷
• (۱۴۶۰) **باب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر**	۴۷۸
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۲۷	۴۷۸
• نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنے کا حکم	۴۷۸
• معروف ومنکر کے معنی	۴۷۹
• معروف	۴۷۹
• منکر	۴۷۹

عنوان	صفحہ
• دعوت الی اللہ کے دو دائرے	۴۷۹
• (۱) دعوت الی الکفار	۴۷۹
• (۲) دعوت الی المسلمین	۴۷۹
• امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	۴۸۰
• امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر	۴۸۰
• امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط و آداب	۴۸۱
• شرط اول	۴۸۱
• شرط دوم	۴۸۱
• شرط سوم	۴۸۱
• امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب	۴۸۱
• برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا	۴۸۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۲۸	۴۸۲
• مداہنت فی الدین جائز نہیں	۴۸۴
• حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو	۴۸۵
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۳۳	۴۸۶
• ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے	۴۸۷
• افضل جہاد	۴۸۸
• امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات	۴۸۹
• مروان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون	۴۸۹
• امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات	۴۹۰
• پہلا درجہ بزور قوت وطاقت برائی کا خاتمہ	۴۹۰
• دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ	۴۹۰
• تیسرا درجہ برائی کو دل سے کم از کم برا جاننا	۴۹۰
• ذلك اضعف الایمان کا مطلب	۴۹۱
• (۱۴۶۱) **باب قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا عليكم انفسكم:**	۴۹۱
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۳۸	۴۹۲
• دین پر ثابت قدمی ہاتھوں میں انگارہ لینے کے مانند	۴۹۲
• اپنے آپ کو ذلیل نہ کرو	۴۹۴
• لوگوں کی ایذا رسانی کے خوف سے امر بالمعروف نہ کرنا	۴۹۴
• (۱۴۶۲) **باب العقوبات**	۴۹۵
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۴۲	۴۹۵
• اللہ کی طرف سے ظالم کو ڈھیل	۴۹۵
• خلاف شرع امور کے ارتکاب پر نزول عذاب	۴۹۶
• ارتکاب معاصی نزول عذاب خداوندی کا سبب	۴۹۶
• نام بدل لینے سے حقیقت نہیں بدلتی	۴۹۷
• مسلم ممالک کی حالت زار	۴۹۷
• گناہوں سے رزق میں تنگی	۴۹۸
• (۱۴۶۳) **باب الصبر على البلاء**	۴۹۹
• ترجمہ تشریح حدیث: ۴۱۴۷	۴۹۹
• بندے کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے	۴۹۹
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۴۸	۵۰۰
• خون میں لت پت مگر امت کے حق میں دعا	۵۰۱
• قوله: نحن احق بالشك من ابراهيم	۵۰۲
• سوال ۔ جواب	۵۰۲
• قوله: ارني كيف تحي الموتى	۵۰۳
• قوله: ويرحم الله لوطا لقد كان يأوى الخ	۵۰۳
• قوله: ولو لبثت في السجن طول مالبث يوسف الخ	۵۰۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۵۱	۵۰۵

عنوان	صفحہ
غزوۂ احد میں آپ کے دندان مبارک کی شہادت	۵۰۵
نبی کے بلانے پر درخت کا آنا اور واپس اپنی جگہ چلا جانا	۵۰۶
مردم شماری	۵۰۷
سوال۔جواب	۵۰۷
ترجمہ وتشریح حدیث:۴۱۵۴	۵۰۸
لوگوں کی ایذاء رسانی پر تحمل باعث اجر وثواب	۵۱۰
ایمان کی حلاوت ولذت	۵۱۱
حلاوت ایمانی سے کیا مراد ہے	۵۱۲
شرک باللہ کسی بھی حال میں جائز نہیں	۵۱۳
شراب نوشی ہر برائی کی جڑ ہے	۵۱۴
(۱۴۶۴) **باب شدة الزمان**	۵۱۴
ترجمہ وتشریح حدیث:۴۱۵۹	۵۱۴
فتنہ ہی فتنہ	۵۱۴
قیامت سے پہلے کے حالات	۵۱۵
دنیاوی مصائب کی وجہ سے موت کی تمنا	۵۱۶
قیامت کے قریب تمام نیک لوگ اٹھالئے جائیں گے	۵۱۶
قیامت کے قریب حضرت مہدی کے بعد کامل ترین	۵۱۶
شخص صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے	۵۱۷
(۱۴۶۵) **باب اشتراط الساعة**	۵۱۸
ترجمہ وتشریح حدیث:۴۱۶۴	۵۱۸
قیامت بالکل قریب ہے	۵۱۸
وقوع قیامت سے قبل دس نشانیاں	۵۱۹
(۱) خروج دجال	۵۱۹
دجال کہاں سے نکلے گا	۵۲۰
سوال۔جواب	۵۲۰
(۲) دھویں کا نکل کر مغرب ومشرق میں چھا جانا	۵۲۱
(۳) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	۵۲۱
(۱) وفات النبی ﷺ	۵۲۳
(۲) بیت المقدس کی فتح	۵۲۳
(۳) طاعون عمواس	۵۲۴
(۴) مال ودولت کی کثرت	۵۲۴
(۵) آپسی اختلاف وافتراق	۵۲۴
(۶) رومیوں کے ساتھ قتال	۵۲۵
وقوع قیامت سے پہلے کی چند نشانیاں	۵۲۶
قیامت سے قبل علم کا اٹھالیا جانا	۵۲۷
دریائے فرات سے خزانے نکلنے کی پیشین گوئی	۵۲۸
قیامت سے پہلے اندھادھند قتل وغارت گری	۵۲۹
(۱۴۶۶) **باب ذهاب القرآن والعلم**	۵۳۰
ترجمہ وتشریح حدیث:۴۱۷۲	۵۳۰
قیامت سے قبل زمانہ کا قریب ہونا	۵۳۲
(۱۴۶۷) **باب ذهاب الامانة**	۵۳۳
ترجمہ وتشریح حدیث:۴۱۷۷	۵۳۴
قرب قیامت میں امانت کا دلوں سے نکلنا	۵۳۴
امانت سے کیا مراد ہے؟	۵۳۵
قوله: ان الامانة نزلت في جذر قلوب الرجال	۵۳۵
قوله: ینام الرجل النومة	۵۳۶
ایک سوال اور اس کا جواب	۵۳۷
لغات حدیث	۵۳۷
ترجمہ وتشریح حدیث:۴۱۷۸	۵۳۸
حیاء ایمانی کی اہمیت	۵۳۸
قوله: مقیتاً ممقتا	۵۳۹

عنوان	صفحہ
قولہ: نزعت منہ ربقۃ الاسلام	۵۳۹
(۱۴۶۸) باب الآیات	۵۳۹
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۷۹	۵۴۰
وقوع قیامت کی دس نشانیاں	۵۴۰
علامات قیامت کی قسمیں	۵۴۰
(۱) قیامت کی علامات بعیدہ	۵۴۰
(۲) قیامت کی علامت متوسطہ	۵۴۱
(۳) قیامت کی علامت قریبہ (کبری)	۵۴۲
علامات قیامت کی فہرست بترتیب زمانی	۵۴۳
دابۃ الارض کا خروج کہاں اور کب؟	۵۴۴
دابۃ الارض لوگوں سے ہم کلام ہوگا	۵۴۵
قولہ: ثلثۃ خسوف	۵۴۵
قولہ: ونار تخرج من قعر عدن ابین	۵۴۶
قولہ: وتسرق الناس الي المحشر	۵۴۶
اعمال صالحہ کی طرف سبقت	۵۴۶
امت کے پانچ طبقات	۵۴۷
قولہ: النجا النجا	۵۴۷
طبقہ اولیٰ	۵۴۸
طبقہ ثانیہ	۵۴۸
طبقہ ثالثہ	۵۴۸
طبقہ رابعہ	۵۴۸
طبقہ خامسہ	۵۴۸
(۱۴۶۹) باب الخسوف	۵۴۸
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۸۴	۴۵۹
قیامت سے پہلے صورتوں کا مسخ ہونا اور زمین کا دھنسنا	۵۴۹
امت محمدیہ پر سنگ باری	۵۴۹
(۱۴۷۰) باب جیش البیداء	۵۵۰
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۸۸	۵۵۱
بیداء میں لشکر کی ہلاکت	۵۵۱
جیش معذب کا مصداق	۵۵۲
(۱۴۷۱) باب دابۃ الارض	۵۵۳
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۹۱	۵۵۴
عصائے موسیٰ انگشتری سلیمان کے ساتھ دابۃ الارض کا خروج	۵۵۴
اس کا وقوع کب ہوگا؟	۵۵۴
(۱۴۷۲) باب طلوع الشمس من مغربها	۵۵۶
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۹۳	۵۵۶
سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	۵۵۶
سوال۔جواب	۵۵۶
سوال۔جواب	۵۵۷
قولہ: اول الآیات خروجاً	۵۵۷
سوال۔جواب	۵۵۸
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۹۵	۵۵۸
(۱۴۷۳) فتنۃ الدجال وخروج عیسی ابن مریم وخروج یأجوج ومأجوج	۵۵۹
ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۱۹۶	۵۵۹
کانا دجال کی صفات اور اس کی پہچان	۵۵۹
ایک اشکال اور اس کا جواب	۵۵۹
دجال کی جنت وجہنم	۵۶۰
دجال کی جھوٹی جنت	۵۶۰
دجال کے نکلنے کی جگہ	۵۶۱
خراساں کے حدود	۵۶۲
حدیث تمیم داریؓ	۵۶۳

عنوان	صفحہ
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۰۰	۵۶۷
● دجال کے طلسماتی کارناموں اور یاجوج ماجوج کا ذکر	۵۶۷
● دجال کا مدت قیام	۵۷۱
● ایک دن ایک سال کے برابر	۵۷۱
● دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارے پر حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان سے نزول	۵۷۲
● ایک سوال اور اس کا جواب	۵۷۲
● لدّ کے دروازے کے پاس دجال کا خاتمہ	۵۷۲
● یاجوج وماجوج کے تیر وکمان کی کثرت	۵۷۴
● فتنہ دجال کا تفصیلی ذکر	۵۷۶
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۰۳	۵۸۳
● صلیب کا توڑنا	۵۸۳
● یاجوج ماجوج ہر روز دیوار کھودتے ہیں	۵۸۵
● (۱۴۷۴) **باب خروج المهدی**	۵۸۸
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۰۷	۵۸۹
● حضرت مہدی کا ذکر	۵۸۹
● قوله: ولو حبوا علی الثلج	۵۸۹
● ایک خزانے کے لئے تین آدمیوں میں لڑائی	۵۹۰
● حضرت مہدی خاندان نبوت سے ہوگا	۵۹۱
● حضرت مہدی بنت رسول حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا	۵۹۲
● حضرت مہدی کی خلافت کا استحکام	۵۹۳
● حضرت مہدی کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا امام یا رضی اللہ تعالی عنہ لکھنا	۵۹۳
● (۱۴۷۵) **باب الملاحم**	۵۹۳
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۱۴	۵۹۴
● حدیث شریف کا مضمون	۵۹۴
● مسلمانوں کے لئے فتوحات کی بشارت	۵۹۶
● جزیرۃ العرب سے قتال اور مسلمانوں کی فتح	۵۹۶
● ملحمہ کبری (جنگ عظیم) سے مراد	۵۹۷
● جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان فاصلہ	۵۹۸
● ایک اعتراض اور اس کا جواب	۵۹۸
● قوله: مسالح المسلمين	۶۰۰
● قوله: ببولاء	۶۰۰
● قوله: بني الاصفر	۶۰۰
● قوله: روقة الاسلام	۶۰۰
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۲۱	۶۰۰
● رومیوں سے مصالحت اور غدر	۶۰۰
● (۱۴۷۶) **باب الترك**	۶۰۱
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۲۲	۶۰۱
● قیامت سے پہلے ترکوں سے قتال	۶۰۱
● قیامت سے پہلے ترکوں سے قتال ہوگا	۶۰۲
● قوله: نعالهم الشعر	۶۰۲
● قوله: صغار الاعين	۶۰۲
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۲۳	۶۰۳
● چھوٹی آنکھوں والے اور چپٹی ناکوں والوں کے ساتھ قتال	۶۰۳
● دوم قوم کی حالت کا بیان یا ایک قوم کی	۶۰۳
● قتال ترک ہو چکا ہے یا باقی ہے،	۶۰۴
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۲۵	۶۰۵
● قوله: الحدق	۶۰۵
● **كتاب الزهد**	۶۰۶
● لفظ زہد کی تحقیق	۶۰۶
● (۱۴۷۷) **باب الزهد في الدنيا**	۶۰۶

عنوان	صفحہ
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۲۶	۶۰۶
• حقیقی تارک الدنیا	۶۰۶
• قوله: ولا في اضاعة المال	۶۰۷
• قوله: ارغب منك فيها	۶۰۷
• حدیث ہذا کا حکم	۶۰۸
• ترجمہ حدیث ۴۲۲۷	۶۰۸
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۲۸	۶۰۹
• اللہ اور لوگوں کی نظر میں محبوب بننے کا اکسیر نسخہ	۶۰۹
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۲۹	۶۱۰
• قوله: اَوَجع يشئزك	۶۱۰
• قوله: عهدا الى عهداً	۶۱۰
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۳۰	۶۱۱
• (۱۴۷۸) **باب الهم بالدنيا**	۶۱۱
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۳۱	۶۱۲
• واقعہ	۶۱۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۳۲	۶۱۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۳۳	۶۱۴
• عبادت الٰہی میں مشغول ہونا غناء قلب کا ذریعہ	۶۱۴
• (۱۴۷۹) **باب مثل الدنيا**	۶۱۴
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۳۴	۶۱۵
• دنیا کی مثال واقعی	۶۱۵
• دنیا کے عیش وآرام سے آپ کی بے رغبتی	۶۱۶
• قوله: ما انا والدنيا الخ	۶۱۶
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۳۶	۶۱۷
• عنداللہ دنیا کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں	۶۱۷
• قوله: لو كانت الدنيا تزن عند الله جناح بعوضة کا مطلب	۶۱۸
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۳۷	۶۱۸
• اللہ کے نزدیک دنیا کی وقعت ومقام	۶۱۸
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۳۸	۶۱۹
• دنیا کی مذمت کا بیان	۶۱۹
• دنیا ایمان والوں کے لئے قید خانہ ہے	۶۲۰
• قولہ. الدنيا سجن المؤمن کا مطلب	۶۲۰
• وقوله: وجنة الكافر کا مطلب	۶۲۰
• دنیا میں ہمیشہ ایک مسافر کی طرح رہنا چاہئے	۶۲۱
• قوله: اخذ رسول الله ﷺ بعض جسدی	۶۲۱
• قوله كانك عابر سبيل کا مطلب	۶۲۱
• (۱۴۸۰) **باب من لا يؤبه له**	۶۲۲
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۴۱	۶۲۲
• جنت کا بادشاہ	۶۲۲
• جنتی اور دوزخی	۶۲۳
• عتل کی تحقیق	۶۲۳
• جواظ کی تحقیق	۶۲۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۴۳	۶۲۴
• قابل رشک شخص	۶۲۴
• قوله: خفيف الحاذ	۶۲۴
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۴۴	۶۲۴
• سادگی زندگی ایمان میں داخل ہے	۶۲۴
• بہترین بندہ وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے	۶۲۵
• (۱۴۸۱) **باب فضل الفقراء**	۶۲۵
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۲۴۶	۶۲۵
• فقراء مسلمین کی فضیلت	۶۲۵
• قوله: لهٰذا خير من ملأ الارض الخ	۶۲۶
• ایک سوال اور اس کا جواب	۶۲۶

عنوان	صفحہ
• اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ	۶۲۷
• (۱۴۸۲) **باب منزلة الفقراء**	۶۲۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۴۸	۶۲۸
• اغنیاء سے قبل فقراء مسلمین کا جنت میں دخول	۶۲۸
• قولہ: بنصف یوم کا مطلب	۶۲۸
• ایک سوال اوراس کا جواب	۶۲۸
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۴۹	۶۲۹
• فقراء مہاجرین کا اغنیاء مہاجرین سے چالیس سال قبل جنت میں داخلہ	۶۲۹
• فقراء مومنین صابرین کے لئے آپ کی طرف سے بشارت	۶۳۰
• (۱۴۸۳) **باب: مجالسة الفقراء**	۶۳۰
• ترجمہ وتشریح حدیث ۴۲۵۱	۶۳۰
• فقیروں سے محبت اور بات چیت کرنا	۶۳۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۵۲	۶۳۱
• مسکینوں سے محبت رکھنے کا حکم نبوی	۶۳۱
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۵۳	۶۳۲
• (۱۴۸۴) **باب فی المکثرین**	۶۳۴
• ترجمہ وتشریح حدیث ۴۲۵۵	۶۳۴
• بہت زیادہ مالداروں کے لئے ہلاکت وبربادی	۶۳۴
• قیامت میں مالداروں کا اسفل مرتبہ میں ہونا	۶۳۵
• آپؐ کی دنیا سے کنارہ کشی	۶۳۶
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۵۹	۶۳۶
• ایمان والوں کے لئے قلت مال اور قلت عیال کی دعا	۶۳۶
• دنیا کے پجاری کے لئے ہلاکت وتباہی	۶۳۹
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۶۲	۶۳۹
• (۱۴۸۵) **باب القناعة:**	۶۴۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۶۳	۶۴۰
• حقیقی دولت دل کا غنا ہے	۶۴۰
• حقیقی کامیاب شخص	۶۴۱
• رزق کے بارے میں آپ کی دعا!	۶۴۱
• قیامت میں ہر شخص تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں بقدر کفاف ہی روزی ملی ہوتی	۶۴۲
• دنیاوی نعمت میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھنے کا حکم	۶۴۳
• اللہ تعالیٰ انسان کے عمل اور اس کے دل کو دیکھتا ہے	۶۴۳
• (۱۴۸۶) **باب معیشة آل محمد ﷺ**	۶۴۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۷۰	۶۴۴
• ایک ماہ تک آپ کے گھر میں چولہا نہ جلنا	۶۴۴
• آپ کی دنیاوی طرز معیشت	۶۴۵
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۷۲	۶۴۵
• آل محمد کے فقر وافلاس کی زندگی	۶۴۶
• تعارض اوراس کا دفاع	۶۴۶
• تین دن تک کھانے کے لئے آپ کے پاس کچھ نہ ہونا	۶۴۷
• (۱۴۸۷) **باب ضجاع آل محمد ﷺ**	۶۴۷
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۷۷	۶۴۸
• سونے کے لئے آنحضرت ﷺ کا بستر	۶۴۸
• جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہؓ کا جہیز	۶۴۸
• ترجمہ وتشریح حدیث ۴۲۷۹	۶۴۹
• رسول اکرم ﷺ کا کل متاع زندگی	۶۴۹
• ترجمہ وتشریح حدیث ۴۲۸۰	۶۴۹
• (۱۴۸۸) **باب معیشة اصحاب النبي ﷺ**	۶۵۰
• ترجمہ وتشریح حدیث ۴۲۸۱	۶۵۰

عنوان	صفحہ
• حضرات صحابہ کرام کی تنگدستی	۶۵۰
• شدت فقر کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانا	۶۵۱
• صرف ایک ایک کھجور پر حضرات صحابہ کرام کا زندگی گزارنا	۶۵۱
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۸۴	۶۵۲
• قیامت میں دنیاوی نعمت کے بارے میں سوال	۶۵۲
• قوله: قدقذفه البحر:	۶۵۳
• (۱۴۸۹) **باب في البناء والخراب**	۶۵۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۸۶	۶۵۴
• موت کو فراموش کر کے دنیا میں گھر بنانے کی مذمت	۶۵۴
• قبہ دیکھ کر آنحضرت علیہ کی ناراضگی	۶۵۴
• ضرورت کے پیش نظر مکان بنانے کا جواز	۶۵۵
• ضرورت سے زیادہ تعمیر پر مال لگانا لاحاصل	۶۵۶
• (۱۴۹۰) **باب التوكل واليقين**	۶۵۶
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۹۰	۶۵۷
• اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرنے کی فضیلت	۶۵۷
• توکل علی اللہ کی حقیقت	۶۵۷
• رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے	۶۵۸
• ایک عبرت انگیز واقعہ	۶۵۹
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۹۲	۶۶۰
• توکل کی ہدایت	۶۶۰
• اللہ کے ساتھ حسن ظن کا حکم	۶۶۰
• قوی مؤمن کا ضعیف مومن سے افضل ہونا	۶۶۱
• قوله: وایاك والله	۶۶۱
• (۱۴۹۱) **باب الحكمة**	۶۶۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۹۵	۶۶۲
• حکمت کی بات جہاں کہیں بھی ملے لے لو	۶۶۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۹۶	۶۶۳
• دو قابل قدر نعمتیں جن میں لوگ دھوکے میں مبتلا ہیں	۶۶۳
• ایک جامع نصیحت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۶۶۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۹۸	۶۶۵
• قوله: كلب الغنم	۶۶۵
• (۱۴۹۲) **باب البراءة من الكبرياء والتواضع**	۶۶۶
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۲۹۹	۶۶۶
• متکبر شخص جنت میں داخل نہ ہوگا	۶۶۶
• قوله: لايدخل الجنة من كان في قلبه الخ	۶۶۶
• کبرائی اور عظمت اللہ کی چادر اور ازار ہے	۶۶۷
• قوله: الكبرياء ردائي	۶۶۷
• تکبر کرنا گویا شرک میں مبتلا ہونا ہے	۶۶۸
• تواضع وانکساری اختیار کرنے کا حکم	۶۶۸
• تواضع نبوی کی ایک جھلک	۶۶۹
• اخلاق رسول علیہ کی ایک جھلک	۶۶۹
• تواضع اختیار کرنے کا حکم	۶۷۰
• (۱۴۹۳) **باب الحياء**	۶۷۰
• حیاء کی تعریف	۶۷۱
• حیاء کی قسمیں	۶۷۱
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۰۶	۶۷۱
• آپ نہایت شرمیلے تھے	۶۷۱
• حیاء ایک اسلامی اخلاق ہے	۶۷۲
• بے حیا شخص کچھ بھی کر سکتا ہے	۶۷۳
• حیادار آدمی جنتی ہے	۶۷۳
• قوله: البذاء	۶۷۳
• (۱۴۹۴) **باب الحلم**	۶۷۴

عنوان	صفحہ
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۱۲	۶۷۵
• غصہ کنٹرول کرنے والوں کی فضیلت	۶۷۵
• قولہ: دعاہ اللہ علی رأس الخلائق	۶۷۵
• متانت وسنجیدگی کی تعریف	۶۷۶
• قولہ: اتتکم وفود عبدالقیس	۶۷۶
• بردباری اور حیاء اللہ کو محبوب ہے	۶۷۷
• غصہ پی جانے کی فضیلت	۶۷۷
• (۱۴۹۵) **باب الحزن والبکاء**	۶۷۷
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۱۶	۶۷۸
• خوف الٰہی کی وجہ سے درخت ہونے کی تمنا کرنا	۶۷۸
• قولہ اطّت	۶۷۸
• قولہ: لوتعلمون ما اعلم	۶۷۸
• مسلمانوں کو خشوع وخضوع کی ترغیب	۶۸۰
• زیادہ ہنسنے کی ممانعت	۶۸۰
• قرآن کی آیت سن کر آپ کا اشکبار ہونا	۶۸۱
• قبر کے لئے تیاری کرنے کا حکم	۶۸۱
• روزے کا حکم	۶۸۲
• یاد الٰہی میں رونے والوں پر جہنم حرام	۶۸۳
• (۱۴۹۶) **باب التوقي علي العمل**	۶۸۳
• ایک آیت کریمہ کا مطلب	۶۸۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۲۵	۶۸۴
• ظاہر وباطن کی یکسانیت کی اہمیت	۶۸۵
• محض رحمت خداوندی کی وجہ سے نجات نہ کہ عمل کے سبب	۶۸۵
• قولہ: قاربوا	۶۸۶
• (۱۴۹۷) **باب الریاء والسمعة**	۶۸۶
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۲۸	۶۸۶
• مشرکوں کے لئے قیامت کے دن اعلان	۶۸۸
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۲۹	۶۸۸
• اپنی امت کے بارے میں شرک خفی کا اندیشہ	۶۸۹
• قولہ: الاشراك	۶۸۹
• ریاکاری کے طور پر عمل کرنے والوں کے لئے وعید	۶۹۰
• ریاکاری کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید	۶۹۰
• (۱۴۹۸) **باب الحسد**	۶۹۱
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۳۴	۶۹۱
• دو چیزوں میں حسد کا جواز	۶۹۱
• حسد نیکیاں کھا جاتا ہے	۶۹۲
• قولہ: الصلاۃ نور المومن	۶۹۳
• قولہ: والصیام جنۃ من النار	۶۹۳
• (۱۴۹۹) **باب البغی**	۶۹۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۳۷	۶۹۳
• جن نیکیوں کا ثواب سب سے جلدی ملتا ہے	۶۹۴
• کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا ہلاکت کے لئے کافی ہے	۶۹۵
• آپس میں تواضع اختیار کرنے کا حکم	۶۹۵
• (۱۵۰۰) **باب الورع والتقوی**	۶۹۵
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۴۱	۶۹۶
• متقی کی پہچان	۶۹۶
• تقوی کے درجات واقسام	۶۹۶
• افضل ترین شخص کی تعیین	۶۹۷
• چند قیمتی نصیحتیں	۶۹۸
• قولہ: کن ورعا تکن اعبد الناس	۶۹۸
• قولہ: وکن قنعا	۶۹۸
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۴۴	۶۹۹

عنوان	صفحہ
● ترجمہ وتشریح حدیث ۴۳۴۵	۶۹۹
● قرآن کریم کی ایک آیت جو عمل کے لئے کافی ہے	۷۰۰
● (۱۵۰۱) **باب الثناء الحسن**	۷۰۰
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۴۷	۷۰۱
● اہل جنت اور اہل جہنم کی شفاعت	۷۰۱
● نیکی اور بدی کے کام کو جاننے کا طریقہ	۷۰۱
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۴۹	۷۰۲
● اہل جنت اور اہل جہنم کی علامت	۷۰۳
● عمل صالح کی وجہ سے لوگوں کی محبت	۷۰۳
● کسی متعین شخص کے بارے میں جنتی ہونے کی شہادت دینا	۷۰۴
● قول اول	۷۰۴
● قول دوم	۷۰۴
● قول سوم	۷۰۴
● بغیر ارادہ کے اگر کوئی عمل پر مطلع ہو جائے تو ڈبل ثواب	۷۰۵
● (۱۵۰۲) **باب النية**	۷۰۵
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۵۳	۷۰۵
● تمام اعمال کا مدار خلوص نیت پر ہے	۷۰۵
● علماء اسلام کی نظر میں اس حدیث کی عظمت ومقام	۷۰۶
● تصحیح نیت کے بارے میں اقوال علماء	۷۰۶
● قوله: انما الاعمال بالنيات	۷۰۷
● حدیث شریف کا شان ورود	۷۰۷
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۵۴	۷۰۸
● امت مسلمہ کی ایک مثال	۷۰۸
● قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق مبعوث کئے جائیں گے	۷۰۹
● (۱۵۰۳) **باب الامل والاجل**	۷۰۹
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۵۸	۷۱۰
● انسان کی موت اور اس کی آرزو کی مثال	۷۱۰
● انسان کی موت اس کی آرزو سے زیادہ قریب ہے	۷۱۱
● بوڑھے آدمی کی حرص وطمع	۷۱۲
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۶۱	۷۱۲
● بڑھاپے کی آرزوئیں	۷۱۲
● انسان کی تمنا تو قبر کی مٹی ہی پوری کرے گی	۷۱۳
● امت محمدیہ کی عمریں	۷۱۳
● (۱۵۰۴) **باب: المداومة على العمل**	۷۱۴
● بہترین عمل وہ ہے جو پابندی سے کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو	۷۱۴
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۶۵	۷۱۵
● حسب طاقت عمل کرنے کا حکم	۷۱۵
● عليكم من الاعمال تطيقون	۷۱۵
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۶۶	۷۱۶
● حضرات صحابہ کرام کو اپنے ایمان کے بارے میں فکر	۷۱۶
● قوله: كانا رأي العين	۷۱۷
● قوله: فرشكم او طرقكم	۷۱۷
● قوله: ساعة وساعة	۷۱۷
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۶۷	۷۱۸
● بہترین عمل وہ ہے جو تسلسل کے ساتھ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو	۷۱۸
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۶۸	۷۱۸
● (۱۵۰۵) **باب ذكر الذنوب**	۷۱۸

عنوان	صفحہ
● ترجمہ وتشریح حدیث نا۴۳۶۹	۴۱۹
● قولہ: ومن اساء اخذ بالاول الخ	۴۱۹
● کسی بھی نیک عمل کو حقیر نہ جانو	۴۱۹
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۷۱	۴۲۰
● قولہ: فاذازادزادت	۴۲۱
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۷۲	۴۲۱
● جنت اور جہنم میں جانے کے اسباب	۴۲۲
● زبان وشرم گاہ کا غلط استعمال دخول نار کا موجب ہے	۴۲۲
● (۱۵۰۶) **باب ذکر التوبة**	۴۲۳
● ترجمہ وتشریح ۴۳۷۴	۴۲۳
● بندہ مومن کی توبہ سے اللہ تعالی کا خوش ہونا	۴۲۳
● قبولیت توبہ کی شرائط	۴۲۳
● اگر گناہ آسمان تک ہوجائیں پھر بھی اللہ معاف فرماتا ہے	۴۲۴
● عبد عاصی کی توبہ سے اللہ تعالی کی بے انتہا خوشی	۴۲۴
● توبہ کرنے والوں کی فضیلت	۴۲۵
● توبہ درحقیقت حقیقی ندامت کا نام ہے	۴۲۶
● ترجمہ وتشریح حدیث ۴۳۸۰	۴۲۷
● کیفیت نزاع سے پہلے پہلے توبہ کی قبولیت	۴۲۷
● قولہ: مالم یغرغر	۴۲۷
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۸۱	۴۲۷
● نماز برائیوں کو مٹاڈالتی ہے	۴۲۷
● رحمت حق بہانہ می جوید بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ	۴۲۸
● قولہ: لأن قدر الله عليّ الخ	۴۲۹
● ایک بلی کو باندھ کر رکھنے کی وجہ سے ایک عورت کے لئے جہنم کا فیصلہ	۴۲۹
● بندہ کی عبادت ونافرمانی سے خدا کی خدائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا	۴۳۰
● قولہ: یاعبادی	۴۳۱
● قولہ: رطبکم ویابسکم	۴۳۱
● (۱۵۰۷) **باب: ذکر الموت والاستعداد له**	۴۳۲
● موت کو بکثرت یاد کرنے کا حکم	۴۳۲
● قولہ: هاذم اللذات	۴۳۲
● سب سے زیادہ افضل اور عقلمند آدمی	۴۳۳
● موت کے وقت رجاء کا ذکر	۴۳۴
● مومن وکافر کی روح نکالنے کی کیفیت کا ذکر	۴۳۵
● موت اپنی مقررہ جگہ ہی پر آئے گی	۴۳۶
● اللہ تعالی سے شرف ملاقات کی تمنا	۴۳۷
● اشکال	۴۳۸
● جواب ودفع وتعارض	۴۳۸
● (۱۵۰۸) **باب ذکر القبر والبلی**	۴۳۹
● ترجمہ وتشریح حدیث ۴۳۹۳	۴۳۹
● قبر میں ریڑ کی ہڈی کے علاوہ ساری چیزیں گل جاتی ہیں	۴۳۹
● اجساد انبیاء اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ	۴۴۰
● ترجمہ حدیث: ۴۳۹۴	۴۴۰
● عذاب قبر کے خوف سے حضرت عثمانؓ کا رونا	۴۴۰
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۳۹۵	۴۴۲
● قبر میں سوال وجواب اور نیک مسلمان کے ساتھ قبر میں سلوک	۴۴۲

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
• عذاب قبر قرآن وحدیث سے ثابت ہے	۷۴۳	• قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں تین بار پیشی	۷۵۲
• قبر سے مراد کیا ہے؟	۷۴۳	• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۴۰۵	۷۵۳
• ایک سوال اور اس کا جواب	۷۴۳	• قیامت کے دن پسینوں میں غرق ہونا	۷۵۳
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۳۹۶	۷۴۴	• قیامت کے دن زمین وآسمان کی تبدیلی	۷۵۴
• قبر میں کلمۂ شہادت کی رہنمائی	۷۴۴	• ارض وسماء کی تبدیلی سے مراد	۷۵۴
• عالم برزخ میں صبح وشام مومن وکافر کو اس کا اصل ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے	۷۴۵	• قوله: علي الصراط	۷۵۵
• مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت میں ہوتی ہے	۷۴۶	• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۴۰۷	۷۵۵
• قوله: نسمة	۷۴۶	• پل صراط کا جہنم پر بچھایا جانا	۷۵۵
• سوال۔جواب	۷۴۶	• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۴۰۸	۷۵۶
• سول۔جواب	۷۴۶	• (۱۵۱۰) **باب صفة امة محمد ﷺ**	۷۵۷
• نمازی اپنی قبر میں	۷۴۷	• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۴۰۹	۷۵۷
• مردے کے سامنے غروب آفتاب کا سماں پیش کرنے کی وجہ	۷۴۷	• قیامت کے دن امت محمدیہ کی پہچان اور اعضاء وضوء کی چمک	۷۵۷
• (۱۵۰۹) **باب ذكر البعث**	۷۴۸	• قوله: غرا محجلين	۷۵۷
• ترجمہ حدیث:۴۴۰۰	۷۴۸	• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۴۱۰	۷۵۸
• صور پھونکنے والے فرشتے امر الٰہی کے انتظار میں	۷۴۸	• جنت میں مسلمانوں کی تعداد	۷۵۸
• قوله: ان صاحبي الصور	۷۴۸	• جملہ انبیاء کرام کے حق میں امت محمدیہ کی شہادت	۷۵۹
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۴۰۱	۷۴۹	• امت محمدیہ ستر ہزار کا بلا حساب وکتاب جنت میں داخلہ	۷۶۱
• حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جزئی فضیلت	۷۴۹	• قوله: ان يدخل الجنة من امتى الخ	۷۶۱
• قوله: ومن قال انا خير من يونس بن متى الخ	۷۵۰	• امت محمدیہ کا حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل ہونے والوں کی تعداد	۷۶۲
• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۴۰۲	۷۵۱	• ترجمہ وتشریح حدیث:۴۴۱۴	۷۶۲
• قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی شان وجلالت وکبریائی کا اظہار	۷۵۱	• آپ کی امت افضل ترین امت ہے	۷۶۳
• قول: ياخذ الجبار سمٰوته الخ	۷۵۱	• اہل جنت صفوں کی تعداد	۷۶۳
		• ہم آخری امت ہیں	۷۶۴

عنوان	صفحہ
• امت محمدیہ کو سجدہ کی اجازت	۷۶۴
• (۱۵۱۱) **باب مایرجی من رحمة الله عزوجل یوم القیامة**	۷۶۵
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۲۰	۷۶۶
• اللہ کے دریائے رحمت کی وسعت	۷۶۶
• دریائے رحمت ربانی کی وسعت	۷۶۶
• رحمت خداوندی اس کے غضب پر غالب ہے	۷۶۷
• اللہ پر بندے کا حق	۷۶۸
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۲۴	۷۶۹
• اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ رحم کرتا ہے	۷۶۹
• بدبخت کے علاوہ کوئی جہنم میں نہیں جائے گا	۷۶۹
• اللہ تعالیٰ غیر مشرک کی مغفرت کردے گا	۷۷۰
• صرف کلمۂ شہادت کا وزن تمام گناہوں پر بھاری ہونے کی وجہ سے مغفرت	۷۷۱
• (۱۵۱۲) **باب ذکر الحوض**	۷۷۲
• حوض کے معنی	۷۷۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۲۹	۷۷۳
• حوض کوثر کی صفات وخصوصیات	۷۷۳
• حوض کوثر کی فضیلت	۷۷۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۳۱	۷۷۵
• قولہ: اتیتہ علی برید:	۷۷۵
• قولہ: اکاویب	۷۷۶
• قولہ: حتی اخضلت	۷۷۶
• حوض کوثر کی بڑائی	۷۷۶
• حوض کوثر پر سونے اور چاندی کے آب خورے	۷۷۷
• بدعتیوں کو حوض کوثر پر سے دھکا مار کر بھگا دیا جائے گا	۷۷۷
• (۱۵۱۳) **باب ذکر الشفاعة**	۷۷۹
• شفاعت کے معنی	۷۷۹
• شفاعت کا اثبات اور اس پر ایمان	۷۸۰
• شفاعت کی انواع واقسام	۷۸۰
• (۱) شفاعت کی پہلی قسم شفاعت کبریٰ	۷۸۱
• شفاعت کی دوسری قسم: حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل کرانا	۷۸۱
• شفاعت کی تیسری قسم مستحق جہنم کو جنت میں پہنچانا	۷۸۱
• شفاعت کی چوتھی قسم جہنمی کے لئے ہے جو جہنم میں داخل ہوچکے ہیں	۷۸۱
• شفاعت کی پانچویں قسم بلندی درجات کے لئے	۷۸۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۳۵	۷۸۲
• مشرک کے علاوہ سارے مسلمان کی شفاعت نبوی	۷۸۲
• قیامت کے دن آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے	۷۸۳
• قولہ: لواء الحمد بیدہ	۷۸۳
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۳۷	۷۸۴
• جہنم میں داخل شدہ مومنین کے لئے شفاعت	۷۸۴
• قولہ: ضبائر	۷۸۵
• قولہ: حمیل السیل	۷۸۵
• اہل کبائر کے لئے آپ کی شفاعت	۷۸۵
• حق شفاعت یا نصف امت کے جنت میں داخلے کے بارے میں اختیار	۷۸۵
• شفاعت رسول کا ذکر	۷۸۷
• قولہ: فانہ اول رسول اللہ بعثہ اللہ الی اہل الارض	۷۸۹

عنوان	صفحہ
• سب سے اخیر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی وجہ	۷۸۹
• قولہ: فیحد لی حداً	۷۹۰
• قولہ: فیدخلھم الجنة	۷۹۰
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۴۱	۷۹۲
• قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے	۷۹۲
• قیامت کے دن میں صاحب شفاعت ہوں گا	۷۹۲
• دوزخ سے نکالے جانے والے لوگ جنت میں جہنمی کہلائیں گے	۷۹۲
• نصف امت کو جنت میں داخل کرانے یا حق شفاعت لینے کے درمیان اختیار	۷۹۴
• (۱۵۱۴) **باب صفة النار**	۷۹۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۴۶	۷۹۴
• جہنم کی آگ کی سختی دنیا کی آگ سے ستر گناہ زیادہ	۷۹۴
• بارگاہ خداوندی میں دوزخ کی آگ کی فریاد	۷۹۵
• قولہ: اشتکت النار الی ربھا	۷۹۵
• قولہ: فجعل نفسین	۷۹۶
• قولہ: زمھریرھا	۷۹۶
• دوزخ کی آگ کے سفید اور سیاہی کا ذکر	۷۹۶
• ایک دوزخی اور ایک جنتی کا ذکر	۷۹۷
• دوزخیوں کی جسامت	۷۹۸
• قولہ: ان الکافر لیعظم	۷۹۸
• امت کے کسی فرد کی شفاعت کے لئے بکثرت جنت میں داخلہ	۷۹۸
• جہنمی خون کے آنسو روئیں گے	۷۹۹
• جہنمیوں کا کھانا زقوم ہوگا	۸۰۰

عنوان	صفحہ
• قولہ: اتقوا اللہ حق تقاتہ:	۸۰۰
• ایک سوال اور اس کا جواب	۸۰۱
• مقامات سجود کو آگ نہیں جلا سکتی	۸۰۱
• قیامت کے دن صراط پر موت کو ذبح کر دیا جانا	۸۰۲
• (۱۵۱۵) **باب صفة الجنة**	۸۰۲
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۵۶	۸۰۳
• جنتی نعمت انسانی عقل سے ماوراء ہے	۸۰۳
• قولہ: مالا عین رأت	۸۰۴
• قولہ: ما اخفی لھم من قرة اعین	۸۰۴
• ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۵۷	۸۰۵
• جنت کی فضیلت	۸۰۵
• جنت کے درجات	۸۰۶
• قولہ: الجنة مأة درجة	۸۰۶
• قولہ: وان اعلاھا الفردوس	۸۰۶
• قولہ: وان العرش علی الفردوس	۸۰۶
• قولہ: منھا تفجر انھار الجنة	۸۰۶
• مجاہدین اسلام کے لئے جنت کی نعمتیں	۸۰۷
• قولہ: الا مشمر للجنة	۸۰۷
• وریحانہ تھتز	۸۰۸
• نعماء جنت کا تذکرہ	۸۰۸
• قولہ: رشحھم المسك	۸۰۸
• قولہ: مجامرھم الالوة	۸۰۸
• قولہ: ازواجھم الحور العین	۸۰۹
• قولہ: اخلاقھم علی خلق رجل واحد	۸۰۹
• حوض کوثر کی صفات اور خصوصیات	۸۰۹
• قولہ: الکوثر نھر فی الجنة	۸۰۹

عنوان	صفحہ
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۶۴	۸۱۰
● جنت کے ایک درخت کی لمبائی کا ذکر	۸۱۰
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۶۵	۸۱۱
● قیامت میں باری تعالی کا دیدار اور بازار جنت	۸۱۱
● قوله: في مقدار يوم الجمعة	۸۱۳
● قوله: ويبرز لهم عرشه	۸۱۴
● قوله: وما فيهم دنئ	۸۱۴
● قوله: فيروعه مايرى عليه من اللباس	۸۱۴
● قوله: هل تري ربنا	۸۱۴
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۶۶	۸۱۵
● جنتیوں کے لئے بہتر بہتر حوریں	۸۱۵
● قوله: سبعين من ميراثه الخ	۸۱۶
● جنت میں اولاد کی خواہش اور اس کی تکمیل	۸۱۷
● جنت میں اولاد ہوگی یا نہیں؟	۸۱۷
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۶۸	۸۱۷

عنوان	صفحہ
● سب سے اخیر میں جنت میں جانے والا شخص	۸۱۷
● قوله: فكان يقال: هذا ادني الخ	۸۱۸
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۶۹	۸۱۹
● جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے	۸۱۹
● قوله: ثلاث مرات	۸۱۹
● ترجمہ وتشریح حدیث: ۴۴۷۰	۸۲۰
● ہر آدمی کے لئے دو ٹھکانے ہیں	۸۲۰
● وصف اول نماز میں خشوع	۸۲۱
● وصف دوم لغو سے اجتناب	۸۲۱
● وصف سوم زکوۃ کی ادائیگی	۸۲۲
● وصف چہارم: شرمگاہوں کی حفاظت	۸۲۲
● وصف پنجم ادائے حق امانت	۸۲۲
● وصف ششم ایفائے عہد	۸۲۲
● وصف ہفتم نماز پر محافظت ومواظبت	۸۲۳
● اختتام	۸۲۴

اہداء انتساب

بندۂ حقیر وفقیر سراپا پر تقصیر اپنی اس علمی متاع آب حیات اور دبستان علم کے حسین وجمیل اور دل فریب دلکش علمی گلدستہ کو اپنے والد بزرگوار (محترم ومکرم جناب محمد منظور عالم صاحب نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعه) کی جانب انتماء وانتساب کو اپنے لیے باعث فخر اور لائق صد افتخار سمجھتا ہے جو ۱۸ فروری کا دن (منگل) گزار کر بشب چہار شنبہ ۱۲ ربج کر ۵ یا ۱۰ منٹ کے درمیانی وقفہ میں ۱۹ فروری ۲۰۱۴ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی، ۱۴۳۵ھ کو ہمیں روتا بلکتا اور تڑپتا چھوڑ کر داعی اجل کو ہمیشہ کے لیے لبیک کہہ کر جوار رحمت خداوندی اور آغوش رحمت ومغفرت ربانی میں چلے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون:

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین خدائے ستار وغفور رحیم محض اپنے فضل وکرم اور خالص اپنے ہی لطف وعنایت سے والد گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرما کر ان کی قبر کو نور سے بھر کر روضہ من ریاض الجنۃ بنادے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع جگہ عنایت فرمائے آمین ثم آمین، اور اس کتاب کے جملہ قارئین ومستفیدین سے والد گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت اور رفع درجات وترقی مراتب کے لیے دعا کی عاجزانہ گزارش اور مخلصانہ اپیل ہے۔

ابو حماد غلام رسول منظور القاسمی پہراوی
مقیم حال الجامعۃ الاسلامیہ العربیہ کشاف العلوم کیرالا (الہند)
بانی ومدیر الجامعۃ الاسلامیہ دار الفلاح للبنات پہرا، گانواں، ضلع گریڈیہہ، جھارکھنڈ (الہند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار تشکر اور دل غمگین

اللہ تبارک وتعالی کی ذات قادر مطلق ہے وہ اپنے ارادے میں خود مختار فعال لما یرید ہے اسباب وعوامل کے استعمال سے پاک اور بے نیاز ہے بلکہ مسبب الاسباب اور رب الارباب ہے، جس نے آسمان کو رفعت وعظمت اور بلندی کا تاج پہنایا، تو زمین کو فروتنی اور تواضع کا سبق سکھایا، وہی پاک اللہ ہے جس نے ایک غلیظ وناپاک پانی سے کائنات عالم کی اشرف ترین مخلوق بنائی، اور ولقد کرمنا بنی آدم کا تاج ان کے سر پر سجایا، احسن تقویم کے قالب میں ڈھال کر انہیں مسجود ملائکہ بنادیا، وہی رب ہے جس نے دریاؤں میں روانی اور سمندروں میں طغیانی اور جولانی عطا کی اسی نے ندیوں کو بل کھانا سکھایا وہی ذات وحدہ لاشریک ہے جس نے پھولوں میں مہک، کلیوں میں چٹخ پیدا کی، چڑیوں کو چہچہانا سکھایا، وہی قادر مطلق ذات ہے جس نے خشک دانے سے ہری ہری بالیاں اور کونپل زمین کے تہ سے اس کا سینہ چاک کر کے نکالیں، اسی نے آگ میں جلانے کی صلاحیت اور پانی میں بجھانے کی استعداد ودیعت کی، وہی رب ہے جس نے زمین میں سرسبز وشادابی کی قالین بچھا کر آنکھوں کے لیے سامان فرحت وسرور پیدا کیا، وہ رب بڑی طاقت اور بڑی قوت والا ہے، وہ بڑی عزت وعظمت کا مالک ہے، وہ ذات بالکل بے نیاز وبے پرواہ ہے، ولم یزل ولم یزال حی قیوم ہے، وہ جب کسی کو کچھ عطا کرنا چاہتا ہے اپنے کسی بندے سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کی صلاحیت واستعداد اور لیاقت کو نہیں دیکھتا پس وہ اپنا خاص فضل وکرم اور خصوصی لطف وعنایت ایک مشت خاکی انسان اپنے حقیر وفقیر بندے کو سب نواز دیتا ہے، اور اپنی نظر عنایت اور رحمت خاصہ سے اس کی صلاحیت اور ظرف سے بھی کہیں زیادہ عطا فرمادیتا ہے، جس کا اس کو کبھی وہم وگمان اور حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتا، اور نہ ہی کبھی خواب میں دیکھا ہوتا،

بھلا آپ ذرا چشم تصور سے دیکھئے تو سہی! کہ آج سے پندرہ سال پیشتر ۱۵ / ربیع الاول ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۹۹ء بروز چہار شنبہ بمقام مدرسہ مرادیہ کھالہ پار حوض والی مسجد مظفر نگر یوپی میں (جہاں میری تدریسی زندگی کے سفر کا آغاز تھا جہاں میں نے ایک نئی زندگی میں قدم رکھا تھا۔ نہ علم کی دولت تھی نہ تجربہ کی روشنی نہ عقل ودانش میں کمال تھا، اور نہ فکر وفہم میں رسوخ نہ علم میں گہرائی اور گیرائی تھی، نہ ہی فکر ونظر اور عقل وخرد میں پرواز، نہ قلم تھامنے کا کوئی سلیقہ تھا اور نہ کتب بینی اور مطالعہ کا کچھ زیادہ شوق وجزبہ، بلکہ ابھی علم وعمل وفکر ونظر اور عقل وفہم کا طفل مکتب تھا) اس بندۂ حقیر وفقیر سراپا تقصیر کوتاہ

علم وعمل نے اپنے پیارے رب پر اعتماد کامل اور توکل محکم کرتے ہوئے فن حدیث کی معروف ومشہور کتاب ہندو پاک اور بنگلا دیش کے تمام مدارس اسلامیہ عربیہ میں داخل درس اور اہل علم کے حلقوں میں متداول ومقبول کتاب ابن ماجہ شریف کی اردو شرح بنام تکمیل الحاجہ لکھنی شروع کی تھی، اور مقدمہ ابن ماجہ پر کام شروع کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے چار پانچ ماہ کے قلیل عرصہ میں مقدمہ کی شرح بنام تکمیل الحاجہ تیار ہوگئی، اور چند ہی ماہ کے بعد تکمیل الحاجہ شرح اردو ابن ماجہ جلد اول زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر کتابوں اور شروحات کی دنیا میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر اہل علم حضرات اور طالبان علوم نبوت کو دعوت مطالعہ دے رہی تھی، اور علمی حلقوں میں داد تحسین حاصل کر رہی تھی، طالبان دورۂ حدیث تو اس کی مدح وسرائی میں رطب اللسان تھے، تو اس وقت کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور نہ کبھی یہ بات حاشیۂ خیال میں اور گوشۂ دماغ میں آئی تھی کہ میں اس کی مکمل شرح لکھنے کی سعی کروں گا، اور آٹھ جلدوں میں مکمل ہو کر اہل علم حضرات کے ہاتھوں میں پہنچے گی، اور پوری ابن ماجہ کی عظیم الشان خدمت کی سعادت سے اپنے دامن کو مالا مال کرنے کا موقع میسر آئے گا۔

لیکن ہوتا وہی ہے جو خالق کائنات و مالک عرش وکرسی چاہتا ہے، کاتب تقدیر کا قلم چل چکا تھا، اور من جانب اللہ قضاء وقدر کا فیصلہ ہو چکا تھا، کہ یہ سب کچھ ہوگا، اور ایک مشت خاکی ظلوم جہول اور عاجز و ناتواں بندے سے ہوگا، یہ خدائے رب ذوالجلال کی عظیم الشان اور حیرت انگیز قدرت کاملہ کا مظاہرہ نہیں تو کیا ہے؟ ایک اپنے عاجز و ناتواں بندے سے اپنے آخری رسول خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اور اعضاء و جوارح سے کردہ افعال واعمال کی تشریح وتوضیح کی توفیق ارزانی عطا فرمائی دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی ماہ کے قلیل عرصہ میں ابن ماجہ کی اردو شرح بنام تکمیل الحاجہ جلد اول مدرسہ مرادیہ حوض والی مسجد کے مبارک علمی ماحول میں بحسن خوبی اختتام کو پہنچی، فالحمد لله على ذالك رب کریم نے کمپیوزنگ وکتابت اور طباعت کا مسئلہ بھی بآسانی طے کر دیا اور کتاب جلد ہی زیور طباعت سے مزین ہو کر منصۂ شہود پر آگئی اور قبول عام وخاص ہوئی، علمی دنیا میں پذیرائی توقع سے کہیں زیادہ ہوئی، فالحمد لله على ذالك۔

پھر تشریح وتوضیح کا یہ سلسلة الذہب دو تین سال کے لیے موقوف ہو گیا کیوں کہ ارادہ صرف اور صرف مقدمہ ہی پر کام کرنے کا تھا، لیکن جب تکمیل الحاجہ منظر عام پر آئی، اور خدائے رب ذوالجلال نے اسے حیرت انگیز مقبولیت عطا فرمائی تو احباب واصدقاء اور مالک کتب خانہ کی طرف سے اس کی دوسری جلد تیار کرنے کے لیے مسلسل پیغام ملتا رہا، احقر اپنی علمی کم مائیگی پر نظر کرتے ہوئے اس کو ٹالتا رہا، اور فردا و امروز پر ڈالتا رہا، لیکن جب ان محبین گرامی قدر کا پیغام بمنزلہ اصرار اور حکم ہو گیا، تو پھر خدائے وحدہ لاشریک لہ کی ذات واحد پر اعتماد وتوکل کر کے دوسری جلد کی تیاری میں ہمہ تن مشغول ہو گیا، اور اس کے واسطے خلوت نشیں وگوشہ گزیں ہو گیا، چنانچہ اس کی دوسری جلد کی تیاری ٹھیک پہلی جلد کے مکمل ہونے کے تین سال بعد جامعة القرآن والسنة الخیریہ بجنور میں شروع کیا، بحمد اللہ وہاں کے عرفانی قرآنی اور نورانی ماحول میں بفضلہ تعالی

ومنہ عزوجل دیکھتے ہی دیکھتے دوسری جلد کتاب الطہارت تک مکمل ہوگئی اور طباعت سے آراستہ وپیراستہ ہوکر اپنی ظاہری وباطنی خوبیوں کے ساتھ طالبان علوم نبوت کے ہاتھوں تک پہنچی، اور شرف قبولیت سے ہم کنار ہوئی، ایک بار پھر یہ سلسلہ منقطع ہوگیا احقر مدینہ منورہ کے لیے رخت سفر باندھ لیا جامعۃ القرآن والسنۃ الخیریہ بجنور سے رسمی طور پر سبکدوش ہوگیا، مدینہ منورہ کے چودہ ماہ قیام کے بعد وطن مالوف ہندواپس آیا، اور رب کریم اللہ رب العزت نے الجامعۃ الکوثریہ کیرالا میں تدریسی خدمت کے لیے مامور کیا اور یہاں پرسکون وپروقار علمی ماحول ملا، اسباق کی ذمہ داری بھی جامعہ کے ارباب حل وعقد کی طرف سے کم ملی، تو کام کرنے کا دوبارہ حسین موقع آیا، چنانچہ جامعہ ہٰذا کے دوسالہ قیام کے دوران شب وروز کی محنت وعرق ریزی سے تکمیل الحاجہ کی مزید چار جلدوں کا مسودہ تیار ہوگیا، **فالحمد للہ علی ذالک**

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اچانک حالات بدل گئے نامساعد حالات کے تھپیڑوں کے زد میں آگیا ہر چہار طرف سے حوادثات وآفات کے بادل منڈلانے لگے، مصائب وآلام کے طوفان میں میرے عزم وحوصلہ کی کشتی ڈگمگانے لگی، حاسدوں کی حسد کی آگ شعلہ جوالہ بن کر عزم وارادہ کے حسین تاج محل اور حوصلہ وجزبہ کی خوبصورت وطویل قطب مینار کو خاکستر اور جلانے کی ہر ممکن سعی مذموم کی گئی، لیکن

فانوس بن کے جس کی حفاظت دیا کرے ☆ وہ شمع کیا بجھے جس کی حفاظت خدا کرے

جب خدائے وحدہ لاشریک مالک ارض وسماوات خالق لوح وقلم اور مبدع عرش وکرسی مہربان رب کریم اپنے لطف عمیم کے ظل ہمایوں میں اپنے کسی بندہ کو جگہ عنایت کرتا ہے تو پھر تمام دنیاوی عوامق وعلائق، مشکلات ومعضلات حوادثات وآفات اور مصائب وآلام کا سد سکندری بھی عزم وحوصلہ کی دیوار آہنی اور فولادی قوت وطاقت کے سامنے ھباءاً منثوراً ہوجاتا ہے حسد وعناد اور مفسدین کے فساد وعناد کے بحر لاساحل میں احقر نے سفینۂ نصرت ربانی پر سوار ہوکر اپنا سفر جاری رکھا، اور کشتی تالیف وتصنیف کو ساحل پر لنگر انداز کرکے ہی دم لیا، درمیان سفر میں اگرچہ مخالفت وعناد کے بادصموم کے تھپیڑوں میں تشریح وتوضیح کی یہ کشتی بارہا ہچکولے بھی کھائی، لیکن یہ میرے رب کریم کا فضل واحسان ہے کہ کشتی تصنیف وتالیف کو بھنور سے نکال کر ساحل پر لنگر انداز کردیا، اور آج فن حدیث کی شہرہ آفاق متداول بین اہل العلم کتاب اور آسمان حدیث کی روشن کتاب ابن ماجہ شریف کی اردو شرح بنام تکمیل الحاجہ مکمل آٹھ جلدوں میں بحسن خوبی بفضل ربی جامعہ اسلامیہ عربیہ کشاف العلوم کیرالا الہند کے آغوش میں پایہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔

لاریب آج فرحت ومسرت کیف وسرور اور خوشی وشادمانی کا حسین اور زریں موقع ہے کہ خدائے لم یزل ولایزال مالک الارض والسمٰوٰت نے اس ناکارہ سے یہ خدمت لی اور کچھ لکھنے پڑھنے کی توفیق بخشی، آج سارا جسم وناتواں خدائی انعام واکرام اور احسان وفضل سے گراں بار ہے جسم کا ہر حصہ شکر الٰہی میں رطب اللسان اور بارگاہ خداوندی میں سجدۂ تشکر

ادا کرنے کے لیے جسم کا بال بال اور رواں رواں ماہی بے آب کی طرح بے قرار اور مرغ بسمل کی طرح بے چین ہے اور رب ذوالجلال کے سامنے سجدہ ریز ہے زبان حال وقال سے شکر الٰہی کی بجا آوری میں ہمہ تن گوش ہے اور کیوں نہ ہو یہ سجدہ تو اسی ذات واحد ہی کے لائق ہے، یہ مقدس جبیں اسی کے سامنے خم ہونے کے قابل ہیں۔ کسی صنم اور مزار کے آگے نہیں وہ بندہ خدائے رب العالمین کے نزدیک بڑا مقرب اور محبوب ہے جو اپنی مقدس وبابرکت پیشانی کو صرف اسی ذات کے آگے جھکاتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا، بلاشبہ آج اس فرحت وشادمانی کے حسین وزریں موقع پر ہماری زبان ثناء خداوندی سے نغمہ سنج ہے تو قلم حمد الٰہی میں رقص کر رہا ہے زبان ولسان پر حمد وتعریف اور مدحت وتوصیف کے ترانے ہیں تو دل ودماغ کے شرائین سرور وابتہاج سے جھوم رہی ہیں۔ الغرض آج جشن ومسرت کے بادنسیم سے دل کی ہر کلی کھل رہی ہے تو دماغ فرط وخوشی سے باغ باغ ہے۔ فالحمد للہ علی ذالك۔

قارئین حضرات! لیکن بایں ہمہ آج قلب وجگر مضطرب ہے دل بچیین وبیقرار ہے آنکھیں نم ناک اور اشک بار ہیں رنج والم ہم وغم کا دموع سیل رواں کی طرح رخساروں پر جاری ہیں، رنج وغم کے طوفان میں کھڑا ہوں، کلیجہ سینہ سے باہر منہ کو آنا چاہتا ہے حال مضطرب نظر آرہا ہے، تو مستقبل تیرو تاریک اور شب دیجور کی طرح تاریک، ہر جہات سے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آرہا ہے، کیوں کہ ہر سامان فرحت ومسرت کے ملاء کے باوجود میں آج میں ایک عجیب وغریب ہستی، ایک قیمتی گوہر آب دار اور ایک بے نظیر لا مثال نعمت کا خلاء محسوس کر رہا ہوں ہر متاع حیات اور سامان راحت بخش کے موجود ہونے کے باوجود اداس اداس اور سونی سونی محفل ہے آج سے ایک ماہ قبل جس والد ماجد کو کبھی مدظلہ العالی کے خطاب سے تو کبھی دامت برکاتہم کے لقب سے یاد کرتا تھا آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے بلکہ ہمیں روتا بلکتا اور تڑپتا چھوڑ کر ۱۹ فروری ۲۰۱۴ء مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ کو سہ شنبہ کا دن گزار کر شب چہار شنبہ ۱۲ ربج کر پانچ منٹ پر اس دار فانی سے دار البقاء اور دار محن سے دار نعم کی جانب رحلت کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے وہ الفاظ اس وقت میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جو انہوں نے دار البقاء کی طرف رخت سفر باندھنے سے دو تین گھنٹے قبل ارشاد فرمائے تھے، والد محترم نقاہت وضعف کی حالت میں چارپائی پر تشریف فرما تھے، والدہ ماجدہ اور بڑی پھوپھی جان بھی والد محترم کی چارپائی سے بالکل متصل ہی ایک دوسری چارپائی پر تشریف فرما تھیں، احقر بھی ایک کرسی پر والد صاحب کے بالکل سامنے ہی بیٹھا تھا، کہ اچانک والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: بیٹا! اب جاؤ گے تو دوبارہ کب آؤ گے؟ میں نے سوچ کر بتایا کہ تین سوا تین مہینہ میں آجاؤں گا، والد صاحب نور اللہ مرقدہ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے اور اس تعلق سے کوئی بات بیان نہیں فرمائی پھر تھوڑی دیر بعد خود کہنے لگے اے اللہ! تو ہی سچا معبود ہے، اے اللہ! تو ہی معبود برحق ہے، یا اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی شفا دے سکتا ہے، اے اللہ!

تیرے علاوہ کوئی شفا دینے والا نہیں اے اللہ! ایمان پر موت دینا، اعلیٰ موت دینا، اے اللہ اعلیٰ مقام دینا، احقر چوں کہ والد صاحب سے متصل ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس لیے والد صاحب کی زبان مبارک سے یہ کلمات طیبہ اور الفاظ حسنہ سن کر بے اختیار میری زبان سے آمین نکلی، والدہ ماجدہ جو متصل ہی چارپائی پر تشریف رکھتی تھیں انہوں نے بھی آمین کہی، والد صاحب ان کلمات مبارکہ کو ادا کرنے کے بعد خاموش ہو گئے، طبیعت میں قدرے افاقہ ہوا تو معلوم کیا کہ گھر میں کیا بنا ہے؟ بتایا چاول، دال اور گوبھی کی سبزی، فرمایا تھوڑا ہم بھی کھا لیتے، لیکن مفتی صاحب سے معلوم کرلو والدہ نے معلوم کیا تو میں نے کہا ابا جان! جب ڈاکٹروں نے ان چیزوں سے منع کیا ہے تو مت کھایئے مبادا بیماری میں اضافہ نہ ہو جائے، پھر دل میں خیال آیا کہ کچھ کھلا دینا چاہیے؛ چنانچہ میں نے اپنی ہی پلیٹ سے تھوڑا سا چاول نکال کر الگ پلیٹ میں دیا اور دال بھی گوبھی کا مطالبہ کیا لیکن مضر ہونے کی وجہ سے منع کر دیا آپ نے شوق سے تناول فرمایا۔ پھر حسب معمول بیٹھ گئے مرض دمہ کی وجہ سے چوں کہ آپ چت یا کروٹ پر لیٹ نہیں سکتے تھے بے چینی بڑھ جاتی تھی اس لیے آپ نے ایک ماہ تک صرف بیٹھ کر گزارا، اس دن بھی بیٹھ گئے، متصل چارپائی کی جانب پاؤں دراز کئے میں نے موٹی سی چادر اس پر ڈالی چوں کہ سردی کا موسم تھا، اور کہا ابا! اب تھوڑی دیر آرام فرما لیجیے، رات کا ایک معتد بہ حصہ گزر چکا تھا، گھڑی کا کانٹا دس بج کر تیس منٹ پر تھا اور میں اس وقت تک والد صاحب کے پاس ہی تھا اور حسب موقع خدمت کی سعادت بھی حاصل کرتا رہا ایک مرتبہ سونے کے لیے اندر جانا بھی چاہا تو کہا میرے پاس پانچ مٹ اور بیٹھو، چنانچہ وہیں بیٹھا رہا، اور والد صاحب کے چہرے کو دیکھتا رہا اور آپ کے جلوہ سے مستفیض ہوتا رہا اب رات کے تقریباً دس بج کر پینتالیس منٹ ہو چکے تھے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا جاؤ سو جاؤ میں نے کہا پانچ منٹ اور بیٹھوں گا پھر سو جاؤں گا، پانچ منٹ کے بعد والد صاحب نے فرمایا بیٹا جاؤ سو جاؤ ضرورت ہوگی تو پھر بلا لوں گا، میں سونے کے لیے اندر گیا ابھی آدھ پون گھنٹے کا قت گزرا تھا اور میں نوم و یقظہ کے درمیان تھا، کہ اچانک والدہ محترمہ نے دروازہ پر دستک دی اور آواز دی، بابو! بابو! ابا کو پھر مرض میں شدت آ گئی، اور دمہ کا مرض شروع ہو گیا، تم کو ابا بلا رہے ہیں، میں یہ آواز سن کر سرپٹ بڑی سرعت کے ساتھ اٹھ بیٹھا اور پلک جھپکنے کے برابر والد صاحب کے پاس حاضر ہو گیا تو دیکھا والد صاحب دونوں ہاتھ دونوں رخسار پر رکھے ہوئے گردن جھکائے بیٹھے ہیں (ایک ماہ سے تقریباً اسی انداز سے بیٹھنے کا معمول تھا) دمہ کا مرض تیز ہے سانس بڑی تیزی سے چل رہی ہے میں پہنچتے ہی معلوم کیا کہ دوا دی ہے؟ والدہ نے بتایا ہاں دی ہے، میں نے والد صاحب سے معلوم کیا کہ دوسری دوا جو کھینچ کر کھانے والی ہے، کھائیں گے آپ نے فرمایا ہاں! میں دوا نکال کر مشین میں ڈالنے لگا تو فرمایا اس وقت بہت تیز ہو گیا ہے دوا کھانے کی ہمت نہیں مت دو۔ اسی اثنا ڈاکٹر کو بلانا چاہا، تو والدہ نے فرمایا ابھی تو دوا استعمال ہی کیا ہے اس لیے ذرا انتظار کرلو پھر بلانا۔ ممکن ہے اسی سے کنٹرول ہو جائے، میں نے کہا اچھا تو پھر میں استنجا کرلوں، باہر نکل کر استنجا کیا واپس

آیا تو دیکھا کہ والد صاحب چار پائی ہی پر قبلہ رو چار پائی سے چپکے سجدے میں ہیں اور سانس جاری حسب معمول ہے میں نے سمجھا کہ شاید تکلیف کی شدت کچھ زیادہ ہی ہے اس لیے آپ اس طرح کئے ہوئے ہیں شاید اس طرح کچھ آرام مل رہا ہوگا، ایک مرتبہ اٹھانے کی کوشش بھی کی اور ابا ابا کہہ کر آواز بھی دی، لیکن کوئی جواب نہیں، میں نے سمجھا کہ تکلیف کی شدت شاید کچھ زیادہ ہی ہے اس لیے آپ کچھ جواب نہیں دے پارہے ہیں، میں خاموش ہوگیا، دو تین منٹ کے بعد والدہ نے کہا اے بیٹا اب کس طرح سے کئے ہوئے ہیں اب تک؟ تو میں نے اور والدہ نے ہمت کرکے اٹھایا تو دیکھا کہ روح جسد عنصری سے نکل کر ملاء اعلی کی طرف اپنے محبوب حقیقی سے ملنے کے لیے پرواز کر چکی ہے، اور والد صاحب اپنی منزل مقصود پر پہنچ چکے ہیں، اور پینسٹھ (۶۵) سال کا تھکا ماندہ مسافر، اپنی منزل پر پہنچ کر راحت وآرام کی نیند میں ہمیشہ کے لیے محو خواب ہوگئے ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دیکھتے ہی دیکھتے گھر ماتم کدہ بن گیا آہ وبکا اور سسکیوں کی آواز سے گھر گونجنے لگا والدہ محترمہ بے حال تھی، تو بہنیں بھی زاروقطار رو رہی تھی بڑی پھوپھی جان اپنے بھائی کے غم فرقت میں نڈھال ہو رہی تھیں پوتے اور پوتی بھی دادا کے غم فراق میں آنسو بہا رہے تھے، بہو کی آنکھوں سے بھی آنسوں کا ایک سیلاب امنڈ رہا تھا، بھائی سجاد پر بھی غم واندوہ کا بادل چھایا ہوا تھا، احقر پر پیارے ابا جان کی جدائی کی جو کیفیت تھی وہ زبان وقلم کے بیان سے باہر ہے، فرقت وجدائی کے غم میں نڈھال تھا پر صبر واستقامت کا چٹان دل پر رکھے گھوم رہا تھا، اور کبھی والدہ کو تو کبھی بہنوں کو تو کبھی پھوپھی تو کبھی پوتیوں کو تسلی دے رہا تھا، اور سمجھا رہا تھا، اور خود اپنے نفس کو آقا مدنی ﷺ کی جدائی اور موت کا صدمہ یاد کر کے تسلی دے رہا تھا اور فرمان نبوی ﷺ **الصبر عند الصدمة الاولی** پر عمل کر کے صبر واستقامت کے اجر وثواب کے مستحق بننے کی سعی کر رہا تھا۔

والد محترم کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً پورے علاقے میں پھیل گئی دور دراز علاقوں میں بذریعہ موبائل اطلاع کردی گئی، زائرین کی آمد ورفت کا سلسلہ رات ہی سے شروع ہوگیا، اور نماز ظہر تک چلتا رہا، دو بھائی محمد محمد سرفراز (منجھلے بھائی) محمد عبداللہ (چھوٹے بھائی) اس وقت وطن میں نہیں تھے، بلکہ مدراس میں تھے انہیں بھی اطلاع کردی گئی وہ دونوں رات کو ہی بائی پلین کلکتہ پہنچ گئے اور وہاں سے بلورو کرایہ پر لے کر گھر کے لیے چلدئے، نماز ظہر کے بعد غسل دینے اور تدفین کا سلسلہ شروع ہوگیا، بھائی عبدالرشید صاحب اور پھوپھا جان نے غسل دلانے کا فریضہ انجام دیا، جبکہ احقر اور قاری محمد سجاد عالم صاحب: اور حافظ عبدالحکیم صاحب نے پانی وغیرہ دینے میں تعاون کیا، تجہیز وتکفین کے بعد جنازے کو گھر سے باہر نکالا گیا باہر لوگوں کا ہجوم تھا لوگوں نے دوبارہ زیارت کا شرف حاصل کیا، چہرے پر سکون اور نور تھا ایسا لگ رہا تھا کہ ایک تھکا ماندہ اور درماندہ راہی اپنی منزل پر فروکش ہوکر نہایت آرام وسکون کے ساتھ سو رہا ہے جنازہ اٹھایا گیا خوش بخت اور سعادت مند لوگوں نے باری باری کاندھا دیا اور گورغریباں قبرستان لے کر چلدئے جنازہ قبرستان

پہنچا تو وہاں سینکڑوں کا مجمع تھا، قبر پہلے سے تیار تھی لیکن چوں کہ دو بھائیوں کی آمد کا انتظار تھا اس لیے جنازہ کچھ دیر روکنا پڑا مغرب کی اذان سے تقریباً پندرہ بیس منٹ قبل بھائی پہنچ گئے، جلدی سے اپنے والد کا آخری دیدار کیا، صف بندی چوں کہ پہلے سے ہو چکی تھی احقر نماز جنازہ پڑھانے کے لیے لڑکھڑائے قدم سے آگے بڑھا اور بھرائی آواز میں اپنے اس محسن و مربی والد گرامی کا جنازہ پڑھانے کی سعادت حاصل کی جس نے چالیس سال تک میری تعلیم و تربیت اور آرام و سکون پہنچانے کے لیے رات کے آرام و سکون کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، جس نے محنت مزدوری اور عرق ریزی و جانفشانی اور تکلیف کے ساتھ مجھے پالا پوسا جوان کیا شادی کرا دی، خود تکلیف میں رہے لیکن مجھے راحت کی زندگی بہم پہنچائی کبھی مجھے ڈانٹا نہیں تمام بھائیوں سے زیادہ مجھے چاہا، اور پیار دیا یا اللہ اے رب کریم! تو اپنی جناب سے میرے والد صاحب کو اس کا اجر عظیم اور ثواب جزیل عطا فرما، والد صاحب کی مغفرت تامہ فرما کر جنت میں اعلی مقام عطا فرما، آمین ثم آمین۔

نماز جنازہ سے فراغت کے بعد جنازہ قبر کے پاس لے جایا گیا، مجمع نے قبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا قاری محمد سجاد صاحب اور بھائی محمد سرفراز صاحب قبر میں اترے، اور احقر قبر کے باہر کھڑا رہا تا کہ قبر میں اتارنے میں تعاون کروں، دونوں بھائیوں نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں آرام و سکون کے ساتھ سلا دیا، قبلہ کی جانب رخ کیا، اوپر سے خوشبو اور عطر کی بارش کی، پھر دو مضبوط ترین پٹرا ڈالا گیا، اس کے اوپر ایک پلاسٹک بچھائی گئی، پھر لوگوں نے آہستہ آہستہ قبر پر مٹی ڈالنی شروع کی، منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى پڑھکر لوگوں نے تین تین مٹھی مٹی ڈالی۔ بعد میں کچھ نیک بخت اور باسعادت لوگوں نے کدال سنبھالا، اور قبر کے اردگرد تمام مٹی کو جمع کر کے قبر کو کوہان نما بنایا پھر احقر نے تمام لوگوں کے ساتھ قبر کے سامنے کھڑے ہو کر ثابت قدمی اور مغفرت کے لیے دعا کرائی، اس کے بعد لوگ اپنی غمناک و اشکبار آنکھوں کے ساتھ اس درویش صفت مرد قلندر کو اس تنہائی کے گھر میں اکیلے چھوڑ کر چل دیئے، جہاں سب کو ایک دن جانا ہے اور جو سب کی آخری منزل ہے۔

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہ بانی کرے ☆ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

بلا شبہ آج ابن ماجہ کی تشریح و توضیح کے مکمل ہونے پر فرحت ہے مسرت ہے خوشی ہے آج والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات ہوتے تو ان کا دل بھی خوشی سے جھوم اٹھتا اور مجھے ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے، لیکن وہ ہمارے درمیان موجود نہیں اپنے محبوب رب کریم سے شرف لقاء کے لیے چلے گئے انشاء اللہ اس پر مسرت اور حسین موقع پر ان کی روح کو ضرور خوشی ہو رہی ہو گی، وہ قبر میں خوش ہو رہے ہوں گے یقیناً ہماری اس علمی خدمت متواضعہ کا فائدہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قبر میں حشر میں اور قیامت میں ہو گا، اور ہمارا یہ عمل ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہو گا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت والجلال خدائے لم یلد ولم یولد اس شرح کو اپنی بارگاہ قبولیت عطا فرما کر تمام طالبان علوم

نبوت اور عوام خواص کے لیے نفع بخش بنائے، اور اس کو احقر الوری بندۂ ناچیز کے لیے عموماً اور والد گرامی قدر کے لیے خصوصاً ذخیرۂ آخرت اور زادسفر آخرت بنائے، اور انکی قبر پر اپنی رحمت، مغفرت کا نور برسائے کروٹ کروٹ انہیں چین وسکون نصیب فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور مزید اپنے دین حنیف کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عند الموت حسن خاتمہ اور شہادت کی نعمت عظمی سے سرفراز فرمائے اس موقع پر بھائی ذوالفقار علی بھٹو مالک زکریا بک ڈپو دیوبند کے لیے بھی دعا گو ہوں کہ مولائے کریم انہیں صحت وعافیت کی زندگی عطا کرے اور کاروبار میں خیر وبرکت عطا فرمائے آمین ثم آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ابو حماد غلام رسول منظور القاسمی پہراوی
مقیم حال الجامعۃ الاسلامیہ العربیہ کشاف العلوم کیرالا (الہند)
بانی ومدیر الجامعۃ الاسلامیہ دار الفلاح للبنات پہرا، گانواں، ضلع گریڈیہہ، جھارکھنڈ (الہند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ اللِّبَاسِ

حضرت امام ابن ماجہؒ یہاں سے کتاب اللباس شروع فرما رہے ہیں لباس چوں کہ انسان کی اہم ضرورت اور زندگی کا ایک جزو لاینفک حصہ ہے اس لیے یہاں لباس سے متعلق ضروری اور اہم گفتگو ہم حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ العالی کی شہرت یافتہ آفاقی کتاب قاموس الفقہ سے نقل کر رہے ہیں جو کافی اور شافی ہے پھر انشاء اللہ احادیث کی شرح کا آغاز کریں گے۔

لباس:

لبس کے معنی پہننے کے ہیں اسی سے لباس کا لفظ ماخوذ ہے، انسان کے علاوہ جتنی مخلوقات ہیں اللہ تعالی نے اس کے لیے لباس کا ایک قدرتی انتظام فرما دیا ہے نباتات کے لیے ان کی چھال گویا ان کا لباس ہے حیوانات کے لیے ان کی جلد اور جلد پر بال کی موجودگی لباس کا کام کرتی ہے پھر جو حیوانات سرد علاقوں میں ہوتے ہیں ان کے چمڑے اسی قدر موٹے اور بال والے ہوتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ جسم کی حفاظت ہو، جو حیوانات گرم علاقوں میں رہتے ہیں ان پر بال کم ہوتے ہیں اور قدرتی طور پر ان کے اندر گرمی برداشت کرنے اور گرم زمین پر چلنے کی زیادہ صلاحیت ودیعت ہوتی ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کے جسم پر جو جلد رکھی ہے وہ نرم بھی ہوتی ہے اور زیادہ بیرونی اثرات کو قبول بھی کرتی ہے اس لیے انسان فطری طور پر خارجی لباس کا زیادہ محتاج ہے، اللہ تعالی نے اس کو قدرتی لباس نہیں دیا، اس طرح وہ لباس کی رنگا رنگی اور تراش وخراش کے تنوع سے محروم ہو جاتا، البتہ اس کو عقل جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا گیا، اور اس میں ایجاد و اختراع کی ایسی صلاحیت پیدا کی گئی کہ شاید فرشتے بھی اس کے علم پر رشک کرتے ہوں گے۔

انسان کے اندر اللہ نے زیبائش وآرائش اور سنوار وسنگار کا بھی عجیب ذوق رکھا ہے سر کے بال سے لیکر پاؤں کے ناخن تک اس نے زیب وزینت کے کتنے اور کیسے کیسے سامان کئے ہیں کسی جانور کو کبھی اپنے بال سنوارنے کا خیال بھی گزرا ہوگا؟ کسی جانور نے اپنے ہاتھوں پر مہندی رچانے کا تصور بھی کیا ہوگا؟ کسی جانور نے سوچا بھی ہوگا کہ اپنی آنکھوں کو کاجل لگا کر شاعروں کے لیے مقتل جائے؟ کسی کے ذہن ودماغ میں بھی کبھی یہ بات آئی ہوگی کہ وہ اپنے بدرنگ کو خوش رنگ کپڑوں کے ذریعہ چھپائے؟ یہ حضرت انسان ہیں کہ اللہ نے ان کے اندر ذوق وخوشنمائی کا بے پناہ جذبہ رکھا ہے اور پھر نت نئی

ایجادواختراع کی ایسی غیر معمولی صلاحیت رکھی جواس جذبہ کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتی رہتی ہے، اس لیے انسان کو دوسری مخلوقات کے مقابلے خصوصی حاجت "لباس" کی ہے برہنگی فطرت کے خلاف ہے اس لیے ہر دور میں اصحاب عقل وشرافت نے ایسی بے حیائی کو قبول نہیں کیا، اور ستر پوشی کو اپنا وطیرہ بنایا قرآن مجید بھی بتاتا ہے کہ حضرت آدم وحوا کے لیے جنت سے اخراج کا فیصلہ ہوا اور لباس جنت ان سے اتار لیا گیا، تو مضطربانہ ان حضرات نے پتوں سے ستر پوشی کی، (الاعراف ۲۲) یہ گویا اصل فطرت انسانی ہے جو کائنات کے پہلے مرد وعورت سے ظاہر ہے۔

فرض لباس:

مجموعی طور پر لباس پانچ طرح کے ہوسکتے ہیں، فرض، مستحب، مباح، مکروہ اور حرام۔

فرض ایسا لباس ہے جس سے مرد وعورت کا حصۂ ستر چھپ جائے کیوں کہ بے ستری حرام ہے انسان کے لیے حسب گنجائش موسم کی رعایت سے کپڑے پہننا بھی واجب ہے (الدر المختار مع رد المحتار: ۵ / ۲۲۳) قرآن مجید نے لباس کا مقصد یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے ذریعہ سے سردی گرمی سے تحفظ حاصل ہوتا ہے (نحل ۸۱) اس رعایت کے ذریعہ ہی صحت جسمانی کی حفاظت کی جاسکتی ہے اور جسم اللہ کی امانت ہے جس کی حفاظت واجب ہے۔

مستحب لباس:

مستحب لباس یہ ہے کہ آدمی کا لباس رسول اللہ ﷺ کے لباس کی طرح یا ان سے قریب تر ہو، یا اپنے زمانے کے صالحین کا سا لباس ہو، ایسا لباس بھی نہ ہو جو گو جائز ہو مگر خلاف مروت ہو، جیسے کوئی فی زمانہ بنیائن اور لنگی پہن کر بازار اور سڑکوں پر چلا کرے، یہ مروت کے خلاف ہے، لباس اتنا پر تکلف بھی نہ ہو کہ کبر وبغض کا خیال پیدا ہوتا ہو، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص لباس (یعنی عمدہ لباس) کو از راہ تواضع چھوڑ دے حالاں کہ وہ اس کو پہننے پر قادر ہو تو اللہ تعالی اس کو قیامت کے دن بر سر عام بلائیں گے اور فرمائیں گے کہ وہ ایمان کا حلہ (یعنی قوی ایمان کے بدلہ میں) پہننا چاہے پہن لے، (ترمذی کتاب صفۃ القیامہ / ۲۴۸۱) اور باوجود استطاعت وگنجائش کے اتنا معمولی لباس بھی اختیار نہ کرے کہ اس پر انگشت نمائی ہونے لگے، (الدر المختار مع الرد: ۵ / ۲۲۳) حضرت احوص رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں بہت زبوں حالت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس کچھ مال نہیں؟ عرض کیا اللہ نے مجھے ہر طرح کا مال عطا فرمایا ہے، ارشاد فرمایا جب اللہ کسی بندے کو نعمت دے تو اس پر اس کا اثر محسوس کیا جانا چاہیے، اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

مباح وجائز:

ایسا لباس جس میں جمال وتزین کا لحاظ ہو، لیکن شریعت کے حدود میں ہو مباح ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر تم

میں سے کسی کے پاس گنجائش ہو کہ استعمال کے دو کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے (یعنی ایک مکمل لباس) بنالے تو اس میں کچھ حرج نہیں (ابن ماجہ)

مکروہ:

لباس کی بعض صورتیں مکروہ ہیں یہ کراہت بھی پہننے والے کی نیت سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی کپڑے کی وضع اور بناوٹ کی وجہ سے، ایسا کپڑا جس کا منشاء تکبر اور دوسروں کی تحقیر ہو مکروہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ پیو اور پہنو مگر اسراف اور تکبر نہ ہو مالم یخالطه اسراف و لا مخیلة۔ (ابن ماجہ)

لباس شہرت:

اسی طرح آپ ﷺ نے لباس شہرت سے منع فرمایا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جس نے شہرت کا کپڑا پہنا، اللہ تعالی اس کو قیامت کے دن ذلت و رسوائی کا کپڑا پہنائیں گے، حضرت ابوذرؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالی اس سے رخ پھیر لیں گے اعرض الله عنه (ابن ماجہ)

لباس شہرت سے ایسا کپڑا مراد ہے جس سے لوگوں میں اس کا چرچا ہونے لگے، خواہ اس مقصد سے قیمتی کپڑا پہنا جائے یا نہایت معمولی، (نیل الاوطار: ۲/ ۱۲۶) بعض حضرات جو کسی خاص لباس کا التزام کرتے ہیں اور اس کو اپنی درویشی کا مظہر بناتے ہیں تو یہ بھی لباس شہرت میں داخل ہے آپ ﷺ کے یہاں اس کا کوئی تکلف نہ تھا جو کپڑا میسر آ گیا پہن لیا، آپ ﷺ نے اونی کپڑے بھی پہنے ہیں سوتی کپڑے بھی پہنے ہیں اور کتان بھی پہنا ہے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۱۴۳)

اسی طرح اس کے لیے کوئی رنگ متعین کر لینا جیسا کہ ہندوستان میں بعض سلاسل تصوف زرد یا سبز کپڑے ہی پہنتے ہیں، یا کپڑے کی خاص وضع کو بھی ضروری سمجھنا جیسے بعض حلقہ تصوف میں احرام کے لباس کی شرح تہبند اور چادر کو ضروری سمجھا جاتا ہے یہ سب لباس شہرت میں داخل ہے آپ ﷺ کے یہاں اس طرح کی کوئی تحدید نہیں، آپ ﷺ نے مختلف رنگوں کے کپڑے استعمال کئے، لباس میں چادر، جبہ، قبا، قمیص، تہبند وغیرہ پہنی ہے اور مقبول حافظ ابن القیمؒ پائجامہ بھی آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا ہے اس لیے اس طرح کے تکلفات اسلام کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتے۔

تاہم ظاہر ہے کہ اس کا مدار نیتوں پر ہے اگر معمولی لباس پہنے اور نیت تواضع و انکساری کی ہے تو یہی باعث ثواب ہے، عمدہ لباس پہنے اور تکبر مقصود نہیں بلکہ نعمت خداوندی کا اظہار پیش نظر ہے تو پھر اس کا شمار لباس شہرت میں نہیں ہے۔

مرد و عورت کے لباس میں تشبہ:

لباس کی کراہت کی دوسری وجہ تشبہ ہے، تشبہ کی دو صورتیں ہیں مرد عورت یا عورت مرد کا لباس پہنے، یا مسلمان غیر مسلموں کا لباس اختیار کریں.... حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آپ ؐ نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کا

لباس اختیار کرے اور ایسی عورت پر بھی جو مردوں کا لباس پہنے (بخاری کتاب اللباس رقم: ۵۸۸۵) نیز حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے (بخاری مع الفتح: ۱۰/۳۴۵) اس طرح کی اور روایتیں بھی موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ کے بعض درجات حرام ہیں نہ کہ صرف مکروہ، اسی لیے امام نوویؒ نے لکھا ہے: بل الصواب ان تشبہ الرجال بالنساء وعکسہ حرام للحدیث الصحیح (شرح تہذیب: ۴/۳۳۵) صحیح بات یہ ہے کہ مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا بخاری کی حدیث کی بناء پر حرام ہے۔

آپ ﷺ نے تشبہ کو منع فرمایا ہے، لیکن تشبہ کی حد متعین نہیں فرمائی اگر ہر چیز میں تشبہ کی ممانعت ہو تو ظاہر ہے کہ اس پر عمل کرنا دشوار ہوگا یہ بھی ممکن ہے کہ کسی علاقہ میں مرد اور عورت کے لباس کے درمیان زیادہ فرق نہ پایا جاتا ہو، تو وہاں لباس کی یکسانیت کا شمار تشبہ میں نہیں ہوگا، اسی لیے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بعض اقوام میں مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق نہیں ہوتا، صرف حجاب سے امتیاز ہوتا ہے، یہاں وہی حجاب تشبہ سے بچائے گا (فتح الباری: ۱۰/۳۴۵)

اس لیے تشبہ سے مراد ایک صنف کے مخصوص لباس میں مماثلت و مشابہت ہے، جیسے مردوں کے لیے ٹوپی، اور عمامہ مخصوص ہے، چناں چہ امام شعرانی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کو عمامہ سے منع فرمایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ عمامہ مردوں کے لیے ہے (کشف الغمہ: ۱/۱۶۳) شعرانی ہی نے تمیم داری سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے خواتین کو ٹوپی اور ازار (لنگی) کے استعمال سے منع فرمایا (کشف الغمہ: ۱/۱۶۳)

لہٰذا موجودہ زمانے میں عورتوں کے لیے پتلون، کوٹ، شرٹ، پینٹ وغیرہ کا استعمال جائز نہیں اسی طرح مردوں کا زنانہ لباس استعمال کرنا، یا سونے کی زنجیر پہننا عورتوں کی طرح بال رکھنا، ہونٹوں پر سرخی لگانا وغیرہ وغیرہ عورتوں سے تشبہ ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

غیر مسلموں سے تشبہ:

مسلمانوں کو ایسا لباس اختیار کرنا کہ غیر مسلموں سے مماثلت پیدا ہو جائے مکروہ ہے حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو! راہبوں کے لباس سے بچو، جس نے رہبانیت اور تشبہ اختیار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے (مجمع الزوائد: ۵/۱۳۱) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ جس نے کسی قوم سے تشبہ اختیار کیا وہ انہیں میں سے ہے (فیض القدیر: ۶/۱۰۴، ۱۰۵)

ظاہر ہے کہ تشبہ کے مختلف درجات ہیں، غیر مسلموں کے مذہبی شعار میں تشبہ سخت گناہ ہوگا یہاں تک کہ بعض فقہاء

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

نے زنار وغیرہ باندھنے پر کفر کا فتوی لگایا ہے (البحر الرائق: ۵/ ۱۲۳ باب احکام المرتدین)

گو محققین کے نزدیک اس کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، لیکن فقہاء کے اس اس رویہ سے اس تشبہ جو لباس مذہبی افکار و تصورات سے متعلق نہ ہو، اگر اس لباس کا اتنا عموم ہو جائے کہ کسی شخص کو اس لباس میں دیکھ کر یہ خیال نہ ہوتا ہو کہ یہ شخص فلاں قوم سے تعلق رکھتا ہے تو پھر اس میں تشبہ خفیف ہو جاتی ہے، لندن میں انگریزی لباس کے استعمال کے سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے مولانا تھانوی رقم طراز ہیں،

میں اس باب میں یہ سمجھے ہوا ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے جیسے ہندوستان میں، وہاں اس کا پہننا من تشبہ بقوم فھو منھم میں داخل ہوتا ہے اور جہاں ملکی ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں، وہاں کچھ حرج نہیں (امداد الفتاوی: ۴/ ۲۶۸)

امام ابو یوسف کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایسے جوتے پہن رکھے تھے جس میں لوہے کی نعل تھی، دریافت کیا گیا آپ اس آہنی نعل والے جوتے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں؟ فرمایا نہیں، عرض کیا گیا سفیانؒ اور ثور اس کو راہبوں سے تشبہ کی بنیاد پر مکروہ کہتے ہیں امام ابو یوسف نے فرمایا حضور ﷺ ایسے جوتے استعمال فرماتے تھے جس میں بال ہوتے ہیں حالاں کہ یہ راہبوں کا لباس ہے، فقہاء نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ جن چیزوں سے لوگوں کی مصلحت متعلق ہے ان میں مشابہت میں قباحت نہیں (ہندیہ: ۵/ ۳۳۳) اس سے بھی ظاہر ہے کہ ایسا لباس جو جغرافیائی ضرورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور مذہبی شعائر کے متعلق نہ ہو گو کسی خاص قوم کی ایجاد ہو، اس کے استعمال میں تشبہ نہیں ہے۔

مکروہ رنگ:

کراہت کبھی رنگ کی وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے زعفرانی رنگ کے کپڑوں کے استعمال سے مردوں کو منع کیا گیا ہے، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کے لیے زعفرانی لباس سے منع فرمایا، (بخاری / ۵۸۴۶ مسلم: ۲/ ۱۹۸) اس لیے فقہاء شوافع کے نزدیک تو مردوں کے لیے زعفرانی لباس کا استعمال حرام ہے (شرح مہذب: ۴/ ۳۳۹) حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسا کپڑا مردوں کے لیے مکروہ ہے (ہندیہ: ۵/ ۳۳۲)

سرخ کپڑے:

سرخ کپڑے کا استعمال آپ ﷺ سے ثابت ہے، حضرت براء بن عازبؓ نے آپ ﷺ کے سرخ حلہ زیب تن فرمانے کا ذکر فرمایا ہے (بخاری باب الثوب الاحمر / ۵۸۴۸) اس طرح کی اور روایتیں بھی منقول ہیں، دوسری طرف آپ ﷺ نے زین یا زین کے اوپر سرخ چادر کے استعمال سے منع فرمایا ہے (بخاری حدیث ۵۸۴۹)

روایت کے اس اختلاف کی وجہ سے فقہاء کے یہاں بھی مردوں کے لیے سرخ رنگ کے استعمال کی بابت مختلف اقوال منقول ہیں حنابلہ کا رجحان کراہت کی طرف ہے شوافع و مالکیہ جواز کی طرف گئے ہیں، حنفیہ سے دونوں طرح کے قول منقول ہے کراہت کا بھی اور جواز کا بھی، لیکن حصکفی کے بیان سے یہ بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ خالص سرخ کپڑے کے استعمال میں کراہت تنزیہی ہے جن لوگوں نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے ان کے نزدیک غالباً ایسا کپڑا مراد ہے جو خون یا کسی نجس چیز سے رنگا ہو، (درمختار مع ردالمحتار: ۵/ ۲۲۸) راقم الحروف کو اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی رائے بہت اچھی لگتی ہے کہ:

میرے خیال میں ہر رنگ کا کپڑا پہننا درست ہے البتہ گہرے سرخ کپڑے کا پہننا اور اوپر کپڑے کا سرخ ہونا مجھے پسند نہیں کیونکہ یہ ہمارے زمانے میں اہل مروت کا لباس نہیں، اور اپنے زمانے کی رعایت تقاضۂ ضرورت ہے بشرطیکہ گناہ نہ ہو اور اس کی مخالفت کرنے میں ایک گونہ شہرت کا پہلو پایا جاتا ہے (فتح الباری: ۱۰/ ۳۱۹)

دوسرے رنگ:

اس کے علاوہ دوسرے رنگ کے کپڑے پہننے میں بھی حرج نہیں ہے، تنویر الابصار میں ہے **لا باس بسائر الالوان** (درمختار: ۵ / ۲۲۸) سفید کپڑوں کو آپ ﷺ نے خاص طور پر پسند فرمایا ہے ارشاد فرمایا سفید کپڑے پہنو تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو، (نسائی: ۲/ ۲۵۴)

سیاہ کپڑا پہننا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو فتح مکہ کے موقع پر دیکھا کہ آپ ﷺ پر سیاہ عمامہ تھا (بحوالہ سابق) حضرت عائشہؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے لیے ایک سیاہ چادر تیار کی تھی جسے آپ نے زیب تن فرمایا (ابوداؤد/ ۴۰۷۴)۔ آپ ﷺ سے زرد کپڑا پہننا بھی ثابت ہے (بخاری حدیث نمبر ۵۸۵۰) حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ پر دو زرد کپڑے دیکھے (مجمع الزوائد: ۵/ ۱۲۹) سبز رنگ بھی ان رنگوں میں ہے جو حضور ﷺ کو پسند تھا، شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ سبز رنگ کے مستحب ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے (نیل الاوطار: ۲ / ۱۱۲) چنانچہ حضرت ابورمثہؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ پر دو سبز چادر دیکھیں (ترمذی حدیث نمبر ۲۸۱۲) اور یعلی ابن امیہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو آپ نے سبز چادر سے اضطباع کر رکھا تھا (ترمذی کتاب الحج حدیث نمبر ۸۵۹) آنحضور ﷺ کو ایسے کپڑے بھی پسند تھے جو ڈوری والے ہوتے اس قسم کی چادر کو حبرہ (ح پر زبر با پر زبر) کہا جاتا تھا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ ہم آپ کو حبرہ پہنائیں (تیسیر الوصول: ۴/ ۱۴۱) حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی ہی چادر میں نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ نے اس کے دونوں کھوٹ کو باندھ رکھا تھا (مسند احمد: ۳/ ۹۹) اس سے معلوم ہوا کہ منقش کپڑوں کا پہننا درست ہے،

بشرطیکہ مردوں کا کپڑا ایسا نہ ہو کہ عورتوں سے مشابہت پیدا ہو جائے۔

ٹخنہ کے نیچے:

شریعت میں کپڑے کی کوئی خاص ساخت متعین نہیں کی گئی ہے اور مختلف علاقوں کا رواج نیز اشخاص کے ذوق کے لحاظ سے ڈیزائن میں تنوع کی گنجائش ہے، البتہ ان کے ساتھ چند باتیں ضروری ہیں۔

ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ کرتا پائجامہ مردوں کا ٹخنوں سے نیچے نہ ہو اور بہتر تو یہ ہے کہ پائجامہ وغیرہ نصف پنڈلی تک ہو، حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تہبند نصف پنڈلی یا ٹخنے تک ہونا چاہئے، جو حصہ اس سے نیچے ہو اس میں خیر نہیں (مجمع الزوائد: ۵/ ۲۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے (بخاری رقم الحدیث، ۵۷۸۷) بعض روایات میں تکبر کی قید ہے کہ جو شخص از راہ تکبر ٹخنے کے نیچے کپڑا لٹکائے رکھتا ہو اس کی طرف اللہ تعالیٰ نگاہ رحمت نہیں فرمائیں گے (بخاری حدیث: ۵۷۸۸) حافظ ابن حجر کی امام شافعی سے یہ روایت بہتر معلوم ہوتی ہے کہ تہبند کا نصف پنڈلی تک ہونا مستحب ہے ٹخنوں تک بلا کراہت جائز ہے ٹخنوں سے نیچے از راہ تکبر مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسی نیت نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتح الباری کتاب اللباس: ۱۰/ ۳۲۳، ہندیہ: ۵/ ۳۳۳)

اسی طرح اگر کسی عذر کی بناء پر پائجامہ نیچے لٹکایا جائے مثلاً ٹخنوں میں زخم ہو جس پر مکھی لگ رہی ہو اور اس سے بچنے کے لیے کپڑا لٹکانا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں (حوالہ سابق) البتہ خواتین کو اپنے کپڑے کا دامن پاؤں سے بھی ایک بالشت اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ رکھنا چاہئے مختلف روایتوں میں اس کا ذکر موجود ہے (ابن ماجہ: ۲/ ۳۹۵)

آستین کی مقدار:

گزشتہ زمانے میں لوگ آستین بھی بہت طویل وعریض رکھتے تھے اور یہ بھی اظہار تکبر کا ایک ذریعہ تھا، اسی لیے فقہاء نے ایسی آستین کو مستحب قرار دیا ہے جو گٹوں سے آگے نہ بڑھیں (شرح المہذب: ۴/ ۳۴۲) حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی (مجمع الزوائد: ۵/ ۱۲۱) حافظ ابن قیمؒ نے ایسی آستین کو خلاف سنت اور متکبرین کا طریقہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا جواز محل نظر ہے وفی جوازھا نظر (زاد المعاد: ۱/ ۱۴۰)

ستر پوشی کی رعایت:

کپڑے کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اس لیے جو کپڑا اس مقصد کو پورا نہیں کرتا ہو اس کپڑے کو پہننا جائز نہ ہوگا مرد ہو یا خواتین، ایسے کپڑے پہنیں کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا کھلا رہ جائے جس کا ستر واجب ہے اور وہاں ایسے لوگ موجود ہوں جن

سے ستر کرنا چاہئے، جائز نہیں، البتہ اگر عورت محرم کے درمیان ہو اور کوئی ایسا حصہ کھلا ہو جس کے محرم کے سامنے کھلے رہنے کی اجازت ہے، جیسے گھر میں سر کھلا ہوا ہو، تو اس کی گنجائش ہے (ہندیہ: ۵ / ۳۳۳) لیکن از راہ تربیت اس سے منع بھی کرنا چاہئے، کیوں کہ جو لڑکیاں اس کی خوگر ہو جاتی ہیں وہ محرم اور غیر محرم کی تمیز باقی نہیں رکھتیں۔

باریک اور چست لباس:

ایسا باریک یا چست لباس اختیار کرنا جس سے جسم کی رنگت اور اعضاء کی ساخت نمایاں ہو جائے جائز نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کی لعنت ہو لباس پہننے والی بے لباس عورتوں پر، اس روایت میں ایسا لباس مراد ہے، جو چھوٹا تنگ یا باریک ہو، (مرویات اللعن فی السنه / ۱۷۲) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت اسماء باریک شامی کپڑے پہن کر آئیں تو آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اور ان کو چلے جانے کا حکم فرمایا، نیز اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ کے استفسار کرنے پر فرمایا کہ بالغ عورت کا ہاتھ اور چہرے کے سوا کچھ اور نظر نہ آنا چاہئے (سنن بیہقی: ۷ / ۸۶) حضرت جریر بن عبداللہؓ نے باریک کپڑے پہننے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کپڑے پہن کر بھی بے لباس ہوتا ہے (مجمع الزوائد: ۵ / ۱۳۶) حضرت دحیہ کلبیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک کپڑا آیا تو آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرنا، ایک ٹکڑے کی قمیص بنا لینا اور ایک ٹکڑا اپنی بیوی کو اوڑھنے کے لیے دیدینا، جب حضرت دحیہؓ واپس ہوئے تو فرمایا کہ بیوی سے کہنا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا ملا لے تاکہ جسم نظر نہ آئے۔ (ابوداؤد حدیث نمبر ۴۱۱۶)

ریشمی کپڑے:

جن کپڑوں کے استعمال کو آپ ﷺ نے مردوں کے لیے حرام قرار دیا ہے ان میں ایک ریشمی بھی ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے حریر)

کپڑے کے پہننے کے آداب:

لباس کے سنن و آداب میں سے یہ ہے کہ دائیں طرف سے کپڑا پہننے کا آغاز کیا جائے، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہر (اچھے) کام کی ابتداء دائیں سے کرنے کو پسند فرماتے تھے (بخاری / ۵۹۲۶) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ قمیص پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔ (ترمذی / ۷۶۶)

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب تم پہنو یا وضو کرو تو دائیں طرف سے شروع کرو (الجامع الصغیر: ۱۴ / ۴۳۶) یہ بھی مسنون ہے کہ جب آدمی کوئی بھی نیا کپڑا پہنے تو اس طرح دعا کرے:

اللهم لك الحمد انت كسوتنيه اسالك خيره و خير ما صنع له و اعوذ بك من شره و شر ما صنع له (ابوداؤد / ۴۰۲۰)

اے اللہ آپ کے لیے تعریف ہے، آپ نے ہی مجھے یہ لباس پہنایا ہے، میں اس کا خیر اور جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اس کا خیر طلب کرتا ہو، اور اس کا شر اور جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

بعض روایتوں میں یہ دعا پڑھنا بھی منقول ہے:

الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی و اتجمل بہ فی الناس

اللہ تعالی کی تعریف ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا جس سے میں اپنے قابل ستر حصہ کو چھپاؤں اور لوگوں میں اس کے ذریعہ آراستہ ہوں۔

امام غزالیؒ نے اسی دعا کو نقل کیا ہے اور علامہ عراقی نے حاکم سے اس حدیث کا صحیح ہونا نقل کیا ہے (احیاء العلوم و اتحاف السادة المتقین: ۸/۲۵۵)

اسی طرح کپڑے اتارتے ہوئے بہتر ہے کہ بائیں طرف سے اتارے اس سلسلہ میں علامہ عراقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ کا معمول بھی نقل کیا ہے (اتحاف السادة المتقین: ۸/۲۵۶)(۱)

(۱۳۰۳) بَابُ لِبَاسِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں کل سات حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو بردہؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہیں اس باب میں حضرت امام موصوف نے ان احادیث مبارکہ کو نقل کیا ہے جن میں رسول اکرم ﷺ کے لباس کا ذکر ہے یعنی آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں جس لباس کو زیب تن فرمایا ہے یا اس کو پسند فرمایا ہے اس کا بیان ہے۔

(۳۶۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَنِي أَعْلَامُ هَذِهِ اذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ.

ترجمۂ حدیث: منقش لباس کا حکم:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک منقش اونی چادر میں نماز ادا فرمائی، پھر (نماز کے بعد آپ نے فرمایا اس چادر کے بیل بوٹوں نے مجھ کو غافل کر دیا، یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ (کیونکہ انہوں

(۱) ماخوذ بلفظہ از قاموس الفقہ: ۴/۵۷۲-۵۷۹

نے ہی آپ کو ہدیہ کے طور پر دی تھی) اور میرے پاس انبجانیہ کی بنی ہوئی چادر لے آؤ۔

تشریح حدیث:

قولہ خمیصة: نہایہ میں ہے ھی ثوب خز او صوف معلم: ریشم یا اون کا منقش کپڑا، بعض حضرات کا قول ہے کہ اگر سیاہ منقش ہو تب اس پر خمیصہ کا اطلاق ہوگا، یہ زمانہ قدیم میں لوگوں کا لباس ہوتا تھا اس کی جمع خمائص آتی ہے، علامہ خطابی نے معالم السنن میں فرمایا، الخمیصة اکساء مربع من صوف، اون کی چوکور چادر، القاموس الوحید میں ہے الخمیصة دھاری دار سرخ یا سیاہ کرتا، یا کپڑا۔ (۱)

قولہ: اعلام: علم کی جمع ہے بمعنی نشان منقش۔

قولہ: انبجانیة: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ انبجانیة با کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے، انبجانیة مقام انبجان کی طرف منسوب ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ آذربائجان کی طرف منسوب ہے اس کے بعض حروف کو حذف کر کے تقریب کردی گئی، ایک قول یہ ہے کہ ینبع المدینہ کی طرف منسوب ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ صحابی رسول حضرت ابوجہمؓ نے رسول اکرم ﷺ کو بطور ہدیہ ایک منقش اور بیل بوٹے والی چادر دیا جو مقام انبجان کی تیار کردہ تھی، جسے آپ نے زیب تن فرما کر نماز ادا فرمائی تو اس چادر کے نقش ونگار اور اس کے بیل بوٹے نے آپ ﷺ کے کمال خشوع وخضوع اور حضور قلبی کو ختم کر دیا، اور نماز کی روح سے آپ کو اس کی چمک دمک نے غافل کر دیا، نماز کے بعد رسول اکرم ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی، تو آپ نے خود فوراً اس کو واپس کر دیا، اور ایک صحابی سے فرمایا اس کو ابوجہمؓ کے پاس لے جاؤ، اور اس کو واپس کر کے ان سے دوسری غیر منقش سادی چادر مانگ کر لے آؤ۔

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جب وہ چادر واپس کردی تو دوسری چادر کا مطالبہ کیوں فرمایا؟

جواب: ابن بطال اور علامہ طیبیؒ اور دیگر شارحین حدیث نے اس حدیث رسول ﷺ کا جواب یہ دیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان سے دوبارہ دوسری چادر کا مطالبہ اس لیے فرمایا تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ نے ناراضگی کی وجہ سے ہدیہ واپس نہ فرمایا بلکہ نماز کے خشوع خضوع ختم کرنے کی وجہ سے واپس فرمایا، گویا آپ ﷺ نے اس صحابی کی دل جوئی کے واسطے دوبارہ دوسری چادر کا مطالبہ فرمایا، قال ابن بطال: انما طلب منه ثوبا غیرھا لیعلمه انه لم یرد علیه ھدیتة استخفافا به (۲)

دلوں پر ظاہری زیبائش کا اثر:

شارح مشکوۃ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صورتوں اور ظاہری چیزوں اور زیب و

(۱) القاموس الوحید: ۱/۴۷۶

(۲) فتح الباری شرح البخاری: ۱/۴۸۳ بحوالہ اھداء الدیباجہ: ۳/۵، انجاح الحاجہ علی ابن ماجہ: ۲/۲۵۴۔

زینت نیز نقش ونگاری کا اثر پاکیزہ دلوں اور مقدس نفوس پر بھی ہوتا ہے ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے قلب سے زیادہ کس کا قلب زیادہ مجلی، مصفی، مزکی، اور پاکیزہ ہوگا؟ جب آپ ﷺ کے قلب اطہر نے اس کے اثر کو قبول کرلیا اور آپ سے نماز کا کمال خشوع وخضوع اور حضور قلب ختم ہوگیا، تو ہمہ شما کا کیا کہنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کو بھی ضرورت سے زیادہ تزیین کاری نقش نگاری اور سجانا نہیں چاہیے، کہ آدمی جب نماز پڑھے تو دل اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے مسجد کی زیب وزینت اور بیل بوٹے اور رنگ برنگی کی طرف متوجہ ہوجائے، شارح مسلم امام نوویؒ لکھتے ہیں،

ففيه الحث على حضور القلب في الصلاة وتدبر ما ذكرناه، ومنع النظر من الامتداد الى ما يشغل وازالة ما يخاف اشتغال القلب به، وكراهية تزويق محراب المسجد وحائطه ونقشه وغير ذالك من الشاغلات لان النبي ﷺ جعل العلة في ازالة الخميصة هذا المعنى (١)

نیز اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ منقش کپڑے میں نماز درست ہوجاتی ہے کیوں کہ آپ نے فساد نماز کا حکم نہیں لگایا اور نہ اعادہ فرمایا جو صحت کی دلیل ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منقش چادر وکپڑا استعمال کرنا مردوں اور عورتوں کے لیے جائز ہے کیوں کہ آپ نے اس کو زیب تن فرما کر نماز ادا فرمائی جو جواز کی واضح دلیل ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وہ شئ جو نماز کی روح خشوع وخضوع اور حضور قلب کو ختم کردے اس کو حتی الامکان زائل کردینا چاہیے، جیسا کہ آپ نے کیا۔

قوله: الى ابى جهم: ان کا نام عامر بن حذیفہ بن غانم القرشی العدوی المدنی ہے رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

(٣٦٦٩) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأَخْرَجَتْ لِي إِزَارًا غَلِيظًا مِنَ الَّتِي تُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكِسَاءً مِنْ هَذِهِ الْأَكْسِيَةِ الَّتِي تُدْعَى الْمُلَبَّدَةَ وَأَقْسَمَتْ لِي لَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِيهِمَا.

ترجمۂ حدیث: صرف دو چادر میں آپ ﷺ کی وفات:

حضرت ابو بردہؓ کہتے ہیں کہ میں (ایک دن) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے دکھانے کے لیے ایک موٹا سا تہبند نکالا جو یمن میں بنایا جاتا ہے، اور ان چادروں میں ایک عام سی چادر نکالی جس کو ملبدہ (پیوند شدہ) کہتے ہیں، پھر انہوں نے قسم کھا کر مجھے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ کا انتقال (پر ملال) انہیں دو کپڑوں میں ہوا۔

تشریح حدیث:

قوله: الملبدة: بفتح الباء، هو المرقع۔ یعنی پیوند لگی چادر۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے حق میں دعاء فرمائی تھی

(١) شرح النووي: ٣/ ٤٩، بحواله اهداء الديباجه: ٥/ ٣

اللهم أحيني مسكينا وامتني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين: اے اللہ تو مجھے جب تک زندہ رکھ مسکین بنا کر رکھ، اور جب تو مجھے موت دے تو مسکنت کی حالت میں موت دے اور قیامت کے دن تو مجھے مسکینوں کی جماعت میں شامل کر کے اٹھا۔ یہ اسی دعا کا اثر تھا کہ رسول اکرم ﷺ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ کے جسم مبارک پر یہی دو معمولی کپڑے تھے جو حدیث شریف میں مذکور ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دنیا اور دنیا کے زرق برق سے بے رغبتی و بے اعتنائی ایک پاکیزہ زندگی کا بہترین سرمایہ ہے لہٰذا امت کو لازم ہے کہ ہر عادت و خصلت میں رسول اکرم ﷺ کی زندگی کو اپنا اسوہ اور آئیڈیل بنائے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی حتی الامکان سعی مشکور کرے۔

(۳۶۷۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْأَحْوَصِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى فِي شَمْلَةٍ قَدْ عَقَدَ عَلَيْهَا.

ترجمۂ حدیث: آپ کی دنیا سے بے رغبتی:

حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے ایک چادر میں نماز ادا فرمائی، آپ نے اس پر گرہ باندھ لیا تھا (تا کہ کھل نہ جائے)

تشریح حدیث:

قولہ: في شملة، لغت میں اس کے معنی ہیں پورے جسم کو ڈھانکنے والی چادر عباء وغیرہ، لیکن یہاں مطلق چادر جس کو زیب تن فرما کر آپ نے نماز ادا فرمائی وہ چھوٹی تھی اس لیے آپ نے گرہ لگا لی تا کہ کھلنے نہ پائے۔ یہ تھی ہمارے آخری رسول نبی کی زندگی کہ آپ کو ایک بڑی چادر بھی میسر نہ تھی کہ آپ آرام سے نماز ادا کر سکیں، چادر کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے آپ کو اس میں گرہ لگانا پڑتا تھا کہ رکوع سجدے میں کھلنے نہ پائیے۔

(۳۶۷۱) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا اور آپ کے جسم مبارک پر نجران کی بنی ہوئی ایک چادر موٹی حاشیہ والی تھی۔

تشریح حدیث:

قولہ: رداء نجراني: نجرانی چادر، نجران ایک جگہ کا نام ہے اس جگہ جو چادر تیار کی جاتی تھی اس کو نجرانی کہتے تھے۔

غليظ الحاشيه غليظ، غلظت موٹاپن، حاشیہ، کنارہ، مطلب یہ ہے کہ چادر کے کنارے جو لکیر کھینچی ہوئی تھی وہ موٹی تھی۔ باقی حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے۔

(۳۶۷۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُبُّ أَحَدًا وَلَا يُطْوَى لَهُ ثَوْبٌ.

ترجمۂ حدیث: آپ نے کبھی بھی کسی کو برا بھلا نہیں کہا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اکرم ﷺ کو کسی دوسرے کو برا بھلا کہتے نہیں دیکھا، اور نہ آپ کے لیے کپڑے لپیٹ کر رکھے جاتے تھے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس اتنے کپڑے ہوتے ہی نہ تھے کہ تہ کر کے رکھنے کی ضرورت پیش آئے اگر کبھی ہدیہ وغیرہ آتا بھی تو آپ ضرورت مند اور محتاج کو دیتے تھے اپنے پاس نہ رکھتے تھے، اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے کپڑے کو کوئی دوسرا آدمی تہ کر کے نہیں رکھتا تھا بلکہ آپ ﷺ اپنا کام خود کرتے تھے دوسرے کو کرنے کے لیے نہیں کہتے تھے، یہ آپ کی تواضع وانکساری اور اعلیٰ اخلاق تھا، کہ اپنا سارا کام خود ہی انجام دیتے تھے۔

(۳۶۷۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ قَالَ وَمَا الْبُرْدَةُ قَالَ الشَّمْلَةُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي لِأَكْسُوَكَهَا فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ عَلَيْنَا فِيهَا وَإِنَّهَا لَإِزَارُهُ فَجَاءَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ رَجُلٌ سَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَحْسَنَ هَذِهِ الْبُرْدَةَ اكْسُنِيهَا قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَ طَوَاهَا وَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ وَاللهِ مَا أَحْسَنْتَ كُسِيَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ إِيَّاهَا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا فَقَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِيَّاهَا لِأَلْبَسَهَا وَلَكِنْ سَأَلْتُهُ إِيَّاهَا لِتَكُونَ كَفَنِي فَقَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ يَوْمَ مَاتَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ بے شک ایک عورت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک چادر

لے کر آئیں، آپ نے کہا بردہ کیا ہوتا ہے فرمایا وہ چادر ہوتی ہے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس کو آپ کو پہنانے کے لیے اپنے ہاتھوں سے بن کر تیار کیا، چناں چہ رسول اکرم ﷺ نے اس کو قبول فرمایا آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر آپ دو چار دن زیب تن فرما کر ہمارے پاس تشریف لائے، اور وہ چادر آپ کا تہبند تھی اتنے میں فلاں بن فلاں تشریف لائے اس آدمی کا نام بھی بیان کیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چادر کیا ہی اچھی ہے آپ مجھے عنایت فرمادیں (عین کرم ہوگا) آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، پھر آپ اندر تشریف لے گئے، اور اس کپڑے کو تہ کر کے اس کے پاس بھیج دی، لوگوں نے ان سے کہا تو نے یہ کام کوئی اچھا نہیں کیا، نبی اکرم ﷺ کو کسی نے چادر ہدیہ میں پیش کی اور آپ کو ضرورت بھی تھی پھر تم نے اس کو مانگ لیا جبکہ یہ بات تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ کے رسول کسی سائل کو (دئے بغیر) واپس نہیں کرتے ہیں، اس نے کہا بخدا میں نے یہ چادر اس لیے نہیں مانگی کہ میں اس کو پہنوں گا بلکہ میں نے اس کو اس لیے مانگا ہے تا کہ یہ چادر میرا کفن ہو، حضرت سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس دن اس کا انتقال ہوا وہی چادر اس کا کفن تھا۔

تشریح حدیث: تبرک بآثار الصالحین کا جواز:

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) اس سے نبی اکرم ﷺ کا حسن خلق اور اعلیٰ عظیم اخلاق کا پتہ چلا، کہ آپ نے اعلیٰ اخلاق و کردار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے ضرورت کے باوجود دوسرے کو عنایت فرمادیا۔

(۲) نیز اس سے آپ کی سخاوت، دریادلی اور جود و کرم اور وسعت ظرف کا علم ہوا، کہ بہت زیادہ سخی اور فیاض تھے، نیز حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہدیہ قبول کرتے تھے نیز اس سے اس بات کا علم ہوا کہ تبرک بآثار الصالحین جائز ہے کیوں کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ کی باقیات سے تبرک حاصل کرتے تھے، حضرات صحابہ کا آپ کے وضوء کے غسالہ کو لینے کے لیے مبادرت کرنا یہ سب اس بات کی دلیل ہے تبرک بآثار الصالحین جائز ہے جمہور اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک و عقیدہ ہے البتہ ماضی اور دور حاضر کے غیر مقلدین سلفیوں کا عقیدہ قرآن وسنت اور جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے کہ تبرک بآثار الصالحین جائز نہیں بلکہ شرک ہے یہ عقیدہ حدیث اور قرآن کے بالکل خلاف ہے۔

قوله: فجاء فلان فلان: فلان بن فلان سے مراد صحابی رسول حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں، کما فی انجاح الحاجه۔

(۳۶۷۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ نُوحِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَبِسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّوفَ وَاحْتَذَى الْمَخْصُوفَ وَلَبِسَ ثَوْبًا خَشِنًا خَشِنًا.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے اون زیب تن فرمایا، اور جوتا خود ہی سی لیتے اور موٹے

سے موٹا کپڑا پہن لیتے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے تین باتیں معلوم ہوئیں (۱) آپ اون زیب تن کرتے (۲) اپنا کام خود ہی انجام دیتے تھے ٹوٹے پھٹے جوتے مبارک کو خود ہی سی لیتے تھے، اس میں آپ کا تواضع انکساری ہے (۴) آپ کا لباس تکلف و تصنع سے بالکل پاک ہوتا تھا جو بھی بآسانی ملتا آپ استعمال کرتے تھے حتی کہ موٹے سے موٹا کپڑا بھی استعمال کرتے آپ عار محسوس نہیں کرتے، ایک حدیث شریف میں ہے من لبس الصوف وانتعل المخصوف، ورکب حماره، وحلب شاته، واکل مع عیاله، فقد نحی الله عنه الکبر جس نے ذکر کردہ اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرلیا اللہ پاک اسے کبر و غرور سے دور کردے گا۔

(۱۳۰۴) بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ إِذَا لَبِسَ ثَوْباً جَدِيْداً

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں زیب قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو امامہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں نئے لباس پہنتے وقت پڑھنے کی دعا مذکور ہے۔

(٣٦٧٥) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي ثُمَّ عَمَدَ إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي أَخْلَقَ أَوْ أَلْقَى فَتَصَدَّقَ بِهِ كَانَ فِي كَنَفِ اللَّهِ وَفِي حِفْظِ اللَّهِ وَفِي سِتْرِ اللَّهِ حَيًّا وَمَيِّتًا قَالَهَا ثَلَاثًا.

ترجمہ حدیث: نئے کپڑے زیب تن کرنے کی دعا:

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے نیا کپڑا زیب تن فرمایا اور یہ دعا پڑھی

الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ستر چھپانے اور زندگی میں زینت کے لیے یہ کپڑا پہنایا۔۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص نیا لباس پہن کر یہ دعا پڑھے۔

الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے ستر چھپانے اور زندگی میں زینت کے لیے یہ کپڑا پہنایا۔۔ پھر اس پرانے کپڑے کو صدقہ کردے تو وہ ہر حال میں اللہ تعالی کی حفاظت اور نگرانی میں رہے گا زندگی میں بھی اور بعد مرنے کے

بھی، آپ نے اسی بات کو تین بار فرمایا (تا کہ لوگ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔)

تشریح حدیث:

اللہ تبارک وتعالی کے انعامات واحسانات بندے پر اس قدر نمایاں ہیں اگر کوئی ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو تا قیامت شمار نہیں کر سکتا ہے، بندے پر لازم ہے کہ اللہ تعالی کی ہر نعمت کا شکر بجالائے، لباس بھی خدائے وحدہ لاشریک لہ کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس سے ہم اپنی ستر پوشی کرتے ہیں اور اس کو بطور تزیین وآرائش کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو رونق بخشتے ہیں لہٰذا بندے پر واجب ہے کہ اللہ تعالی کی اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اس کا شکریہ ہے کہ لباس زیب تن کرتے وقت مذکورہ دعا پڑھے، اور جو کپڑے پرانے ہوجائیں، ان کو محتاج اور ضرورت مند میں صدقہ کردے، اس سے نعمت خداوندی کی بارش رونما ہوتی رہے گی اور مزید نعمتوں سے نوازتے رہیں گے، قرآن مجید میں ارشاد ہے لان شکرتم لازیدنکم، اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اپنی نعمت اور زیادہ دوں گا، گویا شکر ادا کرنے میں اپنا ہی فائدہ ہے

(٣٦٧٧) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عُمَرَ قَمِيصًا أَبْيَضَ فَقَالَ ثَوْبُكَ هَذَا غَسِيلٌ أَمْ جَدِيدٌ قَالَ لَا بَلْ غَسِيلٌ قَالَ الْبَسْ جَدِيدًا وَعِشْ حَمِيدًا وَمُتْ شَهِيدًا.

ترجمہ حدیث: شہید بن کر مرو:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے (ایک) دن حضرت عمر بن الخطابؓ کو سفید کپڑے میں ملبوس دیکھا تو آپ نے فرمایا (اے عمر) تیرا یہ کپڑا دھلا ہوا ہے؟ یا نیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ (یارسول اللہ) نہیں بلکہ دھلا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا (اے عمر) نئے کپڑے زیب تن کرو، اور قابل تعریف زندگی گزارو اور شہادت کی موت مرو۔

تشریح حدیث:

اس باب میں صیغہ امر برائے ترغیب ہے یہ حکم ایجابی نہیں بلکہ ترغیبی ہے باقی حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(١٣٠٥) بَابُ مَا نُهِيَ عَنْهُ مِنَ اللِّبَاسِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں ذکر کی ہیں جو حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ

اورام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں، اس باب میں لباس کی اس ہیئت کو بیان کیا گیا ہے جس کا پہننا ممنوع ہے۔

(۳۶۷۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لِبْسَتَيْنِ فَأَمَّا اللِّبْسَتَانِ فَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ۔

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دو لباسوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے ایک اشتمال صماء سے اور دوسرے احتباء سے، ایک کپڑے میں بایں طور کہ اس کی شرمگاہ پر کوئی چیز نہ ہو۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے دو طرح کے لباس استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

(۱) اشتمال صماء: هو ان يشتمل فی ثوب واحد يضع طرفی الثوب علی عاتقه الايسر ويستدل شقه الايمن [۱] ایک ہی کپڑے کو پورے بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ کپڑے کے دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر رکھے، اور دائیں جانب اس کو لٹکا دے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اشتمال صماء کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ **قال اهل اللغة: هو ان يجلل جسده بالثوب لا يرفع جانبا ولا يبقی مايخرج منه يده** [۲] یعنی کپڑے کو جسم پر اس طرح لپیٹ لینا کہ ہاتھ پاؤں بھی حرکت نہ کر سکے، اور بوقت ضرورت نکال بھی نہ سکے۔

حضرات فقہاء کرام نے اشتمال صماء کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: **هو ان يلتحف بالثوب لم يرفعه من احد جانبيه فيضعه علی منكبيه فيصير فرجه باديا**۔

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اشتمال صماء کی جو تعریف اہل لغت سے منقول ہے اس کے مطابق کپڑے کو اس طرح پہننا مکروہ ہے کہ بوقت ضرورت ہاتھ بھی نہ نکال سکیں اور حضرات فقہاء کرام کی تشریح وتفسیر کے مطابق اس کا حکم حرام کا ہوگا کیوں کہ اس میں ستر کھل رہا ہے جس کو چھپانا شرعاً فرض ہے۔

(۲) احتباء: رسول اکرم ﷺ نے احتباء سے بھی منع فرمایا ہے اس کی شکل یہ ہے کہ سرین زمین میں ٹیک لگائے اور دونوں گھٹنے کھڑے کرلے اور سہارا لے کوئی کپڑا یا دونوں ہاتھ گھٹنے کے اردگرد باندھ لے۔ اس طرح ایک کپڑے میں بیٹھنا کہ جس سے کشف عورت ہوجائے جائز نہیں ہے اس لیے کہ ستر پوشی شرعی اعتبار سے فرض ہے، الغرض اس حدیث میں آداب نبوی میں سے دو ادب کا بیان ہے تاکہ لوگ اس ادب کو اختیار کریں۔

---

(۱) معالم السنن: ۸۹/۳ (۲) فتح الباری: ۴۷۷/۱

(۳۶۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ لِبْسَتَيْنِ عَنْ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَعَنِ الِاحْتِبَاءِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ يُفْضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دو قسم کے لباس پہننے سے منع فرمایا، ایک اشتمال صماء سے اور دوسرے ایک ہی کپڑے میں اس طرح احتباء کرنے سے کہ شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی رہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے، اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۳۶۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَأَنْتَ مُفْضٍ فَرْجَكَ إِلَى السَّمَاءِ.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے دو قسم کے لباس کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے، ایک اشتمال صماء سے اور دوسرے احتباء سے یعنی ایک ہی کپڑے کو اس طرح لپیٹے کہ شرمگاہ آسمان کی طرف کھلی ہو۔

تشریح حدیث:

کپڑے کو سرتاپاؤں اس طرح لپیٹ لینے اور کس لینے کو کہتے ہیں کہ ہاتھ بھی کسی طرف اٹھا نہ سکے، اور اسی طرح اس کو بھی دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے کے اوپر ڈال دیا جائے ان میں سے پہلی صورت کو احتباء اور دوسری صورت کو لبستہ الصماء سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ دونوں ہی طریقے نماز میں مکروہ ہیں (۱)

احتباء بیٹھنے کی خاص کیفیت ہے آدمی سرین کے سہارے بیٹھے اور اپنی پنڈلیاں سینہ کی طرف اٹھا کر اس کے گرد باندھ لے، صحابہ کرام سے ایک دفعہ عشاء کے وقت نبی کریم ﷺ کا انتظار کرتے ہوئے اس طرح بیٹھنے کا ثبوت ہے لیکن نماز میں یہ مکروہ ہے ایک تو اس لیے کہ نماز میں بیٹھنے کی جو ہیئت مسنونہ ہے اس کے خلاف ہے دوسرے اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے اقعاء سے منع فرمایا ہے اور اقعاء سے نشست کا کیا طریقہ مراد ہے؟ اس کی محدثین نے جو صورتیں بتائی ہیں ان میں یہ بھی داخل ہے جو ابھی مذکور ہوئی۔ (۲)

(۱) قاموس الفقہ: ۲/۱۴۵ (۲) قاموس الفقہ: ۲/۳۷

(۱۳۰۶) بَابُ لُبْسِ الصُّوْفِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوموسی اشعریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اون استعمال کرنا جائز ہے۔

(۳۶۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ لِي يَا بُنَيَّ لَوْ شَهِدْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَتْنَا السَّمَاءُ لَحَسِبْتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأْنِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوموسی اشعریؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے اگر تو ہمیں اس حالت میں دیکھتا جب کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک بارش برسی تو تو خیال کرتا کہ ہماری بو بھیڑ کی بو ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اون استعمال کرتے تھے جب بارش ہوتی اور ہم بارش میں بھیگ جاتے تو ہم سے اسی طرح بو آتی جس طرح بھیڑ کے جسم سے بو آتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اون اور اون کے کپڑوں کا استعمال درست ہے البتہ ابن حجر نے ابن بطال کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام مالک کے نزدیک ان لوگوں کے لیے اون استعمال کرنا مکروہ ہے جن کے پاس اون کے علاوہ دوسرے کپڑے موجود ہیں کیوں کہ اون استعمال کرنے میں دنیا سے کنارہ کشی اور زہد کی زیادہ شہرت ہوتی ہے حالاں کہ اعمال صالحہ میں مقصود خفاء ہے جہاں تک تواضع اور عاجزی وانکساری کا تعلق ہے تو وہ صرف اس میں منحصر نہیں ہے، شوکانی کا قول ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے لباس پر نہیں اگر نیت میں فساد ہے تو خواہ کوئی بھی لباس استعمال کر لیا جائے کوئی فائدہ نہیں، اور اگر نیت میں خلوص ہے، تو اعلی سے اعلی کپڑے میں ملبوس ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ثواب بہر حال ملے گا۔

(۳۶۸۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ رُومِيَّةٌ مِنْ صُوفٍ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَصَلَّى بِنَا فِيهَا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ غَيْرُهَا

ترجمۂ حدیث: اون کے استعمال کا جواز:

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ آپ کے

(۱) قاموس الفقه: ۲/۳۷

جسم مبارک پر اون کا رومی جبہ تھا، جس کی آستین تنگ تھی آپ نے اسی میں ہمیں نماز پڑھائی آپ کے جسم مبارک پر اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

تشریح حدیث:

یہ ایک سفر کے دوران کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے تنگ آستینوں والا جبہ پہنا چناں چہ ایک روایت میں بیان کیا گیا کہ اس کی آستین اتنی تنگ تھی کہ جب آپ وضو فرمانے لگے تو وہ اوپر چڑھانے کی کوشش کی تو اوپر نہ چڑھ سکی، اس لیے آپ کو ہاتھوں کو دھونے کے لیے ان ہاتھ کو آستینوں کے نیچے سے نکالنا پڑا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ سفر کے دوران کرتے اور جبے کی آستین کا تنگ ہونا مستحب ہے البتہ سفر کے علاوہ حضر میں تنگ ہونا مستحب نہیں ہے، کیوں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین فراخ آستین بنوایا کرتے تھے جب کہ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ اس بارے میں ائمہ کرام کا قول یہ ہے کہ آستینوں کو فراخ رکھنا ایک قسم کی مذموم بدعت ہے، انہوں نے حضرات صحابہ کرام کی آستینوں کے فراخ ہونے کے دوسرے معنی لکھے ہیں لیکن کہنا ممکن ہے کہ حضرات ائمہ کرام کا قول مفرط یعنی حد سے زیادہ فراخی پر محمول ہے اور حضرات صحابہ کرام کی آستینوں کے سلسلہ میں جو روایت ہے وہ غیر مفرط پر محمول ہے اس لیے منتقی نامی کتاب میں مذکور ہے کہ آستینوں کو ایک بالشت کے بقدر فراخ رکھنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۶۸۲) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ السِّمْطِ حَدَّثَنِي الْوَضِينُ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَقَلَبَ جُبَّةَ صُوفٍ كَانَتْ عَلَيْهِ فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا، پس آپ نے اون کے اسی جبہ کو پلٹا اور اپنے چہرے مبارک کو صاف کر لیا جو آپ نے پہن رکھا تھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے۔

(۳۶۸۳) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ الْفَضْلِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِمُ غَنَمًا فِي آذَانِهَا وَرَأَيْتُهُ مُتَّزِرًا بِكِسَاءٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بکریوں کے کان میں داغ رہے

ہیں، اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ (بالوں کی) کملی کا تہبند باندھے ہیں۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث واضح۔

(١٣٠٧) بَابُ الْبِيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ، حضرت سمرہ بن جندب ؓ اور حضرت ابوالدرداء ؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کسم رنگ کے علاوہ تمام رنگوں کا کپڑا استعمال کرنا جائز ہے تاہم سفید کپڑا استعمال کرنا سب سے افضل اور بہتر ہے،

(٣٦٨٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَيْرُ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضُ فَالْبَسُوهَا وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ.

ترجمۂ حدیث: سفید کپڑے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے کپڑوں میں سب سے بہترین کپڑے سفید کپڑے ہیں لہٰذا سفید کپڑا استعمال کرو، اور سفید کپڑوں ہی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

تشریح حدیث:

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑے تمام کپڑوں میں افضل اور بہتر ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ کلر اطہر اور طیب ہے سفید کپڑے کو اطہر اس معنی کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ سفید کپڑا جب میلا ہو جاتا ہے یا اس پر کوئی دھبہ پڑ جاتا ہے تو فوراً پتہ چل جاتا ہے اور پھر اس کی صفائی اور ستھرائی کی جاتی ہے سفید کپڑا بار بار دھویا جاتا ہے بایں معنی یہ اطہر اور اطیب ہے اس کے بر خلاف رنگین کپڑا میل خوار ہوتا ہے اس میں میل کچیل ظاہر نہیں ہوتا ہے اس لیے وہ کافی عرصہ کے بعد دھویا جاتا ہے نیز اس کو اطیب اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ سلیم الطبع اور صالحین لوگ عام طور پر سفید کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں البتہ ضرورت کی صورت اس سے خارج ہے بعض صوفیاء کرام سفید کے علاوہ نیلا یا کسی اور کلر کو اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ وہ سفید کپڑے کو بار بار دھونے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں بار بار دھونے سے ٹائم ضائع ہوتا ہے اسی ٹائم میں وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

سفید کپڑے میں مردوں کو کفناؤ:

گو دوسرے رنگ کے کپڑے میں مردوں کو کفن دینا جائز ہے تاہم سفید کپڑوں میں کفنانا افضل ہے، کیوں کہ اس وقت مردہ گویا فرشتوں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے جس طرح کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں شریک ہونا چاہے تو سفید کپڑے

زیب تن کر کے جانا افضل ہے جیسے جمعہ، جماعت، اور اولیاء اللہ اور علماء کی خدمت میں حاضری کے لیے سفید کپڑے افضل ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ عید میں وہ کپڑا پہننا افضل ہے جو زیادہ قیمتی ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کا زیادہ سے زیادہ اظہار ہو سکے۔

(۳۶۸۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْبَسُوا ثِيَابَ الْبَيَاضِ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ.

ترجمۂ حدیث: سفید کپڑا سب سے پاکیزہ کپڑا ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو، کیوں کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذالك۔

(۳۶۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ ثَنَا مَرْوَانُ بْنُ سَالِمٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحْسَنَ مَا زُرْتُمُ اللّٰهَ بِهِ فِي قُبُورِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے عمدہ اور بہترین لباس جس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم اپنی قبروں میں اور اپنی مسجدوں میں حاضری دو سفید لباس ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رنگوں میں سب سے افضل ترین رنگ سفید ہے مردوں کو کفنانے اور مسجدوں میں نماز کے لیے آنے کے واسطے سب سے افضل ہے سفید کپڑا فرشتوں کا لباس ہے اس لباس میں ملبوس ہو کر حضور اقدس ﷺ کی نصرت و مدد کے لیے بدر میں اور دیگر غزوات میں فرشتے آسمان سے اترے، اس لیے آپ اکثر سفید کپڑا استعمال فرماتے تھے اور لوگوں کو اس کی تلقین و ترغیب بھی کرتے تھے اور مردوں کو اسی میں دفن کرنے کا حکم بھی فرماتے تھے۔ اعلم ان البياض في الكفن افضل، لان الميت يصدد مواجهة الملائكة، كما ان لبسه افضل لم يحضر المحافل، والله اعلم بالصواب

(۱۳۰۸) بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ اور

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ از راہ تکبر کرتا، پائجامہ، یا لنگی کو ٹخنے کے نیچے لٹکانا حرام ہے البتہ پیٹ وغیرہ کے نکلنے کی وجہ سے پائجامہ نیچے ہو جائے یا کوئی اور خاص مجبوری ہو جن کا ذکر ابتدائی کلمات میں آچکا ہے تو ٹخنے کے نیچے لٹکانے میں مضائقہ نہیں۔

(۳۶۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الَّذِي يَجُرُّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: از راہ تکبر ٹخنے سے نیچے تہبند وغیرہ لٹکانے کے بارے میں وعید شدید

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص غرور و تکبر کے طور پر اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے گا قیامت کے دن اللہ تعالی اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

تشریح حدیث:

قوله: ان الذي يجر ثوبه: علامہ ذہبیؒ نے کتاب الکبائر'' میں اسبال ازار کو کبیرہ گناہ میں شمار کیا ہے اسی لیے علماء نے اسبال ازار کو جو از راہ تکبر ہو حرام لکھا ہے اور اس کے اندر عموم ہے خواہ تہبند ہو، یا پائجامہ، خواہ کرتا ہو، یا جبہ یا قباء خواہ فرغل ہو یا دوپٹہ اب سب کا حکم یہی ہے کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے۔

قوله: من الخيلاء: جو شخص از راہ تکبر و تبختر اسبال ازار کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالی اس کی طرف نظر عنایت سے دیکھیں گے بھی نہیں، علامہ ابن عبدالبرؒ الاستذکار میں رقم فرماتے ہیں کہ تکبرہ وغرور کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص غرو رو تکبر کے بغیر اپنے پائجامہ یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے تو یہ حرام نہیں، اور اس وعید شدید میں وہ داخل نہیں، البتہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے نزدیک اسبال ازار مطلقاً حرام ہے خواہ از راہ تکبر ہو یا بغیر تکبر کے، بہر حال اسبال ازار حرام اور ناجائز ہے،

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں حدیث شریف میں صراحت ہے کہ خیلاء اور متکبرین کے لیے اسبال ازار تو گناہ کبیرہ ہے البتہ غیر خیلاء کے لیے کبیرہ ہے یا نہیں؟ ظاہر حدیث اس بات کا متقاضی ہے کہ غیر خیلاء کے لیے بھی حرام ہے لیکن حضرات علماء کرام و شراح عظام نے خیلاء کی قید کو قید احترازی مان کر یہ مسئلہ نکالا ہے غیر خیلاء کے لیے اسبال ازار حرام نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی عذر شدید کی وجہ سے مثلاً سخت سردی کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے پائجامہ یا لنگی وغیرہ، ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے تو یہ حرام نہیں اور نہ اس وعید مذکور کا وہ مصداق ہے، کیوں کہ مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا کیوں کہ میرا تہبند ٹخنے

کے نیچے رہتا ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! تم اس میں داخل نہیں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا پیٹ باہر نکلنے کی وجہ سے جب بھی لنگی باندھتے تھے، وہ خود بخود نیچے آجاتی تھی اور ٹخنوں کے نیچے ہوجایا کرتی تھی۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے اگر اسبال ازار ہو تو اس وعید میں داخل نہیں۔

(۳۶۸۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

قَالَ فَلَقِيتُ ابْنَ عُمَرَ بِالْبَلَاطِ فَذَكَرْتُ لَهُ حَدِيثَ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَأَشَارَ إِلَى أُذُنَيْهِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي

ترجمہ حدیث: ازراہ تکبر اسبال ازار حرام ہے

حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص فخر اور تکبر کی وجہ سے اپنا ازار ٹخنوں کے نیچے تک لٹکائے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی جانب رحمت اور عنایت کی نظر سے دیکھیں گے بھی نہیں حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام بلاط میں ابن عمر ؓ سے ملاقات کی، اور ان سے حضرت ابوسعید کی اس حدیث کا ذکر کیا جو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں تو انہوں نے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے کہ میرے دونوں کانوں نے یہ حدیث سنی اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا۔

تشریح حدیث:

قاضی ابوبکر بن العربی تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں کہ کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے کپڑے کو ٹخنوں کے نیچے لٹکائے اور یوں کہے کہ میں ازراہِ تکبر نہیں لٹکاتا ہوں اس لیے کہ لفظاً اور علۃً دونوں اعتبار سے ممانعت اور نہی وارد ہے لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ میں تکبر کے طور پر نہیں لٹکاتا ہوں خود تکبر کی علامت ہے لا یجوز لرجل ان یجاوز بثوبه کعبه ویقول لا اتکبر فیه لان النهی قد تناوله لفظاً وتناول علته الخ (۱)

قولہ: بالبلاط: لفظ بلاط باء کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح منقول ہے یہ مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے جو مسجد نبوی اور سوق کے درمیان ہے۔

(۳۶۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَرَّ بِأَبِي هُرَيْرَةَ فَتًى مِنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّ سَبَلَهُ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ

(۱) تحفة الاحوذي: ۱۹۲/۴

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمۂ حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے ایک قریشی نوجوان کو نصیحت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ کے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا جو اپنی چادر گھسیٹ رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اے بھتیجے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص غرور و تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے کو ٹخنوں کے نیچے لٹکائے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت سے دیکھیں گے بھی نہیں۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث شریف بھی اس بات پر واضح طور پر دال ہے کہ تکبر اور غرور کے طور پر اسبال ازار حرام ہے، باقی حدیث شریف کے متعلق کلام ماقبل میں گزر چکا ہے۔

(۱۳۰۹) بَابُ مَوْضِعِ الْإِزَارِ أَيْنَ هُوَ؟

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت حزیفہؓ، حضرت عبد الرحمانؓ، اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ پائجامہ یا ازار ٹخنوں تک لٹکانا جائز ہے، ٹخنوں سے نیچے لٹکانا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں آیا کہ ازار یا پائجامہ وغیرہ جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس لیے لازم اور ضروری ہے کہ ازار یا سراویل ٹخنوں کے اوپر ہی پہنا جائے۔

(۳۶۹۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نُذَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَسْفَلِ عَضَلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِهِ فَقَالَ هٰذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ.

ترجمۂ حدیث: ٹخنوں کے نیچے ازار کا لٹکانا حرام:

حضرت حزیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے میری پنڈلی یا آپ اپنی پنڈلی کے نیچے کا پٹھا پکڑ کر فرمایا، یہ ہے ازار کی جگہ، اگر تو پسند نہ کرے تو اس سے کچھ نیچے، یہ بھی تو پسند نہ کرے تو اس سے کچھ نیچے (تک ازار و پائجامہ لٹکانا روا ہے) یہ بھی پسند نہ ہو تو ٹخنوں پر ازار رکھنے میں کوئی حق (جواز) نہیں ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: عضلة: پٹھا جس سے جسم میں حرکت ہوتی ہے جمع عضل و عضلات، عضلة الساق هو المحل الضخم

منہ گھٹنے کے نیچے جہاں پر گوشت جگہ ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے غالباً حضرت حذیفہؓ کی پنڈلی پکڑ کر، یا خود اپنی پنڈلی پکڑ کر اس جگہ کی تعیین فرمائی جہاں ازار لٹکانے کی اجازت ہے فرمایا اصل تو یہ ہے کہ آدمی کا ازار پنڈلی کے پر گوشت جگہ تک ہو یعنی نصف پنڈلی تک، اگر یہ پسند نہ ہو تو اس سے تھوڑے نیچے تک کر لیا جائے، یہ بھی پسند نہ ہو تو اس سے اور کچھ نیچے تک کر لیا جائے یہ آخری حد ہے اس کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ ٹخنوں پر ازار کو رکھے، چہ جائیے کہ اس کے نیچے، یہ تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

(۳۶۹۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نُذَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت حذیفہؓ نبی کریم ﷺ سے سابقہ روایت کے مثل مضمون روایت کرتے ہیں۔

(۳۶۹۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي سَعِيدٍ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فِي الْإِزَارِ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ وَمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فِي النَّارِ يَقُولُ ثَلَاثًا لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا.

ترجمۂ حدیث: جو حصہ ٹخنے کے نیچے ہو وہ جہنم میں جلے گا:

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ نے رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ سے ازار کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن کا ازار (یعنی لنگی یا پائجامہ) اس کے نصف ساق ہونی چاہئے، نصف ساق اور ٹخنوں کے درمیان ہو تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، لیکن اگر ٹخنوں کے نیچے ہو تو ٹخنوں کا وہ حصہ جہنم میں جلے گا اور آپ نے تین مرتبہ (بطور تاکید فرمایا کہ جو شخص ازراہ تکبر لنگی یا پائجامہ وغیرہ) ٹخنوں کے نیچے لٹکائے گا اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت وشفقت سے دیکھیں گے بھی نہیں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اصل سنت یہ ہے کہ پائجامہ یا لنگی نصف ساق یعنی آدھی پنڈلی تک ہو، البتہ اگر ٹخنوں کے اوپر اور نصف ساق سے نیچے ہو تو یہ بھی جائز ہے تاہم اولیٰ پہلی صورت ہے کہ نصف ساق ہو، اور ٹخنے کے نیچے جو حصہ ہوگا قابل مواخذہ اور جہنم میں جائے گا۔۔ آج افسوس صد افسوس ہے کہ اگر کوئی مسلمان نصف ساق تک ازار پہنتا ہے تو لوگ اس کو

اس طرح گھور گھور کر دیکھتے ہیں کہ جیسے کوئی دوسری مخلوق کہیں سے آ گئی ہو، اور اسے طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں انہیں ہدف ملامت بھی بناتے ہیں حالاں کہ اس نے نبی کی ایک سنت کو زندہ کیا ہے فالی اللہ المشتکی وانما اشکو بثی و حزنی الی اللہ۔

(۳۶۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سُفْيَانَ بْنَ سَهْلٍ لَا تُسْبِلْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِينَ.

ترجمۂ حدیث: اسبال ازار کرنے والے عنداللہ پسندیدہ نہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے سفیان بن سہل! اپنے کپڑے ٹخنوں کے نیچے مت لٹکاؤ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے والے کو پسند نہیں کرتے۔

تشریح حدیث:

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اسبال ازار کی حرمت صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے اسبال ازار حرام نہیں بلکہ ان کو یہ حکم ہے کہ ازار شلوار وغیرہ مردوں سے ایک بالشت زیادہ طویل رکھے، اور ایک گز تک زیادہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

(۱۳۱۰) بَابُ لُبْسِ الْقَمِيصِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کو قمیص بہت زیادہ پسند تھا، آپ برابر قمیص استعمال کرتے تھے۔

(۳۶۹۴) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ ثَوْبٌ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقَمِيصِ.

ترجمۂ حدیث: کرتے کی فضیلت:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو قمیص سے زیادہ کوئی بھی کپڑا پسند نہ تھا۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ کو کرتا سب سے زیادہ پسند تھا اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اس کے پہننے سے جسم کے اعضاء اچھی طرح سے ڈھک جاتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بہت ہلکا اور جسم کے لیے آرام دہ ہوتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ کرتا پہننے سے آدمی متواضع اور منکسر المزاج معلوم ہوتا ہے، ثم قیل وجہ احبیۃ القمیص الیہ ﷺ انہ استر للاعضاء من الازار

والرداء والانه اقل مؤنة واخف على البدن، ولان لبسه اکثر تواضعاً[1]

(١٣١١) بَابُ طُولِ الْقَمِيصِ كَمْ هُوَ؟

اس باب کے تحت بھی صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اس باب میں کرتے کی لمبائی کہاں تک ہونی چاہئے اس کی حد متعین کی گئی ہے جو حکم اسبال ازار کے متعلق آیا ہے وہی حکم اسبال قمیص کے متعلق بھی ہے، کما سیجیئ تفصیله فی شرح الحدیث باذن اللہ۔

(٣٦٩٥) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ وَالْقَمِيصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا أَغْرَبَهُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسبال ازار، قمیص اور عمامہ سب میں ہوتا ہے، جو شخص از راہ تکبر کوئی چیز بھی لٹکائے گا اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔۔ ابوبکر امام ابن ماجہ کے شیخ نے فرمایا کس قدر غربت ہے اس میں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح لنگی اور پائجامہ کو ٹخنے کے نیچے لٹکانا حرام ہے اور لٹکانے والے کے بارے میں وعید شدید ہے اسی طرح قمیص اور عمامہ نیز دوسرے کپڑوں کو بھی لٹکانا حرام ہے اور لٹکانے والے کے بارے میں وعید ہے سب کا حکم برابر ہے صاحب عون المعبود فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ازار کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا وہ سب قمیص وغیرہ کے لیے بھی ہے، وہ حکم صرف ازار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث اس پر دال ہے جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اسبال ازار کا تذکرہ کیوں فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چوں کہ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک کے اکثر حضرات صرف ازار اور چادر زیب تن کرتے تھے اس لیے آپ نے صرف انہیں کا ذکر فرمایا، لیکن جب لوگوں نے قمیص اور جبہ وغیرہ پہننا شروع کر دیا تو اسبال ازار کی حرمت وممانعت میں یہ بھی شامل ہوگا جیسا کہ امام محیری کی رائے گرامی ہے۔

قولہ: قال ابو بکر ما اغربه! یہ صیغہ تعجب کے ساتھ ہے اس حدیث کی سند میں غربت در حقیقت حسین بن علی الجعفی اور ابن رواد میں ہے البتہ ابن ابی روادؒ میں غربت کے ساتھ ساتھ ضعف بھی ہے اس لیے ابوبکر بن ابی شیبہ نے اس پر طعن کیا ہے ابن حبان کو تو متروک کہا ہے۔ واللہ اعلم

(١) مرقات المفاتیح: ٨/ ١٣٧

(۱۳۱۲) بَابُ كَمِّ الْقَمِيصِ كَمْ يَكُونُ؟

اس باب میں بھی صرف ایک حدیث مذکور ہے جو تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے اس باب میں قمیص کی آستین کی حد بیان کی گئی ہے رسول اکرم ﷺ کے کرتوں کی آستین کی لمبائی گٹوں تک ہوتی تھی۔

(۳۶۹۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيصًا قَصِيرَ الْيَدَيْنِ وَالطُّولِ.

ترجمۂ حدیث: آپ کے کرتے کی آستین کی مقدار:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کم لمبائی والی چھوٹی آستینوں والی قمیص زیب تن فرماتے تھے۔

تشریح حدیث:

حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے قمیص زیب تن فرمایا اور تمام کپڑوں میں قمیص آپ کو زیادہ محبوب تھا نیز اس کی آستین گٹوں تک تھی، رسول اللہ ﷺ کے کرتے کی آستین کہاں تک لمبی تھی اس بارے میں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کرتے کی آستین ہاتھ کی انگلیوں کے سرے تک تھی علماء نے لکھا ہے کہ آستین کی لمبائی گٹوں تک ہونا افضل ہے۔

قولہ: قصیر الیدین الخ قصیر الیدین سے مراد قصیر الکمین ہے یعنی چھوٹی آستینوں والی قمیص استعمال کرتے تھے، طول سے مراد قامت ہے۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کرتے کی لمبائی ٹخنوں سے اونچی ہوتی تھی۔

(۱۳۱۳) بَابُ حَلِّ الْأَزْرَارِ

اس باب میں بھی صرف ایک ہی حدیث مذکور ہے جو حضرت قرہؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کرتے کی گھنڈی کھلی رکھنا اور بند رکھنا دونوں جائز ہیں رسول اکرم ﷺ کبھی گھنڈی کھلی رکھتے تھے تو کبھی بند، جس نے آپ کو جس حال میں دیکھا اسی کا اتباع کرلیا۔

(۳۶۹۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ دُكَيْنٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُشَيْرٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ وَإِنَّ زِرَّ قَمِيصِهِ لَمُطْلَقٌ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا رَأَيْتُ مُعَاوِيَةَ وَلَا ابْنَهُ فِي شِتَاءٍ وَلَا صَيْفٍ إِلَّا مُطْلَقَةً أَزْرَارُهُمَا.

ترجمہ حدیث: صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت رسول ﷺ

حضرت قرہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی، جب کہ آپ کی قمیص کی گھنڈی کھلی ہوئی تھی راوی حدیث حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ اور ان کے بیٹے کو سردی اور گرمی میں جب بھی دیکھا تو ان کی گھنڈیاں کھلی ہوئی تھیں۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ بعض مرتبہ قمیص کی گھنڈیاں کھلی رکھتے تھے اور بعض اوقات بند رکھتے تھے، آپ کو جب گرمی کی شدت محسوس ہوتی تھی تو گھنڈیاں کھول دیتے تھے اور جب سردی محسوس کرتے تھے تو بند کر دیتے تھے، پس اگر کسی صحابی نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں تو وہ یہ سمجھے کہ شاید آپ کی دائمی عادت یہی ہے چناں چہ انہوں نے غایت درجہ کے عشق و محبت اور آپ سے والہانہ تعلق کی وجہ سے اپنے کرتے کی گھنڈیاں کھلی رکھتے تھے جیسا کہ حدیث باب میں حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے صاحبزادے محترم ہیں ان دونوں حضرات نے تا زندگی آخری لمحات تک اتباع نبوی میں کبھی بھی گھنڈیاں بند نہیں کیں، بعض صحابہ کرام آپ کے احوال عادیہ اور امور عادیہ کے اتباع کرتے تھے جن میں حضرت ابن عمر بھی شامل ہیں ابن عمرؓ اس درجہ اتباع سنت رسول کے عاشق اور دلدادہ تھے کہ آپ نے کسی جگہ اگر استنجا فرمایا تو اتباع رسول میں اس جگہ اسی ہیئت کے ساتھ بیٹھتے تھے تا کہ نبی کریم کی اتباع کا ثواب ملجائے۔

(١٣١٤) بَابُ لُبْسِ السَّرَاوِيلِ

اس باب میں بھی صرف ایک ہی حدیث مذکور ہے جو حضرت سوید بن قیسؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پائجامہ کو پسند فرمایا اور اس کو خریدا بھی ہے البتہ آپ نے پائجامہ استعمال کیا یا نہیں روایت اس سلسلہ میں ساکت ہے تاہم ابن القیم نے فرمایا کہ آپ سے پائجامہ پہننا ثابت ہے۔

(٣٦٩٨) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيلَ.

ترجمہ حدیث: پائجامہ خریدنے کا ثبوت:

حضرت سوید بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے ہم سے پائجامہ کے متعلق بھاؤ تاؤ کئے، (یعنی قیمت طے کی)

تشریح حدیث:

مسند ابو یعلی اور امام طبرانی کی معجم اوسط میں بسند ضعیف سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بازار گیا، چناں چہ ایک کپڑا فروش تاجر کے پاس آپ جا کر بیٹھ گئے اور چار درہم کے بدلہ ایک پائجامہ خریدا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پائجامہ پہنیں گے؟ جو آپ نے اس کو خریدا ہے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! سفر و حضر اور شب و روز پہنوں گا، مجھے ستر پوشی کا حکم ملا ہے اور میں پائجامہ سے زیادہ ستر پوشی کسی چیز میں بھی نہیں پاتا ہوں۔۔ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں صراحت فرمائی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پائجامہ زیب تن کرنا ثابت ہے **و اشتری سراویل و الظاهر انه انما اشتراها ليلبسها، و قد روى فى غير حديث انه لبس السراويل، و كانوا يلبسون السراويلات باذنه** (۱)

(۱۳۱۵) بَابُ ذَيْلِ الْمَرْأَةِ كَمْ يَكُونُ؟

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ عورت اپنی تہبند یا شلوار اور آنچل وغیرہ نصف ساق سے ایک بالشت زیادہ یا ایک ذراع زیادہ لٹکا سکتی ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ ٹخنوں سے ایک بالشت نیچے لٹکانا سنت ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ذراع کی اجازت ہے۔

(۳۶۹۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ تَجُرُّ الْمَرْأَةُ مِنْ ذَيْلِهَا قَالَ شِبْرًا قُلْتُ إِذًا يَنْكَشِفُ عَنْهَا قَالَ ذِرَاعٌ لَا تَزِيدُ عَلَيْهِ.

ترجمۂ حدیث: عورتوں کے لیے اسبال ازار کے جواز کا حکم:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ (مسئلہ) دریافت کیا گیا کہ عورت اپنا دامن (وغیرہ) کتنی مقدار لمبی رکھ سکتی ہے آپ نے فرمایا ایک بالشت، میں نے عرض کیا (یا رسول اللہ) اگر اس سے ستر کھل جائے تو؟ آپ نے فرمایا پھر ایک ذراع زیادہ لمبی کر سکتی ہے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔

تشریح حدیث:

اسبال ازار کی حرمت اور اس سلسلہ میں وارد شدہ وعید کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ ہے جہاں تک عورتوں کی بات ہے تو بقول امام نوویؒ کے اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ عورت کے لیے اسبال ازار جائز ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ

(۱) زاد المعاد: ۱/۱۳۹ بحوالہ اهداء الدیباجه: ۵/۱۸

وفی ھذا الحدیث رخصة للنساء فی جر الازار لانه یکون استر لھف، نیز ابن عبداللہؒ نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ واجمع العلماء علی ان تشمیر الثیاب للرجال لا للنساء، ٹخنوں سے اوپر ازار اور پائجامہ رکھنے کا حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں عورتیں ٹخنوں کے نیچے ازار وغیرہ لٹکا سکتی ہیں کیوں کہ اس میں ان کی ستر پوشی زیادہ ہے عورت کا قدم بھی ستر میں شامل ہے اس لیے چھپانا اس کو بھی ضروری ہے، جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ عورتیں اپنے دامن یا ازار ٹخنوں سے کہاں تک زیادہ طویل رکھ سکتی ہیں؟ تو اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا ایک بالشت زیادہ رکھ سکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ذراع اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، کیوں کہ اس سے مقصد حاصل ہو جارہا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ سے ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دامن لمبا رکھتی ہوں، زمین پر گھسیٹ کر چلتی ہوں ناپاک جگہ پر بھی چلتی ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں یطھرہ ما بعدہ بعد والا حصہ پہلے والے حصہ کو پاک کردے گا، معلوم ہوا کہ عورتیں دامن وغیرہ طویل کریں گی، اور یہ ان کی خصوصیت ہے جس طرح کہ جہاد مردوں کی خصوصیت ہے، عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

کتب القتلُ والقتال علینا ☆ وعلی المحصنات جرُّ الذیول

مروی ہے کہ سب سے پہلی خاتون جس نے دامن کو طویل کیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام ہیں۔

(۳۷۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخِّصَ لَهُنَّ فِي الذَّيْلِ ذِرَاعًا فَكُنَّ يَأْتِينَنَا فَنَذْرَعُ لَهُنَّ بِالْقَصَبِ ذِرَاعًا

ترجمۂ حدیث: ارخاء ازار کی عورت کے لیے اجازت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کو ایک ہاتھ آنچل لمبا رکھنے کی اجازت تھی، پس جب وہ ہمارے پاس آئیں تو ہم انہیں ایک ہاتھ لکڑی سے ناپ کر دیتے تھے۔

تشریح حدیث:

جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ما اسفل من ذالك ففی النار تو حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا والمرأة یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ عورت کا کیا حکم ہے؟ اس کو تو ستر پوشی کے لیے اسبال ازار ضروری ہے ورنہ پاؤں جو ستر میں داخل ہیں کھل جائیں گے آپ نے فرمایا عورتیں ایک بالشت زیادہ کرسکتی ہیں تاکہ اس کے پاؤں میں ڈھک جائے جو شرعاً ستر میں داخل ہیں، عورتیں اگر پاؤں میں خف یا جوراب وغیرہ پہن رکھی ہوں تو اسبال ازار کی ضرورت نہیں کیوں کہ خف اور جوراب سے ستر پوشی ہوگئی۔

(۳۷۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَزِّمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ أَوْ لِأُمِّ سَلَمَةَ ذَيْلُكِ ذِرَاعٌ.

ترجمۂ حدیث:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ یا حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا، تمہارا دامن ایک بس ایک ہاتھ (زیادہ) لمبا ہونا چاہیے۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحدیث قبل ذالك

(۳۷۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ أَبِي الْمُهَزِّمِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي ذُيُولِ النِّسَاءِ شِبْرًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِذًا تَخْرُجَ سُوقُهُنَّ قَالَ فَذِرَاعٌ.

ترجمۂ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک بالشت زیادہ لمبا دامن رکھنے کی اجازت دی تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس صورت میں تو ان کی پنڈلیاں کھل جائیں گی، آپ نے فرمایا پھر ایک ہاتھ لمبا رکھ لیں۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث قد سبق قبل ذالك۔

(۱۳۱۶) بَابُ الْعِمَامَةِ السَّوْدَاءِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عمرو بن حریثؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ سیاہ عمامہ اور سیاہ لباس پہننا جائز ہے اگرچہ سفید افضل ہے۔

(۳۷۰۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمۂ حدیث: سیاہ عمامہ باندھنے کا ذکر:

حضرت عمرو بن حریثؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عمامہ باندھنا سنت ہے، بعض روایت میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس لیے کہ

یہ فرشتوں کا لباس ہے، ایک روایت میں ہے کہ وہ دو رکعتیں نماز جو عمامہ کے ساتھ پڑھی گئیں، بغیر عمامہ کے دو رکعت نفل سے ستر گناہ افضل ہیں اس حدیث کی سند پر بعض لوگوں نے کلام کیا ہے اور کہا کہ اس کی سند ثابت نہیں تاہم اتنی بات یقینی ہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے لیکن یہ سنت عادیہ ہے جسکو بحیثیت سنت اختیار کرنا لاریب باعث اجر و ثواب ہے لیکن جو اس پر عمل نہ کرے وہ قابل ملامت نہیں، اور نہ اس پر نکیر روا ہے۔

سیاہ عمامہ باندھنا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاہ، سبز اور سفید عمامہ باندھنا ثابت ہے مگر افضل یہ ہے کہ سفید کپڑے کے عمامہ باندھے جائیں کیوں کہ کپڑوں میں سب سے عمدہ اور پسندیدہ کپڑا سفید ہے لیکن سیاہ کپڑے کا عمامہ باندھنا بھی جائز ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے عند الخطبہ سیاہ عمامہ بھی باندھا ہے ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے آپ کے عمامہ مبارکہ کا نام صحاب تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو پہنایا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۷۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ بندھا تھا۔

تشریح حدیث:

یہ فتح مکہ کے دن کا واقعہ ہے جیسا کہ نسائی شریف میں اس کی صراحت ہے علماء نے لکھا ہے کہ سیاہ اور سفید عمامہ پہن سکتے ہیں البتہ اگر سیاہ عمامہ باندھنے میں شیعوں کے ساتھ مشابہت لازم آئے تو سیاہ عمامہ نہ باندھا جائے تاکہ تشبہ سے بچا جا سکے۔

عمامہ کی لمبائی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک دو طرح کی تھیں ایک چھوٹی اور ایک بڑی، چھوٹی تقریباً تین گز کی، اور بڑی پانچ گز کی تھی، لیکن کسی روایت میں دستار کی لمبائی منقول نہیں، (۱)

(۳۷۰۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ أَنْبَأَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل اضافہ شدہ: ۸/ ۳۵۴

ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن (مکہ مکرمہ) اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ پر سیاہ دستار تھا (سیاہ دستار کا استعمال تعلیم جواز کے لیے تھا)

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مضى قبل ذالك۔

(۱۳۱۷) بَابُ إِرْخَاءِ الْعِمَامَةِ بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ

اس باب میں ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت عمرو بن حریثؓ سے منقول ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ عمامہ کا شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان ڈالنا سنت ہے۔

(۳۷۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ

ترجمہ حدیث: عمامہ کا شملہ:

حضرت عمرو بن حریثؓ کہتے ہیں کہ گویا (اس وقت) میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ ہے، کہ جس کے دونوں کنارے کو دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکا رکھے ہیں۔

تشریح حدیث:

عمامہ باندھنے میں شملہ چھوڑنا افضل ہے لیکن دائمی طور پر نہیں، چناں چہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کبھی شملہ چھوڑتے تھے اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے اسی طرح بعض دفعہ آپ کے عمامہ کا شملہ گردن سے نیچے لٹکا ہوتا تھا اور بعض دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ عمامہ کا ایک سرا عمامہ میں اڑس دیتے تھے اور دوسرا سرا چھوڑ دیتے تھے نیز آپ کے عمامہ کا شملہ زیادہ تر اوقات میں پیٹھ پر پڑا ہوتا تھا اور کبھی کبھی دائیں طرف بھی لٹکا لیتے تھے، اور کبھی کبھی ایسا بھی کرتے تھے کہ عمامہ کے دونوں سروں کا شملہ چھوڑ کر دونوں کو دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی ایک سینہ پر اور دوسرے کو پیٹھ پر لٹکا لیتے تھے لیکن ایک طرف لٹکانا چوں کہ ثابت نہیں ہے اس لیے یہ بدعت ہے کنز الدقائق میں مکتوب ہے کہ شملہ کو مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا مستحب ہے فقہی اعتبار سے شملہ کا ترک مستحب ہے جس کا تعلق سنن زوائد سے ہے سنن ہدیٰ سے نہیں، اس لیے اس کے ترک میں کوئی گناہ نہیں، اگر چہ اس کو اختیار کرنا باعث اجر وثواب ہے جن حضرات نے شملہ چھوڑنے کو سنت موکدہ کہا ہے ان کا قول تحقیق روایت کے خلاف ہے۔

شملہ کی لمبائی:

علماء نے لکھا ہے کہ عمامہ کے شملہ کی لمبائی کم از کم ایک بالشت اور زیادہ سے زیادہ ایک ذراع ہونی چاہئے، اس سے زائد شملہ چھوڑنا بدعت ہے اور اسراف واسبال میں داخل ہے جو ممنوع ہے اگر مقررہ مقدار سے زائد لمبائی از راہ تکبر وغرور ہے تو یہ حرام ہے ورنہ مکروہ اور خلاف سنت، نیز شملہ چھوڑنے کو صرف نماز کے ساتھ مختص کرنے کو بھی علماء نے خلاف سنت لکھا ہے، شملہ نماز اور خارج نماز دونوں میں چھوڑنا سنت ہے۔

(۱۳۱۸) بَابُ كَرَاهِيَةِ لُبْسِ الْحَرِيرِ

اس باب کے ذیل میں حضرت امام ابن ماجہ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے منقول ہیں اس باب کی حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے ریشم کا استعمال عام حالات میں جائز نہیں ہے البتہ بعض احوال اور بعض صورت میں کچھ قید وبند کے ساتھ اجازت ہے۔

(۳۷۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ.

ترجمہ حدیث: مردوں کے لیے دنیا میں ریشم کا استعمال حرام:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں ریشم کا لباس استعمال کرے گا آخرت میں وہ اس کو نہیں پہن سکے گا۔

تشریح حدیث:

ریشم اہل جنت کا لباس ہے اللہ تعالی قیامت کے دن جنتیوں کو یہ لباس عطا فرمائیں گے اللہ تعالی نے اس دنیا میں مردوں کے لیے ریشم کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا جو شخص حکم خداوندی اور فرمان الٰہی کے مطابق عمل کرتے ہوئے دنیا میں ریشم کے استعمال سے باز رہے گا اللہ تعالی اسے جنت میں دنیا کی ریشم سے لاکھوں درجہ عمدہ ریشم کا لباس عطا فرمائیں گے اور جو شخص حکم خداوندی کو پامال کرتے ہوئے اس دنیا میں ریشم کو استعمال کیا تو وہ جنت میں اس سے محروم رہے گا۔

مردوں کے لیے ریشم پہننے کی ممانعت کی وجوہات:

مردوں کے لیے اس دنیا میں ریشم کے استعمال کو حرام قرار دیا گیا ہے، شراح کرام نے اس کی تین وجوہات لکھی ہیں

وجہ اول: اسکا استعمال مردوں میں زنانہ پن اور طبیعت میں نسوانیت کی صفت پیدا کرتا ہے حالاں کہ مردوں کے لیے

مردانگی مطلوب ہے اور عورتوں کے لیے زنانہ پن اور نسوانی صفت مطلوب ہے، اس لے مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال کیا گیا ہے اس وجہ کی جانب قرآن نے بھی اشارہ فرمایا ہے کہ زیورات پہننا عورتوں کی شان ہے سورت الزخرف میں ہے او من ینشؤا فی الحلیة۔ البتہ جنت میں یہ چیز ہوگی اور اس دنیا میں جنت کے نمونہ کے طور پر تھوڑی مقدار میں مردوں کے لیے حلال رکھی گئی ہے۔

وجہ ثانی:

رسول اکرم ﷺ نے ان تمام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو عیش پرستی اور لذت دنیا میں سرشاری کا ذریعہ بنیں، چناں چہ ریشم اور سونا بھی اسی قبیل سے ہیں آخرت فراموشی اور دنیا طلبی کا ذریعہ ہے۔

وجہ ثالث:

ریشم کے استعمال کی ممانعت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ تکبر وغرور کو پیدا کرتا ہے زیب وزینت اور جمال لاریب اللہ تعالیٰ کو پسند ہے لیکن یہ چیزیں اگر ٹھاٹھ اور نمائش کی حد تک پہنچ جائیں تو پسندیدہ نہیں، کیوں کہ ٹھاٹھ اور نمائش دل میں غرور کو پیدا کرتی ہے اسی وجہ سے شریعت نے مردوں کے لیے ریشم کے استعمال کو اس دنیا میں حرام قرار دیا ہے۔

(۳۷۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الدِّيبَاجِ وَالْحَرِيرِ وَالْإِسْتَبْرَقِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے (دنیا میں) ریشم (کے اقسام) دیباج، حریر، اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث: ریشم کے استعمال کے بارے میں حضرات فقہاء کا اختلاف:

تمام فقہاء کرام اصولی طور پر اس بات پر متفق ہیں کہ مردوں کے لیے ریشمی لباس کا استعمال جائز نہیں، البتہ اس کی تفصیل میں معمولی نوعیت کا اختلاف ہے، ابن حجر عسقلانیؒ ابن بطال کے حوالہ سے فتح الباری میں تین اقوال نقل کئے ہیں

(۱) قول اول:

حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، حذیفہ، ابو موسیٰؓ، ابن زبیرؓ اور تابعین میں سے حضرت حسن بصری اور ابن سیرین کی رائے یہ ہے کہ ریشمی لباس کا استعمال ہر حال میں ہر ایک کے لیے حرام ہے مرد ہو یا عورت۔ سب کا حکم برابر ہے۔

(۲) قول دوم:

ایک دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ ریشمی لباس کا استعمال مطلقاً جائز ہے بشرطیکہ اس کا استعمال از راہ غرور وتکبر نہ

(۱) فتح الباري: ۲۸۵/۱۰

ہو، ممانعت سے متعلق تمام احادیث تکبر کے طور پر پہننے کی صورت پر محمول ہے مگر یہ قول عند الجمہور مردود ہے، کیوں کہ احادیث میں محض لبس حریر پر وعید آئی ہے۔

(۳) قول سوم:

ایک تیسری جماعت کا قول یہ ہے کہ ریشمی لباس کا استعمال مکروہ ہے حرام نہیں، علامہ ابن دقیق العید نے قول ثالث کے قائلین کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ مردوں کے لیے ریشم کا استعمال حرام ہے اور عورتوں کے لیے مباح ہے۔ (۱)

کیا ریشم کا پہننا مطلقاً حرام ہے؟

ریشمی لباس کا استعمال مطلقاً حرام ہے یا کسی عذر کی وجہ سے جائز ہے؟ اس بارے میں بھی فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے چناں چہ حضرات فقہاء کرام سے دو اقوال منقول ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

قول اول:

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خارش اور جوؤں کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے مردوں کے لیے ریشمی لباس کا استعمال مطلقاً جائز ہے اسی طرح جنگ کے اندر بھی ریشم کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے اس لیے کہ ریشم دشمن کے حملہ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، کیوں کہ ریشم پر تلوار اچٹ جاتی ہے اور آدمی زخمی ہونے سے بچ جاتا ہے اس لیے ان دونوں صورتوں میں ریشم کا استعمال مردوں کے لیے مطلقاً جائز ہے۔

قول دوم:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں بھی خالص ریشم کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں، البتہ مخلوط ریشم کا استعمال کرنا جائز ہے۔

مخلوط کی تفصیلات:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مخلوط میں بھی تفصیل ہے کہ اگر اس کپڑے کا بانا حریر ہے اور تانا غیر حریر ہے تو ایسا کپڑا، پہننا عند الاحناف ناجائز ہے البتہ اگر تانا حریر ہو اور بانا غیر حریر ہو تو ایسا ریشمی کپڑا عام حالات میں بھی جائز ہے، لہٰذا حرب اور مرض کی حالت میں بدرجہ اولی جائز ہوگا نیز حرب اور مرض کی حالت میں ریشمی کپڑے کا استعمال بھی جائز ہے جس کا بانا حریر ہو اور تانا غیر حریر ہو، اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کے اندر اصل بانا ہوتا ہے بانا ہی سامنے رہتا ہے

(۱) فتح الباري: ۲۸۵/۱۰۔

اور تانا اندر رہتا ہے لہٰذا اگر تانا حریر ہے اور بانا غیر حریر ہے تو اس کپڑے کے ظاہر میں حریر کی صفات دیکھنے میں نظر نہیں آئیں گی کیوں کہ اس صورت میں حریر پوشیدہ رہے گا اس لیے عند الاحناف ایسا کپڑا عام حالات میں بھی پہننا جائز ہے اور اگر بانا حریر ہو اور تانا غیر حریر ہو تو اس صورت میں اس کپڑے کی ظاہری شکل حریر جیسی ہوگی اور حریر سامنے نظر آئے گا اس لیے وہ عام حالات میں ناجائز ہے البتہ عند الضرورت مرض اور حرب کی حالت میں جائز ہے (۱)

ریشمی بستر اور تکیہ وغیرہ کا استعمال:

حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ریشمی بستر، فرش، تکیہ اور پردے وغیرہ کا استعمال جائز ہے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں، غالباً صاحبین کی رائے زیادہ صحیح ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ حریر، دیباج کپڑے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (۲) نابالغ بچوں کو ریشمی کپڑا پہنانا جائز نہیں، البتہ پہنانے والا گناہ گار ہوگا، (۳)

صاحبین کی طرح دوسرے فقہاء کرام بھی ریشمی کپڑے کے تکئے اور پردے نیز فرش کو جائز قرار نہیں دیتے، نیز خارش، جوں وغیرہ کی وجہ سے بھی فقہاء مالکیہ کے سوا دوسرے فقہاء ریشمی کپڑے کی اجازت دیتے ہیں، چار انگلی کی مقدار کی اجازت میں دوسرے فقہاء بھی احناف کے ہم خیال ہیں، ریشمی دھاگے کے ساتھ سوتی یا کسی اور دھاگے کی بناوٹ ہو تو شوافع اور حنابلہ کے نزدیک غالب کا اعتبار ہوگا اور مالکیہ کے نزدیک بہرحال اس کی ممانعت ہوگی احناف کی رائے گزر چکی ہے کہ اگر بانا ریشم کا نہ ہو صرف تانا ریشمی ہو تو جائز ہے۔ (۴)

(۳۷۰۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ وَقَالَ هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ریشم اور سونے کے استعمال سے منع فرمایا کہ یہ دنیا میں کافروں کے لیے ہے اور آخرت میں ہمارے لیے ہے۔

تشریح حدیث:

جس طرح حریر کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز ہے اسی طرح سونے کا استعمال بھی مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز اور حلال، اور مردوں کے حق میں ان کی حرمت کی بھی وجہ وہی ہے جو حریر

(۱) مستفاد درس ترمذي: ۵/ ۳۳۰ (۲) بخاري: ۲/ ۸۶۸ (۳) قاموس الفقه: ۳/ ۲۵۴ (۴) قاموس الفقه: ۳/ ۲۵۴

کی حرمت کی وجہ ہے جس کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے۔
عورت کے لیے بھی سونا اور چاندی کا استعمال صرف زیور کی شکل میں جائز ہے سونے چاندی کے برتن، سرمہ دانی کنگھی، اور آئینہ وغیرہ عورت کے لیے بھی جائز نہیں، اور غیر مقطع زیور جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور غیر مقطع زیور وہ ہے جو ایک بڑا ٹکڑا ہو، جیسے ہنسلی، چوڑی وغیرہ، اس کو محلق بھی کہتے ہیں، ایسے بڑے زیور کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک ہر زیور جائز ہے خواہ وہ مقطع ہو یا غیر مقطع، اور دلیل ترمذی شریف کی روایت ہے جو ابو موسی اشعریؓ سے مروی ہے ان رسول اللہ ﷺ قال: حرم لباس الحریر والذھب علی ذکور امتی، واحل لاناثھم۔ یہ حدیث عام ہے چھوٹے بڑے ہر قسم کے زیور کو شامل ہے نیز سورۂ زخرف کی آیت او من ینشوا فی الحلیة سے بھی اس کا جواز مستنبط ہوتا ہے۔
مگر اس سلسلہ میں دوسری رائے یہ ہے کہ عورت کے لیے صرف مقطع یعنی چھوٹا زیور جیسے انگوٹھی بالی، اور جو دھاگے میں پرویا ہوا ہو جائز ہے عورت کے لیے بڑے زیور کا استعمال جائز نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو سونا استعمال کرنے سے منع فرمایا صرف مقطع کی اجازت دی، (مشکوۃ حدیث: ۴۳۹۵) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، اے عورتو! کیا تمہارے لیے چاندی میں وہ چیز نہیں جس کے ذریعہ تم بناؤ سنگار کرو، سنو! تم میں سے جو بھی عورت سونا پہنے گی جس کو وہ ظاہر کرے گی تو اس کے ذریعہ سزا دی جائے گی (مشکوۃ: ۴۴۰۳) ان احادیث کی وجہ سے غیر مقطع زیور کا استعمال ممنوع ہوگا۔ جمہور اہل فرماتے ہیں کہ یہ وعید کی حدیثیں ہیں جن سے شرعی حکم ثابت نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وعید کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً زکوۃ ادا نہ کرنا، نمائش کرنا وغیرہ۔

(۳۷۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ ابْتَعْتَ هَذِهِ الْحُلَّةَ لِلْوَفْدِ وَلِيَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عمر بن الخطابؓ نے سیراء کا ایک ریشمی جوڑا دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ اس کو وفود (سے ملاقات کرنے اور جمعہ کے لیے خرید لیں (تو کیا ہی اچھا ہو) رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا جز ایں نیست اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

تشریح حدیث:

شراح کرام فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو ریشم کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے استعمال کرے، یا پھر اس قسم کی احادیث زجر و تہدید پر محمول ہے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشمی کپڑا پہنے گا وہ ان

لوگوں کے ساتھ جنت میں نہیں ہوگا جو اول مرحلہ میں فائز المرام ہو کر جنت میں جائیں گے، چناں چہ اس کی تاکید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت جویریہؓ سے نقل کی ہے کہ من لبس الحریر فی الدنیا البسه الله یوم القیامة ثوبا من نار یعنی جس شخص نے دنیا میں ریشمی کپڑا زیب تن کیا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کا لباس پہنائے گا۔

(۱۳۱۹) بَابُ مَنْ رُخِّصَ لَهُ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ

اس باب میں صرف ایک حدیث خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے اس باب میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کو بدرجہ مجبوری عذر کی وجہ سے ریشم استعمال کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔

(۳۷۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ نَبَّأَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَلِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فِي قَمِيصَيْنِ مِنْ حَرِيرٍ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِمَا حِكَّةٍ.

ترجمۂ حدیث: خارش زدہ شخص کے لیے ریشم پہننے کی اجازت:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے حضرت زبیر بن العوامؓ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ریشمی قمیص استعمال کرنے کی اجازت دی، کھجلی کی بیماری کی وجہ سے۔

تشریح حدیث:

اگر کوئی مجبوری ہو مثلاً بدن میں خارش یا چیچک ہو جائے یا جسم میں جوئیں پڑ جائیں اور کوئی کپڑا پہنا نہ جائے تو ایسی صورت حال میں ریشمی کپڑا استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح جنگی ضرورت کی وجہ سے بھی ریشمی لباس استعمال کرنے کی اجازت ہے کیوں کہ ریشم کی چمک دشمن کی نظر کو خیرہ کرتی ہے اور اس پر تلوار کا وار اثر نہیں کرتا بلکہ تلوار اچٹ جاتی ہے۔

(۱۳۲۰) بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت اسماء کے غلام ابو عمروؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ریشم تو فی نفسہ استعمال کرنا حرام ہے لیکن اگر ریشم چار انگل سے کم مقدار میں ہو تو اس کا استعمال کرنا روا ہے تفصیل حدیث کی شرح میں آئے گی۔

(۳۷۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ إِلَّا مَا كَانَ هَكَذَا ثُمَّ أَشَارَ بِإِصْبَعِهِ ثُمَّ الثَّانِيَةِ ثُمَّ الثَّالِثَةِ ثُمَّ الرَّابِعَةِ

فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا عَنْهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عمرؓ حریر اور دیباج کے استعمال کرنے سے منع کرتے تھے مگر جو اس قدر ہو، پھر آپ نے ایک انگلی سے اشارہ فرمایا، پھر دوسری، پھر تیسری، اور پھر چوتھی سے اشارہ کیا، (چار انگلی تک ریشم کا گوٹ درست ہے) اور فرمایا رسول اللہ ﷺ ہمیں ریشم کے استعمال سے منع فرمایا کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ جب ملک شام تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں مقام جابیہ میں فوج کے سامنے ایک پر مغز تقریر کی، اور تقریر میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے مردوں کے لیے ریشمی لباس کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے ہاں اگر دو تین یا چار انگلی کے برابر ہو تو اس کی اجازت ہے، چار انگشت کے برابر ریشمی کپڑا ہو تو مردوں کے لیے حلال ہے اکثر علماء کا یہی قول ہے، چوڑائی میں چار انگلی تک اجازت ہے اور لمبائی میں بلا قید مردوں کے لیے ریشم حلال ہے کیوں کہ اتنی قلیل مقدار اول تو لباس کے دائرے میں نہیں آتی، یعنی اس کو پہنا وا نہیں کہتے، پھر اتنی مقدار کی کبھی ضرورت بھی پیش آتی ہے رنگر کھا اور شیروانی میں گوٹ لٹکانے کے لیے اس کی حاجت پڑتی ہے نیز اتنی مقدار اس لیے بھی روا ہے کہ وہ جنت کا پیکر محسوس بن کر نگاہوں کے سامنے رہے تا کہ عمل صالح کی ترغیب ہو۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب۔

(۳۷۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ مَوْلَى أَسْمَاءَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اشْتَرَى عِمَامَةً لَهَا عَلَمٌ فَدَعَا بِالْجَلَمَيْنِ فَقَصَّهُ فَدَخَلْتُ عَلَى أَسْمَاءَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهَا فَقَالَتْ بُؤْسًا لِعَبْدِ اللَّهِ يَا جَارِيَةُ هَاتِي جُبَّةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ بِجُبَّةٍ مَكْفُوفَةِ الْكُمَّيْنِ وَالْجَيْبِ وَالْفَرْجَيْنِ بِالدِّيبَاجِ

ترجمہ حدیث: ریشمی حاشیہ والا عمامہ:

حضرت اسماءؓ کے آزاد کردہ غلام ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک عمامہ خریدا جس کا حاشیہ (ریشمی) تھا آپ نے قینچی منگوائی اور حاشیہ کاٹ ڈالا پھر میں حضرت اسماءؓ کے پاس گیا تو میں نے ان سے اس کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے کہا افسوس ہے عبداللہ پر، اے لڑکی! ذرا رسول اکرم ﷺ کا جبہ تو لاؤ، چناں چہ وہ ایک جبہ لائی جس کی آستین، گریبان اور کلیوں پر ریشم کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔

تشریح حدیث:

قولہ: فدعا بالجلمین: ہندو پاک میں جونسخہ رائج ہے اس میں فدعا بالقلمین کے الفاظ ہیں اس کے معنی قینچی کے ہیں قاموس میں لکھا ہے القلم و منها الجلم ما يجز به: جس کے ذریعہ کسی چیز کو کاٹا جائے مراد قینچی ہے۔

قولہ: بؤسا لعبد الله: بؤس بئس يبئس (سمع يسمع) بؤساً مصدر ہے اس کے معنی شدت اور فقر کے ہیں یعنی اللہ تعالی ان کو کسی مصیبت میں گرفتار کرے حدیث شریف میں بد دعا کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ تعجب کے لیے استعمال ہوا ہے، مقصود دعا ہے،

چونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ چار انگل کے بقدر ریشم استعمال کرنا جائز ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اس کی رخصت دی ہے اس لیے انہوں نے عمامہ کے اس حصہ کو کاٹ ڈالا جس میں گوٹ لگی ہوئی تھی، حضرت اسماءؓ کو ان کے غلام ابوعمرؒ نے جا کر بتایا کہ ابن عمر نے ایسا ایسا کیا تو انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ کا اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا افسوس ہے عبداللہ پر خواہ مخواہ بلا وجہ عمامہ کے حاشیہ کو کاٹ ڈالا۔ اتنی مقدار تو ریشم کی اجازت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے جبہ میں بھی اتنی مقدار ریشم تھا پھر انہوں نے یقین دلانے کے لیے حضور اکرم ﷺ کا جبہ مبارک منگا کر دکھایا تو آپ کے مبارک جبہ میں آستین، گریبان، اور کلیوں میں ریشم کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔

(۱۳۲۱) بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ لِلنِّسَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو امیر المومنین خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حریر اور سونے کی حرمت کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں استعمال کرنا جائز اور حلال ہے،

(۳۷۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي الصَّعْبَةِ عَنْ أَبِي الْأَفْلَحِ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زُرَيْرٍ الْغَافِقِيِّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرِيرًا بِشِمَالِهِ وَذَهَبًا بِيَمِينِهِ ثُمَّ رَفَعَ بِهِمَا يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي حِلٌّ لِإِنَاثِهِمْ

ترجمۂ حدیث: مردوں کے لیے ریشم اور سونے کی ممانعت:

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ میں ریشم لیا اور دائیں ہاتھ میں سونا پھر آپ نے ان دونوں کو لیکر اپنے ہاتھ کو اوپر کی جانب اٹھایا اور فرمایا (سنو!) بے شک یہ دونوں چیزیں میری امت

کے مردوں کے لیے حرام اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

تشریح حدیث:

آپ نے ریشم کو دونوں ہاتھ میں لے کر اوپر کی جانب اٹھا کر لوگوں کے سامنے ان کی حرمت کا اعلان اس لیے فرمایا تاکہ لوگوں کو خوب اچھی طرح معلوم ہو جائے اور لوگ ان دونوں چیزوں کو پہچان لیں اور ان کی حرمت ان کے دلوں میں راسخ اور پیوست ہو جائے، چناں چہ جمیع امت اسلامیہ کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ حریر و سونا کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال، تفصیل ماقبل میں آچکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں،

(۳۷۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ أَبِي فَاخِتَةَ حَدَّثَنِي هُبَيْرَةُ بْنُ يَرِيمَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةٌ مُكَفَّفَةٌ بِحَرِيرٍ إِمَّا سَدَاهَا وَإِمَّا لَحْمَتُهَا فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيَّ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَصْنَعُ بِهَا أَلْبَسُهَا قَالَ لَا وَلَكِنِ اجْعَلْهَا خُمُرًا بَيْنَ الْفَوَاطِمِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کپڑے کا ایک جوڑا ہدیہ میں آیا، جس میں ریشم شامل تھا، یا تانا ریشم تھا یا بانا، رسول پاک ﷺ نے وہ مجھے بھیج دیا، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کا کیا کروں؟ کیا میں اس کو زیب تن کرلوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اس کو کاٹ کر اپنی بیوی فاطمہ کے لیے اوڑھنی بنالو۔

تشریح حدیث:

قولہ: اجعلها خمراً بين الفواطم: فواطم سے مراد حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد، اور فاطمہ بنت حمزہ اور رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ ہے، اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ریشم کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے البتہ عورتوں کے لیے حلال ہے کیوں کہ آپ نے حضرت علیؓ کو استعمال کرنے سے منع فرمایا جو عدم جواز کا واضح ثبوت ہے اور اوڑھنی بنانے کی اجازت دی جو اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ اس کا استعمال عورتوں کے لیے جائز ہے،

(۳۷۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْإِفْرِيقِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي إِحْدَى يَدَيْهِ ثَوْبٌ مِنْ حَرِيرٍ وَفِي الْأُخْرَى ذَهَبٌ فَقَالَ إِنَّ هَذَيْنِ مُحَرَّمٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي حِلٌّ لِإِنَاثِهِمْ.

ترجمۂ حدیث: عورتوں کے لیے ریشم اور سونے کی حلت:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ آپ کے ہاتھ

میں ریشم کا کپڑا تھا اور دوسرے ہاتھ میں سونا، آپ نے فرمایا (سنو!) بے شک یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام کر دئے گئے ہیں البتہ ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مر قبل ذالك۔

(۳۷۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَ حَرِيرٍ سِيَرَاءَ.

ترجمۂ حدیث: حضرت زینب بنت رسول کا حریر استعمال کرنا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو دھاری دار ریشمی قمیص پہنتے دیکھا۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث بھی اس بات پر دال ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ حضرت زینب بنت رسول ﷺ کے عمل سے ثابت ہو رہا ہے۔

قوله: رأيت علی زينب: یہ روایت شاذ ہے اصل روایت جو محفوظ ہے اس میں زینب کی جگہ ام کلثومؓ ہے۔

سيراء: مخططة بالحرير، وہ چادر یا لباس جس میں ریشم کی دھاری اس حدیث شریف کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد عورتوں کے لیے ریشم کی حلت اور جواز کو ثابت کرنا ہے جو بدرجہ اتم ثابت ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۲۲) بَابُ لُبْسِ الْأَحْمَرِ لِلرِّجَالِ

اس باب میں صرف دو حدیثیں مذکور ہیں جو حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت بریدہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے سرخ دھاری والا جوڑا استعمال کرنا جائز ہے خالص بھڑکدار سرخ کپڑا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے شرح حدیث کے تحت انشاء اللہ تفصیل آ رہی ہے۔

(۳۷۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْقَاضِي عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَجْمَلَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَرَجِّلًا فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ.

ترجمۂ حدیث: سرخ جوڑے کا استعمال:

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت و جمیل کسی کو نہیں دیکھا کہ آپ بالوں میں کنگھا کئے ہوئے سرخ جوڑے میں ملبوس ہیں۔ (یہ سرخ دھاری دار یمنی حلہ تھا)

تشریح حدیث: خالص سرخ حلہ استعمال کرنے کا شرعی حکم:

قوله: في حلة حمراء: اس حدیث شریف سے سرخ رنگ کے لباس کا جواز معلوم ہوتا ہے، حضرات فقہاء کرام کے

یہاں بھی مختلف اقوال ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس سلسلے میں سات اقوال نقل کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مطلقاً جائز ہے، یہ قول علیؓ، طلحہؓ، عبداللہ بن جعفرؓ براءؓ، تابعین میں سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، شعبی، ابوقلابہ اور تابعین کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے۔

(۲) مطلقاً ناجائز ہے، کمایدل علیه حدیث ابن عمر الذی سیاتی فی الباب القادم۔

(۳) مکروہ ہے۔ بشرطیکہ گہرا سرخ ہو، اگر ہلکا سرخ ہو اور سیاہی مائل سرخی ہو یعنی براؤن رنگ تو یہ بلا کراہت جائز ہے، حضرت عطاء طاؤس اور مجاہد سے یہی قول منقول ہے۔

(۴) تزین اور شہرت کی نیت سے سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرنا مطلقاً مکروہ ہے البتہ گھروں میں کام وکاج کے لیے استعمال کرنا جائز ہے، ابن عباسؓ سے یہی مروی ہے۔

(۵) اگر سوت پہلے رنگا گیا پھر بنا گیا تو اس کا پہننا جائز ہے اور بننے کے بعد رنگا گیا ہو تو اس کا پہننا ممنوع ہے علامہ خطابی کا رجحان اسی طرف ہے۔

(۶) جن احادیث میں سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد گیروا رنگ ہے لہٰذا گیرو رنگ کے علاوہ دوسرے کوئی رنگ بھی ممنوع نہ ہوگا۔

(۷) ممانعت کا تعلق اس کپڑے سے ہے جس کو مکمل سرخ رنگ میں رنگا گیا ہو، چناں چہ اگر سرخ رنگ کے علاوہ سفید یا سیاہ یا ان کے علاوہ کوئی اور رنگ بھی ہو تو وہ بلا کراہت جائز ہے۔ احادیث مبارکہ میں جو یہ آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سرخ رنگ کا جوڑا استعمال فرمایا ہے اس سے مراد خالص سرخ نہیں ہے بلکہ ایسا سرخ مراد ہے جو مخطط دھاری دار تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں جتنے بھی حلے تیار کئے جاتے تھے، وہ یمن میں تیار کئے جاتے تھے اور یمن میں اکثر و بیشتر حلے مخطط یعنی دھاری دار تیار کئے جاتے تھے اس لیے لامحالہ رسول اکرم ﷺ نے جو سرخ رنگ کا حلہ زیب تن کر رکھا تھا وہ دھاری دار تھا، ابن القیم نے بھی زاد المعاد میں یہی تحقیق پیش کی ہے (۱)

(۸) علامہ محمد بن جریر طبریؒ نے ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک ہر قسم کے رنگ میں رنگا ہوا کپڑا استعمال کرنا جائز ہے لیکن میں اس کپڑے کا پہننا پسند نہیں کرتا جو گہرا سرخ ہو، اس لیے کہ یہ ہمارے زمانے میں صاحب مروت کا لباس نہیں، اور حدود شریعت میں رہ کر زمانے کے فیشن کی رعایت بھی مروت میں داخل ہے زمانے کے روپ اور فیشن کے خلاف نیا طرز اپنانا ایک قسم کی شہرت ہے جو شرع میں مذموم ہے (۲)

(۱) فتح الباري: ۱۰/۳۰۵ زاد المعاد: ۱/۱۳۷ (۲) مستفاد اهداء الديباجه: ۵/۳۲

خلاصۂ بحث:

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ تیز سرخ رنگ مردوں کے لیے ناپسندیدہ ہے، یعنی مکروہ تنزیہی ہے اور ہلکا سرخ رنگ اور سیاہی مائل سرخی یعنی براؤن رنگ بلاکراہت جائز ہے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے درس ترمذی میں لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک سرخ جوڑا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ وہ گہرا سرخ ہو، لیکن اگر سرخ رنگ ہلکا ہو یا اس پر سرخ دھاریاں ہوں تو اس کا پہننا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بظاہر آپ نے جولباس استعمال کیا تھا وہ سرخ دھاری کا تھا، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ العالی نے گہرے رنگ کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔

جہاں تک رسول ﷺ نے جو سرخ حلہ استعمال کیا تھا اس کا مطلب حضرت سفیان ثوریؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ یمن کا بنا ہوا حبرہ کپڑا تھا، جس کی زمین سفید تھی اور اس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ سرخ رنگ کی ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ یہ رنگ نہایت مست کن ہے جو مردوں کے شایان شان نہیں، البتہ عورتوں کے لیے زیبا ہے اس لیے ان کے لیے خالص سرخ رنگ کا لباس بھی جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۷۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ بَرَّادِ بْنِ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ قَاضِي مَرْوَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَأَقْبَلَ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَعْثُرَانِ وَيَقُومَانِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخَذَهُمَا فَوَضَعَهُمَا فِي حِجْرِهِ فَقَالَ صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ رَأَيْتُ هَذَيْنِ فَلَمْ أَصْبِرْ ثُمَّ أَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو خطبہ دیتے دیکھا کہ اتنے میں حضرت حسن اور حسینؓ تشریف لائے ان پر سرخ رنگ کی قمیص تھی، (یعنی سرخ رنگ کی قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے) کبھی وہ گرتے کبھی اٹھتے، (کم سنی کی وجہ سے) نبی کریم ﷺ (ان دونوں کو دیکھ کر) منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں کو اپنی گود میں اٹھایا اور فرمایا سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے کہ بلاشبہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں میں نے ان دونوں کو دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا، پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کر دیا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سرخ رنگ کے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے،

قولہ: یعثران ویقومان: حضرت حسنؓ حسینؓ چوں کہ چھوٹے اور بچے تھے اس لیے ڈگمگاتے کبھی گرتے

۔ اور کبھی اٹھتے ہوئے آئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دیکھ کر رہا نہ گیا، خطبہ چھوڑ کر آگے بڑھ کر ان کو فرط محبت میں اٹھالیا اور ان کو پیار کیا پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کیا۔

(۱۳۲۳) بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمُعَصْفَرِ لِلرِّجَالِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ گیروا رنگ کا لباس مردوں کے لیے استعمال کرنا ناجائز ہے البتہ عورتیں استعمال کرسکتی ہیں۔ ان کے لیے جائز ہے۔

(۳۷۲۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُفَدَّمِ قَالَ يَزِيدُ قُلْتُ لِلْحَسَنِ مَا الْمُفَدَّمُ قَالَ الْمُشْبَعُ بِالْعُصْفُرِ. (فی الزوائد: اسنادہ صحیح، رجالہ ثقات)

ترجمۂ حدیث: گہرے سرخ رنگ کا استعمال کرنے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مفدم سے منع فرمایا ہے راوی حدیث یزید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حسن سے دریافت کیا کہ مفدم کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا خوب سرخ رنگا ہوا۔

تشریح حدیث:

عصفر ایک پیلے رنگ کی گھاس ہوتی ہے، زرد رنگ کی بوٹی جس سے رنگائی کی جاتی ہے۔ المعصفر عصفر سے رنگا ہوا کپڑا، اردو میں اس کو گیروا یعنی گہرے گلابی رنگ میں رنگا ہوا کپڑا کہتے ہیں اس قسم کے کپڑے عام طور پر سادھو صفت، پادری، اور عورتیں استعمال کرتی ہیں اس لیے ان کی مشابہت کی وجہ سے شریعت نے اس کو ناپسند کیا ہے۔

قوله: المفدّم: المشبع حمرة: تیز گہرا سرخ، العصفر، صبغ، اصفر اللون.

(۳۷۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ عَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ

ترجمۂ حدیث: کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننے سے ممانعت:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عصفر میں رنگے ہوئے کپڑے کے استعمال کرنے سے، اور میں یہ نہیں کہتا تم لوگوں کو منع فرمایا:

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۷۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ ثَنِيَّةِ أَذَاخِرَ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ فَقَالَ مَا هَذِهِ فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَأَتَيْتُ أَهْلِي وَهُمْ يَسْجُرُونَ تَنُّورَهُمْ فَقَذَفْتُهَا فِيهِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا فَعَلَتِ الرَّيْطَةُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِكَ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ لِلنِّسَاءِ

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ ہم اذاخر کی گھاٹی سے رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ آئے، چناں چہ آپ نے میری طرف التفات فرمایا جبکہ میں ایک ایسی باریک چادر باندھے تھا جو کسم میں رنگی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا یہ کیا چیز ہے؟ میں (آپ کے انداز سوال سے) سمجھ گیا کہ آپ نے اس کو ناپسند کیا، خیر میں اپنے گھر والوں میں آیا جبکہ وہ لوگ چولہا جلا رہے تھے، میں نے اس چادر کو اس میں ڈال دیا (اور جلا ڈالا) پھر میں کل ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا؟ اے عبداللہ تیری وہ چادر کہاں گئی؟ میں نے آپ کو سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا ارے تم نے اپنے گھر والوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنادی، اس لیے کہ یہ عورتوں کے لیے کوئی حرج نہیں ہے، (عورتیں اس کو استعمال کر سکتی ہیں)

تشریح حدیث:

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کسم میں رنگے کپڑے کو ناپسند فرمایا تو صحابی رسول ﷺ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اس کو دھو ڈالوں؟ آپ نے فرمایا بلکہ اس کو جلا ڈالو۔ اس سے درحقیقت آپ ﷺ کا مبالغہ کے ساتھ اس بات کو بیان کرنا تھا کہ اس کپڑے کو کسی بھی صورت میں اپنی ملکیت اور قبضہ سے نکال دو، خواہ اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دو، یا کسی کو ہبہ کر دو، الغرض جس طرح بھی ہو اس کو جلد سے جلد اپنے پاس سے جدا کر دو،

رہا یہ سوال کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دھونے کا حکم کیوں نہیں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا اگرچہ مردوں کے لیے مکروہ اور حرام ہے لیکن عورتوں کے لیے حلال ہے لہٰذا دھونے کی صورت میں اس کو ناقص کر دینا یا ضائع کر دینا تھا اس لیے آپ نے دھونے کا حکم نہ دیا۔ بلکہ عورتوں کو دیدینے کا اشارہ دیا تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں،

قوله: ثنية اذاخر: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے

قوله: ريطة ہر باریک نرم کپڑا،

قوله: مضجرة: ای مصبوغة بالحمرة سرخ رنگ میں رنگین کیا ہوا کپڑا۔

قوله: يسجرون، سجر التنور، تنور گرم کرنا، تنور جس میں روٹی پکائی جائے،

(۱۳۲۴) بَابُ الصُّفْرَةِ لِلرِّجَالِ

اس میں صرف ایک حدیث حضرت قیس بن سعدؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ زرد رنگ کا لباس مردوں کے لیے جائز ہے۔

(۳۷۲۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْنَا لَهُ مَاءً يَتَبَرَّدُ بِهِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِمِلْحَفَةٍ صَفْرَاءَ فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْوَرْسِ عَلَى عُكَنِهِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت قیس بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے، ہم نے آپ کے واسطے پانی رکھا تاکہ آپ اس سے ٹھنڈک حاصل کرلیں، چناں چہ آپ نے غسل فرمایا، پھر میں آپ کے پاس ایک زرد رنگ کی چادر لے کر آیا تو میں نے اس کا اثر آپ کے پیٹ کے سلوٹ میں دیکھا،

تشریح حدیث:

قوله: الورس: نوع من حشيش يصبغ به الثوب: ایک قسم کی گھاس ہے جس سے کپڑا رنگا جاتا ہے

قوله: عكنة. جمع عُكن وأعكان پیٹ کا سلوٹ۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زرد رنگ کے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف کا جملہ فرأيت اثر الورس على عكنه اس پر دال ہے واللہ اعلم:

(۱۳۲۵) بَابُ الْبَسْ مَا شِئْتَ، مَا أَخْطَأَكَ سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ

اس باب میں بھی صرف ایک حدیث، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اصراف اور تکبر سے بچتے ہوئے اشیاء مباح میں سے جس چیز کا بھی دل چاہے شریعت نے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۳۷۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا مَا لَمْ يُخَالِطْهُ إِسْرَافٌ أَوْ مَخِيلَةٌ.

ترجمۂ حدیث: حدود شریعت میں رہ کر ہر مباح چیز کے استعمال کا جواز:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا (اپنی حاجت

اور ضرورت کے بقدر کھاؤ اور پیو، اور جو چیز تمہاری حاجت وضرورت سے زیادہ ہو اس کو راہ خدا میں صدقہ کر دو، (نیز پہننے کی مباح چیزوں میں سے جو چاہو) پہنو، جب تک کہ اس میں اسراف اور تکبر نہ ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کھانے کی ہر مباح چیز کو کھانا اور پہننے کی ہر مباح چیز کو پہننا جائز اور درست ہے لیکن کھانے اور پہننے میں وہ توسع مکروہ ہے جو اسراف اور از راہ تکبر ہو، جس توسع میں اسراف اور تکبر نہ ہو بلکہ اشیاء مباحہ کا استعمال پیش نظر ہو جائز ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ هذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الاسلام العامة في الاخلاق والسلوك، فالاكل والشرب مما انعم الله علي عباده مباح من غير إسراف وكذا اللبس من غير اسراف ولا خيلاء وهذا عام يخصصه ماورد النهي عن بعض الأطعمة والأشربة واللباس، أى أن محاذير الأكل والشرب واللباس ليست منحصرة في السرف والمخيلة[1]

(۱۳۲۶) بَابُ مَنْ لَبِسَ شُهْرَةً مِنَ الثِّيَابِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب میں تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص شہرت اور اپنے آپ کو بڑا ماننے کی نیت سے کوئی لباس استعمال کرے گا تو اللہ تعالی اس کو قیامت کے دن ذلت وخواری کا لباس پہنائے گا اور لوگوں کی نظروں میں اسے حقیر وذلیل کر دے گا۔

(۳۷۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْوَاسِطِيَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ مُهَاجِرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ.

ترجمۂ حدیث: لباس شہرت کا آخرت میں وبال:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (دنیا میں) شہرت کی خاطر (اعلی وقیمتی) لباس پہنے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اسے ذلت کا کپڑا پہنائے گا

تشریح حدیث: اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے اعلی لباس پہننا جائز نہیں

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی عزت اور اپنی بڑائی کے اظہار کی غرض سے اعلی ونفیس لباس استعمال کرے، مقصد یہ ہو کہ لوگ میرے بدن پر اعلی وقیمتی کپڑا دیکھ کر میری عزت اور احترام کرے مجھے جھک کر سلام کریں، میری خوب شہرت اور بڑائی ہو لوگوں میں خوب چرچا ہو تو ایسے شخص کو اللہ تعالی قیامت کے دن ذلت وحقارت کا کپڑا پہنائے گا یعنی

(۱) اهداء الديباجة: ۲۲/۵

وہ اس کپڑے کے باعث قیامت کے دن ذلیل و بے عزت ہوگا، اس سے بظاہر یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی کے لیے ایسا لباس پہنے جس سے تواضع و عاجزی و انکساری، اور بے نفسی و کسر مزاجی ظاہر ہوتی ہو دنیادار لوگ اسے ذلیل و حقیر سمجھتے ہوں اس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں عزت و عظمت کا لباس پہنائے گا۔

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ لباس شہرت سے مراد حرام کپڑے ہیں جن کا پہننا مباح نہیں، بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ اس سے وہ کپڑا مراد ہے جو فقراء و مساکین کو ذلیل و خوار کرنے کی غرض سے از راہ تکبر و غرور استعمال کئے جائیں، بعض کا قول یہ ہے کہ اس سے وہ لباس مراد ہے جو از راہ تمسخر اور مزاق یعنی لوگوں کو ہنسانے کے لیے یوز کئے جائیں یا وہ لباس مراد ہے جو اپنے زہد و پارسائی کے اظہار کے لیے پہنے جائیں، شراح کرام کی ایک جماعت کی رائے گرامی یہ ہے کہ حدیث شریف میں درحقیقت اعمال کو لباس اور ثوب سے تعبیر کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص از راہ ریا و نمود اچھے اعمال کرے تاکہ دنیا والوں کی نظر میں خوب زیادہ شہرت ہو تو قیامت کے دن اس کا حشر وہ ہوگا جو حدیث میں مذکور ہے۔

الغرض حدیث شریف اس بات پر دال ہے کہ لباس شہرت استعمال کرنا حرام ہے، اور لباس شہرت عمدہ لباس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص عام رواج و چلن کے خلاف دوسرے ڈیزائن کا لباس استعمال کرے تاکہ لوگ دیکھیں اور متعجب ہوں تو بقول ابن سعدان کا یہ لباس شہرت میں داخل ہے۔

(۳۷۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ الْمُهَاجِرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا

ترجمۂ حدیث: ذلت کا لباس:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ ذلت و خواری کا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ دہکا دی جائے گی۔

تشریح حدیث:

قال ملا علی قاری فی مرقاۃ: ای ثوب تکبر و تفاخر و تجبر او ماتیخذہ اعتزھا لیشھر نفسہ بالزھد، اوما یسعر بہ المستید من علامۃ السیادۃ کالثوب الاخضر، او مایلبسہ المتفیضھۃ من لبس الفقھاء، والحال انھم منجملۃ السفھاء قال: وفی الجامع الصغیر لیس البر فی حسن اللباس والذی ولکن البر السکینۃ والوقار (۱)

قال صاحب عون المعبود: قال ابن الاثیر: الشھرۃ ظھور الشئی والمراد ان ثوبہ یشتھر بین الناس لمخفالۃ لونہ لالوانھم ثیابھم فیرفع الناس الیہ ابصارھم ویختال علیھم بالعجب والتکبر (۲)

(۱) المرقاۃ: ۸/۱۵۴ (۲) عون المعبود: ۱۱/۷۳

(۳۷۲۷) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيدَ الْبَحْرَانِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ مُحْرِزٍ النَّاجِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ جَهْمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتَّى يَضَعَهُ مَتَى وَضَعَهُ.

ترجمۂ حدیث: لباس شہرت زیب تن کرنے والوں سے اللہ کی ناراضگی:

حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شہرت پسندی کی خاطر لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرماتے ہیں، یہاں تک کہ جب چاہیں اسے رسوا کرتے ہیں (اس کے مقام سے گراتے ہیں)

تشریح حدیث:

قدمرّ شرح الحديث قبل ذالك

(۱۳۲۷) بَابُ لُبْسِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں جو تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ام المومنین حضرت میمونہؓ حضرت سلمان فارسیؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ ماکول اللحم مردہ جانوروں کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہوجاتا ہے اس کا استعمال کرنا شرعاً درست ہے۔

(۳۷۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ.

ترجمۂ حدیث: دباغت کے بعد چمڑے کی طہارت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا جو بھی چمڑا دباغت دیدی جائے وہ پاک ہوجاتا ہے

تشریح حدیث: مردار جانور کے چمڑے کی طہارت اور عدم طہارت میں اختلاف:

بعد دباغت مردار جانور کا چمڑا پاک ہوتا ہے یا نہیں اس بارے میں حضرات فقہاء امت کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ اس بارے میں ان حضرات سے دو قول منقول ہیں۔

قول نمبر (۱):

جمہور اہل علم فقہاء ومحدثین کے نزدیک مردار جانور کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہوجاتا ہے اور اس سے انتفاع درست ہوجاتا ہے، ابن مسعودؓ سعید بن مسیبؒ عطاء بن ابی رباح، حسن بن ابی الحسنؒ، شعبیؒ، سالم بن عبداللہ ابراہیم نخعی،

قتادہ، ضحاک، سعید بن جبیر، یحی بن سعید انصاری، مالک بن انس، لیث، اوزاعی، ثوری، عبدالمبارک، امام ابوحنیفہ امام شافعی اور جملہ احناف وشوافع کا یہی قول ہے کہ مردار کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہوجاتا ہے اور اس سے انتفاع جائز ہے، اور دلیل یہی حدیث باب ہے۔

قول نمبر (۲):

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مذہب، اور بعض اہل حدیث کا قول یہ ہے کہ مردار کا چمڑا نہ دباغت کے بعد پاک ہوتا ہے نہ دباغت سے پہلے پاک رہتا ہے، لہٰذا اس سے انتفاع کسی بھی حال میں جائز نہیں مردار کا چمڑا نجس اور ناپاک ہے ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عکیم کی روایت ہے۔

انسان اور خنزیر کے چمڑے کا حکم:

انسان اور سور کے چمڑے کے علاوہ تمام جانوروں کا چمڑا دباغت کے بعد عندالاحناف پاک اور قابل انتفاع ہوجاتا ہے خنزیر کا چمڑا تو نجس العین ہونے کی وجہ سے پاک نہ ہوگا لہٰذا سور اور انسان کے چمڑے سے کسی بھی حال میں انقاع کی گنجائش نہیں، فقہاء احناف میں سے حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ ہاتھی کا چمڑا خنزیر ہی کی طرح باوجود دباغت کے پاک نہ ہوگا۔۔۔ حضرت امام شافعیؒ اس میں کتا کو بھی شامل کرتے ہیں ان کے نزدیک کتا بھی خنزیر کی طرح نجس العین ہے لہٰذا کتے کا چمڑا بھی باوجود دباغت کے پاک نہ ہوگا۔ (۱)

(۳۷۲۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ شَاةً لِمَوْلَاةِ مَيْمُونَةَ مَرَّ بِهَا يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أُعْطِيَتْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ مَيْتَةً فَقَالَ هَلَّا أَخَذُوا إِهَابَهَا فَدَبَغُوهُ فَانْتَفَعُوا بِهِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

ترجمۂ حدیث: دباغت کے بعد مردار جانور کے چمڑے کی طہارت:

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی جو مرگئی، (تو اسے پھینک دی گئی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا، کیوں نہیں اس کے چمڑے کو دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھایا، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو مردار ہے آپ نے فرمایا اس کا کھانا ہی تو حرام ہے (اس کے چمڑے کو دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھانا تو حرام نہیں)

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہوجاتا ہے اس پر نماز پڑھنا

(۱) تفصیل دیکھئے اہداء الدیباجہ: ۵/ ۳۶-۳۸ تحفۃ الالمعی: ۵/ ۶۰-۶۱ قاموس الفقہ: ۳/ ۴۰۵ تا ۴۰۷، درس ترمذی: ۵/ ۳۳۶ تا ۳۳۸

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

NEW MADARSA

جو کتاب نیٹ پر موجود نہیں ہیں
یا کوئی کتاب آپکو چاہئے جو نیٹ پر
موجود نہ ہو تو آپ ہمیں میسیج کریں

NEW MADARSA

ٹیلیگرام چینل
@New Madarsa
https://t.me/NewMadarsa

یا ٹیلیگرام گروپ
@New Madarsa Group
https://t.me/NewMadarsaGroup

درست ہے، دباغت سے کھانے کے علاوہ تمام خارجی کام میں استعمال کر سکتے ہیں، البتہ درندوں کی کھالوں کا استعمال پہننے اور اوڑھنے میں مکروہ ہے کیوں کہ اس سے مزاج میں درندگی پیدا ہوتی ہے ہاں خارجی استعمال کر سکتے ہیں جیسے دیوار پر زینت کے لیے یا بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لیے لٹکانا جائز ہے۔

یہ حدیث جمہور علماء امت کی دلیل ہے مردار کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس سے انتفاع درست ہے اور امام احمد نے جو عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو استدلال کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً مردار کے چمڑے سے انتفاع کو منع فرمایا ہے خواہ دباغت سے پہلے ہو یا دباغت کے بعد یہ روایت مضطرب ہے عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر خود نہ دیکھی، بلکہ قبیلہ جہینہ کے کچھ لوگوں سے نقل کرتے ہیں اور وہ لوگ کون ہیں اللہ ہی جانے اس لیے حضرت امام احمد نے آخر میں اپنی رائے بدل لی اور جمہور ائمہ کرام کی طرف رجوع کر لیا چناں چہ اب ائمہ اربعہؒ کا متفقہ مسئلہ ہے کہ مردار کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا شرعاً درست ہے۔

(٣٧٣٠) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ كَانَ لِبَعْضِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ شَاةٌ فَمَاتَتْ فَمَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا فَقَالَ مَا ضَرَّ أَهْلَ هَذِهِ لَوْ انْتَفَعُوا بِإِهَابِهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امہات المومنین میں سے کسی ایک کی ایک بکری تھی جو مر گئی، (تو اسے پھینک دی) رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے، اور فرمایا اگر اس کی کھال سے (دباغت دینے کے بعد نفع اٹھا لیتے تو اس کے مالک کو کوئی نقصان نہ ہوتا (یعنی کوئی گناہ نہ ہوتا)

تشریح حدیث:

قولہ: لو انتفعوا اباھابھا: اہاب کسے کہتے ہیں؟ جس چمڑے کو دباغت نہ دی گئی ہو اسکو اہاب کہتے ہیں الموسوعة الفقهية میں ہے الاهاب: الجلد من البقر والغنم والوحش او هو مالم يدبغ [1] گائے، بکری، اور وحشی جانور کے چمڑے یا جس کی دباغت نہ دی گئی ہو اس کو اہاب کہتے ہیں، قال اهل اللغة: الاهاب هو الجلد مطلقاً۔ وقيل هو الجلد قبل الدباغ، واما بعد فلا يسمى اهابا [2] اہل لغت کے نزدیک مطلقاً چمڑے کو اہاب کہتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ دباغت سے پہلے اہاب ہے اور دباغت کے بعد اس کا نام اہاب نہیں، بلکہ مدبوغ ہے۔ یہ حدیث بھی جمہور اہل علم کی دلیل ہے کہ تمام مردار جانور کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہو جاتا ہے سوائے خنزیر اور انسان کے اور عند الشافعی کتے کا چمڑا بھی

(١) الموسوعة الفقهية: ١ (٢) انجاح الحاجه: ٢/٢٥٧

دباغت سے پاک نہ ہوگا کیوں کہ امام شافعی کے نزدیک کتا خنزیر کی طرح نجس العین ہے تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔

(۳۷۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ.

ترجمۂ حدیث: بعد دباغت کے جلود میتہ سے استفادہ کا حکم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مردار کے چمڑوں سے دباغت کے بعد فائدہ اٹھانے کا حکم دیا ہے

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں یہاں امر سے مراد وجوب نہیں ہے یعنی آپ کا امر علی سبیل الایجاب نہ تھا بلکہ علی سبیل الجواز والاباحہ تھا۔ یعنی جائز اور مباح ہے کہ جلود میتہ سے دباغت کے بعد استماع کیا جائے۔

(۱۳۲۸) بَابُ مَنْ قَالَ: لَا يُنْتَفَعُ مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ

اس باب کے ذیل میں صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مردار جانور کی کھال اور اس کے پٹھے سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ لیکن اس باب کی حدیث دباغت سے پہلے پر محمول ہے۔

(۳۷۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ ح و حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ح و حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ أَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس رسول اکرم ﷺ کا گرامی نامہ موصول ہوا (جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ) مردار کی کھال اور پٹھے سے نفع مت اٹھاؤ۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ کوئی بھی چمڑا دباغت دینے سے پاک نہیں ہوگا مگر ماقبل میں بتایا جاچکا ہے کہ اس روایت میں اضطراب ہے عبداللہ نے رسول اکرم ﷺ کی یہ تحریر خود نہیں دیکھی، بلکہ قبیلہ جہینہ کے کچھ

لوگوں سے نقل کرتے ہیں اور وہ کچھ لوگ کون ہیں اللہ ہی جانے بایں وجہ امام احمد ابن حنبل نے اپنے قول سے رجوع کرلیا، اب امام احمد کی وہی رائے ہے جو جمہور کی ہے، واللہ اعلم۔

(۱۳۲۹) بَابُ صِفَةِ النِّعَالِ

اس باب میں صرف دو حدیثیں مذکور ہیں جو تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کی کیفیت کا بیان ہے۔

(۳۷۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مَثْنِيٌّ شِرَاكُهُمَا. (فی الزوائد: اسنادہ صحیح رجالہ ثقات)

ترجمۂ حدیث: نعلین مبارک کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک میں دو تسمے تھے، اور دونوں دوہرے تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: قبالان: بکسر الکاف، زمان النعل جوتے کا فیتہ، تسمہ جو انگوٹھے میں لگا ہو، اور جو پیروں کے اوپر ہو، اس کو شراک النعل کہتے ہیں قبالان کا مطلب یہ ہے کہ لکل واحد منهما قبالان۔

قولہ: مثنی: بضم المیم وفتح الثاء، وتشدید النون، یہ تثنیہ کا اسم مفعول کا صیغہ ہے کسی چیز کا دوبار یعنی دوہرا ہونا، ایک ہی چیز کا دوبار ہونا البتہ اگر اسکو ثنی سے مشتق مانا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ایک چیز پر دوسری چیز لگا دینا اس صورت میں دونوں کا ایک جنس سے ہونا ضروری نہیں علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں ثنی سے ماخوذ ماننے کا محل ہی نہیں ہے۔

قولہ: شراکھما: شراك: بکسر الشین جوتے کا وہ فیتہ جو پیروں کے اوپر ہو، انگلیوں میں۔

(۳۷۳۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جوتوں میں دو تسمے تھے۔

تشریح حدیث:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے اپنی

کتاب زاد السعید میں تفصیلات سے ذکر کی ہیں، اور اس کا نقشہ مبارک بھی دیا ہے، علامہ جریرؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے جوتے مبارک میں دو تسمے انگلیوں میں تھے، ایک انگوٹھا میں اور دوسرا اس سے ملا ہوا درمیان کی انگلی میں اور ان تسموں کا رابطہ پاؤں کے اوپر واقع جوتے کے ایک فیتے سے تھا۔

(۱۳۳۰) بَابُ لُبْسِ النِّعَالِ وَخَلْعِهَا

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث، حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب جوتا یا چپل پہنا جائے تو دائیں پاؤں میں پہنا جائے پھر بائیں پاؤں میں، اور اتارتے وقت پہلے بائیں کا جوتا یا چپل اتارا جائے پھر دائیں پاؤں کا۔

(۳۷۳۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنَى وَإِذَا خَلَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُسْرَى.

ترجمۂ حدیث: سب سے پہلے دائیں پاؤں میں جوتے پہنیں جائیں:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص چپل (یا جوتا) پہنے تو دایاں پاؤں سے پہننا شروع کرے اور جب اتارے تو بایاں پاؤں سے اتارنا شروع کرے۔

تشریح حدیث:

جوتا چپل پاؤں کے لیے زینت ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ تمام اچھے کام دائیں طرف سے شروع کرنے چاہیے، پس جوتے چپل بھی پہلے دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنیں جائے اس کا فائدہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں میں جوتا دیر تک رہے گا، نبی کریم ﷺ تمام اچھے کام میں تیامن یعنی دائیں جانب سے ابتداء کو پسند کرتے تھے جیسا کہ اس کی صراحت احادیث شریفہ میں موجود ہے،

(۱۳۳۱) بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مروجہ طریقہ کے خلاف خواہ مخواہ ایک جوتا یا چپل یا ایک موزہ پہن کر چلنا مناسب نہیں کیوں کہ ایک جوتا یا موزہ پہننے کی صورت میں برا لگتا ہے اور لوگ استہزاء اور تمسخر کی نظر سے دیکھتے ہیں تاہم عند الضرورت ایک جوتا پہن کر چلنا بھی جائز ہے۔

(۳۷۳۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدٍ وَلَا خُفٍّ وَاحِدٍ

لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَمْشِ فِيهِمَا جَمِيعًا.

ترجمہ حدیث: ایک جوتا یا چپل پہن کر چلنے کی ممانعت:

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص ایک جوتا (یا چپل) پہن کر نہ چلے، اور نہ صرف ایک موزہ پہن کر چلے، یا دونوں اتار کر چلے یا پھر دونوں پہن کر چلے۔

تشریح حدیث: ایک سوال اور اس کا جواب:

اس حدیث پر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جوتا یا ایک موزہ پہن کر چلنا ممنوع ہے جبکہ ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے **ربما مشی النبی ﷺ فی نعل واحدۃ**۔ کہ آپ ﷺ کبھی کبھی ایک چپل پہن کر چلتے تھے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، کیوں کہ جن روایتوں سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ عمومی احوال پر محمول ہے اور جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نعل واحد میں چلنا درست ہے وہ خصوصی احوال پر محمول ہے جیسے چلتے ہوئے چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو ہاتھ میں لے لیں اور دوسرا پہنے چلے تو اس کی گنجائش ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے البتہ خود حضرت عائشہ کا یہ عمل تھا کبھی کبھی ایک چپل میں چلتی تھیں یعنی یہ ام المومنین کا فعل ہے حضور ﷺ کا نہیں چناں چہ سفیان ثوریؒ وغیرہ اس کو موقوف بیان کرتے ہیں۔

(۱۳۳۲) بَابُ الِانْتِعَالِ قَائِمًا

اس باب میں صرف دو حدیثیں، حضرت ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جوتا یا چپل کھڑے ہوکر پہننے میں گرنے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر پہننا اولی ہے، کھڑے ہو کر پہننا مناسب نہیں۔

(۳۴۳۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا.

ترجمہ حدیث: جوتا چپل کھڑے ہو کر پہننے کی ممانعت:

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح حدیث:

حضرات محدثین کرام کے نزدیک باب کی دو حدیثیں صحیح نہیں ہیں پس کھڑے ہوکر جوتا چپل پہننے میں کوئی کراہت

نہیں، البتہ اگر کسی سند صحیح ۔ سے یہ حدیث ثابت ہو جائے تو اس میں جو نہی وارد ہوئی ہے وہ نہی تشریعی نہیں بلکہ نہی ارشادی ہے اور یہ نہی ان جوتوں کے بارے میں ہے جن کو کھڑے ہو کر پہننے سے گر جانے کا اندیشہ ہو، یا پاؤں میں صحیح طریقہ سے نہ آنے کا اندیشہ ہو لیکن جو جوتے یا چپل کھڑے ہو کر آرام سے پہنے جا سکتے ہوں ان کو کھڑے ہو کر پہننے میں کوئی حرج نہیں، اور یہ حدیث اس سے متعلق نہیں۔

(۳۶۳۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذالك

(۱۳۳۳) بَابُ الْخِفَافِ السُّودِ

اس باب میں بھی صرف ایک ہی حدیث مذکور ہے جو حضرت بریدہؓ کی سند سے ہے، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ سیاہ موزے استعمال کرنا جائز ہے۔

(۳۶۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ الْكِنْدِيُّ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْكِنْدِيِّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ سَاذَجَيْنِ أَسْوَدَيْنِ فَلَبِسَهُمَا.

ترجمۂ حدیث: سیاہ موزے استعمال کرنا:

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نجاشی نے رسول اکرم ﷺ کو دو سیاہ سادے موزے ہدیہ میں دئے آپ ﷺ نے ان دونوں کو پہنا۔

تشریح حدیث:

قوله: ساذجين: تثنية ساذج بالذال المعجمة، وهو معرب ساده اى ليس عليهما اعلام من الخيوط وغيرها للزينة.

(۱۳۳۴) بَابُ الْخِضَابِ بِالْحِنَّاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت عثمان بن موہبؒ سے منقول ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مہندی کا خضاب

لگانا مردوں کے لیے سر کے بالوں اور ڈاڑھی میں سنت ہے اور بلا ضرورت ہاتھوں اور پیروں میں لگانا حرام ہے، تفصیل حدیث شرح حدیث کے تحت آئے گی۔

(۳۷۴۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يُخْبِرَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ.

ترجمہ حدیث: مہندی کا خضاب لگانے کا حکم:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر ملی کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک یہود و نصاری خضاب نہیں کرتے، لہٰذا ان کی مخالفت کرو۔

تشریح حدیث:

سر یا ڈاڑھی کے بال سفید ہو جائیں تو خضاب لگانا چاہئے، متفق علیہ روایت ہے، مدینہ منورہ میں یہود و نصاری ڈاڑھی سفید رکھتے تھے اور خضاب کا استعمال نہیں کرتے تھے اور رسول اکرم ﷺ ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہتے تھے کہ مسلمان خالص دینی اعمال کے ساتھ ساتھ اپنی ظاہر وضع قطع میں بھی غیر مسلم اقوام سے ممتاز رہیں اس لیے آپ نے حضرات صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم ان کی وضع قطع کے خلاف طریقہ اختیار کرو، اور خضاب لگایا کرو۔

عورتوں کے لیے مہندی کا خضاب

عورتوں کے لیے ہاتھ پاؤں میں مہندی کا خضاب لگانا جائز ہے مردوں کے لیے صرف سر کے بال اور ڈاڑھی میں مہندی لگانا جائز ہے ہاتھ پاؤں میں لگانا جائز نہیں، حتی کہ نابالغ بچوں کے ہاتھ یا انگلیوں میں بھی مہندی لگانا جائز نہیں، خلاصۃ الفتاوی میں ہے، ولا ینبغی للصغیر ان یخضب یدہ بالحناء لانہ تفریق وانہ یباح للنساء دون الرجال، (۱)

خضاب کا رنگ:

سیاہ خضاب کے علاوہ ہر قسم کا خضاب اور ہر رنگ لگانا جائز ہے، تاہم روایات میں تین رنگوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے، ایک مہندی کا خضاب دوسرے کتم کا خضاب، حدیث میں ان دونوں کو بہترین خضاب قرار دیا، تیسرے زرد رنگ، حضرت عبد اللہ بن عمر کا معمول زرد رنگ کا خضاب لگانے کا تھا، اور وہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ آپ کو بھی یہی رنگ سب سے زیادہ محبوب تھا ان تین رنگوں کے علاوہ بعض صحابہ کرام سے زعفرانی رنگ کا خضاب لگانا بھی مروی ہے۔ خضاب

(۱) تاتار خانیہ: ۳۳۶/۴ بحوالہ قاموس الفقہ: ۲۹۸/۳

کے استعمال کرنے کے سلسلہ میں جو حکم مردوں کا ہے وہی حکم عورتوں کا بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب لگانے کے بارے میں روایات کا اختلاف:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں میں خضاب استعمال فرمایا، یا نہیں؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ کے بال سفید ہی نہ تھے کہ انہیں رنگنے اور خضاب لگانے کی ضرورت پیش آتی، بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ نے خضاب کیا ہے یا آپ کے بال خضاب آلود اور رنگین تھے، اس طرح روایتیں صحاح کی کتابوں میں موجود ہیں۔

خضاب لگانا اولی ہے یا ترک خضاب:

روایات احادیث کے اختلاف کی بنیاد پر حضرات علماء کرام اور ائمہ عظام میں اختلاف ہے کہ خضاب کرنا اولی ہے یا ترک خضاب؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کی دو جماعتیں ہیں۔

پہلی جماعت:

ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ خضاب کرنا افضل اور اولی ہے ان حضرات کی دلیل حدیث باب کے علاوہ یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے فرمایا،، غیروا الشیب ولا تشبهو باليهود (۱) یہ روایت اس بات پر دال ہے کہ خضاب کرنا اولی اور افضل ہے اسی حدیث کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے خضاب کیا ہے جو اس کے افضل اور اولی ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری جماعت:

حضرات علماء کرام کی ایک دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ ترک خضاب اولی ہے ان حضرات کی دلیل عمرو بن شعیب کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے بال سفید ہو جائیں وہ اس کے لیے نور ہیں الا یہ کہ وہ انھیں اکھاڑ دے یا خضاب کرے، نیز ایک دوسری روایت میں ہے کہ بحالت اسلام جس کے بالوں میں سفیدی آئی وہ قیامت کے دن نور ہوگی۔

طبری نے ان دونوں طرح کی روایتوں میں اس طرح تطبیق دینے کی کوشش کی ہے اگر کسی کے سفید بال خراب لگتے ہوں تو ان کے لیے خضاب کرنا اولی ہے ورنہ ترک اولی ہے لیکن عندالجمہور راجح قول یہ ہے کہ خضاب کرنا افضل اور اولی ہے کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور اہل کتاب کی مخالفت، نیز بالوں کو غبار آلود ہونے سے بچانے کا ذریعہ بھی ہے۔

(۳۷۴۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَجْلَحِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيْلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ أَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ۔

ترجمۂ حدیث: مہندی اور کتم کا خضاب افضل ہے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہترین چیز جس کے ذریعہ تم

(۱) الموسوعة الفقهية: ۲/۲۷۸

بوڑھاپے کو بدلو، مہندی اور کتم (وسمہ) ہے

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کی بناء پر حضرات علماء کرام کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ بالوں اور ڈاڑھیوں میں خضاب کرنے کے لیے سب سے بہترین رنگ مہندی اور کتم ہے مہندی کو تو ہر شخص جانتا ہے البتہ کتم کیا چیز ہے اس سے بہت سے لوگ ناواقف ہیں، کتم ایک پودہ ہے جس کے بیج سے زمانہ قدیم میں روشنائی بنائی جاتی تھی، اور بالوں میں خضاب کیا جاتا تھا دونوں درختوں کے پتے ملا کر پیسے جائیں تو اس سے سرخی مائل خضاب نکلتا ہے جو بہترین معلوم ہوتا ہے اسی طرح وسمہ یعنی نیل کے پودے کے پتوں سے بھی خضاب کیا جاتا ہے ان کو بھی اگر مہندی کے پتوں کے ساتھ ملا کر پیسا جائے تو براؤن رنگ پیدا ہوتا ہے۔

(۳۷۴۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ شَعَرًا مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوبًا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک نکال کر دکھایا جو مہندی اور کتم میں رنگا ہوا تھا۔

تشریح حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خضاب لگانا

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب کیا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اکثر حضرات کی رائے گرامی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب نہیں کیا کیوں کہ آپ کی ڈاڑھی اور سر مبارک میں کل سترہ بال سفید ہوئے تھے اس لیے آپ کو خضاب کرنے کی ضرورت نہ تھی، البتہ حضرات شیخین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خضاب کیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی دی ہے، اس لیے خضاب کرنا بہر حال افضل اور اولی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

(۱۳۳۴) بَابُ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ

اس باب کے تحت صرف دو حدیثیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں، اس باب میں سیاہ خضاب لگانے کے سلسلہ میں مسئلہ بیان کیا جائے گا سیاہ خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کن لوگوں کے لیے؟ اور اگر ناجائز ہے تو کن کے لیے؟ اس میں قدرے تفصیل ہے جو انشاء اللہ حدیث شریف کی شرح کے تحت آنے والی ہے انشاء اللہ!

(۳۷۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

جِيءَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأَنَّ رَأْسَهُ ثَغَامَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبُوا بِهِ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَلْتُغَيِّرْهُ وَجَنِّبُوهُ السَّوَادَ.

ترجمہ حدیث: سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد) ابوقحافہ کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا، جبکہ اس کا ثغامہ پودے کی طرح بالکل سفید لگ رہا تھا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ان کی کسی اہلیہ کے پاس لے جاؤ، تاکہ وہ ان کے بالوں کا رنگ بدل دے اور انہیں سیاہ خضاب سے بچانا۔

تشریح حدیث: سیاہ خضاب شریعت کی نظر میں:

سیاہ خضاب لگانا جس سے بال بالکل کالے ہو جائیں جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرات فقہاء کے درمیان قدرے تفصیل ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) اگر کوئی شخص دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے سیاہ خضاب لگائے اور اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کے لیے ایسا کرے تو یہ بالاجماع حرام ہے۔

(۲) اور اگر سیاہ خضاب دشمنوں پر رعب ڈالنے اور اپنی طاقت کا اظہار کرنے کے لیے لگاتا ہے تاکہ دشمن اسلام مرعوب ہوں تو مجاہدین اسلام کے لیے لگانا بالاتفاق جائز ہے، بلکہ اس صورت میں لگانا مطلوب ہے اختلف الفقهاء في حكم الخضاب بالسواد: فالحنابلة والمالكية والحنفية ما عدى بابي يوسف، يقولون بكراهة الاختضاب في غير الحرب اما في الحرب فهو جائز اجماعا بل هو مرغب فيه (۱)

حصول زینت کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال:

(۳) سیاہ خضاب حصول زینت اور زیبائش اور آرائش کے لیے کوئی شخص استعمال کرے تو اس کے بارے میں اختلاف ہے،

(۱) بعض فقہاء حصول زینت کے لیے سیاہ خضاب لگانے کو علی الاطلاق جائز کہتے ہیں انکی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ان احسن ما اختضبتم به لهذا السواد ارغب لنسائكم فيكم واهيب لكم في صدور اعدائكم (۲)

(۲) بعض فقہاء حصول زینت کے لیے سیاہ خضاب لگانے کو ناجائز کہتے ہیں ان حضرات کی دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے خضاب لگانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ساتھ ارشاد فرمایا کہ واجتنبوا السواد سیاہ خضاب

(۱) الموسوعة الفقهية: ۲/ ۲۸۰ (۲) حوالہ سابق

لگانے سے اجتناب کرو، یہ حضرات اسی ممانعت کی روایت کو تزین پر محمول کرتے ہیں کہ حصول زینت اور خوبصورت بننے کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال درست نہیں، اور سیاہ خضاب کے استعمال پر جو وعیدیں آئی ہیں وہ اسی پر محمول ہے۔

(۳) حضرت امام ابو یوسف اور بعض دیگر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حصول زینت کے لیے بھی سیاہ خضاب لگانا جائز ہے۔ پھر زینت کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(۱) عورت اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے سیاہ خضاب کی زینت کرے۔

(۲) شوہر اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال کرے۔ بعض فقہاء کرام دونوں صورتوں کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور عند البعض تفریق ہے عورت اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے سیاہ خضاب لگا سکتی ہے لیکن مرد اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے نہیں لگا سکتا ہے۔

قول فیصل:

اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ اگر زینت کا مقصد زوجین میں سے ہر ایک کو خوش کرنا ہے تو یہ حرام نہیں ہے البتہ کراہت تنزیہی سے خالی بھی نہیں، اجتناب اولی ہے جہاں تک واجتنبوا السواد کے حکم کا تعلق ہے اس میں تفصیل ہے آرائش اور خداع کی غرض سے ہو تو یہ حکم وجوبی ہے اور سیاہ خضاب لگانا حرام ہے اور اگر زینة الرجل للمرأة یا زینة المرأة للرجل کی غرض سے ہو تو یہ حکم استحبابی ہے تو اس صورت میں اجتناب کرنا اولی ہے تاہم اگر کوئی شخص بغرض زینت استعمال کرے تو اس کو حرام بھی نہیں کہیں گے۔

(۳۷۴۴) حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الصَّيْرَفِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بْنِ زَكَرِيَّا الرَّاسِبِيُّ حَدَّثَنَا دَفَّاعُ بْنُ دَغْفَلٍ السَّدُوسِيُّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ صُهَيْبِ الْخَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِهِ لَهَذَا السَّوَادُ أَرْغَبُ لِنِسَائِكُمْ فِيكُمْ وَأَهْيَبُ لَكُمْ فِي صُدُورِ عَدُوِّكُمْ.

ترجمۂ حدیث: مجاہدین اسلام کے لیے سیاہ خضاب لگانے کی اجازت:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز کے ذریعہ تم خضاب کرتے ہو ان میں سب سے بہترین خضاب سیاہ ہے تمہاری عورتوں کے لیے تم میں زیادہ رغبت کا باعث اور تمہارے دشمنوں کے دلوں میں تمہارے زیادہ رعب و دبدبہ کا باعث ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ سیاہ خضاب لگانے کی اجازت بطور زینت صرف مردوں کے لیے ہے کہ وہ اپنی

بیوی کو خوش کرنے کے لیے سیاہ خضاب لگائے نیز ان مجاہدین اسلام کے لیے بھی سیاہ خضاب لگانے کی اجازت ہے جن کا مقصد دشمنوں کے دلوں میں اپنی طاقت اور شوکت وشان کا رعب ڈالنا مقصود ہو، سیاہ خضاب لگانے سے دشمنان اسلام، لشکر اسلام اور مجاہدین کرام کو جوان اور طاقتور سمجھیں گے اور ان کے دلوں میں رعب و دبدبہ بیٹھ جائے گا، جس کی وجہ سے وہ میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کریں گے اور مسلمانوں کا لشکر اس طرح سے فتح یاب ہوگا۔

(۱۳۳۶) بَابُ الْخِضَابِ بِالصُّفْرَةِ

اس باب میں صرف دو حدیثیں، جو عبید بن جریج اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ زرد رنگ کا خضاب لگانا بھی جائز ہے اور بعض صحابہ کرام مثلاً ابن عمر وغیرہ سے زرد رنگ کا خضاب لگانا ثابت ہے

(۳۷۴۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ جُرَيْجٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُكَ تُصَفِّرُ لِحْيَتَكَ بِالْوَرْسِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَّا تَصْفِيرِي لِحْيَتِي فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ.

ترجمۂ حدیث: زرد رنگ کا خضاب استعمال کرنے کا ثبوت:

حضرت عبید بن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ ورس کے ذریعہ اپنی ڈاڑھی کو زرد کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں اپنی ڈاڑھی اس لیے زرد کرتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی مبارک کو زرد کیا کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زرد رنگ کا خضاب لگانا جائز ہے سیاہ رنگ کے علاوہ تمام رنگوں کا خضاب درست ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

یہاں اس حدیث شریف پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ ورس اور زعفران کے ذریعہ اپنی داڑھی خضاب کرتے تھے اور دوسری روایت میں کان یصبغ بھما ثیابه حتی عمامته۔ آپ ورس اور زعفران سے اپنے کپڑے کو رنگتے تھے یہاں تک کہ عمامہ مبارک کو بھی رنگ لیا کرتے تھے یہاں پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا بالوں کا خضاب کرنا بقول صاحب سفر السعادۃ کے ثابت نہیں، اور یہ روایت اس بات

پردال ہے کہ آپ نے خضاب کیا ہے؟ دونوں میں بظاہر تعارض ہے؟ فکیف التوفیق؟

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ابوداؤد کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زعفران سے اپنے کپڑے کو رنگا کرتے تھے حالاں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کے لیے زعفرانی رنگ رنگنے سے منع فرمایا ہے؟

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اکثر محققین کا خیال یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقاعدہ طور پر استعمال نہیں فرمایا، ہاں آپ کبھی رنگین عطر استعمال کرتے تھے جس سے بعض دفعہ لوگوں کو غلط فہمی ہوجاتی، نسائی شریف کی ایک روایت میں قریب قریب اس کی صراحت موجود ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ زرد خوشبو ڈاڑھی میں استعمال کرتے تھے اس پر حیرت کا اظہار کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریش مبارک میں یہ رنگ استعمال کرتے دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں بطور خوشبو اس رنگ کا عطر استعمال فرماتے تھے جس سے سفید بالوں پر زردی آجاتی تھی اور بعض لوگ اس کو خضاب سمجھنے لگتے تھے بخاری شریف کی وہ روایتیں جن میں وفات کے بعد بعض ازواج مطہرات کے پاس موجود موئے مبارک سرخ یا خضاب میں رنگے ہوئے ہونے کا ذکر ہے اس کا منشاء بھی یہی ہے ورنہ غالباً آپ نے باضابطہ خضاب کا استعمال نہیں فرمایا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جن روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ زعفرانی کلر میں اپنے کپڑے کو رنگتے تھے وہ نہی سے پہلے پر محمول ہے جب آپ کو منع کردیا گیا تو پھر کبھی بھی زعفرانی رنگ میں کپڑے کو نہیں رنگا لیکن چوں کہ نہی کی روایت حضرت ابن عمر تک نہیں پہنچ سکی اس لیے وہ فعل اول ہی پر مداومت کرتے رہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت پر محمول ہے لیکن ابن عمر نے تعمیم سمجھا اور عموم کے ساتھ روایت کردی، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب

(۳۷۴۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا أَحْسَنَ هَذَا ثُمَّ مَرَّ بِآخَرَ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ فَقَالَ هَذَا أَحْسَنُ مِنْ هَذَا ثُمَّ مَرَّ بِآخَرَ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ هَذَا أَحْسَنُ مِنْ هَذَا كُلِّهِ قَالَ وَكَانَ طَاوُسٌ يُصَفِّرُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جس نے مہندی کا خضاب لگا رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہی اچھا ہے یہ، پھر آپ ایک دوسرے شخص کے پاس سے گزرے جو مہندی اور کتم کا خضاب کئے ہوئے تھا آپ نے فرمایا یہ تو پہلے سے بھی اچھا ہے پھر آپ ایک تیسرے شخص کے پاس سے گزرے جس نے زرد رنگ کا خضاب لگا رکھا تھا آپ نے فرمایا یہ تو ان سب سے اچھا ہے، راوی حدیث حمید بن وہب کہتے ہیں کہ میرے استاد طاؤس زرد خضاب استعمال کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے آپ کو زرد رنگ کا خضاب بہت زیادہ پسند تھا۔ واللہ اعلم

(۱۳۳۶) بَابُ مَنْ تَرَكَ الْخِضَابَ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو جحیفہؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے بال سفید ہی نہیں ہوئے تھے کہ آپ کو خضاب لگانے کی ضرورت پیش آتی اس لیے آپ نے خضاب کا استعمال تو نہیں فرمایا لیکن استعمال کرنے کی تاکید امت کو ضرور فرمائی، اس لیے بہر حال خضاب لگانا سنت تو ضرور ہے۔

(۳۶۴۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ مِنْهُ بَيْضَاءُ يَعْنِي عَنْفَقَتَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ریش بچہ سفید دیکھا۔

تشریح حدیث:

قوله: عنفقته: بعثرة کے وزن پر ہے شعرات بین الشفة السفلی والذقن اس کو فارسی میں ریش بچہ کہتے ہیں، حدیث شریف کا مطلب واضح ہے۔

(۳۶۴۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَخَضَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَمْ يَرَ مِنَ الشَّيْبِ إِلَّا نَحْوَ سَبْعَةَ عَشَرَ أَوْ عِشْرِينَ شَعَرَةً فِي مُقَدَّمِ لِحْيَتِهِ.

ترجمہ حدیث: آپ کے کل سترہ یا بیس بال سفید تھے

حضرت انس بن مالکؓ سے یہ معلوم کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہے؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھاپہ دیکھا ہی نہیں البتہ داڑھی کے سامنے کے حصہ میں سترہ یا بیس بال سفید تھے۔

تشریح حدیث:

اس روایت میں سترہ یا بیس بال سفید ہونے کا ذکر ہے جبکہ حضرت انسؓ ہی کی ایک روایت شمائل ترمذی میں آئی ہے کہ ما عددت رأس رسول اللہ ﷺ ولحیته الا اربع عشرة شعرة بیضاء یعنی سر اور داڑھی دونوں ملا کر کل چودہ بال

سفید تھے۔ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اگر حضرت انسؓ نے شمار بھی کئے ہوں تو یہ ایک وقت کی بات تھی دوسرے سترہ یا اٹھارہ یا بیس بھی ہو سکتے ہیں یا صرف اندازہ کر کے آپ نے فرمایا کہ صرف بیس بال سفید تھے اس سے زیادہ کی کوئی روایت کتب حدیث میں مذکور نہیں ہے۔

(۳۷۴۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ شَيْبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ عِشْرِينَ شَعَرَةً.

ترجمۂ حدیث: موئے مبارک کی سفیدی کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے تقریباً بیس بال سفید تھے۔

تشریح حدیث: معناہ واضح جدا

(۱۳۳۸) بَابُ اتِّخَاذِ الْجُمَّةِ وَالذَّوَائِبِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ام ہانیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ بالوں کو کئی حصوں میں چوٹیوں کی طرح باندھنا جائز ہے۔

(۳۷۵۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ تَعْنِي ضَفَائِرَ

ترجمۂ حدیث:

حضرت ام ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ (ایک دفعہ ہجرت کے بعد) رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے سر مبارک کے بال چار حصوں میں (چوٹیوں کی طرح) تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پورے سر کے بالوں کو چار حصوں میں بٹ لیا تھا یہاں حدیث شریف میں گیسوئے مبارک کے بٹ لینے سے وہ مخصوص وضع اور ہیئت مراد نہیں ہے جس کو ہماری زبان میں زلف کہتے ہیں۔

(۳۷۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدُلُونَ أَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ

وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ فَسَدَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ.

ترجمۂ حدیث: مشرکین کے مقابلہ میں اہل کتاب کی موافقت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اپنے بالوں کا سدل کرتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے رسول اکرم ﷺ کو (اختیاری امور میں مشرکین کی بنسبت) اہل کتاب کی موافقت پسند تھی (کیونکہ وہ بہر حال مشرکین سے بہتر ہیں) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آپ نے بھی بالوں کو سدل کر دیا پھر بعد میں مانگ بھی نکالنے لگے۔

تشریح حدیث: سدل اور فرق کی تعریف

سدل: اس کے اصل معنی ہیں ارخاء الثوب کے، یعنی کپڑا لٹکانا، لیکن یہاں حدیث شریف میں سدل کے معنی ہیں سر کے بالوں کو چاروں طرف یوں ہی چھوڑے اور لٹکائے رکھنا، اور مانگ نکالنے کے لیے دونوں طرف کے بالوں کو اکٹھا نہ کرنا۔

فرق: اس کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا، سر کے آدھے بالوں کو ایک طرف، اور آدھے بالوں کو دوسری طرف اکٹھا کرنا، نیز قاموس میں ہے کہ فرق بالوں کے درمیان پیدا کی جانے والی راہ کو کہتے ہیں یعنی مانگ۔

حدیث شریف کا مطلب:

رسول اکرم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابتداء میں اہل کتاب کی موافقت میں پیشانی کے بالوں کا سدل کرتے تھے یعنی یوں ہی بے ترتیب چھوڑے رکھتے تھے، کیوں کہ اہل کتاب کا طریقہ سدل ہی کا تھا اور آپ مشرکین کے مقابلے میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے کیوں کہ اہل کتاب بہر حال مشرکین کے مقابلے میں اچھے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کا آخری عمل فرق یعنی بالوں میں مانگ نکالنے کا ہو گیا، اسی لیے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ سدل یعنی بالوں کے چھوڑنے کا طریقہ اب منسوخ ہو چکا ہے اور فرق یعنی مانگ نکالنا آپ کا آخری عمل ہے اب یہی سنت ہے وفیه ایضاً من الفقه ان الفرق فی الشعر سنة، وانه اولی من السدل لانه آخر ما کان علیه رسول اللہ ﷺ (۱)

ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ مانگ نکالنا صرف مستحب ہے واجب نہیں حضرت امام مالک اور جمہور فقہاء کا یہی قول ہے، اور سدل منسوخ ہو چکا ہے امام نوویؒ کی رائے گرامی یہ ہے کہ سدل اور فرق دونوں ہی جائز ہیں، قال: فالصحیح ان الفرق مستحب لا واجب، وهو قول مالك والجمهور، قلت وجزم الحازمی بان السدل نسخ بالفرق۔ وقال النووی: الصحیح جواز السدل والفرق (۲)

(۱) التمهید: ۱۵۵/۳، بحواله اهداء الدیباجه: ۴۸/۵

(۲) فتح الباری: ۳۶۱/۱۰، بحواله اهداء الدیباجه: ۴۹/۵۔

قولہ: یحب موافقۃ اھل الکتاب: مشرکین کی بہ نسبت اہل کتاب کی موافقت کو آپ پسند کرتے تھے اور اس کی دو وجہ تھی۔ ایک تو یہ کہ اہل اوثان اہل کتاب کے مقابلہ میں ابعد عن الایمان تھے، کیوں کہ اہل کتاب فی الجملہ دین سماوی کے قائل تھے اور توحید پر ایمان رکھتے تھے، اس کے برخلاف مشرکین کسی سماوی دین کے قائل ہی نہ تھے بلکہ بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہونے والے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اہل کتاب کی موافقت سے ممکن ہے ان کے قلوب اسلام اور ایمان کی طرف مائل ہوں اور اسلام قبول کرلیں، لیکن جب اہل کتاب نے ایمان قبول نہیں کیا بلکہ اپنے کفر پر جمے رہے اور مشرکین اور ان کے اردگرد کے لوگ ایمان سے وابستہ ہوئے اور ایمان کے شیریں جام سے قلب وروح کو تازگی بخشا تو آپ نے ان کی موافقت بھی چھوڑ دی اور آپ کو اہل کتاب کی موافقت سے روک بھی دیا گیا۔ واللہ اعلم

(۳۷۵۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرِقُ خَلْفَ يَافُوخِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَسْدِلُ نَاصِيَتَهُ.

ترجمۂ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی چندیا کے پیچھے مانگ نکالتی تھی، اور سامنے کے بال (بغیر مانگ نکالے) چھوڑ دیتی۔

تشریح حدیث:

قولہ: یافوخ: یافوخ سر کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں، جہاں تالو ہوتا ہے یہ دماغ کے عین اوپر کی سطح پر ہوتی ہے اور بچپن میں اس جگہ پھڑکن رہتی ہے اس حدیث میں حضرت ام المومنین نے گویا رسول ﷺ کی مانگ کی صورت بیان کی ہے کہ اس کا ایک سرا تو تالو کے نزدیک ہوتا ہے اور دوسرا دونوں آنکھوں کے درمیان کی جگہ بالکل بمقابل پیشانی کے نزدیک ہوتا ہے، روایت کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ مانگ کا رخ پیشانی کے اس کنارے پر رکھتی جو دونوں آنکھوں کے عین درمیان سمت میں ہے اس طرح کے پیشانی کے آدھے بال مانگ کی دائیں طرف ہوتے اور آدھے بال مانگ کی بائیں طرف، علامہ طیبی شارح مشکوۃ نے حدیث شریف کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب:

(۳۷۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعَرًا رَجِلًا بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَمَنْكِبَيْهِ

ترجمۂ حدیث: آپ کے موئے مبارک کا ذکر

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک سیدھے تھے (بہت گھنگریالے نہ تھے) کانوں اور

دونوں مونڈھوں کے درمیان تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ شعرا رجلا: ای بین الجعودۃ والسبوط، یعنی آپ کے بال نہ بالکل خمدار تھے اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ معمولی خمدار تھے جو کبھی کاندھوں تک اور کبھی مونڈھوں تک آتے تھے۔

(۳۶۵۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعَرٌ دُونَ الْجُمَّةِ وَفَوْقَ الْوَفْرَةِ.

ترجمہ حدیث: آپ کے موئے مبارک کی نوعیت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک کانوں کے نیچے اور مونڈھوں کے اوپر تھے۔

تشریح حدیث: بالوں کی قسمیں:

سر کے بالوں کو عربی میں تین ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے (۱) جمہ (۲) وفرہ (۳) لمہ: چنانچہ اگر کسی شخص کے سر پر اتنے بال ہوں جو کانوں تک پہنچ جائیں تو ان بالوں کو جمہ کہتے ہیں اور اگر کان کی لو تک ہوں تو ان کو وفرہ کہتے ہیں اور جو بال کان کی لو اور کاندھے کے بین بین ہوتے ہیں یعنی کان کی لو سے تو نیچے ہوں لیکن کاندھوں سے اوپر ہوں تو عربی میں ان کو لمہ کہتے ہیں، چناں چہ اس روایت میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ کے بال کانوں کے نیچے اور مونڈھوں کے اوپر تھے۔ ترمذی شریف میں بھی یہ روایت آئی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق احادیث مبارکہ میں مختلف روایات آئی ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے بال کاندھوں تک تھے، دوسری روایت میں آیا ہے کہ کانوں تک تھے اور بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ آپ کے بال مبارک کان کے نصف حصہ تک تھے، بظاہر ان روایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟

قاضی عیاض المالکیؒ ان روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بالوں کے متعلق جو مختلف روایات آئی ہیں وہ درحقیقت مختلف اوقات و زمان پر محمول ہیں، مختلف اوقات میں بالوں میں کمی و بیشی کی وجہ سے روایت کرنے والوں نے اپنے دیکھنے کے مطابق بیان کیا ہے جب بال چھوٹے ہوتے تو کانوں تک، اور جب بڑے ہوتے تھے تو مونڈھوں تک بھی پہنچ جاتے تھے، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب۔

(۱۳۳۹) بَابُ كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الشَّعرِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے صرف ایک روایت حضرت وائل بن حجر کی سند سے روایت کی ہے، اس باب کا حاصل یہ کہ فیشن کے طور پر زیارہ لمبے بال رکھنا مکروہ ہے۔

(۳۷۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ وَ سُفْيَانُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِي شَعْرٌ طَوِيلٌ فَقَالَ ذُبَابٌ ذُبَابٌ فَانْطَلَقْتُ فَأَخَذْتُهُ فَرَآنِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ وَهٰذَا أَحْسَنُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میرے بال لمبے ہیں تو فرمایا برا ہے برا ہے، میں چلا گیا اور اپنے بال کاٹے، پھر نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا اور فرمایا میری مراد تم نہیں تھے، اور یہ اچھا ہے (کہ تم نے بال چھوٹے کر لیے)

تشریح حدیث:

قوله: ذباب، ذباب: بالذال المعجمة، هو الشعر الدائم۔ هو كناية عن الشؤم والقبح بمعنی قبیح قبیح، اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے چھوٹے بال کو پسند فرمایا ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، خریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ ہوں اور اس کی لنگی ٹخنوں کے نیچے لٹکی ہوئی نہ ہو، جب حضرت خریمؓ کو رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بالوں کو ایک استرا لیکر کانوں کی لو تک کاٹ ڈالا، اور اپنے تہبند کو نصف ساق تک کر دیا اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ لمبے بال پسند نہ تھے۔

(۱۳۴۰) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ

اس باب کے تحت دو حدیثیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں جن کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ سر کے بالوں کو ادھر ادھر سے کچھ حصہ کاٹنا اور کچھ حصہ کو چھوڑ دینا۔ ممنوع ہے آج کل نوجوانوں کے سروں پر جو انواع واقسام اور ڈیزائن کے بال نظر آتے ہیں کوئی ہپی کٹ تو کوئی سیڑھی کٹ تو کوئی اونٹوں کے کوہان کے مانند لمبے بال رکھے جاتے ہیں یہ سب ممنوع اور ناجائز ہیں۔

(۳۷۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ قَالَ وَمَا

الْقَزَعُ قَالَ أَنْ يُحْلَقَ مِنْ رَأْسِ الصَّبِيِّ مَكَانٌ وَيُتْرَكَ مَكَانٌ.

ترجمہ حدیث: فیشن نما بالوں کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے قزع سے منع فرمایا، راوی حدیث نافع نے پوچھا کہ قزع کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا قزع یہ ہے کہ بچہ کے سر کا بال ایک جگہ سے مونڈ دیا جائے اور دوسری جگہ سے چھوڑ دیا جائے۔

تشریح حدیث:

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قضاء کے معنی مطلق کسی کے بھی سر کے بالوں کے کچھ حصہ کو مونڈنا اور کچھ حصہ کو چھوڑ دینا ہے۔ خواہ بڑوں کے سر کے بالوں کو اس طرح مونڈا جائے یا چھوٹوں کے بالوں کو، ہر ایک کے لیے کراہت ہے حدیث شریف میں لڑکے کی تخصیص محض عام عادت ورواج کی بناء پر ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح سے بال مونڈنے کی ممانعت کی وجہ اور علت کیا ہے؟ اس بارے میں حضرات شراح کرام سے تین اقوال منقول ہیں۔(۱) اس طرح بال مونڈنے سے بدشکل اور قبیح المنظر اور بہت برا معلوم ہوتا ہے (۲) اس طرح سے بال مونڈنا شیطان کا فیشن ہے اس لیے منع کیا گیا ہے، (۳) یہود کا طریقہ ہے اس لیے تشبہ بالیہود کی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا ہے، واختلف فی علة النهی وقیل لکونه یشوه الخلقة، وقیل لانه زي الشیطان وقیل لانه زيّ الیهود (۱)

(۳۷۵۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ.

ترجمہ حدیث: قزع کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث:

قزع کی تشریح اور اس کے معنی ابھی ابھی گزر چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۴۱) بَابُ نَقْشِ الْخَاتَمِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو عبداللہ بن عمرؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب میں انگشت مبارک کے نقش کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی انگشت میں کیا کندہ تھا اور کس کیفیت کے ساتھ تھا اس کا اس باب میں بیان ہے۔

(۱) اهداء الدیباجة: ۵/ ۴۹

(۳۷۵۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ ثُمَّ نَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَا يَنْقُشْ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِي هَذَا.

ترجمہ حدیث: رسول اللہ ﷺ کی انگشتری کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی تیار کروائی پھر اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا۔ پھر فرمایا کوئی بھی شخص میری اس انگوٹھی کا نقش کندہ نہ کروائے۔

تشریح حدیث:

جب رسول اکرم ﷺ غزوہ تبوک سے فتح یاب ہوکر لوٹ آئے تو اس وقت تک مدینہ منورہ کے اطراف واکناف کے تمام ممالک اور جملہ علاقے مسلمانوں کے زیر سلطنت ہو چکے تھے، اور اہل کتاب اور مشرکین وکفار نے یا تو اسلام قبول کرلیا تھا یا پھر جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح منظور کرلی تھی، چناں چہ رسول اکرم ﷺ اب دور دراز ممالک میں دعوت الی اللہ کے لیے ان امراء اور سلاطین کے نام دعوت اسلام پر مشتمل مکاتبت لکھنے کا ارادہ فرمایا، تو جو عرب نوجوان ان غیر ممالک کے امراء وسلاطین کے اطوار وعادات سے واقف تھے انہوں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل عجم ان خطوط کو قابل اعتناء اور لائق توجہ نہیں سمجھتے ہیں جن پر بھیجنے والے کی مہر نہ ہو، اس لیے آپ ﷺ نے ایک مہر بنوالیں، تاکہ بادشاہوں کے نام جو خطوط لکھے جائیں ان پر مہر لگایا جائے تاکہ وہ خوب اہمیت کے ساتھ پڑھیں، چناں چہ آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا، جس کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے پہلی سطر میں محمد اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری سطر میں اللہ تھا، محمد رسول اللہ بعض مشائخ امت فرماتے ہیں کہ یہ صورت مقلوب تھی اللہ تعالیٰ کا نام سب سے اوپر تھا اور نیچے کی جانب سے اس کو پڑھا جاتا تھا جس کی صورت یہ تھی۔ محمد رسول اللہ

جب یہ انگوٹھی تیار ہوگئی تو رسول اکرم ﷺ جب بھی کسی بادشاہ اور سلاطین کے نام کوئی خطوط لکھتے تھے تو اس پر انگوٹھی سے مہر لگا کر روانہ کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے جتنے مکتوبات جاری فرمائے تو جن سلاطین کے نام بھیجے ان سب کے اسماء اور ان کے خطوط کی عبارتیں اور اس کی تمام جزئیات پر مشتمل مختلف کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں اور ان میں ایک نہایت جامع اور مانع کتاب ''مکتوبات نبوی'' کے نام سے مطبوع ہے جو معروف ومشہور مورخ سید محبوب رضویؒ کی تالیف ہے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

آپ کی انگوٹھی کی حفاظت پھر بیر اریس میں گرنا:

رسول اکرم ﷺ نے جو انگوٹھی مہر کے طور پر بنوائی تھی اور جس میں آپ کا نام کندہ تھا اس کی حفاظت صحابی رسول ﷺ

حضرت معیقیبؓ کرتے تھے، جب کبھی مہر لگانی ہوتی تو اسے پہن لیتے تھے اور مہر لگادیتے تھے پھر حفاظت کے لیے حضرت معیقیبؓ کے حوالہ کر دیتے تھے، آپ کی وفات کے بعد یہ انگوٹھی انہیں کے پاس رہی حضرت عمر اور حضرت عثمان کے آخری دور میں بھی ان کے پاس بحفاظت رہی، حسب ضرورت خلفاء اس کو لیتے رہے لیکن حفاظت کی ذمہ داری معیقیب ہی نبھاتے رہے لیکن حضرت عثمان کی خلافت کے آخری دور میں ایک دن یہ انگوٹھی معیقیبؓ یا حضرت عثمان کے ہاتھ سے بیراریس میں گرگئی۔ تین دن تک مسلسل تلاش کی گئی کنواں کا سارا پانی نکالا گیا لیکن انگوٹھی نہیں ملی۔

علماء کرام لکھتے ہیں کہ انگوٹھی کا گم ہونا تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ کے آخری دور اور اسلامی مملکت میں فتنہ وفساد کا دور شروع ہوگیا، حق تعالی نے اس انگوٹھی میں ایسی برکت عطا فرمائی تھی کہ حکومت ومملکت کے انتظام وانصرام کا موثر ذریعہ تھی، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کی مہر والی انگوٹھی کی خاصیت تھی۔

(۳۷۵۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اصْطَنَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ إِنَّا قَدِ اصْطَنَعْنَا خَاتَمًا وَنَقَشْنَا فِيهِ نَقْشًا فَلَا يَنْقُشْ عَلَيْهِ أَحَدٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی، پھر فرمایا ہم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں ایک نقش کروایا لہٰذا کوئی بھی شخص اس طرح نقش نہ کروائے۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذالك

(۳۷۶۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ لَهُ فَصٌّ حَبَشِيٌّ وَنَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، اس کا نگینہ حبشی تھا اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ تھا۔

تشریح حدیث:

شرح الحديث قدمر قبل ذالك۔

(۱۳۴۲) بَابُ النَّهْيِ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن

عمرؓ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی یا سونے کی کوئی بھی چیز استعمال کرنا حرام ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔

(۳۶۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ مَوْلَى عَلِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ.

ترجمہ حدیث: سونے کی انگوٹھی کی ممانعت:

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث:

ماقبل میں یہ حدیث آچکی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کے مردوں کے بارے میں فرمایا کہ سونے کا استعمال کرنا ان کے لیے حرام ہے، البتہ عورتوں کے لیے اس کی اجازت ہے لہٰذا خالص سونے کا استعمال کرنا ان کے لیے حرام ہے حضرت امام محمد نے موطا میں لکھا ہے کہ مردوں کے لیے جس طرح سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا حرام ہے اسی طرح لوہے اور کانسی کی انگوٹھی پہننی بھی جائز نہیں ہے، مرد کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی جائز ہے اس کے علاوہ کوئی انگوٹھی جائز نہیں، اور عورتوں کے لیے سونے کی انگوٹھی اور دوسرے زیورات استعمال کرنا جائز ہے بلکہ حضرات علماء کرام نے اس کی صراحت کی ہے کہ عورتوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، کیوں کہ چاندی کی انگوٹھی مرد استعمال کرتے ہیں اور عورتوں کے لیے مردوں کی مشابہت اختیار کرنا مکروہ ہے، لہٰذا اگر کوئی عورت چاندی کی انگوٹھی استعمال کرنا چاہے تو اس کے رنگ کو کسی ملمع وغیرہ سے تبدیل کردے، اور اس بارے میں انگوٹھی کے حلقہ کا اعتبار ہے اس نگینے کا نہیں، جیسا کہ صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی نے اس کی صراحت کی ہے،

ایک سوال اور اس کا جواب:

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ باب کی تمام احادیث اس بات پر دلالت کررہی ہیں کہ سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا مردوں کے لیے، جائز نہیں بلکہ حرام ہے، لیکن حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی، جو اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض معلوم ہورہا ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی اس وقت بنوائی تھی جب مردوں کے لیے سونا استعمال کرنا حرام نہیں ہوا تھا چناں چہ جب اللہ رب العزت نے مردوں کے لیے سونے کے استعمال کو حرام کردیا اور اس سلسلہ میں آپ پر وحی نازل کردی تو پھر آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی،، گویا ابن عمر والی روایت تحریم ذہب سے پہلے کی ہے لہٰذا

دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

(۳۷۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی کو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مر قبل ذالك۔

(۳۷۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ أَهْدَى النَّجَاشِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَلْقَةً فِيهَا خَاتَمُ ذَهَبٍ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُودٍ وَإِنَّهُ لَمُعْرِضٌ عَنْهُ أَوْ بِبَعْضِ أَصَابِعِهِ ثُمَّ دَعَا بِابْنَةِ ابْنَتِهِ أُمَامَةَ بِنْتِ أَبِي الْعَاصِ فَقَالَ تَحَلَّيْ بِهَذَا يَا بُنَيَّةُ.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ نجاشی نے رسول اکرم ﷺ کو ایک چھلہ ہدیہ میں دیا جس میں سونے کی انگوٹھی تھی، اوراس میں حبشی نگینہ تھا، چناں چہ آپ ﷺ نے اس کو ایک لکڑی سے پکڑا اور آپ اس سے اعراض اور (نفرت) کر رہے تھے یا آپ نے اس کو کسی انگلی سے پکڑی پھر آپ اپنی نواسی امامہ بنت ابی العاصؓ کو بلایا، اور فرمایا اے میری بیٹی! اس کو پہن لو!

تشریح حدیث:

قوله: فيه فص حبشي: اس روایت میں ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا، جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کان خاتم رسول الله ﷺ من فضة فصه منه یعنی آپ کی انگوٹھی اوراس کا نگینہ دونوں ہی چاندی کے تھے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض وتضاد معلوم ہو رہا ہے؟

حضرات شراح کرام نے اس تعارض کو متعدد طرح سے دفع کرنے کی سعی مشکور کی ہیں: (۱) ممکن ہے کہ آپ کے پاس دو انگوٹھی ہو، ایک کا نگینہ چاندی کا اور دوسری کا نگینہ حبشی ہو، لہٰذا کوئی اشکال ہی نہیں۔

(۲) آپ کے پاس تو ایک ہی انگوٹھی ہو لیکن نگینہ کے حبشی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اہل حبشہ کے طریقہ پر بنایا گیا ہو یا حبشی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا بنانے والا حبشی ہو، نیز یہ بھی احتمال ہے کہ وہ حبشہ سے آیا ہو، لہٰذا دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، بعض شراح کرام نے یہ جواب دیا ہے کہ فصه منه کا مطلب یہ ہے کہ موضع فصه منه لہٰذا اس کے

حجر ہونے کے منافی نہیں (۱)

(۱۳۴۳) بَابُ مَنْ جَعَلَ فَصَّ خَاتَمِهِ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ

اس باب میں صرف دو حدیثیں مذکور ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ انگوٹھی پہننے میں نگینہ باطن کف ہتھیلی کی طرف رکھنی چاہیے۔

(۳۷۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّ خَاتَمِهِ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگوٹھی کے نگینے کو ہتھیلی کے نگینہ کی جانب رکھتے تھے۔

تشریح حدیث:

قوله: كان يجعل فص خاتمه مما يلي كفه: انگوٹھی کے نگینہ کو باطنی کف یعنی ہتھیلی کی جانب اور اوپر کی جانب دونوں طرح رکھنا چاہیے اس لیے کہ اس بارے میں آپ کو حکم مروی نہیں ہے البتہ اقتداء بالمعنی کے پیش نظر ہتھیلی کی جانب رکھنا افضل ہے، اور سلف سے دونوں طرح کا عمل ثابت ہے قال العلماء لم يأمر النبى ﷺ فى ذالك بشئي، فيجوز جعل فصه فى باطن كفه، وفى ظاهرها وقد عمل السلف بالوجهين، وممن اتخذه فى ظاهرها ابن عباس رضی اللہ عنہ، قالو: ولكن الباطل افضل اقتداء به ﷺ. ولانه اصول الفقه واسلمه له، وابعد من الزهو والاعجاب (۲)

(۳۷۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ الْأَيْلِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ فِي بَطْنِ كَفِّهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی ہے اس میں حبشی نگینہ تھا اور آپ اس کے نگینہ کو اپنی ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۴۴) بَابُ التَّخَتُّمِ بِالْيَمِينِ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ انگوٹھی

(۱) انجاح الحاجہ حاشیہ علی ابن ماجہ/ ۲۵۹ حاشیہ ۱۱ (۲) اھداء الدیباجہ: ۵/ ۵۳

دائیں ہاتھ میں پہننی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی ہے۔

(٣٧٦٦) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ حدیث: دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا:

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

تشریح حدیث: انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہیے؟

حضرات فقہاء کرام اور علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں ہاتھ میں انگوٹھی پہننی چاہیے، ان میں سے کسی کے اندر بھی کوئی کراہت نہیں ہے البتہ حضرات علماء کرام کے درمیان اختلاف اس بارے میں ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننی افضل ہے یا بائیں ہاتھ میں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سارے سلف صالحین سے دائیں ہاتھ میں اور بہت سارے حضرات علماء کرام سے بائیں ہاتھ میں پہننی ثابت ہے البتہ حضرت امام مالک نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو مستحب اور دائیں ہاتھ میں پہننے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ انگوٹھی پہننی ایک زینت ہے اور ہر زینت اور عمدہ کام کو دائیں طرف سے کرنا افضل ہے اس لیے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننی افضل ہے وام الحکم فی المسئلة عند الفقهاء فاجمعوا علی جواز التختم فی الیمین، وعلی جوازه فی الیسار ولا کراهة فی واحد منهما، واختلفوا ایتهما افضل؟ فتختم کثیرون من السلف فی الیمین، وکثیرون فی الیسار، واستحب مالك الیسار وکره الیمین، الصحیح ان الیمین افضل لانه زینة والیمین اشرف واحقه بالزینة والاکرام[1]

بعض حضرات فقہاء محدثین فرماتے ہیں کہ دائیں کی فضیلت مسلم ہے مگر دائیں ہاتھ سے کام چوں کہ زیادہ کرنے پڑتے ہیں اس لیے دائیں ہاتھ میں گھڑی باندھنے اور انگوٹھی پہننے میں دشواری ہے چناں چہ عام طور پر لوگ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں اور بائیں ہاتھ میں گھڑی باندھتے ہیں، اور یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، کیوں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرات حسنینؓ قاسم، سالم، ابراہیم اور عمرو بن حریثؓ سے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے۔

(١٣٤٥) بَابُ التَّخَتُّمِ فِي الْإِبْهَامِ

اس باب میں صرف ایک حدیث امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ خنصر یعنی سب سے چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہننی مستحب ہے اور ابہام اور دوسری انگلیوں میں انگوٹھی پہننا ثابت نہیں۔

(١) اهداء الدیباجة: ٥/٥٣

(۳۷۶۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَخَتَّمَ فِي هَذِهِ وَفِي هَذِهِ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ.

ترجمۂ حدیث: انگوٹھی کس انگلی میں پہننی چاہیے؟

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے خنصر میں اور انگوٹھے میں انگشتری پہننے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث:

یہ روایت مسلم شریف کی اس روایت کے مخالف ہے جس میں تصریح ہے کہ رسول پاک ﷺ نے درمیانی انگلی اور اس سے متصل شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے، درمیانی اور شہادت کی انگلی کے بارے میں مسلم کی حدیث شریف سے اور چھوٹی کے قریب والی انگلی میں انگوٹھی پہننا نہ تو آں حضرت ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین کرام سے منقول ہے اسی لیے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کے لیے خنصر یعنی چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہننا سنت ہے یا مستحب، شوافع اور احناف کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور عورتوں کے لیے تمام انگلیوں میں پہننا جائز ہے حضرت امام نووی شارح مسلم نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مردوں کے لیے درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ تنزیہی ہے۔

قال الشيخ عبد الغني المجددي: هٰذا مخالف لما في رواية مسلم عن انس قال كان خاتم النبي ﷺ في هٰذه واشار الى الخنصر، من يده اليسري، ويحتمل انه نهى عن الجمع بين الخاتمين او كان لعليٍّ علة فنها لبسها: حضرت علیؓ کی خنصر انگشت میں شاید کوئی بیماری تھی اس لیے آپ نے ان کو خنصر میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا، ورنہ مسئلہ کے اعتبار سے خنصر ہی میں پہننا افضل اور سنت ہے۔

(۱۳۴۶) بَابُ الصُّوَرِ فِي الْبَيْتِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو طلحہؓ، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جس گھر میں کوئی کتا ہو یعنی شوقیہ کتا یا کوئی تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(۳۷۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ.

ترجمۂ حدیث: شوقیہ کتا اور تصویر والے گھر میں ملائکہ رحمت کا عدم دخول:

حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس گھر میں (شوقیہ) کتا ہو یا کوئی فوٹو ہو (با

ضرورت) تواس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں ایک گھر میں شوقیہ کتے پالنا، دوسرے گھر میں تصویر رکھنا، شوقیہ کتا پالنے کے سلسلہ میں روایت ماقبل میں آچکی ہے اور وہاں اس پر کلام بھی آچکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ذی روح کی تصویر سازی کا حکم:

اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر سازی جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں، نیز اس پر بھی حضرات فقہاء کرام اور علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ذی روح کی وہ تصویر جو ہاتھ سے بنائی جائے اور مجسمے کی شکل میں ہو حرام ہے، البتہ اس بارے میں علماء عرب اور علماء ہند و پاک کے درمیان اس تصویر میں اختلاف ہے جو ہاتھ سے نہیں بلکہ آلہ یعنی کیمرے سے اور مجسمہ کی شکل میں نہیں بلکہ صرف کاغذ پر اس کا عکس لیا جائے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

کیمرے کی تصویر کے بارے میں علماء مصر و عرب کا نظریہ:

کیمرہ اور آلہ فوٹو گرافی سے کھینچی جانے والی تصویر کے بارے میں ایک مصری عالم اور مفتی علامہ شیخ محمد بخیطؒ نے کیمرے سے لی جانے والی تصویر کے جواز پر ایک رسالہ لکھا ہے، الجواب الشافی فی اباحة صورة فوتوغرافی اس رسالے میں انہوں نے اس کی صراحت کی ہے کہ کیمرے سے لیجانے والی تصویر جائز ہے اور اس کے جواز کی دلیل یہ پیش فرمائی کہ حدیث پاک میں تصویر سازی کی حرمت کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ ہے مشابہت بخلق اللہ، اور مشابہت بخلق اللہ اسی وقت ہو سکتی ہے جب کوئی شخص اپنے تصور و تخیل سے اور اپنے ذہن و دماغ سے اپنے ہاتھ کے ذریعہ کوئی صورت بنائے، کیمرے کی تصویر میں اپنے تصور و تخیل کا کوئی دخل نہیں ہوگا بلکہ اس میں صرف اتنا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق جو پہلے سے موجود ہے اسکا عکس لے کر محفوظ کر لیا جاتا ہے لہٰذا یہ صرف حبس الظل ہے مشابہت بخلق اللہ نہیں، اس لیے کیمرہ سے لیجانی والی تصویر جائز اور درست ہے، یہ ان کا موقف تھا ان کے اس موقف اور نظریہ کی تائید مصر اور بلاد عرب کے بہت سے علماء کرام نے کی، اور جواز کا فتویٰ دیا۔

کیمرے سے لیجانے والی تصویر کے بارے میں علماء ہند و پاک کا نظریہ:

لیکن حضرات علماء کرام کی اکثریت نے اس زمانے میں بھی اور بعد میں بھی بالخصوص ہند و پاک کے علماء کرام نے ان کے استدلال کو قبول نہیں کیا، اور یہ فرمایا کہ مشابہت بخلق اللہ ہر صورت میں ہوتی ہے چاہے آدمی ایسی صورت کی تصویر

سازی کرے جو پہلے سے موجود ہے یا ایسی چیز کی تصویر سازی کرے جو پہلے سے موجود نہ ہو، اور وہ اپنے تصور و تخیل سے بنا رہا ہو، علامہ شیخ موصوف نے جو یہ فرمایا کہ جو چیز پہلے سے موجود ہو اس کی تصویر سازی جائز ہے تو پھر ہر تصویر جائز ہونی چاہئے چاہے وہ ہاتھ سے تیار کی جائے یا کیمرے کی مدد سے، حالاں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں رسول اکرم ﷺ جس پردے پر نکیر فرمائی تھی اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور اس کو اللہ تعالی نے پیدا فرمایا تھا لہٰذا اس کی تصویر پر کوئی تخیل و تصور کی تصویر نہیں تھی لیکن اس کے باوجود آپ نے نکیر فرمائی، اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ تفریق کرنا کہ جو چیز پہلے سے موجود ہو اس کی تصویر سازی جائز ہے اور جو پہلے سے موجود نہیں ہے اس کی تصویر نا جائز ہے قرآن و سنت میں اس تفریق کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

ہندو پاک کے علماء کرام نے تصویر سازی کی حرمت کا جو قول اختیار کیا ان کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ آلے کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا ہے ایک چیز پہلے ہاتھ سے بنائی جاتی تھی اب وہ مشین سے بننے لگی ہے لہٰذا محض آلہ کی تبدیلی سے حلت و حرمت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اگر تصویر سازی حرام ہے تو بہر حال حرام ہی ہے خواہ ہاتھ سے تیار کی جائے یا کیمرہ کی مدد سے، اس لیے جمہور علماء کرام کے نزدیک راجح یہی ہے کہ کیمرے سے لی جانے والی تصویر کا بھی وہی حکم ہے جو ہاتھ سے بنائی جانے والی تصویر کا ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

تصویر سازی کی حرمت کی وجوہات:

زمانہ قدیم سے حضرات علماء کرام نے تصویر سازی کی حرمت کی یہ وجہ بیان کرتے آئے ہیں کہ تصویر سازی بت پرستی کا ذریعہ ہے اور اسلام میں شرک کسی بھی طرح روا نہیں، اسلام نے توحید باری تعالی کی حفاظت و صیانت ہر چہار طرف سے کی ہے اس لیے تصویر سازی کو مطلقاً حرام کر دیا تا کہ خالص توحید باقی رہے۔ تصویر سازی کی حرمت کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام نے تصویر سازی کو اس لیے بھی حرام قرار دیا کہ آج تجربہ سے یہ بات سامنے آئی کہ اس وقت ساری دنیا فحاشی اور عریانیت کے بحر لا ساحل میں جو غرق ہے جہاں سے نکلنا بظاہر جوئے شیر لانے کے مترادف ہے یہ سب اسی کیمرے کی کارستانی اور نحوست ہے آج پوری دنیا میں ظهر الفساد فی البر و البحر کا دلخراش منظر عیاں ہے بلکہ آج دنیا کی سب سے مقدس ترین جگہ مکہ اور مدینہ بھی اس طوفان بدتمیزی سے نہ بچ سکے، وہاں بھی حجاج کرام کا استقبال کیمروں اور ٹیوی کے ذریعہ کیا جاتا ہے حجاج کرام کے ہر روم میں حکومت سعودیہ نے ٹی وی فراہم کر دیا ہے حجاج و معتمرین طواف کعبہ کر کے اور بیت اللہ میں نماز ادا کر کے جب روم آتے ہیں تو سب سے پہلے ٹی وی آن کرتے ہیں، پھر اس میں اچھی بری ہر چیز دیکھتے ہیں اور آجکل تو ڈیجیٹل کیمرہ موبائلوں میں آچکا ہے اور ہر ایک کے جیب میں ہر وقت موجود ہے جس میں گندی

گندی فحش تصویریں اور حیا سوز فلمیں بھری ہوئیں ہیں کوئی مسجد اس سے محفوظ نہیں فالی اللہ المشتکی۔

بوقت حاجت تصویر کا حکم:

چوں کہ تصویر سازی کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ مجتہد فی مسئلہ ہو گیا ہے کیوں کہ اس میں حضرت امام مالک کا بھی اختلاف ہے ان کے نزدیک وہ تصویر رکھنا ناجائز ہے جو سایہ دار ہو یعنی مجد اور مجسم ہو جیسے بت وغیرہ اس لیے کہ اس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے لہٰذا ایسی تصویر امام مالک کے نزدیک حرام ہے البتہ جو تصویر مجسم نہ ہو اور اس کا سایہ زمین پر نہ پڑتا ہو وہ جائز ہے جیسے کاغذ یا کسی کپڑے پر کوئی تصویر بنادی گئی ہو نیز اس میں ایک متورع عالم کا اختلاف بھی ہے اس لیے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہو گیا ہے اور مجتہد فی مسائل میں ضرورت عامہ اور حاجت شدیدہ کے وقت گنجائش پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اس میں بھی عند الحاجۃ الشدیدہ حاجت نکل آئے گی لہٰذا پاسپورٹ یا شناختی کارڈ یا کسی ایسی جگہ جہاں فوٹو کے بغیر کام نہ چلتا ہو، کیمرے کے فوٹو کی گنجائش ہے اور بوقت، ضرورت حضرات مفتیان کرام نے اس کو اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں تاہم جہاں تصویر کے بغیر کام چل جاتا ہو تو وہاں تصویر سازی سے اجتناب ضروری ہے، صرف شہرت، شوق، اور بے ضرورت فوٹو کھنچوانا حرام ہے۔

(٣٧٦٩) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت علی بن ابی طالب ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں (شوقیہ) کتا یا (بلا ضرورت) فوٹو ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث:

ان الملائکۃ لا تدخل بیتاً فیه کلب ولا صورة: جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے کیوں داخل نہیں ہوتے ہیں، حضرات علماء کرام نے اس کی مختلف وجوہات لکھی ہیں۔

(١) اس میں تشبہ بالکفار ہے، کفار و مشرکین اپنے گھروں میں فوٹو کو رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں فرشتوں کو یہ بات ناپسند ہے اس لیے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں۔

(٢) امام نووی فرماتے ہیں کہ تصویر سازی گناہ کبیرہ اور معصیت فاحشہ ہے بایں سبب رحمت کے فرشتے داخل

ہونے کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

(۳) تصویر میں مشابہت بخلق اللہ ہے۔

(۴) یہ تصویروں کو گھروں میں رکھنا کفروشرک کا سبب ہے بعض تصاویر کی پوجا کی جاتی ہے اس لیے ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے ہیں۔

(۵) اور کتا چوں کہ زیادہ تر نجاست اور گندگی کھاتا ہے۔

(۶) بعض کتے شیطان ہیں اور ملائکہ شیطان کی ضد ہیں لہٰذا دونوں ایک جگہ جمع نہ ہوں گے۔

(۷) کتے کے اندر ایک طرح کی بدبو ہوتی ہے جو فرشتوں کو ناپسند ہے۔

(۸) چوں کہ شوقیہ کتا شریعت نے حرام قرار دیا۔ ہے اس کے باوجود اگر کوئی خلاف ورزی کر کے شوقیہ کتا پالے تو انہیں بطور سزا کے فرشتوں کی دعا اور استغفار سے محروم رکھا گیا اور اس کے گھر کو خیر و برکت سے محروم کر دیا گیا، تاکہ وہ اس سے باز آجائیں۔

کون سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے:

کتا یا تصویر والے گھر میں جو فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں ان سے کونسا فرشتہ مراد ہے؟ علماء کرام فرماتے ہیں کہ فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو رحمت، مغفرت، استغفار، اور تبرک کے ساتھ زمین پر گشت کرتے رہتے ہیں یعنی ملائکہ رحمت، جہاں تک نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کی بات ہے اور حفاظت پر مامور فرشتوں کا تعلق ہے تو وہ کسی بھی حال میں انسان سے جدا نہیں ہوتے ہیں۔ **واما هؤلاء الملائكة الذين لا يدخلون بيتاً فيه كلب او صورة فهم ملائكة يطوفون بالرحمة والتبرك والاستغفار واما الحفظة فيدخلون فی كل بيت، ولايفارقون بنی آدم كل حال لانهم مامورون باحصاء اعمالهم وكتابتها** (۱)

جو کتا شکار کرنے یا کھلیان وغیرہ کی حفاظت کرنے اسی طرح جو فوٹو بغرض ضرورت گھر میں رکھا ہو یا تصویر بچھونوں اور بستروں میں ہوں اور لوگ ان پر بیٹھتے ہوں ان کی تحقیر و تذلیل اور پامالی کی جاتی ہو اس کا ادب و احترام نہ کیا جاتا ہو ایسے فوٹو کا گھر میں ہونا ملائکہ کے دخول کے لیے مانع نہیں ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ حکم عمومی نوعیت کا ہے یعنی مطلق تصویر اور مطلق کتے کا گھر میں موجود ہونا ہی فرشتوں کے عدم دخول کا سبب ہے خواہ کسی بھی مقصد سے کتا یا تصویر کو گھر میں رکھا گیا ہو۔

(۱) شرح النووي: ۲/ ۲۰۰

اگر تصویر کے سر کو کاٹ دیا جائے تو پھر کراہت ختم ہو جاتی ہے ابن عباس کا قول ہے الصورۃ الرأس فاذا قطع الرأس فلیس بصورۃ سر ہی کا نام تصویر ہے لہٰذا اگر سر کاٹ دیا جائے تو وہ تصویر ہی نہیں رہتی ہے۔

(۳۷۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاعَدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سَاعَةٍ يَأْتِيهِ فِيهَا فَرَاثَ عَلَيْهِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ بِجِبْرِيلَ قَائِمٌ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَدْخُلَ قَالَ إِنَّ فِي الْبَيْتِ كَلْبًا وَإِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ.

ترجمہ حدیث: کتے کے سبب سے حضرت جبرئیل کا گھر میں داخل نہ ہونا:

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ سے ایک وقت متعین میں آنے کا وعدہ کیا۔ پھر مقررہ وقت پر نہیں آئے، تو رسول اکرم ﷺ باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل دروازے پر کھڑے ہیں آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ اندر کیوں نہیں آئے؟ جواب دیا کہ گھر میں کتا ہے اور ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں جس میں کتا یا تصویر ہوتی ہے (مراد ذی روح کی تصویر ہے)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے عیاں ہے۔

(۳۷۷۱) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عُفَيْرُ بْنُ مَعْدَانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ زَوْجَهَا فِي بَعْضِ الْمَغَازِي فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تُصَوِّرَ فِي بَيْتِهَا نَخْلَةً فَمَنَعَهَا أَوْ نَهَاهَا.

ترجمہ حدیث: لایعنی کام کرنے کی ممانعت:

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ (یارسول اللہ) میرا شوہر کسی غزوہ میں شریک ہے پھر انہوں نے اپنے گھر میں کھجور کے درخت کی تصویر کی اجازت چاہی، تو آپ نے منع کر دیا۔

تشریح حدیث:

غیر ذی روح کی تصویر سازی اگرچہ جائز ہے لیکن چوں کہ یہ ایک بے فائدہ کام تھا اس لیے آپ ﷺ نے کھجور کے درخت کی تصویر سازی سے منع فرما دیا، تاکہ یہ قیمتی وقت اور صلاحیت ایسی چیز میں صرف نہ ہو جس میں بائع اور مشتری دونوں کے لیے دنیاوی یا اخروی کوئی فائدہ نہ ہو۔

(۱۳۴۷) بَابُ الصُّوَرِ فِيمَا يُوطَأُ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تصویر گھر کے اندر موضع اہانت وذلت میں ہو جہاں اس کی تعظیم نہ کی جاتی ہو جائز ہے اور دخول ملائکہ کے لیے مانع نہیں ہے۔

(۳۷۷۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي تَعْنِي الدَّاخِلَ بِسِتْرٍ فِيهِ تَصَاوِيرُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهُ فَجَعَلْتُ مِنْهُ مَنْبُوذَتَيْنِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى إِحْدَاهُمَا.

ترجمۂ حدیث: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے روشندان پر اندر کی جانب ایسا پردہ لٹکایا جس میں (جاندار کی) تصویریں تھیں، جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو اس کو پھاڑ دیا، میں نے اس کے دو تکیہ (کے غلاف) بنا لیے پھر میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ دونوں میں سے کسی ایک پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

تشریح حدیث: اس سے معلوم ہوا کہ تصاویر بستر یا تکیہ یا اسی طرح موضع اہانت میں ہو تو یہ دخول ملائکہ رحمت کے لیے مانع نہیں ہے جیسا کہ علامہ خطابی نے معالم السنن میں اس کی صراحت کی ہے اور قاضی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے والصورة التي تمتهن في البساط والوسادة وغيرهما فلا يمنع دخول الملائكة بسببه واشار القاضي الى نحو ماقاله الخطابي، (۱)

(۱۳۴۸) بَابُ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ

اس باب میں صرف ایک حدیث امیر المومنین خلیفۂ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ سرخ زین پوش استعمال کرنا ممنوع ہے۔

(۳۷۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ هُبَيْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْمِيثَرَةِ يَعْنِي الْحَمْرَاءَ.

ترجمۂ حدیث: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی اور سرخ زین پوش کے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث: قوله: وعن الميثرة: میثرة اس کی جمع میاثر آتی ہے اس کا مادہ وثر ہے، وثر يثر وثرا الشيء، ہموار کرنا، پیروں وغیرہ سے دبا کر نرم کرنا، وثر يوثر (ك) وثارة بمعنی نرم ہونا، ملائم اور ہموار ہونا میثرة کے معنی عجمیوں کی ریشم اور دیباج سے سنواری ہوئی سواری، وهي من مراكب العجم، تعمل من حرير او ديباج (۲)

جس طرح ہمارے یہاں تکیہ کو سر کے نیچے لیکر سونے کا عام رواج ہے اسی طرح عربوں میں تکیہ پر بیٹھنے کا عام رواج تھا، یعنی ایک تکیہ سر کے نیچے رکھنے کے لیے ہوتا تھا اور دوسرا تکیہ بیٹھنے کے لیے ہوتا تھا بلکہ ٹیک لگانے کے لیے گاؤ تکیہ بھی ہوتا تھا، اور بعض لوگ گھوڑوں کی زین پر بھی تکیہ رکھ کر سواری کرتے تھے جس کو میثرہ کہا جاتا تھا، رسول اکرم ﷺ نے اس

(۱) اهداء الدیباجہ: ۵/ ۵۷ (۲) النهاية: ۴/ ۳۷۸

کے استعمال سے منع فرمایا: اب سوال یہ ہے کہ آپ نے اس کے استعمال سے کیوں منع فرمایا اس کی علت کیا ہے؟ اس بارے میں تین قول ہیں، (۱) بعض نے کہا یہ ریشم کا ہوتا تھا جو مردوں کے لیے حرام ہے اس لیے آپ نے اس کے استعمال سے ممانعت فرمائی۔ (۲) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ سرخ ہوتا تھا اس لیے منع فرمایا (۳) تیسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ اسراف وفضول خواہ مخواہ کا ٹھاٹھ تھا اس لیے منع فرمایا، واللہ اعلم

(۱۳۴۹) بَابُ رُكُوبِ النُّمُورِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ریحانہؓ سے مروی ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ چیتوں کی کھال پر سوار ہونا ممنوع ہے کیوں کہ اس سے تکبر اور درندگی آتی ہے۔

(۳۷۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْحِمْيَرِيُّ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ الْحَجْرِيِّ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ الْحَجْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا رَيْحَانَةَ صَاحِبَ النَّبِيِّ ﷺ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ رُكُوبِ النُّمُورِ.

ترجمۂ حدیث: چیتوں کی کھال پر سواری کرنے کی ممانعت:

صحابی رسول حضرت ابو ریحانہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ چیتوں کی کھال (کو دباغت دینے کے بعد اس کی زین بنا کر اس پر سواری سے منع کرتے تھے۔

تشریح حدیث: قوله: ينهى عن ركوب النمور: یہ بات ماقبل میں آچکی ہے کہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم تمام مردار جانوروں کا چمڑا دباغت دینے کے بعد پاک ہوجاتا ہے البتہ انسان اور خنزیر کا چمڑا بعد دباغت کے بھی قابل انتفاع نہیں بنتا، خنزیر تو نجس العین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا اور انسان کا چمڑا اشرافت وکرامت کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا، جہاں تک درندوں اور چیتوں کے چمڑے کی بات ہے تو وہ بھی دباغت کے بعد پاک ہوجاتا ہے لیکن جس طرح کھانے پینے کی چیزوں کا اثر مزاج پر پڑتا ہے اسی طرح اوڑھنے اور بچھانے کی چیزوں کا اثر بھی مزاج پر پڑتا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے درندوں کی کھالوں کو بچھا کر اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح ان کی ٹوپی صدری وغیرہ پہننا بھی منع ہے البتہ زینت کے واسطے دیوار پر لگانا جائز ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ چیتوں کے چمڑے کو بچھا کر بیٹھنے یا اس کی زین بنا کر اس پر سوار ہونے کی ممانعت اس لیے ہے کہ یہ متکبرین اور مسرفین اور اہل عجم کا شیوہ ہے، لہٰذا ایمان والوں کے لیے ان کا طریقہ اپنانا شرعاً جائز نہیں، واللہ اعلم

(۳۷۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي الْمُعْتَمِرِ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ رُكُوبِ النُّمُورِ.

ترجمۂ حدیث: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے چیتوں کی کھال پر (دباغت کے بعد بھی) سواری کرنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح حدیث: قد مر شرح الحديث قبل ذالك، والله اعلم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْأَدَبِ

ادب: لفظ ادب واحد ہے اس کی جمع آداب ہے حضرات علماء کرام نے اس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

(۱) وضع الشئی موضعها، کسی چیز کو اس کے مقام پر رکھنا، ادب کہلاتا ہے۔

(۲) الخصلة الحميدة، قابل تعریف عادت۔

(۳) ادب کے معنی ورع کے بھی ہیں یعنی زہد واحتیاط۔

(۴) مافعله خير من تركه جس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو۔

(۵) مايمدح به المكلف ولا يذم على تركه، جس کے کرنے پر مکلف کی تعریف کی جاتی ہو لیکن نہ کرنے پر مذمت نہ کی جاتی ہو۔

(۶) المطلوب فعله شرعاً من غير ذنب على تركه (جس کا انجام دینا شرعاً مطلوب ہو لیکن اس کا تارک مستحق مذمت نہ ہو[۱]

یہ تو ادب کی مختلف تعریفات ہوئیں لیکن حضرات فقہاء کرام کی اصطلاحات میں اسے نفل، مستحب اور مندوب اور تطوع کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے[۲]

ادب کا دوسرا وسیع مفہوم:

بسا اوقات ادب کا اطلاق واجبات وفرائض اور ہر قسم کی غلطیوں سے بچنے پر بھی کیا جاتا ہے چناں چہ حضرات فقہاء کرام کتاب ادب القاضی میں ان احکام کا بھی ذکر کرتے ہیں جو واجب ہیں یا جن سے بچنا واجب اور ان کا ارتکاب ناجائز ہے، اس لیے بعض فقہاء کرام نے اس کی تشریح میں عموم رکھا ہے، چناں چہ سید شریف جرجانیؒ نے ان تمام چیزوں کی معرفت اور علم کو ادب قرار دیا ہے جس کے ذریعہ ہر طرح کی خطا سے احتراز کیا جائے اور قاضی ابوزید دبوسی اس ملکہ اور صلاحیت کو ادب قرار دیتے ہیں جو اس کے حامل کو ہر قسم کی بری عادت سے روک دے[۳]

یہاں ادب سے مراد وہ تمام اخلاق وکردار اور خصائل وصفات نیز عادات واطوار مراد ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ

(۱) مراقي الفلاح: ۴۱، تحتاوي: ۴۱-۴۲ (۲) فتاوى بزازيه على هامش الهنديه: ۴/۴۵

(۳) كتاب التعريفات/ ۱۵ القاموس الفقهي/ ۱۷

سے مروی ہیں چناں چہ اس کتاب میں حضرت امام ابن ماجہؒ اسی قسم کی احادیث کو ذکر کریں گے۔

(۱۳۵۰) بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابن سلام سلمیؓ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ حضرت مقدام بن معدیکربؓ حضرت ابو امامہؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہیں اس باب میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے ان کی اطاعت وفرماں برداری کرنے ان کے حکم بجالانے، ان کو خوش کرنے اور ان کو کلمہ تکلیف تک نہ بولنے وغیرہ وغیرہ سے متعلق احادیث ذکر کریں گے اللہ تعالی کے بعد دنیا میں آنے کا ظاہری سبب والدین ہی ہیں اس قرآن کریم کی متعدد آیات میں والدین کے حقوق کو اللہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے اور احادیث شریفہ میں بھی بہت اہمیت کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور بد سلوکی سے بچنے کا ذکر آیا ہے، احادیث درج ذیل ہیں۔

(۳۷۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ ابْنِ سَلَامَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُوصِي امْرَأً بِأُمِّهِ أُوصِي امْرَأً بِأُمِّهِ أُوصِي امْرَأً بِأُمِّهِ ثَلَاثًا أُوصِي امْرَأً بِأَبِيهِ أُوصِي امْرَأً بِمَوْلَاهُ الَّذِي يَلِيهِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ أَذًى يُؤْذِيهِ.

ترجمہ حدیث: ماں کے سات حسن سلوک کرنے کا تاکیدی امر

حضرت ابن سلام السلمیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا، نیز میں آدمی کو والد کے ساتھ حسن سلوک کرنے نیز غلام کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ ان کی طرف سے ایذا ہی کیوں نہ پہنچے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے نہایت تاکید کے ساتھ ماں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور آپ نے تین مرتبہ تاکید کے لیے فرمایا میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، ابن بطالؒ فرماتے ہیں حسن سلوک اور احسان واطاعت کا درجہ تین گنا زیادہ بڑا اس لیے ہے کہ ماں نے تین ایسی مصیبتیں جھیلیں ہیں جن میں باپ بالکل شریک وسہیم نہیں، (۱) حمل کی صعوبت، نو ماہ تک ماں بچہ کو اپنے شکم میں رکھتی ہے اس دوران اسے کن کن مصائب وآلام اور تکالیف وشدائد سے دو چار ہونا پڑتا ہے باپ کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی، (۲) وضع حمل کی صعوبت، ولادت کے وقت عورت کے لیے جان کنی کا عالم ہوتا ہے اور وہ اس وقت ایسی تکلیف ودرد سے دو چار ہوتی ہے کہ

اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے (۳) رضاعت کی مشقت، مدت رضاعت میں عورتوں کو اپنے لخت جگر کے خاطر بہت سی چیزوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے دل چاہنے کے باوجود بھی زبان سے نہیں چکھ سکتی، کہیں اس کا اثر بچہ پر نہ پڑ جائے۔

یہ تین تکالیف ایسی ہیں جنہیں ماں تن تنہا برداشت کرتی ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے والدہ کے لیے خصوصیت کے ساتھ تین مرتبہ فرمایا کہ حسن سلوک کرو، اس کے ساتھ احسان اور امتنان کا برتاؤ کرو، اور جائز امور میں اس کی اطاعت وفرمابرداری کرو، ماں حسن سلوک اور خدمت کی باپ سے زیادہ حقدار ہے باپ میں اطاعت کا زیادہ حقدار ہے فتاوی ہندیہ میں یہ اصول بیان کیا گیا کہ اکرام واحترام اور تعظیم وتوقیر میں باپ کا حق زیادہ ہے اور خدمت وانعام میں ماں کا حق زیادہ ہے، اصل تو یہ ہے کہ دونوں ہی کے ساتھ احسان وسلوک کا معاملہ کرنا چاہئے لیکن عندالتعارض اصول یہ ہے کہ، مثلاً والدین نے ایک ساتھ پانی مانگا دونوں کو ایک ساتھ دینا ممکن نہیں ہے تو یہاں ماں کو مقدم رکھا جائے اور باپ کا احترام کیا جائے اور اگر دونوں کوئی حکم دیں تو باپ کی اطاعت کو مقدم رکھا جائے۔

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ ماں عورت ذات کمزور ہوتی ہے اولاد زیادہ تر ماں ہی کو ستاتی ہے اور اسی کا کہنا نہیں مانتی ہے ماں کمزور ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی اس لیے رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے تاکید کے ساتھ تین مرتبہ فرمایا کہ میں تمہیں والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں میں اس کی وصیت کرتا ہوں تاکہ لوگ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر خوب زیادہ توجہ دیں۔

اس کے برخلاف باپ ہے اس کے دل میں قدرے سختی ہوتی ہے ضرورت کے وقت اولاد کی پٹائی کر دیتا ہے تنبیہ بھی کرتا ہے اور اولاد باپ سے ڈرتی بھی زیادہ ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے صرف ایک بار فرمایا کہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اس کی خدمت کرو اس کے حکم کو بجالاؤ بشرطیکہ امتثال امر میں اللہ رب العالمین کی معصیت لازم نہ آئے، اگر والدین شریعت کے خلاف کوئی امر کرے تو اس کا امتثال ضروری نہیں لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق بلکہ ایسی صورت میں عدم امتثال امر واجب ہے لیکن ادب واحترام کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔

(۳۶۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ الْأَدْنَى فَالْأَدْنَى. (فی الزوائد: إسناده صحيح، رجاله ثقات. والحديث فی الصحيحين بلفظ: من احق الناس بحسن صحابتی الحديث. وقال: ثم أدناك. والباقی نحوه)

ترجمہ حدیث: اولاد پر ماں کے حقوق:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کس کے ساتھ حسن سلوک

کریں؟ آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ، پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ پھر اس کے بعد کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا تم اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو فرمایا کس کے ساتھ پھر آپ نے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو فرمایا پھر کس کے ساتھ حسن سلوک کروں آپ نے فرمایا الاقرب فالاقرب اعتبار سے جو زیادہ قریب ہے اس کے ساتھ احسان وسلوک کرو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں والدہ کے ساتھ نہایت تاکیدی انداز میں حسن سلوک کرنے کا ذکر آیا ہے جس کے متعلق گفتگو اس سے پہلے والی حدیث کے تحت ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں، ابن حزم ظاہری نے الاجماع میں لکھا ہے کہ اس بات پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا فرض ہے نیز دادا کے ساتھ بھی حسن سلوک فرض ہے، اگر جہاد فرض عین نہ ہو اور امیر کی طرف سے نفیر عام کا اعلان نہ آیا ہو تو اولاد کے لیے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا جائز نہیں، لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو اور امیر کی طرف سے اعلان نفیر عام کے لیے آچکا ہو تو والدین کی اجازت ضروری نہیں، بلا اجازت والدین خروج الی الجہاد جائز ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی شکلیں:

(۱) ان کی زندگی میں جان و مال سے ان کی خدمت کرنا اور ہمیشہ ان کو خوش رکھنا

(۲) دل سے والدین کی تعظیم وتکریم کرنا اور ان سے قلبی محبت رکھنا

(۳) والدین کی وفات کے بعد ان کے لیے دعاء مغفرت مسلسل کرتے رہنا

(۴) والدین کے کئے ہوئے عہد و پیمان کو جہاں تک ہو سکے پورا کرنا

(۵) والدین کے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا

(۲۷۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ.

ترجمۂ حدیث: والدین کو خرید کر آزاد کرنے کی فضیلت:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی اولاد والد کا حق ادا نہیں کر سکتی ہے الا یہ کہ والد کو (کسی کا) مملوک (غلام) پائے تو اس کو خرید کر آزاد کر دے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا یہ مطلب نہیں کہ خریدنے کے بعد بقاعدہ دوبارہ آزاد کرنا ہوگا تب جا کر آزاد ہوگا بلکہ والد تو در

حقیقت خریدتے ہی آزاد ہو جائے گا خواہ اس کا ارادہ آزاد کرنے کا ہو یا نہ ہو کیوں کہ حدیث شریف میں ہے **من ملك ذا رحم محرم عتق عليه**، جو شخص کسی قریبی رشتہ دار کا مالک ہو جائے وہ اس پر آزاد ہو جائے گا، خواہ وہ آزاد کرے یا نہ کرے، لیکن چوں کہ اس کا خریدنا آزادی کا سبب ہوا اس لیے اعتاق کی نسبت اس کی طرف کر دیا، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ والدین جو کسی کے مملوک ہوں ان کو آزاد کرنے کی نیت سے خریدنا ایک مطیع اور فرمابردار اولاد کی جانب سے شاندار بدلہ اور جزاء ہے جو ایک اولاد اپنے والدین کو دے سکتی ہے اس سے بہتر بدلہ کچھ بھی نہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ خرید کر آزاد کرنے کے بعد والدین کا حق پورا کر دیا اب ان کے ساتھ احسان وسلوک کی ضرورت نہیں۔

(۳۶۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقِنْطَارُ اثْنَا عَشَرَ أَلْفَ أُوقِيَّةٍ كُلُّ أُوقِيَّةٍ خَيْرٌ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَنَّى هَذَا فَيُقَالُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ. (في الزوائد: اسناده صحيح، رجال ثقات)

ترجمۂ حدیث: اولاد کا اپنے والدین کے لیے استغفار اور رفع درجات کا ذریعہ:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک قنطار بارہ ہزار اوقیے کا ہوتا ہے اور ہر اوقیہ آسمان وزمین کے درمیان جو کچھ بھی ہے سب سے بہتر ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک شخص کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ (میرے عمل تو ایسے نہ تھے) جواب دیا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد کے تمہارے حق میں استغفار کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

رسول اقدس ﷺ نے گویا اس حدیث کے ذریعہ قنطار کی تفسیر فرمائی ہے ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے کثرت کو قنطار کے ساتھ تشبیہ دی ہے ابوداؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ دس آیات کی تلاوت کر لے اس کا نام قانتین میں لکھا جائے گا اور جو روزانہ ایک ہزار آیت کی تلاویت کرے گا اس کا نام مقنطرین میں لکھا جائے گا اس میں غیر محسوس شئی کو شئی محسوس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اولاد کی دعاء مغفرت کا اجر وثواب والدین کو پہنچتا ہے اور اس سے ان کو فائدہ ہوتا ہے یہ حدیث شریف منکرین ایصال ثواب کے خلاف حجت ہے، کیوں کہ حدیث شریف ایصال ثواب کے جواز پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے واللہ اعلم

(۳۷۸۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ ثَلَاثًا إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِآبَائِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ. (فى الزوائد فى إسناده إسماعيل وروايته عن الحجازيين ضعيفة كما هنا)

ترجمہ حدیث: ماں کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی امر:

حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم کو اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے پھر اقرب فالاقرب کے اعتبار سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا (پھر فرمایا کہ) بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے پھر اقرب بالاقرب کے اعتبار سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی حاجت بالکل نہیں۔

(۳۷۸۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ. (فى الزوائد قال ابن معين على يزيد عن القاسم عن أبى أمامة هى ضعيفة كلها. وقال الساجى اتفق أهل النقل على ضعف على بن يزيد)

ترجمہ حدیث: خدمت والدین دخول جنت کا سبب:

حضرت ابوامامہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! والدین کا حق ان کی اولاد پر کیا ہے آپ نے فرمایا وہ دونوں تمہاری جنت یا دوزخ ہیں۔

تشریح حدیث:

اس ارشادگرامی کے ذریعہ نہایت بلیغ انداز میں باپ کی اہمیت اوران کی عظمت شان کو ظاہر فرمایا گیا ہے وہ تمہارے لیے جنت کی راہ بھی آسان کرسکتے ہیں اور دوزخ کا مستوجب بھی بناسکتے ہیں، چناں چہ ماں باپ کی خوشنودی اوران کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ناراضگی ہے اور اللہ پاک کی خوشنودی دخول جنت کا سبب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دخول جہنم کا ذریعہ ہے اگر اطاعت وفرمابرداری کے ذریعہ ماں باپ کو خوش رکھا ان کی ہر جائز خواہش کو پورا کیا تو دخول جنت کا

ذریعہ ہے اور اگر ماں کی اطاعت نہ کی بلکہ نافرمانی کی، ماں باپ کو تکلیف پہنچائی انہیں ستایا انہیں پریشان کیا تو جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے حاصل یہ ہے کہ اگر ماں باپ کی اطاعت وخدمت کرو گے تو جنت میں جاؤ گے اور لاپرواہی اور نافرمانی کے ذریعہ ان کو ناراض کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے یہی ماں باپ تیری جنت یا تیری جہنم ہے۔

(۳۷۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوْ احْفَظْهُ.

ترجمہ حدیث: والد کا مقام ومرتبہ

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ والد (والدین) جنت کا درمیانی دروازہ ہیں اب (تم کو اختیار ہے کہ) تم اس دروازے کو ضائع کردو یا اس کی حفاظت کرو۔

تشریح حدیث:

قولہ: الوالد اوسط ابواب الجنة: حدیث شریف میں الوالد کا لفظ جنس کے درجہ میں ہے اور اس میں والدہ بھی شامل ہے یا پھر یہ مطلب ہے کہ جب والد کا یہ حکم ہے تو والدہ کا حکم تو بدرجہ اولی یہ ہوگا اور اس کی اطاعت بدرجہ اولی اوسط دروازے سے جنت میں داخلے کا سبب ہوگا، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ والدین کی اطاعت وفرمابرداری کی وجہ سے انسان جنت کے درمیانی دروازے سے داخل ہوگا جو جنت کے دروازوں میں سب سے عمدہ اور سب سے اہم دروازہ ہے قشیری کا قول ہے کہ اوسط ابواب الجنة سے مراد خیر ابواب الجنة مراد ہے کہا جاتا ہے، **فلان من اوسط قوم ای من خیارهم** فلاں اپنی قوم میں سب سے اچھا ہے، علامہ عراقی فرماتے ہیں **ای طاعة وعدم عقوقه یهدی الی دخول الجنة من اوسط ابوابها**[1] قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ اوسط ابواب الجنة سے مراد **خیر الابواب واعلاها** ہے اور مطلب یہ ہے کہ سب سے عمدہ ترین چیز جس کو دخول جنت کے لیے وسیلہ بنایا جاسکتا ہے اور جس سے جنت میں داخل ہوسکتا ہے والدین کی اطاعت شعاری ان کی خدمت گزاری یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نیکی کرنا ایسے اوسط اعمال ہیں جو آدمی کو جنت میں لے جائیں گے کیوں کہ بعض اعمال بعض سے افضل ہوتے ہیں اور بعض سے کم تر، یہ ان اعمال میں متوسط ہے۔

مسئلہ: والدین کی اطاعت وفرمابرداری بعض صورتوں میں واجب ہے اور بعض صورتوں میں مستحب، اور بعض صورتوں میں ناجائز اور معصیت میں والدین ہی کی نہیں بلکہ کسی کی بھی اطاعت جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے **لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق**، خالق کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، صرف جائز کاموں میں ہی

(۱) فیض القدیر: ۶/۳۸۱ تحفة الاحوذی: ۵/۱۱۹

والدین کی اطاعت واجب یا مستحب ہے۔

روح المعانی میں ہے کہ اگر کسی کو بیوی سے محبت ہو اور والدین اس کو طلاق دینے کا حکم دیں اگر چہ وہ حکم عورت کی بدچلنی کی وجہ سے ہو اور لڑکا حکم کی تعمیل نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں البتہ افضل ہے کہ والدین کی اطاعت کرے اس عورت کو طلاق دیدے۔

(۱۳۵۱) بَابُ صِلْ مَنْ كَانَ أَبُوكَ يَصِلُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہؓ کی نقل کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین کے دوست واحباب اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کیا جائے جس طرح والدین اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کرتے تھے یہ درحقیقت والدین ہی کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے کیوں کہ اس سے وہ خوش ہوں گے۔

(۳۶۸۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُبَيْدٍ مَوْلَى بَنِي سَاعِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَبَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَإِيفَاءٌ بِعُهُودِهِمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا.

ترجمۂ حدیث: والدین کی موت کے بعد ان کے ساتھ صلہ رحمی کے راستے

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک قبیلہ بنو سلمہ کا ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور نیکی کرنے کی کوئی صورت میرے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جی ہاں، بالکل ہے تم ان کے لیے دعاء واستغفار کرو اور ان کی وفات کے بعد ان کے عہد و پیمان کو نبھانا، اور ان کے دوست واحباب کا اکرام کرو، اور ان کے خاص رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔

تشریح حدیث:

جب والدین بقید حیات ہوں نعمت کبریٰ سمجھ کر ان کی خدمت اور فرمانبرداری کرنا چاہئے اور جب وہ اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر جائیں تو ان کے لیے درج ذیل شکلوں سے خدمت کرنی چاہئے۔

(۱) ان کے لیے برابر دعاء مغفرت اور استغفار کرتے رہنا چاہئے۔

(۲) والدین نے اپنی زندگی میں جو عہد و پیمان کئے ہیں جہاں تک ہو سکے حتی الامکان پورا کرنا چاہئے۔

(۳) ان کے دوستوں کا ادب واحترام کرنا چاہئے، اور ان کے ساتھ مودب انداز میں پیش آنا چاہئے جس طرح ان کے والدین پیش آتے تھے۔

(۴) والدین کے جو خصوصی رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا برتاؤ اسی طرح کرنا چاہئے جس طرح والدین اپنی زندگی میں کیا کرتے تھے، واللہ اعلم

(۱۳۵۲) بَابُ بِرِّ الْوَالِدِ، وَالْإِحْسَانِ إِلَى الْبَنَاتِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں سات حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت یعلی بن عامرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح والدین کے حقوق اولاد پر ہیں اور اولاد ان کی خدمت کرے اور ان کو راضی رکھے اسی طرح اولاد کے بھی کچھ حقوق والدین کے ذمہ ہے والدین پر ضروری ہے کہ عدل وانصاف کے ساتھ تمام اولاد کے حقوق ادا کریں اور ہر اولاد سے یکساں برتاؤ کرے سب سے برابری کے ساتھ محبت و پیار کریں۔

(۳۶۸۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ قَالُوا نَعَمْ فَقَالُوا لَكِنَّا وَاللهِ مَا نُقَبِّلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْلِكُ أَنْ كَانَ اللهُ قَدْ نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ.

ترجمۂ حدیث: اولاد کا بوسہ دینا محبت کی علامت ہے:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کچھ دیہات کے رہنے والے لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (یارسول اللہ!) کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے بھی ہیں لوگوں نے کہا ہاں، تو ان لوگوں نے کہا، لیکن ہم لوگ خدا کی قسم نہیں چومتے، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالی نے تمہارے دلوں سے رحمت وشفقت اور پیار ومحبت نکال دی ہو تو مجھے کیا اختیار ہے (کہ میں تمہارے دلوں میں شفقت بھر دوں)

تشریح حدیث:

ماں باپ کی اپنی اولاد سے محبت ومودت اور رحمت وشفقت ایک جھلک اور فطری امر ہے ہر ماں اور باپ کے اندر اللہ تعالی نے اپنی اولاد کی محبت پیدا کی ہے اور یہ صرف انسانوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جانوروں کے اندر بھی اللہ تعالی نے یہ صفت محبت ودیعت فرمائی ہے ہر جاندار اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اولاد کو آرام وراحت پہنچانے کے لیے مضطرب اور بے چین رہتا ہے اس محبت ومودت اور غایت درجہ کی رحمت وشفقت کا نتیجہ اولاد کو بوسہ دینا ہے، جب آپ کی مجلس میں ایک بچہ لایا گیا اور آپ نے اس کو بوسہ دیا تو دیہات سے آنے والے لوگوں نے نہایت حیرت واستعجاب اور

سراپا متعجب ہو کر پوچھا کہ کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ صحابہ کرام جو وہاں موجود تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں بالکل ہم لوگ اپنے بچوں کا بوسہ دیتے ہیں انہیں محبت میں چومتے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا لیکن ہم خدا کی قسم! اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے ہیں اور نہ انہیں سینہ سے لگاتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے اولاد کی تئیں محبت والفت اور پیار وشفقت کو چھین لیا تو میں کیا کر سکتا ہوں مجھے کیا اختیار کہ میں تمہارے دلوں میں محبت کی آگ لگا دوں یہ تو اللہ پاک کے اختیار میں ہے۔

(۳۷۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ عَنْ يَعْلَى الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَسْعَيَانِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُمَا إِلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ. (فی الزوائد إسناده صحیح. رجاله ثقات)

ترجمۂ حدیث: محبت میں بچوں کو سینے سے لگانا:

حضرت یعلی بن عامریؓ سے روایت ہے کہ حضرت حسن وحسینؓ دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ (سینے سے) چمٹا لیا اور فرمایا اولاد بخل اور بزدلی کا سبب ہے۔

تشریح حدیث:

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔ بلاشبہ تمہارے اموال اور اولاد آزمائش اور فتنہ کی چیز ہے۔ باپ اولاد کی طرح بخیلی بھی کرتا ہے اور اولاد کے لیے روپیہ روپیہ جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے اپنے نفس پر بھی کما حقہ خرچ نہیں کرتا، اور جب کہیں سے کوئی چیز ملتی ہے تو بچوں کے لیے رکھ لیتا ہے، خود نہیں کھاتا، بعض مرتبہ بخل کی انتہا کرتے ہوئے جو حقوق واجبہ ہیں وہ بھی نہیں خرچ کرتا بلکہ صرف جمع مالا وعدد میں ہی لگا رہتا ہے۔

اسی طرح اولاد کی خاطر انسان بزدلی بھی اختیار کرتا ہے راہ خدا میں جہاد اور قتال کرنے سے گریز کرتا ہے اور وہ یہ سوچتا ہے کہ اگر میں جہاد میں مارا گیا تو اولاد کا کیا ہوگا اور اولاد کی تربیت اور دیکھ بھال کون کرے گا اس کی مالی کفالت کون کرے گا، اس طرح سوچ سوچ کر بزدلی کی چادر اوڑھ لیتا ہے اور اپنی جان بچاتا پھرتا ہے بخل اور جبن دونوں مذموم اور قابل نفرت صفت ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی پناہ مانگی ہے اللھم انی اعوذ بک من الجبن والبخل، بزدلی سے آدمی خود بھی مرتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی بزدلی کی وجہ سے مروا دیتا ہے اور بخیل آدمی خود بھی بھوکا رہتا ہے اور دوسروں کو بھی بھوکا رکھتا ہے۔

تو اولاد انسان کو بزدل اور کنجوس بنا دیتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی اولاد پیاری ہوتی ہے ماں باپ ان کو نہ صرف چومتے ہیں بلکہ سونگھتے بھی ہیں کیوں کہ وہ اللہ کے پھول ہیں۔

(۳۶۸۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْنَتُكَ مَرْدُودَةٌ إِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ. (في الزوائد رجال إسناده ثقات. إلا أن علي بن رباح لم يسمع من سراقة)

ترجمہ حدیث: مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا بیٹی پر خرچ کرنا بہترین صدقہ ہے:

حضرت سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو افضل ترین صدقہ نہ بتادوں؟ تمہاری بیٹی جو (طلاق یا خاوند کی وفات کی وجہ سے) لوٹ کر تمہارے پاس آگئی، تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہیں۔

تشریح حدیث:

اولاد پر خرچ کرنا تو صدقہ ہے ہی، لیکن وہ بیٹی جو شادی شدہ تھی پھر کسی وجہ سے شوہر کا انتقال ہوگیا یا شوہر نے اسے طلاق دیدی اور وہ میکے لوٹ آئی اور یہیں رہنے لگی، یہاں اس کے باپ کے سوا کوئی کمانے والا نہیں، صحیح کوئی دیکھنے والا نہیں، اب ایسی مفلوک الحال بیٹی پر کوئی خرچ کرتا ہے اس کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے تو یہ سب سے افضل ترین صدقہ ہے عام صدقوں سے زیادہ اس میں ثواب ہے۔

(۳۶۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ صَعْصَعَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ قَالَ دَخَلَتْ عَلَى عَائِشَةَ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَأَعْطَتْهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً ثُمَّ صَدَعَتِ الْبَاقِيَةَ بَيْنَهُمَا قَالَتْ فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَا عَجَبُكِ لَقَدْ دَخَلَتْ بِهِ الْجَنَّةَ. (في الزوائد رجال إسناده ثقات. إلا أن علي بن رباح لم يسمع من سراقة)

ترجمہ حدیث: بیٹی کی پرورش پر جنت کی بشارت:

احنف کے چچا صعصعہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک عورت آئی جب کہ اس کے ساتھ دو بیٹیاں بھی تھیں ام المومنین نے اسے تین کھجوریں دیں، اس نے دونوں کو ایک ایک کھجور دیدی پھر ایک کھجور جو باقی رہ گئی اس کو آدھی آدھی ان میں تقسیم کردی، حضرت امی جان! فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے تو میں نے سارا واقعہ آپ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ عجب ہے کہ وہ عورت اسی (ایک) عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگئی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی تربیت اور اس کے حقوق کی رعایت اور اس کی پرورش کرنا دخول جنت

کا باعث ہے اس حدیث میں حق البنا تکو حق البنین کے مقابلے میں زیادہ تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیوں کہ وہ کمزور ہوتی ہیں خود مارکیٹ یا دوکانوں میں جا کر کما نہیں سکتی ہیں اس لیے رسول اکرم ﷺ نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت اور اس کی شادی کرا دینے میں جنت کی بشارت سنائی ہے، واللہ اعلم

(۳۷۸۸) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُشَانَةَ الْمَعَافِرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ وَأَطْعَمَهُنَّ وَسَقَاهُنَّ وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمۂ حدیث: بیٹی کی اسلامی تعلیم وتربیت دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ:

حضرت عبداللہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس کی تین بیٹیاں ہوں اور ان پر صبر کرے (گھبرائے نہ اور نہ جزع کرے کہ تین بیٹیاں ہیں کیا ہوگا)، انہیں کھلائے پلائے اور اپنی طاقت وکمائی کے مطابق پہنائے تو قیامت کے دن یہ تینوں بیٹیاں دوزخ سے آڑ اور رکاوٹ کا سبب بن جائیں گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں بیٹیوں پر خرچ کرنے کی فضیلت آئی ہے بعض روایت کے مطابق بیٹیوں کے ساتھ ساتھ بہنوں پر بھی خرچ کرنے کا یہی اجر وثواب ہے لوگ لڑکوں پر تو خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر کام آتے ہیں لیکن لڑکیوں اور بہنوں پر خرچ کرنے سے دل چراتے ہیں کیوں کہ وہ بڑی ہو کر دوسرے کے گھر چلی جائیں گی اس لیے احادیث شریفہ میں خصوصیت کے ساتھ بہنوں اور لڑکیوں پر خرچ کرنے کی فضیلت آئی ہے۔

قولہ: من کان لہ ثلاث بنات: تین لڑکیوں کا ذکر محض اتفاقی ہے اگر کسی کے پاس صرف لڑکی ہو یا ایک بہن ہو اس نے اس پر صبر کیا تو وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ بن جائے گی، اور یہی اجر وثواب ایک لڑکی والوں کو بھی حاصل ہے چناں چہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں من ابتلی بشئی من البنات فصبر علیھن کن لہ حجاباً من النار یہ روایت اس بات پر دال ہے کہ اس ایک بیٹی والے کے لیے بھی یہی فضیلت ہے۔

(۳۷۸۹) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ فِطْرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا إِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ.

ترجمۂ حدیث: بیٹیوں کے ساتھ حسن سلوک دخول جنت کا سبب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کی دو بیٹیاں بالغ ہو جائیں اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے (یعنی کھلائے پلائے اور دینی آداب سکھائے) جب تک کہ وہ بیٹیاں اس کے ساتھ رہیں گی یا وہ ان بیٹیوں کے ساتھ رہے (حسن سلوک میں کمی کوتاہی نہ آنے دے) تو وہ بیٹیاں اسے جنت میں داخل کرادیں گی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں بھی اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے بیٹیوں کی تعلیم و تربیت اور حسن سلوک کرنے پر جنت کی بشارت دی ہے آپ بار بار مختلف پیرایہ بیان میں لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، انہیں تعلیم و تربیت دینے پر زور اور اس پر اجر و ثواب اور جنت میں داخلے کا سبب اسے قرار دے رہے ہیں تا کہ لوگ اس پر خصوصی توجہ مرکوز کریں جس ماحول اور معاشرے کے اندر رسول اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تھے وہ عرب کا سب سے گندہ معاشرہ تھا جہاں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور لڑکیوں کی پیدائش پر صف ماتم بچھائی جاتی تھی اس لیے آپ بار بار زور دے رہے ہیں اور اس طرح سے دور جاہلیت کا خمار دل و دماغ پر جو سوار ہے اس کو ختم کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ واللہ اعلم

(۳۶۷۹۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُمَارَةَ أَخْبَرَنِي الْحَارِثُ بْنُ النُّعْمَانِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ. (فی الزوائد فی إسناده الحارث بن النعمان. وإن ذكره ابن حبان فی الثقات فقد لينه أبو حاتم)

ترجمۂ حدیث: اولاد کی تعلیم و تربیت:

حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ اپنی اولاد کا خیال رکھو، اور ان کو اچھے (اسلامی) آداب سکھاؤ۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۵۳) بَابُ حَقِّ الْجِوَارِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں حضرت ابوشریح خزاعیؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں ہمسایوں اور پڑوسیوں کے حقوق بیان کئے گئے ہیں ایک حدیث میں جو آرہی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں حضرت جبرئیل

اس قدر وصیت کرتے رہے کہ مجھے خطرہ ہونے لگا کہ کہیں ان کو وراثت میں شریک نہ کر دیا جائے۔

(۲۷۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ.

ترجمۂ حدیث: اہل ایمان کی تین صفات حمیدہ:

حضرت ابوشریح خزاعیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں تین باتوں کا حکم ہے:

(۱) پڑوسیوں کے ساتھ احسان:

رسول اکرم ﷺ نے بہت زیادہ تاکید کے ساتھ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے ایک حدیث میں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص مومن ہی نہیں ہے یعنی اس کے اندر کمال ایمان نہیں ہے حضرات صحابہ کرام نے پوچھا کون یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کے شر اور تکلیف اور ایذا رسانی سے محفوظ نہ ہو، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل ہی نہ ہوگا جس کے پڑوسی اس کی برائیوں اور شر سے محفوظ اور مامون نہ ہوں، الغرض پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت اور ان کے ساتھ احسان وسلوک اور ان کا اکرام واحترام اعلیٰ درجہ کی ایمانیات اور اخلاقیات میں سے ہے جس سے متصف ہونے پر اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے۔

(۲) مہمانوں کا اکرام:

اکرام ضیف اور مہمانوں کا احترام، اس کی تعظیم وتوقیر حسب استطاعت اس کی ضیافت اعلیٰ درجہ کے مومن کی شان اور پہچان ہے اکرام ضیوف سے متعلق گفتگو ماقبل تکمیل الحاجہ جلد نمبر: ۷، میں ابواب الاطعمہ میں باب الضیافۃ کے تحت گزر چکی ہے وہاں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کرلیں۔

(۳) لایعنی امور سے اجتناب:

تیسری بات جو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا وہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی زبان سے کوئی بات نکالے تو اچھی بات خیر کی بات نکالے یا پھر خاموش رہے لایعنی بات جس سے دنیا اور آخرت کا کوئی فائدہ متعلق نہ ہو زبان سے نہ نکالے اس لیے کہ ہر بات کو ریکارڈ کرنے والے فرشتے ہمہ وقت کندھوں پر سوار ہیں، مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید لہٰذا خوب سوچ کر اور غور و فکر کرنے کے بعد اچھی بات کام کی بات اور دینی بات بولے،: خواہ مخواہ کی بات نہ کرے، اس میں نقصان کے علاوہ کچھ حاصل نہیں، کما لا یخفی علی ذوی البصائر۔

(۳۷۹۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.

ترجمۂ حدیث: پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اہمیت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا یہ خیال ہونے لگا کہ کہیں پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث نہ قرار دیا جائے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے پڑوسیوں کے ساتھ احسان و نیک سلوک کرنے اس کے دکھ درد کو بانٹنے اور اس کو کسی قسم کی پریشانی و تکلیف میں مبتلا نہ کرنے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے چناں چہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس تواتر اور تسلسل اور پابندی کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو حکم دیتے تھے کہ آپ نے یہ خیال کر لیا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام شاید کسی قریبی وقت میں یہ وحی لے کر نازل ہوں کہ پڑوسی آپس میں ایک دوسرے کے وارث قرار دئے جاتے ہیں۔

(۳۷۹۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرَائِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.

(فی الزوائد الحدیث إسنادہ صحیح رجالہ ثقات)

ترجمۂ حدیث: پڑوسیوں کے بارے میں حضرت جبرئیل کی وصیت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑوسیوں کے (حقوق کی

ادائیگی کے) بارے میں برابر مجھے وصیت کرتے تھے، یہاں تک میرا خیال ہوا کہ کہیں پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث نہ بنادے جائیں۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحدیث قبل ذالك۔

(۱۳۵۴) بَابُ حَقِّ الضَّيْفِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوشریح خزاعیؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ اور حضرت مقدام ابوکریمہؓ سے منقول ہیں اس باب میں اکرام ضیف سے متعلق احادیث مذکور ہیں شریعت نے اپنے چاہنے والوں کو اکرام ضیف پر ابھارا ہے اور اکرام ضیف کی تاکیدی حکم فرمایا اور یوں فرمایا کہ حق ضیف تین دن ہیں، تین دن تک خوب خاطر تواضع کیا جائے گا اس باب سے متعلق بحث تکمیل الحاجہ، جلد: ۷، ابواب الاطعمہ، باب الضیافة کے تحت آچکی ہے اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاچکا ہے لہٰذا اس باب میں صرف ترجمہ حدیث اور مطلب پر اکتفاء کیا جاتا ہے تفصیل کے لیے تکمیل الحاجہ جلد ۷، کا مطالعہ کریں۔

(۴۷۹۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحِ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَجَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَ صَاحِبِهِ حَتَّى يُحْرِجَهُ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَمَا أَنْفَقَ عَلَيْهِ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

ترجمۂ حدیث: اکرام ضیف اور حق ضیافت:

حضرت ابوشریح خزاعیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص روز قیامت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے مہمان داری کا اصول صرف ایک دن اور ایک رات ہے، اور کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے پاس اتنے دن قیام کرے اس کو تنگی اور حرج میں ڈالدے، مہمانی صرف تین دن ہیں تین دن کے بعد مہمان پر جو کچھ بھی خرچ کرے وہ صدقہ ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: جائزته یوم ولیلة۔ نہایہ میں ہے کہ مہمان کی تین دن تک کی ضیافت کی جائے گی اول دن تو حسب استطاعت پرتکلف اور عام کھانوں کے علاوہ تیار کر کے پیش کیا جائے گا پھر باقی دودن ماحضر جو بھی ہو پیش کردیا جائے تکلف کی ضرورت نہیں، پھر رخصت کے وقت زادراہ اتنا دیدیں گے کہ ایک دن اور ایک رات کی مسافت طے کرے، اس کو جیزہ کہتے ہیں بعض نے کہا زادراہ اتنا دیں گے کہ بس ایک چشم سے دوسرے چشم تک چلا جائے، اس کے علاوہ میزبان

خودمختار ہے چاہے اس پر خرچ کرے یا خرچ نہ کرے اگر خرچ کرے گا تو صدقہ ہوگا اور اجروثواب کا مستحق ہوگا اور مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کے پاس اتنا زیادہ قیام نہ کرے کہ میزبان دل برداشتہ اور کبیدہ خاطر ہو جائے اور مہمان کے خلاف بد گمانی اپنے دل میں پیدا کر کے گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تکمیل الحاجہ جلد ۷ ابواب الاطعمہ باب الضیافۃ۔

(۳۷۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَا فَمَا تَرَى فِي ذَلِكَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا وَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ.

ترجمۂ حدیث: مہمان حق ضیافت وصول بھی کرسکتا ہے:

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا (یا رسول اللہ!) آپ ہم لوگوں کو سفر میں بھیجتے ہیں اور بعض مرتبہ ہم لوگ ایسی قوم کے پاس قیام کرتے ہیں جو ہماری ضیافت نہیں کرتی ہیں (حالاں کہ ہم محتاج ہوتے ہیں) تو آپ ہمیں اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اگر کسی قوم کے پاس پڑاؤ ڈالو پھر وہ تمہارے لیے ان چیزوں کا حکم کریں جو مہمان کے لیے مناسب ہیں تو اسے قبول کرلو، اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق وصول کرو جوان کو کرنا چاہئے تھا۔

تشریح حدیث:

قال الشيخ عبد الغنى المجددى رحمه الله هٰذا منسوخ عند الجمهور او مشروط على قوم اخذ الامام العهد عليهم بضيافة السرايا والجيوش اذا مروا بهم فعلى هٰذا محمله اهل الذمة[1]

(۳۷۹۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْمِقْدَامِ أَبِي كَرِيمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةُ الضَّيْفِ وَاجِبَةٌ فَإِنْ أَصْبَحَ بِفِنَائِهِ فَهُوَ دَيْنٌ عَلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ اقْتَضَى وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ.

ترجمۂ حدیث: رات کے وقت مہمان نوازی کا وجوب:

حضرت مقدام ابو کریمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مہمان کی رات کی ضیافت واجب ہے، پس اگر

(۱) انجاح الحاجة: ۲/۲۶۱

مہمان اس کے پاس ہی صبح تک رہے اس کی مہمانی میزبان کے ذمہ فرض ہے اگر چاہے تو وصول کرلے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

تشریح حدیث:

قولہ: لیلۃ الضیف واجبۃ۔ حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ جس رات میں مہمان آئے، یعنی مہمان رات کے وقت آیا کھانے کا کوئی انتظام نہیں، ہوٹل وغیرہ بھی نہیں کہ وہاں جا کر کھالے تو اس صورت میں میزبان کے ذمہ واجب ہے کہ کھانا کھلائے پھر اگر مہمان رات میں اسی کے پاس قیام کرے تو صبح کے بعد بھی اپنا حق طلب کرسکتا ہے اہل خانہ کے ذمہ مہمان نوازی ساقط نہ ہوگی ہاں مہمان کو اختیار ہے چاہے تو اپنا حق طلب کرے اور چاہے تو یوں چھوڑ دے۔ واللہ اعلم

(۱۳۵۵) بَابُ حَقِّ الْيَتِيمِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے صرف تین احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں اس باب میں یتیموں کے ساتھ شفقت ومحبت اور ان کے ساتھ احسان کرنے کے متعلق احادیث مذکور ہیں۔ (رسول اکرم ﷺ نے یتیموں کی کفالت کرنے والے کے لیے اپنے ساتھ جنت میں رہنے کی بشارت دی ہے) (اللھم اجعلنا منھم)

(۳۷۹۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ.

ترجمہ حدیث: یتیموں کی حق تلفی سے آپ کا خوف کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ! میں دو کمزوروں کے حق (مال) کو حرام کرتا ہوں ایک یتیم اور دوسرے عورت۔

تشریح حدیث:

قولہ: احرج حق الضعیفین: احرج کے معنی اضیقہ واحرمہ کے ہیں یعنی میں دو کمزوروں کے حق کو حرام کرتا ہوں یعنی ان دونوں کے حقوق کو ضائع کرنا یا ان کے حقوق کو سلب کرنا جائز نہیں ہے، ایک یتیم اور دوسرے عورت ہے۔

یتیم کس کو کہتے ہیں:

جس بچہ کا باپ اس کے بلوغ سے قبل مرجائے وہ یتیم ہے کیوں کہ یتیم بچہ یا بچی اپنے انجام سے ناواقف ہوتی ہے عقل وفہم بھی ناآشنا ہوتی ہے اور کسب معاش سے بھی عاجز ہوتی ہیں اس لیے رسول اکرم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ یتیم

کے حقوق کی حفاظت وصیانت کے متعلق تاکید فرمایا اور یتیم کے حق کے بارے میں شدید وعید بیان فرمائی ہے۔

اسی طرح عورت بھی کسب معاش سے عاجز اور عقل ودانش سے ناقص ہوتی ہے اور ہر اعتبار سے کمزور ہوتی ہے جو چاہتا ہے اس کے حق کو ضائع کر دیتا ہے اس کے مال کو ہڑپ کر لیتا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے عورت کو بھی یتیم کے ساتھ شامل فرمایا اور حرج واثم میں اس کو بھی داخل ولاحق کیا ہے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہے جو یتیموں کے مال اور اس کے حق کو ضائع کرتے ہیں ان پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں ان کو دھکا دے کر بھگا دیتے ہیں قرآن کریم ایسے لوگوں کے فعل بد کو تکذیب دین اسلام سے تعبیر کیا ہے اور مکذبین کی فہرست میں ان کو شمار کیا ہے ارشاد ربانی ہے، ارأیت الذی یکذب بالدین فذالك الذی یدع الیتیم۔ کیا آپ ان کو جانتے ہیں جو دین کی تکذیب کرتے ہیں یہ وہی ہیں جو یتیموں کو دھکا دے کر بھگا دیتے ہیں۔

(۳۶۹۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَتَّابٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ.

ترجمۂ حدیث: مسلمانوں کا افضل ترین اور بدترین گھر:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے افضل ترین وہ گھر ہے جس میں ایک یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔

تشریح حدیث:

قوله: یساء الیه: بدسلوکی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گھر کے افراد اس کی ضروریات زندگی کی کفالت میں غفلت وکوتاہی برتیں، اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ جس سے اس کو بے چارگی اور احساس کمتری کا شعور پیدا ہو، اس کو خواہ مخواہ زدوکوب کیا جائے، مارا پیٹا جائے، یہ سب چیزیں بدسلوکی کے اندر داخل ہیں، ہاں اگر تعلیم وتربیت کی غرض سے اس کی پٹائی کی جائے اس کو کچھ سزا دیجائے تو یہ بدسلوکی میں داخل نہیں، بلکہ یہ تو حسن سلوک اور احسان میں شمار ہوگا کیوں کہ یہ تو اس کے مستقبل کی زندگی کو سنوارنے کے لیے پٹائی کی جارہی ہے: واللہ اعلم

(۳۶۹۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلَاثَةً مِنَ الْأَيْتَامِ كَانَ كَمَنْ قَامَ لَيْلَهُ وَصَامَ نَهَارَهُ وَغَدَا وَرَاحَ شَاهِرًا سَيْفَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ

وَكُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ أَخَوَيْنِ كَهَاتَيْنِ أُخْتَانِ وَأَلْصَقَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى. (فى الزوائد فى إسناد إسماعيل بن إبراهيم وهو مجهول. والراوى عنه ضعيف)

ترجمۂ حدیث: تین یتیموں کی کفالت کا اجر وثواب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تین یتیموں کی کفالت اور پرورش کرے (اس کا اجر وثواب) اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر قیام کرے بھر روزہ رکھے اور صبح شام تلوار سونت کر اللہ کے راستے میں جہاد یعنی قتال کرنے کے لیے جائے اور میں اور وہ جنت میں دو بھائی ہوں گے ان دو بہنوں کی طرح، پھر آپ نے اپنی دو انگلی یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملائی۔

تشریح حدیث:

قوله: شاهراً: اى سالاً ومخرجاً سيفه لقتل الكفار واعداء الاسلام من اليهود والنصاري۔ اس حدیث شریف میں بھی رسول اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے لیے عظیم بشارت دی جو یتیموں کی کفالت امداد دیکھ بھال کرتے ہیں، فرمایا ایسا جنت میں میرے ساتھ، غایت درجہ کی قربت کو بیان کرنے کے لیے آپ نے شہادت اور وسطی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

(۱۳۵۶) بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو برزہ اسلمیؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بہت بڑا باعث اجر وثواب کا کام ہے۔

(۳۸۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَمْعَةَ عَنْ أَبِي الْوَازِعِ الرَّاسِبِيِّ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَنْتَفِعُ بِهِ قَالَ اعْزِلِ الْأَذَى عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ.

ترجمۂ حدیث: راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا:

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں آپ نے فرمایا مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادیا کرو (اور اس پر عمل کر کے خوب فائدہ اٹھاؤ لوگوں کی دعائیں لو)

تشریح حدیث:

راستہ سے تکلیف دہ چیزوں۔ کے ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر راستے میں کانٹے یا پتھر یا کیلے وغیرہ کے چھلکے پڑے

ہوں جن سے لوگوں کے پھسلنے کا اندیشہ ہو اور راہ گیر مسافروں کو تکلیف پہنچتی ہو، کوئی غلاظت ونجاست راستہ میں پڑی ہو جس سے راستہ چلنے والوں کے لیے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو مومن پر اخلاقی اور ایمانی فرض یہ ہے کہ اس کو ہٹا دے، اور راستہ کو صاف کردے، اسی طرح خود بھی راستہ میں کوئی ایسی چیز نہ ڈالے جو راستے پر چلنے والوں کے لیے تکلیف کا باعث ہو، حضرات صوفیا کرام اور عارفین کی رمز شناس نگاہوں نے تو اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ انسان ایسی تمام چیزوں سے اپنے نفس کو صاف وشفاف کرے جو توجہ الی اللہ اور معرفت کے راستہ میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہوں اور اپنے قلب ودماغ سے برائی کے خیال تک کو بھی کھرچ کر پھینک دے (۱)

راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ایمان کے ستر شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں ازالۃ الاذی عن الطریق میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو گزرنے والوں کے لیے تکلیف ونقصان کا باعث ہو، خواہ وہ کوئی موذی درخت ہو یا کانٹا ہو یا کوئی پتھر یا کوئی گندگی اور غلاظت، سب کے سب اس میں داخل ہیں اور یہ ایمان کے حسین وجمیل شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے ھذاہ الاحادیث المذکورۃ فی الباب ظاھرۃ فی فضل ازالۃ الاذی عن الطریق، سواء کان الاذی شجرۃ توذی او غص شول، او حجر ایعثر بہ او قذراً او جیفۃ وغیر ذالك، واماطۃ الاذی عن الطریق من شعب الایمان کما سبق فی الحدیث الصحیح (۲) صاحب اہداالدیباجہ شیخ صفار الضوی احمد العدوی نے اس موقع پر اس حدیث کے ذیل میں بہت نفیس اور مفید کلام کیا ہے، شوقین اور علم دوست حضرات اس کا مطالعہ کریں (۳)

(۳۸۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ عَلَى الطَّرِيقِ غُصْنُ شَجَرَةٍ يُؤْذِي النَّاسَ فَأَمَاطَهَا رَجُلٌ فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ

ترجمۂ حدیث: رحمت حق بہانہ می جوید:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستہ میں ایک درخت کی شاخ تھی جس سے لوگوں کو ایذاء پہنچتی تھی تو ایک شخص نے اسے راستہ سے ہٹادیا (اسی عمل پر) اسے جنت میں داخل کردیا۔

تشریح حدیث:

اللہ تعالی قادر مطلق اور فعال لما یرید ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں وہ بڑا غفار اور رحمان ہے مغفرت وبخشش کے بہانے تلاش کرتا ہے وہ جب چاہتا ہے تو ایک زانیہ عورت کو محض کتے کو پانی پلانے کے بدلے معاف

(۱) مستفاد مظاہر حق جدید: ۱/ ۷۱ (۲) شرح مسلم: ۸/ ۴۱۹ بحوالہ اھداء الدیباجہ: ۵/ ۷۸

(۳) اھداء الدیباجہ: ۵/ ۷۶ تا ۷۷

کر دیتا ہے اور جنت کے اعلیٰ محل میں جگہ دیدیتا ہے اور جب چاہتا ہے تو ایک عابدہ زاہدہ پارسا عورت کو بلی کو باندھ کر بھوکا مارنے کے بدلہ میں جہنم کی آگ میں ڈالدیتا ہے کوئی اس سے سوال کرنے والا نہیں، جب اس کا دریا رحمت ومغفرت جوش میں آتا ہے تو ایک معمولی نیکی کے بدلے میں جنت کر دیتا ہے اور فاسق کے تمام سیئات محو ومعاف کر دیتا ہے یہ حدیث باب بھی اسی قبیل سے ہے کہ اللہ کے دریائے رحمت ومغفرت میں ایسا اچھال آیا ہے کہ محض راستہ میں پڑی ہوئی تکلیف دہ چیز کے ہٹادینے پر جنت میں داخل کر دیا، ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

(۳۸۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ وَاصِلٍ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي بِأَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَسَيِّئِهَا فَرَأَيْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذَى يُنَحَّى عَنِ الطَّرِيقِ وَرَأَيْتُ فِي سَيِّئِ أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ.

ترجمۂ حدیث: آپ کے سامنے امت کے اعمال کی پیشگی:

حضرت ابوذر (غفاری) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے اچھے اور برے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے امت کے اعمال حسنہ میں سے ایک عمل حسن یہ دیکھا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادینا ہے اور امت کے اعمال سیئہ میں سے ایک عمل یہ دیکھا کہ مسجد میں بلغم (نکال کر) دبایا نہیں جاتا۔

تشریح حدیث:

قوله: النخاعة لا تدفن في المسجد: حدیث شریف کا یہ جملہ اس بات پر دال ہے کہ یہ قباحت وشناعت اور ملامت ومذمت صاحب نخاعہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ اس کے اندر وہ شخص داخل ہے جو مسجد میں گندگی دیکھے اور اسے دفن وغیرہ کے ذریعہ زائل نہ کرے اس سے معلوم ہوا اگر مسجد میں کوئی گندگی یا بلغم وغیرہ کوئی آدمی دیکھے تو اس کو صاف کر دینا چاہئے ورنہ جس طرح گندگی ڈالنے والا معصیت کا مرتکب ہوا اسی طرح یہ شخص بھی عدم ازالہ اذی اور عدم اہتمام تطہیر کا گنہ گار ہوگا، هٰذا ظاهرة ان هٰذا القبح و الذم لا يختص بصاحب النخاعة بل يدخل فيه هو و كل من راها و لا يزيلها يدفعه او حك و نحوه۔ (۱)

(۱۳۵۷) بَابُ فَضْلِ صَدَقَةِ الْمَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت سعد بن عبادہؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت سراقہ بن جعشمؓ سے منقول ہیں اس باب میں پانی صدقہ کرنے یعنی پیاسوں کو

(۱) اهداء الدياجة: ۵/۷۸

پانی پلانے کے اجروثواب کا بیان ہے۔ پیاسوں کو پانی پلانا بہت بڑا اجروثواب کا کام ہے۔

(۳۸۰۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ سَقْيُ الْمَاءِ.

ترجمہ حدیث: افضل ترین صدقہ:

حضرت سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا (پیاسوں کو) پانی پلانا (افضل ترین صدقہ ہے)

تشریح حدیث:

علامہ مناویؒ فیض القدیر میں لکھتے ہیں کہ ہر ذی روح حیوان محترم کو پانی پلانے میں اجروثواب ہے صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص راستہ چل رہا تھا کہ دوران سفر اس کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی، اس نے دیکھا کہ ایک کنواں ہے چناں چہ اس میں کسی طرح اترا اور پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے زمین کی تری چاٹ رہا ہے اس نے دل میں سوچا کہ جس طرح میں شدت پیاس کی وجہ سے مضطرب اور بے چین تھا اور جیسی مجھے تکلیف ہو رہی تھی اسی طرح یہ کتا بھی شدت پیاس کی تکلیف کی وجہ سے بے چین ہے کیوں نہ اس کو پانی پلایا جائے چناں چہ وہ شخص کنواں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا اور اپنے منہ سے اس کو پکڑ کر باہر آ گیا اور کتے کو پانی پلایا اللہ تعالی کو اس شخص کا یہ عمل بہت زیادہ پسند آیا چناں چہ اللہ تعالی نے اپنا فضل کیا ہے اور اس کے عمل کی قدردانی کرتے ہوئے اس کی مغفرت فرمادی جب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی، تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا چوپایوں کو پانی پلانے میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے آپ نے فرمایا فی کل کبد رطبة اجر ہر جگر والے کو تر کرنے میں اجروثواب ہے، ہر جاندار اور حیوان کے ساتھ احسان وحسن برتاؤ میں اجر ہے سبحان اللہ! اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے اجروثواب کمانے کے لیے کس قدر سنہرے سے سنہرے مواقع فراہم کئے ہیں اور معمولی کام پر کس قدر عظیم الشان وعدہ فرمایا ہے۔

(۳۸۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُفُّ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفُوفًا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَمُرُّ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عَلَى الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ اسْتَسْقَيْتَ فَسَقَيْتُكَ شَرْبَةً قَالَ فَيَشْفَعُ لَهُ وَيَمُرُّ الرَّجُلُ فَيَقُولُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ نَاوَلْتُكَ طَهُورًا فَيَشْفَعُ لَهُ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَيَقُولُ يَا فُلَانُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ بَعَثْتَنِي فِي حَاجَةِ كَذَا وَكَذَا فَذَهَبْتُ

لَکَ فَيَشْفَعُ لَهُ. (فی الزوائد فی إسناده یزید بن أبان الرقاشی وهو ضعیف)

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ مختلف صف باندھے کھڑے ہوں گے (ابن نمیر نے کہا اہل جنت) کہ ایک جہنمی شخص کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا، اے فلاں! کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں ہے کہ آپ نے پانی مانگا تھا تو میں نے آپ کو ایک گھونٹ پانی پلا دیا تھا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنتی اس شخص کے لیے سفارش کرے گا اور ایک (دوسرا) شخص گزرے گا تو کہے گا کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں کہ جب میں نے طہارت کے لیے آپ کو پانی دیا تھا چناں چہ یہ شخص بھی اس کی سفارش کرے گا۔ ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ شخص کہے گا کہ اے فلاں کیا آپ کو وہ دن یاد نہیں کہ جب آپ نے مجھے فلاں فلاں کام کے لیے بھیجا تھا اور میں آپ کے حکم کے مطابق چلا گیا تھا چناں چہ یہ بھی اس کی سفارش کرے گا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ پانی پلانا بہترین اور افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے اگر کسی نے کسی کو دنیا میں پانی پلا دیا تو وہ قیامت کے دن اس کے واسطے سفارش کرے گا، حضرت ابن عباس ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے تو آپ نے جواب دیا پانی پلانا، حضرت سعد ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میری والدہ صدقہ کو بہت زیادہ پسند کرتی تھی تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کو نفع ہوگا، آپ نے فرمایا بالکل ہوگا، اور تم اپنے اوپر پانی پلانے کو لازم کرلو۔ یعنی تم اپنی والدہ کی طرف سے لوگوں کو پانی پلایا کرو کیوں کہ یہ عند اللہ اعظم القربات ہے، چناں چہ حضرت سعد نے ایک کنواں کھدوایا اور اپنی والدہ کی طرف سے وقف کر دیا اور فرمایا ھٰذہ الام سعد یہ کنواں سعد کی والدہ کی جانب سے ہے ان احادیث اور روایات کی وجہ سے بعض تابعین کرام فرمایا کرتے تھے کہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہوں وہ اپنے اوپر لوگوں کو پانی پلانا لازم کرلے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گناہ کو معاف فرمادیا جس نے ایک کتے کو پانی پلایا، پس جو کسی مومن موحد کو پلائے گا اس کو اللہ کیوں معاف نہیں کرے گا یہ اس کی شان کریمی وغفاری کے خلاف ہے۔

(۳۸۰۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمِّهِ سُرَاقَةَ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ تَغْشَى حِيَاضِي قَدْ لُطْتُهَا لِإِبِلِي فَهَلْ لِي مِنْ أَجْرٍ إِنْ سَقَيْتُهَا قَالَ نَعَمْ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرَّى أَجْرٌ. (فی الزوائد فی إسناده محمد بن إسحاق وهو مدلس)

ترجمہ حدیث:

حضرت سراقہ بن جعشم ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ (یارسول اللہ!) گم شدہ اونٹ میرے اس

حوض پر آجاتے ہیں جس کو میں نے اپنے اونٹ کے لیے تیار کیا تو اگر میں ان گم شدہ اونٹ کو پانی پلا دوں تو کیا مجھے اس میں ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا جی ہاں بالکل ثواب ملے گا ہر جگر والی چیز جس کو پیاس لگتی ہو (کو پانی پلانے میں) اجر وثواب ہے۔

تشریح حدیث:

قدلطتها۔ لاط یلوط (ن) لوطاً، چپکنا، لگنا نیز باب ضرب لا ط یلیط لیطا و لیاطة بھی آتا ہے چپکانا، لاط الحوض طینه و اصلحه، مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے حوض کو اپنے اونٹ کو پلانے کے لیے تیار کیا ہے لیکن گم شدہ اونٹ بھی آکر اس سے پانی پی لیتا ہے، تو کیا مجھے اس کے عوض میں اجر وثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں بالکل ثواب ملے گا ہر جگر والی چیز جس کو پیاس لگتی ہو اور وہ پانی پیئے تو اس کا اجر تمہیں ضرور بالضرور ملے گا، معلوم ہوا کہ اگر کسی کنواں یا حوض پر باہر کے جانور پانی پی لے یا کسی کا کھیت جانور چر جائے تو مالک حوض اور صاحب زرع کو ضرور بالضرور ثواب ملے گا گویا یہ اس کی جانب سے صدقہ ہوگا۔

(۱۳۵۸) بَابُ الرِّفْقِ

اس باب کے تحت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جریر بن عبداللہؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی، فروتنی، ملائمت اور مساہلت کا رویہ اختیار کرنا اپنے ساتھیوں کے حق میں مہربان ونرم ہونا ہر کام خوش اخلاق کے ساتھ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسندیدہ اور شریعت میں مطلوب ومحمود ہے۔

(۳۸۰۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ.

ترجمۂ حدیث: جو شخص نرمی اور مہربانی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم:

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو نرمی اور مہربانی سے محروم کیا جاتا ہے وہ گویا (بہت ساری) خیر سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

جامع الصغیر کی روایت میں لفظ خیر کے ساتھ کلہ کا لفظ بھی موجود ہے جس کی طرف بین القوسین میں اشارہ کیا گیا ہے، لہٰذا جس صورت میں حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا جو شخص صفت رفق ومہربانی اور ملائمت ومساہلت کی عادت سے عاری ہوتا ہے جس کا دامن تواضع وانکساری عاجزی وفروتنی مساہلت کی دولت سے خالی ہوتا ہے وہ تمام بھلائیوں اور نیکیوں سے

محروم قرار پاتا ہے گویا اس ارشاد گرامی کا مقصد رفق ونرمی کے وصف کی فضیلت کو بیان کرنا اور اس عظیم وصف کو حاصل کرنے کی جانب ترغیب دلانا ہے اور ساتھ ہی ساتھ، سختی، درشتی، کی مذمت کرنا بھی ہے نیز اس بات کو بھی واضح کرنا ہے کہ نرمی ومہربانی کے زیور سے آراستہ ہونا تمام خیر وبھلائیوں کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

نرمی اور سختی کا دائرہ وسعت:

یہاں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رکھنی چاہئے کہ نرمی وسختی کا میدان بہت وسیع وعریض ہے اس کا تعلق اپنے اہل خانہ، بیوی، بچوں، اعزاء واقرباء، احباب واصدقاء، زملاء، ورفقاء، غریب وقریب، امیر وبعید، پڑوسیوں، تلامذہ حاکموں، افسروں، بوڑھوں، جوانوں، بچوں، اور عورتوں اور مردوں سب کے ساتھ ہوتا ہے، آدمی کو زندگی میں جن جن سے واسطہ پڑتا ہے ان سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے، یہ بات اس کے لیے بھی باعث رحمت ہے اور دوسروں کے لیے بھی راحت وسکون کا سبب ہے اس سے باہم مودت ومحبت، اور عقیدت والفت پیدا ہوتی ہے اکرام واحترام اور خیر خواہی کے عالی جزبات ابھر کر سامنے آتے ہیں، اور اس کے برخلاف سخت رویہ اختیار کرنے میں آپس میں بغض وعداوت، نفرت وحسد وکینہ اور آپس میں جنگ وجدال کے جزبات ابھرتے ہیں جن کے دل میں نرمی اور لطافت ہوتی ہے وہ بہت سی منفعتوں اور برکتوں کا ذریعہ بنتے ہیں اور ان سے لوگوں کا عظیم فائدہ ہوتا ہے اور جو اس حسین وجمیل اور زیور سے معری ہوتا ہے بہت سارے نقصانات وزحمتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(۳۸۰۷) حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأُبُلِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ.

ترجمۂ حدیث: رفق ونرمی اللہ کو محبوب ہے:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالی نرم ومہربان ہے اور نرمی کو پسند بھی کرتا ہے اور وہ نرمی ومہربانی پر وہ چیز عطا کرتا ہے جو سختی ودرشتی پر عطا نہیں کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: ان اللہ رفیق: لفظ ''رفیق'' اللہ تعالی کا نام ہے یا نام نہیں ہے اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے بعض نے اسکو اللہ تعالی کا نام قرار دیا ہے اور بعض نے صفات باری تعالی میں سے ایک صفت قرار دیا ہے، لیکن اس بارے میں راجح قول یہ ہے کہ اس سلسلہ میں توقف اختیار کیا جائے، ابن القیمؒ نے بدائع الصنائع الفوائد میں صراحت کی ہے کہ رفیق اللہ تعالی کا نام نہیں ہے بلکہ اس کی صفت ہے۔

اللہ تعالی کے رفیق ہونے کا مطلب :

اللہ تعالی کے رفیق ہونے اور رفق کے پسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر خود بھی مہربان اور نرم ہے ان کو ایسے امور واعمال کا مکلف قرار نہیں دیتا جوان کی قوت وطاقت کے تحمل سے خارج ہو اور جن کی وجہ سے وہ دشوار یوں اور سختیوں میں مبتلا ہوں لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا کسی بندے پر اللہ تعالی تکلیف مالا یطاق نہیں کرتا ہے بلکہ انہی اعمال وافعال اور عبادات وریاضت کا حکم دیتا ہے جو دائرہ وسعت وقوت کے اندر ہو۔ اسی طرح اللہ تعالی اپنے بندوں کے تئیں یہ پسند کرتا ہے اور اس سے خوش وراضی ہوتا ہے کہ وہ آپس میں نرمی ومہربانی، پیار ومحبت، اخوت و بھائی چارگی اور رحمت وشفقت سے رہیں، اور ارشاد خداوندی رحماء بینھم کا عملی تفسیر بنے، ایک دوسرے کو پریشانیوں، سختیوں، اور مصیبتوں میں مبتلا نہ کریں، بلکہ نرمی اور رفق اور ملائمت وملاطفت کی صفت حسنہ سے اپنے آپ کو آراستہ ومزین کریں۔

نرمی کرنے پر جو اجر ملتا ہے سختی میں نہیں :

قولہ: ویعطی علیہ مالا یعطی علی العنف: کیوں کہ اللہ تعالی صفت نرمی ومہربانی کے اختیار کرنے پر وہ انعامات ونوازشات کی بارش برساتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا ہے، اللہ تعالی کی طرف سے اجر وثواب اور حصول مقاصد کی جو عظیم الشان نعمت نرمی ومہربانی کرنے پر ہوتی ہے وہ سختی کرنے پر نہیں ہوتی ہے اللہ تعالی نے اپنے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی نرمی کے ساتھ دعوت دینے کا حکم دیا اور ترش روئی اور سختی کے ساتھ پیش آنے سے منع فرمایا جب حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام فرعون کے دربار میں توحید وایمان کا پیغام لیکر فرعون کو دعوت اسلام دینے کے لیے جانے لگے تو اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے فرمایا فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ (۱) اے موسی آپ فرعون سے نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ بات کیجئے اور ایمان ویقین کی دعوت دیجئے شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (۲) اے نبی اگر آپ سخت دل ہوتے تو آپ کے اردگرد سارے لوگ منتشر ہوجاتے، پھر آپ ایمان کی دعوت کا کام کس طرح کر سکتے ہیں، ان دونوں آیتوں سے اس بات کی طرف نہایت بلیغ اور لطیف اشارہ ہے کہ علماء اسلام، دعاۃ اور مبلغین حضرات کو اپنے اندر نرمی اور مہربانی اور لطافت ومساہلت کی صفت پیدا کرنی چاہئے، اور رافت ورحمت کے زیور سے محلی ومرصع ہونا چاہئے۔ کیونکہ دعوت کی راہ میں یہ چیز اکسیر کی اہمیت رکھتی ہے۔ قال المناوي: قوله: ان الله رفيق: ای لطیف بعبادہ یرید بھم الیسر ولا یرید بھم العسر، فیکلفھم فوق طاقتھم بل یسامھم، ویلطف بھم (۳)

(۳۸۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح و حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ

(۱) سورہ طہ رقم الآیۃ: ۴۴۔ (۲) سورہ آل عمران رقم الآیۃ: ۱۵۹ (۳) فیض القدیر: ۲/۳۰۰ بحوالہ الاھداء الدیباجۃ: ۵/۸۳

عَمَّارٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ.

ترجمۂ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نرمی ومہربانی کرنے والا ہے اور ہر چیز میں نرمی اور مہربانی کو پسند کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

قال النووی: فی هٰذه الاحادیث فضل الرفق والحث علی التخلق، وذم العنف، والرفق سبب کل خیر، ومعنی یعطی علی الرفق ای یثیب علیه ما لا یثیب علی غیره، وقال القاضی معناه یتأتی به من الاغراض، ویسهل من المطالب ما لا یتأتی بغیره (١)

(١٣٥٩) بَابُ الْإِحْسَانِ إِلَى الْمَمَالِيكِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوذر غفاریؓ اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ آقا اور مولیٰ کو چاہئے کہ اپنے غلاموں اور باندیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، نیک برتاؤ کرے اور ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے طاقت وقوت سے زیادہ کام نہ بتائے اور اگر کبھی زیادہ کام بتائے خود بھی اس میں تعاون کرے۔

(٣٨٠٩) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ.

ترجمۂ حدیث: غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (یہ غلام اور باندیاں) تمہارے بھائی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضہ میں دیدیا ہے لہٰذا جو تم کھاتے ہو وہی ان کو بھی کھلاؤ جو تم پہنتے ہو وہی انکو بھی پہناؤ، اور انہیں مشکل اور ایسے کام کا حکم مت دو جو وہ انجام نہ دے سکیں، پس اگر تم انہیں مشکل کام کا حکم دو (تو پھر ان کی مدد بھی کرو، (یعنی اس کام کی انجام دہی میں خود بھی شریک ہو جاؤ)

تشریح حدیث:

آج پوری دنیا سے تقریباً غلاموں اور باندیوں کا دور ختم ہو چکا ہے پوری دنیا میں کہیں بھی اس کا وجود نہیں ہے لیکن فی

(١) شرح النووی: ٨/ ٣٩١، بحوالہ اھداء الدیباجہ: ٥/ ٨٣

زمانہ صاحب ثروت اغنیاء اور مالداروں کے گھروں میں نوکر خدمت گزار خدام اور خادمائیں ہوتی ہیں جو تنخواہوں پر کام کرتی ہیں اس زمانے میں نبی کریم ﷺ کی وصیت کے مستحق یہ خدام ہوں گے مالکوں کو چاہئے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کریں، اور نبی کریم ﷺ کی اس وصیت پر عمل کریں۔ مگر افسوس صد افسوس ہے کہ آج عرب اور خلیج کے ممالک میں لوگوں کے گھروں میں جو خدام اور خادمائیں ہوتی ہیں ان کے ساتھ ان کا رویہ نہایت ظالمانہ بلکہ بہیمانہ ہوتا ہے اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے ان سے مشکل کام لیا جاتا ہے اور بقدر کفاف ہی کھانا دیا جاتا ہے اور تنخواہ بھی برائے نام بلکہ بعض عرب کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہے کہ وہ ظالم تنخواہ، بھی نہیں دیتا، الٹا عمال ہی سے غرامہ لیتا ہے اللہ تعالی ہی ان کے حالت زار پر رحم وکرم فرمائے آمین اور رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۳۸۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ مُرَّةَ الطَّيِّبِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ أَكْثَرُ الْأُمَمِ مَمْلُوكِينَ وَيَتَامَى قَالَ نَعَمْ فَأَكْرِمُوهُمْ كَكَرَامَةِ أَوْلَادِكُمْ وَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ قَالُوا فَمَا يَنْفَعُنَا فِي الدُّنْيَا قَالَ فَرَسٌ تَرْتَبِطُهُ تُقَاتِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللهِ مَمْلُوكُكَ يَكْفِيكَ فَإِذَا صَلَّى فَهُوَ أَخُوكَ. (فی الزوائد فی إسناده فرقد السبخي. وهو وإن وثقه ابن معين في رواية فقد ضعفه في أخرى. وضعفه البخاري وغيره)

ترجمۂ حدیث: غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں حکم نبوی:

امیر المومنین خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نوکروں کے ساتھ بداخلاقی و بدسلوکی کرنے والا شخص جنت میں نہیں جائے گا، (یہ سن کر) حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ اس امت میں پہلی امتوں سے زیادہ غلام اور یتیم ہوں گے (تو ممکن ہے کہ بعض لوگ ان کے ساتھ بد اخلاقی کریں) آپ نے فرمایا جی ہاں، لیکن ان کا اسی طرح خیال رکھے جس طرح تم اپنی اولاد کا خیال رکھتے ہو ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں دنیا میں کون سی چیز فائدہ پہنچانے والی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ گھوڑا جس کو تم باندھ کر رکھو اور اس پر بیٹھ کر اللہ کے راستے میں جہاد وقتال کرو، تمہارے غلام تمہارے لیے کافی ہیں جب وہ نماز پڑھے (یعنی مسلمان ہو جائے) تو وہ تیرا بھائی ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: لا يدخل الجنة سيئ الملكة۔ مملوک کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا الملكة بمعنی الْمُلكِيَة ہے یعنی نوکر چاکر، رعایا اور خادموں کے ساتھ برا سلوک کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا دخول اول کی نفی ہے

مطلق دخول کی نہیں یہ حدیث زجر وتوبیخ اور وعید شدید پر محمول ہے اور اس حدیث کے ذریعہ مالکوں اور آقاؤں کو اپنے رعایا اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر ابھارنا مقصود ہے اور غلاموں کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر آمادہ کرنا مقصد ہے۔

(۱۳۵۹) بَابُ إِفْشَاءِ السَّلَامِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوامامہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی سلام کو خوب زیادہ فروغ اور عام کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ سلام کرنے کا رواج دیا جائے۔

(۳۸۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

ترجمۂ حدیث: آپس میں سلام کو رواج دو:

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں اسوقت تک داخل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ ایمان نہ لے آؤ، اور تم لوگ مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تم لوگوں کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو بجالاؤ گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، آپس میں سلام کو عام کرو۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث شریف بلفظہ باب الایمان میں مقدمہ کے تحت گزر چکی ہے اور احقر نے تکمیل الحاجہ جلد اول میں تفصیل کے ساتھ اس کی تشریح وتوضیح کر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں تفصیل کے لیے حدیث نمبر ۶۸ کی شرح ملاحظہ فرمالیں۔

(۳۸۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ أَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُفْشِيَ السَّلَامَ. (في الزوائد إسناده صحيح رجاله ثقات)

ترجمۂ حدیث: سلام کو عام کرنے کا حکم:

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں سلام کو پھیلانے کا حکم دیا۔

تشریح حدیث:

بخاری شریف میں حضرت عمارؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ثلاث من جمعھن فقد جمع

الایمان تین خصلتیں جس نے اپنے اندر پیدا کرلی ہیں گو اس نے اپنے اندر ایمان کامل کو پیدا کرلیا ہے۔

(۱) الانصاف من نفسه۔ اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا۔

(۲) وبذل السلام للعالم۔ دنیا میں سلام کو فروغ دینا۔

(۳) والانفاق من الاقتار۔ تنگ دستی میں راہ خدا میں خرچ کرنا۔

صاحب زاد المعاد علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں سلام کو فروغ اور رواج دینا تواضع وانکساری اور فروتنی کو متضمن ہے سلام میں ابتداء کرنے والا غرور وتکبر عجب اور گھمنڈ سے محفوظ ہوتا ہے متکبر آدمی تو کسی کے سلام کا جواب نہیں دیتا چہ جائے کہ وہ کسی کو سلام کرے ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنا چاہئے یہ انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ چھوٹا ہی ہم کو سلام کرے گا بلکہ بڑا آدمی چھوٹے کو سلام کرسکتا ہے اس میں تواضع ہے رسول اکرم ﷺ چھوٹوں کو بھی سلام کرتے تھے، ہاں اگر چھوٹوں کی تعلیم و تربیت مقصود ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ اصول یہ ہے کہ ہر چھوٹا اپنے سے بڑے کو راکب ماشی کو، اور ماشی قاعد کو سلام کرے، اس کی صراحت تو احادیث میں خود رسول کریم ﷺ نے کردی ہے جیسا کہ حدیث آرہی ہے۔

(۳۸۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْبُدُوا الرَّحْمَنَ وَأَفْشُوا السَّلَامَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رحمٰن کی عبادت کرو، اور سلام کو عام کرو۔

تشریح حدیث:

قوله: اعبدوا الرحمن، رحمان کی عبادت کرو۔

عبادت رحمٰن کا مطلب:

رحمان کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود و مسجود بناؤ اسی کو اپنا خالق و مالک سمجھو، اسی کو رزاق وغفار ہونے کا عقیدہ رکھو، اس کے ساتھ کسی کو بھی عبادت وصفات میں شریک مت کرو، شرک فی العبادت اور شرک فی الصفات سے پرہیز کرو۔ صرف اور صرف اس ذات واحد وحدہ لاشریک کی عبادت کو بجالاؤ غیر اللہ کی عبادت سے بچو کیوں کہ ایمان ویقین کے لیے سم قاتل ہے۔

افشاء سلام کا مطلب:

افشوا السلام، سلام کو عام کرو۔ افشاء سلام کا مطلب اس کو خوب رواج دینا اور عام کرنا ہے یعنی ہر کس وناکس کو سلام کرنا ہے خواہ اس کو پہچانے یا نہ پہچانے، دوست ہو یا دشمن سبھی کو سلام کرنا، بعض حضرات شراح افشاء سلام کا مطلب

رفع صوت لیا ہے یعنی بلند آواز سے سلام کرنا۔ لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے صحیح مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے جس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے، بخاری شریف میں ہے تقرأ السلام علی من عرفت و من لم تعرف۔ جانے ان جانے سب کو سلام کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے افشاء سلام سے مراد سلام کو خوب رواج دینا ہے۔

(۱۳٦۱) بَابُ رَدِّ السَّلَامِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے دو حدیثیں، حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں اس باب میں سلام کے جواب دینے کا حکم اس طریقہ کا بیان کیا گیا ہے کہ سلام کے جواب دینے کا حکم شریعت میں کیا ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب کس انداز اور کن الفاظ کے ساتھ دینا چاہئے انہیں باتوں کو اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔

(۳۸۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ.

ترجمۂ حدیث: سلام کا جواب:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص (مسجد نبوی) میں داخل ہوا اور (اس وقت) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے کسی ایک کونے میں تشریف فرما تھے اس نے نماز ادا کی (پھر آپ کے پاس آیا) اور سلام کیا، پس آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا، وعلیک السلام:

تشریح حدیث: سلام کرنے کا شرعی حکم:

اسلام نے سلام کو سنت قرار دیا ہے لیکن اس کے جواب کو واجب بتایا ہے اور عند البعض جواب دینا فرض ہے کما نقلہ النووی عن ابن ابی الدرداء (۱)

علامہ ماوردی الحاوی الکبیر میں اور شارح مسلم امام نوویؒ نے المنہاج شرح مسلم میں صراحت کی ہے کہ سلام کے جواب کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اگر کسی نے فرد معین اور شخص واحد کو سلام کیا تو اس شخص پر علی التعیین جواب دینا فرض ہوگا۔ احدھما ان یکون السلام علی واحد، ویکون ردہ فرضاً متعیناً علی ذالک الواحد۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی جماعت کو سلام کرے تو جماعت میں سے کسی شخص کا جواب دیدینا بقیہ تمام لوگوں کی طرف سے

(۱) شرح النووی: ۲/۲۱۲

کافی ہوگا۔ ہر ایک کے لیے الگ الگ جواب دینا ضروری نہیں، لیکن اگر کسی نے بھی جواب نہ دیا تو سارے لوگ ترک فرض یا ترک واجب سے گنہگار ہوں گے۔ حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مجلس میں موجود تمام لوگوں کا جواب دینا ضروری ہے۔ **والثاني ان يكون السلام على جماعة، فرده من فرض الكفايات على تلك الجماعة، فايهما تفرد بالفرد سقط فوضعه عن الباقين، وان امسكوا عنه حرجوا جميعاً، ولايسقط الفرض عنهم برد غيرهم**(۱) **وعن ابي يوسف انه لا بدانه يرد الجميع**(۲)

اگر جماعت کے کسی ایک آدمی نے کسی کو سلام کیا تو یہ سلام جماعت کے باقی لوگوں کی طرف سے ہو جائے گا جماعت میں موجود تمام لوگوں کے لیے فرداً فرداً سلام کرنا ضروری نہیں۔

سلام کا جواب:

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ سلام کے جواب دینے کا احسن اور افضل طریقہ یہ ہے کہ **وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته** کہے چاہے تو واؤ کے ساتھ کہے چاہے بحذف الواؤ کہے دونوں ہی جائز ہیں تاہم بحذف الواؤ کہنا خلاف افضل ہے اور اگر کسی نے صرف وعلیکم السلام یا صرف علیکم السلام پر اکتفاء کیا تو یہ بھی کافی ہے البتہ صرف علیکم کے ذریعہ جواب دینا کافی نہ ہوگا اور اس مسئلہ پر اہل علم کا اتفاق ہے اور اگر واؤ کے ساتھ وعلیکم کہا تو یہ سلام کا جواب سمجھا جائے گا یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

(۱) اگر سلام کرنے والے نے سلام علیکم یا السلام علیکم کہا اور مجیب نے اس کے جواب میں اس کے مثل سلام علیکم یا السلام علیکم کہا تو یہ جواب سمجھا جائے گا اور اس کی جانب سے کافی ہوگا اور اس مسئلہ پر اہل علم کا اتفاق ہے ارشاد ربانی ہے **قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ**(۳) لیکن الف لام کے ساتھ جواب دینا افضل ہے سلام کا جواب بلند آواز سے دینا کہ سلام کرنے والا جواب کے کلمات سن سکے واجب ہے اگر سلام کرنے والوں نے سلام کیا اور جواب دینے والوں نے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دیا یا بالکل آہستہ دل ہی دل میں جواب دیدیا۔ جواب کو سلام کرنے والے نے نہیں سنا تو اس طرح کے جواب کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں یہ جواب کالعدم ہے۔ **وردان يسمع صاحبه ولا يجزئه دون ذالك**(۴)

اگر کوئی شخص لفظ علیکم السلام کے ذریعہ کسی کو سلام کرے تو یہ مکروہ ہے لیکن قول مشہور کے مطابق جواب کا مستحق ہوگا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اس طرح کے الفاظ سے سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہ ہوگا کیوں کہ رسول اکرم ﷺ سے بسند صحیح مروی ہے۔ **لا تقل عليك السلام فان عليك السلام تحية الموتي، عليك السلام** مت کہو اس لیے کہ یہ مردوں کا تحیہ ہے، واللہ اعلم۔(۵)

---

(۱) الحاوی الکبیر: ۱۸/ ۱۶۳ (۲) شرح النووي: ۲/ ۲۱۲ (۳) سوره هود: ۶۹

(۴) شرح النووی: ۲/ ۲۱۳ (۵) شرح النووی: ۲/ ۲۱۲

(٣٨١٥) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا إِنَّ جِبْرَائِيلَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ

ترجمۂ حدیث: غائبانہ سلام بھجوانے والوں کا جواب:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ (اے عائشہ!) حضرت جبرئیل علیہ السلام تجھے سلام کہتے ہیں حضرت عائشہ نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمۃ۔

تشریح حدیث:

سلام کا جواب علی الفور دینا واجب ہے چناں چہ اگر کوئی غائب دوست یا کوئی اور ساتھی وغیرہ سلام بھجوائے یا کسی کا خط آئے جس میں سلام لکھا ہے تو اس کا جواب فوراً دینا واجب ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے سلام پہنچا رہا ہے تو اس کے جواب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ علیہ وعلیکم السلام کہے۔ لیکن اگر صرف علیہ السلام کہے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث ہٰذا اس پر واضح طور پر دال ہے، واللہ اعلم۔

(۱۳٦۲) بَابُ رَدِّ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابو عبدالرحمٰن جہنیؓ سے مروی ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کافر کو ابتداء بالسلام جائز نہیں ہے البتہ اگر کوئی کافر ابتداء بالسلام کرے تو اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہا جائے گا السلام ملانا درست نہیں ہے۔

(٣٨١٦) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی اہل کتاب تم کو سلام کرے تو اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہو۔

تشریح حدیث: اہل ذمہ اور کافر کو ابتداء بالسلام کے بارے میں اقوال فقہاء:

اہل ذمہ اور کافر کو ابتداء بالسلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کی آراء مختلف ہیں چناں چہ شروحات احادیث میں اس سلسلہ میں اقوال لکھے ہوئے ملتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

قول اول:

اہل ذمہ اور کافر کے سلام کا جواب دینا جس طرح جائز ہے اسی طرح ابتداء بالسلام بھی جائز ہے چناں چہ ابن عباسؓ، ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ، ابن محیریزؒ ابوالدرداءؓ فضالہ بنت عبیدؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہ اسی کے قائل ہیں ابوامامہ باہلیؓ کے بارے میں آتا ہے، **انه كان لا يمر مسلم ولا يهودي ولا نصراني الا بدأ بالسلام،** ابن مسعودؓ کے بارے میں ہے کہ **انه كتب الى رجل من اهل الكتاب، السلام عليكم،، وعنه ايضا انه قال: لو قال في فرعون خير الرددت عليه مثله:** (۱)

قول دوم:

جمہور فقہاء کرام اور محدثین عظام کی رائے یہ ہے کہ اہل ذمہ اور کافر کو ابتداء بالسلام کہنا جائز نہیں، کیوں کہ حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا **لا تبدأهم بالسلام، واذا لقيتموهم في طريق فاضطروهم الى اضيقه:** کافروں کو سلام میں پہل نہ کرو اور جب تم ان سے کسی راستہ میں ملو تو انہیں تنگ راستہ میں چلنے پر مجبور کردو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں سے ابتداء بالسلام کہنا جائز نہیں، حضرت امام احمد ابن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ **المصير الى هذا الحديث اولى مما خالفه** (۲)

قول سوم:

حضرات علماء کرام کی ایک جماعت کی رائے گرامی یہ ہے کہ اگر کافر سے ایذاء رسانی کا خطرہ ہو یا ان کے درمیان کوئی قرابت کا تعلق ہو یا ان سے کوئی حاجت ہو تو مصلحت وحکمت کے پیش نظر سلام میں پہل کرنا جائز ہے ابراہیم نخعی، اور علقمہ سے یہی منقول ہے امام اوزاعی فرماتے ہیں **ان سلمت فقد سلم الصالحون وان تركت فقد ترك الصالحون،** گویا امام اوزاعی کے نزدیک کافر کو سلام میں پہل کرنا جائز ہے اور پہل نہ کرنا بھی جائز ہے۔

کافر کے سلام کا جواب دینے کا طریقۂ اسلامی:

اگر کافر کسی مسلمان کو سلام کردے تو اس کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ کیا ہے، نیز کافر کے سلام کا جواب دینا مسلمان پر واجب ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کافر یا اہل ذمہ کسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کا جواب شرعی اعتبار سے واجب نہیں لیکن اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ اہل کتاب یا کوئی کافر اور مشرک کسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کا جواب دینا جائز ہے تاہم جواب میں صرف علیکم یا وعلیکم واوَ کے ساتھ یا بحذف الواوَ کہیں گے وعلیکم السلام کے ذریعہ جواب نہیں دیں گے **اتفق العلماء**

(۱) اهداء الديباجه: ۵/۱۹۱ (۲) التمهيد: ۱۰/۳۱۶

علی الرد علی اهل الکتاب اذا سلمو الکن لایقال لهم وعلیکم السلام بل یقال علیکم فقط او وعلیکم (۱)

علامہ ابن القیم کی رائے گرامی:

اس مسئلہ میں علامہ ابن القیمؒ بڑی مظبوط اور قوی ترین رائے رکھتے ہیں چناں چہ انہوں نے اپنی کتاب،، احکام اہل الذمہ میں لکھا ہے کہ اگر بالیقین یہ معلوم ہے کہ کافر نے السلام علیکم کہا ہے اور جملہ اپنے کانوں سے سنا ہے تو ایسی صورت میں ادلہ شرعیہ اور قواعد شرع اس بات کا متقاضی ہے اس کا جواب وعلیکم السلام کے ذریعہ دیا جائے صرف وعلیکم یا علیکم سے نہ دیا جائے نیز باب عدل وانصاف بھی اسی کا داعی ہے اور قرآن مجید کی آیت کریمہ واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها اوردوها، کا تقاضا بھی یہی ہے کہ احسن طریقہ سے اس کے سلام کا جواب دیا جائے اور یہ احادیث باب کا بالکل منافی نہیں کیوں کہ آپ نے صرف علیکم پر اکتفاء کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ یہودی السلام علیکم کی جگہ السام علیکم کہا تھا اور اس کو حضرت عائشہ اور حضور ﷺ نے خود سن لیا تھا اس لیے آپ نے صرف وعلیکم فرمایا لیکن جہاں یہ صورت حال نہ ہو تو کافر کے سلام کے جواب میں وعلیک السلام کہنا جائز ہے فاذا زال السبب وقال الکتابي: سلام علیکم ورحمة الله وبرکاته فالعدل في التحیة یقتضي ان یرد علیه نظیر سلامه (۲) صاحب اہداء الدیباجہ لکھتے ہیں ومراد ابن القیم رحمة الله هنا ان نقول له وعلیکم السلام (۳)

(۳۸۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ نَاسٌ مِنَ الْيَهُودِ. فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ، يَا أَبَا الْقَاسِمِ. فَقَالَ "وَعَلَيْكُمْ"

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) یہودی کے کچھ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے، اور کہا السام علیکم یا ابا القاسم: آپ نے (جواباً) فرمایا وعلیکم:

تشریح حدیث: شرح الحدیث قد مر قبل ذالك

(۳۸۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَاكِبٌ غَدًا إِلَى الْيَهُودِ فَلَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ فَإِذَا سَلَّمُوا عَلَيْكُمْ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ.

ترجمہ حدیث: کافروں کو ابتداء بالسلام کی ممانعت:

حضرت ابو عبد الرحمن جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کل آئندہ میں سوار ہو کر یہود کے پاس

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم: ۲/ ۲۱۳ (۲) احکام اهل الذمة: ۱/ ۱۵۷ (۳) اهداء الدیباجه: ۵/ ۹۰

جاؤں گا تو تم انہیں سلام کرنے میں پہل نہ کرنا، لیکن اگر وہ تمہیں سلام کریں تو تم صرف وعلیکم کہنا۔

تشریح حدیث: قد سبق شرح الحديث قبل ذالك مفصلاً

(۱۳۶۲) بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ

اس باب کے تحت امام موصوف نے صرف دو حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالک ؓ، اور حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے تاہم اجنبیہ عورتوں کو سلام کرنا جائز نہیں کیوں کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے اسی طرح اگر کوئی اجنبیہ عورت سلام کرے تو سلام کا جواب بھی بلند آواز سے نہ دے بلکہ دل ہی دل میں جواب دے یا بالکل جواب ہی نہ دے کیوں کہ اجنبیہ عورتوں کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔

(۳۸۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ صِبْيَانٌ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.

ترجمہ حدیث: بچوں کو سلام کرنا:

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم تو بچے تھے آپ نے ہمیں سلام کیا۔

تشریح حدیث:

امام نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں کو سلام کرنا مستحب ہے نیز یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے کمال تواضع وانکساری اور غایت درجہ کی شفقت ومحبت پر دلالت کر رہی ہے اور آپ کس درجہ شفیق ومہربان تھے اور کس قدر متواضع المزاج تھے کہ چھوٹے بچوں کو بھی سلام کرتے تھے اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بچوں کو سلام کرنا درحقیقت ان کو آداب شریعت کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کرنے کے لیے تھا تاکہ بچوں میں سلام کرنے کی عادت پڑ جائے، نیز اس میں کبری چادر کو اتار پھینکنا بھی ہے اور اس میں تواضع، انکساری، عاجزی، فروتنی، اور لیف الجانب کی منزل کا سلوک بھی ہے۔ واللہ اعلم

(۳۸۲۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ سَمِعَهُ مِنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ يَقُولُ أَخْبَرَتْهُ أَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.

ترجمہ حدیث: عورت کو سلام کرنا:

حضرت اسماء بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم عورتوں کے پاس سے رسول ﷺ کا گزر ہوا۔ تو آپ نے ہمیں سلام کیا۔

تشریح حدیث: عورت کو سلام کرنے کا شرعی حکم:

حضرت امام نووی شارح مسلمؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورتوں کی جماعت ہوں تو چوں کہ وہاں خوف وفتنہ نہیں ہے اس لیے ان عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے البتہ اگر عورت اکیلی ہو تو اس صورت میں صرف شوہر یا آقا یا محرم ہی سلام کر سکتا ہے خواہ عورت حسین وجمیل ہو یا بدصورت جہاں اجنبیہ عورت کو سلام کرنے کا تعلق ہے اگر عورت بالکل بوڑھی ہو چکی ہے اور قابل مشتہاۃ نہیں رہی اور فتنہ کا اندیشہ بالکل نہیں رہا تو ایسی عورت کو سلام کرنا مردوں کے لیے جائز ہے اسی طرح ایسی بوڑھی عورت کے لیے جائز ہے کہ مردوں کو سلام کرے، اور ان میں جو بھی دوسرے سلام کریں جواب دینا واجب ہے اور اگر عورت بالکل ابھی جوانی اور شباب کی دہلیز پر قدم ہی رکھا ہے ابھی اس کی نازک نازک کلیاں کھل رہی ہیں یا ایسی بوڑھی جو قابل مشتہاۃ ہے تو نہ عورت مرد کو سلام کرے اور نہ مرد عورت کو سلام کرے اس کا جواب دینا بھی واجب نہیں بلکہ عند الجمہور جواب دینا مکروہ ہے حضرات شوافع کا بھی یہی مذہب ہے ربیعہ کی رائے یہ ہے کہ علی الاطلاق نہ مرد عورت کو سلام کرے اور نہ عورت مرد کو، ربیعہ کی رائے صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے اور علماء کوفی فرماتے ہیں کہ اگر عورت کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو تو مرد حضرات عورتوں کو سلام نہ کرے کیوں کہ اس میں فتنہ کا خطرہ ہے واللہ اعلم (۱)

علامہ عبدالبر مالکیؒ اپنی کتاب الاستذکار میں رقم طراز ہیں کہ حضرت امام مالک سے عورت کو سلام کرنے کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا کہ عورت کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت الامام نے فرمایا: اما المتجالة فلا اکرہ ذالك، واما الشابة فلا احب ذالك (۲) عجوزہ کو سلام کرنے کو میں مکروہ بھی نہیں کہتا اور شابہ کو سلام کرنا میں پسند بھی نہیں کرتا۔

مسئلہ: اگر عورت سلام کرے تو باآواز بلند جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جواب ہی نہ دے اور خوف وفتنہ کے وقت عورت مرد کو اور مرد عورت کو سلام ہی نہ کرے۔

(۱۳۶۴) بَابُ الْمُصَافَحَةِ

اس باب کے تحت صرف دو حدیثیں مذکور ہیں جو خادم رسول سیدنا حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت براء بن عازبؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ کرنا بالاتفاق سنت ہے اور بقول بخاری کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے جمہور اہل سنت کا یہی قول ہے، البتہ غیر مقلدین جو شرذمہ قلیلہ اور ضفدع الحوض کے مانند ہیں دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو بدعت سمجھتے ہیں اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کو سنت قرار دیتے ہیں جو خلاف تحقیق ہے۔

(۳۸۲۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّدُوسِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيَنْحَنِي بَعْضُنَا لِبَعْضٍ قَالَ لَا قُلْنَا أَيُعَانِقُ بَعْضُنَا

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم: ۲/۲۱۵ (۲) الاستذکار: ۲۷/۱۳۹۔

بَعْضًا قَالَ لَا وَ لٰكِنْ تَصَافَحُوا.

ترجمۂ حدیث: عند اللقاء مصافحہ کا حکم:

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم (سلام کے وقت) ایک دوسرے کے لیے جھکا کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں، ہم نے عرض کیا، پھر ایک دوسرے سے معانقہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، البتہ آپس میں مصافحہ کرلیا کرو۔

تشریح حدیث: جھک کے سلام کرنا:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جھک کر سلام کرنا جیسا کہ کچھ لوگوں کا معمول ہے اور بعض علاقوں میں اس کا رواج ہے خلاف سنت ہے رسول اللہ ﷺ نے سلام کے وقت جھکنے یا جھک کر سلام کرنے کو پسند نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور رکوع صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو ایک عبادت ہے لہٰذا غیر اللہ کے لیے جھکنا جائز نہیں ہے۔ اور جہاں اس کا رواج ہے وہ بدعت اور سنت رسول کے خلاف ہے اس لیے احتراز لازم ہے رسول اللہ ﷺ نے صاف طور پر اس سے منع فرمایا ہے کیوں کہ یہ توحید باری تعالیٰ کے لیے بھی سم قاتل ہے اور زہر ہلاہل ہے لہٰذا حدود توحید کی حفاظت و صیانت کے لیے اس بدعت کا قلع قمع کرنا از حد ضروری ہے۔

معانقہ کا حکم شرعی:

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں معانقہ کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں، اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام مالک، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ معانقہ بدعت ہے اور مکروہ ہے صاحب مظاہر حق جدید نے امام محمد کو بھی امام ابوحنیفہ کے ساتھ شامل کیا ہے اور معانقہ کی کراہت کا قول نقل کیا ہے۔

امام مالک اور سفیان بن عیینہ کے درمیان گفتگو:

حضرت امام شافعیؒ کے شیخ واستاذ حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت امام مالک نے ان کا پرجوش اور پرتپاک خیر مقدم کیا اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ اگر معانقہ بدعت نہ ہوتا تو میں آپ سے معانقہ بھی کرتا، حضرت سفیان نے کہا کہ حضرت معانقہ تو ان لوگوں نے کیا جو مجھ سے اور آپ

سے بہتر تھے، جب حضرت جعفرؓ حبشہ سے واپس آئے تو رسول اکرم ﷺ ان سے گلے ملے معانقہ کئے اور ان کو بوسہ دیا۔

حضرت امام مالک نے فرمایا، تو صحیح ہے لیکن وہ حضرت جعفر کے ساتھ مخصوص تھا حضرت سفیان نے فرمایا نہیں، وہ معانقہ حضرت جعفر کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ عام مسئلہ کے طور پر تھا اور اگر ہمارا تعلق صلحاء کے زمرے سے ہو تو ہم اور جعفرؓ اس مسئلہ میں ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں، نیز اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو میں آپ کی مجلس میں یہ حدیث بیان کروں؟ حضرت امام مالک نے فرمایا اجازت ہے چناں چہ سفیان بن عیینہ نے حدیث کو اپنی سند سے بیان کیا اور حضرت امام مالک خاموش رہے (۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ معانقہ بدعت نہیں ہے بلکہ ثابت بالسنہ ہے چناں چہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جب زید بن حارثہؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو رسول اکرم ﷺ بہت پر تپاک انداز میں کھڑے ہوئے اور ان سے معانقہ فرمایا، اور ان کو بوسہ دیا (۲) یہ فتح خیبر کا موقع تھا۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ حضرت جعفر کی آمد سے زیادہ مسرت ہے یا خیبر کی فتح سے (۳) حضرت جعفر کے علاوہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے بھی آپ کا معانقہ کرنا منقول ہے نیز خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تھے تو مصافحہ کرتے اور سفر سے آتے تو باہم معانقہ کرتے، علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں رقم کرتے ہیں کہ اس کے رواۃ بخاری کے درجہ کے رواۃ ہیں، ان روایات سے بات منقح ہو کر سامنے آتی ہے کہ طویل فصل کے بعد معانقہ مسنون ہے اور یہ رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے عام طور پر فقہاء کرام اور محدثین کا نقطہ نظر بھی یہی ہے (۳)

حضرت امام مالکؒ معانقہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں وہ حضرت جعفرؓ سے آپ کے معانقہ کو ایک خصوصی واقعہ پر محمول کرتے ہیں نہ کہ عمومی حکم پر، علامہ علاء الدین حصکفی صاحب الدر المختار لکھتے ہیں کہ اگر صرف تہبند پر معانقہ کیا جائے تب بھی امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے، حضرت امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے لیکن اگر تہبند کے علاوہ جسم کے اوپری حصہ پر کرتا یا جبہ ہو یا کوئی لباس ہو تو بالاتفاق بلا کراہت معانقہ درست ہے (۴)

البتہ یہ ظاہر ہے کہ غیر محرم سے معانقہ بانفسانی جذبہ کے تحت زوجین کے علاوہ کسی اور سے معانقہ قطعاً حرام ہے حدیث شریف میں اس کو مکامعہ سے تعبیر کیا گیا ہے صحابی رسول حضرت ابو ریحانہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس بات سے منع کرتے تھے کہ مرد مرد سے یا عورت عورت سے اس طرح گلے ملے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی کپڑا نہ ہو۔

(۱) مظاہر حق جدید: ۵/۳۷۵ — (۲) ترمذی باب ماجاء فی المعانقة والقبلة رقم نمبر ۲۷۳۲

(۳) نصب الرایہ: ۴/۲۵۴ — (۴) الدر المختار: ۹/۵۴۶، بحوالہ قاموس الفقہ: ۵/۱۲

خلاصہ کلام یہ ہے کہ معانقہ کرنا جائز ہے اور احادیث رسول سے ثابت ہے جہاں تک حدیث باب کا تعلق ہے کہ آپ نے معانقہ سے منع فرمایا یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ معانقہ علی وجہ الشہوہ ہو ورنہ فی نفسہ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

سلام کے بعد مصافحہ کا شرعی حکم:

قوله: ولكن تصافحوا، کہ تم لوگ آپس میں مصافحہ کیا کرو۔

لفظ ''مصافحہ'' صفح سے ماخوذ ہے اس کے اصل معنی ہتھیلی کے ہیں اور مصافحہ باب مفاعلت کا مصدر ہے اس کے معنی جانبین سے ہتھیلی کا ہتھیلی سے ملانا، احادیث مبارکہ میں مصافحہ کی بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔ **تمام تحياتكم بينكم المصافحة،** تمہارے سلام کی تکمیل آپس میں مصافحہ کرنا ہے اور ایک حدیث جو اس کے بعد آرہی ہے اس میں صراحت ہے کہ جب بھی دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے الگ ہونے سے پہلے اس کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

مصافحہ کا شرف سب سے پہلے کس نے حاصل کیا؟

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے مصافحہ کا شرف سب سے پہلے اہل یمن نے حاصل کیا، خود ارشاد نبوی ہے حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ **لما جاء اهل اليمن، قال لهم رسول الله ﷺ قد جاء كم اهل اليمن وهم اول من جاء بالمصافحة** (١) اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ سے سب سے پہلے مصافحہ کا شرف عظیم یمن والوں نے حاصل کیا۔

مصافحہ کے مسنون و مستحب ہونے پر اتفاق:

امام نووی شارح مسلمؒ لکھتے ہیں کہ عند التلاقی مصافحہ کے مسنون ہونے پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے **اعلم ان المصافحة سنة مجمع عليها عند التلاقي** (٢) یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ عند التلاقی مصافحہ کے مسنون و مستحب ہونے پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے، البتہ غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا درست نہیں اسی طرح محرم سے مصافحہ کرنے سے شہوت کا اندیشہ اور فتنہ کا خوف ہو تو محرم سے بھی مصافحہ کرنا درست نہیں۔

عیدین اور نماز کے بعد مصافحہ کا حکم شرعی:

سلام و مصافحہ کے لیے شریعت اسلامیہ نے جو موقع اور محل متعین فرمایا ہے اس سے تجاوز کرنا غضب الٰہی اور رحمت خداوندی سے دوری کا باعث ہے، سلام و مصافحہ لاریب عبادت ہے اور رسول اکرم ﷺ کی مبارک سنت ہے لیکن شریعت

(١) ابو داؤد باب فی المعانقة: ٢ (٢) الاذکار: ٢٢٣۔

مطہرہ نے اس کا محل اول ملاقات متعین فرمایا ہے اول ملاقات میں سلام ومصافحہ نہ کرکے باتیں کرتے رہنا اور نماز سے فراغت کے بعد سلام ومصافحہ کرنا شرعاً مذموم اور بدعت ہے اگر چہ بعض فقہاء کا رجحان اس کے مباح ہونے کی طرف ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ بدعت سیئہ ضلالہ ہے، چناں چہ شارح مشکوۃ علامہ طیبیؒ علامہ ابن عابدین شامیؒ شارح مشکوۃ ملاعلی قاری الحنفی، علامہ شاطبی وغیرہ حضرات لکھتے ہیں کہ نمازوں کے بعد سلام ومصافحہ کا جو طریقہ رائج ہے وہ روافض کا طریقہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے اس لیے اس کے مرتکب کو روکا جائے گا اور نہ ماننے کی صورت میں تعزیری کاروائی بھی کی جائے گی۔ (علامہ ابن عابدین نمازوں کے بعد کے سلام ومصافحہ کو بدعت اور سنن روافض قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں)

وتكره المصافحة بعد اداء الصلاة لكل حال، لان الصحابة رضى الله عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلاة ولانها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لااصل لها فى الشرع، وانه ينبه فاعلها اولاً، ويعزر ثانياً، ثم قال ابن الحاج من المالكية، فى المدخل "انها من البدع ووضع المصافحة فى الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه، لا فى ادبار الصلاة فحيث وضعها الشرع، فينهى عن ذالك يزجر فاعلها لما اتى به من خلاف السنة (۱)

نمازوں سے فراغت کے بعد مصافحہ کرنا بہر صورت مکروہ ہے اس لیے کہ حضرات صحابہ کرام سے نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا ثابت نہیں، بلکہ یہ روافض کا شیوہ ہے پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ (یعنی نمازوں کے بعد مصافحہ ومعانقہ کرنا) بدعت مکروہہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے ابن حجر نے یہ بھی فرمایا کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے والوں کو اولاً تنبیہ کی جائے اور ثانیاً تعزیر کی جائے مالکیہ میں ابن الحاج نے مدخل میں لکھا ہے کہ نمازوں کے بعد سلام ومصافحہ بدعت ہے شریعت میں مصافحہ کرنے کا محل صرف مسلمان بھائی کا مسلمان بھائی سے ملاقات کا وقت ہے نمازوں کے بعد نہیں پس جہاں شریعت نے مصافحہ کا محل متعین کیا ہے وہیں مصافحہ جائز ہوگا پس نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے سے روکا جائے گا اور اگر نہ مانیں تو اس کی زجر وتوبیخ بھی کی جائے گی۔ کیونکہ وہ خلاف سنت کام کر رہا ہے علامہ شاطبیؒ الاعتصام میں لکھتے ہیں۔

لادليل فى الشرع يدل على تخصيص تلك الاوقات بها بل هى مكروهة (۲)

شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ جس سے ان اوقات میں مصافحہ کی تخصیص ثابت ہوتی ہو بلکہ یہ مصافحہ مکروہ ہے۔

علامہ طیبیؒ شارح مشکوۃ نمازوں کے بعد سلام ومصافحہ اور معانقہ کو بدعت سیئہ اور سنن روافض قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

(۱) شامی زکریا: ۹/ ۵۴۷۔ کتاب الحظر والاباحۃ، شامی نعمانیہ دیوبند: ۵/ ۲۴۴، شامی کراچی: ۶/ ۳۸۱۔ (۲) الاعتصام: ۱/ ۲۸۰

تکره المصافحة بعد اداء الصلاة علی کل حال لانها من سنن الروافض وهکذا الحکم فی المعانقة(۱)

ترجمہ: نماز سے فارغ ہونے کے بعد مصافحہ کرنا بہرصورت مکروہ ہے اس لیے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور یہی حکم معانقہ کا بھی ہے۔

ان فقہاء کرام کے علاوہ دیگر فقہاء نے بھی اس کی بھرپور تردید کی ہے اور متعدد کتب میں مصافحہ بعد الصلاۃ کی تردید کی گئی ہے چناں چہ الشیخ للعلامہ الشاطبی، ملتقط ایضاح المطالع خلاصة الفقه، فتاوی ابراهیم شاهي، مجالس الابرار مدخل اور فتاوی ابن حجر میں اس کی تردید موجود ہے(۲)

مصافحہ کا مسنون طریقہ:

مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو، براہ راست ہاتھ سے ہاتھ ملایا جائے، کپڑا حائل نہ ہو مصافحہ ملاقات کے وقت کیا جائے اور پہلے سلام کیا جائے پھر مصافحہ، مسنون یہ ہے کہ مصافحہ کے وقت دونوں کا رخ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو، اور مستحب یہ ہے کہ مصافحہ کرتے وقت یغفر اللہ لنا ولکم کہا جائے رسول اکرم ﷺ سے عند المصافحہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرۃ حسنہ پڑھنا بھی ثابت ہے، اگر والدین یا استاذ شیخ سے مصافحہ کیا جائے اور بعد المصافحہ ازراہ عقیدت ومحبت ان کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

مصافحہ ایک ہاتھ سے یا دونوں سے؟

مسنون یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے اس سلسلہ میں متعدد احادیث وآثار موجود ہیں اور سلف صالحین کا معمول بھی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا تھا، حضرت امام بخاری نے مصافحہ کے لیے باب الاخذ بالیدین کا عنوان قائم کیا ہے اور اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود والی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے تشہد اس طرح اہتمام بالغ کے ساتھ سکھایا کرتے تھے جیسے گویا قرآن کی صورت ہو، اور اس وقت میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دو ہاتھوں سے مصافحہ فرمایا اور جب آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا تو ظاہر ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے بھی دونوں ہاتھ رہے ہوں گے ورنہ یہ بات سوء ادب ہوگی کہ حضور ﷺ تو اپنے دونوں ہاتھ بڑھائیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک ہاتھ صحابی نے حضور کے دونوں ہاتھ کا تذکرہ کیا اس لیے فرمایا کہ حضرت عبداللہ کا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں تھا اور مزے لے رہا تھا اس لیے خصوصیت کے ساتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کا تذکرہ فرمایا اور اپنے صرف ایک ہاتھ کا۔

---

(۱) طیبي۔ مرقاۃ: ۹/۷۴ (۲) برق آسمانی بر فرقہ رضاخانی،

اس روایت کے نقل کرنے کے بعد حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا کہ حماد بن زید نے عبداللہ بن المبارک سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا، حضرت امام بخاری اس طرح کی بات نقل کر کے دراصل تعامل ناس کی طرف اشارہ کرتے ہیں پس امام بخاری کے نزدیک سلف صالحین کا تعامل دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت امام بخاری بالضرور ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی روایت کو بھی نقل کرتے، ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی روایت نقل نہ کرنا اس بات کی دلیل واضح ہے کہ امام بخاری کے زمانے میں دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا رواج تھا اور سلف صالحین میں یہی معمول تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے اوجز المسالک میں رقم فرماتے ہیں۔

ولا يذهب عليك ان السنة في المصافحة ان تكون باليدين كما هو المعروف عن الصحابة والتابعين والمتواترات عن المشائخ (١)

قول فیصل:

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا ہی سنت اور متوارث عن المشائخ ہے اور سلف صالحین کا یہی معمول ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ ثابت ہے۔ لیکن چوں کہ آج کل ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا غیر مسلم اور انگریزوں کا طریقہ بن چکا ہے غیر مسلم اقوام کا طریقہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا ہے نیز ایک ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں مبہم ہیں اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں مصافحہ کی کیفیت بیان کرنے کے لیے آئی ہیں اور زیادہ واضح ہیں اس لیے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا افضل ہے اور ایک ہاتھ سے بھی جائز ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

والحق فيه ان مصافحته ﷺ ثابتة باليد واليدين الا ان المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار اهل الافرنج وجب تركه لذالك (٢)

اس بارے میں حق یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ ثابت ہے اور دونوں ہاتھ سے بھی، لیکن چوں کہ یہ ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کا شعار ہے اس لیے اس سے اجتناب واجب ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ العرف الشذی علی الترمذی میں لکھتے ہیں کہ:

فبيد واحدة تجزي، وباليدين اكمل ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ کرنا کافی ہے اور دونوں سے کرنا اکمل طریقہ ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں زیادہ شدت اور سختی نہیں برتنی چاہئے، اور اس کو حق و باطل کا معیار قرار نہیں دینا چاہئے اور نہ اس کی وجہ سے آپس میں دست و گریبان اور سر پھٹول ہونا چاہئے وباللہ التوفیق۔

(٣٨٢٢) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَجْلَحِ عَنْ أَبِي

(١) اوجز المسالک: ١٩٢/٦ (٢) اوجز المسالک: ١٩٣/٦۔ بحوالہ قاموس الفقہ: ١٠٥/٥۔

إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا.

ترجمۂ حدیث: مصافحہ کی فضیلت:

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی دو مسلمان آپس میں ملیں اور مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں مصافحہ کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جب دو مسلمان بھائی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں پھر سلام کرتے ہیں اور مصافحہ کی سنت پر عمل کرتے ہیں تو ان دونوں کے آپس میں الگ ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور ان کے تمام صغائر معاف کردئے جاتے ہیں ایک روایت جو حضرت عمرؓ سے بطریق مرفوع منقول ہے اس میں صراحت ہے کہ جب مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالی ان پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے نوے رحمتوں کو اس پر جس نے پہل کیا اور دس رحمتیں اس پر جس نے مصافحہ کیا۔

(۱۳۶۵) بَابُ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ يَدَ الرَّجُلِ

اس باب میں صرف دو حدیثیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت صفوان بن عسالؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کسی کے زہد وقناعت تقویٰ وطہارت ورع وپرہیزگار اور علم وفضل اور شرف کی وجہ سے دست بوسی کرے تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے البتہ کسی ایسے آدمی کے دست بوسی کرنا جو دنیاوی اعتبار سے شان وشوکت، عظمت ورفعت اور غنی وصاحب ثروت ہو مکروہ ہے اور اشد ترین مکروہ ہے بلکہ ابو سعید متولی کا قول یہ ہے کہ دنیادار آدمی کے ہاتھ کا بوسہ دینا جائز نہیں۔

(۳۸۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَبَّلْنَا يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمۂ حدیث: ہاتھ چومنے کا ثبوت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کا بوسہ دیا۔

تشریح حدیث:

تقبیل یعنی ہاتھ پیشانی وغیرہ چومنا، بھی جائز ہے بلکہ بزرگان دین اور اولیاء کرام اور متبعین سنت علماء کرام کے ہاتھ پر بوسہ دینا جائز ہے، بلکہ لوگوں نے اس کو مستحب کہا ہے، لیکن مصافحہ کے بعد خود اپنا ہاتھ چومنا اس کی کوئی اصل نہیں ہے،

بلکہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے اور مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے امام نووی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کسی عالم یا حاکم وسلطان کے ہاتھ کو چومنا ان کے علم وفضل اور شرافت ونجابت اور عدل وانصاف کی بناء پر اور دین کے اعزاز واکرام کے جزبات کی بنیاد پر تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر ان کے ہاتھ چومنے کا تعلق دنیاوی غرض ومنفعت سے ہو تو سخت مکروہ ہوگا؛ بلکہ بعض علماء سے تو عدم جواز کا قول منقول ہے قال الحافظ: قال النووی تقبیل ید الرجل لزهده وصلاحه وعلمه او شرفه او صيانته او نحو ذالك من الامور الدينية لا يكره بل يستحب، فان كان لغناه او شوكته او جاهه عند اهل الدنيا فمكروه شديد الكراهة وقال ابو سعيد المتولى لا يجوز (۱)

علماء کرام وشراح حضرات نے لکھا ہے کہ جو بوسہ شرعی طور پر جائز ہے اس کی پانچ صورتیں ہیں:

(۱) محبت ومودت کا بوسہ، جیسے والدین کا اپنی اولاد کے رخسار کا بوسہ۔

(۲) احترام واکرام اور رحمت وشفقت کا بوسہ، جیسے والدین کا اپنی اولاد کے سر پر بوسہ دینا (۳) جنسی جزبات کے تحت بوسہ دینا، جیسے شوہر کا بیوی کے رخسار اور چہرے کا بوسہ لینا۔

(۴) تحیہ کا بوسہ، جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ کو چومنا۔

(۵) وہ بوسہ جو بہن اپنے بھائی کی پیشانی کا لیتی ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ اور چہرے کو بوسہ دینا مکروہ ہے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کا بوسہ دینا واجب ہے حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ زوجین کے علاوہ کسی اور کا جنسی جزبات کے تحت بوسہ لینا بالاتفاق حرام ہے، خواہ وہ باپ ہو یا کوئی اور دوسرا۔

(۳۸۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَغُنْدَرٌ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ أَنَّ قَوْمًا مِنَ الْيَهُودِ قَبَّلُوا يَدَ النَّبِيِّ ﷺ وَرِجْلَيْهِ.

ترجمۂ حدیث: ہاتھ پاؤں کا بوسہ دینا:

حضرت صفوان بن عسالؓ سے مروی ہے کہ یہودیوں کی جماعت نے رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تقبیل ید جائز ہے اسی طرح پاؤں چومنا بھی جائز ہے لیکن حضرات فقہاء کرام قدم بوسی کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور فقہاء اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں کہ یا تو یہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے تھا، صرف آپ کے قدم بوسی جائز تھا، عام لوگوں کا نہیں، یا پھر یہ حدیث ابتداء اسلام پر محمول

(۱) اهداء الدیباجه: ۵/ ۹۷

ہے بعد میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، یا وہ لوگ جو اس مسئلہ سے ناواقف تھے اپنی ناواقفیت اور لاعلمی کی بناء پر آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا، ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ شوق ملاقات میں اضطراری طور پر ان سے یہ فعل صادر ہو گیا تھا بالقصد وارادہ انہوں نے قدم نبوی کو بوسہ نہیں دیا۔

(۱۳۶۶) بَابُ الِاسْتِئْذَانِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابوایوبؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت جابرؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ تہذیب وادب کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر اس سے اجازت لے کر، چناں چہ شریعت اسلامیہ اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر جائے تو پہلے دروازہ پر کھڑے ہو کر گھر میں آنے کی اجازت طلب کرے، اگر صاحب خانہ کی طرف سے اجازت ملے تو اندر جائے ورنہ وہیں سے واپس آجائے اور اس حکم کی بنیاد قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ گھر والوں سے اجازت حاصل نہ کرلو، اور ان کو سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے شاید تم اس سے نصیحت حاصل کرو۔

اس بارے میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ دروازے پر کھڑے ہو کر اہل خانہ کو مخاطب کر کے یوں کہا جائے کہ السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں، اندر آنے کی اجازت ہے۔

(۳۸۲۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أَبَا مُوسَى اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَانْصَرَفَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عُمَرُ مَا رَدَّكَ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ الِاسْتِئْذَانَ الَّذِي أَمَرَنَا بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَإِنْ أُذِنَ لَنَا دَخَلْنَا وَإِنْ لَمْ يُؤْذَنْ لَنَا رَجَعْنَا قَالَ فَقَالَ لَتَأْتِيَنِّي عَلَى هَذَا بِبَيِّنَةٍ أَوْ لَأَفْعَلَنَّ فَأَتَى مَجْلِسَ قَوْمِهِ فَنَاشَدَهُمْ فَشَهِدُوا لَهُ فَخَلَّى سَبِيلَهُ.

ترجمہ حدیث: طلب اجازت کے بعد اجازت نہ ملنے پر واپسی:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسی اشعریؓ نے تین مرتبہ حضرت عمر فاروق سے (اندر آنے کی) اجازت چاہی، لیکن انہوں نے ان کو اجازت نہیں دی، چناں چہ وہ واپس ہو گئے، حضرت عمر (کو جب معلوم ہوا)

(۱) سورۃ النور رقم آیت ۲۷

ان کے پاس کسی کو بلانے کے لیے بھیجا (چنانچہ وہ آئے تو حضرت عمر نے پوچھا کہ آپ کیوں واپس ہو گئے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق تین مرتبہ اجازت لی لیکن آپ نے اجازت نہیں دی تو میں واپس ہو گیا (یعنی نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ کسی کے یہاں جائیں تو تین مرتبہ اجازت لیں اگر ہمیں اجازت مل جائے تو داخل ہوں ورنہ نہیں) حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا (اے ابو موسی!) آپ اس کے متعلق میرے سامنے شہادت پیش کرو ورنہ میں سخت سزا دوں گا، چناں چہ حضرت ابو موسی اپنی قوم کے لوگوں کی مجلس میں آئے اور انہیں قسم دی (کہ جس نے بھی یہ حدیث سنی ہو وہ حضرت عمر کی خدمت میں جا کر گواہی دے) چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرت ابو موسی اشعری کے حق میں گواہی دی، تو حضرت عمر فاروق ؓ نے انہیں چھوڑ دیا۔

تشریح حدیث:

صحابی رسول ابو سعید خدری ؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابو موسی اشعری میرے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ خلیفہ دوم حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ نے میرے پاس کسی آدمی کو بلانے کے لیے بھیجا چناں چہ ان کے حکم کے مطابق میں ان کے دروازے پر پہنچا، اور ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق کہ جب تم کسی کے دروازے پر پہنچو تو تین مرتبہ اجازت طلب کرو اگر اجازت مل جاتی ہے تو بہت اچھی بات اندر داخل ہو جاؤ ورنہ واپس آ جاؤ، میں نے تین دفعہ اجازت طلب کی لیکن امیر المومنین کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تو میں واپس آ گیا جب پھر کسی وقت حضرت سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ تم میرے پاس نہیں آئے جبکہ میں نے تمھیں مدعو کیا تھا، انہوں کہا حضرت! میں تو آیا تھا اور فرمان نبوی کے مطابق تین مرتبہ اجازت طلب کی آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو میں واپس آ گیا کیوں کہ فرمان نبوی یہی ہے کہ جب تم کسی کے دروازے کے پاس جاؤ تو صاحب خانہ سے تین مرتبہ اجازت طلب کرو، اگر اجازت مل جاتی ہے تو اچھی بات ہے ورنہ واپس آ جاؤ۔

یہ حدیث سن کر حضرت امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے فرمایا اے ابو موسی تم اس پر میرے سامنے گواہ پیش کرو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے ورنہ تمہاری خیریت نہیں میں تمہیں ایسا ویسا کروں گا، حضرت ابو موسی اشعری! گھبراتے ہوئے اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا اور پھر قسم دے کر کہا کہ اگر تم لوگو ں میں سے کسی نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی زبان سے سنی ہے تو میرے ساتھ چل کر حضرت عمر کے سامنے اس کی شہادت دیدے چناں چہ ابو سعید خدری ؓ نے حضرت ابو موسی اشعری کی طرف سے اور حضرت عمر ؓ کے دربار میں یہ شہادت دی کہ امیر المومنین ابو موسی اشعری نے جو حدیث بیان کی ہے وہ بالکل صحیح ہے میں نے بھی یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہے پھر امیر المومنین نے ان کو چھوڑ دیا۔

سوال: جب یہ معلوم تھا کہ حضرات صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں تو پھر حضرت عمر نے گواہ طلب کیوں کئے؟ کیا حضرت عمر کو صحابہ کرام کی ذات پر اعتماد نہیں تھا؟

جواب: حدیث بیانی کا مسئلہ بہت زیادہ احتیاط طلب ہے اس میں حزم واحتیاط اور تیقظ و بیدار مغزی کی شدید ضرورت ہے حدیث بیان کرنا اور رسول اکرم ﷺ کی جانب منسوب کر کے کوئی بات بیان کرنا کوئی کھیل نہیں بلکہ یہ نہایت مشکل ترین اور سنگین پر خطر وادی ہے جہاں سے نہایت احتیاط کے ساتھ گزرنا ہے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ارشاد نبوی من كذب علی متعمدا فالیتبوأ مقعده من النار کا مصداق بن جائیں اسی احتیاط و تیقظ کے پیش نظر حضرت امیر المومنین ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے گواہ طلب کئے تاکہ دوسرے لوگوں کو حدیث بیان کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور کذابین ووضعین جو من گھڑت حدیثیں نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب کرنا چاہیں ان کو اس بات کی جرأت نہ ہو سکے اور صرف وہی بیان کریں جو حقیقت میں حدیث رسول ہو، ورنہ متفقہ طور پر یہ بات ہے کہ خبر واحد مقبول ہے بالخصوص اس صورت میں جب کہ راوی صحابی رسول حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت اور رفیع الشان جیسے کبار صحابہ میں سے ہوں۔

دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام کرنا:

دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام اس لیے کرنا چاہئے کہ ایک سلام تو تعریف کے لیے ہوگا کہ اہل خانہ آواز سن کر پہچان لے کہ کون صاحب کی آواز ہے، دوسرا سلام تامل ہے یعنی آواز سننے کے بعد غور و فکر کرے گا کہ اسے اندر آنے کی اجازت دیں یا نہیں اور تیسرا سلام اجازت کے لیے ہوگا یعنی تیسرا سلام سننے کے بعد اندر آنے کی اجازت دیں گے، واللہ اعلم۔

(۳۸۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ وَاصِلِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي سَوْرَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا السَّلَامُ فَمَا الِاسْتِئْذَانُ قَالَ يَتَكَلَّمُ الرَّجُلُ تَسْبِيحَةً وَتَكْبِيرَةً وَتَحْمِيدَةً وَيَتَنَحْنَحُ وَيُؤْذِنُ أَهْلَ الْبَيْتِ. (في الزوائد في إسناده أبو سورة. قال فيه البخاري منكر الحديث ويروي عن أبي أيوب مناكير لا يتابع عليها)

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! سلام تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے لیکن استیذان اجازت طلب کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا: مرد (کسی کے گھر جائے تو اندر داخل ہونے سے پہلے بلند آواز سے) سبحان اللہ اللہ اکبر اور الحمد للہ کہے، اور کھنکھارے، اور اہل خانہ کو اپنے آنے کی اطلاع اور خبر دے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اطلاع کے اندر داخل نہ ہو بلکہ جب اس کے دروازے پر پہنچے تو

اہل خانہ کو اپنی آمد کی اطلاع کرے پھر اجازت لے کر اندر جائے اور اطلاع کرنے کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً دروازے پر جا کر زور سے باآواز بلند کہے سبحان اللہ! یا کہے اللہ اکبر یا کہے الحمد للہ، یا دروازے پر پہنچ کر کھنکھارے تا کہ اہل خانہ کو آمد کی اطلاع ہو جائے پھر وہ اگر مناسب سمجھے تو اندر آنے کی اجازت دے اور مناسب نہ سمجھیں تو منع کر دے۔ یہ صاحب خانہ کی صواب دید اور رائے پر موقوف ہے۔

(۳۸۲۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ لِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْخَلَانِ مُدْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمُدْخَلٌ بِالنَّهَارِ فَكُنْتُ إِذَا أَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي يَتَنَحْنَحُ لِي.

ترجمۂ حدیث: آمد کی اطلاع کرنے کا ایک طریقہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے میرے لیے دو وقت متعین تھے ایک رات کا وقت دوسرا دن میں، چناں چہ جب میں آپ کی خدمت میں آتا اور آپ نماز میں مشغول ہوتے (تو میری اجازت طلبی پر) آپ کھنکھار دیتے (جس سے مجھے معلوم ہو جاتا کہ فی الحال آپ نماز میں مشغول ہیں)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۸۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقُلْتُ أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَنَا

ترجمۂ حدیث: آمد کی اطلاع نام بتا کر دینے کا حکم:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے رسول اکرم ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ نے معلوم کیا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں کیا چیز ہے نام بتاؤ)

تشریح حدیث:

قولہ: فقلت انا: میں نے کہا میں ہوں۔ اس جملے کو رسول اقدس ﷺ نے اس لیے برا سمجھا کہ اس سے ابہام کا ازالہ نہیں ہوتا اور صاحب خانہ پر یہ واضح نہیں ہوتا کہ آنے والا شخص کون ہے یا لفظ ''میں'' کے ذریعہ جواب دینے سے اہل خانہ کا سوال بدستور باقی رہتا ہے اس لیے آپ نے اس جملے کو ناپسند فرمایا لہٰذا حضرت جابر کو چاہئے تھا کہ اپنا نام یا کنیت یا لقب بتاتے تا کہ معلوم ہو جاتا کہ باہر دروازے پر کون کھڑا ہے، اگرچہ بعض دفعہ محض آواز ہی کی شناخت سے شخصیت کی

شناخت ہو جاتی ہے بالخصوص اس صورت میں جب کہ اس لفظ کا کہنے والا جلیس اور صدیق ہو ہر وقت ساتھ میں اٹھنے بیٹھنے والا ہو، چناں چہ ممکن ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس لفظ ''میں'' کے ذریعہ جابر کو پہنچان لیے ہوں مگر اس کے باوجود آپ نے ناگواری کا اظہار ادب سکھلانے کے لیے کیا کہ آئندہ جب کسی کے دروازے پر پہنچ کر اجازت لو تو اپنا نام صاف صاف بتادو۔ محض یہ کہنے پر اکتفاء مت کرو کہ میں ہوں، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے اس طرح کو برا اس لیے سمجھا کہ حضرت جابرؓ نے اجازت حاصل کرنے کا جو مسنون طریقہ ہے اس کو چھوڑ کر غیر مسنون طریقہ اپنایا۔

قولہ انا انا: دوبارا انا انا (میں ہوں میں ہوں) کہنا حضرت جابرؓ کے اس جواب کے قبول کرنے سے انکار ہے اور اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ میں ہوں میں ہوں کیا کہتے ہو اپنا نام کیوں نہیں بتاتے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔

(۱۳۶۷) بَابُ الرَّجُلِ يُقَالُ لَهُ: كَيْفَ أَصْبَحْتَ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو حضرت جابرؓ اور حضرت ابو اسید ساعدیؓ سے منقول ہیں اس باب میں یہ مسئلہ بیان کیا جائے گا کہ صبح اٹھ کر کسی مسلمان بھائی کو یہ کہنا کہ کیف اصبحت؟ آپ نے صبح کیسی کی؟ خیریت تو ہے؟

(۳۸۲۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِخَيْرٍ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يُصْبِحْ صَائِمًا وَلَمْ يَعُدْ سَقِيمًا.

(في الزوائد في إسناده عبد الله بن مسلم هو ابن مؤمل المكي ضعفه أحمد وابن معين وغيرهما)

ترجمۂ حدیث:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیف اصبحت؟ آپ نے صبح کیسے کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس مرد سے بہتر جس نے روزے کی حالت میں صبح نہیں کی اور نہ کسی بیمار کی عیادت کی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کے لیے مناسب ہے کہ اس کی کمی اور کوتاہی کو بھی اجاگر کیا جائے تا کہ وہ اس کو دور کر سکے، جس طرح مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کر کے شکر بجالائے، جو آدمی بحالت صوم صبح کیا یا صبح اٹھ کر کسی مریض کی عیادت کی اور ثواب حاصل کیا اس شخص سے افضل اور بہتر صبح کیا، جو ان دونوں سے عاری و خالی ہو کر صبح کیا، واللہ اعلم۔

(۳۸۳۰) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ الْهَرَوِيُّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَقَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ حَدَّثَنِي جَدِّي أَبُو أُمِّي مَالِكُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَدَخَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ قَالَ كَيْفَ أَصْبَحْتُمْ قَالُوا بِخَيْرٍ نَحْمَدُ اللهَ فَكَيْفَ أَصْبَحْتَ بِأَبِينَا وَأُمِّنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَصْبَحْتُ بِخَيْرٍ أَحْمَدُ اللهَ.

(في الزوائد قال البخاري مالك بن حمزة عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم دعا العباس ... الحديث لا يتابع عليه. وقال أبو حاتم عبد الله بن عثمان شيخ يروي أحاديث مشتبهة)

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابواسید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا السلام علیکم! انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ نے دریافت کیا تم لوگوں نے کس حال میں صبح کی، لوگوں نے کہا خیرت وعافیت سے، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، ہمارے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ! آپ نے کس حال میں صبح کی؟ آپ نے فرمایا: الحمد للہ میں نے بھی خیر وعافیت کے ساتھ صبح کی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب صبح سویرے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو ان سے خیریت وعافیت معلوم کرنا کہ رات کیسے گزری آپ نے صبح کس طرح سے کی، مسنون ہے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپس میں دریافت کیا کرتے تھے، اور رسول اکرم ﷺ بھی حضرات صحابہ کرام سے دریافت کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ مسنون ہے۔

(١٣٦٨) بَابٌ إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی قوم کا رئیس اور سردار آئے تو اس کا ادب واحترام کیا جائے اور اس کی حتی الامکان بہترین میزبانی کی جائے، کبار القوم کا اکرام واحترام اسلامی اخلاق کی ایک جھلک ہے۔

(٣٨٣١) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ. (في الزوائد في إسناده سعيد بن مسلمة وهو ضعيف)

ترجمۂ حدیث: معزز آدمی کے اکرام واحترام کا حکم:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بھی قوم کا معزز شخص تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام واحترام کرو۔

تشریح حدیث:

في هذا الحث والتحريض على اكرام كبار القوم: اذا حلوا ضيوفاً، والامر بالاكرام الضيوف عامة

وردت به نصوص عديدة قد سبق الكلام فيها قريباً وفى هذالحديث زيادة تاكيد فى حق الكرام والوجهاء وانزالهم منازلهم والله اعلم

(۱۳۶۹) بَابُ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، حضرت سلمہ بن اکوعؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان چھینکے اور وہ الحمد للہ کہے تو سننے والے کو چاہئے کہ جواب میں یرحمک اللہ کہے، عندالبعض چھینکے والے کے الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا واجب ہے، وعندالجمہور فرض کفایہ ہے مجلس میں سے کسی ایک نے بھی یرحمک اللہ کہہ دیا سب کی طرف سے کافی ہوجائے گا، ہر ایک کے لیے الگ لگ یرحمک اللہ کہنا فرض نہیں۔

(۳۸۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا أَوْ سَمَّتَ وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ عَطَسَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ فَشَمَّتَّ أَحَدَهُمَا وَلَمْ تُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا حَمِدَ اللهَ وَإِنَّ هَذَا لَمْ يَحْمَدْ اللهَ.

ترجمہ حدیث: چھینکے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی آپ نے ان میں سے ایک کی چھینک کا جواب دیا (اور یرحمک اللہ کہا) اور دوسرے کا جواب نہ دیا یہ مسئلہ معلوم کیا گیا کہ یارسول اللہ! آپ کے سامنے دو آدمیوں کو چھینک آئی آپ نے ایک کا جواب دیا اور دوسرے کا جواب نہیں دیا (آخر ایسا کیوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا اس نے الحمد للہ کہا اور اس نے الحمد للہ نہیں کہا۔

تشریح حدیث:

چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کے بہت سارے طبی فوائد ہیں اس لیے اگر کسی کو چھینک آئے تو اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر کرتے ہوئے زبان سے الحمد للہ کہے اور یہ الحمد للہ کہنا مستحب ہے البتہ چھینکے والے کے الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا بعض اہل علم کے یہاں واجب ہے کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے فحق علی کل من سمعه ان يشمته۔ یعنی ہر سننے والے پر واجب ہے کہ الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا فرض کفایہ ہے چناں چہ حاضرین مجلس میں سے کسی ایک نے بھی جواب دیدیا اور الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہہ دیا تو بس یہی کافی ہے فرداً فرداً ہر ایک کو یرحمک اللہ کہنا

ضروری نہیں، اگر کسی آدمی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو تشمیت یعنی جواب میں یرحمک اللہ کہنا ضروری نہیں۔

تین بار سے زیادہ چھینک آئے تو تشمیت ضروری نہیں:

اگر کسی کو بار بار چھینک آئے اور وہ بار بار الحمد للہ کہے تو صرف تین مرتبہ تشمیت واجب ہے یعنی تین مرتبہ تک یرحمک اللہ کہیں گے اگر تین مرتبہ سے زیادہ چھینک آئے تو پھر تشمیت یعنی یرحمک اللہ کہنا لازم نہیں۔ اس لیے کہ یہ چھینک نہیں بلکہ زکام ہے اور جب سامع نے یرحمک اللہ کہا تو سنت ہے کہ چھینکنے والا اس کے جواب میں یهدیکم الله ویصلح بالکم کہے یا یهدینا و یهدیکم ویصلح بالکم کہے۔

کلمات الحمد للعاطس:

احادیث مبارکہ میں کلمات حمد جس کے ذریعہ چھینکنے والا حمد کرے گا تین بیان کئے گئے ہیں (۱) الحمد لله (۲) الحمد لله على كل حال (۳) الحمد رب العالمين امام نووی رحمۃ اللہ علیہ الاذکار میں لکھتے ہیں کہ چھینکنے والے کے لیے مستحب ہے کہ چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے، اگر اس نے الحمد للہ کی جگہ الحمد للہ رب العالمین کہد یا تو یہ احسن ہے اور اگر الحمد لله على كل حال کہا تو یہ افضل ہے ابن بطال امام طبرانی نقل کرتے ہیں کہ عاطس یعنی چھینکنے والے کو اختیار ہے چاہے وہ الحمد للہ کہے چاہے اس میں رب العالمین کا اضافہ کردے یا الحمد للہ علی کل حال کہے سب جائز ہے[1]

آداب العاطس:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ چھینکنے والے کے لیے ادب یہ ہے کہ چھینکتے وقت اپنی آواز پست کرے۔ اور الحمد للہ کہتے وقت اپنی آواز کو بلند کرلے، اپنے چہرہ کو ڈھانک لے تا کہ منہ اور ناک میں وہ ظاہر نہ ہو جو لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث بنے، اور چھینکتے وقت دائیں بائیں گردن نہ موڑے اس سے حاضرین مجلس کو تکلیف ہوگی۔ ومن آداب العاطس ان يخفض بالعطس صورته ويرفعه بالحمد وان يغطي وجهه لئلا يبدو من فيه وانفه مايؤذي جليسه، ولا يلوى عنقه يميناً ولا شمالاً لئلا يتضرر بذالك[2]

چھینکنے والے کے جواب دینے کے فوائد:

علامہ ابن دقیق العید نے چھینکنے والے کے الحمد للہ کے جواب پر یرحمک اللہ کہنے میں تین فوائد بیان کئے ہیں:

(۱) اس سے مسلمانوں کے درمیان باہم الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) چھینکنے والے کو ادب کی تعلیم دینا مقصود ہو کبر وغرور کو ترک کر کے کسر نفسی اختیار کرو۔

---

(۱) اهداء الديباجة: ۵/ ۹۹ (۲) فتح الباري: ۱۰/ ۶۰۲

(۳) تواضع وعاجزی اور فروتنی پر آمادہ کرنا ہے۔

(۴) چھینکنے کی وجہ سے دماغ کی رگوں کے پھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے تو اس نے چھینکا اور اس پر الحمد للہ کہا تو سامع یرحمک اللہ کے ذریعہ اس کو دعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم وکرم فرمائے آئندہ بھی آسانی سے چھینک آئے۔

چھینکنے ولا اگر الحمد للہ کہنا بھول جائے تو اسے یاد دلانے کا حکم؟

اگر چھینکنے والے نے الحمد للہ نہیں کہا بلکہ بھول گیا تو کیا سامع اس کو الحمد للہ کہنے کے لیے یاد دلائے گا؟

اس بارے میں حضرات علماء کرام کے دو قول ہیں۔

(۱) ابن العربی عارضۃ الاحوذی میں منع کرتے ہیں اور یاد دلانے والے کی جانب جہل کو منسوب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سامع یاد دلاتے ہوئے الحمد للہ نہ کہے۔

(۲) امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ سامع کے لیے یاد دلانا مستحب ہے اور یہ نصیحت امر بالمعروف کے باب سے ہے حضرت ابراہیم نخعی سے یہ ثابت بھی ہے علامہ ابن القیمؒ زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ ظاہر سنت ابن العربی کے قول کی تقویت وتائید کرتی ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی چھینک کا جواب نہیں دیا جس نے الحمد للہ نہیں کہا تھا الحمد للہ کہنے کے لیے آپ نے یاد بھی نہیں دلایا یاد، دلانا سنت ہوتا تو آپ ﷺ اس کو ضرور بالضرور یاد دلاتے اور تعلیم دیتے آپ کا یاد نہ دلانا اس بات کی دلیل ہے کہ یاد دلانا سنت نہیں ہے۔ **وینص ابن القیم فی الزاد قول ابن العربی فیقول: وظاهر السنة یقوی قول ابن العربی لان النبی علیہ السلام لم یشمت الذی عطس ولم یحمد ولم یذکره الیه ولو کان تذکیره سنة لکان النبی ﷺ اولی بفعلها اول تعلیمها والاعانة علیها۔** (۱)

(۳۸۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ مَزْكُومٌ

ترجمۂ حدیث: چھینکے والے کے الحمد للہ کا جواب تین بار تک دینا:

حضرت سلمہ بن اکوع اپنے والد (اکوع) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھینکنے والے کو تین مرتبہ تک جواب دیا جائے یعنی یرحمک اللہ کہا جائے پس اگر کوئی تین بار سے زیادہ چھینکے تو زکام زدہ ہے۔

تشریح حدیث:

اگر کسی کو بار بار چھینک آرہی ہو تو صرف تین بار تک یرحمک اللہ کے ذریعہ جواب دیا جائے اس کے بعد بھی چھینکے تو وہ

(۱) اهداء الدیباجه: ۵/ ۱۰۱

چھینک نہیں بلکہ زکام ہے لہٰذا جواب نہیں دیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے۔

(۳۸۳۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عِيسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلْيَرُدَّ عَلَيْهِ مَنْ حَوْلَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ وَلْيَرُدَّ عَلَيْهِمْ يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ. (فی الزوائد فی إسناده ابن ابی لیلی واسمه محمد بن عبد الرحمن وهو ضعیف اه.)

ترجمہ حدیث:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص چھینکے تو چاہئے کہ وہ الحمد للہ کہے، اور جو لوگ اس کے اردگرد ہیں وہ یرحمک اللہ کے ذریعہ جواب دیں پھر چھینکنے والا ان لوگوں کو یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کے ذریعہ جواب دے۔

تشریح حدیث:

شرح الحدیث واضح کوضوح الشمس فی نصف النہار لا حاجة الی ای تشریح و توضیح۔

(۱۳۷۰) بَابُ إِكْرَامِ الرَّجُلِ جَلِيسَهُ

اس باب میں صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اسلامی اخلاق وکردار کو اپناتے ہوئے اپنے ساتھی، رفیق اور ہم سفر کے ساتھ اکرام واحترام کا معاملہ کرے گویا اس میں اسلامی اخلاق اور نبوی کردار وصفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی دعوت ہے۔

(۳۸۳۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي يَحْيَى الطَّوِيلِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَقِيَ الرَّجُلَ فَكَلَّمَهُ لَمْ يَصْرِفْ وَجْهَهُ عَنْهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَنْصَرِفُ وَإِذَا صَافَحَهُ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَنْزِعُهَا وَلَمْ يُرَ مُتَقَدِّمًا بِرُكْبَتَيْهِ جَلِيسًا لَهُ قَطُّ. (فی الزوائد مدار الحدیث علی زید العمی وهو ضعیف)

ترجمہ حدیث: نبوی خلق عظیم کی ایک جھلک:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی آدمی سے ملاقات کرتے اور گفتگو فرماتے تو آپ اپنا چہرہ اس کی طرف اس وقت تک متوجہ رکھتے تھے جب تک کہ وہ شخص خود ہی نہ پھیرتا، اور جب آپ اس سے مصافحہ کرتے تو آپ اپنے دست مبارک کو تاہنوز نہیں کھینچتے تھے جب تک وہ خود نہ کھینچ لیتا، اور آپ کو اپنے کسی ہم نشین کے سامنے پاؤں پھیلا کر بیٹھا کبھی بھی نہیں دیکھا گیا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے تین عادت شریفہ اور اخلاق عظیمہ کا ذکر ہے اول یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب کسی سے ملتے اور ان سے بات کرتے تو پوری توجہ کے ساتھ بات کرتے اور ان کی بات کو سنتے، اور اپنے چہرہ انور کو اس کی طرف متوجہ رکھتے، جب تک کہ وہ خود ہی اپنا چہرہ نہ پھیرتا آپ برابر اسی کی طرف متوجہ رہتے اور ان کی باتوں کو غور سے سنتے رہتے، اور ان کی بات کو اہمیت دیتے تھے، دوم یہ کہ جب آپ ﷺ کسی سے مصافحہ کرتے اور اپنے دست مبارک کو اس کے دست میں اس وقت تک ڈالے رکھتے جب تک کہ وہ خود ہی اپنے ہاتھ کو نہ کھینچ لیتا جب وہ اپنے ہاتھ کھینچ لیتا تھا تو آپ بھی اپنے دست مبارک کو کھینچ لیتے تھے سوم یہ کہ باوجود اللہ کے رسول اور اس کے نبی و پیغمبر تھے آپ کا مقام و مرتبہ عند اللہ بہت بلند اور اونچا تھا باوجود آپ بہت زیادہ عظمت و رفعت کے مالک تھے، کبھی بھی آپ نے اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں کے سامنے اپنے پاؤں مبارک کو پھیلا کر نہیں بیٹھا دیکھا گیا بلکہ آپ نہایت متواضع بیٹھتے تھے اور مجلس میں پروقار بیٹھتے تھے، اس حدیث میں اخلاق عظیمہ، خصائل جمیلہ، اور اوصاف حمیدہ اور رسول اکرم ﷺ کی عادت شریفہ کو اپنانے اور اپنے اندر پیدا کرنے کی دعوت ہے، ہر مسلمان کو ان عادات حمیدہ سے متصف ہونا چاہیے۔

(۱۳۷۱) بَابُ مَنْ قَامَ عَنْ مَجْلِسٍ فَرَجَعَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ مجلس میں بیٹھا تھا پھر وہ کسی ضرورت کی وجہ سے اٹھ کر چلا گیا پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد لوٹ کر آیا تو اس جگہ بیٹھنے کا زیادہ حقدار وہی شخص ہے، اگر کوئی دوسرا آدمی اس کے جانے کے بعد اس جگہ بیٹھ جائے تو اس کے آنے کے بعد اٹھ جانا چاہیے۔

(۳۸۳۶) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ عَنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

ترجمہ حدیث: مجلس سے اٹھ کر جانے والا شخص لوٹنے کے بعد زیادہ حق دار ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مجلس سے اٹھ کر چلا جائے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں آداب مجلس میں سے ایک ادب کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی وجہ سے مجلس سے اٹھ کر تھوڑی دیر کے لیے چلا جائے، مثلاً پیشاب کرنے کے لیے، یا تھوکنے کے لیے یا وضو کرنے کے لیے یا اس کے علاوہ کسی

اور ضرورت کی وجہ سے باہر گیا پھر وہ واپس آ گیا تو اس جگہ میں بیٹھنے کا زیادہ حقدار یہی شخص ہوگا اگر کوئی دوسرا آدمی اس جگہ بیٹھ گیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کو وہاں سے اٹھا دے اور خود بیٹھنے والے کو چاہیے کہ اس کی آمد کے بعد خود بخود اٹھ جائے اور پہلے شخص کے آجانے کے بعد اس کا اٹھ جانا عند البعض واجب ہے اور عند البعض مستحب ہے حضرت امام مالک کا یہی قول ہے امام نوویؒ نے وجوب کے قول کو راجح قرار دیا ہے یعنی شخص اول کی آمد کے بعد اس کا اٹھ جانا بہر حال واجب ہے خواہ وہ کوئی چیز وہاں رکھ کر گیا ہو خواہ نہ رکھا ہو ہر دونوں صورت اس جگہ کا زیادہ حقدار وہی ہے بعد میں بیٹھنے والا نہیں، واللہ اعلم۔

(۱۳۷۲) بَابُ الْمَعَاذِيرِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جوذانؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عذر خواہی کرے تو اگر اس کا عذر معقول ہے تو اس کو قبول کرنا چاہیے **العذر عند كرام الناس مقبول** شریف لوگ عذر قبول کرتے ہیں۔

(۳۸۳۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ مِينَاءَ عَنْ جُوذَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنِ اعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ بِمَعْذِرَةٍ فَلَمْ يَقْبَلْهَا كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ.

ترجمہ حدیث: عذر قبول نہ کرنے کا گناہ:

حضرت جوذانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی سے معذرت کرے اور اس کی معذرت قبول نہ کرے تو اس کو ٹیکس وصول کرنے والے کے برابر گناہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کا معنی اور مطلب شریعت اسلامیہ اور دین محمد ﷺ کی روح کے عین مطابق ہے اس حدیث میں درحقیقت ان لوگوں پر رد ہے جو لوگوں کے ساتھ معاملوں میں سختی کرتے ہیں اور خطاؤں پر سخت گرفت کرتے ہیں اور صاحب عذر لوگوں کے عذر کو قبول نہیں کرتے ہیں فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جو لوگ صاحب عذر کے معقول عذر کو قبول نہیں کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اغماض بصر اور چشم پوشی سے کام نہیں لیتے ہیں تو ان کو اسی طرح گناہ ہوگا جس طرح ٹیکس وصول کرنے والے کو گناہ ہوتا ہے جس طرح ٹیکس وصول کرنے والا گناہ سے محفوظ نہیں رہتا ہے اور ظلم و زیادتی کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا ہی جاتا ہے اسی طرح جو شخص اپنے بھائی کا عذر قبول نہ کرے اور اس کے ساتھ عفو و صفح اور درگزری کا معاملہ نہ کرے وہ بھی گناہوں کے بارے میں محفوظ نہ رہ پائے گا۔

معذرت تین حال سے خالی نہیں:

امام راغب فرماتے ہیں کہ تمام معاذیر تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) یا تو وہ یوں کہے گا میں نے یہ کام نہیں کیا،

(۲) یا پھر یوں کہے گا کہ اس وجہ سے میں نے یہ کام کیا، ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں ذنب ہونے سے خارج ہیں

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ آدمی کوئی غلطی کرے اور اقرار کرے ہاں میں نے یہ غلطی کی ہے لیکن آئندہ نہیں کروں گا، پس جس نے انکار کیا اور جو چیز اس کی طرف منسوب کی گئی ہے اس کے بارے میں بتایا کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ اس کے گناہ سے بری ہے اور جس نے گناہ کا کام کر کے انکار کیا تو اس سے تغابی کرم ہوگا اور جس نے اپنے جرم اور گناہ کا اقرار کرلیا اور اپنی غلطی کا اظہار کرلیا تو وہ عفو ودرگزر کے لائق ہے۔

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب تو کسی انسان کو دیکھے کہ وہ لوگوں کے بارے میں بدظن ہے اور عیوب کے طالب ہے تو یقین کرلو کہ وہ خبیث الباطن ہے اور وہی خبث اس سے مترشح ہورہا ہے اور اپنی طرح جو دوسرے کے بارے میں خیال کررہا ہے پس مومن تو عذر کا طالب ہوتا ہے اور منافق عیب کو ڈھونڈتا ہے مومن کا قلب تمام لوگوں کے لیے کشادہ اور حسد وبغض سے محفوظ ہوتا ہے۔ وقال الراغب جميع المعاذير لا تنفق عن اوجه: اما ان يقول لم افعل او فعلت لاجل كذا فيتبين ما يخرجه عن كونه ذنباً، او يقول فعلت ولا اعود، فمن انكرو أنبا عن كذب ما نسب اليه فقد برئت منه ساحته، فان فعل وجحد فقد يعد التغابى عنه كرما ومن اخر فتبدأ استوجب العفو بحسن ظنه بل قال الغزالي: مهما رأيت الانسان ليسئى الظن بالناس طالبا للعيوب، فاعلم انه خبيث الباطن، وان ذالك يترشح منه، انما يرى غيره من حيث هو، فان المومن من يطلب المعاذير، والمنافق يطلب العيب والمومن سليم الصدر فى حق الكافة، (اهداء الديباجة: ۵/ ۱۰۴)

(۳۸۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ مِينَاءَ عَنْ جُوذَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَه.

ترجمۂ حدیث:

حضرت جوذان ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گزشتہ حدیث کے مثل مضمون بیان فرمایا۔

(۱۲۷۳) بَابُ الْمُزَاحِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے ذیل میں دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، اور خادم رسول حضرت انس بن مالک ؓ سے منقول ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مزاح جائز ہے، یعنی خوش طبعی، ہنسی کی بات جائز ہے البتہ استہزاء اور سخریہ جائز نہیں ہے، تفصیل انشاء اللہ حدیث شریف کی شرح کے تحت آرہی ہے۔

(۳۸۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَمْعَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ أُمِّ

سَلَمَةَ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فِي تِجَارَةٍ إِلَى بُصْرَى قَبْلَ مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَامٍ وَمَعَهُ نُعَيْمَانُ وَسُوَيْبِطُ بْنُ حَرْمَلَةَ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا وَكَانَ نُعَيْمَانُ عَلَى الزَّادِ وَكَانَ سُوَيْبِطُ رَجُلًا مَزَّاحًا فَقَالَ لِنُعَيْمَانَ أَطْعِمْنِي قَالَ حَتَّى يَجِيءَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ فَلَأُغِيظَنَّكَ قَالَ فَمَرُّوا بِقَوْمٍ فَقَالَ لَهُمْ سُوَيْبِطُ تَشْتَرُونَ مِنِّي عَبْدًا لِي قَالُوا نَعَمْ قَالَ إِنَّهُ عَبْدٌ لَهُ كَلَامٌ وَهُوَ قَائِلٌ لَكُمْ إِنِّي حُرٌّ فَإِنْ كُنْتُمْ إِذَا قَالَ لَكُمْ هَذِهِ الْمَقَالَةَ تَرَكْتُمُوهُ فَلَا تُفْسِدُوا عَلَيَّ عَبْدِي قَالُوا لَا بَلْ نَشْتَرِيهِ مِنْكَ فَاشْتَرَوْهُ مِنْهُ بِعَشْرِ قَلَائِصَ ثُمَّ أَتَوْهُ فَوَضَعُوا فِي عُنُقِهِ عِمَامَةً أَوْ حَبْلًا فَقَالَ نُعَيْمَانُ إِنَّ هَذَا يَسْتَهْزِئُ بِكُمْ وَإِنِّي حُرٌّ لَسْتُ بِعَبْدٍ فَقَالُوا قَدْ أَخْبَرَنَا خَبَرَكَ فَانْطَلَقُوا بِهِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَأَخْبَرُوهُ بِذَلِكَ قَالَ فَاتَّبَعَ الْقَوْمَ وَرَدَّ عَلَيْهِمُ الْقَلَائِصَ وَأَخَذَ نُعَيْمَانَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرُوهُ قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ مِنْهُ حَوْلًا.

ترجمہ حدیث: آپ کا خوش طبعی کرنا:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اکرم ﷺ کی سانحہ وفات سے ایک سال قبل بغرض تجارت بصری تشریف لے گئے، آپ کے اس سفر میں نعیمان اور سویط بن حرملہ بھی تھے اور یہ دونوں بدر کی لڑائی میں شریک بھی ہوئے تھے، نعیمان تو توشہ پر نگراں تھے اور سویط بہت زیادہ مزاحیہ آدمی تھے، انہوں نے نعیمان سے کہا مجھے کھانا کھلا دو، انہوں نے کہا ابوبکر صدیقؓ کو آنے دو، سویط نے کہا اچھا (تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا) میں تجھے ضرور پریشان کروں گا، وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا تو ان سے سویط نے کہا آپ حضرات مجھ سے میرا غلام خریدیں گے؟ ان لوگوں نے کہا جی ہاں، خریدوں گا، سویط نے کہا لیکن وہ تھوڑا ابتنگڑ ہے وہ آپ حضرات سے کہے گا میں آزاد ہوں اگر تم لوگ اس کی باتوں میں آ کر اسے چھوڑ دو گے تو میرے غلام کو خراب بتانا، ان لوگوں نے کہا نہیں بلکہ ہم اس کو آپ سے خریدیں گے، چناں چہ ان لوگوں نے دس اونٹوں کے عوض غلام سویط سے خرید لیا، اور نعیمان کے پاس آئے اور ان کی گردن میں عمامہ یا رسی باندھنے لگے تو نعیمان نے کہا یہ تمہارے ساتھ مزاق کر رہے ہیں میں تو آزاد ہوں غلام نہیں ہوں ان لوگوں نے کہا تیری بات ہمیں پہلے بتا دی گئی، وہ لوگ ان کو لے کر چلے گئے پھر جب حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے تو لوگوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا آپ اس جماعت کے پیچھے گئے اور اونٹ واپس کر کے نعیمان کو لے کر آئے جب واپس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ اور آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین ہنس پڑے اور یہ واقعہ یاد کر کے سال بھر تک ہنستے رہے۔

تشریح حدیث:

قوله: مزاح، لفظ مزاح بکسر المیم وفتح الزاء ہے اس کے معنی ہے خوش طبعی کرنا، ہنسی مزاق کرنا، اور میم کے ذمہ کے ساتھ مُزاح اسم مصدر ہے جس کے معنی خوش طبعی اور ظرافت کے ہیں۔

اللہ تعالی نے انسان کی فطرت میں جہاں تمانت وسنجیدگی کا عنصر رکھا ہے وہیں گاہے گاہے ہنسی مزاق اور خوش طبعی کرنے کا مادہ بھی ودیعت فرمائی ہے اس سے دل ودماغ کو نشاط وبہم پہنچتا ہے اور باہمی بے تکلفی اور محبت ومودت میں بھی اضافہ ہوتا ہے نیز ایک دوسرے سے وحشت دور ہوتی ہے چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بعض اوقات اپنے رفقاء وصحابہ کرام اور ازواج مطہرات سے خوش طبعی فرماتے تھے آپ کے مزاح فرمانے کے متعدد واقعات کتب احادیث میں ملتے ہیں ایک صاحب خدمت اقدس میں آئے اور درخواست کی کہ مجھے سواری دی جائے، کیوں کہ میری سواری کا اونٹ مر گیا ہے آپ نے فرمایا میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا، وہ صاحب پریشان ہو گئے اور کہنے لگے میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا، آپ نے فرمایا ھل تلد الابل الا النوق: کوئی اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص طور پر ازواج مطہرات سے زیادہ مزاح فرمایا کرتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ مزاح کرنے والے تھے۔

مزاح مسنون ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ دل لگی، خوش طبعی کرنا مسنون ہے مگر اس میں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، ایک یہ کہ کوئی خلاف واقعہ بات نہ کہی جائے، دوسرے یہ کہ کسی کی دل آزاری نہ کی جائے ان باتوں کا خیال کر کے خوش طبعی کرنا سنت ہے اسی طرح بہت زیادہ ہنسی مزاق کرنا بھی وقار ومتانت کے خلاف ہے جو لوگوں کو ہنساتا ہے وہ مسخرہ کہلاتا ہے، اور یہ کوئی اچھا لقب نہیں ہے بلکہ برا لقب ہے اس لیے اس درجہ مزاق سے بھی احتراز کرنا چاہئے۔

(۳۸۴۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَالِطُنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي طَيْرًا كَانَ يَلْعَبُ بِهِ.

ترجمہ حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش طبعی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمارے گھر والوں کے ساتھ اس قدر میل جول تھا کہ گھر کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ دل لگی فرماتے تھے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جو ہمیشہ اپنی چڑیا کے ساتھ کھیلتا رہتا تھا ایک دن آپ نے اس کو مغموم دیکھا تو آپ نے پوچھا یہ بچہ آج مغموم کیوں ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ اس کی لال چڑیا آج مر گئی ہے آپ

نے فرمایا اے ابوعمیر کیا ہوا نغیر ؟ وکیع حدیث کے راوی فرماتے ہیں کہ نغیر ایک پرندہ تھا جس سے ابوعمیر کھیلا کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

نغیر نغر کی تصغیر ہے ایک چھوٹے پرندے کا نام ہے جو چھوٹی چڑیا کی طرح ہوتا ہے اور اس کی چونچ سرخ ہوتی ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اہل مدینہ اس پرندے کو بلبل کہتے ہیں واللہ اعلم۔

بہر حال اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بچوں کا چڑیا وغیرہ سے دل بہلانا اور ان کے ساتھ کھیل کود کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچائیں نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کنیت رکھنا جائز ہے یہ جھوٹ میں داخل نہیں ہے اور بچوں کے ساتھ دل لگی اور خوش طبعی کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس کے بھائی کے ساتھ خوش طبعی کی۔

(۱۳۷۴) بَابُ نَتْفِ الشَّيْبِ

اس باب میں صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ داڑھی اور سر کے سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے کیوں کہ یہ نور المومن اور نور المسلم ہے اپنے ہاتھوں سے اس نور کو ختم کرنا کوئی عقلمندی اور دانشمندی نہیں۔

(۳۸۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ وَقَالَ هُوَ نُورُ الْمُؤْمِنِ.

ترجمۂ حدیث: سفید بال اکھیڑنے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سفید بال اکھیڑنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا یہ مومن کا نور ہے۔

تشریح حدیث: داڑھی اور سر کے سفید بالوں کو اکھاڑنے کا حکم شرعی:

داڑھی اور سر کے سفید بالوں کا اکھیڑنا جائز ہے یا نہیں ہے؟ اس بارے میں حضرات شراح کرام سے دو اقوال منقول ہیں۔

قول اول:

جمہور اہل علم شوافع، مالکیہ، حنابلہ اور احناف کے نزدیک داڑھی اور سر کے سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے۔ کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا من شاب شيبة فى الاسلام كانت له نوريوم القيامة، نیز حدیث باب بھی اس کی کراہت پر دال ہے آپ نے فرمایا سفید بال مومن کا نور ہے اس جملہ میں درحقیقت اس کے باقی رکھنے کی بلیغ ترغیب اور اس کے ساتھ عدم تعرض کی جانب لطیف اشارہ ہے کہ مومن و مسلم کے لیے نور ہے تو اس کے ساتھ تعرض نہ کیا جائے اس کو نہ اکھیڑا جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن جزری سے بھی کراہت ہی کا قول منقول ہے۔

قول دوم:

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ داڑھی یا سر کے سفید بال اکھیڑنا حرام ہے علامہ شوکانی کا بھی یہی قول ہے ان حضرات نے بھی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سفید بال اکھیڑنا حرام ہے لیکن ان حضرات کا قول جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل التفات اور لائق اعتناء نہیں ہے اس باب میں جمہور علماء کا قول دلائل کی روشنی میں راجح ہے واللہ اعلم

(۱۳۷۵) بَابُ الْجُلُوسِ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ

اس باب کے تحت ایک حدیث بریدہؓ سے منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسی جگہ بیٹھنا کہ کچھ حصہ سایہ میں ہو اور بدن کا کچھ حصہ سورج کی روشنی اور دھوپ میں ہو جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور ایسی جگہ بیٹھنے سے مزاج فاسد ہو جاتے ہیں۔

(۳۸۴۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ أَبِي الْمُنِيبِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُقْعَدَ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ.

ترجمۂ حدیث: دھوپ اور سایہ میں بیٹھنے کی ممانعت:

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں دھوپ اور سائے کے درمیان بیٹھنے سے منع فرمایا ہے یعنی اس طرح بیٹھنا کہ جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ حصہ سائے میں ہو ممنوع ہے کیوں کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کا طریقہ ہے یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے صاحب عون المعبود شیخ شمس الحق عظیم آبادیؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان ایسی جگہ میں بیٹھے گا تو اس کے مزاج میں فساد آجائے گا دھوپ اور سائے کی تاثیر الگ ہے، جب دو متضاد چیز ایک ساتھ موثر کریں گے تو لامحالہ مزاج میں فساد اور طبیعت میں بگاڑ آئے گا اس لیے رسول اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

(۱۳۷۶) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الِاضْطِجَاعِ عَلَى الْوَجْهِ

حضرت امام ابن ماجہ صاحب کتاب نے اس باب کے ذیل میں تین احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں حضرت طخفہ غفاریؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت ابوامامہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ چہرے کے بل اوندھے منہ لیٹنا جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے اور ان لوگوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے جو عنداللہ مبغوض ہیں۔

(۳۸۴۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَصَابَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ عَلَى بَطْنِي فَرَكَضَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ مَالَكَ وَلِهَذَا النَّوْمِ هَذِهِ نَوْمَةٌ يَكْرَهُهَا اللَّهُ أَوْ يَبْغَضُهَا اللَّهُ.

ترجمہ حدیث: اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت:

حضرت طخفہ غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے مسجد میں (ایک دن) پیٹ کے بل سوتا ہوا پایا، تو آپ نے اپنے قدم مبارک سے مجھے ٹھوکر مارا، اور فرمایا کہ تم اس طرح کیوں سوتے ہو، یہ ایسا سونے کا انداز ہے کہ اللہ تعالی کو ناپسند ہے یا فرمایا یہ وہ طریقہ ہے جس سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پیٹ کے بل اوندھے منہ لیٹنا ممنوع ہے رسول کریم ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ اس طرح سے لیٹنا درحقیقت اہل دوزخ کا لیٹنا ہے اوران لوگوں کے لیٹنے کا انداز ہے جو عند اللہ مبغوض اور معتوب ہیں لہٰذا عام حالات میں اس طرح لیٹنا جائز نہیں ہاں اگر کوئی مجبوری ہے تو پھر اس طرح لیٹنے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

لیٹنے کی صورتیں:

حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ لیٹنے کی چار صورتیں ہیں:

(۱) استلقاء:

یعنی چت لیٹنا، لیٹنے کا یہ طریقہ اہل عبرت کا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالی کی کرشمہ سازی اور عجائبات قدرت کو دیکھ کر ایمان باللہ کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں وہ چت لیٹتے ہیں تا کہ وہ آسمان اور کواکب ونجوم کی طرف بنظر استشہاد دیکھتے رہیں اور خدا کی قدرت وحکمت کی دلیل حاصل کریں۔

(۲) النوم علی شق الایمن:

دوسری صورت دائیں کروٹ پر لیٹنا ہے یہ اولیاء اللہ اور صالحین کے لیٹنے کا طریقہ ہے، جو عبادت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں اور شب بیداری کرنا چاہتے ہیں، وہ دائیں کروٹ پر سوتے ہیں تا کہ غفلت کی نیند طاری نہ ہو، اور بر وقت اٹھ کر اپنے رب کے سامنے راز ونیاز کی باتیں کر سکیں۔

(۳) النوم علی شق الایسر:

تیسری صورت بائیں کروٹ پر سونا ہے یہ آرام اور راحت کے طلبگار لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے جو لوگ چاہتے

ہیں کہ آرام سے نیند آئے، کھانا جلد ہضم ہو جائے اور چین وسکون کی نیند آئے وہ بائیں کروٹ پر سوتے ہیں۔

(۴)الاضتجاع علی الوجہ:

چہرے کے بل اوندھے منہ لیٹنا یہ اہل غفلت اور نادان لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے بلکہ درحقیقت ان لوگوں کے سونے کا انداز ہے جن پر اللہ تعالی کے غضب اور عتاب نازل ہوتے ہیں اور جہنمیوں کے سونے کا انداز بھی یہی ہے، اور بدفعلی واغلام بازی کرانے والوں کے سونے کی عادت ہے اس لیے اس انداز سے سونا ممنوع ہے البتہ حدیث شریف اختیاری حالت پر محمول ہے اگر ضرورت کی حالت ہوتو اسطرح سونا بھی جائز ہے۔

(۳۸۴۴) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُضْطَجِعٌ عَلَى بَطْنِي فَرَكَضَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ يَا جُنَيْدِبُ إِنَّمَا هَذِهِ ضِجْعَةُ أَهْلِ النَّارِ.

ترجمۂ حدیث: اوندھے منہ لیٹنا اہل نار کے لیٹنے کا طریقہ:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، آپ نے مجھے اپنے قدم مبارک سے مارا اور فرمایا اے جنیدب! اس طرح سونے کا انداز جہنم والوں کا ہے (لہٰذا اس طرح سے مت سویا کرو)

تشریح حدیث:

جنیدب: یہ جندب کی تصغیر ہے جندب حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام نامی اسم گرامی ہے آپ نے شفقت پیار سے تصغیر کا صیغہ استعمال فرمایا، تحقیر وتذلیل کے طور پر نہیں، یہ تو آپ کی مبارک ذات سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(۳۸۴۵) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جَمِيلٍ الدِّمَشْقِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ نَائِمٍ فِي الْمَسْجِدِ مُنْبَطِحٍ عَلَى وَجْهِهِ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ قُمْ وَاقْعُدْ فَإِنَّهَا نَوْمَةٌ جَهَنَّمِيَّةٌ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں اوندھے منہ سو رہا تھا کہ آپ کا گزر ہوا (آپ نے دیکھا کہ کوئی مسجد میں اوندھے منہ سو رہا ہے جا کر) آپ نے اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر مار کر فرمایا، اٹھ جا، اور بیٹھ، (سنو! میاں) یہ اہل جہنم کے سونے کا انداز ہے (آئندہ اس طرح سے مت سونا)

تشریح حدیث: شرح الحدیث قدمر قبل ذالک

(۱۳۷۷) بَابُ تَعَلُّمِ النُّجُومِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ علم نجوم کا سیکھنا جائز نہیں ہے جس طرح علم سحر حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳۸۴۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ.

ترجمۂ حدیث: علم نجوم سیکھنا جائز نہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علم نجوم میں سے کچھ حاصل کیا، اس نے درحقیقت شعر و جادو کا شعبہ حاصل کیا، اب جتنا زیادہ علم نجوم حاصل کرے گا گویا اتنا ہی زیادہ علم حاصل کیا، (جو حرام ہے)

تشریح حدیث: علم نجوم کی تعریف:

علماء کرام لکھتے ہیں کہ والمراد بعلم النجوم فی الحديث ما يخبر ون به احداث وقائع لم تقع بعد، يزعمون انهم عرفوها عن طريق علم النجوم۔ حدیث شریف میں علم نجوم سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعہ مستقبل میں پیش آنے والے حوادثات و وقائع کے بارے میں خبر دی جاتی ہے اور ان لوگوں کا یہ دعوی ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کو علم نجوم کے راستہ سے حاصل کیا۔

کہانت، عرافت رمل اور نجوم کا علم حاصل کرنا حرام ہے اور شریعت کی نظر میں ان پر عمل کرنا قطعاً بالکل جائز نہیں ہے اس لیے ان علوم کے ذریعہ کسب شدہ مال بھی حرام ہے لینے والا اور دینے والا دونوں گنہ گار ہوتے ہیں، حدیث ہٰذا میں علم نجوم کو علم سحر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے علم نجوم کا سیکھنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے جادو ٹونے کا علم سیکھا ہے اور اس مشابہت سے علم نجوم کی قباحت و شناعت کو اجاگر کرنا ہے اس اعتبار سے علم نجوم پر عمل کرنے والا جادوگروں اور کاہنوں کا ایک فرد ہے جو خلاف شریعت امور کو اختیار کرتے ہیں اور غیب کی باتیں بتاتے ہیں حاصل یہ ہے کہ علم نجوم اور سحر دونوں ایک ہی چیز ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے اور یہ سب کافروں اور بددینی والے کام کرتے ہیں۔

قولہ: زاد مازاد: مطلب یہ ہے کہ جس قدر زیادہ وہ علم نجوم حاصل کرتا ہے اسی قدر زیادہ سحر کا علم سیکھتا ہے اور سحر باطل ہے اس کا تعلم حرام ہے، جہاں تک بات ہے علم نجوم کے ذریعہ جہت قبلہ کی تعیین یا اوقات کی معرفت تو یہ جائز ہے۔ بلکہ اللہ تعالی نے کواکب نجوم کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے تاکہ لوگ اس سے ہدایت یاب ہوں اور وہ معلوم کریں ارشاد ربانی

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

ہے وهو الذى جعل لكم النجوم لتهتدو بها فى ظلمات البر والبحر نیز دوسری جگہ ارشاد ہے وعلامات بالنجم هم يهتدون.

معلوم ہوا کہ علم نجوم سے جہت قبلہ کا تعین اور اوقات نماز کی معرفت تو یہ شرعاً جائز ہے اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں

(۱۳۷۸) بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيحِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس باب میں مذکور احادیث کا حاصل یہ ہے کہ ہواؤں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ تو اللہ رب العزت کے حکم پر مامور ہے اور حکم خداوندی کے مطابق خیر وشر اور رحمت وعذاب کو لا رہی ہے پس اللہ سے اس کے خیر ورحمت کا سوال کیا جائے اور اس کے شر اور عذاب سے پناہ چاہا جائے ہواؤں کو گالی گلوچ نہ کی جائے۔

(۳۸۴۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الزُّرَقِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ فَإِنَّهَا مِنْ رَوْحِ اللهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ وَالْعَذَابِ وَلَكِنْ سَلُوا اللهَ مِنْ خَيْرِهَا وَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا.

ترجمہ حدیث: ہواؤں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہوا کو برا بھلا مت کہو اس لیے کہ وہ اللہ کی رحمت ہے اور (وہ حکم خداوندی کے مطابق) رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی، البتہ اللہ رب العزت سے اس کی خیر کا سوال کرو، اور اس کی برائی سے پناہ مانگو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہوا اللہ رب العزت کی مخلوق ہے اور خدا تعالیٰ کی حکم کی پابند ہے وہ حکم الٰہی سے سرمو انحراف نہیں کر سکتی ہے وہ حکم ربانی کے مطابق کبھی رحمت یعنی بارش، راحت اور نسیم کو لاتی ہے تو کبھی حکم الٰہی سے عذاب یعنی نبات وشجر کا اتلاف اور حیوان وبہائم کی ہلاکت اور عمارتوں کے انہدام کو لاتی ہے بڑی بڑی بلڈنگ اور فلک بوس عمارتیں چشم زدن میں زمین بوس ہو جاتی ہے اور تاش کے پتوں کی طرح زمین میں بکھر جاتی ہے یہ سب حکم خداوندی سے ہے ہوا کا کوئی جرم وگناہ نہیں، لہٰذا اسے برا مت کہو اسے گالی مت دو۔ ہاں جب آسمان سے ہواؤں کا اثر نمایاں ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے خیر کا سوال کرو، اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔

آندھی وطوفان میں پڑھنے کی دعا:

صحیح مسلم میں ہے کہ جب تیز آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللهم انی اسالك خیرها و خیر مافیها، و خیر ما ارسلت به و اعوذ بك من شرها و شر ما ارسلت به۔

اے اللہ میں اس کے خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس چیز کے خیر کا جو اس کے اندر موجود ہے اور جس خیر کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اور اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کی برائی سے اور اس برائی سے جو اس کے اندر ہے اور اس سے کہ جس کے ساتھ وہ بھیجی گئی ہے۔

(۱۳۷۹) بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَسْمَاءِ

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک حدیث صاحب ابن ماجہ نے نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عنداللہ سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے اور اپنے بچوں کا نام اچھے سے اچھا رکھنا چاہئے۔ اسلامی نام منتخب کرنا چاہئے۔

(۳۸۴۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا الْعُمَرِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ.

ترجمہ حدیث: محبوب ترین نام:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔

تشریح حدیث:

تمام ناموں میں سب سے افضل ترین اور پسندیدہ نام عنداللہ عبداللہ اور عبدالرحمن ہے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ان دونوں کا احب الی اللہ ہونا حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے بعد ہے اس اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ یہ نام اسم محمد سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ بلکہ پسندیدگی میں ان دونوں کا درجہ یا تو اسم محمد کے برابر ہے یا اس سے کم ہے۔

وجہ فضیلت:

ان دونوں ناموں کے افضل اور احب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نام قرآن کریم میں بقاعدہ اضافت کے ساتھ آئے ہیں ان دونوں کے علاوہ کوئی نام نہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ (۱) اور ارشاد ربانی ہے وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲) پہلی آیت میں لفظ عبداللہ کی جانب اضافت کے ساتھ موجود ہے اور دوسری آیت میں لفظ عباد الرحمٰن کی جاب مضاف ہے اور صرف یہی دو نام ایسے ہیں جو اضافت کے ساتھ آئے ہیں اس لیے یہ عنداللہ محبوب ترین ہیں، واللہ اعلم

(۱) سورۃ الجن آیت/ ۱۹۔ (۲) سورۃ الفرقان: ۵آیت ۶۳

(۱۳۸۰) بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْأَسْمَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل فرمائی ہیں جو حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت سمرہؓ اور حضرت مسروق سے منقول ہے اس باب میں چند برے ناموں کا بیان ہے اور شرعاً یہ مطلوب ہے کہ برے ناموں کے رکھنے سے اجتناب کئے جائیں۔ اور اچھے اسلامی نام منتخب کئے جائیں جن کے معنی اور مطلب درست ہو۔

(۳۸۴۹) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللهُ لَأَنْهَيَنَّ أَنْ يُسَمَّى رَبَاحٌ وَنَجِيحٌ وَأَفْلَحُ وَيَسَارٌ.

ترجمہ حدیث: چند ممنوع نام:

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں بقیدِ حیات رہا تو آئندہ انشاء اللہ درج ذیل ناموں کے رکھنے سے ضرور منع کروں گا۔ رباح۔ نجیح۔ افلح۔ اور یسار۔

تشریح حدیث:

مسلم شریف میں نجیح کی جگہ نافع کا لفظ آیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ ممانعت کا تعلق محض انہیں ناموں سے نہیں ہے بلکہ دوسرے اسماء جو اس کے ہم معنی ہوں اس ممانعت میں داخل ہیں۔ امام نووی شارح مسلمؒ فرماتے ہیں ہمارے اصحاب کے نزدیک اس طرح کے نام رکھنا مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ مکروہ تحریمی اور ممانعت کی علت یہ ہے کہ اگر آپ نے کسی کا نام مثلاً یسار رکھا اور کسی وقت آپ نے گھر والوں سے پوچھا یہاں یسار ہے، گھر والوں نے جواب دیا نہیں یہاں یسار نہیں ہے تو اگرچہ اس صورت میں متعین ذات مراد ہوگی لیکن لفظ یسار کے معنی حقیقی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ گھر میں کوئی فراخی اور تونگری نہیں ہے اس طرح کہنا اچھی بات نہیں ہے اس لیے آپ نے منع کرنے کا ارادہ فرمایا پر آپ نے بقاعدہ ممانعت کا حکم نافذ نہیں فرمایا بلکہ اس سے سکوت فرمایا جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں اس کی صراحت ہے قال اصحابنا يكره التسمية بهذه الاسماء المذكورة فى الحديث، وما فى معناها، ولا تختص الكراهة بها وحدها، وهى كراهة تنزيه، لا تحريم۔ والعلة فى الكراهة ما بينه ﷺ فى قوله فانك تقول اثم هو فيقول لا فكره لبشاعة الجواب، وربما اوقع بعض الناس فى مثنى من الطيرة (۱)

(۳۸۵۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الرُّكَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُسَمِّيَ رَقِيقَنَا أَرْبَعَةَ أَسْمَاءٍ أَفْلَحُ وَنَافِعٌ وَرَبَاحٌ وَيَسَارٌ

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم: ۲/۲۰۷

ترجمہ حدیث:

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم اپنے غلاموں کا نام، افلح، نافع، رباح اور یسار ان چاروں میں سے کوئی رکھیں۔

تشریح حدیث:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بقاعدہ ان چاروں ناموں کے رکھنے سے منع فرمادیا ہے جب کہ حضرت جابر کی روایت جو مسلم میں ہے اس میں صراحت ہے کہ آپ نے ان ناموں کے رکھنے سے منع کرنے کا ارادہ فرمایا تھا لیکن پھر آپ خاموش رہے اور منع نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے بظاہر دونوں میں تضاد اور تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس تعارض وتضاد کو دور کرتے ہوئے صاحب مرقات ملا علی قاری الحنفی فرماتے ہیں کہ دراصل آپ ﷺ کے ارادہ کا تعلق ممانعت تحریمی سے تھا یعنی آپ نہی تحریمی کے طور پر منع کرنا چاہ رہے تھے لیکن اس کے بعد آپ نے امت کے حق میں نرمی اور آسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے سکوت فرمایا، کیوں کہ آپ کو معلوم تھا کہ ناموں کا مسئلہ ایسا ہے جس کی طرف لوگ توجہ نہیں دیں گے، اور اچھے اور برے ناموں میں زیادہ فرق وامتیاز نہیں کریں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امت کے لوگ دینی نقصان میں مبتلا ہوں گے لہٰذا یوں کہا جائے گا کہ جس روایت سے ممانعت کا عدم نفاذ ثابت ہوتا ہے اس کا تعلق نہی تحریمی سے ہے اور حقیقت میں مسئلہ بھی یہی ہے کہ مذکورہ نام رکھنا مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر اپنے علم کے مطابق بیان فرما رہے ہیں ورنہ حقیقت میں آپ نے منع فرمایا تھا، لیکن جابر کو معلوم نہ ہوسکا صرف ارادہ کا علم ہوا تھا اور انہوں نے اسی کو بیان کردیا۔

(۳۸۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ حَدَّثَنَا مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ لَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَنْ أَنْتَ فَقُلْتُ مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْأَجْدَعُ شَيْطَانٌ.

ترجمہ حدیث: اجدع شیطانی رسم ہے:

مسروق تابعی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب سے ملا، تو انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع، حضرت عمر بن الخطاب نے یہ سن کر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اجدع ایک شیطان کا نام ہے۔

تشریح حدیث:

اجدع دراصل اس کو کہتے ہیں جس کے کان، ناک، اور ہونٹ اور ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور بطور کنایہ اس نام کا اطلاق اس شخص پر بھی کیا جاتا ہے جس کی کسی بات میں بھی کوئی وزن اور دلیل نہ ہو اسی مناسبت سے ایک شیطان کو اجدع کہا جاتا ہے حضرت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مسروق کے بارے میں پوچھنا پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ ارشاد نقل کرنا گویا تفنن طبع کے طور پر تھا اور اس کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ اگر تمہارے والد بقید حیات ہیں تو ان کا یہ نام بدل ڈالو۔

(۱۳۸۱) بَابُ تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی نام ایسا ہو جو معنی کے اعتبار سے غلط ہو تو اس کو بدل ڈالنا چاہئے جیسا کہ احادیث باب اس پر دال ہے۔

(۳۸۵۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا رَافِعٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَقِيلَ لَهَا تُزَكِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَيْنَبَ.

ترجمۂ حدیث: ایسے نام رکھنے کی ممانعت جس سے نفس کی تعریف ظاہر ہوتی ہے:

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا، (اس کے معنی نیک اور صالح کے ہیں) تو ان سے کہا گیا اپنے نفس کی خود تعریف کرتی ہو، چناں چہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھدیا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایسا کوئی بھی نام نہیں رکھنا چاہئے جس کے لفظی مفہوم سے نفس کی تعریف ظاہر ہو، کیوں کہ اس کی وجہ سے نفس میں کبر اور بڑائی پیدا ہو جاتی ہے۔ برہ کے معنی نیک اور صالحہ کے ہیں لہٰذا آپ نے اس لفظ کے اصل معنی کے اعتبار سے پسند نہیں کیا، کیوں کہ آپ برہ کے گھر سے نکلے اور آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں سے نکلے ہو تو جواب دیا برہ کے پاس سے تو چوں کہ نیکوکار کے پاس سے نکلنا اچھی بات نہیں ہے اس لیے اللہ کے رسول نے اس نام کو بدل کر زینب رکھدیا کہ دل میں کبر و عجب پسندی پیدا نہ ہو۔

(۳۸۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَةً لِعُمَرَ كَانَ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيلَةَ.

ترجمۂ حدیث: عاصیہ اچھا نام نہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک صاحب زادی کا نام، عاصیہ (نافرمان) تھا، رسول اللہ

ﷺ نے ان کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس نام کے معنی اچھے نہ ہوں تو اس کو بدل ڈالنا چاہئے کیوں کہ ناموں کے معنی کا اثر مسمی پر پڑتا ہے اس لیے اچھا سے اچھا اسلامی نام رکھنا چاہئے، اور برے نام رکھنے سے کلیۃ احتراز کرنا چاہئے۔

(۳۸۵۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى أَبُو الْمُحَيَّاةِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ اسْمِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ فَسَمَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اسوقت میرا نام عبداللہ بن سلام نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبداللہ بن سلام رکھا۔

تشریح حدیث: معناه واضح جداً

(۱۳۸۲) بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ اسْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْيَتِهِ

اس باب کے تحت صرف تین حدیثیں مذکور ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کی کنیت اور نام کو جمع کرنا جائز نہیں تھا اب آپ کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد متفقہ طور پر یہ حکم ختم ہو چکا ہے یہ ممانعت کا تعلق صرف آپ کی زندگی کے ساتھ تھا، جیسا کہ حضرات شراح کرام نے اس کی وضاحت کی ہے۔

(۳۸۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي.

ترجمۂ حدیث: آپ کی کنیت رکھنے کی ممانعت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ نام رکھو، لیکن میری کنیت پر کنیت اختیار مت کرو۔

تشریح حدیث:

کنیت اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی ذات کی نسبت باپ یا بیٹے کی طرف منسوب کر کے متعارف ومشہور کرادے، جیسے ابو حماد، ابو عباد، ابو حمودہ یا ابن منظور وغیرہ، جس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ کنیت اس نام کو کہتے ہیں کہ جو باپ بیٹا یا بیٹی یا

ماں کے تعلق سے بولا جائے۔

آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ہٰذا سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام محمد کے ساتھ اپنا نام محمد رکھنا تو جائز ہے لیکن آپ کی کنیت ابوالقاسم کو اپنے لیے کنیت مقرر کرنا اور اپنے آپ کو ابوالقاسم کہلانا جائز نہیں ہے خواہ یہ صورت ہو کہ جس شخص کا نام محمد ہو وہ اپنی کنیت ابوالقاسم رکھے یا یہ صورت ہو کہ نام تو کچھ اور ہو لیکن کنیت ابوالقاسم متعین کرے، حضرت شیخ نے یہاں چار اقوال نقل کئے ہیں ہم بغرض افادہ ان چاروں اقوال کو یہاں قلم بند کر رہے ہیں۔

قول اول:

مطلقاً کسی بھی شخص کے لیے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھنا جائز نہیں خواہ اس کا نام محمد ہو یا کچھ اور ہو حضرت امام شافعی اور اصحاب الظواہر کا یہی قول ہے۔

قول دوم:

حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ فرماتے ہیں کہ نام اور کنیت دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہے جس کا نام محمد ہو وہ اپنی کنیت ابوالقاسم نہ رکھے۔ البتہ جس کا نام محمد نہ ہو وہ اپنی کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہے۔

قول سوم:

علی الاطلاق نام اور کنیت دونوں کو جمع کرنا جائز ہے یہ قول حضرت امام مالک کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ممانعت والی حدیث منسوخ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے ساتھ ممانعت کا تعلق مختص تھا آپ کی وفات کے بعد آپ کی کنیت کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے دور نبوت میں اشتباہ کے پیش نظر ممنوع تھا اب عام اجازت ہے یہی قول راجح ہے اور عند الجمہور یہی صحیح ہے۔ والراجح ان النهی مختص بحیاته ﷺ لاجل السبب الموضح فی حدیث انس فی الباب وهو قول الجمهور (۱)

(۳۸۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے نام کے ساتھ نام رکھو البتہ کنیت پر اپنی کنیت مت رکھو، (کیونکہ اس میں اشتباہ ہوتا ہے)

(۱) اهداء الدیباجة: ۱۱۸/۵ مظاهر حق جدید: ۴۰۹/۵

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذالك

(۳۸۵۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَقِيعِ فَنَادَى رَجُلٌ رَجُلًا يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي.

ترجمہ حدیث: نبی کریم ﷺ کی کنیت کے مطابق اپنی کنیت متعین مت کرو:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ (جنت) البقیع میں تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے ایک آدمی کو اے ابوالقاسم کہہ کر پکارا چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف التفات فرمایا تو اس نے کہا میری مراد آپ نہیں ہیں (تو اس وقت) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے نام کے ساتھ نام رکھو لیکن میری کنیت پر اپنی کنیت مقرر نہ کرو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی شرح ماقبل میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے اعادہ کی قطعاً حاجت نہیں ہے۔

(۱۳۸۳) بَابُ الرَّجُلِ يُكْنَى قَبْلَ أَنْ يُولَدَ لَهُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ لاولد شخص بھی اپنی کنیت مقرر کر سکتا ہے یہ جائز ہے۔

(۳۸۵۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ صُهَيْبٍ أَنَّ عُمَرَ قَالَ لِصُهَيْبٍ مَا لَكَ تَكْتَنِي بِأَبِي يَحْيَى وَلَيْسَ لَكَ وَلَدٌ قَالَ كَنَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي يَحْيَى.

ترجمہ حدیث: لاولد بھی اپنی کنیت رکھ سکتا ہے

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت صہیبؓ سے کہا کہ آپ نے اپنی کنیت ابو یحیٰ کیوں رکھی، جبکہ آپ کی کوئی اولاد ہی نہیں ہے، انہوں نے جواب دیا کہ میری کنیت ابو یحیٰ آپ ﷺ نے رکھی ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کنیت کے لیے صاحب اولاد ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ لاولد شخص کی بھی کنیت رکھی جا سکتی ہے چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی بھی کنیت رکھی حالاں کہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی چناں چہ

آپ حضرت عائشہؓ کی دلجوئی اور تطییب قلب کے واسطے ام عبداللہ کنیت رکھی، یعنی عبداللہ بن زبیر کو جو حضرت عائشہ کی بہن اسماء بنت ابی بکر کا بیٹا تھا اور عائشہ رشتہ میں ان کی خالہ تھیں اور خالہ بمنزلہ ماں ہوتی ہے نیز آپ نے حدیث باب حضرت صہیبؓ کی کنیت ابو یحی رکھی بلکہ آپ ﷺ نے تو حضرت انس کے چھوٹے بھائی کی کنیت ابو عمیر رکھی پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لاولد شخص کی کنیت بھی جائز ہے۔

البتہ کسی کا لقب یا اس کی کنیت ایسے ناموں کے ساتھ رکھنا جو اس کے لیے باعث تکلیف ورنج ہو یا اس سے اس کو غصہ آئے یا لوگ اس کی وجہ سے اس کا مزاق اڑائے استہزاء کرے حرام ہے ارشاد باری ہے (ولا تنابزو بالالقاب)

(۳۸۵۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ مَوْلًى لِلزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أَزْوَاجِكَ كَنَّيْتَهُ غَيْرِي قَالَ فَأَنْتِ أُمُّ عَبْدِ اللهِ.

ترجمۂ حدیث: حضرت عائشہ کی کنیت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں سے نبی کریم ﷺ سے فرمایا (یارسول اللہ) آپ نے تمام ازواج مطہرات کی کنیت رکھی ہے لیکن میری کنیت نہیں رکھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو ام عبداللہ ہے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث بھی آفتاب نیم روز کی طرح واشگاف انداز میں اس بات پر دال ہے کہ لاولد کے لیے کنیت رکھنی جائز ہے۔

(۳۸۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينَا فَيَقُولُ لِأَخٍ لِي وَكَانَ صَغِيرًا يَا أَبَا عُمَيْرٍ!.

ترجمۂ حدیث: چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنے کا جواز:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس (گھر) آیا کرتے تھے اور میرے بھائی جو ابھی چھوٹے تھے اس سے فرماتے تھے اے ابو عمیر!

تشریح حدیث:

معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنا جائز ہے اور لاولد یا صغیر کی کنیت رکھنے میں ابو کے معنی باپ کے نہیں ہوں گے بلکہ اس وصف کے مالک کے ہوں گے جیسا کہ کسی شخص کو ابوالفضل کہا جائے۔ تو اس کے معنی فضل والا، جبکہ اس کے بچے نہ ہوں اور اگر صاحب کنیت کی اولاد ہو تو اس صورت میں ابو کے معنی باپ ہی کے ہوں گے جیسا کہ معروف ہے۔

(۱۳۸۴) بَابُ الْأَلْقَابِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ابو جبیرہ بن ضحاک ؓ سے منقول ہے۔ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ برے القاب جن سے صاحب لقب کو ایذاء پہنچتی ہو پکارنا حرام ہے۔

(۳۸۶۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي جَبِيرَةَ بْنِ الضَّحَاكِ قَالَ فِينَا نَزَلَتْ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ قَدِمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالرَّجُلُ مِنَّا لَهُ الِاسْمَانِ وَالثَّلَاثَةُ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا دَعَاهُمْ بِبَعْضِ تِلْكَ الْأَسْمَاءِ فَيُقَالُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هَذَا فَنَزَلَتْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ.

ترجمہ حدیث: تکلیف دہ القاب سے پکارنے کی حرمت:

حضرت ابو جبیرہ بن ضحاک ؓ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالی کا یہ ارشاد) ولا تنابزوا بالالقاب: (مت پکارو برے لقبوں سے) ہم انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم میں سے ایک شخص کے دو نام تھے اور تین نام، تو نبی کریم ﷺ نے ان کو کبھی کسی ایک نام سے پکارتے ہوئے دیکھا تو آپ سے عرض کیا جاتا کہ اسے اس نام سے غصہ آتا ہے تو اس پر یہ آیت ولا تنابزو بالالقاب نازل ہوئی، تم کسی کو بھی برے القاب سے مت پکارو!

تشریح حدیث: نام بگاڑ کر پکارنے کی ممانعت:

کسی آدمی کے نام کو بگاڑ کر پکارنا یا ایسے القاب سے پکارنا جو تکلیف کا موجب ہو یا غصہ کا سبب ہو حرام ہے، قرآن کریم میں اس کی صراحۃ ممانعت آئی ہے اس ممانعت والی آیت کی تفسیر میں حضرات علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں

(۱) علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ لا یدعی الرجل بالکفر بعد الاسلام: اسلام لانے کے بعد کسی کو کفر کے ساتھ مت پکارو، ولا تنابزو بالالقاب کا یہی مطلب ہے۔

(۲) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی اسلام قبول کرتے تھے اس کے باوجود بھی انہیں بعض لوگ یا یہودی یا نصرانی کہہ کر پکارتے جس سے انہیں تکلیف ہوتی تھی تو اس آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالی نے اس طرح پکارنے سے منع فرمادیا۔

(۳) قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کو بھی ایسے القاب سے نہ پکارے جو باعث تکلیف ہو اور لوگ اس سے مزاق واستہزاء کرتے ہوں مروی ہے کہ یہ آیت حضرت صفیہ بنت حی کے بارے میں نازل ہوئی وہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عورتیں مجھے یہودیہ بنت یہودیین

کہہ کر پکارتی ہیں آپ نے فرمایا تو کیوں نہیں کہتی میرا باپ ہارون ہے میرا چچا موسیٰ علیہ السلام ہے اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے مطلب یہ ہے کہ تم ان عورتوں کی بات کی وجہ سے غم اور تکلیف محسوس مت کرو بلکہ تم فخر سے کہو ہارون علیہ السلام میرا باپ ہے موسیٰ علیہ السلام میرا چچا ہے اور محمد رسول اللہ میرے شوہر ہیں وہ عورتیں یہ سن کر خود ہی خاموش ہو جائیں گی۔

(۱۳۸۵) بَابُ الْمَدْحِ

اس باب کے ذیل میں حضرت امام ابن ماجہؒ علامہ قزوینیؒ نے تین احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت مقداد بن عمروؓ حضرت معاویہؓ اور امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کسی کے روبرو حد سے زیادہ تعریف کرنا جس سے ممدوح کے دل میں عجب اور کبر پیدا ہو جائے جائز نہیں ہے، بالخصوص ممدوح میں وہ شئی نہ ہو جس کی تعریف کی جارہی ہو تو یہ اشد ترین گناہ ہے بلکہ ایک طرح سے نفاق ہے اور اس کا مقصد طلب دنیا اور لوگوں کو خوش کرنا ہوتا ہے رضاء خداوندی مقصود نہیں ہوتا، جیسا کہ آج بہت سارے شعراء کرام بادشاہوں کی تعریف کرتے ہیں اور مدارس کے بعض ذمہ دار حضرات جن کی نظر میں صرف فلوس ہے، خلوص سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے خواہ مخواہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے کبھی حکومت سعودیہ تو کبھی کسی کی بے جا تعریف کرتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہے البتہ غائبانہ تعریف جو حقیقت میں وہ اوصاف ممدوح کے اندر موجود ہے جائز ہے۔

(۳۸۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَحْثُوَ فِي وُجُوهِ الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ.

ترجمۂ حدیث: منہ پر تعریف کرنے والا دوست نہیں دشمن:

حضرت مقداد بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ تعریف کرنے والوں کے منہ پر مٹی ڈال دیں۔

تشریح حدیث: بے جا مدح وتعریف کی مذمت:

کسی آدمی کی بیجا تعریف کرنا اور مدح وتعریف میں غلو کرنا اور ان کی حمد وثناء اور خوبیوں کے بیان میں آسمان زمین کے قلابین ملانا جن کا حقیقت اور نفس الامر سے کوئی تعلق نہ ہو جائز نہیں ہے بالخصوص منہ کے سامنے روبرو کذب بیانی اور دروغ گوئی سے کام لینا اور ایسے ایسے اوصاف وخصائل کو ان کے لیے ثابت کرنا جن کا ان سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے بالکل جائز نہیں ہے اس سے ممدوح کے دل میں عجب وتکبر پیدا ہوگا اور طاعت وعبادات کی بجا آوری میں مزید سست ہو جائے گا اور عمل سے کنارہ کشی اختیار کر لے گا اس لیے مادح اس قابل ہے کہ اس کے منہ میں خاک ڈال دے وہ محسن نہیں

بلکہ زہر قاتل ہے، اس لیے فرمایا گیا کسی ظالم وفاسق کی تعریف کرنا درحقیقت اس کے فسق وظلم پر اعانت کرنا ہے لہٰذا یہ مادح بھی ان کے گناہ اور معصیت میں برابر کا شریک ہوگا۔

نیک نیت سے مبنی بر حقیقت تعریف کرنا:

اگر ممدوح جس کی تعریف وتوصیف کی جارہی ہے واقعۃً اس کے اندر بہت ساری خوبیاں اور قابل بیان صفات اور لائق تقلید اوصاف وخصائل ہیں اور لوگوں کے سامنے ان اوصاف محمودہ کے بیان کرنے کا مقصد ممدوح کا حوصلہ افزائی اور اس کی تشجیع ہے اور مزید کار خیر اور اعمال صالحہ واعمال حسنہ کے بجالانے پر ابھارنا ہے اور لوگوں کو اپنانے کی دعوت دینا ہے تو تعریف کرنا جائز ہے بشرطیکہ ممدوح معتدل المزاج ہو، تعریف کی وجہ سے خود پسندی اور عجب میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، ممدوح نیک طینت اور نیک سیرت ہو تو جائز ہے۔

تعریف کرنے کا مسنون طریقہ:

اور تعریف کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ وہ کہے میں فلاں کے بارے میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے اندر اللہ تعالی نے فلاں فلاں صفات حسنہ ودیعت کی ہیں اور میرے علم کے مطابق یہ فلاں فلاں خصائل وشمائل کی دولت سے متصف ہے ان کے ظاہر حال نہایت قابل اطمینان ہے، جہاں تک اندر اور قلب کے احوال کی بات ہے تو اس کو سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا۔ اس لیے میں ان کے اندرونی حالات کو اللہ کے حوالہ کرتا ہوں جو ظاہر وباطن کو جاننے والا اور حال ومحال سے مکمل باخبر ہے۔ وعلى المادح المهتدى بالسنة ان يقول عند مدحه احتسب فلانا۔ ان كا ن يرى انه كذالك۔ ولا ازكى على الله احداً وقوفانه عند حدود الانسان الذى من شانه ان يعلم الظاهر فحسب اما الباطن، والمال فهو غيب لا يعلمه الا علام الغيوب سبحانه وتعالى۔ ولذا احسن ان يفوض الامر الى من يعلم الظاهر والباطن والحال والمآل، تبارك اسمه [1]

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس باب کی احادیث اس بات پر دال ہیں کہ کسی کی تعریف وتوصیف ممنوع ہے جبکہ بخاری ومسلم میں بہت ساری ایسی روایات آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الوجہ تعریف کرنے کی اجازت ورخصت ہے ظاہر ہے کہ ان دو روایات میں تعارض ہے پس تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

حضرات علماء کرام نے ان دونوں قسم کی روایتوں میں اس طرح تطبیق دینے کی سعی جمیل کی ہے کہ جن روایتوں میں

(۱) اهداء الديباجة: ۵/ ۱۲۳

تعریف وتوصیف کی ممانعت آئی ہے اور مدح وسرائی پر نہی وارد ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ تعریف ومدح میں غلو کیا جائے اور جن صفات سے متصف نہ بھی ہوں ان کو بیان کیا جائے یا ممانعات کی روایات ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کی مدح وتعریف اور توصیف وثناء سے ان کے اندر کبر پیدا ہو یا وہ فتنہ میں مبتلا ہو۔ اور جو لوگ ایسے نہیں ہے اور ان میں فتنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے کمال تقوی، رسوخ فی العقل اور معرفت وطریقت کے اعلی معیار بلند مقام پر متمکن ہونے کی وجہ سے مادح کی مدح اثر نہیں کرتی ہے اور نہ ذم سے کوئی فرق پڑتا ہے تو ایسے حضرات کی تعریف کرنے میں بشرطیکہ مبنی بر حقیقت ہو کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ ایسے حضرات کی تعریف میں رطب اللسان رہنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۸۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِيَّاكُمْ وَالتَّمَادُحَ فَإِنَّهُ الذَّبْحُ.

ترجمۂ حدیث: تعریف میں غلو ذبح کے مترادف:

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ تم ایک دوسرے کی تعریف سے بچو، کیوں کہ یہ تو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں تعریف میں غلو کو ذبح کے مترادف اس لیے قرار دیا کہ جس ذبح سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے اور روح جسم سے نکل جاتی ہے اور بے جان کسی بھی کام کا نہیں ہوتا ہے اسی طرح جب انسان کی تعریف اس کے منہ کے سامنے کی جائے اور تعریف میں غلو کیا جائے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے اور جو باتیں ان میں نہ ہوں ان کو بھی بیان کیا جائے یہ ممدوح کے روح ایمان واسلام کے لیے ہلاکت وتباہی ہے، وہ عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہو کر اپنے ایمان واسلام کی روح کو کھودے گا پھر وہ اسلام کی نظر میں بے جان جسم کی طرح ہو جائے گا اس لیے بے جا تعریف سے منع فرمایا ہے اور اس کو ذبح سے تعبیر کیا ہے، واللہ اعلم بالصواب

(۳۸۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَدَحَ رَجُلٌ رَجُلًا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا ثُمَّ قَالَ إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُهُ وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا.

ترجمہ حدیث: تعریف کرنے والا گردن کاٹنے والے کے مانند ہے:

حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی ایک شخص کی تعریف رسول اکرم ﷺ کے سامنے کی، اس پر آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر تو نے اپنے بھائی کی گردن ہی کاٹ ڈالی، آپ نے کئی بار اس کو فرمایا پھر آپ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی تعریف کرے تو یوں کہے میرا اس کے متعلق یہ خیال ہے اور میں اللہ کے سامنے کسی کو پاک نہیں کہتا۔

تشریح حدیث:

قوله: ولا ازكى على الله احدا: اى لا اقطع على عاقبه احد ولا غيره، لانه ذالك مغيب عنا ولكن احسب واظن لوجود الظاهر المقتضى لذالك۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے دل اور قلبی حالت کو میں نہیں بتا سکتا ہوں اور دلی احوال کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ اور مخفی ہے اس کا حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے البتہ اس کے ظاہری وکوائف میں ان کے بارے میں اس طرح خیال کرتا ہوں اس طرح سے احتیاطی پہلو کو اپناتے ہوئے تعریف کرے، غلو اور حد سے زیادہ تجاوز نہ کرے، کسی بھی چیز میں غلو محمود اور مطلوب نہیں ہے بلکہ مذموم اور مردود ہے۔

منہ کے سامنے تعریف کے وقت پڑھنے کی دعا:

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ **من عرف نفسه، لم يضره المدح** جس نے اپنی اصلیت وحقیقت کو پہچان لیا اس کو مادح کی مدح سے کوئی نقصان نہ ہوگا اور اس پر اثر نہیں پڑے گا۔

حضرت الاستاد محدث جلیل حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند نے ترمذی کے درس میں فرمایا: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ جب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہو گئے تو کچھ دن کے بعد حضرت حاجی صاحب نے احوال معلوم کئے کہ بیعت کے بعد احوال میں کچھ تغیر آیا یا نہیں۔ تو حضرت گنگوہی قدس سرہ نے جواب دیا کہ بیعت کے بعد میں اپنے اندر تین باتیں پاتا ہوں۔

(۱) نصوص شرعیہ میں کوئی تعارض نظر نہیں آتا ہے۔

(۲) مادح کا مدح اور ذام کی ذم سے قلب پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

(۳) عبادت شرعیہ طبعیت ثانیہ بن گئی ہے۔

ان تین باتوں پر اگر آپ غور کریں تو حضرت گنگوہی کا علمی مقام اور راہ سلوک وطریقت کے کس مقام پر فائز تھے اس کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے جب کوئی آدمی منہ پر تعریف کرے تو ممدوح کو یہ دعا پڑھنی چاہئے

اللھم اغفرلی مالا یعلمون۔ ولا تؤاخذنی بما یقولون واجعلنی خیرا مما یظنون۔

اے اللہ! جن چیزوں کے بارے میں انہیں علم نہیں ہے آپ مجھے معاف فرما دیجئے اور میرے بارے میں جو یہ کہہ رہے ہیں گرفت نہ فرمائیے، اور اے اللہ! میرے بارے میں جو یہ گمان کرر ہے ہیں اس سے بہتر بنا دیجئے۔

(۱۳۸۶) بَابُ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید انصاریؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے مشورہ طلب کرے خواہ مشورے کا طالب مسلمان ہو یا کافر، فاسق ہو، یا فاجر، اپنے ہو یا پرائے رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار۔ تو اس کو چاہئے مشورہ لینے والے کو اپنا سمجھتے ہوئے ایسا مشورہ دے جو اس کے واسطے دنیا اور آخرت دونوں میں مفید ہو اور یہ سوچے کہ اگر اس جگہ میں ہوتا تو کیا کرتا یا اگر طالب مشورہ میرا لخت جگر یا بھائی ہوتا تو اس معاملہ میں کیا مشورہ دیتا۔ بس یہ تصور کر کے نہایت اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ بھلائی کا مشورہ دے ایسا مشورہ نہ دے جو اس کے لیے نقصان کا باعث ہو جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ بمنزلہ امانت دار کے ہوتا ہے۔

(۳۸۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ.

ترجمہ حدیث: مستشار بمنزلہ امانت دار ہوتا ہے:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے تو اس کو امانت داری اور دیانت داری سے مشورہ دینا چاہئے کیوں کہ وہ امین کے درجہ میں ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ سے کسی معاملہ میں مشورہ لینے کے لیے آئے اور یہ سمجھ کر آیا کہ آپ انہیں اچھا اور خیر کا مشورہ دیں گے اور آپ کے پاس یہ سوچ کر آیا کہ آپ اسے وہی مشورہ دیں گے جو اچھا اور بھلا ہوگا وہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر آپ کے پاس محض آپ کو امین سمجھ کر آیا۔ لہٰذا آپ کو چاہئے کہ جس معاملہ میں وہ مشورہ طلب کر رہا ہے اس کے بارے میں خوب غور وفکر کر لیں اس کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال لیں، مالہ وما علیہ کے بارے میں بھی سوچ لیں پھر یہ بھی خیال کریں کہ اگر مشورہ لینے والا میرا بیٹا ہوتا یا کوئی قریبی ہوتا تو میں کیا مشورہ دیتا پھر متوکلا الی اللہ اس کو خلوص کے ساتھ اس معاملہ میں مشورہ دے کیوں کہ وہ اس معاملے میں امین ہے اگر اس نے اپنی جانتی سے غلط مشورہ دیدیا تا کہ وہ پھنس جائے تو اس نے امانت میں خیانت کیا، اور عنداللہ ماجور کے بجائے ماخوذ ہوگا۔

مشیر کن اوصاف کے حامل ہوں:

مشیر کے اندر کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے بعض کاتبین وعارفین نے لکھا ہے کہ درج ذیل صفات سے مشیر کا متصف ہونا ضروری ہے

(۱) علم کبیر جن سے مشورہ لیا جارہا ہے اور مشورہ دینے والا ہے ان کو سب سے پہلے ایسے علم شریعت کی ضرورت ہے جو لوگوں کے احوال کے علم پر بھی متضمن ہو۔

(۲) عقل کثیر: مشورہ دینے والے میں عقل کامل ضروری ہے تبھی صحیح مشورہ دے گا ورنہ عقل ناقص والا شخص بھی صحیح مشورہ نہ دے سکے گا۔

(۳) فکر صحیح: اس کی فکر اور سوچنے کی صلاحیت اور مثبت اور منفی دونوں پہلو پر ضار اور نافع کے بارے میں کامل معلومات ہو۔

(۴) علم ترجیح: یعنی جب دو باتیں سامنے آئیں اور بظاہر دونوں صحیح ہوں تو ان میں کون صحیح ہے اور کون اصح ہے یہ فرق وامتیاز کرنے کی بھی صلاحیت ہو۔

(۵) اعتدال مزاج: مزاج وطبیعت میں افراط وتفریط نہ ہو بلکہ معتدل المزاج ہو۔

(۶) متانت وسنجیدگی: جس شخص کے اندر مذکوہ بالا صفات ہوں گے وہی صحیح اور درست مشورہ دے سکتا ہے اور جوان صفات مذکورہ سے معری ہوں گے ان کی رائے اکثر غلط ہوگی لہٰذا طالب مشورہ کے لیے ضروری ہے کہ جن سے مشورہ لینے جارہا ہے ان کے بارے میں غور کرلے کہ ان کے اندر مذکورہ صفات ہیں یا نہیں پھر جائے۔

(۳۸۶۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شَرِيكٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے تو اس کو امانت داری سے مشورہ دینا کیوں کہ وہ امین ہے۔

تشریح حدیث:

علامہ بہوتی کشف القناع میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مخطوبہ یا خاطب کے بارے میں مشورہ طلب کرے کہ میں فلاں لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں کیسی رہے گی یا فلاں لڑکے سے میں اپنی بیٹی کا نکاح کرانا چاہتا ہوں کیسا رہے گا تو اگر لڑکا یا لڑکی کے اندر جو عیوب ہیں ان کو بیان کردیا جائے تو یہ غیبت میں داخل نہ ہوگا بشرطیکہ مقصد خیر خواہی ہو (۱)

(۱) کشف القناع: ۵/۱۱ بحوالہ اہداء الدیباجہ: ۵/۱۲۸

(۳۸۶۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ وَعَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَشَارَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُشِرْ عَلَيْهِ

ترجمۂ حدیث:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے (کسی معاملہ میں) مشورہ طلب کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے بھائی کو اچھا مشورہ دے۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث قد مر قبل ذالك۔

(۱۳۸۶) بَابُ دُخُولِ الْحَمَّامِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل میں تین حدیثیں نقل کیں ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوالملیح ہذلی سے منقول ہیں۔ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ حمامات میں مرد حضرات بغیر ازار اور لنگی کے داخل نہ ہوں اور یہ حکم ان حمامات اور غسل خانہ کے بارے میں ہے جہاں متعدد لوگ غسل کرتے ہوں اور ایسا حمام ہو جہاں کوئی نہ جاتا ہو پردوں کا معقول انتظام ہو، غیر کی نظر پڑنے کا امکان نہ ہو وہاں بغیر ازار کے بھی داخل ہونے کی اجازت ہے نیز جہاں متعدد لوگ غسل کرتے ہوں وہاں عورتیں بالکلیہ داخل نہ ہوں کیوں کہ ممکن ہے کہ ستر عورت پر نظر پڑ جائے اور پھر فتنہ پیدا ہو جائے، ہاں اگر مستقل حمام عورتوں ہی کے لیے مخصوص ہو اور اس میں اکیلی ہو اور وہاں کسی عورت کی بھی نظر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسے غسل خانہ میں عورت کا داخل ہونا جائز ہے۔

(۳۸۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِي يَعْلَى وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ الْإِفْرِيقِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تُفْتَحُ لَكُمْ أَرْضُ الْأَعَاجِمِ وَسَتَجِدُونَ فِيهَا بُيُوتًا يُقَالُ لَهَا الْحَمَّامَاتُ فَلَا يَدْخُلْهَا الرِّجَالُ إِلَّا بِإِزَارٍ وَامْنَعُوا النِّسَاءَ أَنْ يَدْخُلْنَهَا إِلَّا مَرِيضَةً أَوْ نُفَسَاءَ

ترجمۂ حدیث: مرد و عورت کا غسل خانے میں داخل ہونے کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عجم کی سرزمین تمہارے لیے فتح ہو جائیں گی اور تم لوگ وہاں ایسے گھر پاؤ گے جنہیں حمامات کہے جاتے ہوں گے، تو اس میں مرد حضرات ازار کے بغیر داخل نہ ہوں اور عورتوں کو ان میں داخل ہونے سے منع کرنا الا یہ کہ وہ بیمار ہوں یا بحالت نفاس ہوں، (تو ستر چھپا کر داخل ہو سکتی ہیں)

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں حمامات سے وہ عام غسل خانے مراد ہیں جو لوگوں نہانے کے لیے عمومی طور پر تیار کئے جاتے ہیں

تا کہ لوگ گرم پانی سے کرایہ دے کر غسل کریں۔ اس زمانے میں گھروں میں عام طور پر غسل خانے بنے نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی سارے لوگوں کے لیے گرم پانی میسر تھا عام غسل خانے ہوتے تھے جن میں ہر قسم کے لوگ داخل ہوتے تھے فاسق فاجر بھی اور نیک صالح بھی، تو نیک لوگ فاسق سے تکلیف محسوس کرتے تھے، اگر ستر پوشی کی رعایت ممکن ہو تو مردوں کے لیے اس عام حمام میں داخل ہو کر غسل کرنے کی اجازت دی گئی ہے بشرطیکہ نگاہ نیچی رکھے تا کہ دوسرے کے ستر پر نظر نہ پڑے۔

جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو آپ ﷺ نے مطلقاً عورتوں کو حمام میں داخل ہو کر غسل کرنے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ وہاں ستر کھل جانے کا غالب گمان ہے نیز یہ بھی امکان ہے کہ فاسقہ فاجرہ عورت کی نگاہ اس کے ستر پر پڑ جائے پھر وہ مردوں سے بیان کرتی پھرے جس سے وقوع فتنہ اور کثرت فساد کا خطرہ ہے نیز یہ امکان ہے کہ اصحاب الحمام میں سے کوئی خفیہ طور پر اس کو دیکھنے کی سعی کرے اور برہنہ حالت میں دیکھ لے بایں وجوہات نبی کریم ﷺ نے بہت سختی کے ساتھ عورتوں کو غسل خانہ میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے، البتہ اگر اپنے گھر کا غسل خانہ ہے یا قابل اطمینان دروازہ لگا ہوا ہے جس کو اندر سے اچھی طرح بند کیا جا سکتا ہے تو اس طرح غسل خانہ میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳۸۶۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ أَبِي عُذْرَةَ قَالَ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ أَنْ يَدْخُلُوهَا فِي الْمَيَازِرِ وَلَمْ يُرَخِّصْ لِلنِّسَاءِ.

ترجمۂ حدیث: مردوں اور عورتوں کو غسل خانہ میں داخل ہونے کی ممانعت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو حمام میں داخل ہونے سے منع فرمایا پھر بعد میں مردوں کو ازار پہن کر داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرما دی، لیکن آپ ﷺ نے عورتوں کو اجازت نہ دی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث کی شرح میں حضرات شراح کرام یہ مسئلہ بھی زیر بحث لاتے ہیں کہ عورت کا ستر دوسری عورت کے ساتھ کتنا ہے؟ یعنی ایک عورت دوسری عورت کے کن کن اعضاء کو دیکھ سکتی ہے؟ اس بارے میں دو قول ہیں۔ نظرة المرأة الی المرأة کنظر الرجل الی الرجل اعتبار المجانسة۔

جس طرح ایک مرد دوسرے مرد کے جسم کو ستر کے علاوہ دیکھ سکتا ہے اسی طرح ایک عورت دوسری عورت کے جسم کو دیکھ سکتی ہے مجانست کے اعتبار سے، مرنے کے بعد عورت عورت کو غسل دیتی ہے جس طرح مرد مرد کو غسل دیتے ہیں۔

(۲) نظر المرأة الی المرأة کنظر الرجل الی ذوات محارمه حتی لا یباح لها النظر الی ظهرها و بطنها

عورت کا دوسری عورت کی جانب دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے مرد کا اپنی محرم عورت کا دیکھنا ہے لہٰذا جس طرح اپنی محرم کی پیٹھ پیٹ، اور سینہ کو نہیں دیکھ سکتا ہے اسی طرح ایک عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ دوسری عورت کی پیٹھ اور پیٹ کو دیکھے، حضرت امام سرخسی نے مبسوط میں اسی طرح سپرد قلم فرمایا ہے دیکھئے (۱)

(۳۸۷۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ الْهُذَلِيِّ أَنَّ نِسْوَةً مِنْ أَهْلِ حِمْصَ اسْتَأْذَنَّ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَعَلَّكُنَّ مِنَ اللَّوَاتِي يَدْخُلْنَ الْحَمَّامَاتِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيُّمَا امْرَأَةٍ وَضَعَتْ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا فَقَدْ هَتَكَتْ سِتْرَ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ.

ترجمۂ حدیث: عورت کے لیے شوہر کے علاوہ ستر کھولنا جائز نہیں:

حضرت ابوالملیح الہذلی فرماتے ہیں کہ حمص کی کچھ عورتوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی ام المومنین نے فرمایا کہ ایسا لگتا ہے کہ تم لوگ ان عورتوں میں سے ہو جو حمام میں داخل ہوئی ہیں سنو! میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جو بھی عورت اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ اپنا کپڑا اتارے تو اس نے (اس عفت وعصمت اور حیاء اور پاکدامنی کا) پردہ پھاڑ دیا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان تھا۔

تشریح حدیث:

قولہ: ایما امراة وضعت ثیابها الخ جو عورت اپنے شوہر کے گھر یعنی اس کی رہائش کی جگہ کے علاوہ کپڑا اتارے گی گویا اس نے اپنی عزت وعصمت، اور حیاء اور پاکدامنی کی چادر کو تار تار کر دیا اور عفت وآبرو کے ہر آئینہ کو توڑ ڈالا، اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان جو حیا اور پاک کی چادر تھی اس کو پھاڑ کر ڈال دیا شیخ مناویؒ صاحب فیض القدیر لکھتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ حدیث ہٰذا میں کپڑا اتارنے سے مراد اجنبی مردوں کے سامنے کپڑا کھولنا ہے تاہم اس سے جماع اور مقدمات جماع اور دواعی جماع سے لطف اندوز ہو یہ حرام ہے اس کے برخلاف اگر عورت عورتوں کے درمیان کپڑا اتارے ستر پوشی کا خیال کرتے ہوئے تو وہ اس وعید شدید میں داخل نہ ہوگی۔ **والظاهر ان نزع الثياب عبارة عن تكشفها للاجنبى لينال منها الجماع او مقدماته بخلاف لو نزعت ثيابها بين النساء مع المحافظة على ستر العورة اذلا وجه لدخولها فى هذا الوعيد** (۲)

قولہ: فی غیر بیت زوجها: ای محل سكنها فقد هتكت ستر مابينها و بين الله، لانها لما لم تحافظ على ما احرت به، من الستر عن الاجانب جوزيت بذالك والجزاء بجنس العمل (۳)

(۱) المبسوط: ۱۰/ ۱۴۷ (۲) فیض القدیر: ۳/ ۱۸۹ (۳) فیض القدیر: ۳/ ۱۸۹ بحوالہ اهداء الديباجة: ۵/ ۱۳۰

(۱۳۸۸) بَابُ الِاطِّلَاءِ بِالنُّورَةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ بال صفا کریم لگا کر زیر ناف کے بالوں اور مقام حساس کے بالوں کی صفائی کرنا درست ہے اور رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے لیکن اس باب کی دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔

(۳۸۷۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الرُّمَّانِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اطَّلَى بَدَأَ بِعَوْرَتِهِ فَطَلَاهَا بِالنُّورَةِ وَسَائِرَ جَسَدِهِ أَهْلُهُ.

ترجمہ حدیث: بال صفا پاوڈر اور کریم لگانا:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بال صفا پاوڈر لگاتے تو مقام ستر سے ابتداء کرتے، پھر باقی جگہوں پر ازواج مطہرات میں سے کوئی لگا دیتی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف ضعیف ہے، لیکن حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حساس مقامات کے بالوں کو استرا اور بلیڈ وغیرہ سے صاف کرنا جائز ہے اسی طرح ہر اس چیز سے زیر ناف اور حساس مقامات کے بالوں کو صاف کرنا جائز ہے جو مزیل شعر ہو۔ بالوں کو صاف کرنے والی ہو۔

(۳۸۷۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ كَامِلٍ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَى وَوَلِيَ عَانَتَهُ بِيَدِهِ.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بال صفا پاوڈر لگایا اور زیر ناف آپ نے خود اپنے دست مبارک سے لگایا۔

تشریح حدیث: حدیث شریف ضعیف ہے اور مطلب بالکل واضح اور عیاں ہے۔

(۱۳۸۹) بَابُ الْقَصَصِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے صرف دو حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب میں وعظ اور قصہ گوئی سے متعلق احادیث ہیں۔

(۳۸۷۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْهِقْلُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ الْأَسْلَمِيِّ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُصُّ عَلَى النَّاسِ إِلَّا أَمِيرٌ أَوْ مَأْمُورٌ أَوْ مُرَاءٍ.

ترجمۂ حدیث: وعظ کہنے کا حقدار امیر کو ہے یا نائب امیر کو:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے سامنے وعظ نہیں کہنا مگر امیر یا وہ جس کو امیر حکم دے (امیر کا نائب) یا پھر ریا کار۔

تشریح حدیث:

قولہ: لا یقص علی الناس الا امیر الخ: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں لفظ "لا یقص" یہ صیغہ نہی نہیں ہے بلکہ صیغہ نفی ہے اور اس بات کی خبر دینا ہے کہ تین قسم کے لوگ عوام الناس کے سامنے وعظ کرتے ہیں اور قصہ بیان کرتے ہیں۔

(۱) امیر المسلمین:

حدیث شریف میں امیر سے حاکم اور بادشاہ مراد ہے یعنی امام وقت، امیر المسلمین، حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں حکام اور سلطان و بادشاہ مفتی ہوتے تھے، وہ عالم باعمل اور شریعت کے مسائل سے واقف کار ہوتے تھے ان کے دلوں میں اللہ کا خوف اور قیامت کے دن پیشگی کا ڈر ہوتا تھا اس لیے ان کو وعظ کہنے کا حق تھا۔

(۲) امیر کا نائب:

دوسرا وہ شخص وعظ کہہ سکتا ہے جس کو امیر اور امام وقت نے اجازت دی ہو اور انہیں بیان کرنے پر مامور کیا ہو اس لیے جب امام وقت اور حاکم کسی کو اپنا نائب مقرر کرے گا تو کوئی ایسے ویسے آدمی کو مقرر نہیں کرے گا بلکہ باکمال شخصیت کا انتخاب کرے گا باصلاحیت آدمی کو مقرر کرے گا اس لیے جس شخص کو متعین کر کے وعظ و نصیحت کے لیے بھیجے اس کے لیے قصہ گوئی اور وعظ کہنا درست ہے۔

(۳) مراء:

ایک روایت میں مرا کی جگہ مختال کا لفظ ہے، مختال وہ شخص ہے جو امام المسلمین کی اجازت کے بغیر طلب ریاست اور حب جاہ و مال کے لیے خود بخود لوگوں کے سامنے وعظ کرے، مقصود ریا کاری اور دکھلاوہ ہو شہرت پسندی منتہائے نظر ہو، مال و دولت کو بٹورنا اس کا حاصل زندگی ہو۔ اس تیسرے آدمی کے لیے قصہ گوئی اور لوگوں سے وعظ کہنا جائز نہیں۔

تین طرح کے مقرر:

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ مقررین تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) **مذکر**: وہ شخص جو لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرے اور لوگوں کو اس کی نعمتوں کی شکر بجا آوری پر آمادہ کرے اس پر برانگیختہ کرے۔

(۲) **واعظ**: وہ خطیب جو لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا کرے آخرت کی پکڑ سے ڈرائے اور معصیت سے انہیں روکے۔

(۳) **قاص**: وہ خطیب جو لوگوں کے سامنے امم ماضیہ کے واقعات اور قصہ کو بیان کرے ظاہر ہے کہ یہ تیسری قسم کا خطیب حزف واضافہ اور کمی زیادتی کرنے سے محفوظ نہیں رہ سکتا لوگوں سے واہ واہی حاصل کرنے کے لیے اس میں کچھ نمک مرچ لگا کر بیان کریں گے داد تحسین حاصل کرنے کے لیے کچھ نمک مسالہ ملا کر رطب و یابس کو بیان کریں گے تاکہ لوگ واہ واہ کریں اور ان کی تعریف کریں، ظاہر ہے کہ اس طرح الٹے سیدھے واقعات کو بیان کرنا جن کا نہ سر ہو نہ پیر بالکل جائز نہیں، بس انہیں واقعات وقصص کو بیان کریں جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں بسند صحیح منقول ہیں۔

وقد قیل ان المتکلمین علی الناس ثلاثة اصناف، مذکر وواعظ وقاص: فالمذکر الذی یذکر الناس آلاء اللہ ونعماته یبعثهم به علی الشکر له۔ الواعظ: یخوفهم باللہ وینذرهم عقوبته فیردعلیهم به عن المعاصی: والقاص: هو الذی یروی لهم اخبار الماضین ویسرد لهم القصص، فلا یامن ان جزیر فیها اوینقص (۱)

(۳۸۷۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْعُمَرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ يَكُنِ الْقَصَصُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا زَمَنِ أَبِي بَكْرٍ وَلَا زَمَنِ عُمَرَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرات شیخین ابو بکر وعمرؓ کے زمانے میں یہ قصہ کہنے والے لوگ نہیں تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عہد رسالت ونبوت اور زمانہ خلفاء راشدین میں اس طرح کے خطباء ومقررین نہیں ہوتے تھے کہ من گھڑت قصہ کہانی جھوٹے واقعات بیان کریں اس زمانے کے لوگوں میں دینداری بدرجہ اتم تھی، وہ خوف الٰہی کے جزبات سے سرشار تھے وہ صرف قال اور قال رسول ہی بیان کرتے تھے لیکن جب ان حضرات کا زمانہ گزر گیا تو پھر ایسے خطباء معرض وجود میں آگئے جو لوگوں اور عوام کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے غلط سلط واقعات اور من گھڑت قصے کہانیاں اور جھوٹی باتیں بیان کرنے لگے، تاکہ ان کو داد تحسین اور خوب واہ واہی ملے لوگ ان کی تقریر سن کر جھوم اٹھیں، تو یاد رکھیں اس طرح کے پیشہ ور مقررین سے امت کو نہ کوئی فائدہ ماضی میں پہنچا ہے اور نہ آئندہ کبھی پہنچے گا، ایسے مقررین

(۱) عون المعبود باب فی القصص: ۱۰/۷۱

سے نقصان کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں، اس لیے ان سے تو بچتے رہنا ہی دانش مندی اور عقل کی بات ہے۔

(۱۳۹۰) بَابُ الشِّعْرِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابی بن کعب؄ حضرت عبداللہ بن عباس؄، حضرت ابوہریرہ؄ اور حضرت شرید سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اشعار کلام کی مانند ہیں اگر اچھے ہیں تو اسلام میں بھی اچھے ہیں اور اگر برے اشعار ہیں تو ناجائز ہیں الغرض فی نفسہ اشعار ناجائز اور حرام نہیں ہے بلکہ حکم مضامین کے اعتبار سے ہوگا، اچھے اشعار جن میں ایمان وتوحید کی دعوت، فضائل ومناقبت کا بیان اور مکارم واخلاق اپنانے کی جانب دعوت ہو تو اس طرح کے اشعار محمود ہیں لیکن برے اشعار جن میں کفریہ باتیں ہوں ناجائز ہیں۔

(۳۸۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً.

ترجمہ حدیث: بعض اشعار حکمت و دانائی کے حامل ہوتے ہیں:

حضرت ابی ابن کعب؄ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بعض شعر حکمت و دانائی کے حامل ہوتے ہیں

تشریح حدیث: شعر کی تعریف:

شعر کے معنی دانائی اور زیرکی کے ہیں اور شاعر کے معنی، دانا اور زیرک کے ہیں لیکن عام اصطلاح میں شعراء ایسے مقفیٰ، مسجع اور موزون کلام کو کہتے ہیں جن کو بالقصد والارادہ مقفیٰ ومسجع بنایا گیا ہو، لہٰذا اس تعریف کے اعتبار سے قرآن وحدیث میں مقفیٰ ومسجع عبارتیں آئی ہیں ان پر شعر کا اطلاق نہیں ہوگا اس لیے ان عبارتوں کا مقفیٰ ومسجع ہونا بالقصد والارادہ نہیں ہے اور نہ مقصود بالذات ہے یہ کلام تصنع وتکلف سے پاک ہیں۔

شعر گوئی کا حکم شریعت کی نظر میں:

شعر میں جو اثر انگیزی ہے وہ محتاج بیان نہیں، شعر کے متعلق روایات دونوں طرح کی موجود ہیں وہ بھی جو مذمت پر مبنی ہیں اور مثلاً لان یمتلئی جوف احد کم قیحا یریہ خیر من ان یمتلئی شعراً (۱) اور وہ بھی ہیں جن میں شعر گوئی کی تعریف کی گئی ہے ان من البیان لسحراً وان من الشعر لحکمۃ (۲) بعض بیان سحر انگیز ہوتا ہے اور بعض اشعار حکیمانہ، اس لیے حکم کی بنیاد اشعار کے مضامین پر ہوگا، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمرو؄ نے رسول اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے: الشعر بمنزلۃ الکلام حسنۃ کحسن الکلام وقبیحۃ کقبیح الکلام (۳) شعر بھی کلام ہی کی طرح ہے اچھا

(۱) مسلم: ۲/۲۴۰ (۲) ابوداؤد: ۲/۶۸۴ (۳) التفسیر المنیر للزحیلي: ۲۴۹/۱۹

شعر اچھے کلام کے مانند ہے اور خراب شعر خراب کلام کی طرح:

پس جن اشعار میں کسی کی ہجو اور برائی نہ ہو، تعریف میں حد سے گزرا ہوا مبالغہ نہ ہو، کسی متعین عورت کے حسن و جمال کا ذکر نہ ہو، مسجد میں کثرت سے اشعار نہ پڑھے جائیں، تو حافظ ابن حجر نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے[1]

دور حاضر میں اشعار گوئی کا حکم:

اشعار گوئی تو زمان و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر دور میں اس کا جواز ہے مگر افسوس کہ موجودہ زمانے کے شاعری جو کچھ بد قماشوں کی دکان لیے اور زنان بازاری کی حیاء فروشی کے مراکز کے ترجمان نظر آتی ہیں بہت اس جواز کے دائرے میں آتی ہیں اباحیت پسند شاعروں سے پیدا ہونے والے مفاسد کے سد باب کی تدبیر بھی کی جانی چاہیے تاکہ اس کے مفاسد اور جراثیم ایک بھینکر کینسر کی شکل اختیار نہ کرلیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد نے نعتیہ، حمدیہ اور جہاد کے مواقع پر مسلمانوں میں روح ایمانی پھونکنے کے لیے اشعار کہے ہیں لیکن شعر گوئی کو اپنا مشغلہ بنالینا کوئی محبوب طریقہ نہیں ہے علامہ ابن العربی فرماتے ہیں وبالجملة فلاينبغي ان يكون الغالب على العبد الشعر حتى يستفوق قوله وزمانه، فذالك مذموم شرعاً[2] حاصل یہ ہے کہ آدمی پر شعر و سخن کا اتنا غلبہ نہ ہو جائے کہ اس کی بات اور اس کا وقت اس کی نظر ہو کر رہ جائے شرعاً مذموم ہے۔

حدیث باب کا مطلب:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ سارے ہی اشعار برے نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض اچھے اور فائدہ مند ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعہ حکمت و دانائی کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(٣٨٧٦) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكَمًا.

ترجمۂ حدیث: بعض اشعار مبنی بر حکمت ہوتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک بعض شعر حکمت و دانائی کے حامل ہوتے ہیں۔

تشریح حدیث: قد سبق شرح الحديث قبل ذالك

(١) فتح الباري: ١٠/٦٦٠ (٢) احکام القرآن: ٣/١٤٤١

(۳۸۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ الصَّبَاحِ حَدَّثَنَا سفيَانُ بنُ عُيَينَةَ عَن عَبدِ المَلِكِ بنِ عُمَيرٍ عَن أَبِي سَلَمَةَ عَن أَبِي هُرَيرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَصدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ:

أَلَا كُلُّ شَيءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

وَكَادَ أُمَيَّةُ بنُ أَبِي الصَّلتِ أَن يُسلِمَ

ترجمہ حدیث: مبنی برحقیقت ایک شعر:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے لبید کا یہ کلام ہے الا کل شئی ما خلا اللہ باطل سنو! اللہ تعالی کے علاوہ ہر چیز فنا والی ہے اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کر لیتا۔

تشریح حدیث:

لبید شعراء عرب میں بہت معروف اور مشہور شاعر تھے عربی ادب میں ان کے کلام اور ان کے شاعری کو سند کا درجہ حاصل ہوا ہے اللہ تعالی نے انہیں ایمان و اسلام کی دولت عظمی سے بھی نوازا اور انہیں شرف صحابیت کا مقام بھی حاصل ہوا جس طرح زمانہ جاہلیت میں اپنے فن کی وجہ سے قدر و منزلت اور عظمت و رفعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اسی طرح زمانہ اسلام میں بھی مکرم اور معزز رہے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بہت طویل زندگی پائی ایک سو ستاون سال کی عمر پا کر اس عالم فانی سے رخصت ہوئے۔

رسول اکرم ﷺ نے لبید کے جس کلام کی تعریف و توصیف فرمائی وہ مکمل شعر یہ ہے الا کل شئ ما خلا اللہ باطل۔ و کل نعیم لا محالة زائل سنو! اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور دنیا کی ہر لذت و راحت کو آخر کار فنا ہونا ہے۔ اور یہ مشہور شعر بھی لبید ہی کا ہے۔

ولقد شامت من الحیوة و طولها ☆ و سوال ھٰذا الناس کیف لبیدُ

میں زندگی اور اس کی درازی سے بیزار ہو گیا ہوں اور لوگوں کے یہ بار بار پوچھنے سے کہ لبید کیسا ہے؟

(۳۸۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكرِ بنُ أَبِي شَيبَةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بنُ يُونُسَ عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ يَعلَى عَن عَمرِو بنِ الشَّرِيدِ عَن أَبِيهِ قَالَ أَنشَدتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِن شِعرِ أُمَيَّةَ بنِ أَبِي الصَّلتِ يَقُولُ بَينَ كُلِّ قَافِيَةٍ هِيهِ وَقَالَ كَادَ أَن يُسلِمَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت شریدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو امیہ بن ابی الصلتؒ کے اشعار میں سو قافیہ سنائے، آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ہر قافیہ کے بعد فرماتے اور سناؤ، اور آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

تشریح حدیث:

قوله: هية: لفظ هي بكسر الهاء واسكان الياء وكسر الهاء الثانية علماء فرماتے ہیں کہ ہائے اولی ہمزہ سے بدلا ہوا ہے اس کی اصل ایہ تھی ہمزہ کو ہاء سے بدل دیا ھیہ ہوگیا یہ کلمہ استراد ہے یعنی کسی چیز کو مزید طلب کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف کا مقصود اور مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب امیہ ابن ابی الصلت رض کے اشعار پڑھے گئے تو آپ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور کافی محظوظ ہوئے اور مزید طلب کرتے رہے یہاں تک سو اشعار سنائے گے اور آپ نے ہر ایک کو بغور سنا، اشعار کے مضامین چونکہ وحدانیت اور بعث بعد الموت اور حشر ونشر کے متعلق اسلامی تعلیمات پر مشتمل تھے اس لیے آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیتا، پھر بعد میں وہ اسلام قبول بھی کر لیا جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا گیا، واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۳۹۱) بَابُ مَا كُرِهَ مِنَ الشِّعْرِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رض، حضرت سعد بن ابی وقاص رض، اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض سے منقول ہیں اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن اشعار کے مضامین برے ہوں وہ شرعاً مذموم ہیں اور ناپسندیدہ ہیں اس باب کی احادیث میں برے اشعار کی مذمت اور قباحت بیان کی گئی ہے جس طرح اس سے قبل باب میں اچھے اشعار کی تعریف وتوصیف کی گئی تھی۔

(۳۸۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَيْحًا حَتَّى يَرِيَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا إِلَّا أَنَّ حَفْصًا لَمْ يَقُلْ يَرِيَهُ.

ترجمۂ حدیث: برے اشعار اور ہر وقت شعر وشاعری میں مشغول رہنے کی مذمت:

حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے پیٹ کو پیپ سے بھرنا جو اس کے پیٹ کو خراب کردے اس سے بہتر ہے کہ پیٹ کو مذموم اشعار سے بھرا جائے۔۔ راوی حدیث حفص نے لفظ یریہ کو نقل نہیں کرتے ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: يَرِيَهُ: بفتح الياء وكسر الراء من الورى یہ ایک بیماری ہے جو پیٹ کو خراب کر دیتی ہے: هو داء يفسد الجوف ومعناه يا كل الجوف ويفسده، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یریہ سے مراد وہ اشعار ہیں جن سے نبی

کریم ﷺ کی شان عالی میں گستاخی کی گئی ہو لیکن ابوعبید کا قول یہ ہے کہ یہ تفسیر فاسد ہے، کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہوگا وہی گستاخی اور ہجو ممنوع اور مذموم ہے جو پیٹ کو بھر دے تھوڑی گستاخی چلے گی حالاں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں ادنی درجہ کی گستاخی بھی موجب کفر ہے، اس لیے اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ اشعار مذموم ہیں جو انسان کو ہر طرف سے غافل کردے، اور ان پر ہر وقت شعروشاعری کا غلبہ رہتا ہو اس کی وجہ سے نماز، روزہ اور تلاوت عبادت سے بھی غافل ہو جائے وہ مذموم ہیں ہر وقت شعروشاعری کا دھن سوار رہتا ہے علوم شریعت اور ذکر الٰہی سے بھی پھیر دیتا ہے اس قسم کے اشعار کی مذمت بیان کی گئی ہے اور فرمایا گیا کہ اس طرح کے اشعار قابل نفرت اور برائی کے اعتبار سے اس پیپ سے بھی بدتر ہیں جو زخم میں پڑ جاتی ہیں اور جسم انسانی کو خراب کردیتی ہے خواہ وہ اشعار کسی بھی طرح کے ہوں خواہ اچھے مضامین پر کیوں نہ مشتمل ہوں یا پھر اس ارشاد گرامی میں محض ان اشعار کی مذمت بیان کی گئی ہے جو کفر وشرک اور ضلالت وگمراہی اور ناشائستہ اور غیر مہذب مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۳۸۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا حَتَّى يَرِيَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا.

ترجمۂ حدیث: برے اشعار کی مذمت:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہاں وہ اس کو خراب کردے بہتر ہے اس سے کہ شعر بھرے۔

تشریح حدیث: قد سبق شرحه قبل ذالك۔

(۳۸۸۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ فِرْيَةً لَرَجُلٌ هَاجَى رَجُلًا فَهَجَا الْقَبِيلَةَ بِأَسْرِهَا وَرَجُلٌ انْتَفَى مِنْ أَبِيهِ وَزَنَّى أُمَّهُ.

ترجمۂ حدیث: سب سے بڑا جھوٹا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک سب سے بڑا جھوٹا وہ شخص ہے جو کسی ایک شخص کی ہجو کرتے کرتے پورے قبیلہ کی ہجو کردے، اور وہ شخص ہے جو اپنے والد سے نسب کی نفی کرے، اور اپنے والدہ کے حق میں زنا کا اعتراف کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایک آدمی کی ہجو کرتے کرتے اس کی برائی کرتے کرتے اس برائی اور ہجو میں پورے خاندان اور قبیلے کے تمام افراد کو لپیٹ لیا، اور اس برائی میں تمام لوگوں کو شامل کر دیا تو ایسا شخص سب سے بڑا جھوٹا ہے کیوں کہ خرابی اور برائی کسی ایک فرد کے اندر ہوتی ہے تو اس سے پورا قبیلہ خراب یا برا نہیں ہوجاتا ہے۔

دوسرا وہ شخص سب سے بڑا جھوٹا ہے جو اپنا نسب اپنے باپ سے انکار کردے اور اپنے باپ کی طرف منسوب نہ ہو بلکہ غیر کی طرف نسبت کو پسند کرتا ہو اور اپنی ماں کے بارے میں زنا کا اعتراف کرتا ہو، سب سے بڑا جھوٹا ہے باپ سے اپنے نسب کی نفی ماں پر زنا کے اعتراف کو مستلزم ہے، جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا باپ فلاں نہیں ہے گویا وہ اپنی ماں کی عفت وعصمت اور پاکدامنی کو داغدار کر رہا ہے اور نعوذ باللہ اس کے بارے میں زنا کا اعتراف کر رہا ہے اس لیے وہ سب سے بڑا جھوٹا ہے۔

(۱۳۹۲) بَابُ اللَّعِبِ بِالنَّرْدِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوموسی اشعریؓ اور حضرت بریدہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ چوسر کھیلنا ممنوع اور حرام ہے اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے سخت وعید بیان فرمائی ہے۔

(۳۸۸۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ.

ترجمۂ حدیث: چوسر کھیلنے والوں کے بارے میں وعید:

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چوسر کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

تشریح حدیث:

قولہ: من لعب بالنرد: نرد چوسر کی طرح کا کھیل جو دوہری بساط پر کھیلا جاتا ہے ایک ڈبیاں میں کنکریاں یا پلاسٹک کی گوٹیں ہوتی ہیں اور دو نگ ہوتے ہیں جنکو ہلا کر جیسا نگ نکل آتا ہے اس کے مطابق کنکریاں یا گوٹیں آگے بڑھائی جاتی ہیں، لعب بالنرد اس نے نرد کھیلا۔

نرد کا کھیل کبائر میں سے ہیں:

حافظ ابن القیمؒ نے اعلام الموقعین میں رقم فرمایا ہے چوسر کا کھیل کبائر میں سے ہے کیوں کہ اس کے کھیلنے والوں کو خنزیر

اور اس کے خون میں ہاتھ رنگنے سے تشبیہ دی گئی ہے خاص طور پر اس وقت جب کہ اس کھیل سے مال حاصل کرے اور کھائے تو اس وقت تشبہ بالکل تام ہو جائے گی، کھیل تو غمس الید کے درجہ میں ہے اور اکل مال سور کے گوشت کھانے کے درجہ میں ہے واما اللعب بالنرد فهو من الكبائر تشبيه لاعبه بمن صبع يده فی لحم الخنزير ودمه، ولا سيما اذا اكل المال به، فحينئذ يتم التشبيه به، فان اللعب بمنزلة غمس اليه واكل المال بمنزلة اكل لحم الخنزير (۱)

علامہ ابن قدامہ المالکی المغنی لکھتے ہیں كل لعب فيه قمار فهو محرم ای لعب كان، وهو من الميسر الذی امر الله تعالى باجتنابه، ومن فكرى منه ذالك ردت شبهاته، وما خلا عن القمار وهو اللعب الذی لا عوض فيه من الجانبين ولا من احدهما فمنه ما هو محرم منه ما هو مباح، فاما المحرم فاللعب بالنرد وهذا قول ابی حنيفة واكثر اصحاب الشافعي، وقال بعضهم مكروه غير محرم (۲)

ہر وہ کھیل جس میں قمار کا معنی موجود ہے وہ شریعت میں حرام ہے اور وہ اس میسر میں داخل ہے جس سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے خواہ وہ کھیل کسی بھی نوعیت کا ہو چناں چہ جو شخص بار بار اس کا ارتکاب کرے تو وہ شریعت کی نظر میں مردود الشہادۃ ہوگا سوائے اس قمار اور کھیل کے جس میں جانبین سے کوئی مال وغیرہ مشروط نہ ہو، اور نہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ہو، بعض کھیل وہ ہیں جو مباح ہیں اور بعض حرام، چناں چہ حضرت امام ابوحنیفہ اور اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک چوسر کھیلنا حرام ہے البتہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج (۳) چوسر کھیلنا مکروہ تحریمی ہے اور یہی حکم شطرنج کھیلنے کا ہے۔۔ لیکن بہت سارے علماء نے شطرنج کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس میں قمار نہ ہو، اجازت دینے والوں میں، سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، محمد بن المکندر، عروہ بن زبیر، ہشام، سلیمان بن یسار، ابووائل، امام شعبی، حسن بصری، علی بن الحسن بن علی، جعفر بن محمد، ابن شہاب ربیعۃ الرائے اور عطاء رحمہم اللہ واسعہ شامل ہیں اس سب حضرات نے شطرنج کھیلنے کی اجازت دی ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس میں قمار کا معنی نہ پایا جائے۔

(۳۸۸۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ.

ترجمۂ حدیث: نرد کھیلنے والوں کے بارے میں وعید:

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چوسر کھیلے گا گویا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر

(۱) اعلام الموقعین: ۴/ ۴۰۶ (۲) المغنی: ۱۲/ ۳۵ (۳) حاشیہ ابن عابدین: ۶/ ۳۹۴۔

کے گوشت اور اس کے خون میں ڈبویا۔

تشریح حدیث:

نرد کھیلنے کو سور کے گوشت اور اس کے خون میں ہاتھ ڈبونے سے تشبیہ دینا درحقیقت نرد کھیلنے کی حرمت کو بلیغ انداز اور لطیف پیرائے میں بیان کرنا ہے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح خنزیر کا گوشت اور خون حرام ہے اسی طرح لعب بالنرد بھی حرام ہے کیوں کہ یہ بھی قمار اور پر میسر مشتمل ہے جو قرآن مجید کے فیصلے کے مطابق حرام ہے لہٰذا لعب بالنرد بھی حرام ہوگا، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب

(۱۳۹۳) بَابُ اللَّعِبِ بِالْحَمَامِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کبوتر بازی جائز نہیں ہے اور کبوتر بازی کرنے والے کی شہادت معتبر نہیں۔

(۳۸۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَظَرَ إِلَى إِنْسَانٍ يَتْبَعُ طَائِرًا فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانًا

ترجمہ حدیث: کبوتر بازی کرنے والے کے بارے میں وعید:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کبوتر کے پیچھے لگا ہوا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے جو شیطان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

ابن قدامہؒ المغنی میں لکھتے ہیں کہ کبوتر بازی کرنے والوں کی شہادت معتبر نہیں اصحاب الرائے کا یہی قول ہے اور حضرت قاضی شریح صاحب حمام اور کبوتر بازی کرنے والے شخص کی شہادت قبول نہیں کرتے تھے، کیوں کہ یہ فعل ثقاہت، دنائت اور قلت مروت نیز پرندوں کو اڑا کر پڑوسیوں کے ایذاء رسانی پر مشتمل ہے اس لیے یہ جائز نہیں ہے کیوں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کسی کبوتر کے پیچھے پڑا ہوا ہے آپ نے فرمایا ایک شیطان ہے جو دوسرے شیطان کے پیچھے پڑا ہوا ہے البتہ اگر کوئی شخص کبوتر کو بچہ حاصل کرنے کے لیے پالتا ہے پیغام رسانی کی غرض سے پرورش کرتا ہے یا انسیت کے لیے پالتا ہے تو اس کی شہادت رد نہیں کی جائے گی بشرطیکہ دوسرے کو کوئی تکلیف نہ ہو(۱)

مرداوی کہتے ہیں کہ حضرت امام احمد ابن حنبل کے نزدیک کبوتر باری اور کبوتر کے ذریعہ شکار بازی مکروہ ہے البتہ اس

(۱) المغني: ۱۲/ ۳۷

کی آواز سے انسیت اور دل لگی پیدا کرنے کے لیے پالنا جائز ہے اسی طرح پیغام رسانی اور بچہ حاصل کرنے کے لیے پرورش کرنا درست ہے وکرہ الامام احمد علیہ الرحمۃ اللعب بالحمام ویحرم لیصید به حمام غیره ویجوز للانس بصوتها واستراخها وکذا الحمل الکتب من غیر آذی یتعدی الی الناس (۱)

قولہ: شیطان یتبع شیطاناً۔ کبوتر بازی کرنے والے کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان اس لیے کہا کہ وہ ایک لایعنی کام میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے یا اس لیے فرمایا کہ اس سے عبادت، ریاضت، اور تلاوت میں غفلت پیدا ہوتی ہے اور آدمی ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے بایں وجہ آپ نے اس کو شیطان سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۳۸۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے لگا ہوا ہے آپ نے فرمایا ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے متعلق کلام ابھی ماقبل میں گزر چکا ہے۔

(۳۸۸۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا وَرَاءَ حَمَامَةٍ فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کبوتر کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا شیطان ہے جو شیطان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی شرح گزر چکی ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۳۸۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو نَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا رَوَّادُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا أَبُو سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامًا فَقَالَ

(۱) الانصاف: ۱۲/ ۵۳

شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک کبوتر کے پیچھے پڑا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: شیطان ہے جو شیطان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی تشریح وتوضیح ماقبل میں گزر چکی۔

(۱۳۹۴) بَابُ كَرَاهِيَةِ الْوَحْدَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے ذیل میں صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ رات کے وقت تن تنہا نہیں چلنا چاہئے، کیوں کہ اس میں بہت سارے خطرات اور مفاسد ہیں ممکن ہے کہ درندہ حملہ کردے، یا ڈاکو وغیرہ ڈاکہ ڈالدے، یا اکیلا پا کر کوئی اس کو مار ڈالے یا شیاطین الجن اس پر حملہ کردے یا رات میں راستہ بھول جائے، پھر یہ کہ رات میں اکیلے چلنا وحشت کی بات بھی ہے۔

(۳۸۸۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا سَارَ أَحَدٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ

ترجمہ حدیث: رات میں اکیلے سفر کرنے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو تنہائی کے نقصانات معلوم ہو جائیں تو پھر کوئی شخص رات میں تنہا نہ چلے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تنہا سفر نہیں کرنا چاہئے بالخصوص رات میں تو بالکل ہی نہیں کرنا چاہئے، تنہا سفر کرنے میں دینی ودنیوی دونوں قسم کے نقصانات ہیں۔ دینی نقصان تو یہ ہے کہ تنہائی کی وجہ سے جماعت کی نماز میسر نہ ہوگی، اور دنیوی نقصان یہ ہے کہ تنہائی کی وجہ سے کوئی غم گسار اور مددگار نہیں ہوگا کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کی مدد کر سکے رات کی قید اس لیے لگائی ہے کہ دن کی بنسبت رات میں زیادہ خطرہ ہوتا ہے اور حادثات کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔ دن میں خطرات کے امکانات کم ہوتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے دن عتبہ خزاعی کو اکیلا روانہ فرمایا اسی طرح زبیر

بن العوامؓ کو تن تنہا روانہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اکیلے سفر کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے جب کہ باب کی حدیث اس بات پر دال ہے کہ اکیلے سفر کرنا ممنوع ہے اور خطرات ونقصانات سے مملو ہے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم پڑتا ہے پس ان دونوں میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

علامہ ابن المنیرؒ نے دونوں روایتوں کے مابین تعارض کو اس طرح دور فرمایا ہے کہ جن روایتوں میں تنہا سفر کرنے کی ممانعت ہے وہ عام حالات پر محمول ہیں اور عام سفر کے بارے میں ہے البتہ اگر کسی مصلحت اور جنگی ضرورت کے پیش نظر تنہا سفر کرنا نہ گزیر ہو، تنہا سفر کے بغیر مصلحت حاصل نہ ہوسکتی ہو تو اس صورت میں اکیلے سفر کرنا جائز ہے اور جواز کی احادیث ضرورت وحاجت اور جنگی مصلحت پر محمول ہیں لہٰذا دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں قال ابن المنير: السير لمصلحة الحرب اخص من السفر والخبر ورد في السفر، فيوخذ من حديث جابر جواز السفر منفرداً للضرورة والمصلحة التي لا تنتظم الا بالانفراد، فارسال الجاموس والطبيعة، والكراهة لما عدا ذالك (١)

(١٣٩٥) بَابُ إِطْفَاءِ النَّارِ عِنْدَ الْمَبِيتِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوموسی اشعریؓ، اور حضرت جابرؓ سے منقول ہیں اس باب کا خلاصہ اور لب ولباب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے اس حدیث میں اپنی امت کو امور خانہ داری سے متعلق ہدایت فرما رہے ہیں کہ جب تم سونے لگو تو آگ کو اچھی طرح بجھا دو چراغ بھی بجھا لو، تاکہ سونے کے بعد کسی حادثہ سے دوچار نہ ہوں اگر آگ کی چنگاری کو بجھایا نہ گیا تو ممکن ہے کہ سونے کی حالت میں وہ چنگاری آگ کا شعلہ جوالہ بن کر پورے گھر کو خاکستر کردے، اس لیے احتیاط سے اچھی طرح بجھا لینا چاہئے۔

(٣٨٨٩) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ.

ترجمۂ حدیث: سوتے وقت آگ بجھا کر سوو:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو گھروں میں آگ کو مت چھوڑو۔

تشریح حدیث:

قوله: لا تتركوا النار: آگ کو مت چھوڑو۔ آگ سے مراد وہ آگ ہے جس سے کسی چیز کے جل جانے کا خوف ہو خواہ وہ چراغ ہو یا چولہے وغیرہ کی آگ، سونے سے پہلے خوب اہتمام کے ساتھ دیکھ کر بجھا دینا چاہئے تاکہ سونے کے بعد کوئی نقصان کا خطرہ باقی نہ رہے، البتہ جو چیزیں روشنی کے لیے قندیل وغیرہ کی شکل میں محفوظ لٹکی ہوں اور ان سے آگ لگنے کا کوئی

(١) اهداء الديباجة: ١٤٧/٥

خطرہ نہ ہوتو ان کو چھوڑے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں لہٰذا ایسی چیزیں اس ممانعت کے حکم میں داخل نہ ہوگی، کیوں کہ ممانعت کی جو اصل علت ہے آگ لگنے کا خطرہ ہے اور یہاں وہ علت ہی نہیں پائی جارہی ہے اس لیے حکم کا وجود بھی نہ ہوگا۔

بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر آگ کو بھی گھر میں اس طرح محفوظ جگہ میں رکھ کر چھوڑا جائے کہ اس سے کسی چیز کے جلنے کا خوف بالکل نہ رہے جیسے سردی کے موسم میں شب بیداری کی غرض سے جو سردی سے حفاظت کی غرض سے چولہے وغیرہ کی آگ کو کسی برتن میں لے کر چارپائی کے نیچے رکھتے ہیں مذکورہ بالا وضاحت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بھی ممانعت میں داخل نہ ہوگا، نیز دور حاضر میں بجلی بلب اور راڈ وغیرہ بھی اس ممانعت کے تحت نہ آئے گا۔ واللہ اعلم۔

(۳۸۹۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ فَحُدِّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَأْنِهِمْ فَقَالَ إِنَّمَا هَذِهِ النَّارُ عَدُوٌّ لَكُمْ فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک گھر والوں کا گھر جل گیا، چناں چہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے ان کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ آگ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمارے حق میں دشمن ہے (جو جان و مال کو جلا ڈالتی ہے) لہٰذا جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دو (اور اس کے ضرر و نقصان سے اپنے کو محفوظ رکھو)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳۸۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَهَانَا فَأَمَرَنَا أَنْ نُطْفِئَ سِرَاجَنَا.

ترجمہ حدیث: سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں بہت سے امور کا حکم دیا اور بہت سے امور سے منع فرمایا، چناں چہ آپ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ سوتے وقت چراغ گل کر دیا کریں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ماقبل میں آچکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۹۶) بَابُ النَّهْيِ عَنِ النُّزُولِ عَلَى الطَّرِيقِ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت جابرؓ کی منقول ہے اس باب میں مذکور حدیث میں آداب سفر میں سے

دوآداب کی جانب اشارہ فرمایا ہے پہلا ادب یہ ہے کہ سفر کرتے وقت اگر کہیں قیام کی ضرورت پیش آئے تو بیچ راستہ میں قیام نہ کیا جائے جہاں لوگوں کی آمدورفت ہوتی ہے، دوسرا ادب یہ ہے کہ لوگوں کے راستہ پر قضاء حاجت نہ کی جائے اس سے مسافرین کو سخت ایذاء پہنچیں گی۔

(۳۸۹۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا هِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْزِلُوا عَلَى جَوَادِّ الطَّرِيقِ وَلَا تَقْضُوا عَلَيْهَا الْحَاجَاتِ

ترجمہ حدیث: درمیان راہ قیام کرنے کی ممانعت:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ راستہ کے بیچ میں پڑاؤ مت ڈالا کرو، (بلکہ راستہ کے کنارے ہٹ کر پڑاؤ ڈالو) اور نہ ہی راستہ میں قضاء حاجت (یعنی بول و براز کیا کرو)۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے حدیث ہٰذا میں سفر کے دوآداب بیان کئے ہیں پہلا ادب تو یہ ہے کہ دوران قیام کہیں خیمہ زن ہونے اور پڑاؤ ڈالنے کی ضرورت پڑے تو درمیان راہ پڑاؤ نہ ڈالا جائے بلکہ راستے سے ہٹ کر ڈالا جائے اس لیے کہ رات کے وقت حشرات الارض اور زہریلے جانور باہر نکلتے ہیں اور سہولت کے لیے راستوں پر چلتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ نقصان پہنچادے اور کاٹ لے دوسری وجہ یہ ہے کہ راستہ میں پڑاؤ ڈالنے سے آنے جانے والوں کو دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا کیوں کہ پڑاؤ ڈالنے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوجائے گا گزرنے والوں کو تکلیف ہوگی، بایں وجوہات رسول اکرم ﷺ نے نزول علی جواد الطریق کی ممانعت فرمائی ہے۔

اس حدیث شریف میں دوسرا ادب یہ ہے کہ لوگوں کے راستہ میں جہاں لوگوں کی آمدورفت ہوتی ہو بول و براز نہ کرے کیوں کہ اس سے لوگوں کو شدید تکلیف ہوگی اور بہت زیادہ ایذاء محسوس کریں گے بلکہ ایک حدیث میں راستہ میں بول و براز کرنے والے کو ملعون قرار دیا گیا ہے، یعنی اس کا یہ کام باعث لعنت ہے۔

(۱۳۹۷) بَابُ رُكُوبِ ثَلَاثَةٌ عَلَى دَابَّةٍ

اس باب کے ذیل میں صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی سند سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر جانور اور سواری طاقت ور ہو تین آدمی کا بوجھ تحمل کر لیتا ہو تو اس پر تین سوار ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر جانور لاغر و نحیف ہو تین سواری برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس کی طاقت و قوت سے زیادہ سوار نہیں ہونا چاہیے۔

(۳۸۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُوَرِّقٌ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِنَا قَالَ

فَتُلُقِّيَ بِي وَبِالْحَسَنِ أَوْ بِالْحُسَيْنِ قَالَ فَحَمَلَ أَحَدَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْآخَرَ خَلْفَهُ حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے، تو ہم استقبال کرتے، حضرت عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اور حضرت حسن و حسینؓ نے استقبال کیا تو آپ نے ہم سے ایک کو تو اپنے سامنے اور دوسرے کو اپنے پیچھے سوار کرلیا یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ پہنچے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے جہاں یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جانور پر بطور ردیف کسی کو بیٹھانا جائز ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر سواری مضبوط ہو تو اس پر تین آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ سنت اور مستحب ہے کہ جب کوئی مسافر سفر سے لوٹ کر گھر آئے تو بچے ان کا استقبال کریں اور یہ مسافرین بچوں کے ساتھ پیار محبت کے ساتھ پیش آئے ان کے ساتھ اعلیٰ اخلاق اور ملاطفت کا معاملہ کرے اور یہ کہ انہیں اپنی سواری پر سوار کریں انہیں پیچھے بیٹھائے۔

قال: الامام النووی فی شرح مسلم: قوله: کان رسول الله ﷺ اذا قدم من السفر تلقی بصبیان اهل بیته، هٰذه سنة مستحبة ان یتلقی الصبیان المسافر و ان یرکبهم و ان یردفهم و یلاطفهم۔ و الله اعلم۔ (۱)

(۱۳۹۸) بَابُ تَتْرِيبِ الْكِتَابِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی چیز لکھی جائے تو اس کو مٹی سے خشک کرلیا جائے یہ احسن ہے، مگر اس باب کی روایت ضعیف ہے۔

(۳۸۹۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا بَقِيَّةُ أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ تَرِّبُوا صُحُفَكُمْ أَنْجَحُ لَهَا إِنَّ التُّرَابَ مُبَارَكٌ.

ترجمۂ حدیث: لکھنے کے بعد مٹی سے خشک کرنا:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے خطوط کو مٹی سے خشک کرلیا کرو یہ ان خطوط کے لیے زیادہ بہتر ہے کیوں کہ مٹی بابرکت ہے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث ضعیف ہے ظاہر ہے کہ صحف وغیرہ کو مٹی سے خشک کرنے میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہے بلکہ یہ تو اور کتابوں کو گرد آلود بنانا ہے حالاں کہ طالب علم کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں کو صاف ستھری رکھے اگر ان پر گرد غبار پڑے

(۱) شرح مسلم: ۲۱۲/۸، بحوالہ اهداء الدیباجہ: ۱۵۰/۵

توجھاڑ دیں نہ یہ کہ اوراوپر سے مٹی لگادیں۔

(۱۳۹۹) بَابُ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب تین آدمی ایک ساتھ ہوں تو یہ جائز نہیں کہ دو آدمی آپس میں سرگوشی کریں اور تیسرے کو شامل نہ کریں کیوں کہ تیسرا آدمی یہ خیال کرسکتا ہے کہ میرے خلاف پلاننگ ہورہی ہے یا میری کسی برائی اور عیب کو بیان کیا جارہا ہے اس لیے تین آدمی کی موجودگی میں دو کا خفیہ بات کرنا بھائی چارگی اور اخوت اسلامی کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔

(۳۸۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا فَإِنَّ ذٰلِكَ يَحْزُنُهُ.

ترجمہ حدیث: تیسرے شخص کی موجودگی میں دو شخص آپس میں سرگوشی نہ کریں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم تین آدمی یکجا ہوتو دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں، کیوں کہ اس سے تیسرے آدمی کو تکلیف پہنچے گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر تین آدمی کہیں ایک جگہ جمع ہوجائیں یا ساتھ میں کہیں جارہے ہوں تو ان میں سے کسی بھی دو آدمیوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ آپس میں اس طرح سے سرگوشی کریں یا کانا پھوسی کرنے لگیں کہ ان میں کا تیسرا آدمی نہ سن سکے، ہاں اگر کسی جگہ چار آدمی بیٹھے ہوں اور ان میں سے دو آدمی آپس میں سرگوشی اور کانا پھوسی کرنے لگیں تو اس پر مذکورہ ممانعت کا اطلاق نہ ہوگا۔

علامہ نوویؒ کا قول:

شارح مسلم علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ تیسرے آدمی کی موجودگی میں دو آدمی کے آپس میں سرگوشی کرنے اس چوتھے آدمی کی موجودگی میں تین آدمی کے سرگوشی کرنے کی مذکورہ بالا ممانعت نہی تحریمی کے طور پر ہے، لہٰذا دو آدمی ہوں یا تین آدمی یا چار، یا پورا مجمع ہو ان کے لیے حرام ہے کہ ایک آدمی کو چھوڑ کر باقی سب آپس میں سرگوشی کریں اور کانا پھوسی کریں ہاں اگر اس ایک آدمی سے اجازت لے کر اور پوچھ کر سرگوشی کریں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ، امام مالک، شوافع اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور اس حکم کا تعلق ہر زمانہ سے ہے خواہ سفر ہو یا حضر، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دو آدمیوں کے سرگوشی کرنے کی ممانعت مذکورہ کا تعلق صرف سفر سے ہے حضر میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جبکہ

بعض حضرات کا دعوی یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا لیکن جب اسلام پھیلا اور لوگ مامون ہو گئے تو یہ نہی ختم ہوگئی حضور کے زمانہ میں منافقین مسلمانوں کی موجودگی میں انہیں ایذاء رسانی کی غرض سے اس طرح کرتے تھے، بہر حال اگر چار آدمی ہوں اور دو آدمی آپس میں سرگوشی کریں تو یہ بالا جماع جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۸۹۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی کو سرگوشی کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب واضح ہے۔

(۱۴۰۰) بَابُ مَنْ كَانَ مَعَهٗ سِهَامٌ فَلْيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں درج کی ہیں جو جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہتھیار اٹھائے مثلاً چاقو، چھری یا تیر وغیرہ اور لوگوں کے مجمع کے سامنے یا بازار وغیرہ سے گزرے تو چاہئے کہ ہتھیار اس حصہ کی طرف سے پکڑے جس طرف دستہ لگا ہوا ہے یا ہتھیار کو احتیاط سے لے کر گزرے تاکہ کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

(۳۸۹۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ بِسِهَامٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا قَالَ نَعَمْ.

ترجمہ حدیث: ہتھیار لے کر مسجدوں اور بازروں سے گزرنا ممنوع ہے:

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص تیر لے کر مسجد سے گزرا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کی نوک تھام لے (تاکہ کسی کو لگ نہ جائے) اس نے عرض کیا جی حضور (اچھا ایسا ہی کرتا ہوں)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ہتھیار، تلوار، چاقو، چھری، تیر بھالا اور بلم وغیرہ کو لے کر کسی ایسی جگہ سے گزرے جہاں لوگ جمع ہوتے ہوں جیسے مساجد اور بازار وغیرہ ہیں تو چاہئے کہ اس ہتھیار کی نوک والے حصہ کو تھامے رہے یا اس کو کسی چیز سے ڈھانک دے پھر لے کر چلے کیوں کہ کھلے عام نوک کو سامنے سے لے جانے میں کسی کو اچانک غلطی سے بھی لگ جانے کا خطرہ ہے اس حدیث شریف سے یہ اصول نکلا ہر ایسی چیز سے بچا جائے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔

(٣٨٩٨) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ أَنْ تُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِشَيْءٍ أَوْ فَلْيَقْبِضْ عَلَى نِصَالِهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا ہمارے بازار سے گزرے اور اس کے ساتھ کوئی تیر ہو تو چاہئے کہ اپنی ہتھیلی سے اس کے پیکان کو تھام لے مبادا کسی مسلمان کو اس سے لگ جائے، یا فرمایا کہ اس کی نوک پکڑ لے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہتھیار اس طرح سے لے کر نہ چلے کہ لوگ خوف زدہ ہوں اور اچانک بے خیالی میں کسی کو لگ جانے کا اندیشہ ہو، بلکہ اگر ہتھیار کو لے کر چلنے کی ضرورت ہی پیش آئے تو احتیاط سے لے کر چلے تاکہ کسی کو نقصان نہ پہنچے واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۰۱) بَابُ ثَوَابِ الْقُرْآنِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے تحت دس حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اس باب کے تحت ذکر کردہ احادیث میں قرآن مجید کے فضائل ومناقب، عنداللہ اس کا مقام ومرتبہ، عظمت ورفعت اور اس کی تلاوت کا اجر وثواب کیا ہے اس کا بیان ہے۔

(٣٨٩٩) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ يَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ اثْنَانِ

ترجمہ حدیث: اٹک اٹک کر قرآن کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کا ماہر معزز اور نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید کی اٹک اٹک کر تلاوت کرے اور اسے تلاوت میں دشواری ہو تو اس کو ڈبل اجر ملے گا۔

تشریح حدیث: ماہر قرآن کی فضیلت

قولہ: الماہر بالقرآن: اس حدیث شریف میں دو طرح کے لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے پہلا وہ شخص جو ماہر

بالقرآن ہو، ماہر بالقرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کا ماہر ہو، خوب زیادہ کثرت کے ساتھ تلاوت کرتا ہو یا وہ شخص مراد ہے جس کو قرآن کریم خوب از بر یاد ہوا ٹکے بغیر پوری روانی کے ساتھ پڑھتا ہو اس کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کوئی مشکل اور دشوار نہ ہو تو ایسا شخص معزز و مکرم فرشتوں کے ساتھ قیامت کے دن ہوں گا فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوح محفوظ سے اللہ تعالی کی کتاب نقل کرتے ہیں پھر اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو بندوں کے نامۂ اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ماہر قیامت کے دن فرشتوں کے ساتھ ہوگا کیوں کہ وہ دنیا میں انہیں جیسا عمل کرتا تھا۔ آخرت میں انہیں جو درجات عالیہ اور مکانات رفیعہ اور مقامات شامخہ جو حاصل ہوں گے ان میں وہ فرشتوں کا رفیق ہوگا۔

قرآن مجید اٹک اٹک کر تلاوت کرنے والوں کی فضیلت و ثواب

اس حدیث میں دوسرے ان لوگوں کی فضیلت اور اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے جن کو قرآن مجید اچھی طرح یاد نہ ہو، اور وہ اٹک اٹک کر پڑھتا ہو تلاوت کرنے میں انھیں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ایسے لوگوں کو دو ثواب کی بشارت دی گئی ہے ایک ثواب تو پڑھنے کا اور دوسرا ثواب اس مشقت و پریشانی کا جو اسے تلاوت کرنے میں ہوئی ہے گویا اس طرح قرآن مجید پڑھنے کی ان کو ترغیب دلائی گئی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اٹک اٹک کر پڑھنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور ماہر قرآن کو کم ایسا نہیں، کیوں کہ ماہر قرآن کو تو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے حتی کہ وہ ملائکہ کے ساتھ ہوتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ افضل تو ماہرین قرآن ہی ہیں تاہم اٹک اٹک کر پڑھنے والوں کا اجر و ثواب بھی کم نہیں ہے بلکہ وہ تو دوہرے اجر کا مستحق ہے۔

(۳۹۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ إِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اقْرَأْ وَاصْعَدْ فَيَقْرَأُ وَيَصْعَدُ بِكُلِّ آيَةٍ دَرَجَةً حَتَّى يَقْرَأَ آخِرَ شَيْءٍ مَعَهُ.

ترجمہ حدیث: جنت میں حفاظ قرآن کے لیے بلند درجات:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا جب وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پڑھتا جا اور چڑھتا جا چناں چہ وہ تلاوت کرتا جائے گا اور ہر آیت کے بدلہ ایک درجہ بلند چڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ جو آخری آیت اس کو یاد ہے پڑھے گا۔ (اور جنت کے آخری درجہ میں چڑھ جائے گا)

تشریح حدیث:

قولہ: یقال لصاحب القرآن: صاحب قرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کریم کی دائما تلاوت کرے اور اس پر عمل پیرا ہو اس سے وہ شخص مراد نہیں ہے جو پڑھتا تو ہے لیکن اس کے تقاضہ پر عمل نہیں کرتا، اس کی محرمات کو حرام نہیں کرتا

اس کے حلال کردہ اشیاء کو حلال نہیں کرتا اس کی حدود کی حفاظت نہیں کرتا، بلکہ قرآن کو ذریعہ معاش بنالیا ہے تو قرآن ایسے شخص پر لعنت بھیجتا ہے یاد رکھنا چاہئے کہ عامل بالقرآن ہمیشہ تلاوت کرنے والے کے حکم میں ہے اگر چہ یہ حقیقت میں تلاوت نہ کرتا ہو اور غیر عامل بالقرآن ایسا ہے گو یا وہ تلاوت کرتا ہی نہیں، اگر چہ حقیقت میں روزانہ تلاوت کرتا ہو، حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی صرف تلاوت ہی کافی نہیں بلکہ بنیادی چیز اس پر عمل کرنا ہے یہی نزول قرآن کا مقصود ہے۔

پڑھتا جا! چڑھتا جا!

جب صاحب قرآن جنت میں داخل ہو جائے گا تو کہا جائے گا کہ قرآن کریم کی آیت پڑھتا جا اور پڑھی ہوئی آیتوں کے بقدر جنت کے منازل و درجات پر چڑھتا جا،، جتنی آیتیں تو پڑھے گا اتنے ہی درجات و مقامات جنت کے بالا خانوں میں حاصل ہوں گے ایک روایت میں ہے قرآن کریم میں جتنی آیات ہیں جنت میں اتنے ہی درجات ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص پورا قرآن پڑھے گا تو وہ جنت کے درجات میں سے سب سے اونچے اور بلند درجات پر ہوگا جس کا وہ اہل اور لائق ہوگا۔

(۳۹۰۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ بَشِيرِ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيئُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ فَيَقُولُ أَنَا الَّذِى أَسْهَرْتُ لَيْلَكَ وَأَظْمَأْتُ نَهَارَكَ.

ترجمۂ حدیث: قرآن قیامت کے دن مومن کا رفیق ہوگا:

حضرت بُریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن قرآن مجید تھکے ماندے شخص کی حالت میں آئے گا اور کہے گا میں ہوں جس نے تجھے رات کو جگایا (یعنی تلاوت کرنے یا سننے میں مصروف رکھا) اور میں نے ہی تجھے دن بھر پیاسا رکھا۔

تشریح حدیث:

قولہ: کالرجل الشاحب: ای متغیر اللون و الجسم نحو مرمن او سفر، شحب، یشحب (ض) کمزوی یا بھوک کی وجہ سے بدل جانا یا سفر کے آنے کی وجہ سے بدل جانا، جس کا ترجمہ تھکا ماندہ ہے نحیف ولاغر شکل میں آئے گا اور بندے سے کہے گا اے بندے میں نے ہی تجھے راتوں کو تلاوت، ذکر واذکار اور وظائف وتہجد گزاری کے لیے جگایا، میری وجہ سے تو نے اپنی راتوں کی نیند خراب کیا، دن میں بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کیا۔ مئی جون کی سخت گرمی اور لو میں روزہ رکھ کر بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت کر کے میرے احکام پر عمل کیا، لہٰذا آج اس کا بہترین اجر عظیم اور بہترین بدلہ اپنے رب سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے پائے گا پھر اس بندے کو انعامات سے سرفراز کیا جائے گا۔

(۳۹۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَؤُهُنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ سِمَانٍ عِظَامٍ.

ترجمہ حدیث: تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ جب وہ گھر جائے تو اسے گھر میں تین گابھن موٹی عمدہ اونٹنیاں ملیں؟ ہم نے عرض کیا (یا رسول اللہ) جی ہاں بالکل پسند ہے آپ نے فرمایا تین آیات جو تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں پڑھے اس کے لیے تین گابھن، موٹی عمدہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله :ثلاث خلفات: خاء کے فتحہ کے ساتھ اور لام کے کسرے کے ساتھ ہے واحد خلفة ہے حاملہ اونٹنی، یہ عربوں میں سب سے زیادہ قیمتی مال سمجھا جاتا تھا۔

قوله:سمان: جمع سمينة، كثيرة الشحم والدم، بہت زیادہ چربی اور چکنائی والا۔ فربہ جانور۔

قوله:قلنا نعم: یعنی جب حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کون ہے جس کو یہ پسند ہو کہ جب وہ گھر لوٹ کر جائے تو اس کو تین گابھن موٹی عمدہ اونٹنی ملے تو حضرات صحابہ کرام نے بتقاضائے بشریت اور بتقاضائے طبیعت فرمایا یا شریعت کے مطابق فرمایا ہم اس کو ضرور پسند کرتے ہیں تاکہ یہ آخرت میں حصول ثواب اور نجات کا ذریعہ اور سبب بنے۔

قال: فثلاث آيات: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم یہ چیزیں پسند کرتے ہو پھر بھی ان کے حصول سے غافل ہو، یاد رکھو قرآن مجید کی تین آیت تلاوت کرنا گابھن موٹی عمدہ اونٹنیوں سے افضل ہے۔

علامہ طیبی شارح مشکوۃ فرماتے ہیں کہ لفظ فثلاث میں جو فا ہے وہ شرط محذوف کی جزا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اذا تقرر ماز عمتم انكم تحبون ماذكرت لكم فقد صح ان يفضل عليها ما اذكره لكم من قراءة ثلاث آيات لان هذا من الباقيات الصالحات: وتلك من الذائدات الفانيات (۱)

(۳۹۰۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقُرْآنِ مَثَلُ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ إِنْ تَعَاهَدَهَا صَاحِبُهَا بِعُقُلِهَا أَمْسَكَهَا عَلَيْهِ وَإِنْ أَطْلَقَ عُقُلَهَا ذَهَبَتْ.

(۱) مرقات المفاتیح: ۱۷۳/۷

ترجمۂ حدیث: صاحب قرآن کی مثال:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے اگر اس کا مالک اس کی خبر گیری کرتا ہے تو وہ بندھا اور رکا رہتا ہے اور اگر وہ اسے چھوڑ دیتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بندھے ہوئے اونٹ کی اگر نگرانی نہ کی جائے بلکہ چھوڑ دیا جائے تو وہ نکل بھاگتا ہے اسی طرح حافظ قرآن اگر برابر قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے تو وہ سینہ سے نکل جاتا ہے اور یہ روزمرہ مشاہدہ میں بھی آتا رہتا ہے لہٰذا حفاظ قرآن کریم کو چاہیے کہ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کا معمول بنائیں اور حفظ قرآن کریم کی نعمت کو غنیمت سمجھیں۔

(۳۹۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي شَطْرَيْنِ فَنِصْفُهَا لِي وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا يَقُولُ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمِدَنِي عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَيَقُولُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَيَقُولُ أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ يَقُولُ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ فَيَقُولُ اللَّهُ مَجَّدَنِي عَبْدِي فَهَذَا لِي وَهَذِهِ الْآيَةُ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ يَقُولُ الْعَبْدُ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ يَعْنِي فَهَذِهِ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ وَآخِرُ السُّورَةِ لِعَبْدِي يَقُولُ الْعَبْدُ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَهَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ.

ترجمۂ حدیث: سورہ فاتحہ کی تلاوت میں اللہ کا جواب دینا:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا، پس اس کا نصف میرے لیے اور نصف میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ مانگے گا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پڑھو! بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے) تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی اور میرے بندے کے لیے وہ تمام چیزیں ہیں جو وہ مانگے گا، پھر بندہ کہتا ہے کہ:

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۲﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا بیان کی اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگے گا بندہ کہتا ہے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳﴾ (وہ یوم جزاء کا مالک ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، یہاں تک تو میرا حصہ تھا اور آئندہ کی آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہیں بندہ کہتا ہے" اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۴﴾ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) پس یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگے گا، اور سورۃ کا آخری حصہ صرف میرے بندے کے لیے ہے بندہ کہتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ﴿۷﴾ (اے اللہ! تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام کیا ہے نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ کا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہ لوگوں کا راستہ) یہ آیت صرف میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے نے جو مانگا ہے اسے ملے گا۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث قدسی ہے کیوں کہ اس کی نسبت آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے اس حدیث قدسی کا حاصل یہ ہے کہ سورہ فاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے ان سات آیتوں میں سے پہلی تین آیتیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۲﴾ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳﴾ تک خالص اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے ان تین کے بعد ایک آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۴﴾ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مشترک ہے اس آیت کا تعلق دونوں سے ہے بایں طور کہ آدھی آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اقرار ہے اور آدھی آیت وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۴﴾ میں بندے کی طلب کی حاجت ہے اس کے بعد اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۵﴾ سے لے کر اخیر تک تین آیتیں خالص بندے کے لیے ہیں بایں طور کہ بندہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا و درخواست عرض کرتا ہے۔ اس طرح سے سورہ فاتحہ کا آدھا حصہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے اور آدھا حصہ بندے سے متعلق ہے اور ایک آیت مشترک ہے۔

(۳۹۰۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخْرُجَ فَأَذْكَرْتُهُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ.

ترجمۂ حدیث: قرآن کریم کی عظیم سورۃ:

حضرت ابوسعید معلّٰی کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو اس مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے

قرآن کریم کی سب سے بڑی سورۃ نہ سکھادوں؟ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے یاددہانی کرادی، تو آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

تشریح حدیث:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾: اے محمد! ہم نے آپ کو سبع مثانی یعنی سورہ فاتحہ اور قرآن عظیم عطا کیا ہے سبع مثانی اور قرآن عظیم سے مراد سورہ فاتحہ ہے اس کو سبع مثانی اس لیے فرمایا گیا کہ اس میں سات آیتیں ہیں اور قرآن عظیم اس لیے فرمایا گیا کہ سورہ فاتحہ اللہ رب العزت کے نزدیک بہت زیادہ مقام ومرتبہ کا حامل ہے اور الفاظ کے اختصار کے باوجود اس کے فوائد ومعانی بہت زیادہ ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے صرف ایک جز میں دین اور دنیا کے تمام مقاصد آجاتے ہیں بعض عارفین نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جو کچھ سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے وہ سب کچھ قرآن مجید میں ہے اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب کچھ سورہ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے وہ سب کچھ بسم اللہ میں ہے الغرض سورہ فاتحہ اپنے اختصار کے باوجود معانی وفوائد کا ایک سمندر ہے اس لیے اس کو قرآن عظیم کہا گیا ہے۔

(۳۹۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ سُورَةً فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا حَتَّى غُفِرَ لَهُ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ

ترجمۂ حدیث: سورہ ملک کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیتیں ہیں، یہ اپنے صاحب کی شفاعت کرتی ہے، یہاں تک کہ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور وہ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ہے (یعنی سورہ ملک ہے)

تشریح حدیث:

قولہ: شفعت لصاحبها: اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے سورہ ملک کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اس سورت نے اپنے ایک شخص کی شفاعت کی، یہاں تک کہ اس کی مغفرت کردی گئی، اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک تو یہ کہ اس میں زمانہ ماضی کی خبر دی گئی ہے کہ ایک شخص زمانہ ماضی میں سورہ ملک کی تلاوت کیا کرتا تھا اور اس کی بہت زیادہ قدر کیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس سورۃ نے بارگاہ رب العزت میں سفارش کی جس کے نتیجہ میں اس شخص کو عذاب سے بچالیا

گیا دوسرا مطلب یہ ہے کہ لفظ شفعت مستقبل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ جو شخص یہ صورت پڑھے گا اس کے بارے میں یہ قیامت کے دن شفاعت وشفارش کرے گی اور حق تعالی اس کی شفارش کو قبول فرمائیں گے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ سورہ ملک منع کرنے والی ہے یعنی یہ سورہ اپنے پڑھنے والے اور تلاوت کرنے والے کو عذاب قبر اور گناہوں کے عذاب سے بچانے والی ہے یا اپنے پڑھنے والوں کو اس بات سے محفوظ رکھتی ہے کہ اسے قیامت میں کوئی رنج ومصیبت پہنچے۔

علامہ مناوی ؒ فیض القدیر میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں سورہ ملک کی فضیلت کو بیان کرنا مقصود ہے اور لوگوں کو اس بات پر ابھارنا ہے کہ وہ اس کی تلاوت کی پابندی کریں تا کہ اس کی شفاعت سے لطف اندوز ہوسکیں۔

(۳۹۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ۚ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ.

ترجمہ حدیث: سورہ اخلاص کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ۚ (یعنی سورہ اخلاص) ثلث قرآن کے برابر ہے۔

تشریح حدیث: قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ۚ کے ثلث قرآن ہونے کا مطلب:

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ ؒ اپنی معروف ومشہور کتاب (اقتضاء الصراط المستقیم) میں رقمطراز ہیں کہ سورہ اخلاص کو تہائی قرآن اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ قرآن مجید میں بنیادی طور پر تین قسم کے مضامین مذکور ہیں۔

(۱) توحید ووحدانیت۔

(۲) امر ونہی، جس کو احکام بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۳) قصص وامثال۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور مسلمانوں کا اساسی عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور کلام دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) انشاء ہوگا (۲) یا اخبار ہوگا اگر اخبار ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو خالق کے بارے میں اخبار ہوگی یا مخلوق کے بارے میں اور انشاء یا فعلی امر ہوگا یا نہیں ہوگا یا پھر مباح، پس قل ھو اللہ احد میں اس ثلث توحید کا بیان ہے جو خالق سے متعلق ہے اور اس میں قولی وفعلی وتوحید کا ذکر ہے جس پر اسماء وصفات دلالت کرتی ہیں الغرض چوں کہ سورۃ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہایت بلیغ وموثر انداز میں بیان کیا گیا ہے اس لیے اس اعتبار سے اس کو ثلث قرآن کہا گیا

ہے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں توحید کے بارے میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے وہ سب کا خلاصہ سورہ اخلاص میں موجود ہے اس لیے سورہ اخلاص پڑھنا تہائی قرآن کے برابر ہے (۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس مسئلہ پر مزید گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تعدل ثلث القرآن کا یہ مطلب نہیں کہ سورہ اخلاص سورہ فاتحہ سے بھی افضل ہے اور نہ یہ کہ اس کی تین مرتبہ تلاوت کر لینا پورے قرآن کے برابر ثواب ہوگا بلکہ تلاوت قرآن کے وقت سورہ اخلاص کو تین بار پڑھنے کو سلف نے مکروہ قرار دیا ہے پس جس طرح مکتوب ہے اسی طرح لکھنا چاہئے اس میں حذف واضافہ کی گنجائش نہیں ہے۔

لم يلزم من ذالك انها افضل من الفاتحة ولا نها يكتفى بتلاوتها ثلاث مرات عن تلاوة القرآن بل قد كره السلف ان تقرأ اذا قرأ القرآن الا مرة واحدة كما كتبت فى المصحف فان القرآن يقرء كما كتب فى المصحف لا يزداد على ذالك ولا ينقص منه (۲)

شیخ الاسلام کے تلمیذ رشید علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ الوابل الصیف میں تلاوت قرآن کو ذکر واذکار اور دعا کے مراتب اعمال پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اسی قبیل سے سورہ اخلاص کا ثلث قرآن ہونا ہے باوجود اس کے کہ یہ باب مواریث، طلاق خلع اور عدد کے قائم مقام نہیں ہوسکتا ہے بلکہ مذکورہ آیات بروقت اور عندالحاجہ سورہ اخلاص سے انفع ہوں گی ومن هذا الباب ان سورة (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) تعدل ثلث القرآن، ومع هذا فلا تقوم مقام آيات المواريث والطلاق والخلع والعدد ونحوها، بل هذه الآيات فى وقتها وعند الحاجة اليها انفع من تلاوته سورة الاخلاص (۳)

بعض شراح کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا ثواب قرآن کے تہائی ثواب کے بقدر مضاعف کیا جاتا ہے، قول اول اور قول ثانی میں لطیف فرق یہ ہوگا کہ قول اول کے مطابق مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص سورہ اخلاص تین بار پڑھے تو لازم نہیں آتا کہ اسے پورے قرآن کا ثواب ملے، جبکہ دوسرے قول کے مطابق قل ھو اللہ احد تین مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن کی تلاوت کرنے کے بقدر ثواب ملتا ہے۔ واللہ اعلم

(٣٩٠٨) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ.

ترجمہ حدیث: سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (کا ثواب) تہائی

(۱) اقتضاء الصراط المستقیم: ۲/۴۶۴ (۲) مجموع الفتاوی: ۱۷/۱۳۰، بحوالہ اہداء الدیباجہ: ۵/۱۵۹ (۳) الوابل الصیف/۸۷

قرآن کے برابر ہے۔

تشریح حدیث: تفصیله و توضیحه قد سبق آنفا قبل ذالك۔

(۳۹۰۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَحَدٌ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللهُ أَحَدٌ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ثلث قرآن کے برابر ہے۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مرّ قبل ذٰلك.

(۱۴۰۲) بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت عبد اللہ بن بسرہؓ سے منقول ہیں اس باب میں جو احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں ذکر الٰہی اور یاد الٰہی کی فضیلت و منقبت اور ذکر کرنے کے اجر و ثواب پر مشتمل ہیں۔

(۳۹۱۰) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ مَوْلَى ابْنِ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَرْضَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِعْطَاءِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَمِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ قَالُوا وَمَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ذِكْرُ اللَّهِ وَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مَا عَمِلَ امْرُؤٌ بِعَمَلٍ أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اکرم ﷺ نے (حضرات صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسے عمل سے آگاہ نہ کروں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے اور تمہارے بادشاہ کے نزدیک راضی کرنے والا ہے اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے (یعنی صدقہ کرنے) سے بھی بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے ملو اور ان کی گردن اڑادو اور

وہ تمہاری گردنیں اڑائیں (یہ سن کر) حضرات صحابہ کرام نے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا ذکر ہے اور حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ انسان کوئی عمل ایسا نہیں کرتا ہے جو اس کو ذکر الٰہی سے زیادہ عذاب الٰہی سے بچانے والا ہو۔

تشریح حدیث: ذکر اللہ کی قسمیں:

ذکر اللہ کے معنی ہیں اللہ کو یاد کرنا، ذکر الٰہی کرنا، ذکر الٰہی دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی اور افضل یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے ذکر کئے جائیں اور اگر ان میں سے کسی ایک سے ہو تو پھر دل کا ذکر افضل ہے پھر ذکر بالقلب کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت ورفعت اور اس کی جبروت وملکوت میں اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں زمین وآسمان میں غور وفکر اور اس میں استغراق اس قسم کے ذکر کو ذکر خفی کہتے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ذکر خفی ستر درجہ افضل ہے جسے حفظہ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سنتے ہیں۔

ذکر قلب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کو جو احکام دیئے ہیں خواہ وہ از قبیل امر ہو یا از قبیل نہی، ان کی ادائگی کا وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے ذکر قلب کی دونوں قسموں میں سے پہلی قسم افضل واعلیٰ ہے۔

بعض حضرات فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ذکر کا اطلاق صرف ذکر لسان یعنی زبان سے ذکر کرنے پر ہوتا ہے جس کا ادنی درجہ مختار قول کے مطابق یہ ہے کہ کم از کم ذاکر خود سن لے، اگر اس سے کم صوت میں ذکر کیا جائے تو عند بعض الفقہاء معتبر نہیں ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ ذکر کا اطلاق اس پر ہوگا جس کا تعلق زبان کی ادائے گی سے ہو محض قلب سے ذکر کرلیا جائے اور زبان بالکل حرکت نہ کرے کوئی اعتبار نہیں۔

حضرات فقہاء کرام کا یہ قول اس معنی کے اعتبار سے درست ہوسکتا ہے کہ شریعت نے جن مواقع پر ذکر اللسان کی تعلیم دی ہے مثلاً رکوع سجود کی تسبیحات قراءت وغیرہ اور نماز کے بعد کے اذکار واوراد وغیرہ تو وہاں ذکر قلبی کافی نہ ہوگا بلکہ ذکر باللسان وہاں ضروری ہے حضرات فقہاء کرام کے قول کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ذکر قلبی پر ثواب اخروی مرتب نہیں ہوتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ لفظ ذکر فعل قلب اور فعل لسان دونوں کے درمیان مشترک ہے جس طرح فعل قلب پر ذکر کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح فعل نسان پر بھی ذکر کا اطلاق ہوتا ہے لہٰذا جیسے ذکر بالسان معتبر ہے ایسے ہی ذکر بالقلب بھی معتبر ہے بلکہ ذکر بالقلب ہی اصل معتبر ہے مشائخ طریقتؒ فرماتے ہیں کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں ذکر قلبی اور ذکر لسانی ذکر قلبی کا اثر ذکر لسانی کے اثر سے کہیں زیادہ قوی اور افضل ہوتا ہے۔

فضائل ذکر:

ذکر الٰہی ان تمام اعمال میں سے افضل ہے جن کو اللہ رب العزت والجلال پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس پر بندے کو اجر عظیم عطا کر کے ان کے درجات کو بلند کرتا ہے اور ذکر الٰہی صدقہ نافلہ سے بھی افضل ہے بلکہ اگر جہاد فرض عین نہ

ہو تو جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے اور اگر جہاد فی سبیل اللہ فرض عین ہو جائے تو اسلام کی سب سے بلند چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے اس کے برابر کوئی بھی عمل نہیں ہو سکتا ہے۔

ذکر الٰہی میں مشغول شخص کو رحمت الٰہی چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں اور اس کو ایسا سکون و رحمت اور اطمینان وقلب میسر ہوتا ہے جو غیر ذاکرین کو نصیب نہیں ہوتا ہے حضور قلبی کے ساتھ ذکر باللسان، اور مراقبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی توحید، اور معنی ذکر میں تفکر و تدبر، اس کی ذات پر حسن توکل، رجوع الی اللہ اور جملہ اعمال و احکام میں اخلاص وللہیت یہ وہ چیزیں ہیں جو ذاکرین کے مقامات کو بلند کرتی ہیں اور ذاکر اللہ تعالیٰ کے اس انعامات و نوازشات کے مستحق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے مغفرت ورحمت، وسعت اور اجر عظیم کی شکل میں تیار کر رکھا ہے۔

ذکر کی فضیلت اور فوائد کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں ومن اسباب شرح الصدر دوام ذکره على كل حال، وفي كل موطن فلذكر تاثير عجيب في انشراح الصدر ونعيم القلب، وللغفلة تاثير عجيب في ضيقه وحبسه وعذابه (۱)

الوابل الصيب من الكلم الطيب میں تحریر فرماتے ہیں:

والذكر يورث حياة القلب، وسمعت شيخ الاسلام، ابن تيميه قدس الله تعالى روحه يقول: الذكر للقلب مثل الماء للسمك فكيف يكون حال السمك اذا فارق الماء؟ ان في القلب خلة وفاقة لا يسددها شيئى البتة الا ذكر الله عزوجل، فاذا صار الذكر شعار القلب بحيث يكون هو الذاكر بطريق الاصالة واللسان تبع له، فهذا هو الذكر الذي يسد الخلة ويفني الفاقة فيكون صاحبه غنيا بلا مال، بلا سلطان فاذا كان غافلا عن ذكر الله عزوجل فهو بضد ذالك فقير مع كثرة جدته، ذليل مع سلطانه، حقير مع كثرة عشيرته (۲)

(۳۹۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ يَشْهَدَانِ بِهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا يَذْكُرُونَ اللهَ فِيهِ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَتَغَشَّتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ.

ترجمۂ حدیث: مجالس ذکر ملائکہ رحمت کے گھیرے میں:

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی جماعت اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور رحمت خداوندی اپنے آغوش میں

(۱) زاد المعاد: ۲/۲۵
(۲) الوابل الصيب من الكلم الطيب /۳۹ بحواله اهداء الديباجه: ۵/۱۶۱

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

NEW MADARSA

لے لیتی ہے ان پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان ذکر کرنے والوں کا تذکرہ اپنے پاس والوں (یعنی ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء میں کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

تنزلت علیھم السکینۃ: سکینہ در حقیقت دل کے سکون واطمینان اور خاطر جمعی کا نام ہے جس کے باعث دنیا کی لذتوں کی خواہش اور ماسوا اللہ کی طلب ولذت دل سے نکل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں استغراق واستحضار اور اس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے نزول سکینہ کا ثبوت اس آیت سے بھی ہوتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، سنو! ذکر الٰہی کے ذریعہ قلوب کو راحت وسکون ملتا ہے۔

(۳۹۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا هُوَ ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ.

ترجمۂ حدیث: ذکر کے وقت اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ ہونا:

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور جب میری یاد میں ان کے دونوں ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ میرا ذکر دل وزبان دونوں سے کرتا ہے تو میں ان کے ساتھ ہوں یعنی میں اس کا معین ومددگار رہوں اور بندہ جیسا میرے بارے میں خیال کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں اپنی رحمت ومغفرت اور عافیت وبرکت کی بارش برساتا ہوں، اور انہیں اپنے آغوش رحمت میں جگہ دیتا ہوں اور وہ میرا محبوب ہوجاتا ہے پھر تو میں اس کا ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں۔

(۳۹۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْكِنْدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَأَنْبِئْنِي مِنْهَا بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهِ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمۂ حدیث: ذکر الٰہی تمام عبادات کو جامع:

حضرت عبداللہ بن بُسرؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ!) شرائع اسلام تو میرے اوپر بہت زیادہ ہوگئے آپ ان میں سے مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے کہ میں اس کو التزام واہتمام کرلوں

آپ نے فرمایا تمہاری زبان مسلسل یاد الٰہی سے تر رہے، (یعنی ذکر الٰہی کو لازم پکڑلو)

تشریح حدیث:

قوله: لایزال لسانك رطبا من ذكر الله عز وجل الخ: جس طرح زبان کا خشک ہونا کنایہ ہے زبان کے رکنے سے، اسی طرح زبان کی تری زبان کی روانی کے لیے کنایہ ہے یا پھر اس بات پر کنایہ ہے کہ مرتے دم تک ذکر الٰہی پر مداومت ہو بایں طور کہ ذکر خدا سے زبان خشک نہ ہونے پائے بلکہ مسلسل دائمی طور پر زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھو یہاں تک کہ جسم سے روح نکل جائے۔

(۱۴۰۳) بَابُ فَضْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت سعد المریہؓ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ام ہانیؓ سے مروی ہیں اس باب میں جو احادیث مبارکہ درج ہیں ان میں کلمہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت، مرتبت، منقبت، مقام، مرتبہ، اور عظمت و رفعت کا بیان ہے یہ کلمہ عند اللہ اتنا بازون ہے کہ اگر ایک پلڑے میں زمین و آسمان اور عرش و کرسی لوح و قلم اور ساری چیزیں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں کلمہ لا الہ اللہ کو رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا، اور وزنی ہو جائے گا۔

(۳۹۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ أَنَّهُ شَهِدَ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ قَالَ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي وَإِذَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ لَا شَرِيكَ لَهُ قَالَ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَلَا شَرِيكَ لِي وَإِذَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ وَإِذَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ صَدَقَ عَبْدِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ ثُمَّ قَالَ الْأَغَرُّ شَيْئًا لَمْ أَفْهَمْهُ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ مَا قَالَ فَقَالَ مَنْ رُزِقَهُنَّ عِنْدَ مَوْتِهِ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ.

ترجمہ حدیث: کلمہ توحید کی عظمت و رفعت:

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ سب سے زیادہ بڑا ہے) تو اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں سب سے زیادہ بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا

ہے لا الا الا اللہ وحدہ (نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے) تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اکیلا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ لا شریك لہ (نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے اس کا کوئی شریک نہیں) تو اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی میرا شریک ہے اور جب بندہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ لہ الملك و لہ الحمد (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اسی کے لیے ہے سارا ملک اور اسی کے لیے ساری تعریفیں) تو اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میرے ہی لیے ملک اور میرے ہی واسطے ساری تعریفیں، اور جب کہتا ہے لا الہ الا اللہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ (نہیں ہے کوئی معبود برحق سوا اللہ کے اور نہیں ہے کوئی طاقت اور قوت مگر اللہ ہی کی طرف سے تو اللہ تعالی بیان فرماتا ہے میرے بندے نے سچ فرمایا میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں ہے مگر میری طرف سے۔

حدیث کے روای ابواسحاق کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد اغر نے کوئی شئی بیان کی جس کو میں سمجھ نہیں پایا، تو میں نے ابوجعفر سے پوچھا کہ کیا فرمایا؟ انہوں نے فرمایا جسے موت کے وقت یہ کلمہ نصیب ہو جائے تو اسے جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی فضیلت کا بیان ہے یہ وہ کلمہ ہے جس پر ایمان کا دارومدار ہے اور دین اسلام کا مدخل ہے اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہو ہی نہیں سکتا ہے اور جس نے بھی اس کلمہ پر یقین محکم کرتے ہوئے اور اس کے تقاضہ کا التزام کرتے ہوئے کہہ لیا وہ مومن ہو گیا وہ صاحب ایمان اور صاحب اسلام ہو گیا پس جو شخص اسی کلمہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اسی کے مطابق زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو گیا انشاء اللہ وہ مغفور ہوگا۔ الغرض یہ کلمہ بہت اونچا اور بلند ہے اس کی جڑیں تو زمین میں ہیں لیکن شاخیں آسمان میں ہیں۔

(۳۹۱۵) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أُمِّهِ سُعْدَى الْمُرِّيَّةِ قَالَتْ مَرَّ عُمَرُ بِطَلْحَةَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ كَئِيبًا أَسَاءَتْكَ إِمْرَةُ ابْنِ عَمِّكَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا أَحَدٌ عِنْدَ مَوْتِهِ إِلَّا كَانَتْ نُورًا لِصَحِيفَتِهِ وَإِنَّ جَسَدَهُ وَرُوحَهُ لَيَجِدَانِ لَهَا رَوْحًا عِنْدَ الْمَوْتِ فَلَمْ أَسْأَلْهُ حَتَّى تُوُفِّيَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُهَا هِيَ الَّتِي أَرَادَ عَمَّهُ عَلَيْهَا وَلَوْ عَلِمَ أَنَّ شَيْئًا أَنْجَى لَهُ مِنْهَا لَأَمَرَهُ

ترجمہ حدیث: لا الہ الا اللہ کی فضیلت:

حضرت سعدی المریہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ طلحہ کے پاس سے

گزرے تو فرمایا تمہیں کیا ہوا رنجیدہ کیوں ہو؟ کیا تمہیں اپنے چچازاد بھائی کی امارت وخلافت اچھی نہیں لگتی ہے فرمایا یہ بات نہیں، بلکہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ جوکوئی بھی اسے اپنی موت کے وقت کہے گا وہ کلمہ اس کے نامہ اعمال کو منور کردے گا، اور اس کلمہ کی خوشبو مرتے وقت اس کا جسم اور روح دونوں محسوس کریں گے پھر میں وہ کلمہ معلوم نہ کرسکا اور آپ کا سانحہ وفات پیش آ گیا حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا، مجھے وہ کلمہ معلوم ہے اور وہ وہی کلمہ ہے جس کو آپ نے اپنے چچا ابوطالب سے کہلوانے کی کوشش کی تھی، اور اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ اس کلمہ سے زیادہ کوئی آپ کے چچا کے لیے باعث نجات ہے تو آپ ان کے سامنے اسی کا حکم فرماتے۔

تشریح حدیث:

قوله: مالك كئبا اى حزينا: من الكابة وهو الحزن یعنی غم، رنج، کبیدہ خاطر، یعنی کیا بات ہے کہ تم رنجیدہ ہو اور تمہارے چہرے پر غم کا اثر نمایاں ہے۔

قوله: أساءتك مرة ابن عمك کیا تیرے چچازاد بھائی کی امارت وخلافت نے تجھے رنج وغم میں ڈالدیا آپ کو اپنے چچازاد بھائی کی امارت اچھی نہیں لگتی ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امارت مراد ہے حضرت طلحہ اور ابوبکر دونوں تیم بن مرہ سے ہیں حضرت طلحہ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، حضرت ابوبکرؓ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے صدیق بن عثمان المکنی بابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ دونوں کا سلسلہ نسب عمر بن کعب میں آکر ملجاتا ہے اس لیے حضرت عمرؓ نے طلحہ کو ابن عمک فرمایا۔

قوله: لها روحاً الروح بفتح الراء الراحة آرام، خوشبو، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے فَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ ۙ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾

(۳۹۱۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ هِصَّانَ بْنِ الْكَاهِلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوتُ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجِعُ ذٰلِكَ إِلَى قَلْبِ مُوقِنٍ إِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهَا.

ترجمۂ حدیث: جس شخص کو موت کے وقت کلمہ نصیب ہو جائے وہ جنتی ہے:

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی بھی موت اس حال میں آئے کہ وہ اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ گواہی دل کے یقین سے ہو تو اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمادیں گے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھ کر مرا اور قلب صادق اور یقین کامل کے ساتھ پڑھا تو اللہ تعالی اس کی ایک نہ ایک دن ضرور بالضرور مغفرت فرمادیں گے اور جنت میں داخل کریں گے، خواہ وہ اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنے کے بعد کیوں نہ ہو، لیکن بہر حال ایک نہ ایک دن ضرور جنت میں جائے گا اور اس پر بہت ساری احادیث اور روایات شاہد عدل ہیں۔

(٣٩١٧) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا

ترجمۂ حدیث: کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں:

حضرت ام ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ سے کوئی بھی عمل آگے نہیں بڑھ سکتا اور یہ کسی گناہ کو باقی رہنے نہیں دیتا۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک بار بھی سچے دل سے اخلاص کے ساتھ ایک بار بھی اس کلمہ کو پڑھ لے گا اللہ تعالی اس کے تمام گناہ کو معاف کر دے گا کوئی بھی گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں چھوڑے گا۔

(٣٩١٨) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ أَخْبَرَنِي سُمَيٌّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَانَ لَهُ بِمِثْلِ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكُنَّ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ سَائِرَ يَوْمِهِ إِلَى اللَّيْلِ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا أَتَى بِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ أَكْثَرَ.

ترجمۂ حدیث: شیطان سے پناہ میں رہنے کا طریقہ:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ کلمات لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له، له الملك وله الحمد، وهو علی کل شئی قدیر (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) دن میں سو مرتبہ کہے تو اس کو غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اس کی سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس کے سو گناہ دور کردئے جاتے ہیں اور اس کو دن سے لے

کر شام تک شیطان سے پناہ حاصل رہتی ہے، اور قیامت کے دن کوئی بھی شخص اس سے افضل عمل لے کر نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے ان کلمات کو اس سے زیادہ پڑھا ہو۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان کلمات کو شام کے وقت سو مرتبہ کہے تو اس کو صبح تک شیطان سے حفاظت اور پناہ حاصل رہے گی ہوسکتا ہے کہ رواۃ حدیث نے اس بات کو اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا ہو، یا خود رسول اللہ ﷺ نے اس کو بیان کیا ہو کیوں کہ حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ بات خود ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت امام نوویؒ شارح مسلمؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں جو کچھ بھی اجر وثواب بیان کیا گیا ہے جب کوئی شخص ان کلمات کو سو مرتبہ پڑھے چناں چہ جو شخص ان کلمات کو جتنا زیادہ پڑھے گا اس کو اتنا ہی زیادہ اجر وثواب ملے گا پھر یہ کہ ان کلمات کو متفرق طور پر سو مرتبہ مکمل کئے جائیں یا ایک ہی وقت میں سو کی تعداد پوری کر لی جائے ہر صورت میں اسے مذکورہ اجر وثواب حاصل ہوگا لیکن افضل یہی ہے کہ ان کلمات کو ایک ہی دفعہ میں سو مرتبہ دن کے ابتدائی حصہ میں پڑھا جائے تاکہ پورا دن شیطان مردود سے محفوظ رہے (۱)

(۳۹۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ فِي دُبُرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَانَ كَعَتَاقِ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمٰعِيلَ.

ترجمۂ حدیث: نماز فجر کے بعد تسبیحات کی فضیلت:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز فجر کے بعد یہ کلمات کہے لا الٰه الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد بيده الخير وهو على كل شيئى قدير (نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت ہے اسی کی ساری تعریف ہیں اسی کے قبضہ قدرت میں تمام خیر وبھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اولاد اسماعیل میں غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔

تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۱۴۰۴) بَابُ فَضْلِ الْحَامِدِيْنَ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جابرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

(۱) شرح مسلم: ۲۵/۹ بحوالہ اهداء الديباجه: ۱۶۸/۵

حضرت وائل ؓ، اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ حضرت ابو ہریرۃ ؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہیں اس باب کے تحت جو احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرنے والوں اس کی تحمید وتقدیس اور تکبیر وتہلیل بیان کرنے والوں کی فضیلت اور مقام ومرتبہ اور عند اللہ جو اجر وثواب ہے اس کا بیان ہے۔

(۳۹۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ بَشِيرِ بْنِ الْفَاكِهِ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ ابْنَ عَمِّ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ.

ترجمۂ حدیث: افضل ذکر کا بیان:

حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افضل ترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور افضل ترین دعا الحمد للہ کہنا ہے۔

تشریح حدیث: لا الہ الا اللہ کے افضل ترین ہونے کی وجہ:

لا الہ الا اللہ سب سے اعلی، سب سے افضل اور سب سے زیادہ اشرف واکمل اور ارفع ذکر اس لیے ہے کہ اسلام و ایمان کی عمارت ساری بنیادیں اسی پر ہیں اس کے بغیر نہ ایمان کا خوبصورت حسین وجمیل تاج محل قلب وجگر میں قائم ہوگا اور نہ ہی اسلام کا بلند بالا قطب مینار وجود میں آئے گا اس کے بغیر نہ کوئی شخص مسلمان بنتا ہے اسی وجہ سے اس کو افضل ترین اور اشرف ترین ذکر قرار دیا گیا ہے۔

بعض محققین علماء کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ تمام اذکار میں یہ کلمہ سب سے افضل اس لیے ہے کہ ذاکر کے باطن کو برے اوصاف سے جو انسان کے باطن کے معبود ہوتے ہیں پاک وصاف کرنے میں اس کلمہ کو بڑی عجیب وغریب تاثیر حاصل ہے ارشاد ربانی ہے افرأیت من اتخذ آلھۃ ھواہ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود قرار دے رکھا ہے لہٰذا جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو لا الہ کے ذریعہ تمام معبودان باطل کی نفی ہوتی ہے اور الا اللہ کے ذریعہ صرف اور صرف ایک معبود حقیقی یعنی اللہ تبارک وتعالی کا اقرار ہوتا ہے پھر جب زبان سے یہ کلمہ ادا ہوتا ہے تو اس کی تاثیر ظاہری زبان سے دل کی گہرائیوں کی طرف رجوع کرتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبان سے تمام باطل معبودوں کی نفی اور ایک حقیقی معبود کا اقرار یقین واعتماد کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو اس کے قلب وباطن کو منور وتاباں کر کے تمام باطنی برے اوصاف کو صاف کر دیتا ہے پھر آخر کار یہی تاثیر اس کے ظاہری اعضاء پر غالب آجاتی ہے وہی اعمال وافعال صادر ہوتے ہیں جو اس کے اقرار واعتقاد کا عین تقاضا اور عین منشاء ہوتے ہیں۔

الحمد للہ افضل ترین دعا ہونے کی وجہ:

الحمد للہ کو تمام دعاؤں سے افضل ترین اس لیے کہا گیا ہے کہ کریم کی تعریف دعا و سوال کے زمرے میں آہی جاتی ہے اور اس کو افضل اس وجہ سے بتایا گیا ہے کہ منعم حقیقی اللہ تعالی کی حمد و شکر کرنے کے معنی میں ہے اور ظاہر ہے کہ شکر نعمت برکت نعمت میں زیادتی کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ولئن شکر تم لا زیدنکم اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ نعمت دوں گا۔

(۳۹۲۱) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ بَشِيرٍ مَوْلَى الْعُمَرِيِّينَ قَالَ سَمِعْتُ قُدَامَةَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْجُمَحِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ غُلَامٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُعَصْفَرَانِ قَالَ فَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللَّهِ قَالَ يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيمِ سُلْطَانِكَ فَعَضَلَتْ بِالْمَلَكَيْنِ فَلَمْ يَدْرِيَا كَيْفَ يَكْتُبَانِهَا فَصَعِدَا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَا يَا رَبَّنَا إِنَّ عَبْدَكَ قَدْ قَالَ مَقَالَةً لَا نَدْرِي كَيْفَ نَكْتُبُهَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا قَالَ عَبْدُهُ مَاذَا قَالَ عَبْدِي قَالَا يَا رَبِّ إِنَّهُ قَالَ يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا اكْتُبَاهَا كَمَا قَالَ عَبْدِي حَتَّى يَلْقَانِي فَأَجْزِيَهُ بِهَا.

ترجمہ حدیث: ایک عظیم دعا کی فضیلت اور اس کا اجر:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کے بندوں میں سے ایک بندے نے کہا یا رب لك الحمد كما ينبغی لجلال وجهك وسلطانك اے میرے رب تیرے ہی لیے ساری تعریفیں ہیں جو آپ بزرگ ذات اور آپ عظیم سلطنت کے شایان شان ہے، تو فرشتوں کو اس کا اجر و ثواب لکھنے میں دشواری ہوئی اور انہیں سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کو کس طرح لکھا جائے چناں چہ وہ دونوں فرشتے آسمان کی طرف چڑھے، اور عرض کیا کہ اے ہمارے رب! بے شک آپ کے ایک بندے نے ایسی بات کہی ہے کہ ہمیں سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا ثواب کس طرح لکھیں؟ اللہ تعالی باوجود کہ بندے کی اس بات سے واقف ہے پوچھا انہوں نے کیا کہا، فرشتوں نے کہا اس نے کہا اے میرے رب! تیرے ہی واسطے ساری تعریف تیری ذات اور عظیم سلطنت کے شایان شان تو اللہ تعالی نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا: میرے بندے نے جیسے کہا ہے ویسے ہی اس کلمہ کو لکھ دو جب وہ مجھ سے ملے گا تو اس کا اجر میں خود اپنی شایان شان دیدوں گا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں اس عظیم الشان کلمہ کے ثواب کو بیان کیا گیا ہے اس کا ثواب عند اللہ کیا ہے فرشتوں کو بھی معلوم

نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالی اپنی شایان شان اس کلمہ کا اجر عطا فرمائے گا اور وہ اجر کیا ہوگا؟ ملنے کے بعد قیامت میں پتا چلے گا جس طرح بندے نے کہاں تیری بزرگ ذات اور عظیم سلطنت کے مطابق حمد وثنا ہے اللہ اپنی سلطنت اور اپنی شایان شان ہی کے مطابق اجر دے گا جس کا تصور وخیال بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(۳۹۲۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَا الَّذِي قَالَ هَذَا قَالَ الرَّجُلُ أَنَا وَمَا أَرَدْتُ إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ لَقَدْ فُتِحَتْ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَمَا نَهْنَهَهَا شَيْءٌ دُونَ الْعَرْشِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت وائل ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی تو ایک صحابی نے کہا: الحمد للہ حمداً کثیر أطیباً مبارکاً جب نبی کریم ﷺ نماز ادا کر چکے تو فرمایا کس نے یہ کلمات کہے؟ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کہا لیکن میرا مقصد خیر و بھلائی کے سوا کچھ نہ تھا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اس کلمہ کے لیے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے ہیں اور عرش کے علاوہ کوئی بھی چیز اس کو روک نہ سکی۔

تشریح حدیث:

قولہ: ما انا اردت الخیر: آپ کے سوال کرنے سے وہ یہ سمجھے کے شاید میں نے غلطی کی، اس لیے وہ صحابی نے فرمایا یا رسول اللہ اس کلمہ کو کہنے کا میرا مقصد صرف خیر ہی خیر تھا میں نے کوئی غلط مقصد سے نہیں کہا تھا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرا مقصد تمہیں کوئی سرزنش کرنی نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے کہ یہ کلمہ عند اللہ اس قدر پسندیدہ ہے کہ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے اور عرش الٰہی تک جا پہنچا۔ اس سے نیچے کہیں نہیں رکا تو نے بہت اچھا کلمہ کہا ہے۔

(۳۹۲۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقُ أَبُو مَرْوَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَا يُحِبُّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ.

ترجمہ حدیث: پسندیدہ چیز دیکھنے کے بعد کی دعا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو کہتے الحمد للہ الذی علی کل حال: ہر حال میں

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔

تشریح حدیث: مطلب واضح ہے۔

(۳۹۲۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے الحمد للہ الذی علی کل حال (ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے) اعوذبك من حال اهل النار (اے میرے رب میں اہل جہنم کی حالت سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں)۔

تشریح حدیث: مطلب واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۹۲۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ شَبِيبِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَى عَبْدٍ نِعْمَةً فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي أَعْطَاهُ أَفْضَلَ مِمَّا أَخَذَ.

ترجمہ حدیث: نعمت ملنے پر پڑھنے کی دعا

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر نعمت فرمائیں اور وہ اس نعت پر الحمد للہ کہے تو اس بندے نے جو دیا وہ افضل ہے اس سے جو اس نے لیا۔

تشریح حدیث: معناه واضح جدا۔

(۱۴۰۵) بَابُ فَضْلِ التَّسْبِيحِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جو درج ذیل صحابہ کرام سے مروی ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ (۲) حضرت جویریہؓ (۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ
(۴) حضرت ام ہانیؓ (۵) حضرت سمرہ بن جندبؓ (۶) حضرت ابو الدرداءؓ

اس باب میں تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کی فضیلت اور اس کے اجر وثواب کا بیان ہے۔

(۳۹۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

ترجمۂ حدیث: دو کلمہ رحمٰن کو بہت پسند ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا، دو کلمہ زبان پر ادائیگی کے اعتبار سے تو بالکل ہلکے پھلکے ہیں لیکن ترازو میں بھاری ہیں رحمٰن کے نزدیک بہت پسندیدہ ہیں (وہ دو کلمہ یہ ہیں) سبحان اللہ و بحمدہ سبحان العظیم۔ (اللہ پاک ہے اور اپنی حمد کے ساتھ موصوف ہے پاک ہے جو اللہ بڑا ہے)۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں بالکل اخیر میں ذکر فرمایا ہے اگرچہ یہ حدیث بخاری شریف میں کئی مقامات پر مذکور ہے لیکن امام بخاریؒ نے کتاب کا اختتام اسی حدیث پر کیا ہے جو اس کی اہمیت کی جانب غماز ہے ختم بخاری کے موقع پر حضرات اساتذہ کرام اس پر طویل کلام کرتے ہیں اور اس کے اسرار و رموز سے گفتگو کرتے ہیں اور حضرت امام بخاری کے زیرک و عقل پر واہ واہ کرتے ہیں کہ کس ذہانت و فطانت کے ساتھ آخر میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اس پر تفصیلی کلام تو آپ بخاری شریف کی شروحات میں دیکھیں۔ یہاں حدیث شریف کا نفس مطلب بیان کر دیا جاتا ہے حدیث ہٰذا کا مطلب یہ ہے کہ دو کلمہ ایسے ہیں جو زبان پر ادا کرنے کے اعتبار سے بالکل ہلکے پھلکے ہیں اور ان کی ادائیگی کوئی مشکل کام نہیں ہر کس و ناکس اس کو آسانی کے ساتھ اس کلمہ کو زبان سے ادا کر سکتا ہے اور پڑھ سکتا ہے لیکن یہ دونوں کلمے میزان و عمل میں بھاری ہیں یعنی ان دونوں کلموں کا اجر و ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ کل قیامت کے دن جب میزان عمل قائم ہوگا اور بنی آدم کے اعمال تولے جائیں گے ان دونوں کلموں کے اجر و ثواب سے میزان کا پلڑا جھک جائے گا اور تمام اعمال بنی آدم کے مقابلے میں ان دو کلموں کا ثواب سب سے زیادہ ہوگا یہ دو کلمے رحمٰن کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کیوں کہ ان میں اللہ تعالی کی تحمید و تقدیس اور عظمت و کبریائی کا بیان ہے سبحان اللہ میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالی تمام عیوب و نقائص سے پاک ہیں اور تمام صفات کمالیہ سے متصف ہیں لہٰذا وہی ذات جو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہو اور تمام صفات کمالیہ اور تمام صفات جمالیہ سے متصف ہے ہر جسم کی تمام تعریفوں کا سزاوار ہے تمام حمد و ستائش اسی ذات واحد صمد لم یلد ولم یولد کے لیے ہے جو عظیم ہے جس کی عظمت لامتناہی اور لامحدود ہے اور وہ دو کلمے یہ ہیں۔

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ آیئے ہم سب ایک مرتبہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالی کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے صدق دل سے اس کلمہ کا ورد کر لیں کیا پتہ اللہ تعالی ہماری مغفرت فرما دیں اور ہمارے نامہ اعمال کو بھی اجر و ثواب اور رحمت و مغفرت اور لطف و کرم سے بھر دے اور قیامت کے دن ہمارا میزان عمل بھی اجر و ثواب سے بھاری ہو جائے۔ پھر دیر کس بات کی آج یوم الجمعہ سید الایام ہے مقبولیت کی گھڑی ہے پڑھ لیجئے صدق دل سے: سبحان اللہ

وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔ ایک بار اپنے عمیق قلب سے اپنے کریم مولی کو خوش کرنے کے لیے پڑھ لیجئے۔ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔ بھائیو! جمعہ کا دن اور مقبولیت دعا کی ساعت ہے پھر پڑھ لیجئے سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔ اللہ تعالی رب العزت ہم سب کی مغفرت فرمائے، قارئین سے درخواست ہے کہ احقر الوری اس گناہ گار کو بھی اپنی دعا صالح میں یاد رکھیں۔

(۳۹۲۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ يَغْرِسُ غَرْسًا فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا الَّذِي تَغْرِسُ قُلْتُ غِرَاسًا قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى غِرَاسٍ خَيْرٍ مِنْ هَذَا قَالَ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ قُلْ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ يُغْرَسْ لَكَ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ.

ترجمہ حدیث: دنیا میں جنت کے لیے شجر کاری:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ کوئی درخت لگا رہے تھے کہ قریب سے رسول اکرم ﷺ کا گزر ہوا، پوچھا ابو ہریرہ! کیا بو رہے ہو؟ عرض کیا (یا رسول اللہ!) درخت لگا رہا ہوں آپ نے فرمایا اس سے بہتر درخت میں تجھے نہ بتادوں، (عرض کیا ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا کہو) سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اس کے ہر کلمہ کے بدلہ میں تیرے لیے جنت میں ایک درخت لگایا جائے گا۔

تشرح حدیث: قولہ: الا ادلك على غراس خير من هٰذا؟

یہاں ہندوستانی نسخہ اور فواد عبد الباقی کی تحقیق شدہ نسخہ جو بیروت سے چھپی ہے اس میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں الا ادلك على غراس خير لك من هٰذا قال بلى يا رسول الله! قال قل الخ جبکہ سنن ابن ماجہ شرح السندی تحقیق شدہ الشیخ جلیل مامون شیحا، مطبوعہ بیروت لبنان، میں یہاں مکتوب کی طرح ہے اس میں لك۔ اور قال بلى الخ نہیں ہے لیکن جس روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں وہ قرینہ قیاس زیادہ صحیح ہے کیوں کہ اس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

باقی حدیث شریف میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جو شخص یہ کلمہ ورد زبان رکھے گا اللہ تعالی ہر کلمہ کے بدلے میں جنت کے اندر ایک درخت لگا دے گا ایک حدیث میں ہے جنت ایک چٹیل میدان ہے آدمی اپنے عمل اور عبادات کے ذریعہ آباد کرتا ہے، پس جو شخص جس قدر زیادہ عبادت کرے گا اللہ تعالی اس کی جنت کو اتنا ہی زیادہ آباد کرے گا۔

(۳۹۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي رِشْدِينَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ قَالَتْ مَرَّ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَعْدَ مَا صَلَّى الْغَدَاةَ وَهِيَ تَذْكُرُ اللهَ فَرَجَعَ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ أَوْ قَالَ انْتَصَفَ وَهِيَ كَذٰلِكَ فَقَالَ لَقَدْ قُلْتُ مُنْذُ قُمْتُ عَنْكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَهِيَ أَكْثَرُ وَأَرْجَحُ أَوْ أَوْزَنُ مِمَّا قُلْتِ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ.

ترجمہ حدیث: ذکر میں کیفیت معتبر ہے کمیت نہیں۔

حضرت جوریریہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ان کے پاس سے گزرے، اور وہ ذکر اللہ میں مشغول تھیں، جب دن چڑھ گیا دو پہر ہوگئی تو آپ واپس تشریف لائے تو وہ اسی طرح ذکر اللہ میں مشغول تھیں۔ پس آپ نے فرمایا تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے یہ چار کلمات تین بار کہے وہ تمہارے ذکر سے بڑھ کر ہے اور وزنی ہے اور بھاری ہیں، اور وہ چار کلمات حسب ذیل ہیں۔

(۱) سبحان اللہ عدد خلقه میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی مخلوقات کی تعداد کی بقدر

(۲) سبحان اللہ رضا نفسه میں پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اس کی ذات کی رضی کے موافق

(۳) سبحان اللہ زنة عرشك میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کے عرش کے وزن کے مطابق

(۴) سبحان اللہ مداد کلماته، میں اس کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کے کلموں کی تعداد کے مطابق۔

تشریح حدیث:

قوله: کلماته: کلمات سے مراد ان کی کتابیں اور ان کے صحیفے ہیں یا اس کے اسماء ہیں نیز اس سے اللہ تعالی کی صفات یا اس کے اوامر ونواہی بھی مراد ہو سکتے ہیں یہ حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ ذکر میں کیفیت کا اعتبار ہے کمیت اور مقدار کا نہیں یعنی وہ تسبیحات وتحمیدات وغیرہ جن کے مضامین اعلی اور بہت ہوں اور جنہیں قلب کے ساتھ خلوص کے ساتھ پڑھا جائے اگر چہ کم ہوں اجر وثواب کے اعتبار سے زیادہ ہیں جن کے مضامین ایسے نہ ہوں اور جنہیں پڑھتے وقت حضور قلبی میسر نہ ہو واللہ اعلم۔

(۳۹۲۹) حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عِيسَى الطَّحَّانِ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَوْ عَنْ أَخِيهِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا تَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللهِ التَّسْبِيحَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّحْمِيدَ يَنْعَطِفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ تُذَكِّرُ بِصَاحِبِهَا أَمَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَوْ لَا يَزَالَ لَهُ مَنْ يُذَكِّرُ بِهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو تم اللہ تعالی کی بزرگی کا ذکر کرتے ہو مثلا سبحان

اللہ، لا الہ الا اللہ، الحمد للہ پڑھتے ہو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں اور شہد کی مکھیوں کی طرح بھنبھناتے ہیں اور اپنے کہنے والوں کا ذکر کرتے ہیں کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی ہمیشہ ذکر کرتا رہے تو اسے چاہئے کہ ان کلمات پر دوام کرے، اور پابندی سے اختیار کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ پڑھنے کی عظیم الشان فضیلت کا ذکر ہے حدیث میں ذکر کردہ تسبیحات اور تہلیلات وغیرہ کلمات عرش کے ارد گرد چکر لگاتے رہتے ہیں، ان کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کی بھنبھناہٹ کی آواز تھی، پس جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا ذکر برابر ہوتا رہے تو ان کلمات کے ذکر کو لازم پکڑلو۔ واللہ اعلم۔

(۳۹۳۰) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ أَتَيْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ فَإِنِّي قَدْ كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ وَبَدُنْتُ فَقَالَ كَبِّرِي اللهَ مِائَةَ مَرَّةٍ وَاحْمَدِي اللهَ مِائَةَ مَرَّةٍ وَسَبِّحِي اللهَ مِائَةَ مَرَّةٍ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ فَرَسٍ مُلْجَمٍ مُسْرَجٍ فِي سَبِيلِ اللهِ وَخَيْرٌ مِنْ مِائَةِ بَدَنَةٍ وَخَيْرٌ مِنْ مِائَةِ رَقَبَةٍ.

ترجمۂ حدیث: سو سو مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب:

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا رسول اللہ! میں عمر رسیدہ ناتواں اور بھاری جسم والی ہوں (مشقت والی عبادت دشوار ہوگئی ہے) لہٰذا مجھے کوئی عمل بتا دیجئے آپ نے فرمایا سو بار اللہ اکبر، سو بار الحمد للہ اور سو بار سبحان اللہ کہہ لیا کرو، یہ تمہارے لیے راہ خدا میں سو گھوڑے زین اور لگام کے ساتھ دینے سے بہتر ہیں اور سو اونٹوں سے بہتر ہے اور سو غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں ناتواں، ضعیف العمر اور پیرانہ سالی بزرگوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کہ اگر وہ بھاری بھرکم اور مشکل ترین عبادت انجام نہ دے سکیں مشقت آمیز اعمال وافعال کی ادائیگی سے قاصر ہوں تو ان کو اس حدیث شریف میں ذکر کردہ اعمال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دامن کو اجر وثواب سے مالا مال کرتے رہنا چاہیے، کتنا آسان وسہل عمل ہے ہر آدمی کر سکتا ہے سو مرتبہ اللہ اکبر، سو مرتبہ الحمد للہ اور سو مرتبہ سبحان اللہ کا ورد کرنا ہے اور بس، پھر اس کا اجر وثواب دیکھئے کہ کس قدر زیادہ ہے اللہ کے راستہ جہاد میں زین کسا سو گھوڑے دینے اور سو اونٹ صدقہ کرنے اور سو غلام آزاد کرنے سے زیادہ اجر ملے سبحان اللہ! کیا فیاضی ہے میرے رب کی۔

(۳۹۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ أَفْضَلُ الْكَلَامِ لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ

ترجمہ حدیث: سب سے افضل کلام:

حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (انسان کے کلام میں) سب سے بہتر چار کلام ہے اوران چاروں کلمات میں سے کسی سے بھی شروع کرنا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہے (وہ چار کلمات یہ ہیں)

(۱) سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام عیوب نقائص سے پاک ہے

(۲) والحمد للہ۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں

(۳) ولا الہ الا اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں

(۴) واللہ اکبر: اللہ سب سے زیادہ بڑا ہے

تشریح حدیث: سب سے افضل چار کلام ہونے کا مطلب:

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل کلام چار ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعد انسان کے کلام میں یہ چار کلمہ سب سے افضل اوراعلیٰ ہیں یہ وضاحت اورانسان کی قید اس لیے ہے کہ چوتھا کلمہ یعنی اللہ اکبر قرآن مجید میں نہیں اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ جو چیز قرآن مجید میں نہیں ہے وہ اس سے افضل نہیں ہوسکتی جو قرآن مجید میں ہے لیکن ایک اور حدیث میں ہے افضل القرآن بعد القرآن وھو من القرآن، یعنی یہ کلمہ مجموعہ قرآن کے بعد افضل کلمے ہیں اور یہ کلمے بھی قرآن ہی کے کلمے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث شریف میں کلام سے انسانی کلام کے ساتھ کلام اللہ بھی مراد ہے یعنی یہ کلمات اربعہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ اول الذکر تین کلمے تو بعینہ قرآن میں موجود ہے اور چوتھا کلمہ یعنی اللہ اکبر اگر چہ بعینہ قرآن میں موجود نہیں ہے لیکن اس آیت و کبر تکبیرا میں معنی کے اعتبار سے یقیناً موجود ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ چاروں کلمات اگر چہ افضل ہیں لیکن احادیث مبارکہ میں جو ذکر کسی حال یا کسی وقت سے متعلق ثابت ہے اس حالت اور اس وقت میں وہی ذکر میں مشغول ہونا تسبیح وغیرہ سے افضل ہے، مثلاً نوم اور استیقاظ کے بعد جو دعا مسنون اور ثابت ہے اسی طرح بیت الخلا جاتے وقت اور فراغت کے بعد جو دعا منقول ہے

اس وقت میں وہی پڑھنا افضل ہے اگر کوئی اس کی جگہ یہ پڑھنے لگے تو یہ افضل نہ ہوگا۔

قوله: لا يفرك بايهن بدات۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث ہذا میں مذکورہ چاروں کلمات جس ترتیب کے ساتھ ہے اسی ترتیب کے ساتھ پڑھنا ضروری نہیں ہے تقدیم وتاخیر کے ساتھ جس طرح چاہے پڑھا جاسکتا ہے اس میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں ہے تاہم علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ان کلمات کو ترتیب کے ساتھ پڑھنا عزیمت اور اولی ہے اور بدون ترتیب پڑھنا رخصت ہے۔

(۳۹۳۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْوَشَّاءُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

ترجمہ حدیث: رحمت خداوندی کا بحر لاساحل

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص (اخلاص کے ساتھ) سومرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہے تو اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں چاہے سمندر کے جھاگ کے مثل گناہ کیوں نہ ہوں۔

تشریح حدیث:

شارح مشکوۃ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ سومرتبہ چاہے تو کئی مرتبہ کرکے پڑھ لے اور چاہے تو ایک ہی دفعہ سو کی تعداد پوری کرلے، خواہ دن کے ابتدائی حصہ میں ہو یا آخری حصہ میں دونوں طرح درست ہے لیکن افضل اور اولی یہی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں اس کلمہ کو سومرتبہ پڑھ لیا جائے (۱)

(۳۹۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْكَ بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ فَإِنَّهَا يَعْنِي تَحُطُّطْنَ الْخَطَايَا كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا.

ترجمہ حدیث: گناہوں کو ختم کرنے والے کلمات مبارکہ

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کو تو لازم پکڑلو اور ان کلمات کا خوب اہتمام کیا کرو کیوں کہ یہ کلمات گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جیسے درخت اپنے سوکھے پتوں کو جھاڑ دیتے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید: ۱۴۹/۳

تشریح حدیث: اذکار سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں کبائر نہیں:

حضرات علماء کرام کا اس مسئلہ پر اتفاق اور اجماع ہے کہ اذکار واوراد سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں جہاں تک کبائر کا تعلق ہے تو ان کی معافی کے لیے توبہ لازم اور شرط ہے بغیر توبہ کے کبائر معاف نہیں ہوتے ہیں اور صحت توبہ کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) جس گناہ سے توبہ کیا جارہا ہے اس کو بالکلیہ چھوڑ دینا

(۲) اس گناہ کو آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم مصمم کرنا۔

(۳) اپنی غلطی پر اللہ کے سامنے نادم وپشیمان ہونا اور غلطی کی معافی مانگنا

(۴) صرف عذاب خداوندی کے خوف سے اس کے حکم کی تعظیم کے پیش نظر توبہ کی جائے

(۱۴۰۶) بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوموسی اشعریؓ، حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ، حضرت عبداللہ بن بسرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں اس باب میں ذکر کردہ احادیث میں کثرت استغفار کی فضیلت اور ترغیب کا بیان ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے کثرت کے ساتھ اپنے رب سے استغفار کرتے تھے لہذا ہم گنہگاروں کو بہت زیادہ ہی کثرت سے استغفار کا التزام واہتمام کرنا چاہیے۔

(۳۹۳۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَالْمُحَارِبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ مِائَةَ مَرَّةٍ.

ترجمۂ حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کثرت سے استغفار کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں "رب اغفرلی وتب علی انك انت التواب الغفور سو بار فرماتے (اے میرے رب میری مغفرت فرما، اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔

تشریح حدیث: استغفار کے معنی:

لفظ استغفار، باب استفعال کا مصدر ہے سین برائے طلب ہے اور غفر اس کا مادہ ہے۔ غفر یغفر (ض) غفرا

وغُفرانا ومغفرة، غفر الله له ذنبه، گناہ چھپانا اور معاف کرنا هو غافر برائے مبالغہ، غفور وغفار، استغفار، گناہ چھپانے کو طلب کرنا، اللہ تعالی سے اپنی بخشش چاہنا۔

شانِ مومن اور استغفار:

کوئی شخص یہ دعوی نہیں کرسکتا ہے کہ بالکل پاک صاف ہوں مجھ سے گناہ سرزد نہیں ہوتا ہے ہر مومن اور مسلمان سے گناہ سرزد ہوتا ہے یہ صرف حضرات انبیاء کرام کی جماعت ہے کہ وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں باقی غیر انبیاء میں بڑے سے بڑا قطب وابدال اور غوث بھی اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہیں بتا سکتا ہے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ گناہ سرزد ہو ہی جاتا ہے لہٰذا ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ اگر اس سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں بالکل سستی نہ کرے اور اپنے رب سے استغفار کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے نیز نفس کے مکر اور شیطان کے وسوسے میں مبتلا ہو کر یہ نہ سوچے کہ میں توبہ پر قائم رہ سکوں گا یا نہیں اس لیے توبہ کیسے کروں، توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟

کیوں کہ جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور عفو ودرگزر کا قلم اس کے گناہ پر پھیر دئے جاتے ہیں اس لیے اگر بتقضائے بشریت گناہ کرنے کے بعد بھی دوبارہ گناہ کا صدور ہو جائے تو پھر توبہ کرے، چاہے دن میں کئی بار ایسا ہو، بشرطیکہ توبہ کرتے وقت دل میں یہ خیال نہ ہو کہ میں پھر گناہ کروں گا اور توبہ بھی کروں گا توبہ کے وقت یہی خیال رہے کہ شاید میں دوبارہ گناہ کرنے سے پہلے ہی مرجاؤں۔ اور یہ توبہ میری زندگی کی آخری توبہ ثابت ہو۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ توبہ کا کیا مطلب ہے تو انھوں نے فرمایا کہ گناہ کو بالکل فراموش کردینا، یعنی توبہ کرنے کے بعد گناہ کی لذت کا احساس بھی دل سے اس طرح نکل جائے گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے، سہیل تستری سے معلوم کیا گیا کہ حضرت! توبہ کا مفہوم کیا ہے تو انھوں نے فرمایا دل سے گناہ کا خیال تک نکل جائے یہی توبہ ہے۔

توبہ کرنے سے پہلے غسل کرنا:

علماء کرام وشراح حدیث نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص توبہ کرنا چاہے تو پہلے غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھے اور مسجد میں جا کر بہت ہی تضرع آہ وزاری اور گریہ کے ساتھ اپنے نفس کو ملامت کرے اور اپنے ماضی کے گناہوں کو یاد کرے عذاب الٰہی کے خوف سے اپنے قلب کو سرزاں وترساں کرے، اور شرمندگی وندامت کے پورے احساس کے ساتھ توبہ واستغفار کرے پھر ہاتھ اٹھا کر بارگاہ رب ذو الجلال والاکرام اور خدائے لم یزل ولا یزال میں یوں عرض کرے۔

ربا! تیرے در سے بھاگا ہوا یہ گنہ گار غلام اپنے معاصی وعصیان کی پوٹ لیے پھر تیرے در پر حاضر ہوا ہے انتہائی ندامت وشرمندگی کے ساتھ اپنی لغزشوں اور اپنے نفس کے گناہوں کی معذرت لے کر حاضر ہوا ہے، ربا! تو رحیم وکریم ہے،

تو ستار وغفار ہے محض اپنے فضل وکرم سے میرے گناہ بخش دے اپنے فضل وکرم سے میری توبہ قبول فرما رحمت کی نظر سے میری طرف دیکھ، ربا! تو میرے پچھلے تمام خطاؤں، لغزشوں، اور غلطیوں کو درگزر فرما اور آئندہ تمام لغزشوں سے حفاظت فرما۔ ربا! ہر خیر و بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے اور اپنے گنہ گار بندوں کو تو ہی بخشنے والا ہے تو ہی معاف کرنے والا ہے، ربا تو نے تو بڑے بڑے وقت کے فرعون کو معاف کیا ہے ربا تو مجھے معاف فرما دے، میری بھی مغفرت فرما، اس کے بعد درود شریف پڑھے اور تمام مومنین ومومنات اور جملہ مسلمین ومسلمات کے لیے بخشش ومغفرت چاہے۔

خواص الناس کی توبہ:

یہ تو عوام الناس کی توبہ ہے جن کی زندگی اور گناہوں کے درمیان کوئی زیادہ حد فاصل نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ گناہ اور معصیت کے سمندر میں غوطہ لگاتے رہتے ہیں لیکن خواص الناس جو اللہ تعالی کے اطاعت شعار اور فرمابردار ہوتے ہیں اور جن کی زندگی معصیت اور فسق وفجور سے دور رہتی ہے اور اتباع شریعت کے حامل ہوتے ہیں ان کی توبہ یہ ہے کہ ان برے اخلاق سے جن سے قلب کو پاک صاف رکھنا واجب ہے توبہ کریں، اسی طرح عاشقین و عارفین کی توبہ یہ ہے کہ اگر بتقضائے بشریت قلب سے کسی وقت کوئی گناہ صادر ہو اور ان کا دل یاد الہی اور ذکر ربانی سے غافل ہو جائے اور ماسو اللہ ان کا دل مشغول ہو جائے تو فوراً اللہ تعالی کی جانب رجوع کریں اور اپنی کوتاہی وتقصیر پر نادم ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی کثرت توبہ واستغفار گناہوں کی وجہ سے نہیں:

رسول اکرم ﷺ اتنی کثرت سے توبہ واستغفار اس لیے نہیں کرتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ سے گناہ کا صدور ہوتا تھا کیوں کہ آپ معصوم تھے گناہ تو آپ کے قریب بھی نہیں بھٹکتا تھا، آپ کے قلب مبارک کو تو ملائکہ آسمان بحکم ربانی چاک کر کے خواہشات نفسانی کے لوتھڑے کو باہر نکال کر پھینکا تھا، اس لیے آپ کے کثرت سے استغفار کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ مقام عبرت کے اعلی معیار اور سب سے اونچے مقام پر فائز تھے اس لیے خیال ذہن ودماغ میں آتا تھا کہ شاید مجھ سے رب تعالی کی بندگی اور عبادت میں کوئی قصور ہو گیا اور اس طرح بندگی نہ کر سکا جس طرح اس ذات واحد کی شایان شان کے لائق ہے نیز اس سے مقصود امت کو توبہ واستغفار کی ترغیب دلانا تھا، کہ رسول اکرم ﷺ باوجود معصوم ہونے کے اور خیر الخلوقات تھے جب آپ ﷺ نے دن میں ستر بار اور سو سو بار توبہ واستغفار کی تو ہم گنہ گاروں کو بطریق اولی استغفار و توبہ کی کثرت کرنی چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے روئے زمین پر عذاب الہی سے امت کی دو ہی پناہ گاہیں تھیں ایک تو اٹھ گئی دوسری باقی ہے جو اٹھ گئی وہ تو حضور انور جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی اور جو باقی ہے وہ توبہ واستغفار ہے لہذا عذاب الہی سے اور غضب الہی سے بچنے کے لیے استغفار و توبہ کو اختیار کرو۔ پس یہی ایک ڈھال

ہے عذاب خداوندی سے بچنے کے لیے۔

(۳۹۳۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ.

ترجمہ حدیث: دن میں سو بار استغفار:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالی سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب واضح ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توبہ واستغفار کرنا درحقیقت امت کو تعلیم وترغیب دینے کے لیے ہے ورنہ آپ تو معصوم تھے یہ پھر آپ کی توبہ اللہ تعالی کی نعمت کی شکرگزاری کے لیے تھا۔ واللہ اعلم۔

(۳۹۳۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ أَبِي الْحُرِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دن میں ستر مرتبہ اللہ تعالی سے بخشش طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

تشریح حدیث:

ماقبل کی روایت میں مائة مرة سو مرتبہ اور حدیث ہذا میں سبعین مرة ستر مرتبہ، توبہ کرنا بظاہر دونوں ۔ں تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سو بار یا ستر بار کی تحدید مقصود نہیں ہے بلکہ کثرت کو بیان کرنا ہے اور محاورہ میں ستر اور سو کا لفظ بیان کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے حدیث شریف میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے استغفار بیان کرنا مقصود ہے لہذا کوئی تعارض نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۳۹۳۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْمُغِيرَةِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ فِي لِسَانِي ذَرَبٌ عَلَى أَهْلِي وَكَانَ لَا يَعْدُوهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ تَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً.

ترجمہ حدیث: کثرت سے استغفار کا حکم:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اہل خانہ سے گفتگو کرنے میں میری زبان بے قابو ہو جاتی تھی لیکن اہل خانہ سے بڑھ

کر غیر کی جانب تجاوز نہیں کرتی تھی چناں چہ میں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا تم استغفار کیوں نہیں کرتے، روزانہ دن میں سو مرتبہ استغفار کیا کرو۔

تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے۔

(۳۹۳۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عِرْقٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بُسْرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اسْتِغْفَارًا كَثِيرًا.

ترجمہ حدیث: نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک بادی اور خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے نامۂ اعمال میں بکثرت استغفار پائے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کل قیامت کے دن جب بنی آدم کو اس کے نامۂ اعمال ملیں گے اور صالحین متقین کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں ملے گا تو جن کے نامۂ اعمال میں توبہ واستغفار کی کثرت ہوگی وہ قابل مبارک بادی اور مستحق تہنیت ہیں کیوں کہ کثرت استغفار کا وجود درحقیقت اس کی مغفرت اور جنتی ہوجانے کی دلیل ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ خالق ارض وسماء اس سے راضی ہے اور اس سے بڑی نعمت ایک مومن اور مسلم کے لیے کیا ہوسکتی ہے کہ اس سے اس کا مولیٰ راضی ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بکثرت توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین

(۳۹۳۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.

ترجمہ حدیث: استغفار کی کثرت رزق کا ذریعہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے تو اللہ تعالیٰ ہر پریشانی میں اس کے لیے آسانی پیدا کردیں گے اور ہر تنگی میں اس کے لیے راہ بتادیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔

تشریح حدیث: استغفار کو لازم کرنے کا مطلب

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ استغفار کو اپنے اوپر لازم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی گناہ دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوجائے یا کوئی آفت ومصیبت یا رنج وغم ظاہر ہوتو فوراً بلا کسی تاخیر کے استغفار کرے، یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ استغفار پر مداومت اور ہیشگی اختیار کرے کیوں کہ زندگی کا کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں انسان استغفار کا محتاج نہ ہو، اس لیے سرکار دوعالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

طوبی لمن وجد في صحيفته استغفارا كثيرا: خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنے نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت پائی، پس جو شخص اپنے اوپر استغفار کو لازم کرلیتا ہے اور خوب زیادہ اس کا اہتمام کرتا ہے تو اللہ تعالی سے اس کے قلب کا تعلق اور اللہ تعالی پر اس کی ذات کا اعتماد وتوکل مستحکم اور قوی ہوجاتا ہے پھر اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں اس کا شماران لوگوں میں ہونے لگتا ہے جو اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالی کی ذات پر توکل کرتے ہیں جن کے بارے میں حق تعالی کا ارشاد ہے ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب. جو شخص اللہ تعالی سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کے لیے راہ نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جہاں کے بارے میں اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے اور ارشاد خداوندی ہے: ومن يتوكل على الله فهو حسبه اور جو کوئی اللہ تعالی کی ذات پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے استغفار اور اس کی فضیلت کا فائدہ اس آیت سے بھی ثابت ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾

پس میں نے کہا تم اپنے رب سے مغفرت چاہو کیوں کہ وہ زیادہ بخشنے والا ہے وہ تم پر کثرت سے بارش برسائے گا اور تمہاری مدد کرے گا مال اور اولاد کے ذریعہ اور تمہارے لیے باغات بنائے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کرے گا۔

حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک شخص آیا اور قحط سالی کی شکایات کی، آپ نے فرمایا کثرت سے اللہ تعالی سے استغفار کرو، پھر ایک محتاج شخص آیا اور اپنی محتاجگی کی شکایت کی، آپ نے اسے بھی استغفار کرنے کے لیے کہا پھر اس کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے آکر اولاد نہ ہونے کی شکایت کی اور ایک شخص نے کھیت میں پیداوار کی کمی کی شکایت کی تو آپ نے ان سب سے یہی فرمایا کہ استغفار کی کثرت کرو سب مشکلات حل ہوجائیں گی۔۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت! آپ کے پاس کئی لوگ آئے اور سب نے الگ الگ حاجت پیش کی لیکن آپ نے ہر ایک سے یہی فرمایا استغفار کی کثرت کرو، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں مذکورہ بالا آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ میں نے جن جن باتوں کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے مذکورہ آیت میں سب موجود ہیں۔

(۳۹۴۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَائُوا اسْتَغْفَرُوا.

ترجمۂ حدیث: رسول اکرم ﷺ کی ایک دعا!

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم اجعلنی من الذین اذا أحسنوا استبشروا واذا اساؤا استغفروا، اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا دیجئے جب کوئی نیکی کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی برائی کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی قطعاً حاجت نہیں۔

(۱۴۰۷) بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ اور سیدنا حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب میں نیک عمل، قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جب بندہ مومن حکم خداوندی کے مطابق اس کے اوامر کو بجالاتا ہے اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتا ہے اور اس کے حدود کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے تمام اعمال وافعال کو خالص باری تعالی کی رضامندی اور خوشنودی کے لیے کرتا ہے اور شرک کی تمام اقسام سے بچتا ہے تو اللہ تعالی کے نزدیک اس کے اعمال کا اجر وثواب کس قدر زیادہ ہوتا ہے اور اللہ پاک کس قدر انعامات واکرام سے نوازتے ہیں اس باب کی احادیث میں اسی کا بیان ہے۔

(۳۹۴۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَأَزِيدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِي بِقِرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً ثُمَّ لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً

ترجمۂ حدیث: اللہ کی طرف بندے کی تھوڑی توجہ، بندے کی طرف اللہ کی زیادہ توجہ کا باعث ہے:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک نیکی لے کر

آئے گا اس کو دس گنا اجر ملے گا اور میں اور اضافہ کروں گا، اور جو شخص برائی لے کر آئے گا برائی کا بدلہ اس کے مثل ہوگا یا میں معاف کر دوں گا، اور جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوگا تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوں گا اور جو شخص مجھ سے ایک ذراع قریب ہوگا تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوں گا اور جو شخص میرے پاس چل کر آئے گا تو میں اس کے پاس دوڑ کر جاؤں گا اور جو مجھ سے زمین پر خطائیں لے کر ملے پھر وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں اسی قدر (زمین پر) مغفرت لے کر ملتا ہوں۔

تشریح حدیث:

اللہ تعالیٰ کتنا زیادہ رحیم وکریم ہے اس کی دریائے رحمت کس قدر وسیع ہے اپنے بندوں پر وہ کس قدر مہربان ورحمان ہے اس کی شان وعفو ودرگزر کس قدر بے پایاں ہے اور اس کی شان کریمی اور فضل کس قدر بے کراں ہے اس کا ہلکا سا انداز اس حدیث شریف سے ہوجاتا ہے حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جب بندہ اپنے رب کی طرف تھوڑی سی بھی التفات وتوجہ کرتا ہے اور تھوڑی سی بھی رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت تیزی سے اس کو آکر ڈھانپ لیتی ہے اور بارگاہ الٰہی سے اس کی توجہ کہیں زیادہ توجہ اور التفات اور رحمت ومغفرت اس کی طرف منعطف ہوتی ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تقرب اور ہرولہ دونوں صفت سے متصف ہے۔ لیکن اس بارے میں حضرات علماء کرام کے دو مذہب ہیں۔

مذہب اول:

حضرات صحابہ کرام کے دور سے قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر یہ تک یہ رہا ہے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ صحیحہ میں جو صفات اللہ تعالیٰ کے لیے آئی ہیں وہ سب کی سب باری تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اس کی شان الٰہی کے مطابق تمام مخلوق پر لازم ہے کہ اس پر ایمان رکھے، زبان سے اس کا اقرار کرے اور دل وجان سے اس کے برحق ہونے کا اعتقاد رکھے۔

مذہب دوم:

صفات باری تعالیٰ کے بارے میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ ان میں مناسب تاویل کی جائے چوں کہ قرآن وحدیث میں بعض صفات باری تعالیٰ کی ایسی آئیں ہیں جو مخلوقات کی خواص ہیں جو حادث اور فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ حوادثات اور فنا سے پاک ہے اس لیے علماء متاخرین نے اس کی توجیہ فرمائی ہے کہ تقرب اور ہرولہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تیزی سے گھیرنا ہے، یعنی جس قدر تیزی سے بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بجالاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ آکر اس کو گھیر لیتی ہے اسکو حدیث میں ہرولہ اور مشی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قوله: شبیرا: ای مقدارًا قلیلا. **قوله:** تقربت منه باعاً۔ وهو قدر مد الیدین

قوله: اتیته هرولة، وهو الاسراع فی المشی ای او صل الیه رحمتی بسرعة و صببت علیه الرحمة۔

حدیث شریف میں ذراع، باع شبر اور ہرولہ چار الفاظ مذکور ہیں یہ سب لوگوں کے مقامات ودرجات کے اعتبار

سے اجابت کے مختلف درجات ہیں جو بندہ اللہ کے جتنا زیادہ قریبی ہوتا ہے رحمت خداوندی اسی طرح اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور دریائے رحمت و مغفرت طغیانی و موج اسے آ کر ڈھانپ لیتی ہے۔

(۳۹۴۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنِ اقْتَرَبَ إِلَيَّ شِبْرًا اقْتَرَبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً.

ترجمہ حدیث: فرشتوں کی جماعت میں ذاکرین کا تذکرہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں (وہ میرے بارے میں جیسا گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہوں) اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر اس نے اپنے دل میں یاد کیا تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر اس نے مجھے مجمع میں یاد کیا تو میں بھی اسے ایسے مجمع میں یاد کرتا ہوں جو اس سے بہتر ہوتا ہے، اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہوتا ہوں اور اگر بندہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔

تشریح حدیث:

قولہ: انا عند ظن عبدي: اللہ تبارک و تعالی اپنے بندوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جیسا بندہ اس کے بارے میں گمان کرتا ہے اس حدیث میں بندے کو اس بات کی جانب دعوت دینا ہے کہ وہ اللہ تعالی کے بارے میں حسن ظن رکھے اور یہ یقین رکھے کہ میرا اللہ عظیم رحمت والا وسیع مغفرت والا اور کریم و غفور ہے جب گناہوں میں گرفتار بندہ اپنے رب سے رحمت کی امید رکھے گا تو اللہ تعالی کو سب سے زیادہ رحیم و کریم، غفور، وستار پائے گا، جب بندہ اپنے رب کے بارے میں خیال کرے گا کہ میرا رب گناہوں کو معاف کرنے والا ہے تو اللہ تعالی پاک کی وسیع مغفرت کی چادر میں اسے ضرور جگہ ملے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ وہ کام کرے جو بندہ اس کے ساتھ گمان کرے، علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جانب رجا جانب خوف پر غالب رہنا چاہئے۔

قولہ: وانا معه اذا ذكرني: اى بعلمى اى اكون معه بعلمى لا بجسمى

قولہ: فان ذكرني فى نفسه الخ: اى ذكرنى بالتنزية والتقديس مرا ذكرته بالثواب والرحمة مرا۔

قولہ: ذكرته فى ملأ خير منه: اى فى جماعة الملائكة یعنی جب بندہ اللہ تعالی کو مجمع میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالی اس بندہ کو ملائکہ کے مجمع میں یاد کرتے ہیں جو ان سے بہتر ہیں۔ علامہ ابن بطالؒ کہتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ملائکہ بنی

آدم سے افضل ہیں اور یہی جمہور اہل سنت کا مذہب ہے لیکن جمہور علماء نے ابن بطال کے قول کا تعاقب کیا ہے[1]

(۳۹۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ لَهُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ.

ترجمہ حدیث: روزہ کا بدلہ خدا تعالیٰ خود عطا کرے گا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر عمل (کا ثواب) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے روزہ تو خاص میرے لیے ہے (اس میں ریا کاری کا کوئی دخل نہیں) اس لیے اس کا بدلہ میں خود بندے کو دوں گا۔

تشریح حدیث: ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمام عبادات اور جملہ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور وہی اپنے بندے کو اجر بھی دے گا پھر خصوصیت کے ساتھ صوم کے متعلق کیوں فرمایا کہ اس کا بدلہ میں دوں گا؟

حضرات علماء کرام وشراح عظام اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ (۱) قاضی عیاض وغیرہ نے ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے کہ تمام عبادات واعمال میں ظاہری حرکات وسکنات کا دخل ہوتا ہے اور ان میں ریا ونمود کا احتمال ہوتا ہے اس کے برخلاف روزہ اس کا تعلق نیت اور قبض سے ہوتا ہے جو لوگوں کی نظروں سے مخفی ہوتا ہے اس لیے اس میں ریا کا بالکل دخل نہیں ہوتا ہے بایں وجہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ خود اپنے دست مبارک سے عطا فرمائیں گے، (۲) الصوم لي کا مطلب یہ ہے کہ انه احب العبادات الی وھو المقدم عندی چناں چہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صوم حسنہ عظیمہ ہے جو قوت ملکیہ کو قوی اور قوت بہیمیہ کو ضعیف کر دیتا ہے روح کو صیقل کرنے اور طبیعت کو مقہور کرنے میں یہ بے نظیر چیز ہے، (۳) اس میں اضافت تشریف وتعظیم کے طور پر ہے (۴) یا طعام وشہوات وغیرہ سے استغناء خدا تعالیٰ کی صفات سے میں ہے جب صائم صفات خداوندی کی موافقت کر کے قرب خداوندی حاصل کیا تو وہ اللہ کی نظر میں محبوب بن گیا۔ اس لیے صوم کی اضافت اللہ کی طرف کر کے الصوم لی فرمایا گیا پھر اس پر وانا اجزی به کہا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں جو مطولات میں موجود ہیں وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱۴۰۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت ابو ذر غفاریؓ، اور حضرت

(۱) اهداء الديباجة: ۵/ ۱۷۷

حازم بن حرملہؓ سے منقول ہیں اس باب میں صرف لا حول و لا قوۃ الا باللہ کے کیا فضائل ہیں اور اس کے کیا ثواب ہیں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔

(۳۹۴۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

ترجمہ حدیث: جنت کے خزانے:

حضرت ابوموسیٰؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہتے سنا، تو فرمایا اے عبداللہ بن قیس! (یہ ابوموسیٰ کا نام ہے) کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ یعنی کلمہ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں ضرور بتلایئے، آپ نے فرمایا، کہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

تشریح حدیث: جنت کے خزانے ہونے کا مطلب:

قولہ: کنوز الجنة: ارشاد عالی، لا حول و لا قوۃ جنت کا خزانہ ہے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جنت کا ذخیرہ ہے جو شخص اس کو پڑھے گا اس کو قیامت کے دن وہ ذخیرہ حاصل ہوگا جس دن نہ دنیا کا کوئی خزانہ و مال کام آئے گا اور نہ اولاد اور نہ دوسرے عزیز و اقارب نفع پہنچائیں گے مواھب الجلیل للحطاب میں ہے کنز من کنوز الجنة سے اس عظیم ثواب کی طرف اشارہ ہے جو اس کے پڑھنے والے کو جنت میں حاصل ہوگا علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں: **معنی الکنز هنا انه ثواب مدخر فی الجنة وهو ثواب نفیس کما ان کنز نفس اموالکم** (۱)

لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا مطلب

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی مشیت کے بغیر کوئی حرکت، استطاعت اور حیلہ نہیں کہ آدمی معصیت سے محفوظ رہے جب تک کہ مشیت ایزدی شامل نہ ہوگی کوئی آدمی گناہ و معصیت سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور نہ کسی عبادت و عمل صالح کو انجام دے سکتا ہے **قال اهل اللغة: الحول: الحرکة والحیلة، ای لا حرکة ولا استطاعة ولا حیلة الا بمشیة الله تعالی، وقیل معناه لا حول فی دفع شر ولا قوة تحصیل خیر الا بالله قیل لا حول عن معصیة الله الا بعصمته ولا قوة علی طاعته الخ** (۱)

اس کلمہ کے بارے میں حضرات مشائخ عظام لکھتے ہیں کہ یہ ذکر یعنی لا حول و لا قوۃ کا ذکر اعمال صالحہ اور عبادت

(۱) شرح مسلم: ۹/۳۲ بحوالہ اهداء الدیباجہ۔ (۲) شرح مسلم: ۹/۳۳، بحوالہ اهداء الدیباجہ: ۵/۱۷۹، فتح الباري: ۱۱/۵۰۰

کرنے میں جتنی زیادہ مدد کرتا ہے اوراس ذکر سے جتنی زیادہ برکت حاصل ہوتی ہے اتنی زیادہ کسی اور ذکر سے نہیں ملتی ہے اور اتنی کثرت سے برکت حاصل ہوتی ہے اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ گناہ سے بچنے کی طاقت اور اللہ رب العالمین کی عبادت بجالانے کی قوت صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے اسی کی توفیق سے انسان گناہوں سے بچتا ہے اور اسی ذات واحد کی توفیق سے انسان عبادت وریاضت اور حسنہ اعمال کو بجالاتا ہے اس نعمت کے آگے دنیا کے بڑے بڑے خزانے کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے۔

(۳۹۴۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک عظیم خزانہ نہ بتادوں، میں نے عرض کیا (یارسول اللہ) ضرور بتلایئے، آپ نے فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔

تشریح حدیث: قدمر تفصيله قبل ذالك

(۳۹۴۶) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زَيْنَبَ مَوْلَى حَازِمِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ حَازِمِ بْنِ حَرْمَلَةَ قَالَ مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي يَا حَازِمُ أَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت حازم بن حرملہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حازم! لا حول ولا قوۃ الا باللہ، کثرت سے پڑھا کرو، کیوں کہ یہ جنت کا ایک خزانہ ہے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ یہ کلمہ پڑھے گا اس کے لیے بے بہا اجر وثواب کا خزانہ ہے اور ذخیرہ جنت میں محفوظ کیا جائے گا جس سے وہ آخرت میں اسی طرح سے فائدہ اٹھائے گا جس طرح عند الضرورت محفوظ خزانوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ کا منشاء اس لفظ سے کلمہ کی عظمت اور قدر و قیمت بتانا ہے یعنی یہ جنت کے خزانوں کے جواہرات میں سے ایک عظیم الشان جوہر ہے کسی چیز کو بہت قیمتی بتانے کے لیے یہ بہترین تعبیر ہوسکتی ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب۔

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الدُّعَاءِ

الدعاء: دعا یہ دعا یدعو دعوۃ و دعاء کا مصدر ہے، دعا کے معنی پکارنے اور عاجزی کے ساتھ مانگنے کے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں دعاء ایک خاص عبادت ہے جو صرف اللہ ہی سے جائز ہے گویا اصطلاح شریعت میں اپنے خالق و مالک سے مانگنا دعاء ہے، اور یہ ایک عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز اور اصل اصیل ہے ارشاد نبوی ہے الدعاء مخ العبادۃ، نیز قرآن کریم میں بھی اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو اپنے مانگنے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالی ہے ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور اس کو عبادت قرار دیا ہے چناں چہ ارشاد ربانی ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ [1] بے شک جو لوگ میری عبادت سے اعراض کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل کر کے داخل کئے جائے گے اس آیت میں دعا پر عبادت کا اطلاق کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ دعا ایک عبادت ہے لہٰذا جس طرح نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ دیگر تمام عبادتیں غیر اللہ کے لیے جائز نہیں ہیں اسی طرح دعا بھی غیر سے کرنا جائز نہیں ہے غیر سے مانگنا اس کے سامنے عاجزی وانکساری، گریہ وزاری اور خشوع وتذلیل کے ساتھ دعا کرنا جائز نہیں ہے یہ شرک ہے دعا صرف اللہ تعالی سے کی جائے گی۔

علامہ عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ دعاء سب کے سب بہتر ہے عبادت اور حسن عمل ہے اور اللہ تعالی اس شخص کے عمل کو ضائع نہیں کرتا ہے جو اچھا عمل کرے، اور دعا بھی چوں کہ حسن عمل ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالی اس کو بھی ضائع نہیں فرمائے گا، حدیث شریف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ما اخاف ان احرم الاجابۃ میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اجابت دعا سے محروم کر دیا جاؤں گا، ولکنی اخاف ان احرم الدعاء البتہ اس کا خوف ہے کہ کہیں دعا ہی سے محروم نہ کر دیا جاؤں، اللہ تعالی اپنے ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس سے دعا کرتے ہیں اس کے سامنے گریہ وزاری کر کے دست سوال دراز کرتا ہے اس لیے کہ مومن کا اپنے رب سے تضرع وخشوع کے ساتھ دعا کرنا اس کے سامنے رونا، بلبلانا اس کی صحت اعتقاد اور قوت یقین کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی تمام صفات کمالیہ سے متصف ہے وہ مجیب ہے، علیم ہے، قادر ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے، رزاق ہے، کریم ہے، وہاب عظیم ہے مجیب دعا المضطرین ہے اسی یقین کامل اور اعتقاد محکم کی وجہ سے صرف اللہ کی طرف متوجہ ہوا تاکہ اس کے کرب والم اور تکالیف وشدائد کو دور کر دے، اور اس کی دعا کو قبول کرے، گویا اس کے دل ودماغ میں توحید رچ بس چکا ہے۔

(۱) سورۃ المومن رقم آیت ۶۰

سکوت افضل ہے یا دعا:

حضرات علماء کرام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ سکوت افضل ہے یا دعاء جمہور اہل علم کے نزدیک دعا کرنا اور حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے خدا کے سامنے دست سوال دراز کرنا افضل ہے کیوں کہ دعا ایک عبادت ہے بلکہ تمام عبادتوں کا مغز اور جڑ ہے نیز دعا میں اپنی عبدیت، بندگی، خاکساری، عاجزی تذلل، تخشع اور بے کسی اور بے بسی کا اظہار ہوتا ہے اس لیے دعا افضل ہے دعا نہ کرنے اور استکبار اعراض کرنے پر شدید وعید وارد ہوئی ہے، نیز رسول اکرم ﷺ اور سلف صالحین سے دعا کرنا منقول ہے محدثین نے بقاعدہ اس پر ابواب باندھے ہیں اور سینکڑوں احادیث اس کے ذیل میں جمع کردی ہیں جو دعا کی افضلیت پر دال ہیں۔

بعض حضرات کے نزدیک دعا کرکے قضاء الٰہی کے ماتحت رضاء وتسلیم افضل ہے اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے بندے کی ضروریات سے باخبر ہے اس کی مشکلات ومصائب سے واقف ہے لہٰذا اللہ خود عطا فرمائے گا کما قال النبی ﷺ خبراً عن اللہ تعالی من شغله ذکری عن مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ زبان پر دعا ہونا اور قلب میں رضاء وتسلیم ہونا ہی واجب ہے تا کہ دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو جائے (۱)

دعا کے آداب واصول:

علماء کرام نے قرآن وحدیث سے اخذ کرکے دعا کے مختلف آداب واصول بیان کئے ہیں ان میں سے چند آداب حسب ذیل ہیں۔

(۱) دعا سے قبل کسی عمل صالح کو مقدم کرنا

(۲) استقبال قبلہ ہو کر دو زانوں ہو کر بیٹھ کر دعا کرنا

(۳) دعاؤں کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی خوب زیادہ حمد وثنا، بیان کرنا۔

(۴) دعاء کے اول وآخر میں رسول پاک ﷺ پر درود شریف پڑھنا

(۵) نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کرنا

(۶) دعاء کے وقت پورے طور پر قلب کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا غفلت وبے اعتنائی بالکل نہ ہونا۔

(۷) دعاء کے وقت دونوں ہاتھوں کے سینہ کے برابر تک اٹھانا۔

(۸) دعاء میں ہاتھ کی ہتھیلی کا رخ چہرے کی طرف رکھنا۔

---

(۱) مستفاد تنظیم الاشتات: ۲/ ۵۷

(۹) حق تعالی کے اسماء حسنی کے توسل سے سوال کرنا
(۱۰) دعا میں آواز کو پست رکھنا
(۱۱) اپنے گناہوں کا اقرار کر کے صدق دل سے توبہ کرنا
(۱۲) پورے یقین وثوق کے ساتھ اللہ تعالی سے مانگنا (دل میں بالکل کامل یقین رکھنا کہ جو کچھ مانگ رہا ہوں اللہ تعالی ضرور عطا فرمائے گا
(۱۳) کسی امر محال اور گناہ کے متعلق دعا نہ کرنا
(۱۴) بالکل اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دعا کرنا۔
(۱۵) اکل وشرب اور لباس میں حرام سے بچنا۔

مذکورہ بالا تمام آداب واصول کی رعایت کر کے دعا مانگی جائے تو اللہ تبارک وتعالی اپنے بندے کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

دعا کے عدم قبولیت کے اسباب:

علامہ مناوی فیض القدیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ابراہیم بن ادہمؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا شرف قبولیت سے ہم کنار ہی نہیں ہوتی، جبکہ ارشاد ربانی ہے اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ ؕ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اس کے باوجود دعا قبول نہیں ہوتی ہے آخر کیا وجہ ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا اس لیے کہ تمہارے قلوب مردہ ہو چکے ہیں فرمایا کس چیز نے دلوں کو مردہ کر دیا؟ فرمایا آٹھ خصلتیں ایسی ہیں جنہوں نے تمہارے قلوب کو مردہ بنا دیا ہے۔

(۱) عرفتم حق الله فلم تقوموا به: حقوق الہی کو پہچاننے کے باوجود تم نے اللہ کے حق کو ادا نہیں کیا۔
(۲) وقرأتم القرآن فلم تعملوا بحدوده تم نے قرآن مجید کو پڑھا لیکن اس کے باوجود اس کے حدود پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔
(۳) وقلتم نحب رسول الله ﷺ وتركتم سنته حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق نبی کا دعوی ہے لیکن عمل سنت رسول کے خلاف ہے۔
(۴) وقلتم نخشى الموت فلم تستعدوا له تم کہتے ہو کہ موت سے ہم ڈرتے ہیں لیکن اس کے باوجود موت کے بعد کام آنے والے اعمال کی تیاری نہیں کرتے۔
(۵) اللہ تعالی فرماتا ہے ان الشيطان لكم عدو، شیطان بلاشبہ تمہارا دشمن ہے فواطأتموه على المعاصي۔ لیکن پھر بھی تم نے معصیت پر اس کی موافقت کی۔

(۹) حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے توسل سے سوال کرنا

(۱۰) دعا میں آواز کو پست رکھنا

(۱۱) اپنے گناہوں کا اقرار کر کے صدق دل سے توبہ کرنا

(۱۲) پورے یقین وثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگنا (دل میں بالکل کامل یقین رکھنا کہ جو کچھ مانگ رہا ہوں اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرمائے گا

(۱۳) کسی امر محال اور گناہ کے متعلق دعا نہ کرنا

(۱۴) بالکل اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دعا کرنا۔

(۱۵) اکل وشرب اور لباس میں حرام سے بچنا۔

مذکورہ بالا تمام آداب واصول کی رعایت کر کے دعا مانگی جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

دعا کے عدم قبولیت کے اسباب:

علامہ مناوی فیض القدیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ابراہیم بن ادہمؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا شرف قبولیت سے ہم کنار ہی نہیں ہوتی، جبکہ ارشاد ربانی ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ؕ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اس کے باوجود دعا قبول نہیں ہوتی ہے آخر کیا وجہ ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا اس لیے کہ تمہارے قلوب مردہ ہو چکے ہیں فرمایا کس چیز نے دلوں کو مردہ کر دیا؟ فرمایا آٹھ خصلتیں ایسی ہیں جنہوں نے تمہارے قلوب کو مردہ بنا دیا ہے۔

(۱) عرفتم حق الله فلم تقوموا به: حقوق الٰہی کو پہچاننے کے باوجود تم نے اللہ کے حق کو ادا نہیں کیا۔

(۲) وقرأتم القرآن فلم تعملوا بحدوده تم نے قرآن مجید کو پڑھا لیکن اس کے باوجود اس کے حدود پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔

(۳) وقلتم نحب رسول الله ﷺ وتركتم سنته حب رسول ﷺ اور عشق نبی کا دعوی ہے لیکن عمل سنت رسول کے خلاف ہے۔

(۴) وقلتم نخشى الموت فلم تستعدوا له تم کہتے ہو کہ موت سے ہم ڈرتے ہیں لیکن اس کے باوجود موت کے بعد کام آنے والے اعمال کی تیاری نہیں کرتے۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الشيطان لكم عدو، شیطان بلاشبہ تمہارا دشمن ہے فواطأتموه على المعاصي۔ لیکن پھر بھی تم نے معصیت پر اس کی موافقت کی۔

(۶) وقلتم نخاف النار فارهقتم ابداً الکم فیها: تم کہتے ہو کہ ہمیں جہنم سے ڈر ہے لیکن پھر بھی اپنے جسم کو اس میں داخل کرتے ہو۔

(۷) وقلتم نحب الجنۃ۔ ولم تعملوا لھا حب جنت کا دعوی ہے لیکن اس کے واسطے عمل نہیں۔

(۸) واذا قمتم من فرشکم رمیتم بعیوبکم وراء ظھورکم وقدمتم عیوب الناس امامکم فاسخطتم ربك فکیف یستجیب لکم (۱) تم اپنے بستروں سے اٹھنے کے بعد اپنے عیوب کو پس پشت ڈال کر، اور دوسروں کے عیوب ونقائص کو سامنے رکھ کر اپنے رب کو ناراض کرتے ہو پھر کس طرح وہ تمہاری دعاء قبول کرے گا۔

اجتماعی دعاء کی شرعی حیثیت:

لاریب دعا ایک عبادت اور مومنین کے لیے عظیم الشان ہتھیار ہے اس کی وہی کیفیت اور ہیئت عند اللہ مقبول ہے جو رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام سے منقول ہے اور حضرات سلف کا معمول ہے، دعا کی یہ ہیئت کہ امام زور زور سے باآواز بلند دعائیں پڑھیں اور مقتدی اس پر آمین کہیں، خاص خاص مواقع کے علاوہ آپ سے ثابت نہیں، اس سے دعا کا انفرادی عمل اجتماعی صورت اختیار کر لیتا ہے دعاؤں کا اس درجہ اہتمام والتزام قرون مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں جو آج کل ہمارے یہاں مسجدوں میں مروج ہے اسی لیے بہت محقق اہل علم نے اس مروجہ طریقہ دعا کو ناپسند کیا ہے، علامہ اسحاق شاطبی نے ایک سے زیادہ مقامات پر اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فقد حصل ان الدعاء بھیئۃ الاجتماع دائماً لم یکن فعل رسول اللہ ﷺ کما لم یکن قولہ واقرارہ (۲)

حاصل یہ ہے کہ ہمیشہ اجتماعی طور پر دعا کرنا نہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا اور نہ آپ ﷺ کا قول اور نہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے سکوت فرمایا ہو۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ صاحب معارف السنن ماضی قریب کے ان علماء میں سے تھے جنہوں نے فقہ حنفی کو تقویت پہنچانے کی خوب خوب سعی کی وہ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قد راج فی کثیر من البلاد الدعاء بھیئۃ اجتماعیۃ رافعین ایدیھم بعد الصلوات المکتوبۃ ولم یثبت ذالك فی عھدہ ﷺ وبالاخص بالمواظبۃ نعم ثبتت ادعیۃ کثیرۃ بالتواتر بعد المکتوبۃ ولکنھا من غیر رفع الایدی ومن غیر ھیئۃ اجتماعیۃ (۳)

بہت سے شہروں میں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا رواج ہو گیا ہے، عہد نبوی ﷺ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، خاص مواظبت، اور پابندی کے ساتھ، ہاں فرض کے بعد بہت سی دعائیں تواتر سے ثابت ہیں لیکن بغیر ہاتھ

(۱) فیض القدیر: ۳/۲۴۷ باب ۳ (۲) الاعتصام: ۱/۳۵۲ بحوالہ قاموس الفقہ: ۳/۲۱۵ (۳) قاموس الفقہ: ۳/۲۱۵

اٹھائے ہوئے، اور انفرادی طریقہ پر نہ کہ اجتماعی۔
ایک اور موقع پر اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:
غير انه يظهر بعد البحث والتحقيق انه وان وقع في ذالك احياناً عند حاجات خاصة لم تكن سنة مستمرة له ﷺ ولا للصحابة والا لكان ان ينقل تواتراً(۱)
لیکن بحث تحقیق کے بعد یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اگر چہ کبھی کبھی خصوصی طور پر نماز کے بعد دعا کی گئی ہے لیکن یہ آپ ﷺ یا صحابہؓ کی سنت مستمرہ نہیں تھی اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ یہ بات تواتر کے ساتھ نقل کی گئی ہوتی۔
یہی رائے علامہ کشمیریؒ کی بھی تھی۔۔ فی زمانا نمازوں کے بعد دعاؤں کا اہتمام والتزام اس درجہ ہے کہ بجائے خود یہ (دعائیں نماز کا جزء بن گئی ہیں، اور اگر کوئی امام کبھی دعا نہ کرے تو اس کی خیر نہیں، اور یہ اصول اہل علم کے نزدیک مسلم ہے جو چیز واجب نہ ہو اس کو واجب کا درجہ دیدینا اور اس کا اس درجہ اہتمام کرنا جو ثابت نہ ہو، اس کے بدعت ہونے کے لیے کافی ہے پس ضرورت ہے کہ علماء کرام وائمہ مساجد اس مسئلہ پر توجہ دیں اور اس عمل کو اتنی تقویت نہ دیں کہ ان کا یہ فعل بدعت کے زمرے میں داخل ہو جائے (۲)۔
دعاء کے موضوع پر ہمارے رفیق محترم، مخلص و ہمدم حضرت مولانا موسی صاحب القاسمی مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ کشاف العلوم کیرالہ معرکۃ الآراء نفیس وعمدہ اور بہت ہی کارآمد کتاب تصنیف فرما رہے ہیں جو اس وقت تکمیل کے مرحلے سے گزر رہی ہے شائقین حضرات اس کتاب کا مطالعہ کر کے اپنی علمی تشنگی کو بجھا سکتے ہیں اور سیر حاصل معلومات سے اپنے دل ودماغ کو مزین کر سکتے ہیں وما توفیقی الا باللہ۔

(۱۴۰۹) بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل میں تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں اس باب میں اپنے خالق ومالک رازق وہادی اللہ رب العالمین کے سامنے تذلل وتخشع اور آہ وزاری کے ساتھ دعا کرنے اور اس کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی فضیلت کا بیان اور اجر وثواب کا بیان ہے۔

(۳۹۴۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَدْعُ اللَّهَ غَضِبَ عَلَيْهِ.

ترجمۂ حدیث: باری تعالیٰ سے نہ مانگنا غضب الٰہی کا موجب

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعاء نہیں کرتا ہے اللہ

(۱) معارف السنن: ۳/۴۰۹ (۲) قاموس الفقہ: ۳/۴۱۵

تعالی اس پر غصہ ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

اللہ تعالی اپنے ان بندوں کو محبوب رکھتے ہیں جو اس کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں اور اس سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کراتے ہیں اور اپنے ان بندوں سے بہت خوش ہوتے ہیں جو اس کے سامنے رو رو کر اور گڑ گڑا کر دعائیں مانگتے ہیں اور جو بندے استکبار و عجب اور غرور میں آ کر دعا سے اعراض کرتے ہیں اور اپنے مالک و مولی کے سامنے روتے نہیں، اپنی ضروریات کی تکمیل کی درخواست نہیں، ان پر بہت غصہ اور ناراض ہوتے ہیں وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝ ان کے واسطے اس آیت کریمہ میں سخت وعید بیان فرمائی ہے اس لیے مومن کو چاہیئے کہ اپنی ضروریات کی تکمیل کی درخواست صرف باری تعالی کے سامنے پیش کرے جو قاضی الحاجات ہے۔

(٣٩٤٨) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَرِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ يُسَيْعٍ الْكِنْدِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ.

ترجمہ حدیث: دعاء ایک عبادت ہے:

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے پھر یہ آیت کریمہ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا تمہارے پروردگار نے کہا تم مجھ سے دعاء کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے بطور مبالغہ فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے، کیوں کہ دعاء وہ عظیم الشان اور رفیع المکان عبادت ہے جس میں بندہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالی کی ذات کے علاوہ ہر ایک ذات سے بے نیاز و بے پرواہ ہو جاتا ہے اللہ کی ذات کے علاوہ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی سے امید رکھتا ہے پھر یہ کہ دعاء میں اخلاص وللہیت ہوتی ہے خداوند قدوس کی حمد وثناء اور اس کی ستائش اور شکر گزاری ہوتی ہے اور اپنی عبدیت و بندگی کا اظہار نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ کرتا ہے اور اپنے رب کی الوہیت اور ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کرتا ہے اس معنی کے اعتبار سے اس کو عبادت کہا گیا ہے اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بطور دلیل قرآن کریم کی آیت تلاوت فرمائی تا کہ معلوم ہو جائے کہ دعا مامور بہ ہے

اور اس کی تعمیل پر اجر وثواب ہے ظاہر ہے کہ جو چیز اس درجہ کی ہوتی ہے وہ عبادت ہی کہلاتی ہے جس آیت کو آپ نے تلاوت فرمایا اس کا آخری حصہ بھی اس بات پر دال ہے کہ دعا عبادت ہے، آیت ماقبل میں گزر چکی ہے۔

(۳۹۴۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الدُّعَاءِ.

ترجمۂ حدیث: عند اللہ دعاء سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں۔

تشریح حدیث:

ماسبق کی احادیث سے جب یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ دعا عین عبادت ہے اور ایک روایت کے مطابق دعا تمام عبادتوں کا مغز ہے اور دعا ہی انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے تو یہ بات از خود متعین ہوگئی کہ انسانوں کے اعمال وافعال اور اقوال میں دعا ہی سب سے زیادہ قیمتی ہے اور اللہ کی رحمت وعنایت کو کھینچنے کی سب سے زیادہ طاقت اسی میں ہے گویا اس میں ایک مقناطیسی صلاحیت ہے جو رب تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کو کھینچ لاتی ہے۔ اس لیے یہ سب سے مکرم ومحبوب ہے

(۱۴۱۰) بَابُ دُعَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ بکثرت دعائیں کرتے تھے۔

(۳۹۵۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ سَنَةَ إِحْدَى وَثَلَاثِينَ وَمِائَتَيْنِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ فِي سَنَةِ خَمْسٍ وَتِسْعِينَ وَمِائَةٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ فِي مَجْلِسِ الْأَعْمَشِ مُنْذُ خَمْسِينَ سَنَةً حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ الْجَمَلِيُّ فِي زَمَنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُكَتِّبِ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ الْحَنَفِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا لَكَ ذَكَّارًا لَكَ رَهَّابًا لَكَ مِطْيعًا إِلَيْكَ مُخْبِتًا إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي وَاغْسِلْ حَوْبَتِي وَأَجِبْ دَعْوَتِي وَاهْدِ قَلْبِي وَسَدِّدْ لِسَانِي وَثَبِّتْ حُجَّتِي وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الطَّنَافِسِيُّ قُلْتُ لِوَكِيعٍ أَقُولُهُ فِي قُنُوتِ الْوِتْرِ قَالَ نَعَمْ.

ترجمۂ حدیث: ایک جامع دعاء رسول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی دعا میں یوں کہا کرتے تھے رب اعنی و لا تعن علی الخ رباّ! میری مدد فرمایئے، اور میرے خلاف (کسی دشمن کی) مدد نہ فرمایئے، میری نصرت فرمایئے اور میرے خلاف (کسی دشمن کی نصرت نہ فرمایئے، میرے لیے تدبیر کیجئے، اور میرے خلاف تدبیر نہ فرمایئے اور مجھے راہ ہدایت پر قائم رکھئے، اور ہدایت کو میرے لیے آسان کر دیجئے، اور جو میری مخالفت کرے اس کے خلاف میری نصرت و مدد فرمایئے۔ ربا! مجھے اپنا شکر گزار بنا لیجئے، آپ اپنے ذکر کرنے والا، اپنے لیے رونے والا، گڑ گڑانے والا، اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا لیجئے، ربا! میری توبہ قبول فرمائیں اور میرے گناہ دھوڈالیے، اور میری دعا کو قبول عطا فرمایئے، میرے دل کو راہ راست پر ثابت رکھئے، اور میری زبان کو درست کر دیجئے، میری محبت کو مضبوط کر دیجئے، اور میرے دل کے کینے کو باہر نکال دیجئے۔۔ ابوالحسن طنافسی کہتے ہیں کہ میں نے وکیع سے کہا کہ میں وتر میں یہ دعا پڑھ لیا کروں؟ انہوں نے جواب دیا ہاں، (پڑھ لیا کرو)

تشریح حدیث:

قوله: و امکرلی ولا تمکر علی: صاحب عون المعبود شمس الحق عظیم آبادی نے شارح مشکوۃ علامہ طیبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مکر کے معنی خداع اور فریب کے ہیں، لیکن جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے دشمنان دین اسلام پر ایسی جگہ سے مصیبتوں اور بلاؤں کا اترنا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ ہو۔ بعض حضرات نے مکر کے معنی استدراج العبد بالطاعہ سے کی ہیں یعنی طاعت وعبادت کے ذریعہ بندے کو ڈھیل دینا: یہاں تک بندہ یہ خیال کرنے لگے اس کی عبادت عند اللہ مقبول ہورہی ہے حالاں کہ وہ مردود ہے، ابن الملک کہتے ہیں کہ دشمن کو دور کرنے کے لیے حیلہ اور غور وفکر اس طرح کرنا کہ دشمن کو شعور تک نہ ہو مکر کہلاتا ہے، المکر الخداع وهو بحمد الله ایقاع بلائه باعدائه من حیث لا یشعر وحد، وقیل استدراج العبد بالطاعة فیتوهم منها مقبولة وهی مردودة۔ وقال ابن الملك: المكر: الحيلة والفكر فی دفع عدو بحيث لا يشعر به العدو (۱)

قوله مخبیاً: ای خاشعاً و متواضعاً مطیعاً الاخبات الخشوع والتواضع،

قوله: اوّاها: ای کثیر التاوه المتضرع کثیر البکاء۔ وقیل الکثیر الدعاء،

قوله: منیبا: من الانابة: ای الرجوع الی الله تعالی بالتوبة توبہ کے ذریعہ اللہ کی جانب رجوع کرنا۔

قوله: واغسل جوبتي: الحوبة۔ الزَّلَة۔ لغزش الخطيئة۔ غلطی۔ الحوب۔ الاثم۔ گناہ

قوله: واسلل سخیمة۔ السخیمة۔ الحقد فی النفس۔ ای اخرج الحقد من قلبی علماء نے لکھا ہے کہ یہ

(۱) عون المعبود: ۳۷۵/۴ بحوالہ اهداء الدیباجہ: ۱۸۷/۵

حدیث مسلسل بالتاریخ ہے۔

(٣٩٥١) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَتْ فَاطِمَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ لَهَا مَا عِنْدِي مَا أُعْطِيكِ فَرَجَعَتْ فَأَتَاهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَقَالَ الَّذِي سَأَلْتِ أَحَبُّ إِلَيْكِ أَوْ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ فَقَالَ لَهَا عَلِيٌّ قُولِي لَا بَلْ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ فَقَالَتْ فَقَالَ قُولِي اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.

ترجمہ حدیث: حضرت فاطمہؓ کو ایک عمدہ دعا کی تعلیم

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ خدمت عالیہ میں ایک خادمہ مانگنے کے لیے حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا میری خادمہ نہیں ہے کہ میں تجھے دوں، چناں چہ حضرت فاطمہؓ واپس ہوگئیں پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا (اے فاطمہ!) جو تم نے سوال کیا ہے وہ تمہیں زیادہ پسند ہے یا پھر اس سے بہتر چیز تمہیں پسند ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ کہو مجھے غلام سے بہتر چیز پسند ہے چناں چہ حضرت فاطمہؓ نے یہی عرض کیا، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہو۔

اللهم رب السماوات السبع ورب العرش العظيم، ربنا ورب كل شئى منزل التوراة والانجيل والقرآن العظيم۔ انت الاول فليس قبلك شئي، وانت الآخر فليس بعدك شيئ وانت الظاهر فليس فوقك شيئى وانت الباطن فليس دون شيئى اقض عنا الدين واغتنا من الفقر۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں کا رب عرش عظیم کا رب اے ہمارے رب اور ہر شئی کا رب، تورات، انجیل، اور قرآن عظیم کو نازل کرنے والے آپ ہی اول ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں آپ ہی آخر ہیں آپ کے بعد کچھ نہ ہوگا آپ ظاہر غالب ہیں آپ سے اوپر کوئی چیز نہیں، آپ باطن ہیں آپ سے بڑھ کر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ہمارے قرض ادا فرما دیجئے، اور ہمیں فقر و فاقہ سے غنا عطا فرما دیجئے۔

تشریح حدیث:

آپ اول ہیں بلا ابتداء کے اور آپ آخر ہیں بلا انتہا کے، آپ ظاہر ہیں الظاہر اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم ہے۔

ظہور سے ماخوذ ہے بمعنی اقہر غلبہ اور کمال قدرت کے ہیں کہا جاتا ہے ظهر فلان علی فلان فلان پر غالب آ گیا بعض نے کہا ظاہر اس ذات کو کہتے ہیں جو دلائل قطعیہ سے ظاہر و باہر ہو۔

الباطن: جو تمام مخلوقات سے مخفی ہو، بعض نے کہا اس کے معنی ہیں اسرار و خفیات کو جاننے والا ہو۔ دلوں کے راز سے واقف کار۔

قوله: اقض عنا الدین: امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں کہ لفظ دین سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تمام قسمیں ہیں۔ یحتمل ان المراد بالدین هنا حقوق الله تعالی و حقوق العباد کلها من جمیع الانواع (۱)

(۳۹۵۲) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى.

ترجمہ حدیث: ہدایت تقوی اور پاکدامنی کا سوال:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعا کرتے تھے۔ اللهم انی اسالك الهدی والتقی والعفاف والغني۔

ربا! میں آپ سے ہدایت، تقوی، پاک دامنی، اور غنی کا سوال کرتا ہوں۔

تشریح حدیث:

قوله: والعفاف والغني۔ العفاف والعفة۔ ناجائز اور غیر مباح امور سے بچنا اور اس سے باز آجانا، پاک دامنی

قوله: الغني: اس سے مراد غنی النفس ہے یعنی لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں اس سے بے نیازی والغنی هنا غنی النفس، والاستغناء عن الناس وعما فی ایدیهم۔

(۳۹۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ.

ترجمہ حدیث: علم میں اضافہ اور علم نافع کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

(۱) شرح مسلم: ۹/ ۴۴، بحوالہ اهداء: ۵/ ۱۸۷

اللهم انفعني بما علمتني وعلمني ما ينفعني، وزدني علماً، والحمد لله على كل حال، واعوذ بالله من عذاب النار.

ربا! جو علم آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے اس سے نفع عطا فرمایئے، اور مجھے ایسا علم عطا فرمایئے جو میرے لیے نافع ہو، اور میرے علم میں اضافہ فرما دیجئے، اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وستائش ہے اور میں پناہ چاہتا ہو اللہ کی جہنم کی آگ سے۔

تشریح حدیث:

یہ علم وعمل کی دعا ہے اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے علم وعمل اور زیادتی علم کی دعا کی، علم ہی ایک ایسی دولت ہے جس کی زیادتی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے دعا کرنے کا حکم دیا قل رب زدني علما آپ کہیے ربا! میرے علم میں اضافہ فرمایئے نیز انسان پر چوں کہ ہر وقت اللہ کی نعمت برستی رہتی ہے ہر سانس کا خروج ودخول اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے اس لیے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی مدح وتعریف میں رطب اللسان رہنا چاہیئے اور عذاب نار سے حفاظت کی دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے۔ رسول اللہ اس حدیث سے اپنی امت کو تعلیم دے رہے ہیں کہ اس دعا کو اپنا حرز جان بنالیں اور ہر نماز کے بعد اس کو اپنا معمول بنالیں اس لیے جب عمل کے ساتھ علم صحیح ہوگا اور علم صحیح کے ساتھ عمل صالح ہوگا تو وہ عند اللہ محبوب وپسندیدہ ہے۔

(۳۹۵۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ تَخَافُ عَلَيْنَا وَقَدْ آمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ بِمَا جِئْتَ بِهِ فَقَالَ إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ يُقَلِّبُهَا وَأَشَارَ الْأَعْمَشُ بِإِصْبَعَيْهِ.

ترجمہ حدیث: دین اسلام پر ثابت قدمی کی دعا:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللهم ثبت قلبي على دينك: ربا! تو میرے دل کو اپنے دین (اسلام) پر ثابت قدم فرما۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمارے بارے میں خوف کر رہے ہیں؟ حالاں کہ ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور جو دین (اسلام) آپ لے کر آئے ہیں ہم اس کی تصدیق کر چکے ہیں، رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بے شک دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ اس کو پلٹ دیتے ہیں حدیث کے راوی اعمش نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ بھی کیا۔

تشریح حدیث:

دلوں کے رحمان کی انگلیوں کے درمیان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دلوں پر اللہ تعالیٰ کا مکمل قبضہ اور کنٹرول حاصل ہے

جس طرح چاہتا ہے اس کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے اس لیے دین اسلام اور صراط مستقیم پر ثابت قدمی کی دعا برابر کرتے رہنا چاہئے، جب نبی ثابت قدمی کی دعا کر رہے ہیں تو ہم جیسے سیہ کار اور گنہ گار تو اس کا حد درجہ محتاج ہیں لہٰذا ہمیں بھی اس کا معمول بنانا چاہئے۔

(۳۹۵۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.

ترجمۂ حدیث: مغفرت کی دعا:

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا (یا رسول اللہ!) مجھے ایسی دعا سکھلا دیجئے کہ میں اپنی نماز میں اس کے ذریعہ دعا کروں؟ آپ نے فرمایا کہو:

اللهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم۔

ربا! بے شک میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا، صرف آپ ہی گناہوں کی مغفرت کرنے والے ہیں لہٰذا میری مغفرت فرما دیجئے، اپنی بارگاہ سے، خصوصی مغفرت اور بخشش، اور مجھ پر رحم فرمائیے بلاشبہ آپ بہت زیادہ بخشنے والے اور مہربان ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: ظلمت نفسي: اس میں اس جانب اشارہ ہے ہر انسان گناہ اور غلطی کا مجموعہ ہے کوئی بھی آدمی تقصیر و خطا سے پاک نہیں خواہ وہ صدیق ہی کیوں نہ ہو، **قوله: ولا یغفر الذنوب الا انت:** اس جملہ میں درحقیقت توحید باری تعالی اور وحدانیت خداوندی کا اقرار و اعتقاد ہے اور اللہ پاک ہی سے مغفرت کو چاہنا ہے **قوله: مغفرة من عندك:** شارح مشکوۃ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ مغفرةً نکرہ لایا گیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مطلوب غفران عظیم ہے جس کی حقیقت وکنہ کا ادراک نہیں کیا جا سکتا ہے، نیز اس میں من عندك یعنی یہ آپ کی طرف سے ہو یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو مغفرت اللہ تعالی کی طرف سے ہوگی کوئی وصف اس کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے، لہٰذا میرے ساتھ مغفرت کا معاملہ فرما دیجئے۔

علامہ ابن دقیق العید کا قول:

علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ اس میں دو معانی کا احتمال ہے:

(۱) اس سے توحید مذکور کی طرف اشارہ ہو کہ مغفرت آپ کے علاوہ کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا ہے لہٰذا میرے ساتھ

مغفرت کا معاملہ فرما دیجئے۔

(۲) من عندك کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ میری مغفرت آپ محض اپنے فضل وکرم اور رحمت خاصہ سے فرما دیجئے میرا عمل اس قابل نہیں کہ اس کے توسط سے مغفرت طلب کروں بس فضل فرما دیجئے آپ کے فضل وعنایت ہی سے مغفرت ہو سکتی ہے ابن الجوزی نے اسی پر جزم کا اظہار کیا ہے اور صاحب اہداء الدیباجہ اس کو حسن قرار دیا ہے (۱)

قوله: انك انت الغفور الرحيم۔ اس میں جہت مقابلہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی دو صفت کا ذکر ہے، الغفور۔ اغفرلی کے مقابلے میں اور الرحیم ارحمنی کے مقابلے میں ہے اس کو مقابلہ مرتبہ کہتے ہیں۔

قول: ادعو به في صلاتي:

یہ دعا نماز میں کب پڑھی جائے گی؟ اس میں تین اقوال ہیں:

(۱) عقب التشهد، یعنی التحیات کے بعد یہ دعا پڑھی جائے گی، بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ملا علی قاری بھی اسی کے قائل ہیں نیز امام بخاری نے بھی باب الدعاء قبل السلام میں اس کو ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی بعد التشہد یہ دعا پڑھی جائیگی۔

(۲) ابن دقیق العید شرح العمدہ میں فرماتے ہیں کہ بغیر تعیین کے جہاں چاہے نماز میں اس کو پڑھ سکتے ہیں۔

(۳) اس بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ اس کی جگہ تو سجود ہے یا پھر تشہد کے بعد کیوں کہ یہی دو جگہیں ہیں جہاں دعا کرنے کا حکم ہے سجود میں دعا کرنے کے بارے میں ارشاد نبوی ہے واما السجود فاجتهدو فيه الدعاء اور تشہد کے متعلق ارشاد ہے وليختر بعد ذالك من المسألة ماشاء۔ معلوم ہوا کہ اس دعاء کے پڑھنے کا محل نماز میں یا تو سجود ہے یا پھر تشہد کے بعد، راجح قول کے مطابق یہ دعا تشہد کے بعد پڑھی جائے گی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب۔

(۳۹۵۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَصًا فَلَمَّا رَأَيْنَاهُ قُمْنَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا كَمَا تَفْعَلُ أَهْلُ فَارِسٍ بِعُظَمَائِهَا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ دَعَوْتَ اللهَ لَنَا قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَتَقَبَّلْ مِنَّا وَأَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَأَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهُ قَالَ فَكَأَنَّمَا أَحْبَبْنَا أَنْ يَزِيدَنَا فَقَالَ أَوَلَيْسَ قَدْ جَمَعْتُ لَكُمُ الْأَمْرَ.

ترجمۂ حدیث: رسول اکرم ﷺ کی ایک دعا:

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے جبکہ آپ ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے

(۱) اهداء الديباجه: ۵/۱۸۸

ہوئے تھے جب ہم نے آپ کو دیکھا تو (تعظیماً و ادباً) کھڑے ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: ایسا مت کرو جیسا کہ اہل فارس اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ ہمارے حق میں دعا فرما دیجئے تو آپ نے دعا فرمائی۔

اللھم اغفر لنا وارحمنا، وارض عنا وتقبل منا وادخل الجنة ونجنا من النار واصلح لنا شاننا کله.

ربا! ہماری مغفرت فرما ہم پر رحم فرما تو ہم سے راضی ہو جا، اور تو ہماری عبادت قبول فرما کر، ہمیں جنت میں داخل فرما، اور ہمیں جہنم سے نجات عطا فرما، اور ہمارے تمام کاموں کو درست عطا فرما۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے چاہا کہ آپ ہمارے لیے مزید دعا فرمائیں، تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تمہارے لیے ہر لحاظ سے جامع دعا نہ کر دی، (یعنی یقیناً کر دی)

تشریح حدیث: قیام تعظیمی کا شرعی حکم:

قول: لاتفعلوا کما تفعل اھل فارس: ملک فارس میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی بااثر صاحب وجاہت اور زمام اقتدار وحکومت سنبھالنے والا میں سے کوئی آتا تو لوگ کھڑے ہو جاتے، اور تعظیماً و ادباً ان کے سامنے اردگرد کھڑے ہو جاتے جیسا کہ آج کل ہمارے ملک ہندوستان اور پاکستان وغیرہ میں یہی رائج ہے کہ جب بھی کوئی باحیثیت شخص آئے تو سارے لوگ جو اس سے نیچے کے ہوتے ہیں سلامی دینے کے لیے سلوٹ مارنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس طرح سے قیام کو منع فرمایا ہے البتہ آنے والوں کی تعظیم میں کھڑا ہونا، یا اساتذہ کی آمد پر طلبہ حضرات کا ادباً کھڑا ہونا یا والدین کی آمد پر اولاد کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرام ؓ سے فرمایا کہ تمہارے سردار سعد بن معاذ آ رہے ہیں اس لیے کھڑے ہو جاؤ چناں چہ صحابہ کرام کھڑے ہو گئے، اسی طرح دوسری سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کھڑے ہونے پر حضرات صحابہ کرام بھی کھڑے ہو جایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کسی محل میں داخل ہو جاتے تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن احادیث و روایات میں کھڑے ہونے کی ممانعت ثابت ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایات میں قیام کی ممانعت آئی ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب کھڑے ہونے کو لازم اور ضروری سمجھا جائے، اور دائماً لوگوں کی یہ عادت ہو کھڑے نہ ہونے پر اس کی تنبیہ کی جائے یہ ناجائز ہے کیوں کہ اس میں تکبر بھی ہے اور دوسرے لوگوں کو اذیت دینا بھی ہے ایسے آدمی کے لیے جہنم کی وعید بھی آئی ہے، واللہ اعلم

(۳۹۵۷) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَخِيهِ عَبَّادِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْأَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ.

ترجمۂ حدیث: چار چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللهم انی اعوذبك من الاربع من علم لا ينفع، و من قلب لا يخشع و من نفس لا تشبع و من دعاء لا يسمع

اے اللہ! بے شک میں پناہ مانگتا ہوں چار چیزوں سے، ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، اور ایسے دل سے جس میں خوف خدا نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

تشریح حدیث: غیر نفع بخش علم سے پناہ!

قوله: من علم لا ينفع: غیر نفع بخش علم سے مراد وہ علم ہے جس پر عمل نہ ہو جو دوسروں کو نہ سکھائے جو اخلاق واعمال کو نہ سدھارے، بعض نے کہا اس سے وہ علم مراد ہے جو دین کے لیے ضروری نہ ہو، اسی طرح علم غیر نافع سے وہ علم بھی مراد ہو سکتا ہے جس کو حاصل کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے۔ ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جس طرح شرک نفاق اور ریا وغیرہ سے اللہ کی پناہ مانگی ہے اسی طرح آپ نے علم غیر نافع سے بھی پناہ مانگی ہے، جو علم اسلامی اخلاق و کردار، اعمال وعقائد کے لیے مضر ہو، جو انسانوں کو تقوی وطہارت اور خوف آخرت کی راہ پر لگانے کے بجائے دنیا کا پجاری اور طلب دنیا کا حریص بنادے، چناں چہ جس علم سے اللہ کا خوف، فکر آخرت عذاب قبر کا تصور پل صراط پر گزرنے کا خیال، دوزخ کی آگ کا وبال، تقوی وطہارت اور امانت ودیانت اور صداقت عدالت نہ آئے وہ علم نہیں ہے بلکہ جہالت ہے جو علم کے نام پر تقسیم کی جارہی ہے آج کل بڑی بڑی دنیاوی یونیورسٹیوں کا حال یہی ہے وہاں علم نہیں بلکہ دنیا اور جہالت تقسیم کی جارہی ہے علم تو صرف اور صرف بوسیدہ اور خستہ حال مدارس اسلامیہ کے کہنہ بوریوں اور پھٹی پرانی چٹائیوں میں ہے جہاں وحدانیت، توحید، رسالت، عقیدہ آخرت، فکر آخرت، صداقت، دیانت عدالت، امامت، سخاوت، ایثار، قربانی، ادب، احترام، جذبہ، اخوت محبت والدین کے ساتھ حسن سلوک، پڑوسیوں کے ساتھ احسان کا برتاؤ اللہ تعالی کا خوف وخشیت کا تخم ریزی کی جاتی ہے اور دلوں کو جہالت، رذالت شرک بدعت، حرص وطمع بغض وحسد اور نفرت وعداوت سے پاک وصاف کر کے مجلی مصفی اور مطہر آئینہ بنایا جاتا ہے جہاں تواضع، کسر نفسی، فروتنی، عاجزی، انکساری، کا درس دیا جاتا ہے جہاں کے طالب علم امن وسلامتی کے سچے اور حقیقی علم بردار ہوتے ہیں، اور پیغام اخوت ومحبت کا داعی ہوتے ہیں۔

(۱۴۱۱) بَابُ مَا تَعَوَّذَ مِنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب میں سات حدیثیں نقل کی ہیں جو درج ذیل صحابہ کرام سے مروی ہیں

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ
(۲) حضرت فروہ بن نوفل
(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ
(۴) سیدنا حضرت ابوہریرہؓ
(۵) حضرت جابرؓ
(۶) حضرت عمر فاروقؓ

اس باب میں ان چیزوں کا بیان ہے جن سے رسول اکرم ﷺ نے پناہ مانگی ہے اور اپنی امت کو پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

(۳۹۵۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

ترجمہ حدیث: فتنہ عذاب جہنم اور دجالی فتنہ سے پناہ مانگنا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کے ذریعہ دعا کیا کرتے تھے۔

اللهم انی اعوذبك من فتنة النار وعذاب النار، ومن فتنة القبر وعذاب القبر، ومن شر فتنة الغني، وشر فتنة الفقر، ومن فشر فتنة المسيح الدجال اللهم اغسل خطايا ی بماء الثلج والبرد ونق قلبی من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس، وباعد بيني وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب، اللهم انی اعوذبك من الكسل والهرم والمآثم والمغرم۔

اے ربا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں آگ کے فتنے سے اور آگ کے عذاب سے، قبر کے فتنے سے، اور عذاب قبر کے فتنے سے، دولت کے فتنے سے اور فقر و فاقہ کے فتنے سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے، اے ربا! برف اور اولے کے پانی سے میرے گناہ کو دھو دے، اور میرے دل کو (برے اخلاق اور برے خیالات سے) اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا اس میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اور میرے اور گناہوں کے درمیان اس طرح بعد پیدا کر دے جس طرح تو نے مشرق و مغرب کے درمیان بعد پیدا کی ہے اے ربا! میں سستی، بوڑھاپے، گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح حدیث: عذاب نار سے پناہ مانگنے کا مطلب:

عذاب نار سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میرا شمار ان لوگوں میں سے ہو جو جہنمی ہیں یا کفار۔

یہاں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ عذاب الٰہی میں صرف کفار ہی مبتلا ہوں گے اور جو اہل ایمان اپنے اعمال بد کی سزا آخرت میں پائیں گے اس کو عذاب نہیں کہیں گے بلکہ تادیب کہیں گے۔ یعنی مومنین موحدین کو اگر دوزخ میں ڈالا بھی

NEW MADARSA

جائے تو تعذیب کے لیے نہیں بلکہ تادیب کے لیے ہوگا، یعنی ان کو گناہوں سے دھونے اور ختم کرنے کے لیے ہوگا فتنہ نار سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آگ میں داخل ہونے اور عذاب قبر کے سبب بنتی ہیں یعنی گناہ اور معصیت، اور فتنہ قبر سے مراد منکر نکیر کے سوالات کا جواب دیتے وقت حواس باختہ ہونا ہے اور عذاب قبر سے مراد فرشتوں کا ان لوگوں کو لوہے کے گرزوں سے مارنا اور ان کا عذاب میں مبتلا ہونا ہے جو منکر نکیر کے سوالات کے جواب نہ دے سکیں گے، اور قبر سے مراد عالم برزخ ہے، جو موت کے بعد شروع ہو جاتا ہے چاہے وہ قبر ہو یا سمندر یا کچھ اور۔

فتنہ غنی سے پناہ مانگنے کا مطلب:

فتنہ غنی یعنی دولت و مال کا فتنہ اس سے مراد تکبر و سرکشی کرنا ہے اور مال و دولت حرام ذرائع سے حاصل کرنا اور ان کو گناہ اور معصیت کی جگہ خرچ کرنا ہے مال و دولت کے نشہ میں چور ہو کر غریبوں پر ظلم و ستم کرنا وغیرہ وغیرہ۔

فتنہ فقر سے مراد، دوسروں کے مال و دولت پر حسد کرنا، بھوک پیاس کی شدت کے وقت صبر و شکر کا دامن چھوڑ کر واہ ویلا مچانا اور غیر اللہ کے در پر چلے جانا ہے اور اس کی وجہ سے کفر و شرک اور ناجائز کام کرنے پر مجبور ہونا ہے حدیث میں ہے کاد الفقر ان یکون کفراً بعض فقر و تنگ دستی ایسی ہوتی ہے جو انسان کو کفر کے غار عمیق میں ڈھکیل دیتی ہے اس لیے آپ نے فقر کے فتنہ سے بھی پناہ مانگی ہے۔

ایک سوال اور اس کے جوابات:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ تو معصوم و مغفور ہے آپ کے آگے پیچھے کے تمام گناہ کو تو معاف کر دیا گیا ہے پھر آپ نے ان چیزوں سے پناہ کیوں مانگی ہے اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک الف الف مرۃ آپ بھی عذاب قبر و عذاب نار اور دیگر فتنوں میں مبتلا ہوں گے اس لیے آپ نے پناہ مانگی ہے حالاں کہ ایسا بالکل نہیں، پھر آپ کو پناہ مانگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

حضرات شراح کرام نے اس سوال کے متعدد جوابات دیے ہیں:

(۱) آپ ﷺ کا مقصد اپنی امت کو تعلیم دینا ہے نہ کہ خود اپنے لیے دعا کرنا۔

(۲) آپ کا پناہ مانگنا اور سوال کرنا اپنی امت کے واسطے تھا اپنے لیے نہیں یعنی اعوذ بک لامتی.

(۳) آپ کا مقصد اللہ تعالی کا شکر گزاری، اطاعت شعاری اور عبودیت و بندگی کا اظہار ہے اس سے آپ کے درجات مزید بلند ہوں گے اور اس سے مقصود امت کو ان دعاؤں کے معمول بنانے پر ابھارنا ہے (فتح الباری: ۳۱۹/۲)

جہاں تک یہ سوال ہے کہ آپ نے فتنہ دجال سے کیوں پناہ مانگی ہے جب کہ آپ کو یقین کے ساتھ معلوم تھا کہ آپ

کے زمانے میں دجالی فتنہ شروع نہ ہوگا؟

تو پہلے دو جواب کے مطابق کوئی اشکال نہیں ہے، البتہ تیسرے جواب کے مطابق یہ کہا جائے گا آپ کا یہ پناہ مانگنا قبل تحقق عدم ادراک ہے یعنی جب آپ کو اس کا علم نہیں تھا کہ آپ فتنہ دجال کو پائیں گے یا نہیں، اس وقت آپ نے پناہ مانگی ہے لہٰذا اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا(۱)

(۳۹۵۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُو بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ.

ترجمہ حدیث: ناکردہ افعال واعمال سے پناہ مانگنا:

حضرت فروہ بن نوفلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کیا دعا مانگا کرتے تھے انہوں نے کہا یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذبك من شر ماعملت ومن شر مالم اعمل۔

اے اللہ! بے شک میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں ان کاموں کے شر سے جو میں نے کئے، اور ان کاموں کے شر سے بھی جو میں نے نہیں کئے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ جو برے کام میں نے کئے ہیں ان سے پناہ مانگتا ہوں، بایں طور کہ ان کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور وہ برے کام بھی معاف کردیئے جائیں جو میں نے نہیں کئے ان سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں بایں طور کہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کروں جو تیری ناراضگی وناخوشی کا باعث ہو یا یہ کہ برے کاموں کے ترک کو اپنا کمال نہ سمجھوں بلکہ اسے صرف اور صرف تیرا فضل وکرم اور لطف وعنایت جانوں۔

(۳۹۵۹) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ الْخَرَّاطُ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا هَذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ.

(۱) اهداء الديباجه: ۱۹۲/۵

ترجمۂ حدیث: موت وحیات کے فتنہ سے پناہ مانگنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیں یہ دعا اس طرح اہتمام سے سکھلاتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورۃ کو اہتمام سے سکھلاتے تھے وہ دعا یہ ہے۔

اللهم انی اعوذبك من عذاب جهنم واعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المسيح الدجال واعوذبك من فتنة المحيا والممات

اے ربا! بے شک میں پناہ مانگتا ہوں تیری، جہنم کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے اور زندگی و موت کے فتنہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ فتنہ قبر، فتنہ جہنم، یا عذاب قبر اور عذاب جہنم دونوں الگ الگ ہیں اس لیے کہ دونوں میں بذریعہ واؤ فصل لایا گیا جو مغائرت پر دال ہے پس معلوم ہوا کہ قبر کا فتنہ الگ ہے اور دوزخ کا فتنہ الگ ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب ثابت ہے۔

قوله: يعلمنا هذا الدعاء كما يعلمنا السورة:

حضور ﷺ اس دعاء کو قرآن کریم کی سورتوں کی طرح اہتمام سے سکھلاتے تھے یعنی اس کے الفاظ وغیرہ کو بھی یاد کراتے تھے اس لیے اس دعا کی اہمیت اور اس کی افادیت کی طرف اشارہ مقصود ہے لہٰذا اس دعا کو بعینہ اور بلفظہ معمول بنا لینا اور اہتمام کے ساتھ پڑھنا مستحب و مندوب ہوگا۔

دجال کو مسیح کہنے کی وجہ:

دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی داہنی آنکھ سپاٹ ہوگی، مسح ممسوح کے معنی میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ پوری روح زمین کا چکر لگائیں گے۔ **سمی الدجال المسيح لانه ممسوح العين اليمنى وسمى عيسى بن مريم عليه السلام مسيحا لسياحة فى الارض** (۱)

(۳۹۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ فِرَاشِهِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ

(۱) المنتقی: ۴۹۹ بحوالہ اهداء الديباجه: ۵/۱۹۳

يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ.

ترجمۂ حدیث: اللہ کی ناراضگی سے پناہ مانگنا:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں رسول اکرم ﷺ کو اپنے بستر پر نہ پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا، تو (رات کے اندھیرے میں) میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے تلوے مبارک کو لگا آپ سجدہ میں تھے اور سجدہ میں آپ کے پاؤں مبارک کھڑے تھے، اور آپ یوں دعا کر رہے تھے۔

اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك وبمافاتك من عقوبتك واعوذبك منك لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك.

اے ربا! میں آپ کی رضا مندی کی پناہ چاہتا ہوں آپ کی ناراضگی سے اور آپ کے درگزر کی پناہ چاہتا ہوں آپ کی سزا سے، اور میں آپ ہی کی پناہ چاہتا ہوں آپ سے، میں آپ کی تعریف کما حقہ نہیں کر سکتا ہوں آپ کی تعریف ایسی ہی ہے جیسی آپ نے اپنے نفس کی تعریف کی ہے۔

تشریح حدیث:

قال الخطابي: فی معالم السنن: فی هٰذا الكلام معنی لطیف وهو انه قد استعاذ باالله وساله ان یجیره من سخطه وبما فاته من عقوبته، والرضی والسخط ضدان متقابلان وكذالك المعافات والمواخذة بالعقوبة، فلما صلی الی ذكر مالاضد له وهو الله سبحانه تعالی استعاذاً به منه لا غیر، ومعنی ذالك الاستغفار من التقصیر من بلوغ الواجب من حق عبادته والثناء علیه وقوله: لا احصی ثناء علیك ای لا اطیقه، ولا ابلغه وفیه اضافة الخیر والشر معا الیه سبحانه (۱)

(۳۹۶۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَنْ يَظْلَمَ أَوْ يُظْلَمَ.

ترجمۂ حدیث: فقر و تنگدستی اور قلت و ذلت سے پناہ مانگنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو محتاجگی سے، اور قلت

(۱) معالم السنن: ۱/۲۱۴

وذلت سے اور ظالم ومظلوم بننے سے۔

تشریح حدیث:

قولہ: من الفقر: محتاجگی سے مراد دل کی محتاجگی ہے یعنی دل مال وزر جمع کرنے کا حریص ہو، یا پھر اس سے مراد مال کی محتاجگی ہے کہ فقر وتنگدستی کی وجہ سے صبر کا دامن چھوٹ جائے، اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ دونوں مراد ہوں اور مطلب یہ ہو کہ دل کی محتاجگی اور مال ودولت کی محتاجگی اور تنگدستی سے اللہ کی پناہ مانگی ہے۔

قولہ: والقلة: اس سے مراد اعمال صالحہ، اور نیکیوں کی کمی مراد ہے سیم وزر اور مال ودولت کی کمی مراد نہیں ہے کیوں کہ رسول اقدس ﷺ خود مال وزر میں قلت رکھتے تھے اور کثرت مال ودولت کو ناپسند فرماتے تھے یا پھر قلت سے مال کی اتنی قلت مراد ہے کہ وہ قوت لا یموت کے لیے بھی کافی نہ ہو جس کی وجہ سے عبادت میں کوتاہی اور نقصان واقع ہو، بعض حضرات شراح کی رائے یہ ہے کہ یہاں صبر کی کمی مراد ہے۔ ذلت سے مراد گناہوں اور معاصی کے نتیجے میں ملنے والی ذلت ہے گنہ گار اللہ تعالی کے نزدیک ذلیل وخوار ہوتا ہے اور قیامت میں بھی فسق وفجور اور معصیت میں گرفتار لوگ ذلیل وخوار ہوں گے یا پھر مالداروں کی مفلسی یا غربت کی بنا پر ذلیل وخوار ہونا مراد ہے، نیز آپ نے کسی پر ظلم کرنے سے اور کسی کی طرف سے ظلم سہنے سے اللہ تعالی کی پناہ مانگی ہے، یعنی یا اللہ تو نہ مجھے ظالم بنا کہ میں لوگوں پر ظلم وستم اور جبر وتشدد کروں، اور نہ مجھے مظلوم بنا کہ لوگ مجھ پر ظلم وستم اور جبر وتشدد کریں۔

(۳۹۶۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰهَ عِلْمًا نَافِعًا وَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ.

ترجمۂ حدیث: نفع بخش علم کے حصول کے لیے دعا کرنا:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے علم نافع کا سوال کرو اور علم غیر نافع سے اللہ کی پناہ مانگو۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نفع بخش علم حاصل کرنا جائز ہے اور نفع بخش سے مراد وہ علم ہے جس سے دنیا وآخرت کے معاملات متعلق ہوں اور جس علم سے نہ کوئی دنیاوی فائدہ ہو اور نہ اخروی وہ علم غیر نافع ہے اس کا حاصل کرنا جائز نہیں۔ جیسے سحر وعلم کہانت وغیرہ۔

(۳۹۶۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

وَ فِتْنَةِ الصَّدْرِ قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي الرَّجُلَ يَمُوتُ عَلَى فِتْنَةٍ لَا يَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْهَا.

ترجمۂ حدیث: ارذل عمر سے اللہ کی پناہ مانگنا

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بزدلی سے، بخالت سے، ارذل عمر سے عذاب قبر سے اور دن کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ فتنۂ صدر سے مراد یہ ہے کہ آدمی غلط عقیدے پر اور اسے اس عقیدے سے توبہ کا موقع نہ ملے۔

تشریح حدیث:

قولہ: ارذل العمر: ارذل عمر سے مراد بالکل بوڑھاپے کی عمر جس میں آدمی ہر چیز کا محتاج ہو جائے اور بچوں کی طرح ہو جائے اکل وشرب اور بول وبراز کا بھی محتاج بن جائے اللہ کے رسول نے ایسی عمر سے پناہ مانگی ہے۔

قولہ: فتنة الصدر: دل اور سینہ کے فتنے سے مراد عقائد باطلہ، افکار فاسدہ اور خیالات زائغہ ہے کہ آدمی قرآن وحدیث کے خلاف غلط عقائد کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گیا اس کو توبہ کی توفیق بھی نہیں ملی۔ اس طرح کے فتنے سے بھی اللہ کے رسول ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے، اور مقصد اپنی امت کو تعلیم دینا ہوتا تھا اور اپنی امت کے لیے آپ دعا فرماتے تھے۔

(۱۴۱۲) بَابُ الْجَوَامِعِ مِنَ الدُّعَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت صرف تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت طارقؓ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں، اس باب میں رسول اکرم ﷺ سے جو جامع دعائیں منقول ہیں ان کا بیان ہے تاکہ امت ان دعاؤں کو سیکھ کر دنیا وآخرت کی سعادت ونعمت سے اپنے آپ کو آراستہ وپیراستہ کر کے خدا تعالیٰ کو راضی کرے اور جنت میں داخل ہونے کا مستحق بنیں اور دنیا میں بھی کامیابی وکامرانی کے ساتھ زندگی گزاریں۔

(۳۹۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا أَبُو مَالِكٍ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَقُولُ حِينَ أَسْأَلُ رَبِّي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي وَجَمَعَ أَصَابِعَهُ الْأَرْبَعَ إِلَّا الْإِبْهَامَ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ يَجْمَعْنَ لَكَ دِينَكَ وَدُنْيَاكَ.

ترجمۂ حدیث: مغفرت ورحمت کا طلب:

حضرت طارقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جبکہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! جس وقت میں اپنے رب سے سوال کروں تو اس وقت کیا سوال کروں؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہا کرو۔

اللھم اغفر لی وارحمنی وعافنی وارزقنی:

اے ربا! تو میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے رزق عطا فرما اور آپ نے انگوٹھے کے علاوہ چاروں انگلیاں جمع کر کے فرمایا بے شک یہ کلمات تمہارے دین و دنیا دونوں کو جمع کر دیں گے۔

تشریح حدیث:

آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دعا دنیا اور آخرت دونوں کی سعادت و بھلائی کو جامع ہے جو اس کو پڑھے گا اور معمول بنائے گا اس کو دین و دنیا دونوں کی بھلائی حاصل ہوگی۔

(۳۹۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنِي جَبْرُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَّمَهَا هَذَا الدُّعَاءَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهِ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا.

ترجمہ حدیث: ایک نہایت جامع دعا!

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ دعا تعلیم دی۔

اللھم انی اسالك من الخير كله عاجله وآجله، ماعلمت منه ومالم اعلم، واعوذبك من الشر كله عاجله وآجله: ماعلمت منه ومالم اعلم اللھم انی اسألك من خير ما سألك عبدك ونبيك، اللھم انی اسألك الجنة، وماقرب اليها من قول او عمل، واعوذبك من النار ماقرب اليها من قول او عمل واسألك ان تجعل كل قضاء قضية لی خيراً.

اے ربا! میں آپ سے تمام خیر کا سوال کرتی ہوں دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی جو مجھے معلوم ہے اور جس کا مجھے علم نہیں ہے اور میں آپ کی پناہ مانگتی ہوں تمام شر سے دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی جس کا مجھے علم ہے اور جس کا مجھے علم نہیں ہے اس سے بھی پناہ مانگتی ہوں اے اللہ! بے شک میں آپ سے وہ تمام بھلائی کا سوال کرتی ہوں جو تجھ سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے مانگا ہے اور میں آپ کی پناہ چاہتی ہوں ان تمام شر سے جن سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے پناہ مانگی ہے اے اللہ میں آپ سے جنت کا سوال کرتی ہوں اور ایسے قول و عمل کا سائل ہوں جو جنت سے قریب کر دے، اور میں آپ کی پناہ چاہتی ہوں آگ سے، اور ہر ایسے قول و عمل سے جو اس کے قریب کر دے اور میں آپ سے یہ سوال کرتی ہوں

کہ ہر وہ فیصلہ جو آپ نے میرے لیے فرمایا ہے اسے میرے واسطے خیر بنا دیجئے۔

تشریح حدیث:

چوں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے خاص انہیں تعلیم دی ہے اس لیے ترجمہ میں مونث کی رعایت کی گئی ہے مرد حضرات اپنے اعتبار سے ترجمہ کرلیں۔

(۳۹۶۶) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مَا تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَتَشَهَّدُ ثُمَّ أَسْأَلُ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِهِ مِنَ النَّارِ أَمَا وَاللَّهِ مَا أُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ قَالَ حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تشہد کے بعد میں جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ چاہتا ہوں سنئے! خدا کی قسم میں آپ کی گنگناہٹ اور حضرت معاذ کی گنگناہٹ کو نہیں سمجھتا، فرمایا ہم بھی اسی کے گرد گنگناتے ہیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: دندنتك: علامہ خطابیؒ معالم السنن میں لکھتے ہیں الدندنة قراءة مبهمة غير مفهومة: مبہم قراءت جس کے معانی سمجھ میں نہ آئیں علامہ ابن الاثیر النہایہ میں لکھتے ہیں کہ الدندنة ان يتكلم الرجل بالكلام تسمع نغمته ولا يفهم، وهو ارفع من الهينمة قليلاً، یعنی آدمی ایسا کلام کرے کہ اس کا نغمہ اور گنگناہٹ تو سنائی دے لیکن معنی سمجھ میں نہ آئے۔ البتہ غیر مفہوم کلام سے کچھ بلند ہو دندن الرجل غیر مفہوم اور ہلکی آواز سے بات کرنا۔ گنگنا۔

الدندان: گنگناہٹ بڑبڑاہٹ، بھنبھناٹ۔

علامہ صنعانیؒ سبل السلام میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماثورہ الفاظ اور غیر ماثورہ الفاظ ہر ایک سے دعا کرنا جائز ہے دعا میں ادعیہ ماثورہ کی پابندی لازم اور ضروری نہیں۔ ہر آدمی اپنی زبان اور لغت میں دعا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہر زبان سے واقف ہے۔

قولہ: حولها ندندن: بعض روایت میں حولهما تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے اور ہندوستانی ابن ماجہ میں بھی حولهما ہی ہے هما ضمیر راجع ہے جنة اور نار کی طرف ہے ای حولهما ندندن وفی طلفهما مطلب یہ ہے کہ ہم جنت کی طلب اور سوال اور جہنم سے پناہ کے درمیان گنگناتے رہتے ہیں یا اللہ جنت عطا فرمادے اور جہنم سے حفاظت فرمادے۔

(۱۴۱۰) بَابُ الدُّعَاءِ بِالْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت انس بن مالکؓ حضرت اوسط بن

اسماعیل بجلیؒ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی سے ہمیشہ عفو ودر گزر اور عافیت یعنی صحت وتندرستی کی دعا مانگنی چاہئے دنیا اور آخرت کی عافیت کا سوال کرنا چاہئے یہ بہت مختصر مگر جامع دعا ہے۔

(۳۹۶۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ أَتَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَإِذَا أُعْطِيتَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحْتَ.

ترجمہ حدیث: سب سے زیادہ افضل دعا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ کون سی دعا سب سے زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنے رب سے دنیا اور آخرت کے بارے میں عفو عافیت کا سوال کرو۔ پھر دوسرے دن بھی وہ شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ، کون سی دعا سب سے زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنے رب سے دنیا اور آخرت کے عفو ودر گزر اور عافیت اور تندرستی کا سوال کرو پھر وہ شخص تیسرے دن بھی آپ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول کون سی دعا سب سے افضل ترین ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنے رب سے دنیا اور آخرت میں عفو ودر گزر اور عافیت وصحت کا سوال کرو۔ پس اگر تجھے دنیا وآخرت میں عفو وعافیت مل گئی، تو بالیقین تو کامیاب وکامران؛ ہو گیا۔

تشریح حدیث:

ایک حدیث میں ہے کہ ایمان کے بعد عافیت سے بہتر کوئی دولت نہیں، ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور رونے لگے اور اسی حالت میں فرمایا لوگو! اللہ سے بخشش وعافیت مانگو، کیوں کہ کسی کو بھی ایمان کے بعد عافیت سے افضل کوئی دولت نہیں اتاری گئی، عافیت کے معنی سلامتی حاصل ہونے کے ہیں، دنیاوی عافیت یہ ہے کہ آدمی جسمانی بیماریوں سے محفوظ رہے اور ہر طرح کے شدائد وتکالیف، حزن وغم رنج وملال سے محفوظ رہے اور اخروی عافیت یہ ہے کہ اللہ تعالی جہنم سے نجات عطا فرما کے جنت میں داخل فرمادے اور اپنی رضامندی کا پروانہ دیدے، ظاہر ہے کہ جنکو یہ چیزیں حاصل ہو گئیں ہو وہ بالکل کامیاب وکامران ہو گیا، اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے سائل کو تینوں دن ایک بات ارشاد فرمائی کہ دنیا اور آخرت کے عفو عافیت کی دعا اللہ تعالی سے مانگو اگر یہ چیزیں تمہیں حاصل ہو گئیں تو بالیقین کامیاب ہو گئے۔

(۳۹۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَ بْنَ عَامِرٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَوْسَطَ بْنِ إِسْمَعِيلَ الْبَجَلِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرٍ حِينَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَقَامِي هَذَا عَامَ الْأَوَّلِ ثُمَّ بَكَى أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُورِ وَهُمَا فِي النَّارِ وَسَلُوا اللهَ الْمُعَافَاةَ فَإِنَّهُ لَمْ يُؤْتَ أَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْمُعَافَاةِ وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا.

ترجمۂ حدیث: عفو وعافیت کی دعا مانگنا

حضرت اوسط بن اسماعیل بجلی فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو انھوں نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ گزشتہ سال میری اس جگہ پر کھڑے ہوئے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رونا آ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا: سچ کو اپنے اوپر لازم کرلو یہ نیکی کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے، اور یہ دونو چیزیں جنت میں لے جانے والی ہیں، اور جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ گناہ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دونوں دوزخ میں لے جانے والے ہیں اور اللہ تعالی سے عافیت وتندرستی کا سوال کرو کیوں کہ کسی کو بھی یقین (یعنی ایمان کے بعد عافیت اور تندرستی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دی گئی، آپس میں حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض عناد نہ رکھو، اور (بلا عذر شرعی کے) ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور غیبت نہ کرو، اور سارے مسلمان اللہ کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہو۔

تشریح حدیث:

علامی مناویؒ فیض القدیر میں عافیت کے معنی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں، **العافية هي السلامة من البلايا والاسقام** عافیت کے معنی مصائب وآلام، شدائد وبلایا اور تکالیف سے نیز ہر قسم کی امراض واسقام سے حفاظت۔ وسلامتی۔

حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کے بعد سب سے افضل اور بہتر چیز عافیت اور معافات ہے نسائی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً منقول ہے **سلو الله العفو، والعافية والمعافاة الدائمة**: اللہ تعالی سے عفو، درگزر، عافیت وتندرستی اور دائمی معافات کی دعا مانگو، کیوں کہ زمانہ گزشتہ کی برائی عفو سے ختم ہوجاتی ہے حال کا گناہ عافیت سے اور مستقبل کے گناہ معافات سے ختم ہوجاتے ہیں کیوں کہ دوام عافیت اس کو شامل ہے۔

قوله: ولا تحاسدو: آپس میں حسد نہ کرو، مطلب یہ ہے کہ کسی غیر ظالم کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اسکے زوال کی تمنا نہ کرو، یا یہ آرزو اور خواہش نہ کرو کہ وہ نعمت اس کے پاس سے ختم ہوکر تمہارے پاس آجائے، امام نووی شرح مسلم میں لکھتے

ہیں الحسد تمنی زوال النعمة وھو حرام، دوسروں سے زوال نعمت کی تمنا کرنا خواہ اس کو حاصل ہو یا نہ ہو یہ حسد ہے جوحرام ہے اس کے مقابلہ میں ایک غبطہ ہے یعنی رشک، دوسروں کی نعمت کو دیکھ کر اپنے پاس بھی اس جیسی نعمت کی تمنا کرنا، دوسرے کے پاس نعمت رہتے ہوئے۔

قوله: ولاتباغضوا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، مطلب یہ ہے کہ ایسے اسباب وعوامل اور محرکات کو پیدا کرنے سے احتراز کرو جو بغض وحسد، اور کینہ ونفرت کا سبب وداعی ہوں، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم مسلمانوں کے درمیان عداوت ونفرت اور دشمنی پیدا نہ کرو، اس صورت میں مذکورہ ممانعت کا تعلق چغل خوری اور غیبت سے بھی ہوگا کیوں کہ چغل خوری اور غیبت سے بھی آپسی نفرت وعداوت اور دشمنی بڑھتی ہے، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ شرعی احکام ۔مسائل میں خواہشات نفسانی کی بنا پر آپس میں نفاق وشقاق اور اختلاف وانتشار پیدا نہ کرو، اور خود ساختہ افکار ونظریات کو دین میں شامل نہ کرو، لیکن اصح قول یہ ہے کہ حدیث شریف میں ایک دوسرے سے بغض وعداوت رکھنے کی ممانعت کی اصل وجہ باہمی الفت ومحبت اور اخوت ومودت کے حکم کو موکد کرنا ہے اور محبت والفت کے اس حکم کا تعلق علی الاطلاق مسلمانوں کی پوری زندگی سے ہے۔

قوله: ولاتقاطعوا: آپس میں قطع تعلق، رشتہ ناطہ مت توڑو، مطلب یہ ہے کہ بلاوجہ شرعی نفسانی خواہشات اور ذاتی رنجش کی وجہ سے رشتہ داریوں کی حرمت کو پامال مت کرو، بلکہ آپس میں مل جل کر پیار ومحبت سے رہو، ہاں اگر قطع تعلق کا سبب کوئی معقول اور شرعی وجہ ہو تو اس صورت میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ بلکہ بعض مرتبہ تو قطع تعلق لابدی امر ہوجاتا ہے، تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

قوله: ولاتدابروا: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے غائبانہ میں برائی اور عیب جوئی مت کرو، علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ تدابر سے مراد تقاطع ہے اس صوت میں مطلب یہ ہوگا ایک دوسرے سے ملنا جلنا مت چھوڑو۔

وکونو اعباداللہ اخوانا۔ حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ تم سب اللہ تبارک وتعالی کے ایک بندے ہو، اور عبودیت میں سب برابر ہو، نیز تم لوگ اخوت بھائی چارہ کی ایک زنجیر سے منسلک ہو، لہٰذا تمہاری اس حیثیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے درمیان حسد بغض، عداوت، ونفرت کینہ کپٹ، اور غیبت جیسی برائیوں کو شامل کرکے اپنے دلوں میں افتراق اور صفوں میں انتشار پیدا نہ کرو۔ بلکہ اپنے مرتبہ عبودیت پر اتحاد واتفاق اور یکجہتی پر قائم ودائم رہو اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، ایک دوسرے کے معین ومددگار بن کر رہو۔

(۳۹۶۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ وَافَقْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا أَدْعُو قَالَ تَقُولِينَ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ

الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.

ترجمہ حدیث: شب قدر میں کثرت کے ساتھ پڑھنے کی دعا

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں شب قدر کو پالوں تو بتایئے میں کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا تم یہ دعا کرنا۔

اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنی

اے اللہ! آپ بہت زیادہ درگزر کرنے والے ہیں، درگزر کرنے کو پسند کرتے ہیں پس مجھ سے درگزر کا معاملہ فرما، (میرے گناہوں کو معاف فرمادے)

تشریح حدیث:

مطلب ترجمہ سے بالکل واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳۹۷۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ زِيَادٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَعْوَةٍ يَدْعُو بِهَا الْعَبْدُ أَفْضَلَ مِنَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

ترجمہ حدیث: بندوں کی دعاؤں میں سب سے زیادہ افضل ترین دعا!

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جن چیزوں سے دعا کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ افضل دعا اللهم انی اسالك المعافاة فی الدنیا و الاخرة ہے (اے اللہ! میں آپ سے دنیا اور آخرت کی عافیت کا سائل ہوں)۔

تشریح حدیث: قدمر تصیلہ قبل ذالك

(۱۴۱۴) بَابُ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ

اس باب میں صرف ایک حدیث عبداللہ بن عباس سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کے بارے میں دعا کرے تو پہلے اپنے سے شروع کرنا چاہئے پھر اس میں دوسروں اور عام مسلمانوں کو شامل کرنا چاہئے۔

(۳۹۷۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُنَا اللهُ وَأَخَا عَادٍ.

ترجمہ حدیث: دعا کا آغاز اپنے سے کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی ہم پر اور قوم عاد کے بھائی

(حضرت ہود علیہ السلام پر رحم کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آدمی کسی کے لیے کوئی دعاء خیر کرے تو سب سے پہلے اپنی ذات سے اس کی شروعات کرے چناں چہ حدیث باب میں رسول اکرم ﷺ نے اللہ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور رحمت کی دعا کی تو سب سے پہلے اپنی ذات سے آغاز فرمایا، اور فرمایا یرحمنا اللہ و اخاہ عاد اللہ تعالی ہم پر رحم کرے اور قوم عاد کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام پر۔

مگر یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ آپ کی عادت مستمرہ نہیں تھی کہ جب کسی نبی یا غیر نبی کے لیے دعا کرتے تو اپنی ذات مبارکہ سے اس کی شروعات کرتے ہوں چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت موسی علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا یرحم اللہ موسی لقد اوذی باکثر من ھٰذا فصبر حضرت موسی علیہ السلام پر اللہ تعالی رحمت نازل فرمائے انہیں اس سے کہیں زیادہ ستایا گیا لیکن انہوں نے صبر کیا، اس روایت میں آپ نے حضرت موسی علیہ السلام کے لیے دعا فرمائی ہے لیکن اپنے نفس کے لیے نہیں کی، اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کسی غیر کے لیے دعا کرنے سے پہلے اپنے نفس کے لیے دعا کرنا یہ کوئی سنت ثابتہ نہیں ہے اور نہ آپ کی عادت دائمہ ہے، چناں چہ حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف کتاب الدعوات میں اس پر بقاعدہ باب باندھا ہے باب قول اللہ تعالي: وصل علیھم، من خص من اخاہ بالدعاء دون نفسہ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو چھوڑ کر محض دوسروں کے لیے خیر کی دعا کرنا جائز ہے اور حضرت امام بخاریؒ کا بھی یہی رجحان ہے چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اس کی شرح کرتے ہوئے رقم کرتے ہیں اس ترجمہ میں اس کے رد کی جانب اشارہ ہے جو حضرت عمر فاروقؓ سے منقول ہے جس کو ابن شیبہ، اور طبری نے سعید بن یسار کے طریق سے نقل کیا ہے،، ذکرت رجلا عند ابن عمر فترحمت علیہ فلھن فی صدری وقال لي: ابدأ بنفسك نیز ابراہیم نخعی فرمایا کرتے تھے اذا دعوت فابد بنفسك فانك لا تدری فی ای دعاء یستجاب لك بخاری کا یہ ترجمہ حضرت عمر کی حدیث اور ابراہیم نخعی کے قول کو رد کر رہا ہے اور مسلم شریف کی اس روایت کی تائید کر رہا ہے جس میں یہ آیا ہے "ما من مسلم یدعو لاخیہ بظھر الغیب الا قال الملك ولك ومثلك جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعاء خیر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں تیرے لیے بھی اس کے مثل ہو، نیز امام محمد بن جریر طبری نے سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ کی سند سے مرفوعاً نقل کیا ہے، خمس دعوات مستجابات پانچ لوگوں کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے ان میں سے ایک دعوۃ الاخ لاخیہ: بھائی کا اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرنا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعائے خیر کا آغاز اپنے نفس سے کرنا کوئی رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابتہ اور عادت مستمرہ نہیں، اسی طرح ابن بطال نے ان

دونوں روایتوں سے استدلال فرمایا ہے لیکن ان دونوں روایتوں سے استدلال محل نظر اور دعوت فکر ونظر ہے اس لیے کہ غائبانہ دعا اور بھائی کا بھائی کے لیے دعا عام ہے خواہ داعی نے اس کو خاص کیا ہو یا اپنے نفس سے ابتداء کی ہو لہٰذا ان دونوں روایتوں کو اس بات پر دلیل بنانا کہ اپنی ذات سے ابتداء کوئی ضروری نہیں ہے قابل توجہ ہے تاہم رسول اکرم ﷺ سے دونوں کا ثبوت ہے اور احادیث دونوں طرح کی ہیں لہٰذا دونوں ہی جائز ہیں واللہ اعلم۔

(۱۴۱۵) بَابُ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے مروی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے بشرطیکہ وہ قبولیت کے لیے جلدی نہ مچائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ہلاکت کے لیے بد دعا فرمائی اللہ تعالی نے چالیس سال کے بعد دعا قبول فرمائی اور فرعون کو ہلاک کیا تو دعا کی قبولیت کے لیے جلدی نہیں مچانا چاہئے۔

(۳۹۷۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ قَالَ وَكَيْفَ يَعْجَلُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ يَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ اللهَ فَلَمْ يَسْتَجِبِ اللهُ لِي.

ترجمہ حدیث: قبولیت کے لیے جلدی نہ کرے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک کی دعا شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے بشرطیکہ قبولیت کے لیے جلد بازی نہ کرے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جلد بازی کس طرح؟ آپ نے فرما، یہ کہے کہ میں دعا مانگی مگر اللہ نے قبول نہیں کی۔

تشریح حدیث:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات بندہ مومن کی شان کے لائق نہیں کہ اگر قبولیت دعا میں تاخیر ہو تو تھک ہا کر بیٹھ جائے او دعا مانگنا ہی چھوڑ دے، کیوں کہ دعا بھی عبادت ہے اور عبادت سے اس طرح اکتاہٹ یا دل گرفتگی کو مومن کے لیے کسی بھی حال میں مناسب نہیں ہے، حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آداب دعا میں سے ایک ادب کا بیان ہے کہ بندہ مومن برابر اللہ تعالی سے طلب اور دعا کرتے رہے اور شرف قبولیت سے مایوس بالکل نہ ہو بلکہ دعا کا سلسلہ جاری رکھے، کیوں کہ اس میں انقیاد، استسلام، اور محتاجگی اور عبودیت کا اظہار ہے مروان بجلی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال تک ایک حاجت کے بارے میں اللہ تعالی سے دعا کر رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہوئی مگر اللہ کی رحمت، اور قبولیت سے مایوس بھی نہیں ہوں گا، پھر دعا کی عدم قبولیت کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں نیز قبولیت میں تاخیر

کے بہت سارے اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے علی الفور قبول نہیں ہوتی ہے۔

عدم قبولیت کی وجوہات

(۱) کبھی تو تاخیر قبولیت اس لیے ہوتی ہے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہوتا ہے ازل ہی میں ہر چیز کے وقوع اور تکمیل کا وقت مقرر ہو چکا ہے جب تک وہ وقت نہیں آئے گا وہ چیز وقوع پزیر نہیں ہوسکتی ہے۔

(۲) کبھی بندہ ایسی چیز کے بارے میں دعا کرتا ہے کہ اس کی تقدیر میں اس کی دعا کا اس دنیا میں قبول ہونا لکھا نہیں ہوتا اس صورت میں اس کے بدلے آخرت میں اجر وثواب عطاء کیا جاتا ہے لیکن مومن کی دعا رائگاں نہیں جاتی، بلکہ جب مومن آخرت میں اس دعا کا اجر وثواب دیکھے گا جو دنیا میں قبول نہیں ہوئی تھی تو تمنا اور خواہش کرے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی بھی دعا قبول نہ ہوتی۔

(۳) کبھی بندہ ایسی چیز کے لیے دعا مانگتا ہے جو اس کے مناسب نہیں ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اپنی حکمت بالغہ کے تحت اس کو بعینہ وہ چیز عطا نہیں کرتا بلکہ اس کے بدلہ میں اس کی سیئات کو معاف کر دیتا ہے یا اس دعا کو اس کے لیے ذخیرہ آخرت بنا دیتا ہے اور آخرت میں ثواب ملے گا۔

(۴) قبولیت دعا میں تاخیر اس لیے بھی ہوتی ہے تا کہ بندۂ مومن اللہ تعالی سے مانگنے میں پوری عاجزی، انکساری، تڑپ، اور کمال عبدیت وعبودیت کا اظہار کرتا رہے کیوں کہ دعا میں ان چیزوں کو اختیار کرنے والے کو اللہ تعالی بہت پسند کرتا ہے۔

(۵) کبھی داعی کے دل میں غفلت پائی جاتی ہے پوری توجہ کے ساتھ دعا نہیں کرتا ہے یا اس کا اکل وشرب میں اشتباہ ہوتا ہے یا یہ خطرہ ہوتا ہے اگر وہ چیز اس کو مل گئی تو یہ سرکش وجابر بن جائے گا اس لیے اللہ اس کو روک لیتا ہے جس کو انسان کی عقل ناقص فہم وادارک نہیں کرسکتی ہے۔

(٦) اللہ تعالی کو اپنے بندۂ مومن سے بے پناہ محبت ہے اس کی عاجزی وانکساری والی آواز کو اللہ پاک بے حد پسند کرتا ہے اس لیے قبولیت میں تاخیر کرتا ہے تا کہ بندہ زیادہ سے زیادہ اللہ سے لو لگائے اور اس سے تعلق قائم کرے، (۱)

قال ابن الجوزي: اعلم ان دعاء المومن لا یرد غیر انه قد یکون الاولی له تاخیر الاجابة او یعوض له بما هو اولی له عاجلا او آجلا، فینبغي للمومن أن لا یترك الطلب من ربه فانه متعبد بالدعاء کما متعبد بالتسلیم، والتفویض۔ (۲) وقال ابن عبد البر في الاستذکار عند ذکر هذا الحدیث یقتضي الانحاح علی المسألة، وان لا ییأس الداعي من الاجابة، ولا یسام الرغبة فانه یستجاب له، او یکفو عنه، من سیاته او یدخر له، فان الدعاء عبادة (۳) وقال البغوی: فی شرح السنة: قال ابو الدرداء: من یکثر قرع الباب یوشك ان یفتح له ومن یکثر الدعاء، یوشك ان یستجاب له (۴)

(۱) مستفاد اهداء الدیباجه: ۵/۲۰۱ (۲) اهداء: ۵/۱۹۹ (۳) الاستذکار: ۸/۱۳۶ (۴) شرح السنة: ۵/۱۹۱

(۱۴۱۶) بَابُ لَا يَقُولُ الرَّجُلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي إِنْ شِئْتَ

اس باب میں بھی صرف ایک حدیث سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے حاصل یہ ہے کہ دعا پورے یقین اور اعتماد کامل کے ساتھ کیا جائے یہ دعا میں نہ کہا جائے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو میری مغفرت کر دے بلکہ یقین کے ساتھ مغفرت کی دعا مانگے۔

(۳۹۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ فِي الْمَسْأَلَةِ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا مُكْرِهَ لَهُ.

ترجمۂ حدیث: دعا پورے جزم ویقین کے ساتھ مانگو:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بخش دے، بلکہ اللہ تعالی سے مانگنے میں پختگی اختیار کرنا چاہئے، (کہ اے اللہ تو میری مغفرت ضرور فرما دیجئے، کیوں کہ آپ کے علاوہ کوئی مغفرت کرنے والا نہیں ہے) کیوں کہ اللہ تعالی پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت سے جو کچھ بھی سوال کیا جائے جو کچھ بھی مانگا جائے پورے جزم ویقین اور اعتقاد کامل کے ساتھ مانگا جائے، سوال ودعا میں تردد اور استثناء کا پہلو نہ اختیار کیا جائے، بلکہ یقین کامل کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دست بستہ عرض کرے کہ اے اللہ، اے میرے ربا! تو ہمارا فلاں کام پورا فرما، اس لیے کہ تو ہی پورا کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو پورا کرسکتا ہے تو فعال لما یرید ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے تیرے اوپر کسی کا زور نہیں چلتا، اور اس طرح دعا نہ کرے کہ اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو میرا فلاں کام پورا کر دے کیوں کہ اس طرح سے دعا کرنے میں قبولیت دعا میں شک وتردد پیدا کرنا ہے حالاں کہ قبولیت دعا میں بالکل یقین ہونا چاہئے کیوں کہ اس نے قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالی اپنے وعدہ کے خلاف کام نہیں کرتا ہے پھر یہ کہ اللہ تعالی کی ذات کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے میں مستغنی اور بے پرواہ ہے اس پر کسی کا زور وزبردستی نہیں، بلکہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اس لیے اپنی دعا میں یہ کہنا کہ اگر تو چاہے تو میرا فلا کام بنادے بالکل بے فائدہ اور لاحاصل ہے اس لیے حدیث ہذا میں یہ جملہ کہنے سے منع کیا گیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۴۱۷) بَابُ اسْمِ اللهِ الْأَعْظَمِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت اسماء بنت یزیدؓ، حضرت قاسمؒ

حضرت ابوہریرہؓ اورام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب میں اللہ رب العزت کے اسماء گرامی میں سے ایک اسم، اسم اعظم ہے جس کے توسط سے اگر دعا کی جائے تو اللہ پاک اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور وہ دعا قبول کی جاتی ہے تاہم اسم کون سا ہے؟ اس میں اختلاف ہے تفصیل شرح الحدیث کے تحت آئے گی۔

(۳۹۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمُ اللهِ الْأَعْظَمُ فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ وَفَاتِحَةِ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ.

ترجمہ حدیث: اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں سے کسی ایک میں ہے:

حضرت اسماء بن یزیدؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسم اعظم ان دونوں میں ہے وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اور سورہ آل عمران کی ابتدائی آیت، الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾

تشریح حدیث: اسم اعظم کی تحقیق:

اسم اعظم کے توسط سے جو بھی دعا کی جائے جو چیز بھی مانگی جائے جس شئی کا سوال کیا جائے اللہ تبارک وتعالی عطا فرماتا ہے وہ رد نہیں کیا جاتا ہے یہی وہ اسم ہے جس کے ذریعہ آصف بن برخیاؒ نے چشم زدن میں تخت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کر دیا، یہی وہ مبارک اسم ہے جسے پڑھ کر حضرت علاء حضرمیؓ فرماتے ہیں کہ اپنے لشکر سمیت سمندر میں چلتے رہے، یہ وہی اسم اعظم ہے جس کی قدر ومنزلت اس قدر بلند وبالا اور ارفع واعلی ہے کہ اگر اس کی فضیلت ومنقبت لکھنے کے لیے دنیا بھر کے درخت کے قلم اور سمندر کو روشنائی بنا دئے جائیں تب بھی حق ادا نہ ہو سکے گا۔

اسم اعظم کے بارے میں حضرات ائمہ کرام، مشائخ عظام اور علماء امت سے کم وبیش تریسٹھ اقوال منقول ہیں جن کو امیر المجاہدین حضرت العلامہ مسلک دیوبند کے حقیقی جانشین یادگار شیخ الاسلام مولانا مسعود اظہر صاحب مدظلہ العالی نے اپنے کتاب اللطیف الطیف میں یکجا کر دیا ہے، شائقین حضرات وہاں دیکھ سکتے ہیں یہاں صرف چند اقوال سپرد قلم کر دئے جاتے ہیں۔

قول اول:

ائمہ اور علماء کرام کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالی کے تمام نام عظیم ہیں، اور ان میں سے کسی کو اعظم، یعنی دوسرے ناموں کی بہ نسبت زیادہ عظمت والا قرار دینا درست نہیں ہے چناں چہ جن احادیث میں الاسم الاعظم کا تذکرہ آیا ہے وہاں اعظم عظیم کے معنی میں ہے امام مالکؒ امام طبریؒ، اور امام ابوالحسن اشعریؒ کا یہی موقف ہے۔ حضرت بایزید بسطانی

کی جانب یہ واقعہ منسوب ہے کہ بعض لوگوں نے ان سے اللہ تعالی کا اسم اعظم پوچھا تو انہوں نے فرمایا تم مجھے اسم اصغر (اللہ کا چھوٹا نام) بتادو میں تمہیں اسم اعظم (اللہ تعالی کا بڑا نام بتادوں گا) اللہ تعالی کے تمام ہی نام بڑے ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے قول محقق یہ۔ ہے کہ اسم اعظم موجود ہے جیسا کہ کئی روایات واحادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور امور شرعیہ میں تفاضل ثابت ہے جیسے جمعۃ المبارک کا ہفتہ کے باقی ایام سے افضل ہونا۔

قول دوم:

اللہ تعالی نے اسم اعظم کو لوگوں سے مخفی رکھا ہے اس کے اعلی مقام اور بلند شان کو بتانے کے لیے۔ جس طرح لیلۃ القدر، جمعۃ المبارک کی مقبول گھڑی اور صلاۃ وسطی کو مخفی رکھا گیا ہے تا کہ لوگ ان کے بلند درجہ کو سمجھیں اور ان کی تلاش میں خوب عرق ریزی کریں اور جانفشانی دکھائیں اور دیگر اعمال سے غافل نہ ہوں۔

قول سوم:

لفظ اللہ'' اسم اعظم ہے کیوں کہ اس کے جس لفظ کو بھی حذف کریں گے اور جس طرف سے بھی حذف کریں ایسا معنی باقی رہتا ہے جو اللہ کی ذات پر دلالت کرتا ہے مثلا اللہ سے الف ہٹادیا جائے تو للہ ہو گیا یہ قرآن میں اللہ کے لیے آیا ہے لله ما في السموات والارض، ایک ایک لام کو بھی ہٹادیا جائے تو لہ بن گیا یہ بھی قرآن میں اللہ تعالی کے لیے استعمال ہوا ہے له ملك السموات والارض اور اگر دوسرا لام کو بھی ہٹادیا جائے تو صرف ھو باقی رہ گیا لفظ ھو قرآن کریم میں اللہ کے لیے آیا ہے لا اله الا هو یہ ایسا لفظ ہے جو ہر اعتبار سے اللہ کی ذات پر دلالت کر رہا ہے اس لیے اس کو اسم اعظم بتایا گیا ہے۔

قول چہارم:

بسم الله الرحمٰن الرحيم اسم اعظم ہے۔

قول پنجم:

بعض نے ھو الحی القیوم کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔

قول ششم:

بعض اصحاب سلوک کا موقف یہ ہے کہ اسم اعظم ''ھو'' ہے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور امام فخر الدین رازیؒ نے اس قول کی تائید میں کئی اقوال ودلائل ارشاد فرمائے ہیں حکیم ترمذی بھی اسی کے قائل ہیں۔

قول ہفتم:

اسم اعظم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

قول ہشتم:

اسم اعظم سورہ حشر کی آخری چھ آیت ہے۔

قول نہم:
اسم اعظم اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم ہے۔

قول دہم:
بعض کا قول یہ ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ اسم اعظم ہے۔

یازدہم:
بعض کا قول یہ ہے کہ ذوالجلال والاکرام اسم اعظم ہے صاحب فتح الباری ابن حجر عسقلانی نے اس کو آٹھواں قول قرار دیا ہے۔

دوازدہم:
بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اسم اعظم حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا ہے۔ لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین۔

اختصار کے پیش نظر یہاں صرف بارہ اقوال نقل کئے گئے ہیں تفصیلات کے شائقین حضرات اللطف الطیف کا مطالعہ کریں، حضرت نے وہاں بالتفصیل اسم اعظم سے متعلق حضرات ائمہ، وعلماء کرام کے تریسٹھ اقوال جمع کردیئے ہیں جو ۱۲۹ تا ۱۸۳ تک پھیلے ہوئے ہیں، حضرت کی یہ کتاب علماء طلباء عوام اور خواص سب کے لیے بے حد مفید ہے۔

(۳۹۷۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ اسْمُ اللهِ الْأَعْظَمُ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ فِي سُوَرٍ ثَلَاثٍ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ وَطه

ترجمۂ حدیث: اسم اعظم پڑھ کر جو بھی مانگا جائے اللہ تعالی عطا فرماتا ہے:
حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا اسم اعظم وہ ہے کہ اس کے ذریعہ جو بھی دعا کی جائے قبول ہوتی ہے، تین سورتوں میں ہے سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، اور سورطہ۔

تشریح حدیث:
سورہ بقرہ میں آیت الکرسی کی ابتدائی آیت اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ہے آل عمران میں الم اللہ لا الہ الا ھو لہ اسماء الحسنی ہے گویا سب اسم اعظم ہیں ان کو پڑھ کر اللہ رب العالمین سے جو بھی مانگا جائے گا عطا ہوگا۔ اور دعا قبول ہوگی۔

(۳۹۷۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعِيسَى بْنِ مُوسَى فَحَدَّثَنِي أَنَّهُ سَمِعَ غَيْلَانَ بْنَ أَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت قاسم روایت کرتے ہیں ابوامامہؓ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے گزشتہ مضمون کی طرح۔

(۳۹۷۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ.

ترجمہ حدیث: اسم اعظم سے دعا:

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔

اللهم انی اسألك بانك انت الله الاحد الصمد الذی لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد.

اے اللہ! میں تجھ سے اپنا مقصد اور مطلب اس وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ تو اللہ ہے تو ایسا یکتا اور بے نیاز ہے کہ نہ تو نے جنا، اور نہ جنا گیا، اور اس کا کوئی ہمسر نہیں (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے ایسا اسم اعظم کہ جب اللہ تعالیٰ سے اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو وہ سوال پورا کرتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا مانگی جاتی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے (یعنی اکثر وہ دعا شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے۔

تشریح حدیث: سوال اور دعا میں فرق:

علماء نے سوال اور دعا کے درمیان فرق نقل کیا ہے سوال کے معنی ہیں طلب کرنا، جیسے یوں کہا جائے اللهم اعطنی شهادة فی سبيلك اے اللہ تو مجھے اپنے راستے میں شہادت (کی نعمت) عطا فرما، اس کے جواب میں اللہ کی عطا یعنی دینا ہے۔ اور دعا کے معنی ہیں پکارنا، عاجزی اور انکساری کے ساتھ جیسے کہا جاتا ہے اللهم اهدنا الصراط المستقيم اے اللہ! تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اس کے جواب میں اجابت یعنی قبول کرنا ہے جیسے اللہ تعالیٰ بندے کی پکار پر کہے لبيك عبدی۔

اس حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اسم اعظم متعین ہے اور یہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے لیکن اس بارے میں قول محقق یہ ہے کہ اسم اعظم مخفی ہے تعیین کے ساتھ اس کا علم کسی کو بھی نہیں ہے، باقی اقوال ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

(۳۹۷۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو خُزَيْمَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ فَقَالَ

لَقَدْ سَأَلَ اللهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔

اللھم انی اسألك بان لك الحمد لا اله الا انت وحدك لا شريك لك المنان، بديع السماوات والارض ذو الجلال والاكرام۔

اے اللہ میں آپ سے اس وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ ساری تعریفیں صرف آپ ہی کے لیے ہیں کوئی معبود نہیں آپ اکیلے ہیں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے آسمان وزمین کو پیدا کرنے والے ہیں صاحب ذوالجلال والاکرام ہیں، نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی ہے جس کے ذریعہ جب سوال کیا جاتا ہے تو عطا ہوتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے تو قبول کی جاتی ہے۔

تشریح حدیث: قدمر شر الحديث قبل ذالك

(۳۹۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ الصَّيْدَلَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ الْفَزَارِيِّ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْأَحَبِّ إِلَيْكَ الَّذِي إِذَا دُعِيتَ بِهِ أَجَبْتَ وَإِذَا سُئِلْتَ بِهِ أَعْطَيْتَ وَإِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِهِ رَحِمْتَ وَإِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِهِ فَرَّجْتَ.

قَالَتْ: وَقَالَ ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ هَلْ عَلِمْتِ أَنَّ اللهَ قَدْ دَلَّنِي عَلَى الِاسْمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَعَلِّمْنِيهِ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكِ يَا عَائِشَةُ قَالَتْ فَتَنَحَّيْتُ وَجَلَسْتُ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَقَبَّلْتُ رَأْسَهُ ثُمَّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِيهِ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكِ يَا عَائِشَةُ أَنْ أُعَلِّمَكِ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكِ أَنْ تَسْأَلِينَ بِهِ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا قَالَتْ فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَدْعُوكَ اللهَ وَأَدْعُوكَ الرَّحْمَنَ وَأَدْعُوكَ الْبَرَّ الرَّحِيمَ وَأَدْعُوكَ بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنَى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ أَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي قَالَتْ فَاسْتَضْحَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَفِي الْأَسْمَاءِ الَّتِي دَعَوْتِ بِهَا.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ:

اللھم انی اسألك باسمك الطاهر الطيب المبارك الاحب اليك، الذى اذا دعيت به احببت به واذا

سئلت به اعطیت، و اذا استرحمت به رحمت و اذا استفرجت به فرّجت۔

اے اللہ! بے شک میں آپ سے آپ کے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو پاکیزہ طیب، مبارک، اور تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، جس کے ذریعہ اگر دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے اور اس کے توسط سے سوال کیا جائے تو آپ عطا فرماتے ہیں اور اس سے رحم کی درخواست کی جائے تو آپ رحم فرماتے ہیں اور اس کے واسطے مصیبت دور کرنے کی درخواست کی جائے تو آپ مصیبت دور کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ایک دن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے مجھے وہ نام بتادیا ہے کہ جب وہ نام لے کر دعا کی جائے تو اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں امی جان فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے بھی نام سکھلا دیجئے، آپ نے فرمایا عائشہ! وہ تمہارے لیے مناسب نہیں، امی جان فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میں ہٹ گئی اور کچھ دیر بیٹھی، پھر کھڑی ہوئی اور آپ ﷺ کا سر مبارک کو چوما، پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس اسم کی تعلیم مجھے دیجئے، آپ نے فرمایا عائشہ تمہارے لیے مناسب نہیں، کیوں اگر میں نے تمہیں سکھلا دیا تو تم اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی چیز مانگو گی، فرماتی ہیں کہ اس پر میں کھڑی ہوئی اور وضو کیا پھر میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میں نے کہا یعنی دعا کی۔

اللهم انی ادعوك الله وادعوك الرحمن وادعوك البر الرحیم وادعوك باسمائك الحسنی کلها ماعلمت منها ومالم اعلم ان تغفرلی وترحمنی.

اے اللہ! بے شک میں آپ اللہ سے اور رحمٰن سے اور البر الرحیم سے دعا کرتی ہوں، اور آپ ان تمام اسماء حسنی کے وسیلہ سے دعا کرتی ہوں جو میں جانتی ہوں اور جو میں نہیں جانتی ہوں آپ میری مغفرت فرما دیجئے، اور مجھ پر رحم فرما دیجئے۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ مسکرائے اور ارشاد فرمایا وہ اسم اعظم ان ہی اسماء میں سے ہے جن سے تم نے ابھی دعا مانگی ہے۔

تشریح حدیث:

اسم اعظم کو راجح قول کے مطابق مخفی رکھا گیا ہے تاکہ لوگ انکے بلند درجے کو سمجھیں اور ان کی تلاش و جستجو میں خوب عرق ریزی اور جانفشانی دکھائیں اور دیگر اعمال وافعال سے غافل نہ ہوں اسم اعظم معلوم ہو جانے کے بعد اس کو دنیاوی مفاد کے لیے استعمال کرنا خسارہ کی بات ہے، شیخ عمر بن سعید الفوتی ؒ کتاب الرماح میں یہ قول نقل کیا ہے، کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اسم اعظم دنیا اور طالب دنیا کے لیے مناسب نہیں ہے جو شخص اسے پا کر دنیا کے لیے استعمال کرتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ پاتا ہے۔ اسم اعظم صرف اسی شخص کے لیے مفید ہے جو مکمل امانتدار، اللہ تعالی کے اخلاق میں رنگا ہوا ہو، دنیا سے بے رغبت اور صرف آخرت کی فکر رکھنے والا ہو تاکہ وہ اسم اعظم کو فانی دنیا کے معاملات میں استعمال کر کے دونوں جہاں

کی سعادت سے محروم نہ ہو جائے اسی لیے اسم اعظم کا علم رکھنے والے اولیاء کرام اسے اپنے ساتھیوں سے چھپا کر رکھتے تھے اور اس کو صرف ان ہی افراد کو ان کی تعلیم دیتے تھے جیسا کہ ذوالنون مصری کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے بعض خواص خدام میں جب تھوڑی سی خیانت دیکھی تو انہیں اسم اعظم سکھلانے سے انکار کر دیا۔

ایک عجیب واقعہ:

اسم اعظم کا علم رکھنے والے ایک شیخ محترم کی خدمت میں ایک سالک حاضر ہوئے اور اسم اعظم سکھلانے کی درخواست کی تو انہوں نے پوچھا کہ کیا تمہارے اندر اس کی اہلیت ہے؟ سالک نے اثبات میں جواب دیا تو شیخ نے فرمایا جاؤ شہر کے دروازے پر بیٹھ جاؤ جو واقعہ پیش آئے مجھے آکر بتانا سالک حسب الحکم وہاں جا کر بیٹھ گیا اس نے دیکھا کہ ایک بزرگ لکڑ ہارا دراز گوش پر لکڑیاں لادے آرہا ہے، اچانک ایک فوجی نے روک کر اس سے لکڑیاں چھین لی اور اسے مارا یہ دیکھ کر سالک کو بہت غم پہنچا، اور اس نے واپس آکر شیخ کو قصہ سنایا، شیخ نے فرمایا اگر تمہارے پاس اسم اعظم ہوتا تو اس فوجی کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ سالک نے کہا میں اسم اعظم کے ذریعہ اس کی ہلاکت کی دعا کرتا، شیخ نے فرمایا تم نے جس بزرگ لکڑ ہارے کو مار کھاتے دیکھا ہے اسی نے مجھے اسم اعظم سکھایا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ اسم اعظم اسی کے لیے مفید اور مناسب ہے جو صبر و برد باری، اور مخلوق پر شفقت جیسی ان تمام اچھی صفات کا حامل ہو جو اللہ تعالی کے پسندیدہ اور منتخب بندوں کا شیوہ رہی ہیں (۱)

(۱۴۱۸) بَابُ أَسْمَاءِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں اس باب میں اللہ تعالی کے ننانوے اسماء کا بیان ہے اور اس بات کا بیان ہے جو اس کو محفوظ کرے گا یاد کرے گا اللہ تعالی اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

(۳۹۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

ترجمہ حدیث: اسماء حسنی کے یاد کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالی کے ننانوے نام ہیں سو میں ایک کم، جو ان ناموں کو (سمجھ کر یاد کر لے اور ان کے مطابق اعتقاد بھی رکھے وہ جنت میں داخل ہو گا۔

(۱) لطیف اللطیف/ ۱۳۰

تشریح حدیث:

قوله: من احصاها: بعض روایت میں احصی کی جگہ حفظ کا لفظ آیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کے اسماء حسنی کو زبانی یاد کرے گا اور اس کے معانی و مفاہیم کے مطابق اعتقاد و ایمان رکھے گا اور اس کے تقاضہ پر عمل بھی کرے گا تو وہ جنت میں جائے گا۔

امام بغویؒ شرح السنہ میں فرماتے ہیں کہ من احصاها کے دو معانی ہیں (۱) **من عدها۔** جس نے اس کو شمار کیا، یعنی پڑھا، (۲) **عرفها وعقل معانيها وآمن بها،** یعنی جو شخص اسماء حسنی کی معرفت حاصل کی اس کے معانی کو سمجھا، اور اسکے مطابق ایمان واعتقاد اس کے لیے یہ فضیلت ہے احصی کے معنی علم کے بھی ہیں **واحصى كل شئى عددا بمعنى علم عدد كل شيئى** اور بعض نے اس کا ترجمہ اطاق سے بھی کیا ہے اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے **علم ان لن تحصوه اى تطيقوه.**

ننانوے اسماء میں حصر وتحدید نہیں

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے جو یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کے ننانوے نام ہیں، وہ برائے حصر وتحدید نہیں ہے بس اتنے ہی نام ہیں اس کے علاوہ نہیں، ننانوے تو وہ ہیں جو ایک ساتھ مجموعی طور پر نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں، ورنہ مختلف اور متعدد احادیث میں جو الگ الگ اسماء آئے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں یہاں ننانوے اسماء بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ احادیث میں اسماء باری تعالی کی جو خاصیت بتائی گئی ہے کہ جو اس کو یاد کرے گا تو جنت میں داخل ہوگا وہ صرف انہیں ننانوے ناموں کے ساتھ خاص ہے بقیہ اور ناموں کو یاد کرنے اور محفوظ کرنے کی یہ فضیلت اور ثواب نہیں ہے فضیلت صرف اور صرف انہی کی ہے اللهم وفقنا ويسر لنا حصولنا۔

(۳۹۸۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنْذِرِ زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا إِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهِيَ اللهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْبَارِءُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْحَقُّ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْعَلِيمُ الْعَظِيمُ الْبَارُّ الْمُتَعَالِ الْجَلِيلُ الْجَمِيلُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْقَادِرُ الْقَاهِرُ الْعَلِيُّ الْحَكِيمُ الْقَرِيبُ الْمُجِيبُ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ الْوَدُودُ الشَّكُورُ الْمَاجِدُ الْوَاجِدُ الْوَالِي الرَّاشِدُ الْعَفُوُّ الْغَفُورُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ التَّوَّابُ الرَّبُّ الْمَجِيدُ الْوَلِيُّ الشَّهِيدُ الْمُبِينُ الْبُرْهَانُ الرَّؤُفُ الرَّحِيمُ الْمُبْدِءُ الْمُعِيدُ

الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِيُّ الشَّدِيدُ الضَّارُّ النَّافِعُ الْبَاقِي الْوَاقِي الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ الْمُقْسِطُ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ الْقَائِمُ الدَّائِمُ الْحَافِظُ الْوَكِيلُ الْفَاطِرُ السَّامِعُ الْمُعْطِي الْمُحْيِي الْمُمِيتُ الْمَانِعُ الْجَامِعُ الْهَادِي الْكَافِي الْأَبَدُ الْعَالِمُ الصَّادِقُ النُّورُ الْمُنِيرُ التَّامُّ الْقَدِيمُ الْوِتْرُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ قَالَ زُهَيْرٌ فَبَلَغَنَا مِنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ أَوَّلَهَا يُفْتَحُ بِقَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء حسنیٰ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں سوائے ایک، اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے جوان ناموں کو محفوظ کرلے گا جنت میں داخل ہوگا اور وہ ننانوے اسماء حسب ذیل ہیں (۱) اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے غیر پر اس کا اطلاق نہ حقیقتاً جائز ہے نہ مجازاً اس کے علاوہ تمام صفاتی ہیں۔

(۲) الواحد۔ ایک یکتا کوئی شریک نہیں۔

(۳) الصمد: بے نیاز، جس کو کسی کی بھی ضرورت نہ ہو اور سارے لوگوں کی ضرورت وہ ہو یعنی وہ ذات جو محتاج نہ ہو بلکہ محتاج الیہ ہو۔

(۴) الاوّل: سب سے پہلے، یعنی آپ سے پہلے کوئی نہ تھا، آپ اول ہیں بلا ابتدا کے۔

(۵) الآخر: سب سے بعد، یعنی سب سے آخر میں بغیر انتہا کے۔

(۶) الظاہر: ظاہر اور آشکارا، یعنی ہر چیز کا وجود وظہور اللہ تعالیٰ کے وجود سے ہے اور کائنات کی ہر ہر چیز اور ہر ذرہ اس کی ہستی اور وجود پر روشن دلیل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ خوب ظاہر ہے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے یعنی وہ ایک ایسا غلبہ والا ہے کہ اسکے اوپر کوئی نہیں ہے۔

(۷) الباطن: پوشیدہ پنہا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کنہ اور اس کی صفات کے حقائق تک عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی ہے اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا احاطہ بھی ناممکن ہے لہٰذا اس اعتبار سے اس سے زیادہ کوئی پوشیدہ نہیں ہے

(۸) الخالق: پیدا کرنے والا، جو بغیر چیز کے چیز پیدا کرے، اور چیز کے بعد چیز پیدا کرے اس کو خالق نہیں صانع کہا جاتا ہے بندہ صرف صانع ہوسکتا ہے خالق نہیں، خالق تو صرف اللہ کی ذات ہی ہے

(۹) الباری: جان ڈالنے والا، بلا کسی اصل اور بلا کسی خلل کے پیدکرنے والا

(۱۰) المصور: تصویر اور صورتیں بنانے والا آدم سے لے کر تا ہنوز اور قیامت تک تمام انسان کی صورت جدا جدا، بالکل ممتاز اور الگ پیدا کرنے والا۔

(۱۱) الملك: بادشاہ حقیقی، اپنے تصرف اور تدبیر میں مختار مطلق۔

(۱۲) الحق: ثابت برحق اس کی شہنشاہیت برحق اور حقیقی ہے۔

(۱۳) السلام: جمیع عیوب ونقائص سے سالم: سلامتی عطا کرنے والا سراپا سلامتی۔

(۱۴) المؤمن: مخلوقات کو آفات وبلیات سے امن دینے والا اور سامان امن وسلامتی پیدا کرنے والی ذات۔

(۱۵) المھیمن: ہر شئی کا نگہبان محافظ۔

(۱۶) العزیز: عزت اور غلبہ والا، اس پر کوئی طاقت وقوت غالب نہیں آسکتی ہے۔

(۱۷) الجبار: جبر اور قہر والا۔ ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا، اور بگڑے ہوئے کو درست کرنے والا۔

(۱۸) المتکبر: انتہائی بلند اور برتر ذات، جس کے سامنے سب حقیر اور ہیچ ہوں۔

(۱۹) الرحمٰن: نہایت رحم والا۔ دنیا میں مسلمان کافر سب پر رحم کرنے والا۔

(۲۰) الرحیم: بڑا مہربان۔ آخرت میں صرف ایمان والوں پر رحم کرنے والی ذات، رحمن عام ہے اور رحیم خاص ہے دونوں ہی مبالغے کے صیغے ہیں۔

(۲۱) اللطیف: انتہائی باریک بین، ایسی خفی اور باریک چیزوں کا ادراک کرنے والا، جہاں مخلوق کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی بڑا لطف وکرم کرنے والی ذات۔

(۲۲) الخبیر: بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہر شئی سے باخبر اور مطلع کوئی بھی شئی اس کے علم سے اوجھل نہ ہو۔

(۲۳) السمیع۔ سب کچھ سننے والا اللہ تعالیٰ سمیع ہے بغیر مسموع کے۔

(۲۴) البصیر۔ سب کچھ دیکھنے والا۔ دل کی حالت کو بھی جاننے والا۔

(۲۵) العلیم: بہت جاننے والا، جس سے کوئی بھی چیز مخفی نہ ہو ہر ذرہ ذرہ اس کے احاطہ علم میں ہو کوئی بھی ذرہ اس کے علم کے دائرہ سے باہر نہ ہو۔

(۲۶) العظیم۔ بہت عظمت والی ذات۔

(۲۷) البار: اچھا سلوک کرنے والا

(۲۸) المتعال۔ بہت بلند ذات اونچی ہستی

(۲۹) الجليل: بزرگ تر: بلند شان والا

(۳۰) الجميل: بہت جمال والا۔ خوبی کا مالک۔

(۳۱) الحیؐ: زندہ، بذات خود زندہ، قائم بالذات حیات ابدی، جس کی حیات کو زوال نہ ہو۔

(۳۲) القیوم: کائنات عالم کی ذات وصفات کا قائم رکھنے والا، اور تھامنے والا۔ کائنات عالم کو تھامنے والی ذات۔

(۳۳) القادر: قدرت والا۔ ایسا قادر کہ کسی بھی آلہ کا محتاج نہ ہو بغیر آلہ ہی کے تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والی ہستی

(۳۴) القاهر: غلبہ والا، جس سے کوئی بھی قوت غلبہ حاصل نہ کر سکے۔

(۳۵) العلی: بہت بلند و برتر کہ اس سے اوپر کسی کا مرتبہ نہیں۔

(۳۶) الحکیم: بڑی حکمتوں والا۔ اس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ایسی ذات جو چیز کی مصلحتوں اور حکمتوں سے واقف ہو۔

(۳۷) القریب: بالکل قریب: شہ رگ سے بھی زیادہ قریب:

(۳۸) المجیب: بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والی ذات، اس کی پکار و نداء پر لبیک کہنے والی ہستی۔

(۳۹) المغنی۔ بڑا بے نیاز، بے پرواہ ذات، وہ ذات جس کو کسی کی بھی ضرورت نہ ہو لیکن سب کو اس کی ضرورت ہو

(۴۰) الوهاب: بغیر عوض اور بغیر ذاتی غرض کے خوب دینے والا اور سب کچھ دینے والا۔

(۴۱) الودود: بڑا محبت کرنے والا بندوں کی خوب رعایت کرنے والا اور ان پر خوب زیادہ انعامات کی بارش کرنے والا۔

(۴۲) الشکور: بہت زیادہ قدردان، اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کا بہت زیادہ قدر و احترام کرنے والی ہستی۔

(۴۳) الماجد: بڑی بزرگی والا، بزرگ مطلق بڑائی والا۔

(۴۴) الواجد: ہر چیز کو پانے والا۔ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اپنی ہر مراد کو پانے والا

(۴۵) الوالی: کارساز، مالک تمام کاموں کا متولی اور منتظم۔

(۴۶) الراشد: راہ راست یعنی صراط مستقیم پر لانے والا۔

(۴۷) العفو: بکثرت معاف کرنے والا۔

(۴۸) الغفور: بہت زیادہ مغفرت کرنے والا بکثرت بخشنے والا۔

(۴۹) الحلیم: بہت زیادہ بردبار، اسی حلم و بردباری کا نتیجہ ہے فساق و فجار کو علی الفور سزا نہیں دیتا، ان کے رزق کو نہیں روکتا، بلکہ دنیا میں انہیں سنبھلنے اور سدھرنے کا موقع دیتا ہے۔

(۵۰) الکریم: بہت زیادہ مہربان۔
(۵۱) التواب: بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا۔
(۵۲) الربّ: پروردگار ہر شئی کو پالنے والی قدرت، مناسب وقت پر مناسب غزائیات اور ضروریات فراہم کرنے والی ذات۔
(۵۳) المجید: بڑا بزرگ، پاک ہستی۔
(۵۴) الولی: مددگار، دوست رکھنے والا۔ یعنی اہل ایمان کا محب اور ناصر
(۵۵) الشہید: حاضر و ناظر، ظاہر و باطن پر مطلع، بعض علماء کا قول یہ ہے کہ امور ظاہرہ کے جاننے والے کو شہید کہتے ہیں اور مطلق جاننے والے کو علیم کہتے ہیں
(۵۶) المبین: حق و باطل کے درمیان جدائی کرنے والی ذات۔
(۵۷) البرھان: دلیل قاطع، واضح دلیل۔
(۵۸) الرؤوف: بڑا ہی مہربان، جس کی رحمت کی غایت اور انتہا نہیں۔
(۵۹) الرحیم: بے حد مہربان۔
(۶۰) المبدئ: عدم سے وجود میں لانے والی ذات، پہلی بار پیدا کرنے والی ذات
(۶۱) المعید: دوبارہ پیدا کرنے والا۔ پہلی بار بھی اسی نے پیدا کیا، اور قیامت کے دن بھی دوبارہ وہی پیدا کرے گا اور بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ لباس حیات پہنائے گا
(۶۲) الباعث: مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھانے والا۔
(۶۳) الوارث: تمام موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد موجود رہنے والی ہستی سب کا وارث اور مالک جب کائنات کا ذرہ ذرہ ختم کر دیا جائے گا تو تمام مخلوقات کو جمع کر کے خدا فرمائے کہ لمن الملك اليوم آج کے دن بادشاہت کس کے لیے ہے بتاؤ خود ہی جواب دے گا اللہ الواحد القهار: ایک اللہ کے لیے جو قہار ہے۔
(۶۴) القوی: بہت زور آور طاقت ور
(۶۵) الشدید: سخت۔
(۶۶) الضار: نقصان پہنچانی والی ذات۔
(۶۷) النافع: نفع رسانی کرنے والی ذات۔ یعنی اللہ تعالی ہی نفع ونقصان کا مالک ہے وہی ذات جس کو چاہتی ہے نفع دیتی ہے اور جس کو چاہتی ہے نقصان پہنچاتی ہے نفع ونقصان کی کنجی اسکے قبضہ وقدرت میں ہے

(٦٨) الباقی دائم الوجود: ہمیشہ باقی رہنے والی ذات، جس کو کبھی فنا نہیں اور اس کے وجود کی کوئی انتہا نہیں وہ واجب الوجود ہے ماضی کے اعتبار سے وہ قدیم ہے اور مستقبل کے لحاظ سے وہ باقی ہے۔

(٦٩) الواقی: بچانے والا۔

(٧٠) الخافض: پست کرنے والا جھکانے والا۔

(٧١) الرافع: بلند کرنے والا اٹھانے والا۔، یعنی اللہ ہے جس کو چاہے پست کرے اور جس کو چاہے بلند کرے، وہی مختار کل اور رقادر مطلق ہے۔

(٧٢) القابض: تنگی کرنے والا۔

(٧٣) الباسط: فراخی کرنے والا۔ یعنی حسی اور معنوی رزق میں تنگی کرنے والا صرف اللہ تعالی ہے وہی جس کو چاہتا ہے رزق میں کشادگی کرتا ہے، اوجس کے لیے چاہتا ہے رزق میں تنگی پیدا کرتا ہے۔

(٧٤) المعز: عزت دینے والا، اللہ تعالی ہی ہے جس کو عزت سے نوازتا ہے۔

(٧٥) المذل: ذلت دینے والا، عزت دینے والی ذات اللہ کی ہے اور ذلت دینے والی ذات بھی اللہ تعالی ہی کی ہے وہی جس کو چاہتا ہے عزت وعظمت اور رفعت وبلندی کے خلعت سے نوازتا ہے اور وہی ذات ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل ورسوا کرتا ہے عزت وذلت کی کنجی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(٧٦) المقسط: عدل وانصاف کرنے والا

(٧٧) الرزاق: بہت زیادہ رزق اور روزی دینے والا۔ اور روزی کو پیدا کرنے والا۔

(٧٨) ذوالقوۃ: طاقت وقوت والا۔

(٧٩) المتین: شدت وقوت وطاقت والا، جس میں ضعف واضمحلال کا امکان بھی نہیں۔

(٨٠) القائم: ہمیشہ قائم رہنے والا

(٨١) الدائم: ہمیشہ برقرار رہنے والا۔

(٨٢) الحافظ: حفاظت کرنے والا، بچانے والا۔

(٨٣) الوکیل: کارساز: یعنی وہ ذات جس کی طرف دوسرے اپنا کام سپرد کردیں، وہی بندوں کا کام بنانے والا ہے۔

(٨٤) الفاطر: پیدا کرنے والا۔

(٨٥) السامع: سننے والا، ہر حال میں سنے والی ذات۔

(٨٦) المعطی: عطا کرنے والا دینے والا

(۸۷) المحی: زندگی دینے والا۔زندہ کرنے والا

(۸۸) الممیت: مارنے والا۔ موت دینے والا یعنی چلانے والا اور مارنے والا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے علاوہ کسی کے اندر یہ طاقت وصلاحیت نہیں ہے۔

(۸۹) المانع: روکنے والا جس چیز کو روک دے کوئی دے نہیں سکتا مثلا بارش روک دے تو کوئی بارش کا قطرہ بھی نہیں برسا سکتا ہے اگر کسی کو اولاد سے محروم کرنا چاہے اور روک دینا چاہے تو کوئی بھی طاقت نہیں کہ اس کو اولاد دیدے،

(۹۰) الجامع: سب لوگوں کو جمع کرنے والا، یعنی قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع کرنے والی ذات۔

(۹۱) الھادی: سیدھی راہ دکھانے والا اور بتانے والا، ہدایت دینے والا۔

(۹۲) الکافی: کفایت کرنے والا۔

(۹۳) الابد: ہمیشہ برقرار، ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا۔

(۹۴) العالم: جاننے والا

(۹۵) الصادق: سچا

(۹۶) النور: وہ بذات خود ظاہر اور روشن ہے اور دوسروں کو ظاہر اور روشن کرنے والا ہے، نور اس چیز کو کہتے ہیں جو خود روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشن کرتا ہو۔

(۹۷) المنیر: روشن کرنے والا:

(۹۸) التام: ہر کام کو پورا کرنے والا، ہر شئی کو مکمل کرنے والا۔

(۹۹) القدیم: ازلی

(۱۰۰) الوتر: یکتا، (طاق، اکیلا)

(۱۰۱) الاحد: ذات وصفات میں یکتا، اور یگانہ یعنی بے مثال اور بے نظیر

(۱۰۲) الصمد: جو کسی کا محتاج نہیں ہر ایک اس کا محتاج ہے

(۱۰۳) الذی لم یلد: جس کی کوئی اولاد نہیں۔

(۱۰۴) ولم یولد: اور کوئی ہمسر اور شریک نہیں۔

(۱۰۵) ولم یکن له کفواً احد: اور کوئی اس کا ہمسر اور شریک نہیں۔

حدیث کے راوی زہیر کہتے ہیں کہ ہمیں متعدد اہل علم سے معلوم ہوا کہ اسم اعظم اور اسماء حسنیٰ کا آغاز سب سے پہلے لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، بيده الخير، وهو على كل شئي قدير لا اله الا الله له الاسماء

الحسنی ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سند کے اعتبار صحیح ہے مگر تفصیل اجمال کے مطابق نہیں ہے اجمال میں تو یہ بیان کیا گیا کہ اسماء حسنیٰ ننانوے میں ایک کم سو ہیں لیکن جب ان ناموں کی تفصیلات بیان کی تو ایک سو پانچ ہوئے چھ نام زیادہ ہو گئے، اس لیے اس کا شمار اور ترتیب صحیح نہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ نے اسماء حسنی کے متعلق جو روایت ذکر کی ہے وہ زیادہ صحیح ہے اس کی ترتیب بھی اس کے علاوہ ہے، علماء کے نزدیک ترمذی شریف کی روایت زیادہ معتمد اور معتبر ہے۔

بعض اہل علم نے اسماء حسنی کے کچھ خواص کو بھی بیان کیا ہے چناں چہ صاحب مظاہر حق جدید حضرت مولانا عبداللہ جاوید غازی مدظلہ العالی اسماء حسنی کے خواص کو زینت شرح بخشی ہے اور تفصیلات خواص کو سپرد قلم کیا ہے نیز لطف اللطیف میں حضرت علامہ اطہر المجاہدین، پاسبان مسلک دیوبند وارثین شیخ الہند وشیخ الاسلام حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم نے بھی تفصیل سے لکھتے ہیں جو ۱۷۔۱۳۸ تک پھیلے ہیں باذوق حضرات لطف اللطیف کا مطالعہ ضروری کریں۔ آپ اس میں بہت کچھ پائیں گے ہم طوالت کے خطرہ کے پیش نظر ان خواص کے ذکر کرنے سے نظر انداز کر رہے ہیں۔

(۱۴۱۹) بَابُ دَعْوَةِ الْوَالِدِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ام حکیم بنت وداع الخزاعیہؓ سے مروی ہیں، اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ والد کی دعا اولاد کے حق میں اور مظلوم کی بددعا ظالم کے خلاف کبھی رد نہیں کی جاتی ہے اللہ تعالی والد اور مظلوم دونوں کی دعا قبول کرتے ہیں ان کی دعائیں رد نہیں کی جاتی ہیں۔

(۳۹۸۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ.

ترجمہ حدیث: جن لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ہے

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ اس کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں، اور وہ تین یہ ہیں۔

(۱) دعوۃ المظلوم مظلوم کی دعا۔ (۲) دعوۃ المسافر: مسافر آدمی کی دعا۔

(۳) دعوۃ الوالد لولدہ۔ والدین کی دعا اولاد کے حق میں، ان تین آدمیوں کی دعا بارگاہ ایزدی میں ضرور قبول ہوتی ہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمی ایسے خوش قسمت ہیں اور زہے نصیبا والا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو رد نہیں کرتے ہیں بلکہ اللہ ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔

(۱) مظلوم کی دعا:

مظلوم کی دعا قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مظلوم شخص کی مدد کرتا ہے یا اس کو تسلی و تسکین دلاتا ہے اور مظلوم اس کے حق میں دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح جو شخص مظلوم پر ظلم کرتا ہے یا جو شخص ظالم کی حمایت و تائید کر کے مظلوم کی ذہنی روحانی اور جسمانی تکلیف و مصیبت میں اضافہ کرتا ہے پھر مظلوم اس کے حق میں بددعا کرتا ہے تو اس کی یہ بددعا آسمانوں کو چیرتی ہوئی عرش الٰہی پر پہنچتی ہے اور شرف قبولیت سے ہم کنار ہوتی ہے۔

(۲) مسافر کی دعا:

مسافر کی دعا کے بارے میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ ہے کہ مسافر کی دعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرتے ہیں اور اس کی بددعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اسے تکلیف اور ایذا پہنچاتے ہیں اور اس کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں دوسرے یہ کہ مسافر کی دعا مطلق قبول ہوتی ہے خواہ وہ اپنے لیے کرے یا دوسرے کے لیے کرے۔

(۳) والد کی دعا اولاد کے لیے:

والدین کی دعا اپنی اولاد کے حق میں بہت قبول ہوتی ہے والدین اپنی اولاد کے حق میں دعا کریں یا بددعا کریں دونوں ہی شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہیں حدیث شریف میں والد سے مراد والدین ماں اور باپ دونوں ہیں اور اگر صرف والد یعنی باپ مراد ہو تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ جب باپ کی دعا یا بددعا اس قدر سرعت کے ساتھ قبولیت کے مقام کو حاصل کرتی ہے تو ماں کی دعا یا بددعا بدرجہ اولیٰ اور بطریق اولیٰ قبول ہوگی کیوں کہ ماں اپنی اولاد کے حق میں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان ہوتی ہے۔

(۳۹۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَتْنَا حُبَابَةُ ابْنَةُ عَجْلَانَ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ حَفْصٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ جَرِيرٍ عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ وَدَاعٍ الْخُزَاعِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ دُعَاءُ الْوَالِدِ يُفْضِي إِلَى الْحِجَابِ.

ترجمہ حدیث: والد کی دعا کا قبول ہونا

حضرت ام حکیم بنت وداع الخزاعیہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ ارشاد فرمار ہے تھے والد کی دعا حجاب تک پہنچتی ہے۔

تشریح حدیث:

حجاب تک پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مقام خاص تک پہنچتی ہے جہاں تک عام چیزوں کی رسائی نہیں ہوتی ہے لیکن جب ماں باپ دعا کرتے ہیں یا بددعا کرتے ہیں تو عنداللہ اس مقام تک پہنچ کر شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے۔ گویا اس سے سرعت اجابت اور قبولیت کی جانب اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۴۲۰) بَابُ كَرَاهِيَةِ الِاعْتِدَاءِ فِي الدُّعَاءِ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے مروی ہے کہ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کرنا اور خواہ مخواہ کی قید لگانا جس کا کوئی حاصل نہ ہو منع ہے۔

(۳۹۸۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَنْبَأَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُغَفَّلٍ سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا فَقَالَ أَيْ بُنَيَّ سَلِ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَعُذْ بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَيَكُونُ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے اپنے صاحبزادے سے یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں آپ سے جنت کے دائیں حصہ میں سفید محل کا سوال کرتا ہوں جب میں اس میں داخل ہو جاؤں، تو حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فرمایا: میرے پیارے بیٹے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ مانگو، اس لیے کہ میں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرمار ہے تھے عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دعا میں حد سے زیادہ بڑھنا شروع کر دیں گے۔

تشریح حدیث: دعا میں حد سے زیادہ تجاوز جائز نہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری فرماتے ہیں کہ دعا میں حد سے زیادہ چلانا آواز بلند کرنا، یا جس چیز کا حصول شرعاً محال ہو اس کو طلب کرنا، یا معصیت کے بارے میں دعا کرنا یا غیر منقول دعائیں کرنا خصوصاً جن میں تکلف و تصنع اور سجع بندی ہو اعتداء فی الدعا ہے یعنی حد سے زیادہ تجاوز کرنا ہے والاعتداء فی الدعاء یقع بزیادۃ رفع فوق الحاجۃ او

بطلب ما يستحيل حصوله شرعاً او بطلب معصية او يدعو بما يوثر خصوصاً ماورت كراهته كالسجع المتكلف وترك المامور (۱)

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ باری تعالی کا ارشاد ہے،،انه لایحب المعتدین اللہ تعالی حد سے تجاوز کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے یعنی معتدی کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے معتدی حد سے تجاوز کرنے والے اور ممنوعات کے ارتکاب کرنے والے کو کہا جاتا ہے اور دعاء میں اعتداء یہ ہے۔

(۱) الجهر الكثير و الصياح: دعا میں بہت زیادہ آواز بلند کرنا چیخنا چلانا۔

(۲) ان يدعو الانسان في ان تكون له منزلة نبي، انسان یہ دعا کرے کہ اس کو نبی جیسا مقام ومرتبہ اور قدرو منزلت حاصل ہوجائے یا کسی شئ محال کے بارے میں دعا کرے۔

(۳) ان يدعو طالباً معصية الله وغير ذالك: کسی معصیت کے بارے میں دعا کرے۔

(۴) ان يدعو بما ليس في الكتاب و السنة، ایسی چیز کے بارے میں دعا کرنا جو کتاب وسنت میں نہ ہو یہ سب کے سب اعتداء فی الدعا میں داخل ہیں اور قبولیت دعا کے لیے مانع ہیں (۲) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ اس لیے کہ یہ اوسط جنت ہے، اور اعلی جنت ہے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے زیر نظر حدیث میں اپنے صاحبزادے کو اعتداء فی الدعا سے منع فرمایا اور حصول جنت اور دخول جنت کے بارے میں سوال کرنے کا حکم دیا اس لیے کہ حصول جنت اور دخول جنت ہی تمام امانی کے حصول کا سبب ہے پھر تو وہاں سب کچھ ملیں گے حور بھی قصور بھی وہ تمام نعمتیں ملیں گی جو حواس کے تصور سے بالکل ماوراء ہیں۔

(۱۴۲۱) بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ دعا کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ کے برابر تک اٹھانا چاہئے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو چہرے کی طرف رکھنا چاہئے یہ مسنون طریقہ ہے۔

(۳۹۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ أَنْ يَرْفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ فَيَرُدَّهُمَا صِفْرًا أَوْ قَالَ خَائِبَتَيْنِ.

ترجمہ حدیث: دعا میں ہاتھ اٹھانا

حضرت سلمان فارسیؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ لاریب تمہارا رب بہت حیاء دار اور کریم (معزز مہربان

(۱) فتح الباري: ۲۹۸/۸
(۲) تفسیر قرطبی: ۱۴۴/۷۔

اور جواد) ہے اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ اس کا بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے پھر وہ اس کے ہاتھ کو نا کام اور خالی لوٹادے۔ راوی کو شک ہے کہ آپ نے صفرا کا لفظ فرمایا یا خائبتین کا۔ اسی وجہ سے لفظ او کے ذریعہ اس کی وضاحت کردی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دعا کرتے وقت دونوں ہاتھ سینہ کے برابر تک اٹھانا چاہئے، قبولیت دعا کے لیے مفید ہے اور یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے اور فراغت دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیر لینا بھی مسنون ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں آرہا ہے۔

(۳۹۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَوْتَ اللَّهَ فَادْعُ بِبُطُونِ كَفَّيْكَ وَلَا تَدْعُ بِظُهُورِهِمَا فَإِذَا فَرَغْتَ فَامْسَحْ بِهِمَا وَجْهَكَ.

ترجمہ حدیث: دعا کے بعد اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو منہ پر پھیر لینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہو اپنی ہتھیلی کے باطنی حصہ کے ذریعہ دعا مانگو، اور اس کے اوپر کے حصہ سے دعا مت کرو اور جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر پھیر لو۔

تشریح حدیث:

دعا میں ہاتھ اٹھانا، اور ختم دعا کے بعد چہرہ پر ہاتھ پھیرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب قریب بسند تواتر ثابت ہے، امام نوویؒ نے شرح المہذب میں اس کے متعلق تقریباً تیس حدیثیں نقل کردی ہیں، اور ان لوگوں کی غلط فہمی کو واشگاف لفظوں میں واضح کیا ہے جن کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے رفع ید فی الدعا کا انکار کردیا ہے۔ تفصیل کے لیے شرح المہذب کا مطالعہ کریں۔

(۱۴۲۲) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو عیاش رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ، خادم رسول حضرت ابو سلام رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اس باب میں صبح و شام پڑھنے کی دعائیں منقول ہیں۔

(۳۹۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَانَ لَهُ عَدْلَ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَعِيلَ وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَ فِي حِرْزٍ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِذَا أَمْسَى فَمِثْلُ ذَلِكَ حَتَّى يُصْبِحَ قَالَ فَرَأَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا عَيَّاشٍ يَرْوِي عَنْكَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ صَدَقَ أَبُو عَيَّاشٍ.

ترجمہ حدیث: صبح وشام دعا پڑھنے کا فائدہ:

حضرت ابوعیاش زرقیؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت یہ دعا پڑھے،

لا اله الا الله وحده لا شرك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير.

نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ہے تمام تعریفیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اس کو حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اور اس کی دس خطائیں معاف کر دی جائیں گی، اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے اور شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور جب شام کے وقت یہی کلمات پڑھے تو صبح تک ایسا ہی رہے گا۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک ابوعیاشؓ آپ کی طرف منسوب کر کے اس طرح نقل کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ابوعیاشؓ بالکل سچے ہیں اور ٹھیک کہا ہے۔

تشریح حدیث:

فقوله: کان له عدل: لفظ عدل بکسر العین وبفتحہا دونوں طرح منقول ہیں، بمعنی المثل: من ولد اسماعیل، واو اور لام دونوں پر فتحہ کے ساتھ دوسری روایت اس میں وُلد بضم الواو وسکون اللام ہے ای کان له ثواب عتق رقبة باقی حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۳۹۸۸) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصْبَحْتُمْ فَقُولُوا اللَّهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَإِذَا أَمْسَيْتُمْ فَقُولُوا اللَّهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ.

ترجمہ حدیث: شام اور صبح پڑھنے کی دعائیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم صبح کرو تو یہ دعا پڑھو۔

اللھم بك اصبحنا و بك امسینا و بك نحی و بك نموت.

اے اللہ! ہم نے صبح کی آپ کی وجہ سے اور صرف آپ کی مدد سے شام کی، آپ کے لیے جئیں گے اور آپ کے لیے مریں گے، (مرنا جینا سب آپ کے لیے ہے)

اور جب شام ہو تو یہ دعا پڑھے:

اللھم بك امسینا و بك اصبحنا و بك نحی و بك نموت، و آلیك المصیر

اے اللہ! ہم نے محض تیری مدد سے شام کی اور تیری ہی نصرت سے صبح کی اور تیرے ہی لیے میرا جینا اور مرنا اور تیرے ہی طرف ہے لوٹ کر جانا۔

تشریح حدیث:

قولہ: بك اصبحنا: بك کا باء کسی محذوف کا متعلق ہے جو اصبح کی خبر ہے اور یہاں مضاف کو مقدر ماننا ضروری ہے ای اصبحنا ملتبسین بنعمتك۔ و بك نموت و نحی حکایة عن الحال الآتیة، و معناه انت تحیینی و انت تمیتنی

(۳۹۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَيَضُرَّهُ شَيْءٌ قَالَ وَكَانَ أَبَانُ قَدْ أَصَابَهُ طَرَفٌ مِنَ الْفَالِجِ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ أَبَانُ مَا تَنْظُرُ إِلَيَّ أَمَا إِنَّ الْحَدِيثَ كَمَا قَدْ حَدَّثْتُكَ وَلَكِنِّي لَمْ أَقُلْهُ يَوْمَئِذٍ لِيُمْضِيَ اللهُ عَلَيَّ قَدَرَهُ.

ترجمۂ حدیث: تکلیف دہ اور موذی جانور سے حفاظت کے لیے جامع دعا

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو بندہ بھی ہر روز صبح و شام کے وقت یہ کلمات تین مرتبہ کہے اس کو کوئی بھی شئی نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور وہ کلمات یہ ہیں۔

بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم.

صبح شام اس اللہ کے نام سے کرتا ہوں جس کے نام کی برکت کی وجہ سے زمین و آسمان کی کوئی بھی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور وہ سننے والا۔ جاننے والا ہے۔

راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت ابان کو فالج تھا ایک شخص ان کی طرف نہایت تعجب و حیرت سے دیکھنے لگا، حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے کہا میاں! (دیکھتے کیا ہو؟) حدیث ایسے ہی ہے جیسے میں نے بیان کی، لیکن ایک روز میں پڑھ نہ سکا (بھول گیا)

تا کہ اللہ تعالی مجھ پر اپنی اٹل تقدیر جاری کرے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب واضح ہے اس میں صبح وشام کے وقت پڑھنے کی مقبول ومنقول دعائیں ہیں۔

(۳۹۹۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ عَنْ سَابِقٍ عَنْ أَبِي سَلَامٍ خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ إِنْسَانٍ أَوْ عَبْدٍ يَقُولُ حِينَ يُمْسِي وَحِينَ يُصْبِحُ رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُرْضِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالی کو راضی کرنے والے کلمات:

خادم رسول حضرت ابوسلامؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان، یا جو انسان یا جو بندہ صبح اور شام کے وقت یہ کلمات کہہ لے تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس سے ضرور خوش ہوگا اور راضی ہوگا، اور وہ کلمات یہ ہیں۔

رضیت باللہ ربا، وبالاسلام دینا وبحمد نبیا۔ میں اللہ تعالی سے راضی ہوگیا رب ہونے کے اعتبار سے اور اسلام سے دین کے اعتبار سے راضی ہوں اور حضرت محمد ﷺ سے راضی ہوں باعتبار نبی ہونے کے۔

تشریح حدیث:

یعنی میں نے اللہ تعالی کو اپنا رب اور معبود مان لیا اور اسلام کو اپنا سچا اور برحق دین ہونے کا یقین کرلیا اور رسول اکرم ﷺ سے رسول ونبی ہونے کے اعتبار سے راضی ہوگیا اور ان کو اپنا نبی اور رسول مان لیا۔

(۳۹۹۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا جُبَيْرُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ حِينَ يُمْسِي وَحِينَ يُصْبِحُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي وَاحْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي الْخَسْفَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ صبح وشام یہ دعائیں نہیں چھوڑتے تھے (بلکہ پابندی سے پڑھتے تھے)۔

اللهم انی اسألك العافية فی الدنيا و الآخرة، اللهم انی اسألك العفو و العافية فی دينی ودنيای واهلی ومالی اللهم استر عوراتی وآمن روعاتی واحفظنی من بین یدیّ ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بك ان اغتال من تحتی.

اے اللہ! بے شک میں آپ سے دنیا اور آخرت کی عافیت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! بے شک میں اپنے دین اور اپنی دنیا اور اپنے اہل وعیال اور مال میں عافیت مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما۔ اور خوف کی چیزوں سے مجھ کو امن میں رکھ، اور (اے اللہ!) مجھے میرے سامنے سے میرے پیچھے سے اور میرے دائیں بائیں سے اور میرے اوپر سے حفاظت فرما اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میرے نیچے اچک لیا جاؤں، یعنی ہلاک کر دیا جاؤں حدیث کے راوی وکیع کہتے ہیں الاغتال کے معنی الخف کے ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: العفو: التجاوز من الذنب۔ گناہ درگزر کرنا، معاف کرنا۔

قوله: العافية: السلامة من الآفات و الشدائد، رنج والم، حزن وملال اور تکلیف ومصیبت سے حفاظت، سلامتی۔

قوله: عوراتي: عورات بفتح العین وسکون الواو، عورة کی جمع ہے وهی کل مایستحی منه ہر وہ شئی جس سے شرم وحیاء کی جائے، اور کسی کے جاننے، لینے یا دیکھنے کو برا سمجھا جائے۔

قوله: روعاتي: روعة کی جمع روعات، وهی الفزع، گھبراہٹ، خوف۔ قوله: واعوذ بك ان اغتال۔ اغتال مجہول کا صیغہ ہے ای اذهب من حیث لا اشعر۔

(۳۹۹۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَهَا فِي يَوْمِهِ وَلَيْلَتِهِ فَمَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ أَوْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ حدیث: ایک جامع پرتاثیر دعاء نبوی

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت، اعوذ بك من شر ماصنعت، ابوء بنعمتك وابؤ بذمتی، فاغفر لی فانه لا یغفر الذنوب الا انت.

اے اللہ! آپ میرے رب ہیں آپ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، آپ نے مجھے پیدا فرمایا اور میں آپ کا بندہ ہوں اور میں آپ کے عہد اور وعدے پر بقدر استطاعت قائم ہوں، میں نے جو کام کئے ان کے شر سے میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں، آپ کی نعمت اور انعام کا معترف وقائل ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ اس لیے آپ میری مغفرت فرما دیجئے، کیوں کہ گناہوں کو آپ کے علاوہ کوئی بخشنے والا نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اس کو دن میں یا رات میں کہے، پھر اسی دن یا رات کو اس کو موت آجائے تو انشاء اللہ تعالی وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح حدیث:

اس دعا کو سید الاستغفار کہتے ہیں دن یا رات میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لینا چاہیے تاکہ اگر موت آجائے تو فرمان رسالت کے مطابق جنت میں جائے۔

(۱۴۲۰) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہیں اس باب میں ان دعاؤں کا بیان ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لے جانے کے بعد پڑھتے تھے اور ان دعاؤں کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ آپ کی امت بھی ان سے فیض اٹھائیں، اور وہ دنیا اور آخرت کی سعادت ونعمت سے مالا مال ہوں۔

(۳۹۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ.

ترجمہ حدیث: بستر پر جانے کے بعد پڑھنے کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللهم رب السماوات والارض ورب كل شيئ، فالق الحب والنوي، منزل التوراة والانجيل والقرآن العظيم، اعوذبك من شر كل دابة انت آخذ بناصيتها انت الاول، فليس قبلك شيئ، وانت الآخر، فليس بعد

شئی وانت الظاهر، فلیس فوقك شئی وانت الباطن فلیس دونك شئی اقض عنی الدین واغننی الفقر.

اے اللہ! آسمان وزمین کا رب اور ہر چیز کا، اے دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے، تورات انجیل اور قرآن عظیم کو نازل فرمانے والے میں ہر جانور کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی آپ کے قبضہ میں ہے، آپ ہی اول ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں، آپ ہی آخر بھی ہیں آپ کے بعد کوئی چیز نہیں آپ ہی پوشیدہ و پنہاں ہیں آپ سے زیادہ کوئی بھی شئی پوشیدہ نہیں، میری جانب سے قرض ادا کر دیجئے، اور مجھے مفلس سے غنی کر دیجئے۔

تشریح حدیث:

قوله: رب السماوات والارض، اس سے بقائے عالم کے اصول کی طرف اشارہ ہے اور اس کے بعد رب کل شئ کے ذریعہ اللہ تعالی کی ربوبیت کی تعلیم کی جانب اشارہ ہے یعنی اللہ پاک تمام کلیات وجزئیات کا رب حقیقی ہے، اور تمام اصول وفروع کا مالک ہے۔

قوله: فالق الحب والنوي: اس کے ارزاق جسمانیہ کی طرف اشارہ ہے جس پر بقاء جسم موقوف ہے، لفظ حب کا استعمال طعام کے لیے ہوتا ہے جبکہ نوی تمر یعنی کھجور کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

قوله: منزل التوراة والانجیل والقرآن: اس سے ارزاق روحانیہ کی طرف اشارہ ہے جو احوال آخرت اور احکام آخرت کی تدبیر پر محتوی اور متعلق ہے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ زبور کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زبور میں چوں کہ احکام وشرائع نہ تھے اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

قوله: آخذ بناصیتها: آپ اس کی پیشانی کو پکڑنے والے ہیں یہ درحقیقت اللہ تعالی کی قدرت کاملہ اور غلبہ سے عبارت ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۹۹۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَضْطَجِعَ عَلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْزِعْ دَاخِلَةَ إِزَارِهِ ثُمَّ لِيَنْفُضْ بِهَا فِرَاشَهُ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ لِيَقُلْ رَبِّ بِكَ وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ فَإِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا حَفِظْتَ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ.

ترجمۂ حدیث: سونے کے آداب اسلامی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر سونے کے لیے آئے تو اپنے ازار کا کنارہ کھول لے اور اس سے اپنا بستر جھاڑ لے، اس لیے کہ اسے معلوم نہیں کہ بستر کے

پیچھے کیا ہے پھر اس کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جائے، پھر یہ دعا پڑھے۔

رب ابك وضعت جنبي وبك ارفعه، فان امسكت نفسي فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما حفظت به عبادك الصالحين.

اے میرے رب! آپ ہی کے بھروسے پر میں نے اپنی کروٹ رکھی ہے اور آپ ہی کے بھروسے پر اس کو میں اٹھاؤں گا پس اگر آپ میری جان کو روک لیں تو اس پر رحم فرما، اور اگر چھوڑ دیں (اور میں بیدار ہو جاؤں) تو اس کی ایسے ہی حفاظت فرما، جیسے آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے آداب بیان فرمائے ہیں اس حدیث میں صرف تین ادب کا بیان ہے

(۱) جو کوئی اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ بستر کو کسی بھی کپڑے وغیرہ سے جھاڑے، پھر اس پر سوئے کیوں کہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی موذی اور تکلیف دہ جانور ہو جو اذیت پہنچادے اس لیے اولا کسی بھی کپڑے سے بستر کو جھاڑ لینا چاہئے، اگر کوئی کپڑا خارج سے میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں لنگی کے اندر کے کونے سے جھاڑ لے، اور لنگی کے اندر کے کونے سے مراد کپڑے کا وہ حصہ یا کونہ ہے جو اندرونی طرف بدن سے لگا ہوتا ہے خواہ وہ لنگی ہو یا کوئی اور کپڑا، اور حدیث شریف میں لنگی کے کونے سے جھاڑنے کو اس لیے فرمایا کہ باہر کے کونے سے جھاڑنے سے اوپر کا کونہ یا حصہ میلا ہو جائے گا جس سے بدنمائی پیدا ہو جائے گی۔

(۲) بستر جھاڑنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹے، یہ مسنون اور سونے کا ادب ہے علامہ ابن القیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر سونے میں حکمت یہ ہے کہ چوں کہ دل بائیں پہلو میں ہوتا ہے اس لیے دائیں کروٹ سونے کی صورت میں دل لٹکتا رہتا ہے جس کی وجہ سے نیند میں استراحت اور زیادہ غفلت نہیں ہوتی، اور نماز تہجد وغیرہ کے لیے جاگنا ہوتا ہے جب بائیں کروٹ سونے سے دل اپنی جگہ ٹھہرتا ہے جس کی وجہ سے نیند میں غفلت اور استراحت بہت زیادہ ہوتی ہے تہجد وغیرہ کے لیے اٹھنے میں دشواری اور مشکل ہوتی ہے **وفي اضطجاعة علی شقه الايمن سر، وهو ان القلب معلق في الجانب الايسر، فاذا نام الرجل علی الجنب الايسر مستقل يوماً، لانه يكون في دعة، واستراحة فيثتقل نومه، فاذا نام علی شقه الايمن فانه بقلب ولا يستغرق في النوم، تعلق القلب وطلبه مستقره وميله اليه، ولهذا استحب الاطباء النوم علی الجانب الايسر لكمال الراحة وطيب المنام وصاحب الشرع يستحب النوم علی الجانب الايمن لئلا يثقل نومه فينام عن قيام الليل، فالنوم علی الجانب الايمن نفع للقلب، وعلی الجانب الايسر انفع للبدن، والله اعلم** (۱)

(۱) زاد المعاد: ۱/ ۳۲۱ بحواله اهداء الديباجه: ۵/ ۱۲۵

(۳) حدیث شریف میں تیسرا ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب دائیں کروٹ پر لیٹ جائے تو اس کے بعد دعا پڑھے، جو حدیث شریف میں مذکور ہے، پھر سو جائے۔

نیند موت کا بھائی ہے:

النوم اخ الموت: نیند موت کا بھائی ہے جب انسان سوتا ہے تو وہ گویا مردے کے حکم میں ہو جاتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کی روح کو عارضی طور پر قبض کر لیتا ہے پھر اس کے بعد اس کی روح کو جسم میں بھیج دیتا ہے، یعنی اسے نیند سے بیدار کر دیتا ہے اور کبھی اس کی روح کو اپنے پاس روک لیتا ہے اور اسی حالت میں اس کو موت دیدیتا ہے چناں چہ اسی چیز کے بارے میں مذکور دعا کے اندر درخواست کی گئی ہے کہ الٰہی اگر سونے کے بعد میری روح کو اپنے پاس رکھ لے اور مجھ پر موت طاری کر دے تو اس صورت میں میری مغفرت فرما، اور اگر میری روح کو واپس بھیج دے اور مجھے بیدار کر دے تو پھر اس صوت میں میری اسی طرح حفاظت فرمایئے جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے یعنی نیکی و بھلائی کی توفیق عطا فرمایئے اور برائی و گناہ کے کام سے حفاظت فرمایئے، اور میرے ہر کام و فعل پر نصرت فرمایئے۔

(۳۹۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَسَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلَ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِي يَدَيْهِ وَقَرَأَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ.

ترجمۂ حدیث: سوتے وقت معوذتین پڑھ کر دم کرنا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور معوذتین (یعنی قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ إِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾) پڑھتے پھر دونوں ہاتھوں کو پورے جسم پر پھیر لیتے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے آشکارہ اور واضح ہے۔

(۳۹۹۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ أَوْ أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَقُلِ اللَّهُمَّ

أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَنْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ وَقَدْ أَصَبْتَ خَيْرًا۔

ترجمہ حدیث: سوتے وقت پڑھنے کی مسنون دعا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ راوی ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا جب تو اپنے خواب گاہ کو پکڑو، یعنی سونے کے لیے اپنے بستر پر آؤ تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

اللهم اسلمت وجهي اليك والجأت ظهوري، اليك وفوضت امري اليك، رغبة ورهبة اليك لا منجأ ولا ملجأ منك الا اليك آمنت بكتابك الذي انزلت وبنبيك الذي ارسلت۔

اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے لیے جھکا دیا، اور اپنی پشت تیرے سہارے رکھی، اور اپنا معاملہ تیرے حوالہ کیا، آپ کی رغبت سے اور آپ ہی کے خوف سے، آپ کے علاوہ کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ نہیں، ایمان لایا میں اس کتاب پر جو آپ نے نازل فرمائی اور آپ کے اس نبی پر جس کو آپ نے بھیجا۔ پس اگر تو اسی رات مر گیا تو فطرت کے مطابق مرا، اور اگر تم نے صبح کی تو تمہیں بہت بھلائی حاصل ہوگی۔

تشریح حدیث:

قوله: اسلمت: قال ابن حجر: اى استسلمت وانقدت، اور مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے حکم کے تابع کر دیا، اس لیے کہ مجھے نفع ونقصان کی کوئی طاقت نہیں ہے یعنی اپنے نفس سے نہ نفرت کو دور کر سکتا ہوں اور نہ اپنے نفس کے لیے نفع حاصل کر سکتا ہوں۔

قوله: فوضت احرى اليك: أى توكلت عليك فى أخرى كله، یعنی میں اپنے تمام معاملات میں آپ پر بھروسہ کیا۔

قوله: الجأت ظهرى اليك: اى اعتمدت فى امورى عليك لتعيينى على ما ينفعني، لانه من استند الى شئى تقوى به واستعان به، وخصه بالظهر لان العادة جرت ان الانسان يعتمد بظهره الى ما يستند اليه۔

قوله: رغبة ورهبة اليك: اى رغبة فى رفدك وثوابك، ورهبة الى خوفاً من غضبك ومعه عقابك (۱)

قوله: فان مت مت على الفطرة: فطرت سے مراد دین قویم ملت ابراہیم علیہ السلام ہے۔

ابن بطال اور علماء کی ایک رائے یہ ہے کہ فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔

(۱) فتح الباري: ۱۱/۱۱۱

(۳۹۹۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ وَضَعَ يَدَهُ يَعْنِي الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ.

ترجمہ حدیث: سونے کا مسنون طریقہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے داہنے دست مبارک کو اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ دعا پڑھتے۔

اللهم اقنی عذابك يوم تبعث او تجمع عبادك. اے اللہ! آپ نے مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے بچا لیجئے جس دن آپ بندوں کو اٹھائیں گے یا اپنے تمام بندوں کو جمع کریں گے۔

تشریح حدیث:

نبی کریم ﷺ نے یا تو یہ دعا ازراہ تواضع وانکساری مانگی، یا اس سے آپ کا مقصد امت کو تعلیم دینا تھا کہ لوگ سوتے وقت اس کو پڑھیں۔

قوله: تبعث: او تجمع۔ اس میں لفظ او شک راوی کو ظاہر کر رہا ہے کہ حضور ﷺ نے یا تو یوم تبعث فرمایا یا یوم تجمع فرمایا، بہر حال اس دعا کو ان دونوں لفظوں میں سے کسی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔

(۱۴۲۴) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا انْتَبَهَ مِنَ اللَّيْلِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ربیعہ بن کعبؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہیں، اس باب میں سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں منقول ہیں نیند سے بیدار ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے کہ اللہ پاک نے روح کو جسم میں لوٹا دیا لہٰذا اس نعمت پر سجدہ شکر ادا کرنا اور اللہ پاک کی حمد و تعریف کرنا چاہئے۔

(۳۹۹۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ حِينَ يَسْتَيْقِظُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ثُمَّ دَعَا رَبِّ اغْفِرْ لِي غُفِرَ لَهُ قَالَ الْوَلِيدُ أَوْ قَالَ دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ فَإِنْ قَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ.

ترجمۂ حدیث: نیند سے اچانک بیدار ہونے کے بعد پڑھنے کی دعا

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رات میں نیند سے اچانک بیدار ہو اور بیدار ہوتے ہی یہ دعا پڑھے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئی قدیر، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ!لا باللہ العلی العظیم۔

نہیں ہے کوئی معبود برحق سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہت حقیقی ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اللہ کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بڑا ہے اور کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے مگر اللہ ہی کی جانب سے جو بلند وبالا اور عظیم ہے۔

پھر اس کے بعد یہ دعا مانگے رب اغفر لی، اے میرے رب! میری مغفرت فرما دیجئے تو اس کی مغفرت ہوجائے گی۔حدیث شریف کے راوی ولید کہتے ہیں کہ میرے استاذ امام اوزاعیؒ نے یہ الفاظ کہے کہ کوئی بھی دعا مانگے قبول ہوگی، پس اگر کھڑا ہوا اور وضوء کیا پھر نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

تشریح حدیث:

قولہ: من تعارّ: بفتح التاء والعین المھملۃ وبعد الالف الراء المشددۃ، التنبہ والاستیقظ من النوم: یعنی نیند سے جاگنا، بیدار ہونا، علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ یستعمل من انتباہ معہ صوت آواز کے ساتھ نیند سے اٹھنا، یقال تعار الرجل، اذاھب من نومہ مع صوت تعار الرجل اس وقت بولا جاتا ہے جب آدمی نیند سے آواز کے ساتھ بیدار ہو، لیکن اس لفظ کا استعمال بدون الصوت جاگنے پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرات شراح کرام نے اس کی وضاحت کی ہے۔

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ رات کے وقت چونکنے یا جاگنے کے وقت کے لیے یہ بہت کارآمد دعا ہے اور اس کو درہم الکیس کہتے ہیں جس طرح آدمی کیس یعنی تھیلی میں روپیہ پیسہ رکھتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے نکال لیتا ہے اسی طرح یہ دعائیں بہت کارآمد اور مفید ہے آدمی جب بھی نیند سے بیدار ہوا سے پڑھ لے اور اس کے بعد کوئی بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

(۳۹۹۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ أَنْبَأَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ رَبِيعَةَ بْنَ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَبِيتُ عِنْدَ بَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنَ اللَّيْلِ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الْهَوِيَّ ثُمَّ يَقُولُ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ربیعہ بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے کے پاس رات گزارتے تھے اور وہ رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیر تک یہ کہتے ہوئے سنتے: سبحان اللہ رب العالمین، پھر فرماتے سبحان اللہ وبحمدہ.

تشریح حدیث:

قولہ: الھويّ: ای ساعۃ من اللیل، وقیل ھو الزمان الطویل، رات کے وقت، بعض نے کہا اس کے معنی ہیں طویل زمانہ لمبا عرصہ۔

(۴۰۰۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَکِیعٌ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَبَہَ مِنَ اللَّیْلِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی أَحْیَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَیْہِ النُّشُورُ.

ترجمۂ حدیث: جب سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات میں نیند سے بیدار ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف رجوع ہونا ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: والیہ النشور: حضرات شراح کرام نے اس جملہ کے دو مطلب لکھے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ آخر کار موت کے بعد حساب وکتاب اور جزا سزا کے لیے اسی ذات باری تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہاں حدیث شریف میں نشور سے مراد سونے کے بعد اٹھ کر طلب معاش اور اپنے کام کاج میں مصروف ہونے کے لیے زندگی کی ہماہمی میں شریک ہو جانا، یہ مطلب زیادہ راجح ہے۔

(۴۰۰۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَیْنِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَۃَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النُّجُودِ عَنْ شَھْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي ظَبْیَۃَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ بَاتَ عَلَی طُھُورٍ ثُمَّ تَعَارَّ مِنَ اللَّیْلِ فَسَأَلَ اللّٰہَ شَیْئًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْیَا أَوْ مِنْ أَمْرِ الْآخِرَۃِ إِلَّا أَعْطَاہُ.

ترجمۂ حدیث: باوضو سونے کی فضیلت

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ بھی رات میں باوضو سوئے پھر وہ رات

کے وقت اچانک جاگے، پھر اللہ تعالی سے دنیا یا آخرت کے معاملے میں جو کچھ مانگے گا اللہ تعالی اسے ضرور عطا فرمائیں گے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں سونے کے دو آداب بیان کئے گئے ہیں ایک یہ باوضو سویا جائے، دوسرے یہ کہ جب رات میں کبھی اچانک آنکھ کل جائے تو اس وقت رات میں جو چاہے اللہ سے سوال کرے اور مانگے اللہ تعالی عطا فرمائیں گے

(۱۴۲۵) بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت اسماء بنت عمیسؓ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں، اس باب میں ان منقول اور مقبول دعاؤں کا بیان ہے جو سختی اور مصیبت کے وقت پڑھی جائیں گی۔

(۴۰۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنِي هِلَالٌ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أُمِّهِ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ قَالَتْ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ اللَّهُ اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا.

ترجمہ حدیث: کرب و مصیب کے وقت پڑھنے کی دعا:

حضرت اسماء بنت عمیسؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے جو میں مصیبت کے وقت پڑھتی ہوں اللہ اللہ ربی لا اشرك به شيئا: اللہ، اللہ میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں کرتی ہوں۔

تشریح حدیث:

قوله: الله. الله دونوں مرفوع ہیں اور تاکید کے واسطے ڈبل لایا گیا ربی لا اشرك به: ای بعبادته شيئا من الخلق برياء وطلب اجر فالمراد الشرك الخفي، او المراد لا اشرك بسواله احداً غيره۔

عام طور پر، پریشانی کے وقت لوگوں کا ایمان ڈھلمل ہو جاتا ہے، اور یقین و توحید باری میں ضعف آجاتا ہے دفع کرب والم کے لیے بعض مرتبہ شرکیہ افعال بھی کر بیٹھتے ہیں اس لیے اس موقع پر یہ دعا تعلیم دی گئی ہے اللہ یہ مصیبت اور پریشانی بھی تیری جانب سے ہے تو جس حال میں بھی رکھے میں راضی ہوں اور خوش ہوں کسی بھی حال میں تیری ذات و صفات کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتی ہوں، نہ شرک جلی اور نہ شرک خفی، بس تو ہی میرا رب ہے تیرے علاوہ کوئی نہیں۔

قوله: كلمات: جمع قلت کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے یہ بتانے کے لیے کہ اس دعا کہ الفاظ تھوڑے ہیں اور اس کا یاد کرنا آسان ہے اور اس کی عظمت و شان کو بتانے کے لیے تنوین لائی گئی ہے گویا کلمات پر تنوین برائے تعظیم ہے مطلب یہ

ہے کہ دعا کے کلمات اگر چہ قلیل اور تھوڑے ہیں لیکن بڑے عظیم الشان اور رفیع المرتبت ہیں، واللہ اعلم۔

(۴۰۰۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ قَالَ وَكِيعٌ مَرَّةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فِيهَا كُلِّهَا.

ترجمہ حدیث: جب کوئی مصیبت آن پڑے تو یہ دعا پڑھے:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مصیبت کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم سبحان الله رب السماوات السبع ورب العرش الكريم.

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے جو حلیم ہے کریم ہے، اللہ تعالیٰ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے عرش عظیم کا مالک ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے ساتوں زمین کا مالک ہے اور پروردگار ہے اور عرش کریم کا۔ راوی حدیث نے ہر کلمہ کے ساتھ ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کا اضافہ فرمایا ہے۔

تشریح حدیث:

ان دونوں حدیثوں میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو ایک نہایت جامع اور معنی خیز دعا سکھلائی ہے جس کو پڑھ کرامت اپنی مصیبت، تکلیف، سختی، حزن وملال رنج وغم اور تمام پریشانیوں سے نجات پا سکتی ہے جب مومن صالح اور عبد صالح پر منجانب کوئی مصیبت اترتی ہے تو اپنے رب کی جانب رجوع کرتے ہیں اور اسی کے سامنے آہ وگریہ زاری کر کے اپنے مسائل کو حل کراتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی مصائب وآلام کو نازل کرتا ہے تا کہ اس کے ایمان ویقین کا امتحان لے کہ اس کا ایمان کس درجہ پختہ۔ ہے اور اللہ کی ذات پر کتنا مضبوط عقیدہ ہے۔

اسباب نزول مصائب

(۱) بندے پر جب غفلت کا پردہ طویل ہو جاتا۔ ہے تو اللہ تعالیٰ بطور تادیب اسے شدائد وآلام سے دوچار کر کے اس کا امتحان لے تا ہے۔

(۲) بندہ کوئی گناہ کر کے اس سے توبہ نہیں کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بطور تنبیہ اس کو مصیبت میں گرفتار کرتا ہے تا کہ رجوع الی اللہ کرے اور توبہ صادق کرے۔

(۳) کبھی بندہ اللہ تعالی کی نعمت کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو مصیبت میں ڈال کر امتحان لیتا ہے۔

(۴) بعض مرتبہ بندہ اللہ تعالی کے واجبات کو جن کی ادائے گی اللہ نے ان پر لازم کیا ہے ادا نہیں کرتا ہے اس لیے مبتلائے مصائب کیا جاتا ہے۔

(۵) اور کبھی رفع درجات کے لیے آلام ومصائب میں ڈالتے ہیں۔ جب صورت حال یہ ہے کہ بندے پر لازم ہے کہ اللہ تعالی کی حمد وثنا اس کی مدح وتعریف اور ستائش اس کی صفت حلم اور کرم کے ساتھ کرے، دعا میں مصیبت کردہ شخص گویا یہ کہتا ہے کہ اگر میرا ذنوب خطا اور معاصی نزول بلاء کا متقاضی ہے تو آپ کا حلم وکرم عفو درگزر اور عافیت کا متقاضی ہے آپ کی دریائے رحمت ومغفرت ہمارے گناہ سے وسیع سے وسیع تر ہے، لہٰذا تو میرے گناہوں، خطاؤں لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما کر مصیبت وبلاء کو دور فرما۔

علماء فرماتے ہیں کہ حلیم اس ذات کو کہتے ہیں جو قدرت وطاقت کے باوجود عقوبت کو موخر کرے اور عظیم وہ ذات ہے جس سے بڑا کوئی بھی نہ ہو، اور کریم اس ذات کو کہتے ہیں جو فضل عطا کرنے والا ہو۔

(۱۴۲۶) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ

حضرت امام ابن ماجہ نے اس باب میں صرف تین حدیثیں قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں، اس باب میں گھر سے نکلتے وقت پڑھنے کی دعا مذکور ہے جب آدمی گھر سے نکلے اور کہیں باہر جائے تو کون سی دعا پڑھے؟ اسی کا بیان ہے۔

(۴۰۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَنْزِلِهِ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أَزِلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ.

ترجمۂ حدیث: گھر سے نکلنے کی دعا

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللهم انی اعوذبك ان اضل او ازل، او اظلم او أظلمَ او اجهل اويجهل علي

اے اللہ! بے شک میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں گمراہ ہونے سے، پھیل جانے سے، ظلم کرنے سے، ظلم کئے جانے سے، اور اس بات سے کہ میرے ساتھ کوئی جہالت کا برتاؤ کرے۔

تشریح حدیث:

جب کوئی آدمی گھر سے نکلے تو چاہئے کہ مذکورہ بالا دعا پڑھ کر اللہ تعالی کی پناہ، ضلالت سے مزلت سے اور ظلم کرنے

نے اور ظلم کئے جانے سے چاہ لے، اس لیے کہ جب آدمی گھر سے نکلتا ہے تو مختلف المزاج لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے اور ہر قسم کے لوگوں سے معاملہ کرنا پڑتا ہے کچھ صالح اور نیک بندے بھی ہوتے ہیں اور کچھ فاسق و فاجر بھی، جن سے تکلیف اور ایذا پہنچنے کا غالب گمان ہوتا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ کی عادت شریفہ اور سنت مبارکہ یہ تھی کہ گھر سے نکلتے ہی دعا پڑھتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ حفاظت و نگرانی فرمائے۔

(۴۰۰۵) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ بِسْمِ اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ التُّكْلَانُ عَلَى اللهِ.

ترجمہ حدیث: گھر سے نکلتے وقت آپ کی دعا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

بسم الله، لا حول ولا قوة الا بالله التكلان على الله

میں اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلتا ہوں گناہوں سے بچنے کی قوت اور عبادت کرنے کی طاقت صرف اور صرف اللہ کی طرف سے ہے اور بھروسہ و اعتماد صرف اللہ ہی کی ذات پر ہے۔

تشریح حدیث:

ترجمہ سے مطلب واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۰۰۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ هَارُونَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَابِ بَيْتِهِ أَوْ مِنْ بَابِ دَارِهِ كَانَ مَعَهُ مَلَكَانِ مُوَكَّلَانِ بِهِ فَإِذَا قَالَ بِسْمِ اللهِ قَالَا هُدِيتَ وَإِذَا قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ قَالَا وُقِيتَ وَإِذَا قَالَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ قَالَا كُفِيتَ قَالَ فَيَلْقَاهُ قَرِينَاهُ فَيَقُولَانِ مَاذَا تُرِيدَانِ مِنْ رَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ؟

ترجمہ حدیث: گھر سے نکلتے وقت ملائکہ کا ہمراہ ہونا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر کے دروازے سے یا اپنی کوٹھری کے دروازے سے باہر نکلتا ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں جب گھر سے نکلنے والا شخص کہتا ہے بسم اللہ تو فرشتے کہتے ہیں ھُدِیتَ تیری رہنمائی کی گئی اور جب وہ کہتا ہے لا حول ولا قوة الا باللہ تو فرشتے کہتے ہیں تیری

کفایت کی گئی پھر اس سے اس کے دونوں شیطان ملتے ہیں تو فرشتے ان سے کہتے ہیں تم اس آدمی سے چاہتے ہو (کیا شرک کروانا چاہتے ہو) جس کی راہنمائی ہو چکی ہے، کفایت ہو چکی، اور حفاظت بھی ہو چکی۔

تشریح حدیث:

قولہ: فیلقاہ قریناہ: ہر انسان کے ساتھ ایک قرین ملائکہ ہوتا ہے اور قرین جن، جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے، **قال رسول اللہ ﷺ ما منکم من احد الا وقد وکل بہ قرین من الجن وقرین من الملائکۃ**، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ پیدائشی طور پر ایک شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ، لیکن ابن ماجہ کی حدیث ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور دو ملائکہ دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

شیخ عبدالغنی مجددیؒ نے اس تعارض کا دفاع ان الفاظ میں کیا ہے: **فیحمل علی ان یکون لکل انسان قرین ومع بعضھم قرینان او یکون الواحد کالرئیس والثانی کالتابع**، یعنی ہر انسان کے ساتھ ایک ہی قرین ہوتا ہے البتہ بعض کے ساتھ دو ہوتے ہیں یا ان میں سے ایک سردار کی طرح ہوتا ہے اور دوسرا تابع کے مثل، واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۴۲۷) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

اس باب میں ایک حدیث حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی مروی ہے اس باب میں گھر میں داخل ہونے کی دعا مذکور ہے یعنی آدمی جب گھر میں داخل ہو تو کیا پڑھ کر داخل ہو اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کا معمول مبارک کیا تھا اسی کا بیان ہے۔

(۴۰۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَإِذَا دَخَلَ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ فَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ.

ترجمۂ حدیث: گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر اللہ کرنا:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو اور دخول کے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کو یاد کر لیا (مثلاً بسم اللہ کہہ لیا) تو شیطان (اپنے لشکر سے کہتا ہے تمہارے لیے اس گھر میں نہ سونے کی جگہ ہے (اور نہ رات کا کھانا ہے) اور جب آدمی گھر میں داخل ہو اور دخول کے وقت اللہ کو یاد نہ کیا تو شیطان (اپنے لشکر سے کہتا ہے کہ تمہیں رات گزارنے کے لیے ٹھکانہ مل گیا اور اگر کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام نہ لیا تو شیطان کہتا ہے تمہیں رات گزارنے کے لیے ٹھکانہ اور رات کا کھانا مل گیا۔

تشریح حدیث:

قولہ: قال الشیطان: شارح مسلم امام نووی، صاحب عون المعبود شیخ شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں قال الشیطان: ای الاخوانہ واعوانہ ورفقتہ، شیطان اپنے لاؤلشکر سے کہتا ہے یعنی جب کوئی آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لے کر داخل ہوتا ہے اور احادیث میں واردشدہ دعا پڑھ کر داخل ہوتا ہے تو شیطان اپنے تمام لاؤلشکر سے کہتا ہے، لامبیت لکم ای لا موضع یبوتہ لکم یہاں تم لوگوں کے لیے رات گزارنے کی کوئی جگہ نہیں ہے ولاعشاء اور نہ ہی تمہارے لیے یہاں کوئی کھانا ہے نہ کھانا ہے نہ ٹھکانہ بلکہ یہاں سے بھاگو بھاگو! الغرض تسمیہ ہونے کی وجہ سے وہ گھر شیطان کا بسیرا بننے سے محفوظ ہوجاتا ہے اور شیطان خائب وخاسر اور محروم لوٹتا ہے برخلاف اگر گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے اور دعا نہ پڑھی تو شیطان اپنا بسیرا بنالیتا ہے اور وہاں شیطان کو رہنے کا موقع مل جاتا ہے۔

اسی طرح عندالطعام اگر تسمیہ ترک کردیا جائے تو شیطان اس طعام میں اپنا حصہ بنالیتا ہے اور کھاتے وقت اس میں شریک ہوجاتا ہے لیکن اگر عندالاکل طعام پر تسمیہ پڑھ لیا جائے اور احادیث میں معقول شدہ دعاؤں کا ورد کرلیا جائے تو پھر اس کھانے میں شیطان کا حصہ نہیں ہوتا ہے۔

(۱۴۲۸) بَابُ مَا یَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا سَافَرَ

اس باب کے تحت ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت عبداللہ بن سرجنؓ سے مروی ہے اس باب میں یہ دعا منقول ہے کہ جب کوئی آدمی سفر میں جائے تو کیا پڑھے سفر کرتے وقت کی دعا اس باب کی حدیث میں آئی ہے۔

(۴۰۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ يَتَعَوَّذُ إِذَا سَافَرَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ فَإِذَا رَجَعَ قَالَ مِثْلَهَا.

ترجمہ حدیث: سفر میں نکلتے وقت پڑھنے کی دعا

حضرت عبداللہ بن سرجسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اور عبدالرحیم نے اپنی روایت میں یقول کی جگہ یتعوذ کہا یعنی پناہ چاہتے تھے۔

اللھم انی اعوذبك من وعثاء السفر وکابة المنظر والحور وبعد الکور ودعوۃ المظلوم، وسوء المنظر فی الاھل والمال۔

اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سفر کی تھکاوٹ سے اور برے منظر نیز سفر سے لوٹنے کے بعد بری حالت سے اور گھر اور مال میں برے منظر کو دیکھنے سے۔۔ اس روایت میں ابو معاویہ نے مزید یہ اضافہ کیا ہے کہ جب سفر سے لوٹتے تو بھی اسی کے مثل پڑھتے تھے۔

تشریح حدیث:

قوله: وعثاء السفر، ای شدته و مشقته، یعنی سفر کی سختی اور اس کی مشقت و تکلیف سے پناہ چاہتا ہوں۔

قوله: الحور بعد الكور یہاں مسلم شریف کے اکثر نسخوں میں الکون نون کے ساتھ ہے امام ترمذی نے نون کے ساتھ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ویروی بالراء ایضاً یعنی راء کے ساتھ الکور بھی مروی ہے معناه الرجوع من الايمان الى الكفر او من الطاعة الى المعصية اى الرجوع من شيئى الى شيئى من الشر یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایمان سے کفر کی طرف لوٹنے سے، اطاعت و فرمانبرداری سے معصیت کی طرف لوٹنے سے، یا کسی کار خیر سے کار بد کی طرف لوٹنے سے، یا استقامت سے غیر استقامت کی جانب لوٹنے سے یا میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میری حالت صحیح ہونے کے بعد خراب ہو جائے یا جماعت سے لوٹنے سے جبکہ میں اس میں موجود تھا، الغرض حضرات علماء کرام و شراح عظام نے متعدد معانی بیان کئے ہیں اچھی حالت سے بری حالت کی جانب لوٹنے سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔

دعوة المظلوم: مظلوم کی بددعا سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت آپ ظلم و زیادتی سے پناہ مانگتے تھے کہ خدایا مجھے اس بات سے محفوظ و مامون رکھ کہ میں دانستہ کسی پر ظلم و ستم کروں پھر وہ میرے لیے بددعا کرے۔

قوله: كابة المنظر: اى ان ينقلب من سفره الى اهله كئيباً حزينا غير مقضى الحاجة، او منكوبا ذهب ماله، او اصابته آفة فى سفره او ان يرد على اهله فيجدهم مرضى او يفقد بعضهم و ما اشبه ذالك من المكروه[1]

(۱۴۲۹) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا رَأَى السَّحَابَ وَالْمَطَرَ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں جب آدمی آسمان میں بادل دیکھے یا سخت بارش دیکھے تو اس وقت کون سی دعا پڑھے اس کا بیان ہے۔

(۴۰۰۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ الْمِقْدَامِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى سَحَابًا مُقْبِلًا مِنْ أُفُقٍ مِنَ الْآفَاقِ تَرَكَ مَا هُوَ فِيهِ وَإِنْ كَانَ فِي صَلَاتِهِ حَتَّى يَسْتَقْبِلَهُ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أُرْسِلَ بِهِ فَإِنْ أَمْطَرَ

(۱) معالم السنن للخطابی: ۲/۲۵۸ بحوالہ اھداء لدیباجہ: ۵/۲۳۵۔

قَالَ اللّٰهُمَّ سَيْبًا نَافِعًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً وَإِنْ كَشَفَهُ اللّٰهُ وَلَمْ يُمْطِرْ حَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى ذٰلِكَ.

ترجمۂ حدیث: بادل اور بارش کے وقت کی دعا!

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کسی بھی افق سے بادل کو آتا ہوا دیکھتے تو آپ جس کام میں بھی مشغول ہوتے چھوڑ دیتے، اگرچہ (نفلی) نماز ہی کیوں نہ ہوتی، آپ اس کی جانب متوجہ ہو کر کہتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اللهم انا نعوذ بك من شر ما ارسل به.

اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں اس شر سے جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔ اگر بارش ہو جاتی، تو فرماتے اللھم صيبا نافعاً اے اللہ! جاری اور نافع پانی عطا فرما، آپ دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمائے، اور بحکم خداوندی بادل چھٹ جاتا اور بارش نہ ہوتی تو آپ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

بعض روایت میں صیبا کی جگہ سقیا کا لفظ ہے جب آدمی بارش کو برستا دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے اس کے نافع اور مفید ہونے کی دعا کرے اور یوں کہے اللھم صیبا نافعہ اے اللہ! تو اس کو نفع بخش بارش بنا دے، اس کی ضرر سے حفاظت فرما، اس کے شر سے حفاظت فرما۔

(۴۰۱۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي الْعِشْرِينَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ صَيِّبًا هَنِيئًا.

ترجمۂ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بارش کو دیکھتے تو یوں ارشاد فرماتے۔

اللهم اجعله صيبا هنيئا: اے اللہ! تو اس کو خوش گوار بارش بنا دے۔

تشریح حدیث:

جو نقصان دینے والی نہ ہو، بلکہ نفع بخش ہو، حدیث شریف کا مطلب واضح ہے۔

(۴۰۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَخِيلَةً تَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَتَغَيَّرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ فَإِذَا أَمْطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ فَذَكَرَتْ لَهُ عَائِشَةُ بَعْضَ مَا رَأَتْ مِنْهُ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيكِ لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمُ هُودٍ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا

اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ الْآيَةَ.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب ابر دیکھتے تھے آپ کا چہرانور کا رنگ بدل جاتا تھا اور (گھبراہٹ کے عالم میں) کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے، آگے، پیچھے ہوتے رہتے تھے، (یعنی آپ پر اضطراب اور بے چینی کی کیفیت طاری رہتی تھی) جب بارش ہو جاتی تو پھر آپ کی یہ اضطرابانہ کیفیت جاتی رہتی، حضرت عائشہ نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا جو انہوں نے (آپ میں اضطراب و بے چینی) دیکھی تو آپ نے فرمایا (اے عائشہ!) تمھیں کیا خبر شاید یہ ایسا ہی ہو جیسے قوم ہود نے کہا جب انہوں نے وادیوں کی طرف سے ابر آتا دیکھا کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا (تو اللہ تعالی نے فرمایا یہ بارش نہیں ہے) بلکہ یہ وہی عذاب خداوندی ہے جس کی تمہیں جلدی تھی۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب آسمان پر ابر و بادل کو دیکھتے تو آپ پر ایک بے تابی، اضطرابی، اور بے چینی چھا جاتی تھی اور آپ اسی اضطراب و بے چینی کی کیفیت میں کبھی اندر آتے اور کبھی باہر جاتے کبھی آگے کبھی پیچھے ہوتے تھے اور دن بھر خوف و ہراس سے لرزاں رہتا تھا کہ مبادا یہ وہی عذاب خداوندی نہ ہو جو قوم ہود پر آیا تھا جب بارش ہو جاتی تو پھر پرسکون ہو جاتے تھے اور بے چینی جاتی رہتی تھی۔ زوجہ رسول حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس اضطراب و بے کیفی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! تمہیں نہیں معلوم کیا پتا یہ وہی عذاب ہو جو اللہ تعالی نے ہود علیہ السلام کی قوم پر نازل کی تھی، جب انہوں نے کفر و عصیان کے سمندر میں غوطہ زن ہونے اور کفر و شرک اور تکذیب رسول کے عمیق کھائی میں جا پڑے تو اللہ تعالی نے انہیں قحط سالی کے عذاب سے دو چار کیا پھر یکایک اچانک آسمان پر بادل آیا لوگ سمجھے یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا لیکن ہوا کیا آسمان نے ان پر پانی کی جگہ آگ کی بارش شروع کر دی، اور فرمایا یہ وہ عذاب خداوندی ہے جس کی تمہیں جلدی تھی تو عائشہ! کیا پتا اس میں بھی ایسا ہو اس لیے میں مضطرب رہتا ہوں واللہ اعلم۔

(۱۴۳۰) بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْبَلَاءِ

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے اس باب میں مصیبت زدہ اور بیمار شخص کو دیکھ کر جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کا بیان ہے مگر وہ دعا مریض کے سامنے یا مصیبت زدہ کے سامنے نہیں پڑھیں گے بلکہ الگ سے پڑھیں گے یا آہستہ پڑھیں گے ان کے سامنے پڑھنے سے دل شکنی ہو گی۔

(۴۰۱۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ مُصْعَبٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَلَيْسَ بِصَاحِبِ ابْنِ عُيَيْنَةَ مَوْلَى آلِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

NEW MADARSA

وَسَلَّمَ مَنْ فَجِئَهُ صَاحِبُ بَلَاءٍ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا عُوفِيَ مِنْ ذٰلِكَ الْبَلَاءِ كَائِنًا مَا كَانَ.

ترجمۂ حدیث: مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اچانک مصیبت زدہ شخص کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے۔

الحمدلله الذی عافانی مما ابتلاك به وفضلنی علی كثير ممن خلق تفضيلا.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس مصیبت اور بلا سے محفوظ کیا جس میں تجھ کو گرفتار کیا، اور اپنی مخلوقات میں بہت سارے لوگوں پر مجھے فضیلت بخشی، (تو جو شخص یہ دعا پڑھے گا) وہ اس مصیبت سے عافیت میں رہے گا خواہ کسی بھی قسم کی مصیبت ہو۔

تشریح حدیث:

اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مبتلاء بلاء اور مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھتا ہے، تو وہ خود اس بلاء ومصیبت میں گرفتار نہیں ہوتا ہے خواہ وہ بلاء ومصیبت بدنی ہو، جیسے برص، جزام، بینائی سے محرومی، وغیرہ، چاہے وہ بلاء ومصیبت دنیوی ہو جیسے مال وجاہ کی محبت، اور دنیا کی ہوس وغیرہ، خواہ وہ دینی ہو جیسے فسق وفجور، ظلم وجور، جبر وتشدد، کفرو شرک اور بدعت وضلالت وغیرہ، غرض کہ ہر طرح کے بلاء میں گرفتار شخص کو دیکھ کر یہ دعاء پڑھنی چاہئے، لیکن حضرات علماء کرام نے یہ بھی وضاحت کردی ہے کہ اگر کوئی بیماری کی مصیبت میں مبتلاء ہو تو اس کو دیکھ کر یہ دعا آہستہ سے پڑھنی چاہئے، تاکہ وہ بیمار آزردہ خاطر نہ ہو اور اگر کسی ایسے شخص کو دیکھے جو گناہ یا دنیا کی محبت میں مبتلاء ہو تو اس کو دیکھ کر یہ دعا بلند آواز سے پڑھنی چاہئے، تاکہ اس کو اپنے احوال پر ندامت ہو اور وہ اس گناہ سے باز آجائے اور اگر یہ دعا بآواز بلند پڑھنے سے کسی فتنہ وشر کا اندیشہ ہو، فساد پھوٹ پڑنے کا خطرہ ہو تو آہستہ پڑھنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب، والیہ المرجع والمتاب۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا

یہاں سے حضرت امام ابن ماجہ "کتاب الرویا یعنی خواب سے متعلق احادیث کو بیان فرمارہے ہیں اس کتاب کے ذیل میں حضرت الامام نے تیرہ ابواب منعقد کئے ہیں اوران میں خواب سے متعلق احادیث نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں احادیث کی شرح کا آغاز کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رویا یعنی خواب سے متعلق ضروری باتیں سپرد قلم کردی جائیں تاکہ فہم احادیث میں سہل ہو۔

رؤیا کی تحقیق:

رأی یری رؤیة بمعنی دیکھنا، رویا اور رویة دونوں مصدر ہیں لفظ رؤیا رویة دونوں میں دوحرف تانیث لاکرفرق کو ظاہر کیا گیا ہے، رؤیة تانیث ہے اور رؤیا الف تانیث ہے رؤیة آنکھ سے دیکھنا بچشم دیدن، اور رؤیا خواب دیکھنا۔ (۱)

شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں کہ لفظ الرویا مہموز اور مقصور دونوں طرح منقول ہے اور تخفیف کے پیش نظر ترک ہمزہ بھی جائز ہے اما الرؤيا فمقصورة مهموزة ويجوز ترك همزها (۲) ملا علی قاری الحنفی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ہمزہ کو واؤ سے بدل کر یا تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے ترک ہمزۃ روایۃ اور درایۃ غیر صحیح ہے، واحدی نے کہا رؤیا در اصل مصدر ہے بروزن بشری اور سقیا، پھر انسان جو کچھ نیند میں دیکھتا ہے اس کا نام رؤیا ہو گیا (۳)

رؤیا کی حقیقت اور علما کرام

رؤیا یعنی خواب کی حقیقت کے متعلق اختلاف ہے کہ کیا خواب نفس الامر میں واقعی چیز ہے یا محض تخیلات وتفکرات کا عکس ہے جو نیند میں دکھائی دیتا ہے؟ اس بارے میں فلاسفہ اور ماہرین نفسیات متحیر ہیں، چناں چہ اس بارے میں قدیم اطباء کا خیال یہ ہے کہ آدمی کے مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے اسی کے مناسبات خیال آتے ہیں مثلاً کسی کا مزاج بلغمی ہو تو وہ پانی اور اس کے متعلقات دریا، سمندر، نہر اور اس میں تیرنا وغیرہ خواب میں دیکھے گا اور جس کے مزاج میں صفراء کا مادہ غالب ہو تو وہ آگ اور اس کے متعلقات خواب میں دیکھے گا۔ اسی طرح دوسرے اخلاط سوداور دم کا حال ہے، فلاسفہ کے نزدیک خواب کی حقیقت یہ ہے کہ جو واقعات عالم میں رونما ہوتے ہیں ان کی صورت مثالیہ میں فوٹو کی طرح سے عالم بالا

(۱) تنظيم الاشتات: ۱۴۶/۳ (۲) شرح النووي: ۲۴۰/۲ (۳) مستفاد عون الترمذي: ۴۴۹/۲

ہیں منقوش ہیں نفس کے سامنے جب ان میں سے کوئی چیز آتی ہے تو وہ اس کا انعکاس ہوتا ہے یہی رؤیا ہے۔

ارسطو کی رائے یہ ہے کہ انسان جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے وہ عواطف نفس اور اس کے پوشیدہ احساسات کی خیالی صورتیں ہیں بعض ماہرین کا قول یہ ہے کہ خواب درحقیقت پوشیدہ رنگوں کا ظہور ہے۔

خواب اور اہل سنت والجماعت کا نظریہ:

رؤیا یعنی خواب کے متعلق اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ خواب وہ علام وادراکات ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالی سونے والے کے دل میں پیدا کرتے ہیں جو کبھی بواسطہ فرشتہ پیدا کئے جاتے ہیں اور کبھی شیطان کے واسطہ سے۔

شیخ الاسلام علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی رائے گرامی:

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ رویا کی حقیقت وماہیت کے متعلق اب تک جتنے بھی نظریات سامنے آئے ہیں وہ سب کے سب تخمینی ہیں انسان کا علم اب تک قطعی طور پر اس کا ادراک نہیں کر سکا۔ اور جن لوگوں کو اللہ تعالی کی قدرت پر کامل ایمان ہے ان کا راستہ تو بالکل آسان ہیں کہ اللہ رب العزت والجلال سونے والے کے سامنے کچھ صورتیں پیدا کر دیتے ہیں جن کا ادراک عقل انسانی اپنے عجز وکوتاہی اور نقص کی وجہ سے نہیں کر سکتی ہے، اس لیے اس کے اسرار ورموز اور کنہ کما حقہ جاننے کا کوئی سبیل نہیں ہے (۱)

خواب کی قسمیں

حضرات علماء کرام لکھتے ہیں کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) خواب کی پہلی قسم ہے کہ اس فرشتہ کے تصرف سے ہوتا ہے جو اس انسان کے ساتھ مقرر ہے اس کو رویاء صالحہ کہتے ہیں، جو حق ہوتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے ہوتا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ورسالت ملنے سے پہلے رویا صالحہ نظر آتا تھا اور جو کچھ آپ خواب میں رات کے وقت دیکھتے تھے دن میں اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح سامنے آجاتی تھی، بخاری شریف کی روایت اس پر شاہد ہے۔

(۲) خواب کی دوسری قسم تحزین من الشیطان ہے یعنی اضغاث احلام ہے ڈراؤنی خواب جو شیطان کے اثر سے ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کو رنج وتکلیف پہنچتا ہے۔

(۳) حدیث النفس: خواب کی تیسری قسم حدیث النفس ہے یعنی نفسانی خیالات وافکار بھی خواب کے سبب بنتے ہیں، جاگنے کی حالت میں جس قسم کے خیالات ذہن ودماغ میں گردش کرتا رہتا ہے وہی خیالات سونے کے بعد دل پر سے

(۱) تکملہ فتح الملہم

گزرتے ہیں چھوٹے بچوں کا خواب عام طور پر اسی قسم کا ہوتا ہے اور بعض بڑوں کا بھی اضغاث احلام اور حدیث النفس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی ہے البتہ قسم اول جو رؤیا صالحہ ہے اس کی تعبیر دی جاتی ہے (۱)

خواب کی شرعی حیثیت

خواب کوئی شرعی دلیل اور حجت نہیں، خواب کے ذریعہ شریعت کا کوئی بھی مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا، جب تک کہ تاکید نبوی حاصل نہ ہو، البتہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب چوں کہ وحی ہوتا ہے اس لیے اس سے شریعت کے احکام ومسائل ثابت ہوں گے۔

اور دنیاوی معاملات میں بھی خواب پر عمل کرنا اسی وقت صحیح ہے جب کہ وہ قرآن وسنت اور شریعت کے خلاف نہ ہو، اور اس پر عمل کرنے سے شریعت کا کوئی حکم نہ ٹوٹے، امام نوویؒ رؤیا کی شرعی حیثیت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں لا تبطل بسبب المنام سنة ثبتت۔ ولا تثبت به سنة لم تثبت هذا باجماع العلماء هذا كلام القاضى وكذا قاله غيره من اصحابنا وغيرهم فنقلوا الاتفاق على انه لا يغير بسبب ما يراه النائم ما تقرر فى الشرع، وليس هذا الذى ذكرناه مخالفاً لقوله ﷺ من رآنى فى المنام فقد رآنى فان معنى الحديث ان رؤيته صحيحة وليست من اضغاث الاحلام وتلبيس الشيطان، ولكن لا يجوز اثبات حكم شرعى به لاخد حالة النوم ليست حالة ضبط وتحقيق لما يسمعه الرائى وقد اتفقوا على ان من شرط من تقبل روايته وشهادته ان يكون متيقظا لا مغفلا ولا سى الحفظ ولا كثير الخطاء ولا مختل الضبط والنائم ليس بهذه الصفة فلم تقبل روايته لاتخلال ضبطه (۲)

(۱۴۳۱) بَابُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ام کعبیہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں اگر کوئی مسلمان اچھے خواب دیکھے یا اس کے بارے میں کوئی دوسرا آدمی اچھا خواب دیکھے، تو شریعت میں اس کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق اس باب میں حدیثیں ذکر کی جائیں گی۔

(۴۰۱۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْئًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

(۱) نووی شرح مسلم: ۱/۸۱ (۲) نووی شرح مسلم: ۱/۸۱

ترجمۂ حدیث: اچھے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

تشریح حدیث: خواب نبوت کے چھیالیسواں حصہ ہونے کا مطلب:

حدیث شریف میں یہاں رؤیا صالحہ سے مراد رؤیا صادقہ ہے حسنہ ہے یعنی جو خواب سچا بھی ہو، جس میں بشارت ہوتی ہے یا کسی غفلت پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے یہاں رجل کے ساتھ صالح کی قید فاسق وفاجر کو خارج کرنے کے لیے ہے اس کا خواب اجزاء نبوت میں شمار نہیں کیا جائے گا، اور رجل صالح سے مراد صرف رجل ہی نہیں ہے امرأۃ صالحہ یعنی نیک عورت کا خواب بھی نبوت کا چھیالیسواں حصہ میں شمار ہوگا غائب کا اعتبار کرتے ہوئے رجل لایا گیا ہے پس مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات:

یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ کسی چیز کا کوئی جزء وحصہ اس چیز سے جدا نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ہوتا ہے تو اس اعتبار سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی ہے تو پھر خواب نبوت کا جز کیسے بن سکتا ہے؟

شارحین حدیث نے اس سوال کے متعدد جوابات دیے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

(۱) بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ رویا صالحہ علم نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور ظاہر ہے کہ علم نبوت باقی ہے اگرچہ نبوت ختم ہو چکی ہے، گویا حدیث مذکور میں رویاء صالحہ کی فضیلت ومنقبت بیان کی گئی ہے کہ اچھا خواب حقیقت میں نبوت کا پرتو ہے۔

(۲) اگر رؤیا اور خواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے تو یہ حقیقتاً نبوت میں سے ہے یعنی بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جو خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے وہ ہر شخص کا خواب نہیں ہے بلکہ صرف نبی کا خواب ہے۔ مگر یہ جواب قابل نظر ہے اور حدیث میں علی سبیل المجاز جزء نبوت کہا گیا ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ نبوت انبیاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی اعلام کے ہیں مطلب یہ ہوگا رؤیا اللہ تعالی کی طرف سے خبر صادق ہے جیسا کہ نبوت کے معنی ہیں اللہ کی طرف سچی خبر، پس خواب صدق خبر میں نبوت کا مشابہ ہوا، نفس وجود نبوت میں نہیں، فلا اشکال فیہ۔

(۴) جزء نبوت: خصلة من خصال النبوة و كمال من كماله مراد ہے۔

(۵) جزء نبوت کا مطلب یہ ہے کہ تجیئی علی موافقة النبوة لا انها جزء باحد من النبوة۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے جوابات دیے گئے ہیں جو لمبی لمبی شروحات میں دیکھے جا سکتے ہیں (۱)

(۱) معالم السنن: ۱۳۸/۴

ایک اور اشکال اور اس کا جواب

یہاں ایک دوسرا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روایت ہٰذا اس بات پر دال ہے کہ رؤیا صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے جبکہ مسلم شریف کی روایت میں خمس و اربعین جزأ آیا ہے؟ مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں جزء من سبعین جزأ آیا ہے بعض روایت جو ضعیف ہے اس میں ستة و سبعین ان روایات میں بظاہر تعارض ہے کیوں کہ کسی میں خواب کا چھیالیسواں حصہ دیا گیا تو کسی میں پینتالیسواں حصہ تو کسی میں سترہواں حصہ تو کسی میں چھہتّر واں حصہ، جو ایک دوسرے کے متعارض ہیں پس ان میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

حضرات علماء کرام نے ان روایت میں تطبیق اس طرح دینے کی کوشش کی کہ:

(۱) بقول علامہ طبریؒ یہ اختلاف درحقیقت خواب دیکھنے والوں پر محمول ہے اگر رائی نیکوکار ہے تو اس کا خواب نبوت کے چھیالیسواں اجزاء میں سے ایک جزء ہوگا۔

(۲) حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں ان اعداد مختلفہ کو لوگوں کے مختلف احوال پر حمل کیا جائے گا چوں کہ اخلاص اور صدق نیت کے اعتبار سے لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں اس لیے اعداد بھی متفاوت وارد ہوتے ہیں اخلاص جس قدر زیادہ ہوگا رویا مومن اسی قدر نبوت کے زیادہ اقرب ہوگا۔

(۳) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں عدد کی تحدید مقصود نہیں ہے بلکہ محض تکثیر مراد ہے، واللہ اعلم بالصواب

چھیالیس کا عدد تخصیص کرنے کی وجہ:

چھیالیس کے عدد کو خاص کرنے میں کیا حکمت وعلت ہے؟ حضرات علماء کرام نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) اللہ تبارک وتعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کل چھ ماہ تک رویا صالحہ کی شکل میں وحی بھیجی جو کچھ بھی آپ خواب میں رات کے وقت دیکھتے تھے دن میں مثل فلق الصبح تعبیر بن کر سامنے آجاتا تھا، پھر حالت بیداری میں کل تیس سال تک آپ پر وحی آئی ہے پس اگر اس چھ ماہ کو تیس سال پر تقسیم کیا جائے تو چھیالیسواں بنتا ہے اسی اعتبار سے حدیث میں خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے اور اس عدد کو خاص کیا ہے۔

لیکن علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صرف تخمینی بات ہے نیز اگر چھ ماہ کی مدت کو اجزاء نبوت میں شمار کیا جائے تو اس میں ان اوقات کو بھی شامل کرنا پڑے گا جن میں آپ کی مدت نبوت میں بحالت نوم آپ کے پاس وحی آئی ہے پس اگر ان اوقات کو بھی چھ ماہ کے ساتھ اضافہ کیا جائے تو مذکورہ حساب اور تاویل ٹوٹ جائے گی۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا یوں جواب دیا جائے گا کہ اس تاویل میں وحی منام سے لگاتار وحی منام مراد ہے، بیداری کی حالت کے زمانے میں

آپ پر نعام میں جو وحی آئی وہ بیداری کی بنسبت اقل قلیل ہے پس بیداری کے زمانے میں جو وحی آپ پر آئی ہے اور اس دوران جو خواب وحی آئی ہے اس کا اعتبار نہیں، اعتبار صرف اس زمانے کے چھ ماہ کا ہے جس میں بشکل رویا صالحہ مسلسل آپ پر وحی کا نزول ہوا ہے۔

حضرت علامہ شیخ محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی تکملہ میں فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کے اس اعتراض کا جواب دوسرے طریق سے بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہاں حدیث باب رویا صالحہ سے مراد وہ رویا ہے جو نبوت کاملہ کی مدت میں نہ ہوا ہو یعنی وہ رویا مراد ہے جو قبل البعثت واقع ہوا ہے البتہ جو خواب آپ کے بعثت کے بعد اور نبوت ورسالت ملنے کے بعد دیکھا ہے اس کو اس حساب میں شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ صرف اسی کو شمار کیا جائے گا جو نبوت سے پہلے دیکھا تھا، لہٰذا کوئی اعتراض اور نقض نہیں ہے، جہاں تک علامہ خطابی کا یہ کہنا تاویل محض ظنی اور تخمینی ہے، بالکل مسلم ہے، لیکن صرف احتمال کی وجہ سے ایسی تاویل کو ذکر کرنے سے کوئی بھی چیز مانع نہیں ہے۔

(۲) چھیالیس کی وجہ تعیین میں بعض علماء نے توقف اختیار کیا ہے وھو الاسلم والاحوط.

(۴۰۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنْ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جز ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے متعلق گفتگو ماقبل میں گزر چکی ہے۔

(۴۰۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان نیک آدمی کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے سترواں جز ہے۔

تشریح حدیث:

سترواں اور چھیالیسویں کے درمیان تعارض کا جواب ماقبل میں گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴۰۱۶) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَمَّالُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ.

ترجمہ حدیث: ختم نبوت اور مبشرات کی بقا:

حضرت ام کرز الکعبیہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے البتہ مبشرات یعنی خوش خبری دینے والی باتیں باقی ہیں۔

تشریح حدیث:

یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ پر نبوت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اب آپ کے بعد بقاعدہ کوئی بھی نبی کسی قسم کا نہیں آئے گا آپ کے بعد جو بھی کوئی نبوت کا دعوی کرے گا وہ کافر ہے اسلام سے خارج اس کا اسلام اور ایمان سے کوئی واسطہ نہیں۔

بہر حال باب نبوت تو تا قیامت بند ہو چکا ہے البتہ مبشرات اور خوشخبریوں کا دروازہ تا ہنوز مفتوح ہے اور قیامت مفتوح رہے گا اور مبشرات کا مطلب یہی ہے کہ رویا صالحہ کے ذریعہ اسی طرح رویا صادقہ کے ذریعہ خواب میں اپنے بندوں کے دل میں اچھی اچھی بات ڈالیں گے اور طرح طرح کی خوش خبریاں سنائیں گے، تو حدیث شریف میں مبشرات سے مراد رویا صالحہ ہے اور اچھے خواب ہیں۔

(۴۰۱۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ حدیث: رویا صالحہ نبوت کا سترواں حصہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رویا صالحہ نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

تشریح حدیث:

باب کی پہلی حدیث کے تحت اس حدیث سے متعلق کلام ہو چکا ہے سترواں اور چھیالیسواں کے مابین تعارض رفع کیا گیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

(۴۰۱۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي

سَلَمَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ قَالَ هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ.

ترجمۂ حدیث: زبانِ نبوت سے ایک آیت کی تفسیر:

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد لهم البشری فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة (کہ ان لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت کی زندگی میں بشارت ہے) کے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد نیک خواب ہے جو مسلمان دیکھے۔ یا مسلمان کے بارے میں کوئی اور دیکھے۔

تشریح حدیث:

صحابی رسول حضرت عبادہ بن صامتؓ نے حضور اکرم ﷺ سے ارشاد باری تعالیٰ لهم البشری فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة کے متعلق پوچھا کہ یارسول اللہ! اس آیت کی مراد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے مراد رؤیا صالحہ ہے جو مومن خود دیکھتا ہے یا اس کے متعلق کوئی اور مسلمان دیکھتا ہے لیکن اس آیت کریمہ کی تفسیر اور مراد میں اور بھی اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد وہ بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کی زبانی دی ہے لا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔

(۲) یا اس سے مراد وہ بشارت ہے جو ملائکہ ان کو عند الموت دیں گے وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون۔

(۳) یا پھر دنیا میں بشارت سے مراد ذکر جمیل اور ثناء حسن ہے۔

(۴) اس سے مراد باری تعالیٰ کی طرف سے خاص تائید و امداد مراد ہے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سب دنیوی بشارت کے تحت درجہ بدرجہ آسکتی ہیں لیکن اکثر روایات میں لهم البشری کی تفسیر رویا صالحہ سے کی گئی ہے جہاں تک اخروی بشارت کا تعلق ہے تو اس کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے بشراکم الیوم جنت تجری من تحتها الانهار اور حدیث شریف میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

(۴۰۱۹) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتَارَةَ فِي مَرَضِهِ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ.

ترجمۂ حدیث: رویا صالحہ ہی مبشرات ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مرض الوفات کی حالت میں (اپنے حجرہ مبارکہ کا)

پردہ ہٹادیا (تو لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے صف باندھے ہوئے ہیں آپ نے (اسی حالت میں) فرمایا اے لوگو! نبوت کی خوشخبری دینے والی چیزوں میں سے رویا صالحہ کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا، جس کو مسلمان از خود دیکھے یا اس کے واسطے کوئی دوسرا دیکھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: کشف رسول اللہ الستارۃ: اس سے مراد وہ پردہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کے دروازے پر لٹکا ہوا ہوتا تھا، رسول اکرم ﷺ نے مرض الموت کی حالت میں اس پردہ کو ہٹا کر دیکھا اور حضرات صحابہ کرام کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے صف باندھے ہوئے کھڑے ہیں اور نماز ادا کر رہے ہیں۔ پھر آپ نے مذکورہ بات بیان فرمائی، کہ نبوت کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے باب نبوت کی راہ سے تو کوئی خوش خبری اب تا قیامت نہیں آئے گی البتہ رؤیا صالحہ کے ذریعہ خوش خبری ملتی رہے گی جس کو مسلم خود دیکھے گا یا کوئی اور دوسرا آدمی اس کے لیے دیکھے گا۔

(۱۴۳۲) بَابُ رُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَنَامِ

صاحب کتاب علامہ قزوینیؒ اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ حضرت جابرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابو جحیفہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی بانصیب خوش بخت انسان رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھے تو حقیقت میں آپ ہی کو دیکھا، کسی غیر کو نہیں کیوں کہ شیطان آپ کی شکل اختیار نہیں کرسکتا ہے اس لیے دیکھنے والا ہر حال میں یقینی طور پر آپ ہی کو دیکھا خواہ آپ کو کسی بھی حالت میں دیکھے یہ دیکھنے والے کے احوال زندگی پر موقوف ہے۔

(۴۰۲۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ عَلَى صُورَتِي.

ترجمۂ حدیث: رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا ذکر

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا، تو اس نے درحقیقت مجھ کو بیداری میں دیکھا، کیوں کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے ساتھ ہے یعنی آپ کے زمانے میں جو شخص آپ کو خواب میں دیکھتا تو اللہ تعالیٰ اس کو یہ توفیق عطا فرما دیتا کہ وہ عالم بیداری میں آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتا یعنی آپ کی

خدمت میں حاضر ہوتا اور اسلام قبول کرتا اس ارشاد گرامی کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے گا وہ آخرت میں مجھ کو عالم بیداری میں دیکھے گا۔

(۴۰۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي.

ترجمہ حدیث: جس نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے رسول ہی کو دیکھا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے تو اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا ہے اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس رجل مومن نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اس نے حقیقت میں رسول اکرم ﷺ ہی کو دیکھا ہے کسی غیر کو نہیں، کیوں کہ اس میں شیطانی تصرفات واثرات کا قطعاً دخل نہیں ہوتا۔ خواب میں سرور کونین ﷺ کی زیارت تصرفات شیطانی سے خالی ہوتی ہے چناں چہ حضرات علماء کرام نے اس چیز کو رسول اکرم ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور اس کو اعجاز نبوی قرار دیا ہے۔

شیطان اللہ کی شکل اختیار کر کے دھوکہ دے سکتا ہے مگر رسول کی شکل میں نہیں:

بعض محققین علماء کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ شیطان حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ دکھا سکتا ہے یعنی دیکھنے والے کو اس خیال وسوسہ میں مبتلا کر سکتا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی صورت ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کی صورت ہرگز اختیار نہیں کر سکتا ہے اور نہ آپ کی ذات مبارکہ پر جھوٹ لگا سکتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سراپا رشد وہدایت کے منبع اور مظہر ہیں آپ صرف صفت ہدایت کے ساتھ متصف ہیں یعنی آپ صرف ہادی ہیں مضل نہیں، جبکہ اللہ پاک ہادی بھی ہیں اور مضل بھی، اور شیطان لعین صرف اور صرف ضلالت وگمراہی کا مظہر ہے اس لیے شیطان اللہ کی صفت اضلال و مضل کے ساتھ متصف ہو کر اپنے آپ کو خدا ظاہر کر کے گمراہ کر سکتا ہے لیکن چوں کہ شیطان کے اندر ہادی بننے کی صفت بالکل سرے سے ہے ہی نہیں اس لیے رسول اکرم ﷺ کی صورت اختیار کر کے دھوکہ نہیں دے سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

خواب میں رسول خاتم النبیین ﷺ کو دیکھنے کا مطلب:

حدیث رسول اس بات پر دال ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے حقیقت میں آپ ہی کو دیکھا

ہے کیوں کہ شیطان لعین کے اندر یہ طاقت نہیں کہ آپ کی شکل اختیار کر سکے۔

اب یہاں حضرات علماء کرام کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو کس صورت وحلیہ میں دیکھنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ حضور ہی کو دیکھا ہے کسی خاص حلیہ مبارکہ میں دیکھنا ضروری ہے یا کسی بھی شکل میں دیکھیں گے تو حضور ﷺ ہی کا دیکھنا مانا جائے گا؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کے مابین متعدد اقوال ہیں۔

(۱) محمد ابن سیرین امام بخاری قاضی عیاض مالکی وغیرہ حضرات علماء کرام کا خیال یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے جو خواب میں حضور اکرم ﷺ کو اصل حلیہ مبارکہ میں دیکھے (جو شمائل میں مذکور ہیں) تو یہ واقعی حضور ﷺ کو دیکھا ہے کسی غیر کو نہیں شیطان آپ کی صورت اصلیہ اور حلیہ معروفہ میں متشکل نہیں ہوسکتا ہے۔

(۲) بعض حضرات نے اس مسئلہ میں تھوڑی وسعت پیدا کی ہے آپ ﷺ کی پوری زندگی کے جس شکل میں بھی دیکھے گا خواہ جوانی کی شکل وصورت میں دیکھے خواہ کہولت کی شکل وصورت میں دیکھے، اور خواہ آخری عمر کی صورت میں دیکھے اس نے آپ ہی کو دیکھا ہے کسی غیر کو نہیں۔

(۳) کچھ لوگوں نے اس دائرہ وسعت کو محدود کیا اور فرمایا آپ کو اس شکل وصورت میں دیکھنے کا اعتبار ہے جو آپ ﷺ کی عمر مبارک کے آخری حصہ میں تھا اور جس صورت وشکل پر اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ یہاں تک کہ ان حضرات کے لیے ان سفید بالوں کو بھی دیکھنے کا اعتبار کیا ہے جو آپ کے سر مبارک اور لحیہ مبارک میں تھے۔ جو کل سترہ تھے جو تعداد میں بیس کو بھی نہیں پہنچے تھے۔

(۴) امام نووی اور دیگر محققین علماء کرام اور شراح عظام کی رائے گرامی یہ ہے کہ رؤیت کے صحیح ہونے کے لیے آپ ﷺ کو ان کی اصلی صورت مبارکہ اور حلیہ مبارکہ میں دیکھنا شرط نہیں ہے بلکہ جس شکل وصورت اور جس حلیہ میں آپ ﷺ کو دیکھے اور دیکھتے وقت قلب میں یہ بات راسخ اور پیوست ہو جائے اور پورا یقین ہو جائے کہ دیکھا ہوا شخص رسول مقبول ﷺ کی ذات گرامی ہے خواہ اس مخصوص حلیہ مبارکہ میں دیکھا ہو جو کتب احادیث میں منقول ہے یا کسی اور شکل وصورت میں دیکھا بہر حال خواب دیکھنے والے نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے اور ان کا دیکھنا بالکل صحیح ہے اور شیطانی تصرفات سے بالکل خالی ہے۔

غیر صورت معروفہ میں دیکھنا دیکھنے والے کے احوال میں کمی ونقص کی دلیل

جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو ان کی صورت اصلیہ یا حلیہ مبارکہ کے علاوہ حلیہ اور صورت میں دیکھا تو یہ درحقیقت خواب دیکھنے والے کے ایمان واسلام اور اعمال وافعال میں تفاوت کی بنیاد پر بھی ہوسکتا ہے پس جس نے رسول اکرم ﷺ کو اچھی صورت میں دیکھا یا معروف ومشہور حلیہ میں دیکھا تو دیکھنے والے کے ایمان کامل اور عقیدہ کے صالح ہونے کی

علامت قرار پائے گا، اور جس نے آپ کو اچھی شکل وصورت میں نہیں دیکھا مثلاً مقطوع اللحیہ دیکھا، یا بیمار یا پریشان دیکھا، تو یہ دیکھنے والے کے ایمان کی کمزوری اور عقیدے کے فساد کا علامت قرار پائے گا، جو شخص جس درجہ کا ایمان کامل کی صفت کے ساتھ متصف ہوگا اور اسلامی عقائد صحیحہ ثابتہ کے زیور سے آراستہ ہوگا اور سنت رسول پر جس درجہ عمل پیرا ہوگا اسی درجہ کی مثالی صورت میں آپ کو دیکھے گا اس اعتبار سے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھنا اپنے احوال ایمانی کے پہنچاننے کا ایک معیار ہے۔

اس کو حضرات شراح کرام ومشائخ عظام آئینہ سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ ایک چیز کو سرخ آئینہ میں دیکھے تو سرخ نظر آئے گا اسی چیز کو سبز آئینہ میں دیکھے تو سبز نظر آئے گا، اور سیاہ آئینہ میں دیکھے تو سیاہ نظر آئے گا اور سفید آئینہ میں دیکھے تو سفید نظر آئے گا اسی طرح خواب میں ذات تو نبی کریم ﷺ ہی کی نظر آتی ہے لیکن اس ذات اقدس کے ساتھ جو احوال واوصاف نظر کرتے ہیں وہ خواب دیکھنے والے کے تخیل وادراک کا اثر ہوتا ہے کہ جس قسم کے احوال دیکھنے والے کے ہوں گے ویسی ہی صفات کے ساتھ زیارت نصیب ہوگی، اکثر اہل علم نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے (۱)

عالم یقظہ میں آپ ﷺ کی زیارت ممکن ہے یا نہیں؟

عالم بیداری میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ ممکن ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرات علماء کرام کی دو مختلف آراء ہیں۔

رائے اول:

حضرات علماء کرام کی ایک جماعت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالی کا کوئی ولی کامل کرامت کے طور بحالت بیداری بھی آپ کی زیارت کرسکتا ہے، اور آپ کی محفل میں حاضر ہوکر اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق کچھ ومعارف کا استفادہ بھی کرسکتا ہے اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ عزالدین عبدالسلام رقم کرتے ہیں بحالت بیدار رسول کریم ﷺ کی زیارت کا مسئلہ بہت زیادہ دقیق ہے بایں ہمہ جو اکابر اس مقام ومرتبہ کے ہوں ان کے حق میں ہم منکر بھی نہیں ہیں، لیکن بعض علما ظاہر اس کا بہت زیادہ شدائد کے ساتھ انکار کیا ہے، زیارت کے امکان کے قائلین میں امام غزالی، مارزی اور ابن السبکی، یافعی، قرطبی، اور ابن العربی وغیرہ سرفہرست ہیں، علامہ سیوطی نے ان لوگوں کی ایک طویل فہرست پیش فرمائی ہے جن کو یہ سعادت عظمی اور عظیم الشان نعمت حاصل ہوئی ہیں شیخ عبدالوہاب شعرانی علامہ سیوطی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے بحالت بیداری رسول اکرم ﷺ کی سترہ سے زیادہ مرتبہ زیارت کا شرف حاصل کیا ہے، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں جنتی ہوں، فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا کیا عذاب قبر کے بغیر فرمایا جاؤ تمہارے لیے یہ بھی سہی، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی زیارت کا وہ مفہوم نہیں سمجھنا چاہئے جو عام طور پر لوگوں میں متعارف ہے، بلکہ اس زیارت کا ادراک پہلے قلب پر ہوتا ہے پھر وہ حاسہ بصر تک بھی سرایت کر جاتا ہے در حقیقت ایک برزخی کیفیت

(۱) مستفاد عون الترمذي: ۲/۲۷۲-۲۷۴، مظاهر حق جديد: ۳۱۶/۵

ہوتی ہے اور ایک نوع کا وجدان ہوتا ہے جس کا صحیح اندازہ وہی کرسکتا ہے جس کو یہ کیفیت حاصل ہو۔

رائے دوم:

حضرات علماء کرام کی ایک دوسری جماعت کی رائے گرامی یہ ہے کہ بحالت بیداری رسول اکرم ﷺ کی زیارت ممکن نہیں ہے، اس طرح زیارت کے انکار کرنے والوں میں امام ابن تیمیہؒ ہیں انہوں نے اس کا بہت ہی زیادہ شدائد کے ساتھ انکار کیا ہے اور بحالت بیداری زیارت کے امکان کو جہل سے تعبیر کیا ہے فرماتے ہیں کہ اب رہا بیداری کا مسئلہ تو جس شخص کو بھی یہ گمان ہو کہ اس نے فلاں مردہ شخص کو دیکھا ہے تو وہ جہالت میں مبتلا ہے۔

خواب میں بعینہ ذات رسول نظر آتی ہے یا صرف صورت مثالی:

اس بارے میں بھی بعض علما کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت بعینہ، ذات مبارک کی ہوتی ہے۔ جبکہ بعض دوسرے علماء کرام کی رائے گرامی یہ ہے کہ ان صورت مثالی کا ادراک ہوتا ہے، علامہ ابن العربی فرماتے ہیں کہ جس نے رسول اکرم ﷺ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور اصلی حلیہ میں دیکھا ہے، تو اس نے بعینہ ذات اقدس کا ادراک کیا ہے اور جس نے کسی اور شکل وصورت میں دیکھا ہے اس نے صورت مثالی کو دیکھا ہے، حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دونوں طرح کی زیارت ممکن ہے،، یعنی بعض لوگوں کو بعینہ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے اور بعض کو آئنہ کی طرح مثالی، یہی وجہ ہے کہ بعض کسی دوسرے کی شکل میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، گویا وہ رسول اکرم ﷺ کی صورت کا آئنہ ہے۔

(۴۰۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَتَمَثَّلَ فِي صُورَتِي.

ترجمۂ حدیث:

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے فی الحقیقت مجھے ہی دیکھا ہے اس لیے شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: فقدرآني: علامہ طیبیؒ شارح مشکوۃ فرماتے ہیں کہ یہاں حدیث میں شرط وجزاء کا متحد ہونا مبالغہ پر دلالت کرتا ہے، یعنی اس نے مجھ کو ہی دیکھا ہے بشرطیکہ رائی کو یقین ہو کہ میں نے آپ ہی کو دیکھا ہے کسی غیر کو نہیں، پھر فقدرآنی کے متعدد مطلب ہیں جو ماقبل میں آچکے ہیں۔

(۴۰۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، اس نے فی الحقیقت مجھے ہی دیکھا ہے، اس لیے کہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا ہے۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مر قبل ذالك۔ انظر هنا۔

(۴۰۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيَى بْنِ صَالِحٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَكَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَمَثَّلَ بِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوجحیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے اس نے فی الحقیقت مجھے ہی دیکھا ہے بے شک شیطان کو اس کی طاقت نہیں کہ میری صورت اختیار کرے۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مر قبل ذالك۔

(۴۰۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَمَّارٍ هُوَ الدُّهْنِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا ہے اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا ہے۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مر قبل ذالك۔

(۱۴۳۳) بَابُ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عوف بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں جن کی تفصیل حدیث شریف میں مذکور ہے۔

(۴۰۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ فَبُشْرَى مِنَ اللهِ وَحَدِيثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنْ رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا تُعْجِبُهُ فَلْيَقُصَّ إِنْ شَاءَ وَإِنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلَا يَقُصَّهُ عَلَى أَحَدٍ وَلْيَقُمْ يُصَلِّي.

ترجمہ حدیث: خواب کی تین قسمیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خواب تین قسم کا ہوتا ہے ایک اللہ کی طرف سے خوش خبری دوسرے حدیث النفس، دل کے خیالات وافکار تیسرے شیطان کی طرف سے ڈرانا، پس اگر تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو اچھا لگے تو اگر چاہے تو بیان کر دے اور اگر کوئی ناپسندیدہ شخص ایسا (خواب میں دیکھے تو اس کو کسی سے بھی بیان نہ کرے اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں خواب کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) وہ خواب جو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ہوتے ہیں اور اس میں دیکھنے والے کے لیے بشارت وخوشخبری ہوتی ہے اس کو رؤیا حسنہ رویا صادقہ رؤیا صالحہ اور رویا مبشرہ بھی کہتے ہیں جو نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جز ہے۔

(۲) خواب کی دوسری قسم حدیث النفس ہے یعنی وہ تفکرات وتخیلات اور تصورات جو انسان کے قلب ودماغ پر دن میں چھائے رہتے ہیں وہی رات میں خواب کے اندر متشکل ہو جاتے ہیں علماء نے لکھا ہے کہ اس قسم کے خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی ہے وھذا لا تاویل لہ اس نوع کے خواب کی کوئی تعبیر نہیں۔

(۳) خواب کی تیسری قسم ڈراونے خواب ہیں یہ خواب دراصل شیطانی اثرات کا پرچم ہوتا ہے شیطان چوں کہ ازل ہی سے بنی آدم کا دشمن ہے جس طرح وہ عالم بیداری میں گمراہ کرنے اور پریشان کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح انسان کو نیند کی حالت میں بھی انسان کو چین وسکون اور راحت وآرام کی نیند سونے نہیں دیتا ہے بلکہ نیند میں پریشان کرنے اور ڈرانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے کبھی نہایت خوفناک اور ڈراونی شکل میں نظر آتا ہے اس کی وجہ سے انسان حواس باختہ اور خوف زدہ ہو جاتا ہے کبھی اس طرح کا خواب نظر آتا ہے کہ انسان کی زندگی جاتی نظر آتی ہے جیسے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر قلم ہو گیا یہاں میں پہاڑ پر سے گر گیا ہوں یا سمندر میں ڈوب رہا ہوں وغیرہ وغیرہ اسی طرح احتلام کا ہونا بھی شیطانی امر ہے۔

ڈراونے اور برے خواب دیکھے تو کیا کرے:

اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو دل چاہے تو لوگوں سے بیان کرے ورنہ خاموش رہے اور اگر کوئی ڈراونے اور ناپسندیدہ

خواب دیکھے تو کسی سے بیان نہ کرے بلکہ اللہ کی پناہ چاہے علماء کرام نے احادیث سے منتخب کر کے برے خواب کے چھ آداب لکھے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات سے برے خواب کے شر سے پناہ مانگے۔

(۲) شیطان کے اثر سے اللہ کی پناہ مانگے اور یوں دعا پڑھے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم و شر ھذا الرویا۔

(۳) تین مرتبہ بائیں طرف تھوک کر تھتکار دے۔

(۴) اس خواب کو کسی کے سامنے بالکل بیان نہ کرے

(۵) برے خواب دیکھنے کے بعد کھڑے ہو کر دوگانہ نماز ادا کرے

(۶) خواب دیکھنے کی حالت میں جس پہلو پر تھے اس کو بدل لے، (اہداء الدیباجہ:۵/۲۵۲)

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ سب روایات پر عمل کرے لیکن اگر بعض آداب پر عمل کرے اللہ سے تب بھی امید ہے کہ انشاء اللہ اس برے خواب سے ضرور محفوظ رہے گا۔

(۴۰۲۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبِيدَةَ حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدِ اللَّهِ مُسْلِمُ بْنُ مِشْكَمٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ مِنْهَا أَهَاوِيلُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ بِهَا ابْنَ آدَمَ وَمِنْهَا مَا يَهُمُّ بِهِ الرَّجُلُ فِي يَقْظَتِهِ فَيَرَاهُ فِي مَنَامِهِ وَمِنْهَا جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ قَالَ قُلْتُ لَهُ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔

ترجمہ حدیث:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خواب تین قسم کا ہوتا ہے ایک شیطان کی طرف سے ہولناک ہے ڈراونا خواب تا کہ انسان رنجیدہ خاطر اور پریشان ہو، دوسرا آدمی بیداری کی حالت میں جو سوچتا ہے اسی کو (سونے کے بعد خواب میں دیکھتا ہے، اور تیسرا خواب نبوت کے چھیالیسواں اجزاء میں سے ایک جزء اور حصہ ہے، راوی حدیث مسلم بن شکم کہتے ہیں) کہ میں نے کہا کہ آپ نے ضرور یہ حدیث رسول اللہ سے سنی ہے فرمایا جی ہاں! میں نے خود یہ حدیث رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

تشریح حدیث: قد مر تفصیله قبل ذالك۔

(۱۴۳۴) بَابُ مَنْ رَأَى رُؤْيَا يَكْرَهُهَا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت،

ابوہریرہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی برے خواب دیکھے تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے اور بائیں جانب تین بار تھوک تھتکار دے اور کروٹ بدل لے، انشاء اللہ اس خواب کے ضرر سے خواب دیکھنے والا محفوظ رہے گا۔

(۴۰۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ.

ترجمۂ حدیث: ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے:

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو چاہئے کہ بائیں طرف تین بار تھوک تھتکار دے، اور تین مرتبہ شیطان (کے شر) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے اور جس کروٹ پر لیٹا ہے اس کو بدل لے۔

تشریح حدیث:

حدیث ہٰذا میں تھتکارنے کے لیے لفظ بصق استعمال کیا گیا ہے جب کی باب کی تیسری حدیث جو آنے والی ہے اس میں لفظ تفل آیا ہے مفہوم ومطلب کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں لیکن ان دونوں میں ایک ہلکا سا فرق ہے، تفل کے معنی ہیں منہ سے تھوک نکالنا، جب بصق کے مفہوم میں ہے منہ کے اندر سے تھوک نکالنا اس طرح کہ کچھ حلق سے بھی نکلے منہ سے نکلے ہوئے تھوک کو بصاق کہتے ہیں، اور اس کو بزاق بھی کہا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تھتکارنے کے لیے پہلا درجہ بصق ہے اس کے بعد تفل ہے اس کے بعد نفث ہے جس کے معنی ہیں لبوں کے تھوک کے ساتھ پھونکنا، اس کے بعد ایک لفظ آیا ہے۔ نفخ جو محض پھونک مارنے کو کہتے ہیں مسلم شریف کی ایک حدیث میں فالیبصق کے بجائے فالینفث کا لفظ منقول ہے نیز حدیث شریف میں بائیں جانب تھتکارنے کا حکم دیا گیا ہے، قاضی عیاض مالکیؒ نے اس کی حکمت یہ بیان کی کہ تھوکنے کی حکمت شیطان کو تھتکارنا اور اس کی تحقیر وتذلیل ہے اور بائیں طرف کی خصوصیت اس لیے ہے کہ وہ محل قذر ومکروہات ہے واللہ اعلم۔

(۴۰۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّؤْيَا مِنَ اللَّهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ثَلَاثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا خواب من جانب اللہ ہوتا ہے اور برا

خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے پس اگر تم میں سے کوئی بھی شخص برا خواب دیکھے تو اپنے بائیں جانب تین بار تھتکار دے اور چاہئے کہ تین بار اللہ کی پناہ چاہے شیطان مردود سے اور پہلے سے جس پہلو پر تھا اس کو بدل دے۔

تشریح حدیث: رویا صالحہ کے آداب

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ رؤیا صالحہ کے تین آداب ہیں

(۱) اس اچھے خواب پر اللہ تعالی کی حمد ثناء اور تعریف بیان کرے

(۲) اس سے خوشی حاصل کرے

(۳) اپنے خصوصی دوست وغیرہ سے بیان کرے یا کسی اچھے معبر سے بیان کرے، دشمن سے اپنا خواب بیان نہ کرے، وحاصل ماذکرنا من ابواب الرؤیا الصالحة ثلاثة اشیاء، ان یحمد الله علیها، وان یستبشر بها۔ وان یتحدث بها لکن لمن یحب دون من یکره [۱]

(۴۰۳۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْعُمَرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَتَحَوَّلْ وَلْيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْأَلِ اللهَ مِنْ خَيْرِهَا وَلْيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا.

ترجمہ حدیث: برے خواب کے شر سے اللہ کی پناہ چاہنا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو چاہئے، کروٹ بدل لے، اور اپنے بائیں جانب تین بار تھتکار دے اور اللہ تعالی سے اس کے خیر کا سوال کرے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے۔

تشریح حدیث: قد مر تفصیله قبل ذالك۔

(۱۴۳۵) بَابُ مَنْ لَعِبَ بِهِ الشَّيْطَانُ فِي مَنَامِهِ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہیں۔ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ شیطانی خواب کو کسی سے بھی بیان نہ کیا جائے بلکہ اس کے شر سے حفاظت کے لیے اللہ تعالی سے دعا کی جائے اور اللہ کی پناہ مانگی جائے۔

(۴۰۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي

(۱) فتح الباري: ۱۲/ ۳۷۰ بحواله اهداء الديباجة: ۵/ ۲۵۲

حُسَيْنٍ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَأْسِي ضُرِبَ فَرَأَيْتُهُ يَتَدَهْدَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمِدُ الشَّيْطَانُ إِلَى أَحَدِكُمْ فَيَتَهَوَّلُ لَهُ ثُمَّ يَغْدُو يُخْبِرُ النَّاسَ.

ترجمہ حدیث: بدخوابی کو بیان نہ کیا جائے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (یا رسول اللہ!) میں نے دیکھا کہ میرا سر اڑ گیا اور میں نے اس کو دیکھا کہ وہ گھوم رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ایک شخص کے پاس آکر ڈراتا ہے پھر وہ شخص صبح کو لوگوں کو بتاتا پھرتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ڈراؤنا خواب دیکھے، تو چاہئے کہ کسی کو بھی بیان نہ کرے اس لیے کہ یہ شیطان کے اثر سے ہوتا ہے پس خواب دیکھ کر سکوت اختیار کر لے یہ احسن ہے بیان کرنے سے۔

(۴۰۳۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ كَأَنَّ عُنُقِي ضُرِبَتْ وَسَقَطَ رَأْسِي فَاتَّبَعْتُهُ فَأَخَذْتُهُ فَأَعَدْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِأَحَدِكُمْ فِي مَنَامِهِ فَلَا يُحَدِّثَنَّ بِهِ النَّاسَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی دوران آپ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا کہ میری گردن کاٹ دی گئی ہے اور میرا سر گر گیا ہے، چناں چہ میں اس کے پیچھے گیا، اور اس کو اٹھا کر اپنی جگہ رکھ دیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کے پاس شیطان خواب میں آئے اور تمہارے ساتھ کھیل کرے تو اس کو لوگوں سے ہرگز مت بیان کرو۔

تشریح حدیث:

قولہ: فلا یحدث بہ الناس: ابن ماجہ کی روایت میں فلا یحدثن کا لفظ آیا ہے اور بعض نسخوں میں فلا یحدث آیا ہے دونوں کا مطلب اور مفہوم ایک ہی ہے برے خواب کو لوگوں سے بیان نہ کرو بلکہ برے خواب نظر آئے تو سکوت اختیار کرو اور اللہ کی پناہ چاہو اس کے شر سے۔

(۴۰۳۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ فَلَا يُخْبِرْ النَّاسَ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِهِ فِي الْمَنَامِ

ترجمۂ حدیث:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص براخواب دیکھے تو لوگوں کو شیطان کے اپنے ساتھ کھیل کی خبر نہ دے۔

تشریح حدیث:

شیطانی خواب کے متعلق تعلیمات نبوی ہے کہ اس کو کسی سے بیان نہ کرو، علماء کرام فرماتے ہیں کہ صبح اٹھ کر صدقہ وخیرات کروامید ہے کہ کوئی مصیبت نہ آئے گی اور اللہ پاک اس کے شر سے محفوظ کردے گا۔

(۱۴۳۶) بَابُ الرُّؤْيَا إِذَا عُبِرَتْ وَقَعَتْ، فَلَا يَقُصُّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو حضرت ابورزینؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ خواب کی تفسیر جس طرح بتائی جاتی ہے اسی طرح واقع بھی ہوجاتی ہے اس لیے ہر کس وناکس سے خواب نہ بیان کرنا چاہئے۔

(۴۰۳۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَكِيعِ بْنِ عُدُسٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ تُعْبَرْ فَإِذَا عُبِرَتْ وَقَعَتْ قَالَ وَالرُّؤْيَا جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ لَا يَقُصُّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ أَوْ ذِي رَأْيٍ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابورزینؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تک خواب کی تعبیر نہ دی جائے وہ ایک پرندہ کے پاؤں پر ہوتا ہے پس جب تعبیر دیدی جاتی ہے تو تعبیر بتانے کے مطابق واقع ہوجاتی ہے (ایسا عموماً ہوتا ہے لازم نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رؤیا (صالحہ) نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جز ہے، راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اسکو دوست یا سمجھدار آدمی کے علاوہ کسی اور آدمی کے سامنے بیان نہ کرے۔

تشریح حدیث:

قولہ: الرؤیا علی رجل طائر: خواب کی جب تک تعبیر نہ دی جائے وہ پرندوں کے پاؤں پر ہوتا ہے پرندوں کے پاؤں پر ہونا عرب والوں کا ایک محاورہ ہے جو اہل عرب کسی ایسے معاملہ اور کسی ایسی چیز کے بارے میں استعمال کرتے ہیں جن کو کوئی قرار وثبات نہ ہو اور مطلب یہ ہے کہ

(۱) جس طرح پرندہ کسی ایک جگہ ٹھہرتا نہیں ہے بلکہ ادھر ادھر اڑتا پھرتا ہے اور حرکت کرتا رہتا ہے اور جو چیز اس کے

پاؤں پر ہوتی ہے وہ بھی کسی ایک جگہ قرار نہیں پاتی ہے بلکہ معمولی حرکت سے گر پڑتی ہے **خواب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے جب تک اس کو کسی کے سامنے بیان نہیں کیا جاتا ہے بلکہ دل میں پوشیدہ رکھا جاتا ہے تو اس وقت تک اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے اور** واقع نہیں ہوتا ہے، لیکن جب اس کو کسی کے سامنے بیان کر دیا جاتا ہے **اور تعبیر دیدی جاتی ہے تو اسی تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے** لہٰذا کسی اناڑی کے سامنے اپنا خواب بیان نہیں کرنا چاہئے، **بلکہ حبیب یا لبیب** سے بیان کرنا چاہئے یعنی کسی جگری اور جانی دوست سے یا کسی ذی رائے سمجھدار عالم باعمل سے تاکہ اس کی **صحیح تعبیر دے سکے**

لیکن واضح رہے کہ یہ حکم صرف برے خواب کے بارے میں ہے جس کے **وقوع سے انسان** ڈرتا ہے اور اس میں نقصان وضرر کا واہمہ رکھتا ہے، جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

(۲) علامہ طیبیؒ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ رویا اسی تعبیر پر برقرار رہتا ہے جو تقدیر میں ہے اگر خواب کا شرمندہ تعبیر ہونا مقدر ہے تو اس کو صحیح معبر مل جاتا ہے جو نوشتۂ تقدیر کے مطابق تعبیر دیتا ہے اور اگر خواب کا شرمندۂ تعبیر ہونا مقدر نہیں ہوتا ہے اور اس کو صحیح معبر نہیں ملتا ہے اور یہ تشبیہ وتمثیل ہے

(۳) حضرت محدث گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق حضرات شراح کرام نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب شبہات واعتراضات سے خالی نہیں، اس لیے الرویا علی رجل طائر سے حضور ﷺ کی مراد یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو کسی ایک تعبیر پر قرار نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے قلب ودماغ پر متعدد تعبیریں آتی رہتی ہیں ثانی تعبیر سامنے آنے کے بعد اول کی تغلیط کرتا ہے اور ثانی کی تصحیح پس اس کا خواب پرندوں کے پیروں پر ہوا جو قائم اور ثابت نہیں رہتا ہے اور جب اول معبر کی تعبیر سامنے آتی ہے تو وہ اس کے قلب میں راسخ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۴۳۷) بَابُ عَلَامَ تُعْبَرُ بِهِ الرُّؤْيَا؟

اس باب میں صرف ایک حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے مروی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خواب کی تعبیر بتانے میں ناموں، کنیتوں کا اعتبار کرنا پڑتا ہے۔ اور تعبیر دیتے وقت اس کا لحاظ بھی کرنا پڑتا ہے۔

(۴۰۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اعْتَبِرُوهَا بِأَسْمَائِهَا وَكَنُّوهَا بِكُنَاهَا وَالرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ

ترجمۂ حدیث: خواب کی تعبیر دینے میں کن باتوں کا لحاظ کیا جائے:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، خواب کی تعبیر ان کے ناموں کی کنیتوں کو دیکھ کر بتاؤ، اور خواب پہلے تعبیر دینے والے کے مطابق واقع ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

سند کے اعتبار سے حدیث شریف ضعیف ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ خواب کے سلسلہ میں جو اسماء وارد ہیں ان میں اشارات اور طولات ہیں لہٰذا معبر کے لیے مناسب ہے کہ ان کی رعایت کر کے تعبیر دے مثلاً کسی نے کوئی خواب دیکھا اور اس کا نام سعید ہے یا سعد ہے، یا فرمان، وغیرہ ہے یا اس کے علاوہ کوئی معنی خیز اچھا نام ہے تو خواب دیکھنے والے کو سعادت، فرح وغیرہ سے تعبیر دے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک نہایت کالی کلوٹی عورت پراگندہ بالوں والی عورت مدینہ منورہ سے نکلی اور جحفہ میں جا کر قیام کی، آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ مدینہ کی وباء ومصائب منتقل ہو کر جحفہ چلے گئے۔

تعبیر رویا کے چند اصول وضوابط

جس شخص کو قرآن حدیث میں جس قدر گہرائی وگیرائی ہوگی اس قدر زیادہ صحیح تعبیر دے گا خواب کی تعبیر بھی قرآن مجید سے ہوتی ہے کبھی حدیث رسول سے اور کبھی ان امثلہ سے جو زبان وخلائق نہیں، مثلاً انڈے کی تعبیر قرآن سے دینا قرآن سے ثابت ہے قولہ تعالی کانھن بیض مکنون، پتھر کی تعبیر قساوت قلب سے دینا قرآن سے ثابت ہے ثم قست قلوبکم من بعد ذالك فھی کالحجارة خواب میں گوشت خوری کی تعبیر غیبت سے دینا قرآن سے ہے، ارشاد باری ہے یحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً فکرھتموہ مفاتیح کی چابی خزانوں سے دینا قرآن سے ثابت ہے واتیناہ من الکنوز ما ان مفاتحه لتنوء بالعصبة الی القوة، اسی طرح سفینہ کی تعبیر نجات سے دینا قرآن مجید سے ثابت ہے وانجیناہ لاصحاب السفینة، اور فانجیناہ من رفعه فی القلب۔ کسی امیر یا حاکم کا کسی محلہ یا گھر میں داخل ہونا اس محلہ یا گھر کی خرابی سے تعبیر کی جاتی ہے، چناں چہ ارشاد باری ہے ان الملوك اذا دخلوا قریة افسدوھا وجعلوا اعزة اھلھا اذلة۔ لباس کی تعبیر عورت سے کی جاتی ہے، ھن لباس لکم وانتم لباس لھن اور اگر خواب دیکھنے والی عورت ہو تو اس کی تعبیر مردوں سے دی جاتی ہے۔

خواب کی تعبیر دینے میں لوگوں کے احوال وکوائف کا بھی فرق پڑتا ہے ایک ہی خواب کی دو تعبیر کی جاتی ہیں چناں چہ امام المعبرین حضرت محمد بن سیرین کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھے پکار رہا ہے آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا تیرا ہاتھ کاٹا جائے گا، پھر کچھ دیر کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور یہی خواب بیان کیا آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تجھے حج نصیب ہوگا بعد میں لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے خواب ایک ہی لیکن تعبیر الگ الگ حضرت محمد بن سیرین نے فرمایا میں نے پہلے آدمی کے چہرہ میں فسق وفجور کی علامت دیکھی تو مجھے قرآن کریم کی یہ

ندا یاد آئی فاذن موذن ایتھا العیر انکم لسارقون اور دوسرے شخص میں میں نے صلاح وتقوی اور امانت و دیانت دیکھی اور اس میں صالحین کی نشانی پائی، تو مجھے قرآن مجید کی یہ ندا یاد یا آئی واذن فی الناس بالحج چناں چہ محمد بن سیرین نے جیسی تعبیر دی ایسا ہی خواب واقع ہوا۔

خواب کی تعبیر کبھی حدیث سے ہوگی مثلاً خواب میں غراب یعنی کوا دیکھنا، اس کی تعبیر فاسق سے کی جاتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غراب کو فاسق کہا ہے پسلی کی تعبیر عورت سے دینا حدیث میں آیا ہے۔

خواب کی تعبیر امثلہ متعارفہ سے بھی ہوتی ہے جیسے لمبے ہاتھ والا سخی ہے کہا جاتا ہے انا اطول منکم باعا رید اپھر امثلہ میں جس ملک کا خواب دیکھنے والا ہو اس ملک کے امثلہ کا اعتبار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۳۸) بَابُ مَنْ تَحَلَّمَ حُلُمًا کَاذِبًا

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے، اس باب میں جھوٹ موٹ بناوٹی خواب ذکر کرنے کے بارے میں جو وعید آئی ہے اس کا بیان ہے۔

(۴۰۳۶) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِیدٍ عَنْ أَیُّوبَ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَحَلَّمَ حُلُمًا کَاذِبًا کُلِّفَ أَنْ یَعْقِدَ بَیْنَ شَعِیرَتَیْنِ وَیُعَذَّبَ عَلَی ذٰلِکَ.

ترجمۂ حدیث: جھوٹ خواب بیان کرنے کا آخرت میں وبال:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جھوٹ موٹ یہ بیان کیا کہ میں نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے (قیامت کے دن) (اسے جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا (اور چوں کہ ان دانوں میں گرہ لگانا ناممکن ہے) اس لیے آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص بنا بنا کر جھوٹا خواب بیان کرتا ہے کہ رات میں نے یہ دیکھا، وہ دیکھا، حالاں کہ کچھ بھی نہیں دیکھا اسے روز قیامت اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور ظاہر ہے کہ جو کے دانوں میں گرہ لگانا عادتاً ناممکن ہے اس لیے وہ اس میں گرہ نہیں لگائے گا، جس کی وجہ سے عذاب دیا جاتا رہے گا الغرض اس سے عذاب دوام کی جانب اشارہ ہے۔

سوال، جواب:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جھوٹا خواب بیان کرنے والے پر اس قدر شدید وعید کیوں ہے؟ علماء کرام نے اس کے متعدد

جوابات دیئے ہیں۔

(۱) کذب فی المنام درحقیقت کذب علی اللہ کے مترادف ہے گویا جھوٹا خواب بیان کرنے والا اللہ پر بہتان لگاتا ہے اور ظاہر ہے افتراء علی اللہ اشد ہے افتراء علی الخلق سے۔

(۲) کذب فی المنام درحقیقت نبوت کاذبہ کے مدعی کا مترادف ہے کیوں کہ خواب اخبار غیبیہ کا محل ہے خصوصاً اچھا خواب نبوت کا ایک شعبہ ہے اسی وجہ سے شدید وعید آئی ہے۔

(۳) بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ عالم ظاہر کے متعلق تو کذب ہوتا ہے اس کا انکشاف اور اس کی تحقیق کر لینا اسباب عادیہ سے کسی درجہ ممکن ہے بخلاف کذب فی الامور الغیبیہ کے جن میں رؤیا بھی ہے کہ اس کی تحقیق کرنا عادۃ خارج از قدرت و طاقت ہے۔

(۴) ابن حجر عسقلانی نے حدیث مذکور میں ذکر کردہ وعید کا خواب بنانے والے کے ساتھ یوں مناسبت بیان کی ہے کہ خواب ایک صورت معنوی اور امر لطیف ہے، پس صاحب صورت لطیفہ کو امر لطیف یعنی دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا گیا، بخلاف صاحب صورت کثیفہ کے اس کو اس سے بڑے اور شدید کا حکم کیا گیا کہ روح پھونکنے کے ذریعہ مصورہ صورت کو مکمل کرے۔ گرہ لگانے کے لیے شعیر کو خاص کرنے کی حکمت شاید یہ ہو کہ شعیر اور شعور کا مادہ قریب قریب ہے گویا اشا ہے کہ یہ تیری لاشعوری کی سزا ہے، واللہ اعلم

(۱۴۳۹) بَابُ أَصْدَقُ النَّاسِ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک حدیث سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول۔
اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ نیک اور سچے لوگوں کے خواب میں اچھے اور سچے ہی خواب آتے ہیں اور عمدہ ہی خواب دیکھ ہیں، اور ان کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں۔

(۴۰۳۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَرُبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب مومن کے خواب جھوٹے نہ ہوں گے اور ان میں سب سے زیادہ سچے خواب دیکھنے کے اعتبار سے وہ ہوں گے جو ان میں سب سے گفتار و کردار میں سچے ہوں گے اور مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جز ہے۔

تشریح حدیث: زمانہ قریب ہونے کا مطلب:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب زمانہ قریب ہوگا تو مومن کا خواب جھوٹا نہ ہوگا، زمانہ قریب ہونے سے کیا مراد ہے اس بارے میں حضرات شراح کرام کے متعدد اقوال ہیں جن میں سے چند اقوال درج ذیل ہیں۔

(۱) زمانہ قریب ہونے سے مراد قیامت کا آخری زمانہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے، کہ آخری زمانہ میں مومن کا خواب جھوٹا نہ ہوگا۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ زمانہ قریب ہونے سے مراد زمانہ موت سے قریب ہونا ہے یعنی جب مومن کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے اس کا خواب جھوٹا نہیں ہوتا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے مشائخ سے یہی معنی نقل کئے ہیں۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ایام ہیں جن میں تین رات برابر ہوتے ہیں چناں چہ جس زمانہ میں دن رات برابر ہوتے ہیں ان میں انسانی مزاج اعتدال پر رہتا ہے اور ذہن وفکر کی صلاحیتیں صحت وسلامت روی کے ساتھ کام کرتے ہیں ایسے دنوں میں دیکھا جانے والا خواب ذہنی وجسمانی خلل وانتشار سے محفوظ اور زیادہ سچا ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ زمانہ ہے جب سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ دن کی طرح اور دن ساعت کی طرح گزرنے لگے، حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ ایسا زمانہ حضرت مہدی علیہ السلام کے دور میں آئے گا، کیوں کہ اس وقت حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عدل وانصاف اور رعایا پروری کی وجہ سے سب ہی لوگ آسودگی مسرت اور بے فکری کے دن گزاریں گے، اور ظاہر ہے کہ آسودگی اور بے فکری کے دن بڑی سرعت کے ساتھ گزرتے معلوم ہوتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی طویل زمانہ کیوں نہ ہو، اس کے برعکس عسرت وتنگی اور محنت ومشقت کے دن اتنے بھاری معلوم ہوتے ہیں کہ خواہ وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو ایک ایک دن پہاڑ کی طرح گزرتا ہے لہٰذا حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی خواب صحیح اور درست ہوں گے کیوں کہ وہ راستی کا زمانہ ہوگا ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ راست باز ہوگا اس کا خواب اتنا ہی سچا ہوگا۔

(۱۴۴۰) بَابُ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت نو حدیثیں بیان کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت خرشہ بن حرؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ام الفضلؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے مروی ہیں اس باب میں چند خوابوں کی تعبیر کا بیان ہے۔

(۴۰۳۸) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ

بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَی النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُنْصَرَفَهُ مِنْ أُحُدٍ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي رَأَیْتُ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ سَمْنًا وَعَسَلًا وَرَأَیْتُ النَّاسَ یَتَکَفَّفُونَ مِنْهَا فَالْمُسْتَکْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَرَأَیْتُ سَبَبًا وَاصِلًا إِلَی السَّمَاءِ رَأَیْتُکَ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ بَعْدَکَ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ بَعْدَهُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ بَعْدَهُ فَانْقَطَعَ بِهِ ثُمَّ وُصِلَ لَهُ فَعَلَا بِهِ فَقَالَ أَبُو بَکْرٍ دَعْنِي أَعْبُرْهَا یَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ اعْبُرْهَا قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَالْإِسْلَامُ وَأَمَّا مَا یَنْطُفُ مِنْهَا مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَهُوَ الْقُرْآنُ حَلَاوَتُهُ وَلِینُهُ وَأَمَّا مَا یَتَکَفَّفُ مِنْهُ النَّاسُ فَالْآخِذُ مِنَ الْقُرْآنِ کَثِیرًا وَقَلِیلًا وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ إِلَی السَّمَاءِ فَمَا أَنْتَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَقِّ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَا بِکَ ثُمَّ یَأْخُذُهُ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِکَ فَیَعْلُو بِهِ ثُمَّ آخَرُ فَیَعْلُو بِهِ ثُمَّ آخَرُ فَیَنْقَطِعُ بِهِ ثُمَّ یُوَصَّلُ لَهُ فَیَعْلُو بِهِ قَالَ أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا قَالَ أَبُو بَکْرٍ أَقْسَمْتُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ لَتُخْبِرَنِّي بِالَّذِي أَصَبْتُ مِنَ الَّذِي أَخْطَأْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ یَا أَبَا بَکْرٍ

ترجمہ حدیث: ایک خواب کی تعبیر

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد سے واپسی کے بعد ایک شخص رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خواب میں ایک سائبان دیکھا، جس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، اور دیکھا کہ لوگ ہاتھ پھیلا پھیلا کر اس میں سے لے رہے ہیں پس کسی نے زیادہ لیا اور کسی نے کم، اور میں نے دیکھا کہ ایک رسی ہے جو (زمین سے) آسمان تک ملی ہوئی ہے میں نے دیکھا کہ آپ نے اس رسی کو تھاما اور اوپر چلے گئے، پھر آپ کے بعد ایک اور شخص نے اس کو تھاما۔ اور وہ بھی اوپر چلا گیا، پھر اس کے بعد ایک تیسرے شخص نے اسے تھاما اور اوپر چلا گیا، پھر اس کے بعد اس رسی کو ایک اور شخص نے تھاما تو وہ رسی ٹوٹ گئی لیکن پھر اس کے لیے جوڑ دی گئی، بالآخر وہ بھی اوپر چلا گیا۔

اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کا موقع مجھے عنایت فرمادیئے، آپ نے فرمایا ٹھیک تعبیر بتاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا سائبان تو اسلام ہے، اور جو گھی اور شہد اس سے ٹپک رہا ہے وہ قرآن کریم ہے اس کی شیرینی اور نرمی ہے اور جو اس میں سے ہاتھ پھیلا پھیلا کر لے رہے ہیں وہ قرآن کریم حاصل کرنے والے ہیں کوئی کم لے رہا ہے اور کوئی زیادہ اور وہ رسی جو زمین سے آسمان تک پہنچی ہوئی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ نے اسے تھاما اور اسی حالت میں اوپر چلے جائیں گے پھر آپ کے بعد ایک شخص تھامے گا (آپ کا خلیفہ بنے گا) اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا، پھر ایک اور شخص اسے تھامے گا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا پھر ایک اور شخص اسے تھامے گا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا پھر ایک اور شخص اس کو تھامے گا تو اس کے لیے رسی

ٹوٹ جائے گی پھر اس کے لیے اس کو جوڑا جائے گا اور وہ بھی اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا،

آپ نے فرمایا (اے ابوبکر!) تم نے بالکل صحیح تعبیر بیان کی اور کچھ غلط یعنی کچھ خطا ہوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور بتایئے کہ میں نے کیا غلطی کی آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! قسم مت دو۔

تشریح حدیث:

قوله: ظلة بضم الضاء ای صحابة۔ بادل

قوله: تنطف: بکسر الطاء ویجوز فیھما، معناہ تقطر بمعنی ٹپکنا۔

قوله: یتکففون منھا، ای یاخذون باکفھم، اس سے لوگ ہاتھ پھیلا پھیلا کر لے رہے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت میں یستقون بایدیھم آیا ہے ای یاخذون فی الاسقیة۔

قوله: فالمستکثر والمستقل: ای منھم من یاخذ الکثیر ومنھم من یاخذ القلیل، ان میں کچھ لوگ تو زیادہ لے رہے تھے اور کچھ لوگ کم، اپنے اپنے ظرف کے مطابق لے رہے تھے۔

قوله: سببا ای حبلا۔ رسی۔

قوله: واصلا: من الوصول بمعنی الموصول، یعنی وہ رسی زمین سے لے کر آسمان تک ملی تھی۔

قوله: فانقطع به: یعنی انقطع الحبل، اس کی وجہ سے رسی ٹوٹ گئی۔

قوله: لم وصل له: بصیغہ مجہول آیا ہے۔

قوله: فعلابك: آپ اس حق پر قائم دائم رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں اٹھالیں گے، یعنی آپ تاحیات اس پر قائم ودائم رہیں گے اس کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام مخلوقات کے اوپر معزز ومکرم اور غالب کردیں گے۔

قوله: ثم یاخذه رجل من بعدك۔ اس سے مراد خود حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۃ المسلمین بنے اور تازندگی حق پر قائم وثابت رہے ہیں۔

قوله: ثم یاخذ آخر: فیقطع به ثم یوصل له: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگر جنہوں نے اس رسی کو پکڑا وہ حضرات خلفاء ثلاثہ ہیں اور جن کے ہاتھ سے رسی ٹوٹ گئی پھر جٹ گئی وہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ ہیں۔

(۱) بعض حضرات نے رسی ٹوٹنے سے حضرت عثمان غنیؓ کا ظلماً مقتول ہونا مراد لیا ہے، لیکن اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ بھی ظلماً قتل کئے گئے تب تو ان کی رسی کو ٹوٹی ہوئی کہنا چاہئے۔ اس کے جواب میں بعض حضرات

نے یہ کہا کہ حضرت عمر فاروقؓ مقتول ہوئے ایک شخص کی عداوت کی وجہ سے، خلافت وامارت کی وجہ سے نہیں اس کے برخلاف حضرت عثمان غنیؓ کے، ان کی شہادت خلافت وامارت کی وجہ سے ہوئی اس لیے ان کے مقتول ہونے کو قطع سے تعبیر کیا گیا۔

(۲) انقطاع سے اشارہ ہے اس طریقہ کے ترک کرنے کی طرف جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات شیخین وابوبکر وحضرت وعمر قائم رہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ان حضرات نے امارت وخلافت کو تقسیم کرنے میں احتیاطاً اقربا کو ترجیح نہیں دی، اور حضرت عثمان غنیؓ نے اقربا کو ترجیح دی اگرچہ قابل اور صلاحیت مند اقربا کو ترجیح دینا حرام اور ناجائز نہیں ہے، لیکن موضع تہمت ہے اس لیے مناسب نہیں اقرباء کو خلافت کی ذمہ داری سونپنی ہی ان کے خلاف بغاوت اور ان کے قتل کا سبب ہوا، اور ثم یوصل کا مطلب یہ ہے کہ پھر ان کا مظلومانہ قتل ہونا رفع درجات تک وصول کا سبب ہوا۔

(۳) انقطاع سے اس طرف اشارہ ہے کہ خلافت عثمانی میں کچھ رخنہ واقع ہوگا ثم یوصل سے اس طرف اشارہ ہے کہ پھر اس کی مکافات، ہوجائے گی واللہ اعلم بالصواب۔

(۴) رسی سے مراد خلافت وامارت ہے اور اس رسی کے ٹوٹنے سے مراد حضرت عثمان غنیؓ سے لوگوں کی بدگمانی ہے اور ثم یوصل سے آپ کی براءت کی صحت مراد ہے پھر حضرت عثمان غنیؓ بھی اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ مل گئے۔

خواب کی تعبیر میں حضرت ابوبکرؓ کی خطا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر صدیقؓ تونے کچھ تعبیر تو بالکل صحیح صحیح دی، لیکن بعض جگہ پر تعبیر دینے میں خطا کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! میں آپ کو قسم دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ میں نے کہاں کہاں غلطی کی ہے بتائیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم دینے کی ضرورت نہیں ہے قسم مت دو میں اس کو بتاؤں گا نہیں۔

اب یہاں حضرات شارحین احادیث کے اقوال مختلف ہیں کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی خطا کیا تھی۔

(۱) بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ خواب کی تعبیر میں کوئی خطا نہیں ہوئی تعبیر تو آپ نے بالکل صحیح صحیح بتائی، البتہ خطاء یہ ہوئی کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حضور کے حکم دینے، یا حضور کے تعبیر دینے سے قبل ازخود مبادرت کی کہ مجھے تعبیر دینے کا موقع دیا جائے، یہ قول ابن قتیبہ وغیرہ کا ہے، مگر یہ جواب محل نظر ہے۔

(۲) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ خطا یہ ہوئی کہ انہوں نے بعض اجزاء کی تعبیر کر دی تھی، شہد اور گھی کی تعبیر انہوں نے قرآن سے کی ہے، حالاں کہ مناسب یہ تھا کہ شہد کی تعبیر قرآن سے اور گھی کی تعبیر حدیث سے کی جائے، حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث دونوں ایک ہی چیز ہے کیوں کہ حدیث قرآن کا بیان اور شرح ہے اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن اور سنت دونوں وحی ہیں فرق صرف تلاوت میں ہے لہٰذا اس کو خطا نہیں کہا جاسکتا ہے، دونوں کی تعبیر قرآن سے دینا بالکل صحیح ہے۔

(۳) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ خطا یہ ہوئی تھی انہوں نے ان تین اشخاص کی تعیین نہیں کی تو جنہوں نے رسی کو

پکڑ رکھا تھا۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ خطا اور غلطی یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آں حضرت ﷺ پر اس کی تفویض نہیں کی تھی۔ اور خود اس کے متکفل ہوئے۔

شیخ الاسلام علامہ محمد تقی عثمانی کی رائے گرامی:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خطاء میں تعیین اور غور وفکر کرنا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اس کی دو وجہ ہے:

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ جس میں غلطی کی ہے کسی اور کے لیے اس میں علم کا دعوی کرنا ممکن نہیں ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا درجہ اس سے بہت زیادہ بلند و بالا ہے کہ ان کے بعد کوئی تعبیر کسی نص صریح کے ان کی غلطی بیان کرنے کے درپے ہو۔

(۲) سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طلب کے باوجود رسول اکرم ﷺ کا وجہ خطا بیان کرنے سے اعراض کرنا اور اس کو اخفا رکھنا شاید اس لیے تھا کہ تا کہ کوئی ان کی خطا کے پیچھے نہ پڑے، جب خود رسول نے اس کو چھپایا ہے تو امت کے لیے اس کے درپے ہونا بے سود معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اس بارے میں سکوت ہی افضل ہے (۱)

قوله: لاتقسم: ای لا تکرر یمینك فانی لا اخبرك ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قسم مت دو میں تمہیں بتاؤں گا نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

(۴۰۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْتُ ظُلَّةً بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ تَنْطِفُ سَمْنًا وَعَسَلًا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے تھے ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خواب میں آسمان اور زمین کے درمیان ایک سائبان دیکھا جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، اس کے بعد حدیث گزشتہ حدیث کے مانند بیان کیا۔

(۴۰۴۰) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا شَابًّا عَزَبًا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَبِيتُ فِي الْمَسْجِدِ فَكَانَ مَنْ رَأَى مِنَّا رُؤْيَا يَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ إِنْ

(۱) تکملہ فتح الملہم: ۴/ ۴۵۹۔ ۴۶۰ بحوالہ عون الترمذی: ۲/ ۵۲۳

كَانَ لِي عِنْدَكَ خَيْرٌ فَأَرِنِي رُؤْيَا يُعَبِّرُهَا لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ مَلَكَيْنِ أَتَيَانِي فَانْطَلَقَا بِي فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لَمْ تُرَعْ فَانْطَلَقَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُ بَعْضَهُمْ فَأَخَذُوا بِي ذَاتَ الْيَمِينِ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِحَفْصَةَ فَزَعَمَتْ حَفْصَةُ أَنَّهَا قَصَّتْهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ عَبْدَ اللهِ رَجُلٌ صَالِحٌ لَوْ كَانَ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُكْثِرُ الصَّلَاةَ مِنَ اللَّيْلِ.

ترجمہ حدیث: ابن عمرؓ کے ایک خواب کی تعبیر

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک غیر شادی شدہ نوجوان تھا، چناں چہ میں مسجد ہی میں رات گزارا کرتا تھا، ہم صحابہ کرام میں سے جو کوئی بھی کوئی خواب دیکھتا تھا تو اس کو رسول اکرم ﷺ سے بیان کرتا تھا، میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! اگر میرے واسطے بھی آپ کے یہاں کوئی خیر ہے (میں اچھا ہوں) تو مجھے کوئی خواب دکھا دیجئے، جس کی تعبیر رسول اکرم ﷺ بتائیں، چناں چہ میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور دونوں لے کر مجھے چلے، پھر (درمیان راہ) ایک اور فرشتہ ملا، اس نے مجھ سے کہا گھبرانا بالکل نہیں، وہ دونوں فرشتے مجھے جہنم کی طرف لے کر چلے، پس وہ جہنم کنویں کے لپیٹنے کی طرح لپٹی ہوئی تھی اور اس میں کچھ لوگ تھے جنہیں میں کچھ کو پہچان لیا پھر وہ مجھے دائیں طرف لے گئے پس جب میں نے صبح کی تو اس خواب کا تذکرہ حضرت حفصہؓ سے کیا، تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ خواب انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ! اچھا آدمی ہے کاش کہ رات کی نماز اور زیادہ کرلے، (تو بہت اچھا ہو) راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ بکثرت رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: عزباً العزب البعید عن النکاح غیر شادی شدہ، نکاح سے دور کہا جاتا ہے رجل عزب، وامرأۃ عزباء۔

قولھم تدع: ای لافزع ولاخوف. الافزع لک ولاخوف لک. قولہ: ان عبداللہ رجل صالح: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن بطال کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خواب ایسے ہوتے ہیں کہ جو محتاج تعبیر نہیں ہوتے بلکہ جو نوم کی حالت میں تفسیر کی گئی وہی بیداری کی حالت میں تفسیر ہوتی ہے اس لیے زیر باب حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اس کے علاوہ کچھ نہیں فرمایا کہ عبداللہ رجل صالح کہ عبداللہ نیک آدمی ہیں اگر وہ رات کی نماز میں مزید اضافہ کرلیں، اور خواب میں بھی فرشتوں نے حضرت عبداللہ سے اتنا ہی فرمایا تھا لم ترع انک رجل صالح یا فرمایا، نعم الرجل انت لو کنت تکثر الصلاۃ نیز بیداری کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اتنا ہی فرمایا ان عبداللہ رجل صالح لو کان یکثر الصلاۃ۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت کے ترک پر وعید کی جاسکتی ہے اور وقوع عذاب کا بھی احتمال ہے بشرطیکہ سنت

کا ترک مواظبت کے ساتھ علی سبیل الاعراض ہو اگر ترک سنت علی سبیل الاعراض مواظبۃ نہ ہو تو اس پر وعید اور عذاب نہیں اس لیے تعذیب ارتکاب حرام پر ہوتا ہے، نیز یہ حدیث اس بات پر بھی دال ہے کہ اصل تعبیر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی جانب سے ہوتی ہے اس لیے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ تمنا ظاہر کی کہ اے کاش میں کوئی خواب دیکھتا اور حضور سے بیان کر کے اس کی تعبیر معلوم کرتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں رات گزارنا جائز ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تعبیر پوچھنے کے لیے نیابت جائز ہے، اور یہ حضرت ابن عمرؓ کا حضورؐ کے ساتھ غایت درجہ ادب کی بات تھی کہ انہوں نے بذات خود آپ سے اپنا خواب بیان نہیں کیا، بلکہ اپنی ہمشیرہ حفصہ کو وکیل بنایا، اور حفصہؓ نے حضور سے دریافت کیا، اس حدیث سے جہاں اور باتیں معلوم ہوئیں وہیں قیام لیل کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۴۰۴۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَجَلَسْتُ إِلَى شِيَخَةٍ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ شَيْخٌ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَصًا لَهُ فَقَالَ الْقَوْمُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا فَقَامَ خَلْفَ سَارِيَةٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ كَذَا وَكَذَا قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْجَنَّةُ لِلَّهِ يُدْخِلُهَا مَنْ يَشَاءُ وَإِنِّي رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا رَأَيْتُ كَأَنَّ رَجُلًا أَتَانِي فَقَالَ لِي انْطَلِقْ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَسَلَكَ بِي فِي نَهْجٍ عَظِيمٍ فَعُرِضَتْ عَلَيَّ طَرِيقٌ عَلَى يَسَارِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَسْلُكَهَا فَقَالَ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِهَا ثُمَّ عُرِضَتْ عَلَيَّ طَرِيقٌ عَنْ يَمِينِي فَسَلَكْتُهَا حَتَّى إِذَا انْتَهَيْتُ إِلَى جَبَلٍ زَلَقٍ فَأَخَذَ بِيَدِي فَزَجَّلَ بِي فَإِذَا أَنَا عَلَى ذُرْوَتِهِ فَلَمْ أَتَقَارَّ وَلَمْ أَتَمَاسَكْ وَإِذَا عَمُودٌ مِنْ حَدِيدٍ فِي ذُرْوَتِهِ حَلْقَةٌ مِنْ ذَهَبٍ فَأَخَذَ بِيَدِي فَزَجَلَ بِي حَتَّى أَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَالَ اسْتَمْسِكْ قُلْتُ نَعَمْ فَضَرَبَ الْعَمُودَ بِرِجْلِهِ فَاسْتَمْسَكْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَالَ قَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتَ خَيْرًا أَمَّا الْمَنْهَجُ الْعَظِيمُ فَالْمَحْشَرُ وَأَمَّا الطَّرِيقُ الَّتِي عُرِضَتْ عَنْ يَسَارِكَ فَطَرِيقُ أَهْلِ النَّارِ وَلَسْتَ مِنْ أَهْلِهَا وَأَمَّا الطَّرِيقُ الَّتِي عُرِضَتْ عَنْ يَمِينِكَ فَطَرِيقُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَمَّا الْجَبَلُ الزَّلَقُ فَمَنْزِلُ الشُّهَدَاءِ وَأَمَّا الْعُرْوَةُ الَّتِي اسْتَمْسَكْتَ بِهَا فَعُرْوَةُ الْإِسْلَامِ فَاسْتَمْسِكْ بِهَا حَتَّى تَمُوتَ فَأَنَا أَرْجُو أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَإِذَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ۔

ترجمہ حدیث: ایک خواب کی تعبیر

حضرت خرشہ بن حر کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور مسجد نبوی میں عمر رسیدہ لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھ گیا، اتنے میں ایک معمر شخص اپنی لاٹھی ٹیکتے ہوئے تشریف لائے، لوگوں نے کہا کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ جنتی شخص کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے، وہ ایک ستون کے پیچھے کھڑا ہوا اور دو رکعت نماز ادا کی، میں اٹھ کر اس کی طرف گیا اور ان سے کہا کہ کچھ لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ انہوں نے کہا الحمد للہ! جنت اللہ تعالیٰ کی ہے اس میں جس کو چاہے گا داخل کرے گا۔

اور بے شک میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک خواب دیکھا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا چلو، چناں چہ میں اس کے ساتھ چل دیا، چناں چہ وہ مجھے لے کر ایک بڑے راستہ پر چلا، پھر میرے بائیں جانب میرے سامنے ایک راستہ آیا، میں اس پر چلا تو انھوں نے کہا کہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں پھر میرے دائیں جانب ایک دوسرا راستہ آیا، میں اس پر چلا، یہاں تک کہ میں پھسلنے والے پہاڑ پر پہنچا، تو اس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے سہارا دے کر چلایا، جب میں اس کی چوٹی پر پہنچا تو وہاں ٹھہر نہ سکا اور نہ ہی کسی چیز کا سہارا لے سکا، کہ اچانک ایک لوہے کا ستون دکھائی دیا جس کی بلندی چوٹی پر سونے کا ایک کڑا تھا، اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے زور دیا یہاں تک کہ میں نے اس کڑے کو پکڑ لیا، تو اس نے کہا آپ نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا ہے میں نے کہاں ہاں، تو اس نے ستون کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی، لیکن میں نے کڑا کو تھامے رکھا (چھوڑا نہیں) وہ معمر شخص کہنے لگا کہ میں نے یہ خواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا تو اچھا خواب دیکھا ہے، بڑا راستہ تو میدان حشر ہے اور جو راستہ بائیں طرف دکھائی دیا تھا وہ دوزخیوں کا راستہ تھا، اور آپ دوزخی نہیں، اور جو راستہ آپ کے دائیں جانب دکھائی دیا وہ جنتیوں کا تھا اور پھسلن والا پہاڑ شہداء کی منزل ہے اور جو کڑا تم نے تھاما وہ اسلام کا کڑا ہے اسے مرتے دم تک مضبوطی سے تھامے رکھنا، اس لیے کہ مجھے امید ہے کہ میں جنتی ہوں (حضرت خرشہ بن حر فرماتے ہیں کہ) بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ عبد السلام ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: فزجل بي: من التزجيل، وهو التقوية اى قوى به: وفي رواية الشيخين قيل لي ارقه، فقلت لا استطيع فاتاني منصف، فرفع ثيابي، من خلفي فرقيت حتى كنت في اعلاه، قلت المنصف، الخادم۔

(۴۰۴۲) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدَةُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا يَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ وَرَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ هَذِهِ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا

هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ وَرَأَيْتُ فِيهَا أَيْضًا بَقَرًا وَاللَّهُ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ النَّفَرُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا اللَّهُ بِهِ يَوْمَ بَدْرٍ

ترجمہ حدیث: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب اور اس کی تعبیر

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں تو مجھے یہ خیال آیا کہ ہو نہ ہو یمامہ ہو یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ یثرب تھا، اور میں نے اسی خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی، تو اس کا سرا الگ ہو گیا پس یہ وہ نقصان تھا جو غزوہ احد میں مسلمانوں کو پیش آیا تھا، پھر میں نے دوبارہ تلوار کو حرکت دی تو وہ پہلے سے اچھی ہو گئی یہ وہ فتح ہے جو اللہ تعالی نے عطا فرمائی، اور مسلمان اکٹھے ہوئے اور اس خواب میں میں نے ایک گائے دیکھی، خدا کی قسم بہت اچھی تھی، اس کی تعبیر مسلمانوں کی جماعت تھی اور احد کے دن اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالی نے عطا فرمایا ہے اور یہ اس سچائی کا بدلہ ہے جو اللہ تعالی نے ہمارے پاس بدر کے دن لے کر آئے۔

تشریح حدیث:

قوله: يمامة او هجر: یمامۃ جزیرہ نما عرب کا وہ علاقہ ہے جو جبل طویق کے جنوب مشرق میں پھیلا ہوا ہے اور نجد کے علاقہ میں شامل ہے، یہ بڑا سرسبز و شاداب علاقہ تھا اور اس میں کھجوروں کی پیداوار کثرت سے تھی اس لیے ذہن اس طرف گیا، موجودہ زمانہ میں یمامہ سعودیہ عرب کے دار السلطنت ریاض کے درمیان ایک بستی کی شکل میں پایا جاتا ہے اور ہجر بھی یہاں سے متصل مشرق میں واقع ہے اس بستی میں بھی کھجوروں کی پیداوار کثرت سے ہوتی تھی۔

قوله: فاذاهي المدينة: دور جاہلیت میں اس کا نام یثرب تھا، اور اللہ تبارک وتعالی نے اس کا نام مدینہ رکھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طابہ طیبہ رکھا ہے۔ اما يثرب فهو اسمها في الجاهلية، فسماها المدينة، وسماها رسول الله طيبة وطابة[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے کیوں کہ یثرب کے معنی فتنہ وفساد کے ہیں، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے لیے بعض حدیثوں میں یثرب کا لفظ استعمال کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا استعمال کرنا ممانعت سے قبل کا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ابتداء ہجرت میں چوں کہ عام طور پر لوگ اس نئے نام سے واقف نہ تھے اس لیے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے واقف کرانے کے لیے اس کے شرعی نام مدینہ کے ساتھ قدیم نام یثرب کا بھی ذکر فرما دیا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے یہی آخری احتمال زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے نیز قرآن کریم میں جو یہ فرمایا گیا یا اهل يثرب لا مقام لكم الخ تو یہ منافقین کی زبانی فرمایا گیا اس لیے اس کے

(۱) شرح مسلم: ۳۷/۸ بحوالہ اهداء الديباجہ: ۲۶۵/۵

بارے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔

قولہ: رأیت فیها بقراً: بعض روایت میں رأیت بقراً تنحر، کا لفظ آیا ہے پس اس زیادتی کو تسلیم کرنے کی صورت میں تعبیر رؤیا مکمل ہو جاتی ہے اور نحر بقر سے مراد حضرات صحابہ کرامؓ کا احد کے معرکہ میں شہید کیا جانا ہے قَدْ جَاءَ فِي غَيْرِ مسلم زِيَادَةٍ فی هٰذا الحديث ورأيتُ وبهٰذه الزيادة تتم تاويل الزويا بما ذكر، فنحر البقر هو قتل الصحابة رضی اللہ عنہم الذين قتلوا باحد۔

قال: ومعناه ما جاء الله به بعد بدر الثانية، من تثبيت قلوب المومنين، لان الناس جمعوا الهم وخوفهم فزادهم ذالك ايمانا، وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل، فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم يمسسهم سوء، وتفوق العدو وعنهم هيبة لهم، قال القاضي: قال اكثر شراح الحديث: معناه ثواب الله خيرا اى صنع الله بالمقتولين خير لهم من بقائهم في الدنيا، قال القاضي: والاولى قول من قال: الله خير: من جملة الرؤيا (۱)

(۴۰۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ فِي يَدِي سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَنَفَخْتُهُمَا فَأَوَّلْتُهُمَا هٰذَيْنِ الْكَذَّابَيْنِ مُسَيْلِمَةَ وَالْعَنْسِيَّ.

ترجمہ حدیث: ہاتھ میں سونے کے دو کنگن کی تعبیر

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں میں نے انہیں پھونک ماری (تو وہ دونوں اڑ گئے) تو میں نے اس کی تعبیر دو جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے دی۔

تشریح حدیث:

قولہ: سوارین من ذهب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ دکھلایا گیا کہ آپ کے دست مبارک میں سونے کے دو کنگن ہیں آپ نے پھونک ماری تو دونوں کنگن اڑ گئے، پھونک مارنے میں ان دونوں کی حقارت معنوی کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف اشارہ ہے ان دونوں کو کوئی قرار اور پائیداری نہ ہوگی، بلکہ معمولی کوشش سے ختم ہو جائیں گے۔

قولہ: فاولتها هٰذين الكذابين آپ دو کنگن سے دو جھوٹے مدعی نبوت کے بارے میں تعبیر لی کہ دو شخص پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے انھیں ظاہری اعتبار سے کچھ فروغ بھی ہوگا بلکہ بعد میں یہ فتنہ ختم ہو جائے گا۔

(۱) اهداء الديباجة: ۵/ ۲۶۵

دو کنگن سے دو جھوٹے نبی کی تعبیر لینے کی وجہ:

(۱) علامہ مہلب نے لکھا ہے کہ کذب وضع الشی فی غیر محلہ کو کہتے ہیں جب آپ نے اپنے ہاتھوں میں کنگن کو دیکھا حالاں کہ زیور تو عورتوں کے لیے ہوتا ہے اس سے آپ ﷺ نے یہ سمجھا کہ عنقریب ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے گا جو حق نہیں ہوگا نیز ان دونوں کا سونے کا کنگنوں کا ہونا بھی باعث خطرہ تھا کیوں کہ سونا دنیا میں مردوں کے لیے حرام ہے اس لیے آپ نے اس سے تعبیر فرمائی، علاوہ ازیں ذہاب ذھب سے مشتق ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ چیز ایسی ہے جو عنقریب زائل بھی ہو جائے گی۔

(۲) دو کنگن کی تعبیر دو کذابوں سے کرنے کی وجہ دوسری یہ ہے کہ کنگن در حقیقت ہتھکڑی سے مشابہت رکھتے ہیں جس کو ہاتھ میں ڈالکر مجرم وملزم کو قیدی بنایا جاتا ہے کہ اس بات سے کسی بھی چیز کو پکڑ بھی نہیں سکتے ہیں اور نہ اس سے کوئی کام ہی کر سکتے ہیں، چناں چہ وہ دونوں کذاب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ پر آئے تھے قیدیوں کے مشابہ ہوئے، جن کے ہاتھ کی کڑی آپ کے ہاتھ میں کنگن کی صورت میں آپ کے دست مبارک میں تھی، آپ نے ان کے ہاتھوں میں ڈال کر پکڑ رکھا تھا تا کہ وہ اپنی حرکت وعمل سے باز آجائیں، رہا یہ سوال کے سونے ہی کے کنگن کیوں دکھائے گئے لوہے، پیتل وغیرہ کے کنگن کیوں نہیں دکھائے گئے جو ان کے زیادہ مناسب حال تھے، تو اس میں دراصل ایک نکتہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ دونوں جھوٹے دنیاوی جاہ ومنصب اور عزت وحرمت کے لالچ میں کس قدر مبتلا ہیں، اور یہ کہ ان دونوں کا مردود اور مجرم ہونا کس قدر سنگین ہے۔

قوله: مسيلمة والعنسي: مُسَيلَمہ اور مسلمہ۔ یہ شخص مقام یمامہ کے قبیلہ حنیفہ کا ایک مشہور بدنام زمانہ فتنہ پرور تھا، اس نے ہجرت مصطفیٰ ﷺ کے دسویں سال نبوت کا دعویٰ کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر کے واصل جہنم کیا، یہ وہی وحشی ہیں جنھوں نے اسلام لانے سے قبل حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کے بعد وحشی نے کہا **قتلت خير الناس في الجاهلية وشر الناس في الاسلام.**

دوسرا شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اسود عنسی تھا اس کا نام عبہلہ بن کعب تھا اس نے صنعاء جو یمن کا دار السلطنت ہے میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور زمانہ نبوت ہی میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر بیٹھا، حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اس مردود کمینہ انسان کو قتل کر کے واصل جہنم کیا جب رسول پاک ﷺ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا فاز فیروز فیروز فائز المرام ہوا۔ اس طرح سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کا خاتمہ فرمایا، اور آپ کا خواب آفتاب نصف النہار کی طرح شرمندۂ تعبیر ہوا۔

(۴۰۴۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَابُوسَ قَالَ قَالَتْ أُمُّ الْفَضْلِ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ كَأَنَّ فِي بَيْتِي عُضْوًا مِنْ أَعْضَائِكَ قَالَ خَيْرًا رَأَيْتِ تَلِدُ فَاطِمَةُ غُلَامًا فَتُرْضِعِيهِ فَوَلَدَتْ حُسَيْنًا أَوْ حَسَنًا فَأَرْضَعَتْهُ بِلَبَنِ قُثَمٍ قَالَتْ فَجِئْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ فَبَالَ فَضَرَبْتُ كَتِفَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْجَعْتِ ابْنِي رَحِمَكِ اللَّهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ام الفضلؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں آپ کے اعضاء مبارکہ میں سے کوئی ایک عضو پڑا ہے آپ نے فرمایا تو نے اچھا خواب دیکھا ہے حضرت فاطمہؓ کے یہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تو اس کو دودھ پلائے گی چناں چہ حضرت فاطمہؓ کہ حضرت حسینؓ یا حضرت حسنؓ کی ولادت باسعادت ہوئی، تو انہوں نے ان کو دودھ پلایا اس وقت میں قثم کی زوجیت میں تھی، میں نے اس بچہ کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور لا کر آپ کے گود میں دیدیا بچہ نے گود میں پیشاب کر دیا تو میں نے اس کے کندھے پر مارا اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے میرے بچے کو تکلیف دی اللہ تعالی تم پر رحم فرمائے۔

تشریح حدیث:

قوله: بلبن قثم: اس سے مراد حضرت ابن عباسؓ ہیں، ام الفضلؓ ان کی بیوی تھی حدیث شریف کا مطلب واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۴۰۴۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى قَامَتْ بِالْمَهْيَعَةِ وَهِيَ الْجُحْفَةُ فَأَوَّلْتُهَا وَبَاءً بِالْمَدِينَةِ فَنُقِلَ إِلَى الْجُحْفَةِ.

ترجمہ حدیث: کالی عورت کی تعبیر وباء اور بلا سے دینا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک کالی عورت پراگندہ بال والی کو دیکھا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکلی اور مقام مہیعہ یعنی جحفہ نامی جگہ پر جا کر قیام پزیر ہوئی، میں نے اسکی تعبیر یہ دی کہ مدینہ منورہ کا وبال اور بلاء مدینہ سے جحفہ کی طرف منتقل ہوگیا۔

تشریح حدیث:

قوله: حتى قامت بالمهيعة وهى الجحفة: جحفہ اہل شام کی میقات ہے اور غدیر خم اسی جگہ واقع ہے، اس

زمانے میں وہاں یہودیوں کی آبادی تھی، بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ ہجرت کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا حضرت بلالؓ شدید بخار میں مبتلا ہوئے تو اس وقت رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی، اللهم انقل حماها فاجعلها بالجحفة۔ اے اللہ! مدینہ منورہ کی وبا کو منتقل کر کے جحفہ میں کردے، چناں چہ اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی، اور مدینہ کی تمام بیماریاں اور امراض منتقل ہوکر جحفہ چلے گئے جہاں یہود بے یہود آباد تھے اسی کو رسول کریم ﷺ نے خواب میں ایک پراگندہ بال سیاہ عورت کی شکل میں دیکھا جو مدینہ سے نکل کر جارہی ہے اور وہ جحفہ میں جا کر رکی۔

قوله: ثائرة الرأس ای منتشرة شعر الرأس۔

(۴۰۴۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ بَلِيٍّ قَدِمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِسْلَامُهُمَا جَمِيعًا فَكَانَ أَحَدُهُمَا أَشَدَّ اجْتِهَادًا مِنَ الْآخَرِ فَغَزَا الْمُجْتَهِدُ مِنْهُمَا فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَكَثَ الْآخَرُ بَعْدَهُ سَنَةً ثُمَّ تُوُفِّيَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِهِمَا فَخَرَجَ خَارِجٌ مِنَ الْجَنَّةِ فَأَذِنَ لِلَّذِي تُوُفِّيَ الْآخِرَ مِنْهُمَا ثُمَّ خَرَجَ فَأَذِنَ لِلَّذِي اسْتُشْهِدَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ فَقَالَ ارْجِعْ فَإِنَّكَ لَمْ يَأْنِ لَكَ بَعْدُ فَأَصْبَحَ طَلْحَةُ يُحَدِّثُ النَّاسَ فَعَجِبُوا لِذَلِكَ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثُوهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ مِنْ أَيِّ ذَلِكَ تَعْجَبُونَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا كَانَ أَشَدَّ الرَّجُلَيْنِ اجْتِهَادًا ثُمَّ اسْتُشْهِدَ وَدَخَلَ هَذَا الْآخِرُ الْجَنَّةَ قَبْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ قَدْ مَكَثَ هَذَا بَعْدَهُ سَنَةً قَالُوا بَلَى قَالَ وَأَدْرَكَ رَمَضَانَ فَصَامَ وَصَلَّى كَذَا وَكَذَا مِنْ سَجْدَةٍ فِي السَّنَةِ قَالُوا بَلَى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا بَيْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت ہے کہ کسی دور دراز علاقے سے دو شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ساتھ دونوں مشرف باسلام ہوئے، پس ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھ کر عبادت و ریاضت کرنے والے تھے، پس ان میں جو زیادہ عبادت و ریاضت کرنے والا تھا وہ جہاد میں شریک ہوا اور بالآخر جام شہادت نوش کرلیا، دوسرا ساتھی اس کے بعد سال بھر تک زندہ رہا پھر انتقال کرگیا۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت کے دروازے کے پاس کھڑا ہوں پھر میں دیکھتا ہوں کہ ان دونوں کے قریب ہی ہوں، پس جنت کے اندر سے ایک شخص نکلا اور ان میں سے جو بعد میں وفات پایا تھا اس کو اجازت دی، کچھ دیر کے بعد پھر نکلا اور شہید ہونے والے کو

اجازت دی، پھر وہ لوٹ کر آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ واپس ہو جا! ابھی تمہارا وقت نہیں ہوا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہؓ نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا، لوگوں کو اس خواب سے بہت تعجب ہوا، یہ خبر رسول اکرم ﷺ کو پہنچی اور تمام واقعہ سنایا، تو آپ نے فرمایا تمھیں کس بات سے حیرانی ہو رہی ہے؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان دونوں میں سے پہلا شخص زیادہ محنت و ریاضت اور عبادت کرتا تھا، پھر جام شہادت نوش بھی کیا اور (اس کے باوجود) دوسرا جنت میں پہلے داخل ہوا، آپ نے فرمایا کیا دوسرا اس کے بعد ایک سال تک حیات رہا، حضرات صحابہ کرام نے فرمایا بالکل اس کے بعد ایک سال تک دوسرا شخص بقید حیات رہا، آپ نے فرمایا اسے رمضان نصیب ہوا تو اس نے روزے رکھے، اور سال بھر میں اتنے اتنے سجدے کئے، (نمازیں ادا کیں)۔ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا، یہ بات تو ضرور ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تو ان دونوں کے درجات میں آسمان و زمین سے زیادہ فاصلہ ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۰۴۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْهُذَلِيُّ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْرَهُ الْغِلَّ وَأُحِبُّ الْقَيْدَ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ.

ترجمۂ حدیث: خواب میں گلے میں طوق یا پاؤں میں بیڑی دیکھنے کی تعبیر

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں خواب میں گلے میں طوق کو اچھا نہیں سمجھ ہوں، اور (پاؤں میں) بیڑی کو میں اچھا سمجھتا ہوں کیوں کہ بیڑی دین میں ثبات قدمی ہے۔

تشریح حدیث: خواب میں گلے میں طوق دیکھنا:

اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے گلے میں طوق ڈالا گیا ہے تو یہ کوئی اچھا خواب نہیں ہے، کیوں کہ گلے میں طوق کا ڈالا جانا اہل نار کی صفت ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے اذ الاغلال فی اعناقھم۔ قرآن کریم میں جگہ بجگہ اہل نار اور فعل ناجائز کے ارتکاب پر بطور سزا لفظ غل کا استعمال کیا ہے۔

قولہ: ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك

قوله تعالی: وغلت ایدیھم ولعنوا: الغرض قرآن وحدیث میں لفظ غل (طوق گلے کا) اچھے معنی کے لیے استعمال نہیں ہوا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ خواب میں اس کو دیکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔

خواب میں قید بیڑی دیکھنا

رسول اکرم ﷺ بحالت خواب پیروں میں بیڑی دیکھنا پسند فرماتے تھے خواب میں اپنے آپ کو قیدی دیکھنا یا یہ

دیکھنا کہ پاؤں میں بیڑی ڈال دیا گیا ہے اس لیے اچھا ہے کہ دراصل برے امور گناہوں اور ضلالت وگمراہی سے باز رہنے اور دینی احکامات وطاعت پر ثابت قدم رہنے کی علامت ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ **القید ثبات فی الدین**. قید کا مطلب دین اسلام پر ثابت قدم رہنا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

(۱) قید یعنی بیڑی صاحب بیڑی کو اٹھنے بیٹھنے اور الٹ پلٹ کرنے سے روکتی ہے خاہش کے باوجود مقید اور پابند سلاسل شخص نہ اٹھ سکتا ہے نہ صحیح سے بیٹھ سکتا ہے پس یہی حال ورع وتقوی اور ایمان کا ہے کہ انسان کو دین اسلام کے غیر موافق کاموں اور امور میں اٹھنے اور بیٹھنے اور نہوض وتقلب سے روک دیتا ہے، لیکن واضح رہے قیامت **ثبات فی الدین** کی علامت اس وقت ہے جبکہ مسجد میں، راہ خدا میں یا اعمال صالحہ کے سلسلہ میں مقید ہو، مطلب یہ ہے کہ جو شخص دینی زندگی کا حامل ہوگا اور عبادت وطاعت پر عامل ہوگا اور دین اسلام پر عمل کا پابند ہوگا وہ خواب میں اپنے آپ کو مقید اور پا بہ زنجیر دیکھے تو یہ اس کے ثابت قدمی اور تقلب فی الدین کی علامت ہوگی اس لیے فن تعبیر کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی بیمار مریض یا مسافر یا کوئی اور مصیبت زدہ شخص خواب دیکھے کہ اس کے پاؤں میں زنجیر ہے یا وہ قید میں ہے تو اس کے حق میں خواب کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے حال پر قائم رہے گا

اسی طرح ایک ہی خواب دو مختلف الاحوال آدمی دیکھے تو دونوں کی حالت کے اعتبار سے تعبیر الگ الگ ہوگی جیسا کہ اس سے قبل اس کی مثال گزر چکی ہے۔

(۲) **انما جعل القید ثباتا فی الدین لان المقید لا یستطیع المشي، وقد حزبه النبی ﷺ مثلا للایمان الذی یمنع من المشی الی الباطل فجعله ثباتا فی الدین کذالك** [۱] ابن حجر نے اس موقع پر بہت مفید باتیں لکھی ہیں [۲]

☆☆☆

(۱) اھداء: ۲۶۶/۵ (۲) فتح الباری کتاب التعبیر باب القید فی المنام

كِتَابُ الْفِتَنِ

اب یہاں سے حضرت امام ابن ماجہؒ کتاب الفتن کا آغاز کررہے ہیں اس کتاب میں امام ابن ماجہؒ کل چھتیس ۳۶؍ ابواب قائم کئے ہیں جن میں فتنوں سے متعلق احادیث اوران فتنوں سے بچنے اور بچانے سے متعلق احادیث رسول نقل کی ہیں اور قرب قیامت میں جو بھیانک بھیانک اور خطرناک خطرناک فتنے جنم لیں گے اور سمندر کے موجوں کی طرح طغیانی ارتے ہوئے اٹھیں گے ان کو امام ابن ماجہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

الفتن: لفظ فتن فتنة کی جمع ہے جیسے محن محنة کی جمع ہے۔اس کے علماء نے مختلف معانی لکھے ہیں، مثلاً آزمائش تحان،، ابتلاء، گناہ، فضیحت، عذاب، مال ودولت، اولاد، بیماری، جنون محنت،، عبرت، گمراہ کرنا، گمراہ ہونا، اور کسی چیز کو پسند کرنا اور اس پر فریفتہ ہونا، نیز اختلاف رائے پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ کتاب الفتن سے مقصود ان احادیث کو ذکر کرنا ہے جن میں رسول اکرم ﷺ نے آئندہ قیامت تک آنے والے فتنوں اور بڑے بڑے واقعات کی پیشین گوئی فرمائی ہے اور امت کو ان سے ڈرایا ہے اوران سے بچنے کا طریقہ اور خاص عمل بتایا ہے۔ (۱)

(۱۴۴۱) بَابُ الْكَفِّ عَمَّنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت کل چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابرؓ حضرت اوسؓ اور حضرت سمیط بن سمیرؒ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کفار ومشرکین واعداء اسلام سے اس وقت تک قتال وجہاد جاری رہے گا جب تک کہ وہ زبان سے کلمہ توحید کا اقرار کرکے مسلمان نہ ہوجائیں، جب زبان سے ظاہری طور پر کلمہ توحید کا اقرار کرلیا تو اب اس کی جان ومال اور عزت وآبرو سب کچھ محفوظ ہوگئی، الا یہ کہ قصاص میں یا رجم کی وجہ سے قتل کیا جائے تفصیل انشاء اللہ حدیث شریف کی شرح کے تحت آئے گی۔

(۴۰۴۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِذَا قَالُوهَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث: کفار سے جنگ کا حکم

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اللہ تعالی کی جانب سے حکم دیا گیا ہے کہ میں

(۱) تنظیم الاشتات: ۳/ ۱۸۰ مظاهر حق جديد: ۶/ ۲۲۹ عون الترمذي: ۲/ ۱۳

(دین کے دشمن) لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ اس بات کا اقرار نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، پس جب وہ اس کو کہہ لیں تو ان کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہو گیا، الا یہ کہ کسی کے حق کے بدلے میں ہو، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ سپرد ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کفار و مشرکین اور اعداء اسلام سے اس وقت تک جنگ جاری رہے گی جب تک وہ اسلامی شان و شوکت عظمت و رفعت اور اس کی بالادستی اور خدائی نازل کردہ قوانین کو تسلیم نہ کر لیں، جب وہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کر اسلام کی شان و شوکت اور قرآن کے بالادستی کو تسلیم کر لیا تو اب اس کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو گئے، اب اس کے ساتھ قتل و قتال ضرب و حرب اور جنگ جائز نہیں، پھر کلمہ توحید کے اقرار کے بعد ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا وہ تمام قوانین اسلامیہ اور جملہ احکام شریعت پر عمل کریں اللہ کی طرف سے حلال کردہ تمام چیزوں کو حلال ہونے کا عقیدہ رکھے اور جن چیزوں کو خداوند قدوس نے حرام قرار دیا ہے اس کو حرام جانے اور تمام اعمال اسلامیہ نماز روزہ، حج، زکوۃ کو بجالائیں، الغرض ان سے کہا جائے گا صبغة اللہ اللہ کے رنگ میں رنگ جاؤ۔ اور ادخلوا فی السلم کافة مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ، اگر وہ تمام فرائض اسلام اور واجبات پر عمل پیراں ہوتے ہیں اور اسلامی تقاضوں کے مطابق زندگی گزارتے ہیں تو ٹھیک ہے ان کی جان و مال کی عصمت باقی رہے گی لیکن اگر کلمہ پڑھنے کے بعد صبغة اللہ کے رنگ میں رنگنے کے لیے تیار نہیں، نماز، روزہ، اور صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوۃ سے اعراض و انکار کرتا ہے تو پھر ان کی یہ عصمت و حفاظت ختم ہو جائے گی اور ان سے قتال جائز ہو گا۔

قولہ: واذا قالوھا: جب وہ زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔

حدیث کا لفظ قالوھا اس پر دال ہے کہ زبان سے کلمہ کا پڑھ لینا ہی عصمت جان و مال کے لیے کافی ہے، زبان سے کلمہ توحید ادا کر لینے کے بعد اب کسی بھی مسلمان کے لیے اس کی جان اور مال سے تعرض کرنا جائز نہیں اس لیے کہ فتویٰ صرف ظاہر پر لگتا ہے رہی یہ بات کہ اس نے کلمہ محض زبان سے پڑھا ہے یا دل اور قلب صادق سے پڑھا ہے یہ وہ راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے شریعت اپنے قانون کے نفاذ میں ظاہری حیثیت پر حکم لگاتی ہے باطنی حالت اللہ کے سپرد کر دیتی ہے، یعنی اگر کوئی شخص جان و مال کی حفاظت یا کسی اور غرض کے تحت بظاہر کلمہ پڑھ لیتا ہے اور دل میں کفر و نفاق ہے تو اسلامی قانون اس کو مسلمان تسلیم کریگا، اور دل کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے گا اگر واقعی اس کے دل میں کھوٹ ہو گا تو آخرت میں اس کو نفاق کی سزا ملے گی اور وہاں کے مواخذہ سے نہ بچ سکے گا، رہا دنیا کا معاملہ تو یہاں صرف ظاہر پر فیصلہ ہو گا۔

سوال: حدیث میں صرف اتنا ہی ہے کہ اگر وہ لا الہ الا اللہ کہہ لے گا تو مسلمان ہو جائے گا اور جان و مال کی حفاظت

ہوجائے گی محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے اسلام میں داخل ہونے اور عصمت جان ومال کے لیے محمد رسول اللہ کا اقرار ضروری نہیں، صرف لا الہ الا اللہ کا اقرار کافی ہے۔

جواب: اس کے متعدد جوابات ہیں۔

(۱) یہاں حدیث مختصر ہے بخاری ومسلم شریف میں لا الہ الا اللہ کے اقرار کے ساتھ محمد الرسول اللہ کا بھی ذکر موجود ہے لہٰذا دونوں کا اقرار ضروری ہے۔

(۲) یہاں جزء بول کر کل کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ مراد ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة، یہاں بھی پورا کلمہ مراد ہے۔

(۳) لا الٰہ الا اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت کو مکمل طور پر تسلیم کرے، اور یہ اس وقت درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ محمد ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم نہ کریں لہٰذا اس میں محمد رسول اللہ کا اقرار بھی شامل ہے۔

سوال: اس حدیث میں جنگ بندی کی انتہا مسلمان ہونا کلمہ پڑھنا قرار دیا گیا ہے، یعنی جب تک لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کریں جنگ جاری رہے گی حالاں کہ اگر کفار جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہوجائیں اور اسلامی بالادستی کو جانتے ہوئے جزیہ دینے لگے تو انکے ساتھ قتال جائز نہیں، بلکہ جنگ بندی لازم ہے حدیث بظاہر اس کے مخالف ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نزول حکم جزیہ سے پہلے کا ہے آپ کے اس ارشاد کے بعد جزیہ ادا کرنے کا حکم آیا ہے لہٰذا کوئی اشکال نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنگ کے اسباب میں سے یہاں سبب اقرار توحید کو بیان کیا ہے دوسرے کی نفی مقصود نہیں۔

قولہ: الا بحقها کا مطلب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا تو اس کی جان ومال تو محفوظ ہوگیا لیکن اگر اس نے کسی کو قتل کردیا یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرلیا اور شرعی شہادتوں سے اس کا ثبوت ہوگیا تو اس کو قصاص اور رجم میں قتل کردیا جائے گا الا بحق الاسلام کا یہی مطلب ہے۔

قولہ: وحسابهم علی الله کا مطلب:

علامہ طیبیؒ شارح مشکوۃ لکھتے ہیں کہ جس نے کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان ہونا ظاہر کیا تو اس کو مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کے ساتھ مسلمان جیسا معاملہ کیا جائے گا اس کے بارے میں یہ تحقیق وتفتیش نہیں کی جائے گی کہ اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھا ہے یا بدون اخلاص کے، اس لیے کہ اس کا تعلق قلب سے ہے اور قلب کا مالک صرف اللہ کی ذات ہے پس اس کے اخلاص اور عدم اخلاص کو اللہ پر چھوڑ دو، اس کے اسرار سے اللہ ہی واقف ہے۔

زندیق اور ملحد کی توبہ کا حکم

زندیق اور ملحد اگر توبہ کرنا چاہے تو اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے دو قول منقول ہیں۔

(۱) زندیق اور ملحد کی توبہ علی الاطلاق قبول ہے لقوله علیه السلام افلا شققت عن قلبه، یہی قول حضرت امام شافعی سے بھی منقول ہے اور یہی صحیح ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ زندیق شخص اور ملحد کی توبہ اور رجوع الی الاسلام قبول نہیں، ہاں اگر وہ اپنی توبہ میں مخلص ہے تو آخرت میں عند اللہ نفع ہوگا حضرت امام مالک کا یہی قول ہے (تنظیم الاشتات: ۱/۴۹)

(۴۰۵۰) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِذَا قَالُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

ترجمۂ حدیث: کفار و مشرکین سے قتال کرنے کا حکم کب تک

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں (کفار و مشرکین اور دین کے دشمن) لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک وہ لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں، پس جب وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں تو اس نے اپنے خونوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے محفوظ کرلیا الا یہ کہ کسی شخص کے حق کے عوض میں ہو اور ان کا حساب اللہ تعالی کے سپرد ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: امرت ان اقاتل الناس، مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں، ظاہر ہے کہ آمر حکم دینے والا اللہ تعالی ہے اور حدیث میں الناس سے عام لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد اعداء اسلام کفار و مشرکین ہیں باقی اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۴۰۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ أَوْسًا أَخْبَرَهُ قَالَ إِنَّا لَقُعُودٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُصُّ عَلَيْنَا وَيُذَكِّرُنَا إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَسَارَّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبُوا بِهِ فَاقْتُلُوهُ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ دَعَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبُوا فَخَلُّوا سَبِيلَهُ فَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ حَرُمَ عَلَيَّ دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ.

ترجمہ حدیث: کلمہ گو شخص کو قتل کرنا جائز نہیں

حضرت اوسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ہمیں واقعات سنا رہے تھے اور ہمیں نصیحت کررہے تھے، کہ اسی دوران اچانک ایک شخص آیا اور خفیہ طور پر آپ سے کچھ بات کی آپ نے فرمایا جاؤ اس کو قتل کردو، جب وہ پشت پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسے بلا کر پوچھا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا جاؤ اس کا راستہ خالی کردو (اس کو قتل نہ کرو) کیوں کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں، پس جب وہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہوجائیں تو میرے اوپر ان کی جان و مال حرام ہیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: حتی یقولوا لا الہ الا اللہ اس سے مراد تصدیق بما جاء بہ النبی ﷺ ہیں جیسا کہ بعض روایت سے اس کی صراحت بھی ہے چناں چہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث میں ہے جس کی تخریج حضرت امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے، حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ ویومنوا بما جئت بہ لہٰذا حدیث ہٰذا میں بھی لا الہ الا اللہ سے مراد التصدیق بجمیع ما جاء بہ النبی ﷺ ہیں واللہ اعلم بالصواب:

(۴۰۵۲) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ السُّمَيْطِ بْنِ السَّمِيرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ أَتَى نَافِعُ بْنُ الْأَزْرَقِ وَأَصْحَابُهُ فَقَالُوا هَلَكْتَ يَا عِمْرَانُ قَالَ مَا هَلَكْتُ قَالُوا بَلَى قَالَ مَا الَّذِي أَهْلَكَنِي قَالُوا قَالَ اللّٰهُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ قَالَ قَدْ قَاتَلْنَاهُمْ حَتَّى نَفَيْنَاهُمْ فَكَانَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ إِنْ شِئْتُمْ حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا وَأَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ شَهِدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ بَعَثَ جَيْشًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَلَمَّا لَقُوهُمْ قَاتَلُوهُمْ قِتَالًا شَدِيدًا فَمَنَحُوهُمْ أَكْتَافَهُمْ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنْ لُحْمَتِي عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِالرُّمْحِ فَلَمَّا غَشِيَهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنِّي مُسْلِمٌ فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا الَّذِي صَنَعْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي صَنَعَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ بَطْنِهِ فَعَلِمْتَ مَا فِي قَلْبِهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ شَقَقْتُ بَطْنَهُ

لَكُنْتُ أَعْلَمُ مَا فِي قَلْبِهِ قَالَ فَلَا أَنْتَ قَبِلْتَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ وَلَا أَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِي قَلْبِهِ.

قَالَ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى مَاتَ فَدَفَنَّاهُ فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَقَالُوا لَعَلَّ عَدُوًّا نَبَشَهُ فَدَفَنَّاهُ ثُمَّ أَمَرْنَا غِلْمَانَنَا يَحْرُسُونَهُ فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَقُلْنَا لَعَلَّ الْغِلْمَانَ نَعَسُوا فَدَفَنَّاهُ ثُمَّ حَرَسْنَاهُ بِأَنْفُسِنَا فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَأَلْقَيْنَاهُ فِي بَعْضِ تِلْكَ الشِّعَابِ.

ترجمۂ حدیث: ظاہری طور پر کلمہ گو انسان کو بھی قتل کرنا جائز نہیں:

حضرت سُمَیط بن سمیر، حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نافع بن ازرق اور ان کے ساتھی حضرت عمران بن حصینؓ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے اے عمران! آپ تو ہلاک ہو گئے، عمران نے کہا میں ہلاک نہیں ہوا کہنے لگے کیوں نہیں (تم ضرور ہلاک ہو گئے) عمران نے پوچھا کس چیز نے مجھے ہلاک کر دیا؟ ان لوگوں نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، وقاتلهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله، (ان سے یعنی کفار سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے) عمران نے کہا ہم نے ان سے قتال کیا یہاں تک کہ انہیں ختم کر دیا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو گیا اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناؤں جو میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے لوگوں نے کہا کیا آپ نے واقعتاً بذات خود رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے؟ فرمایا جی ہاں، میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکین کی طرف (ان سے قتال کے لیے) روانہ فرمایا جب اس لشکر کا کفار کے ساتھ آمنا سامنا ہوا تو انہوں نے کفار کے ساتھ بہت زبردست لڑائی کی، یہاں تک کفار ومشرکین نے اپنے کندھوں کو مسلمانوں کی طرف کر دیئے، (یعنی بھاگ کھڑے ہوئے) چنانچہ میرے ایک عزیز نے مشرکوں کے ایک شخص پر نیزوں کے ذریعہ حملہ کیا جب وہ مشرک پر مکمل قابو پالیا، تو مشرک نے کہا اشهد ان لا اله الا الله۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن میرے عزیز نے کچھ نہیں سنا اور اس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو کہنے لگا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا، آپ نے پوچھا کیوں کیا کام کیا، جو تم ہلاک ہو گئے آپ نے ایک بار یا دو بار پوچھا، چناں چہ انہوں نے سارا واقعہ جو پیش آیا تھا آپ کو سنا دیا (یہ سن کر) تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے پیٹ کو چیر کر یہ بات کیوں نہ معلوم کر لی، عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں اس کا پیٹ چیر دیتا تو کیا مجھے اس کے دل کی حالت معلوم ہو جاتی: فرمایا پھر اس کی زبانی بات ہی قبول کر لیتے جب کہ تم اس کے دل کی بات کسی بھی طرح معلوم نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی، تھوڑی دیر بعد میرا وہ

عزیز بھی مر گیا، چناں چہ ہم نے اس کو دفن کر دیا، تو صبح کے وقت اس کی لاش زمین پر پڑی تھی لوگوں نے سوچا شاید دشمن نے قبر کھود کر یہ حرکت کی پھر ہم نے اس کو دفن کیا اور لوگوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا، چناں چہ لوگوں نے پہرہ دیا لیکن صبح کے وقت پھر لاش زمین پر پڑی تھی ہم نے سوچا شاید لڑکوں کی آنکھ لگی ہو (اور دشمن کو موقع مل گیا) اس لیے ہم نے پھر دفن کیا اور خود ہی پہرہ دیا، لیکن صبح کے وقت لاش پھر زمین پر پڑی تھی، بالآخر ہم نے لاش کو ایک گھاٹی میں ڈال دیا۔

تشریح حدیث:

قولہ: فھلا شققت عن بطنہ: علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کفار و مشرکین ظاہری طور پر کلمہ پڑھ لیا تو ان سے عدمِ قتال اور کف عن القتال واجب ہے خواہ انہوں نے قدرت کے بعد کلمہ پڑھا ہو یا اس سے پہلے بہر حال کف عن القتال لازم ہے نیز رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت کا حکم ظاہر پر لگتا ہے اور فتوی ظاہر کے مطابق دیا جائے گا رہا قلب کا تعلق تو اس کا علم صرف علام الغیوب کے پاس ہے مخلوق کے پاس نہیں اس لیے سرائر مفوض الی اللہ ہوں گے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قاتل کفار پر دیت نہیں، رسول اللہ ﷺ نے باوجود کہ شدید انکار فرمایا لیکن آپ نے کوئی دیت لازم نہیں کی، چناں چہ کافر کو مباح الدم سمجھ کر قتل کرنا موجب دیت نہیں ہے جبکہ وہ اس کے قتل پر مامور ہو، یہاں عام کافروں کے قتل کرنے کا مسئلہ نہیں، والخطاء عن المجتھد موضوع (۱)

(۴۰۵۳) حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ السُّمَيْطِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ فَنَبَذَتْهُ الْأَرْضُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ إِنَّ الْأَرْضَ لَتَقْبَلُ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ وَلَكِنَّ اللهَ أَحَبَّ أَنْ يُرِيَكُمْ تَعْظِيمَ حُرْمَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں روانہ فرمایا، چناں چہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ایک کافر پر حملہ کر دیا، پھر حدیث بیان کی، اور اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب زمین نے اس کو باہر ڈال دیا تو رسول اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع کی گئی، تو آپ نے فرمایا زمین تو اس سے بھی زیادہ برے آدمی کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں لا الہ الا اللہ کی عظمت و حرمت کو دکھلانا چاہتے ہیں (اسی لیے زمین قبول نہیں کر رہی ہے،

تشریح حدیث:

اس حدیث سے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی عظمت و حرمت اور عند اللہ اس کا مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ

(۱) معالم السنن: ۲/ ۲۷۰ بحوالہ اھداء الدیباجہ: ۵/ ۲۷۵

زمین برے سے برے لوگوں کو اپنے پیٹ میں جگہ دیتی ہے اور سب کو اپنے اندر سمو لیتی ہے، لیکن یہ صرف اللہ کے کلمہ کی حرمت وعظمت کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنا اللہ کو مقصود تھا اس لیے زمین نے لاش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(۱۴۴۲) بَابُ حُرْمَةِ دَمِ الْمُؤْمِنِ وَمَالِهِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبد اللہ بن عمروؓ، حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ اور حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہیں اس باب کی حدیث میں مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو کی عظمت وحرمت کو بیان کیا گیا ہے مسلمانوں کی جان مال عزت اور آبرو سب کے سب محترم اور مکرم ہیں لہٰذا اس سے تعرض کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔

(۴۰۵۴) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَلَا إِنَّ أَحْرَمَ الْأَيَّامِ يَوْمُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الشُّهُورِ شَهْرُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الْبَلَدِ بَلَدُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ.

ترجمہ حدیث: مسلمانوں کی جان ومال کی حرمت:

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: سنو! دنوں میں سب سے زیادہ حرمت والا دن آج ہے، سنو! بے شک سب سے زیادہ محترم مہینہ یہ مہینہ ہے سنو! تمہارے شہروں میں سب سے زیادہ محترم شہر مکہ ہے سنو! تمہارے خون، مال تمہارے اوپر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن قابل حرمت ہے تمہارے اس ماہ اور اس شہر میں سنو! بتاؤ کیا میں نے پہنچا دیا؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں: آپ نے فرمایا اے اللہ، گواہ رہنا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں مسلمانوں کے خون، مال اور عزت وآبرو کی حرمت وعظمت کی تاکید کو بیان کیا گیا ہے رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کی موجودگی میں مسلمانوں کی جان ومال اور عزت آبرو کی حرمت کو بیان کیا، اور فرمایا کہ جس طرح آج کا دن یعنی دسویں ذی الحجہ یوم النحر، یہ ماہ ذی الحجہ اور یہ شہر مکہ عند اللہ محترم ومکرم معظم اور قابل عظمت اور لائق حرمت ہے اسی طرح ایک مسلمان کا خون اور مال اور اس کی عزت وآبرو بھی لائق حرمت اور قابل تعظیم ہے لہٰذا مسلمان کے خون اور مال یا عزت کی حرمت کو پامال کرنا حرام ہے، یہ حدیث تفصیل کے ساتھ کتاب المناسک میں گزر چکی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں کتاب المناسک۔

(۴۰۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ أَبِي ضَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَيْسٍ النَّصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُولُ مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكِ مَالِهِ وَدَمِهِ وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.

ترجمۂ حدیث: مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت عند اللہ حرمت کعبہ سے بھی افضل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور یوں فرما رہے ہیں کہ (اے کعبہ) کیا ہی عمدہ ہے تو، اور کس قدر اچھی ہے تیری خوشبو، کتنا صاحب عظمت ہے تو، اور کس قدر عظیم ہے تیری حرمت، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، لاریب مومن کی حرمت، اس کے مال وجان کی حرمت عند اللہ تیری حرمت وعظمت سے زیادہ ہے (اور مومن کے بارے میں بدگمانی بھی اسی طرح حرام ہے) ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم مومن کے بارے میں حسن ظن رکھیں۔

تشریح حدیث:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک رجل مومن کا مقام ومرتبہ اور قدر ومنزلت اور عظمت ورفعت عند الکعبہ کی عظمت ورفعت سے بھی بلند وبالا ہے شان مومن شان کعبہ سے مکرم وافضل ہے لہٰذا کسی مومن کی جان ومال اور عزت وآبرو سے تعرض جائز نہیں، اور مسلمان کی غیبت جائز نہیں غیبت تو ہر حال میں حرام اور اشد من الزنا ہے قال ابن العابدین فی حاشیته: اعلم ان الغیبة حرام بنص الکتاب العزیز وشبه المغتاب باکل لحم اخیه میتا اذا هو اقبح من الاجنبي، ومن الحصی فکما یحرم لحمه یحرم عرضه، قال: کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه رواه مسلم وغیره، فلا تحل الا عند الضرورة بقدرها[1]

(۴۰۵۶) حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ وَيُونُسُ بْنُ يَحْيَى جَمِيعًا عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ.

ترجمۂ حدیث: مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان کی جان ومال اور عزت

(۱) اهداء الدیباجة: ۵/۲۷۸

وآبرو بدوسرے مسلمان پر حرام ہے (اوراس کے لیے قابل احترام ہے)

تشریح حدیث: قد مر شرحه وتوضيحه قبل ذالك

(۴۰۵۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِي هَانِئٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ الْجَنْبِيِّ أَنَّ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ.

ترجمۂ حدیث: مومن کامل اور مہاجر کامل:

حضرت فضالہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (کامل) مومن تو وہی ہے جس سے لوگوں کی جان و مال امن میں رہے اور (کامل) مہاجر اصل میں وہی ہے جو گناہوں اور برائیوں کو چھوڑ دے۔

تشریح حدیث:

قوله: المومن من امنه الناس حدیث شریف میں مومن سے مراد مومن کامل ہے کیوں کہ مومن صاحب ایمان کو کہتے ہیں اور ایمان کا مادہ اشتقاق امن ہے لہٰذا جب مادہ اشتقاق امن کا معنی مشتق یعنی مومن میں بدرجہ اتم موجود ہوگا تو یہ اس کے کمال کی علامت ہے لہٰذا کامل مومن وہی ہے جس سے دوسرے لوگوں کی جان مال اور عزت محفوظ رہے، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ اسی طرح لفظ مہاجر ہے، اس کا مادہ اصلیہ ہجر ہے اس کے معنی چھوڑنے کے ہیں، لہٰذا مہاجر تو اس شخص کو کہا جائے گا جو رضا الٰہی کے لیے اپنا وطن دار الکفر چھوڑ کر دار الاسلام چلا گیا پھر اس پر قائم رہتے ہوئے تمام زندگی معاصی، منکرات، فسق و فجور، اور عصیان باری سے محفوظ رہے اور ہر قسم کے گناہ کو دائمی طور پر چھوڑ دے حقیقت میں مہاجر وہی ہے، واللہ اعلم۔

(۱۴۴۳) بَابُ النَّهْيِ عَنِ النُّهْبَةِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جابرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، اور حضرت ثعلبہ بن محمدؓ سے مروی ہیں اس باب کی حدیث میں لوٹ مار کی حرمت وممانعت کا بیان ہے کہ کسی مسلمان کا مال لوٹ مار لینا زبردستی طاقت کے زور پر سلب کر لینے کا کیا گناہ ہے اس کا بیان ہے۔

(۴۰۵۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُورَةً فَلَيْسَ مِنَّا.

ترجمۂ حدیث: لوٹ مار کرنا سنگین جرم:

حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص علی الاعلان کھلم کھلا لوٹ مار کرتا

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

NEW MADARSA

پھرے، وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: النهب: هو الغارة والسلب كما قاله ابن الاثير في النهاية: يقول ابن الايثر نهبه کے معنی لوٹ مار کرنا ہے

قوله: فليس منا: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص علانیہ طور پر لوٹ مار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

سوال: پیدا ہوتا ہے کہ حدیث تو بظاہر معتزلہ اور خوارج کے عقیدے کے موافق ہے اور اس کی تائید کر رہی ہے کہ مرتکب کبیرہ مسلمان نہیں رہتا، ایمان سے نکل جاتا ہے؟

جواب: شارحین کرام نے اس حدیث شریف کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

(۱) **فليس منا** کا مطلب یہ ہے کہ **الذين ينهبون اموال المسلمين ليسوا من المسلمين الصالحين المتورعين عن الحرام، وليسوا على طريقة النبي ﷺ من الصلاح والوقوف عند حدود الله۔**

(۲) یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے اور اس کی سنگینیت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

(۳) حدیث میں کمال الایمان کی نفی ہے صحت الایمان اور نفس الایمان کی نہیں،

(۴) اس شخص کا عمل اس قدر برا ہے کہ وہ اس لائق نہیں کہ وہ نبی کا امتی کہلائے جس طرح کہ نافرمان بیٹے کو والدین کہہ دیتے ہیں تو میرا بیٹا نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں نفس بنوت کا انکار مقصود ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تو میرا فرماں بردار اور مطیع بیٹا نہیں، تو میرا بیٹا کہلانے کے لائق نہیں۔

(۵) یہ حدیث مستحل پر محمول ہے یعنی جو لوگ لوٹ مار کو حلال سمجھ کر کریں، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، وہ واقعی مسلمان نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۴۰۵۹) **حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ.**

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زانی جب زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں رہتا، اور شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا ہے اور چور جب چوری کرتا ہے تو اس وقت وہ مومن نہیں رہتا ہے اور لوٹ مار کرنے والا جس وقت وہ لوٹ مار کرتا ہے لوگ اپنی نگاہیں اس کی طرف اٹھائے ہوئے ہوں وہ مومن نہیں رہتا ہے۔

تشریح حدیث:

قلب مومن ایک ایسے حساس اور پاکیزہ ظرف کی مانند ہے جس میں ایمان واسلام کے نور کے علاوہ کوئی بھی چیز در اندازی کی کوشش کرتی ہے تو نہ قلب مومن اس کا روادار ہوتا ہے اور نہ ہی نور ایمان اس کو برداشت کرتا ہے چناں چہ وہ بدترین اور سنگین گناہ جس کا ذکر حدیث بالا میں ہوا ہے ایسی منافی ایمان چیزیں ہیں جن کا تحمل ایمان کسی حالت میں بھی نہیں کرسکتا ہے ادھر انسان ان میں سے کوئی گناہ شروع کرتا ہے تو ادھر نور ایمان اس کے قلب سے رخصت ہوجاتا ہے پھر جب تک وہ اس گناہ پر نادم وشرمندہ ہوکر آئندہ نہ کرنے کا عزم نہیں کرتا ہے اور توبہ کامل وخالص نہیں کرتا تو ایمان لوٹ کر نہیں آتا ہے اسی صورت حال کو ابن عباسؓ نے اپنی انگلیوں کی مثال سے واضح کیا ہے انہوں نے پہلے اپنے ایک ایک ہاتھ کے پنجہ کو دوسرے ہاتھ کے پنجہ میں داخل کیا اور دکھایا کہ یہ گویا ارتکاب معصیت سے قبل کی حالت ہے کہ نور ایمان مومن کے قلب میں جاگزین ہے پھر انہوں نے دوبارہ پنجوں کو علیحدہ کر کے بتایا کہ جس طرح ایک پنجہ دوسرے پنجہ سے الگ ہوگیا ہے اسی طرح ارتکاب معصیت کے وقت نور ایمان قلب سے علیحدہ ہوجاتا ہے پھر انہوں نے دونوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے بتایا کہ جس طرح یہ دونوں پنجہ ایک دوسرے میں داخل ہوگئے ہیں اسی طرح اگر مومن ارتکاب معصیت کے بعد توبہ کرلیتا ہے تو اس کا نور ایمان پہلے کی طرح اپنی جگہ لوٹ آیا ہے گویا حدیث میں نفی ایمان سے مراد ہے نور ایمان کی نفی ہے نفس ایمان کی نہیں۔

(۲) تورپشتی اور ابن شیبہ وغیرہ کا قول یہ ہے کہ یہاں کمال ایمان کی نفی مراد ہے نفس ایمان کی نہیں

(۳) علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث میں حیاء ایمانی کی نفی مراد ہے، حقیقت ایمان کی نہیں۔

(۴) حضرت حسن بصری اور امام محمد فرماتے ہیں کہ حق تعالی نے ان کو اعزازی نام مومن دیا تھا لیکن اس نے معصیت کا ارتکاب کر کے اس نام کی ناقدری کی ہے لہٰذا اس سے اس اعزاز کو سلب کرلیا جائے گا اب اس کا نام زانی سارق اور فاسق رکھا جائے گا۔

(۶) اس قسم کی احادیث مستحل پر محمول ہوتی ہیں یعنی جو شخص مذکورہ بالا معصیت کو حلال سمجھ کر کرے گا وہ حقیقت میں ایمان سے خارج ہوجائے گا۔

(۷) شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ بوقت زنا وسرقہ وشرب خمر ایمان صاحب ایمان سے نکل کر مثل سائبان کے سر پر ہوکر عذاب الٰہی سے روکتا ہے۔ اور ان جوابات کے علاوہ اور بھی جوابات دئے گئے ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے (۱)

قوله: ولا ينتهب نهبة: النهب: هو الاخذ على وجه العلانية قهراً، والنهب وان كان اقبح من الاخذ سراً لكن ليس عليه قطع لعدم اطلاقه الرقة عليه (۲)

(۱) تنظیم الاشتات: ۱/ ۷۷۔ ۷۹ (۲) عون المعبود: ۱۲ / ۵۹ بحواله اهداء الديباجة: ۵ / ۲۸۰

(٤٠٦٠) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَيْسَ مِنَّا.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عمرانؓ بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علانیہ چھینا جھپٹی کرے وہ ہماری جماعت سے نہیں ہے۔

تشریح حدیث: قد مرّ شرح الحدیث قبل ذلک۔

(٤٠٦١) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ أَصَبْنَا غَنَمًا لِلْعَدُوِّ فَانْتَهَبْنَاهَا فَنَصَبْنَا قُدُورَنَا فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ النُّهْبَةَ لَا تَحِلُّ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ثعلبہ بن حکمؓ کہتے ہیں کہ ہم نے دشمن کی کچھ بکریاں پکڑلیں ہم نے اس کو لوٹ لیا، اور (پکانے کے لیے) اپنی ہانڈیاں چڑھادیں، پس رسول اکرم ﷺ ان ہانڈیوں کے پاس سے گزرے تو اس کے بارے میں فرمایا چنانچہ ہانڈیاں الٹ دی گئیں، پھر آپ نے فرمایا (اے لوگوں) سنو!) لوٹ ماری جائز نہیں ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے متعلق گفتگو ماقبل میں گزرچکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۱۴۴۴) بَابُ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت سعدؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کو گالی گلوچ کرنا برا بھلا کہنا فسق اور گناہ ہے اور اس کو قتل کرنا اشد ترین گناہ ہے بلکہ قاتل کے لیے کفر کا اندیشہ ہے۔

(٤٠٦٢) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

ترجمۂ حدیث: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل

کرنا کفر ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے بظاہر معتزلہ اور خوارج کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ قتل مسلم کفر ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے، یہی معتزلہ اور خوارج کا عقیدہ ہے جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہوتا، بلکہ فاسق ہوتا ہے تو حدیث ہٰذا مذہب اہل سنت کے خلاف اور فرقۂ ضالہ کے موافق ہے؟

حضرات علماء کرام نے اس کے متعدد جوابات دئے ہیں جو تکمیل الحاجہ جلد اول پر احقر نے لکھدیا ہے یہاں خلاصہ ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) حدیث میں کفران نعمت مراد ہے کفر حقیقی نہیں۔

(۲) یہ کفر دون کفر ہے

(۳) حدیث مستحل پر محمول ہے

(۴) تشدید وتغلیظ پر محمول ہے

(۵) مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے ساتھ قتال یا قتل مسلمان کی شان نہیں یہ کافروں کی شان ہے اس کے علاوہ اور بھی جوابات ہیں۔

(۴۰۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

ترجمۂ حدیث: اسلام میں ایک مسلمان کی عظمت شان:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی گلوج دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا یا اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے ساتھ قتل وقتال کرنا اور اس کو گالی گلوج دینا حرام ہے وہیں اس سے ایک مومن کی شان عظمت اور بلندی مرتبہ اور اس کی رفعت کی طرف بھی غمازی کرتی ہے، حدیث شریف کا ترجمہ دو طرح سے ہوسکتا ہے۔

(۱) مومن کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے۔ (۲) مومن کو قتل کرنا کفر ہے اور اس کو گالی گلوج دینا فسق ہے، باقی حدیث پر اشکال اور اس کے جوابات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

(۴۰۶۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

ترجمہ حدیث: شان مومن اسلام کی نظر میں:

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو گالی گلوچ دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا یا اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث قد مر قبل ذالك

(۱۴۴۵) بَابُ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت جریر بن عبداللہؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اور حضرت صنابح احمسیؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آپ نے نہایت اہتمام کے ساتھ یہ فرمایا کہ اے لوگو! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو، معلوم ہوا کہ مسلمان کا آپس میں قتل وقتال کا بازار گرم کرنا مفضی الی الکفر ہو سکتا ہے۔

(۴۰۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ يُحَدِّثُ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کراؤ، پھر فرمایا، (لوگو!) میرے بعد کافر بن کر مت لوٹ جانا بایں طور کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو۔

تشریح حدیث:

قوله: لا ترجعوا بعدی کفارا الخ اس کی تشریح میں حضرات شراح کرام کے متعدد اقوال ہیں۔

(۱) یہ مستحل کے بارے میں ہے۔

(۲) کفر سے مراد کفران نعمت اور حق اسلام کا انکار ہے

(۳) یہ عمل مفضی الی الکفر ہے

(۴) یہ عمل کافروں والا ہے مسلمانوں کا نہیں

(۵) تہدید وتشدید اور زجر وتوبیخ پر محمول ہے

(۶) کفر دون کفر مراد ہے حقیقی کفر نہیں

(۴۰۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْحَكُمْ أَوْ وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ویحکم یا فرمایا ویلکم، تیرا ناس ہو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو۔

تشریح حدیث:

قال الصبري: معناه بعد فراقی من موقفی هٰذا وکان هٰذا یوم النحر بمعنی فی حجة الوداع او یکون بعدی خلافی ای لا تخلفونی فی انفسکم بغیر الذمی امر بکم به، او یکون تحقق ﷺ ان هٰذا لا یکون فی حیاته فنهاهم عنه بعد مماته (۱)

(۴۰۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ الصُّنَابِحِ الْأَحْمَسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ الْأُمَمَ فَلَا تَقْتَتِلُنَّ بَعْدِي.

ترجمۂ حدیث:

حضرت صنابح احمسیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سنو! (اے لوگو!) بے شک میں حوض کوثر پر تمہارے لیے پیش خیمہ ہوں اور بے شک میں تمہاری کثرت پر دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا لہٰذا میرے بعد ہرگز (کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی) قتل مت کرنا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱) اهداء الديباجة: ۵/۲۸۶

(۱۴۴۶) بَابُ الْمُسْلِمُونَ فِي ذِمَّةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت سمرہ بن جندبؓ اور سیدنا حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ تمام کلمہ گو مسلمان اللہ کی حفاظت اور پناہ میں ہیں لہٰذا کوئی بھی شخص مسلمان سے تعرض نہ کرے، مسلمان کو چھیڑنا گویا اللہ تعالیٰ کو چھیڑنا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو چھیڑے گا اس کے لیے ہلاکت مقدر ہے۔

(۴۰۶۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي عَوْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَابِسٍ الْيَمَانِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِي عَهْدِهِ فَمَنْ قَتَلَهُ طَلَبَهُ اللهُ حَتَّى يَكُبَّهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ.

ترجمۂ حدیث: نماز فجر جس نے پڑھ لیا وہ اللہ کی پناہ میں چلا جاتا ہے:

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کی نماز ادا کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے لہٰذا اللہ کے ذمہ عہد کو مت توڑو (اس کو مت ستاؤ) جو ایسے شخص کو قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو طلب کرے گا اور اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس نے فجر کی نماز ادا کر لی تو اب اس کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ اللہ اور اس کے رسول نے لیا ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے ساتھ بد معاملگی اور برا سلوک نہ کریں، نہ ان کو ستائیں اور نہ ایذا و تکلیف دیں اور نہ اس کے ساتھ ایسا طور و طریقہ رکھیں جس سے ان میں کسی قسم کا خوف و ہراس یا دل شکستگی پیدا ہو، ان کے ساتھ کسی بھی طرح کی بدسلوکی، برا معاملہ در حقیقت اللہ کے عہد کو توڑنے اور اس عہد شکنی کا الزام اللہ پر عائد کرنے کے مترادف ہوگی اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص سے بالکل تعارض نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

(۴۰۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذمہ میں ہے۔

تشریح حدیث: قد مر شرح الحدیث قبل ذالک۔

(۴۰۷۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُهَزِّمِ يَزِيدُ بْنُ سُفْيَانَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ أَكْرَمُ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی شان عند اللہ بعض فرشتوں سے بڑھ کر قابل احترام اور لائق اعزاز ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: المومن اكرم على الله عز وجل: معناه ان المومن الكامل المطيع لله تعالى والمخلص افضل من بعض الملائكة۔ لان الملائكة ليست لهم شهوة تدعو الى قبيح ولا انفس خبيثة، والمومن قد سلطت عليه الشهوة المهلكة والشيطان والنفس الامارة بالسو التي هى اعظم اعدائه فهو ابداً فى مقاساة وشدائد والآجر، والكرامة على قدر المشقة والمراد بالمومن الكامل وبعض الملائكة عوامهم فخواص المومنين افضل فى عوام الملائكة قال الحسن: المومن لو لم يذنب لكان يطير فى الملكوت لكن الله قمعه بالذنوب

(فیض القدیر: ۶/ ۳۳۲ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

(۱۴۴۷) بَابُ الْعَصَبِيَّةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت فسیلہ سے مروی ہیں، اس باب میں عصبیت، قومیت، وطنیت اور لسانیت، کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹا دیا ہے اور تمام ایمان والوں کو ایمان اسلام اور اخوت و بھائی چارگی کی ایک لڑی میں پرو دیا ہے اس میں تعصب کی مذمت کا بیان ہے، کہ عصبیت وطنیت اور قومیت کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں، اسلام تمام مسلمانوں کو آپس میں شیر و شکر اور بھائی بھائی دیکھنا چاہتا ہے۔

(۴۰۷۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ رِيَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَدْعُو إِلَى عَصَبِيَّةٍ أَوْ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ فَقِتْلَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ.

ترجمہ حدیث: عصبیت کے جھنڈے کے تحت لڑنے والا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اندھا دھند جھنڈے کے تلے ہو کر لڑے

اور عصبیت کی طرف داعی ہو یا عصبیت کی بنا پر غصہ ہوتا ہو، تو اس کا قتل ہونا جاہلیت ہے (یعنی جاہلیت کی موت ہے)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حق و باطل جانے بغیر محض قومیت وطنیت، لسانیت، علاقائیت اور عصبیت کی وجہ سے کسی جھنڈے کے تلے لڑے، اور جائز ناجائز سمجھے بغیر اندھا دھند اپنے لوگوں کا ساتھ دے اور اس کا حامی ومددگار بنے، لوگوں کو عصبیت کی جانب بلائے، عصبیت کی دعوت دے یا قومیت وطنیت اور علاقائیت کی وجہ سے کسی پر غصہ ہو اور اس حال میں اس کو مار دیا جائے، قتل ہو جائے تو اس کو جاہلیت کی موت آئی۔

قوله: راية عمية: حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں رابة عمية سے مراد ایسا پیچیدہ اور پرخطر معاملہ ہے کہ اس کی حقیقت کا پتا نہ چلے، عصبیت اور تعصب کی وجہ سے اس کا چہرہ واضح نہ ہو، حضرت امام اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے عصبیت یہ ہے کہ حقیقت جانے بغیر ہر حال میں کسی کی اندھا دھند حمایت ونصرت کرنا خواہ وہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

قوله: فقتلته: لفظ قتلة قاف کے کسرے کے ساتھ اور تاء کے سکون کے ساتھ ہے، قتل کرنے کی حالت، جیسے جلسة بیٹھنے کی حالت۔

(۴۰۷۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ الْيُحْمِدِيُّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ كَثِيرٍ الشَّامِيِّ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا فُسَيْلَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُعِينَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ

ترجمۂ حدیث:

حضرت فسیلہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ بھی تعصب میں داخل ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت کرے؟ آپ نے فرمایا نہیں، البتہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ناحق اور ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔

تشریح حدیث:

جب رسول اکرم ﷺ نے عصبیت کی حرمت کو بیان فرمایا اور مختلف زاوئے سے اس کی مذمت فرمائی تو حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اپنی قوم اور برادری کے لوگوں سے محبت کرنا، ان سے الفت ومودت رکھنا ان سے غایت درجہ کا پیار کرنا بھی مذموم اور عصبیت میں داخل ہے، رسول پاک ﷺ نے فرمایا یہ عصبیت میں داخل نہیں ہے البتہ عصبیت دراصل یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی اعانت ونصرت اور حمایت ناحق اور ظلم وزیادتی اور جبر وتشدد پر بھی کرے، ناجائز اور حرام کاموں میں بھی اس کا ساتھ دے، خواہ وہ باطل اور ناحق پر ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر حق کا معاملہ ہو اور اس میں اپنی

قوم یا برادری یا اپنی جماعت کی حمایت واعانت کرے، اس کی نصرت وامداد کرے تو یہ امر محمود ہے عصبیت میں داخل نہیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم پر اپنی قوم وجماعت کی حمایت کرو۔

(۱۴۴۸) بَابُ السَّوَادِ الْأَعْظَمِ

اس باب کے تحت صرف ایک حدیث مذکور ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جب امت میں اختلاف وشقاق پیدا ہو جائے اور طرح طرح کے فتنے ابھرنے لگے، فتنہ وفساد کا بازار چاروں طرف گرم ہو جائے ایسے وقت میں احوط اور اسلم یہی ہے کہ آدمی امت سواد اعظم کے ساتھ رہے سواد اعظم کے دامن کو بالکل نہ چھوڑے، بلکہ اسی کو مضبوطی سے تھامے رکھے اسی میں کامیابی ہے۔

(۴۰۷۳) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ السَّلَامِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو خَلَفٍ الْأَعْمَى قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ.

ترجمۂ حدیث: اختلاف وانتشار کے وقت سواد اعظم کو لازم پکڑنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک میری امت گمراہی پر مجتمع ومتفق نہ ہوگی، جب تم اختلاف (انتشار) دیکھو تو (امت کے) سواد اعظم کو لازم پکڑلو۔

تشریح حدیث:

قولہ: ان امتی لا تجتمع علی ضلالة: بعض روایت میں لا کی جگہ لن آیا ہے یعنی لن تجتمع، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میری امت کے سارے کے سارے لوگ ضلالت وگمراہی پر اتفاق کرلیں ایسا نہیں ہوسکتا ہے بلکہ ایک جماعت ہمیشہ ایسی ضرور رہے گی جو حق پر قائم رہے گی اور قیامت تک باقی رہے گی، چوں کہ امت کے سارے لوگ ضلالت اور گمراہی پر اتفاق نہیں کرسکتے ہیں، امت کے اجماع کو شرعاً تسلیم کیا گیا ہے۔

حدیث ہٰذا میں امتی سے مراد امت اجابت ہے امت دعوت نہیں اگر امت کے اندر کسی چیز میں انتشار واختلاف دیکھیں خواہ یہ اختلاف وانتشار دینی معاملات عقائد وافکار اور اعمال وافعال کے اندر ہو یا دنیاوی امور میں جھگڑا ہو، امامت وخلافت اور حکومت وسلطنت کے بارے میں جھگڑا ہو، تو اس صورت میں امت کا سواد اعظم جس پلیٹ فارم پر ہو اسی پر چلو، اور امت کے اکثر علماء جس عقیدہ اور خیال اور جس قول وعمل کا حامل ہوں ان کو مانوں، اور انہیں کے پیچھے چلو۔

قولہ: فعلیکم بالسواد الاعظم: ای الزمو: متابعة جماهير المسلمين واكثرهم فهو الحق الواجب

فمن خالفه مات ميتة جاهلية.

السواد: سوادلغت میں عدد کثیر کو کہتے ہیں اور سوادالناس سے عام لوگ مراد ہیں حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ جمہور مسلمین کی اتباع ومتابعت کولازم جانو، اوراسی راستہ پر چلو، واللہ اعلم۔

سواداعظم کے بارے میں علامہ شاطبی کا قول

علامہ شاطبی الاعتصام میں لکھتے ہیں اس حدیث میں جماعت سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے چناں چہ پانچ اقوال منقول ہیں۔

(۱) اس سے اہل اسلام کا سواداعظم مراد ہے ابوغالب کا کلام اسی پر دال ہے سواداعظم فرقہ ناجیہ ہے۔

(۲) اس سے مراد حضرات علماء مجتہدین اور ائمہ کرام ہیں عبداللہ بن المبارک، اسحاق بن راہویہ اور سلف کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے۔

(۳) اس سے مراد حضرات صحابہ کرام کی جماعت ہے اس لیے یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے دین کے ستون کو قائم کیا اور اس کی جڑ کو مضبوط کیا، اور یہی وہ نفوس ہیں جو ضلالت وگمراہی پر کبھی بھی متفق نہ ہوئے۔

(۴) جماعت سے اہل اسلام کی جماعت مراد ہے جب وہ کسی معاملہ میں اتفاق کرلیں تو دوسروں کو اس پر عمل کرنا واجب ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ضمانت لی ہے کہ یہ ضلالت وگمراہی پر متفق نہیں ہوسکتے ہیں،۔ اگر ان میں اختلاف ہوجائے تو مختلف فیہ مسائل میں حق اور صواب کا پہچاننا واجب ہے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: الجماعة لاتكون فيها نقله عن معنى الكتاب اللهو لا سنة ولا قياس وانماتكون الغفلة فى الفرقة(۱)

قول رابع قول ثانی کی طرف راجع ہے یا پھر قول اوّل کی طرف راجع ہے اور یہی اظہر ہے۔

(۵) اس سے مراد جماعت المسلمین ہے جب وہ کسی امر پر اتفاق کرلیں تو اس کی پیروی لازم ہے امام طبری کا یہی قول ہے(۲)

وقال نعيم بن حماد: اذافسدت الجماعة فعليك بما كانت عليه الجماعة قبل ان تفسد وان كنت وحدك فانك أنت الجماعة حينئذ، ذكرهما البيهقي وغيره(۳)

(۱۴۴۹) بَابُ مَا يَكُونُ مِنَ الْفِتَنِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت حذیفہؓ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ سے منقول ہیں، اس باب میں فتنے سے متعلق مختلف احادیث مذکور ہیں۔

(۱) اهداء الديباجه: ۵/۲۹۳ (۲) الاعتصام: ۲/۲۶۰ بحواله اهداء الديباجه ۵/۲۹۲ (۳) اهداء الديباجه: ۵/۲۹۴

(۴۰۷۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ رَجَاءٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا صَلَاةً فَأَطَالَ فِيهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا أَوْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَطَلْتَ الْيَوْمَ الصَّلَاةَ قَالَ إِنِّي صَلَّيْتُ صَلَاةَ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ سَأَلْتُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لِأُمَّتِي ثَلَاثًا فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَرَدَّ عَلَيَّ وَاحِدَةً سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَهُمْ غَرَقًا فَأَعْطَانِيهَا وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَرَدَّهَا عَلَيَّ.

ترجمۂ حدیث: امت کے حق میں رسول اکرم ﷺ کی تین دعائیں:

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے طویل نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے یا حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج آپ نے نماز بہت طویل کی، رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رغبت اور ڈر کی نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے حق میں تین چیزوں کا سوال کیا، تو دو چیزیں تو مجھے عطا کردی گئیں اور تیسری چیز رد کردی گئی، میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک تو یہ سوال کیا کہ (اے اللہ!) ان سب پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کیجئے جو ان کے غیر میں سے ہو، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے دیدیا، دوسرا سوال میں نے یہ کیا تمام امت ڈوب کر ہلاک نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی مجھے عطا فرمادیا، اور تیسری دعا میں نے یہ کی تھی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو رد کردیا۔ (قبول نہ فرمایا)

تشریح حدیث:

رسول اکرم سرور دو عالم جناب محمد الرسول اللہ ﷺ اپنی امت کے حق میں نہایت شفیق اور حد درجہ مہربان تھے آپ اپنی امت کے لیے فوز وفلاح کے لیے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہتے تھے ایک مرتبہ آپ نے اپنی امت کے حق میں اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی، اللہ تعالیٰ نے دو قبول فرمائیں اور ایک کو رد کردیا، اور وہ دعائیں یہ تھیں۔

(۱) اے اللہ! میری امت پر کوئی ایسا ظالم وجابر بادشاہ متعین نہ فرمائیو جو اس کو بالکلیہ ختم کردے۔

(۲) اے اللہ! امم ماضیہ کے لوگوں کو جن عذابات کے ذریعہ تو نے ہلاک کیا ہے میری امت کو ان کے ذریعہ ہلاک نہ فرما اللہ نے ان دونوں دعاؤں کو قبول فرمالیا۔

(۳) اے اللہ میری امت آپس میں متحد و متفق رہیں ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا نہ کریں ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا فساد نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں کیا قبول نہ کرنے میں کیا حکمت اور راز ہے وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

(۴۰۷۵) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُورَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ الْجَرْمِيِّ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ زُوِيَتْ لِي الْأَرْضُ حَتَّى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَصْفَرَ أَوِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ يَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَقِيلَ لِي إِنَّ مُلْكَكَ إِلَى حَيْثُ زُوِيَ لَكَ وَإِنِّي سَأَلْتُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ ثَلَاثًا أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَى أُمَّتِي جُوعًا فَيُهْلِكَهُمْ بِهِ عَامَّةً وَأَنْ لَا يَلْبِسَهُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ وَإِنَّهُ قِيلَ لِي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَإِنِّي لَنْ أُسَلِّطَ عَلَى أُمَّتِكَ جُوعًا فَيُهْلِكَهُمْ فِيهِ وَلَنْ أَجْمَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِ أَقْطَارِهَا حَتَّى يُفْنِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَيَقْتُلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي فَلَنْ يُرْفَعَ عَنْهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ مِمَّا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي أَئِمَّةً مُضِلِّينَ وَسَتَعْبُدُ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ وَسَتَلْحَقُ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَإِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ دَجَّالِينَ كَذَّابِينَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَلَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ لَمَّا فَرَغَ أَبُو عَبْدِ اللهِ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مَا أَهْوَلَهُ.

ترجمہ حدیث:

رسول اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی، یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق ومغرب کو دیکھا، اور مجھے دو خزانے زرد یا (سرخ) اور سفید یعنی سونا اور چاندی دیئے گئے، اور مجھ سے کہا گیا کہ بے شک تیری (امت) کی بادشاہت وہاں تک ہوگی جہاں تک تیرے لیے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اللہ تبارک وتعالی سے تین دعائیں مانگی ایک یہ کہ میری امت پر ایسا قحط مسلط نہ کیا جائے جس سے اکثر امت ہلاک ہو جائیں دوسرے یہ کہ میری امت فرقوں گروہوں میں تقسیم نہ ہوں، تیسرے یہ کہ ان کی طاقت ایک دوسرے کے خلاف استعمال نہ ہو، (یعنی آپس میں ضرب وحرب اور قتل وقتال نہ کریں) اور بے شک مجھ سے کہا گیا کہ میں جب کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو کوئی اس کو دور نہیں کر سکتا ہے اور بے شک میں تیری امت پر ہرگز ایسا قحط مسلط نہ کروں گا جس میں سارے لوگ یا اکثر لوگ ہلاک ہو جائیں، اور بے شک تمہاری امت پر اطراف واکناف زمین سے سارے دشمن جمع ہونے نہ دوں گا، یہاں تک کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو فنا کی گھاٹ اتاریں اور ایک دوسرے کو قتل کریں، اور جب میری امت میں ایک بار تلوار چل پڑے گی تو پھر قیامت تک رکے گی نہیں، اور مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ گمراہ کرنے والے حکمراں ہیں، اور عنقریب میری امت کے کچھ لوگ بت پرستی کرنے لگیں گے، اور بت

پرستی میں مشرکوں کے ساتھ جا ملیں گے، اور قرب قیامت تیس کے قریب جھوٹے اور دجال پیدا ہوں گے جو اس بات کا دعوی کریں گے وہ نبی ہے اور میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ ہی اس پر قائم رہے گا، ان کی نصرت کی جاتی رہے گی مخالفت کرنے والے کی مخالفت انہیں نقصان نہ دے گی، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی امام ابوالحسن (تلمیذ ابن ماجہ) فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام ابن ماجہ اس حدیث کو بیان کر کے فارغ ہوئے تو فرمایا یہ حدیث کس قدر ہولناک ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: زویت لی الارض الخ: ای جمعت وطویت لی الارض: زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی، اور میں نے مشرق ومغرب کو دیکھا، اس میں اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ آپ کی امت کے لوگوں کی حکومت وبادشاہت مشرق ومغرب تک ہوگی اور اسلامی سلطنت دور دور تک پھیل جائے گی، چناں چہ رسول اکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کا ملک اور حکومت واقتدار اور اسلامی زمین کا دائرہ وسعت بلاد ترک سے لے کر بحر اندلس تک محیط تھا، مسلمانوں نے اپنی بادشاہت کا سکہ مشرق ومغرب میں جما دیا، اور وہ رسول اکرم ﷺ کے پیغام کو لیکر بڑھتے چلے گئے دنیا کی کوئی طاقت روک نہ سکی، بلکہ فریضہ جہاد وقتال پر عمل کرتے ہوئے قسطنطنیہ پر حکومت کی۔

قوله: اعطیت الکنزین: اس سے مراد قیصر وقصری کے خزانے ہیں یہ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس آئے اور رسول اکرم ﷺ کی بشارت حرف بحرف صادق آئی، روم کا سکہ سونے کا تھا اور ایران کا سکہ چاندی کا تھا، اسی کی طرف حدیث شریف میں اشارہ کیا گیا ہے۔

قوله: وانی سألت الله عز وجل ثلاثا: میں نے اللہ تعالی سے تین دعائیں مانگی ہے اس کی تفصیل ماقبل والی حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

قوله: واذا وضع السیف فی امتي: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ تلوار میان سے باہر آجائیگی، اور میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر وہ قیامت تک رکے گی نہیں، بلکہ قیامت تک آپس میں دست وگریبان رہیں گے چناں چہ ایسا ہی ہوا حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد امت میں جو فتنہ اٹھا اور تلوار چلی وہ آج تک بند نہیں ہوئی، بلکہ جاری ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

قوله: وان مما اتخوف علی امتی ائمة المضلین: نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ مجھے سب سے زیادہ خوف اپنی امت پر گمراہ کنندہ حکمرانوں اور ائمہ سے ہے جو مخلوق کو شرک وبدعت اور کفر وضلالت کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے لیے اسباب فراہم کرتے ہیں ظاہر ہے کہ الناس علی دین ملوکھم لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں اور جب حکومت کے لوگ اور بادشاہ ہی گمراہ ہو تو رعایا تو اس کے تابع ہوتی ہے بدرجہ اولیٰ اس کے نقش قدم پر چلے گی اور

بدعات خرافات کرے گی، ائمة المضلین سے مراد داعین الخلق الی البدع و الخرافات ہے۔

بت پرستی میں مشرکوں سے جاملنا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے کچھ ایسے بدقسمت لوگ ہوں گے جو بت پرستی میں مشرکوں کے شانہ بشانہ نظر آئیں گے اور شرک وبدعات کے ارتکاب کے معاملہ میں وہ مشرکوں کے قدم بقدم نظر آئیں گے، چناں چہ آج امت مسلمہ کا ایک گروہ جو اپنے آپ کو دین کا ٹھیکیدار اور سنت کا علم بردار سمجھتا ہے، اور اپنے آپ کو سنی جماعت سے متعارف کراتا ہے شرک وبدعت، قبر پرستی، نذر و نیاز غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنے، طواف قبور، تقدیم نذور، اور ہر سال عرس و میلاد منعقد کرنے میں مشرکوں کے ساتھ ہو گئے بلکہ بعض معاملات میں تو مشرکوں سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں، صرف اور صرف ہوائے نفس اور پیٹ کی خاطر قرآن وسنت کی تعلیمات وارشادات کو پس پشت ڈال کر غیر اللہ کے نام چڑھاوا چڑھانے، چادر چڑھانے، اور نیاز وفاتحہ کے ذریعہ چراغی وصول کرنے میں مصروف کار ہیں اس طبقہ کا دینی کاموں سے کوئی تعلق نہیں۔ ومن ظاهر الشرر الذى وقع فى الامة ايضا عبادة القبور، ببناء المشاهد عليها وقصدها للدعاء، والرغبة، وطلب الحاجات، والتعظيم والتقبيل والتبرك، والذبح لها وعندها وتقديم النذور واقامة الاعياد والحفلات لها فى كل عام، حتى فتن بها الجهال، فاصبحوا الايدعون كرباتهم سواها، ولا يقصدون فى حوائجهم غيرها، والله المستعان (۱)

قیامت کے قریب جھوٹے دجال مدعی نبوت کا ظہور:

قوله: ان بين يدى الساعة: قیامت کے قریب جہاں بہت سارے فتنے واقع ہوں گے وہیں ایک خطرناک اور سنگین فتنہ ایسے کذاب ودجال کا پیدا ہونا ہے جو نبوت کا دعوی کریں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے قریب تیس کے قریب لوگ ایسے جھوٹے اور دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کے مدعی ہوں گے، چنانچہ یہ فتنہ آپ کے زمانے ہی میں پیدا ہونا شروع ہو گیا اور مرور زمانہ گردش ایام کے ساتھ جاری رہا، جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا تو ان کے ماننے والے اور ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد کثیر ہو گئی اور اس کی شان وشوکت پروان چڑھنے لگی تو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرات صحابہ کرام اٹھے اور مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے اس سیل رواں پر قدغن لگایا اور اس کے شر وفساد سے امت کو محفوظ کیا، اور یہ جنگ یمامہ میں ہوا۔

(۲) دوسرا مدعی نبوت اسود عنسی کی شکل میں یمن میں ظاہر ہوا لیکن وفات نبوت سے قبل حضرات صحابہ کرام نے اس

(۱) اهداء الديباجة: ۵/۲۹۸

فتنہ کی آگ کو بھی فرو کردیا، اسی طرح سجاح نامی عورت نے بھی نبوت کا دعوی کیا اور مسیلمہ کذاب سے شادی کی لیکن جب مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہوا تو سجاح نے توبہ کرلیا اور اسلام قبول کرلیا، اور یہ ان چار عورتوں میں سے ایک ہے جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا۔

(۳) طلیحہ بن خویلد الاسدی نے بھی نبوت کا دعوی کیا لیکن پھر توبہ کر کے اسلام قبول کرلیا تھا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں مختار بن عبید اللہ الثقفی۔ نے بھی نبوت کا دعوی کیا لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر نے مصعب کو بھیج کر اس کو قتل کروایا، اور اس فتنہ کو ختم کیا۔

(۵) اسی طرح عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں حارث کذاب نے نبوت کا دعوی کیا، نیز عہد عباسی میں بھی کچھ لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا، لیکن الحمدللہ وہ سارے فتنے ختم ہو گئے۔

(۶) پھر انیسوی صدی میں انگریز کے اشارہ پر قادیان سے ایک شخص اٹھا اور اپنے آپ کو نبی کہنے لگا کہ میرے اوپر وحی آتی ہے میں نبی ہوں، اور میں جہاد وقتال کے حکم کو منسوخ کرتا ہوں دنیا اس شخص کو مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے جانتی ہے اس ملعون ومردود نے انگریز کے اشارہ پر کیا کیا نہ دعوی کیا، لیکن حضرات علماء کرام نے بھی اس فتنہ کے سر کو کچلنے کے لیے اور اس کو جڑ سے بیخ وکن کرنے کے لیے سر بکف ہو کر میدان میں نکل پڑے، اور فتنہ قادیانت کو ہندوستان سے بھگا کر دم لیا اور ایسا کھدیڑا کہ لندن میں جا کر پناہ ملی، اور آج بھی ہندو پاک کے علماء اس فتنہ کے تعاقب کے لیے ہر وقت کمر بستہ ہیں جہاں بھی قادیانیت کی بو محسوس کی جاتی ہے وہاں علماء پہنچ کر اس کا قلع قمع کرتے ہیں اور اس کے تابوت میں آخری ٹھوکتے ہیں۔

قوله: ولن تزال طائفة من امتي منصورين: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور اللہ کی طرف سے اس کی نصرت ومدد ہوتی رہے گی، وہ بلا خوف لومۃ ولائم اپنے مشن پر قائم رہے گی مخالفت کرنے والے مخالفت کرتے رہیں گے لیکن لوگوں کی مخالفت سے اسے کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ وہ اسی مخالفت کے طوفان میں اور ملامت کرنے والوں کی ملامت کے بحر لاساحل میں غوطہ لگاتے ہوئے تا قیامت منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہوں گے اب اس طائفہ سے کون سی جماعت مراد ہے اس میں حضرات علماء کرام کی مختلف آراء ہیں احقر الوری نے تکمیل الحاجہ جلد اول میں تفصیل کے ساتھ لکھدیا ہے ملاحظہ فرمالیں، بقول علامہ انور شاہ کشمیری کے اس سے مجاہدین اسلام کی جماعت مراد ہے۔

(۴۰۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهَا قَالَتْ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَوْمِهِ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ وَهُوَ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ

مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَعَقَدَ بِيَدَيْهِ عَشَرَةً قَالَتْ زَيْنَبُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کا چہرہ انور سرخ ہورہا تھا اور آپ یہ فرمارہے تھے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، ہلاکت ہے عرب کے لیے اس شر کی وجہ سے جو قریب آچکا ہے آج یاجوج ماجوج کے بند سے اتنا کھل چکا ہے اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے دس کا ہندسہ بنایا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ صالح لوگوں کی موجودگی میں ہلاک ہوجائیں گے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں جب برائی زیادہ ہوجائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: استیقظ رسول الله ﷺ: اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن نیند سے بیدار ہوئے جبکہ بخاری شریف کی روایت میں ہے۔ **دخل علینا یوماً فزعاً:** ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبراتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے۔ پس دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبراتے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے پھر اسی حالت میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور اسی گھبراہٹ کی وجہ سے چہرہ مبارک سرخ تھا، لہٰذا دونوں روایتوں کے مابین کوئی تعارض نہیں۔

قولہ: ویل للعرب من شر قد اقترب الخ: اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شر سے اس فتنہ وفساد اور قتل وقتال کی طرف اشارہ فرمایا جس کی ابتداء زمانہ مستقبل میں ہونے والی تھی، اور جس کا شکار سب سے پہلے اہل عرب بننے والے تھے۔

قریبی فتنہ سے کون سا فتنہ مراد ہے

جس فتنہ کے شر سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربوں کو ڈرایا ہے اس سے کون سا فتنہ مراد ہے؟ آپ نے اس کی کوئی تعیین نہیں فرمائی، اس لیے اس کی تعیین میں حضرات علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔

(۱) قریبی فتنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کی طرف اشارہ ہے شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد ہی سے فتنہ شروع ہوا اور تا ہنوز جاری ہے۔

(۲) بعض کا قول یہ ہے کہ اس قریبی فتنہ سے مراد فتنہ تاتار ہے۔

(۳) حضرات علماء کرام کی ایک جماعت اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف اشارہ

فرمایا کہ جب اہل عرب کو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سبب سے دوسرے ملکوں پر اقتدار وغلبہ حاصل ہوگا اور مال ودولت کی ریل پیل ہوگی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کے دلوں سے خلوص وللہیت میں کمی آجائے گی اور ان میں حکومت واقتدار اور مال دولت وسیم وزر کی محبت وہوس پیدا ہوجائے گا، اور دنیا طلبی، حب جاہ اور خود غرضی پوری ملت اسلامیہ کو متاثر کردے گی اور امت باہمی اختلاف وافتراق، نفاق شقاق اور مخالفت ومخاصمت کا شکار ہوجائے گی۔ پھر رسول پاک ﷺ نے خاص طور پر عرب کا تذکرہ اس لیے فرمایا چوں کہ اس وقت اکثر مسلمان اہل عرب ہی تھے۔

یاجوج ماجوج کی دیوار میں بقدر حلقہ سوراخ ہونے کا مطلب

قولہ: فتح الیوم من ردم یاجوج ماجوج مثل هذه: حدیث شریف میں جو واقعہ مذکور ہے وہ خواب کا ہے یعنی رسول اکرم ﷺ نے یہ منظر خواب میں دیکھا، اور خواب اکثر تمثیلی رنگ میں آتا ہے اور اس کی تعبیر ہوتی ہے چناں چہ اس خواب کی تعبیر آپ نے یہ بیان فرمائی کہ عرب کے لیے شرور وفتن کا دور شروع ہونے والا ہے، اس حدیث شریف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعتاً دیوار میں اس روز اتنا سوراخ ہوگیا تھا جیسے آنحضرت ﷺ نے ذوالفقار کے بارے میں جنگ احد کے موقع پر خواب دیکھا تھا کہ آپ نے اس کو ہلایا تو اس کی دھاری جھڑ گئی، اور یہ بات خواب میں آپ کو ناگوار ہوئی بیدار ہونے کے بعد آپ نے اس کی تعبیر شکست سے بیان فرمائی جو جنگ احد میں پیش آئی، ذوالفقار کی دھار حقیقت میں جھڑی نہیں تھی، بلکہ یہ ایک تمثیل تھی یہاں بھی یاجوج ماجوج کی دیوار کا سوراخ ہونا بطور تمثیل ہے اور مراد فتنہ کا آغاز ہے۔

یاجوج ماجوج سے مراد کون:

یاجوج ماجوج کے بارے میں اکثر علما کرام کی رائے یہ ہے کہ وہ عام انسانوں کی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں علامہ ابن الکثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ عام بنی آدم کی طرح ہیں اور انہیں کی شکل وصورت اور جسمانی اوصاف کرتے ہیں (۱)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں رقم فرماتے ہیں کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی اولاد میں سے دو قبیلے ہیں اور روح المعانی میں ہے کہ یہی رائے وہب بن منبہ کی بھی ہے اور متاخرین میں سے اکثر علماء کی رائے بھی یہی ہے (۲)

اب رہا یہ سوال کہ دنیا کی موجود اقوام میں سے یاجوج ماجوج کون ہیں؟ اس کا جواب یقین کے ساتھ کچھ نہیں دیا جاسکتا ہے، کیوں کہ یاجوج ماجوج بہت قدیم نام ہیں اور مرور ایام کے ساتھ نام بدل جاتے ہیں آج دنیا میں کوئی بھی قوم اس نام سے موجود نہیں اسی لیے اس کی تعیین دشوار ہے، حضرات علماء کرام کی ایک رائے یہ ہے کہ یاجوج ماجوج منگولیا

(۱) البدایہ والنہایہ (۲) فتح الباری: ۳۸۶/۶ بحوالہ تحفۃ الالمعی: ۵۶۲/۵ عون المعبود: ۱۳۳/۲

تاتار کے ان وحشی قبیلوں کو کہا جاتا ہے جو یورپ امریکہ اور روس کے اقوام کے منبع اور منشاء ہیں۔ ان کے دو بڑے قبیلے موگ اور یوچی کہلاتے تھے جو عربی زبان میں یاجوج ماجوج بن گئے ہیں، یاجوج ماجوج کا خروج وعروج دجال کے ظہور کی طرح علامت قیامت میں سے ہے واللہ اعلم بالصواب۔

کیا یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے:

قرآن وحدیث میں جس یاجوج وماجوج کا تذکرہ ہے اور جس کے خروج کو علامت قیامت سے شمار کیا گیا ہے اس کے بارے میں بعض مورخین کا خیال یہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں طوفان بن کر اٹھنے والی قوم تاتار ہی اس کا مصداق ہیں بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس زمانے میں دنیا پر غالب آجانے والی قوم روس، چین، اور اہل یورپ ہی اس کے مصداق ہیں ان لوگوں نے ان کو یاجوج وماجوج کہہ کر مسئلہ ختم کر دیا ہے، لیکن یہ قول سراسر غلط ہے، اور قرآن واحادیث صحیحہ کے بالکل متضاد ہے اس کو کسی بھی طرح سے مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا ہے کیوں کہ صحیح احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خروج یاجوج ماجوج کا واقعہ نزول عیسیٰ اور خروج دجال کے بعد پیش آئے گا، اور نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال تاہنوز نہیں ہوا ہے، اسی لیے علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی اور علامہ قرطبی نے ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے جو فتنہ تاتار ہی کو یاجوج ماجوج مانتے ہیں اور اس طرح کے عقیدہ رکھنے کی کھلی گمراہی قرار دیا ہے کیوں کہ یہ نصوص حدیث کے مخالف ہے البتہ ان حضرات فتنہ تاتار کو خروج یاجوج ماجوج کے مشابہ ضرور قرار دیا ہے اسی طرح علامہ قرطبی نے بھی تاتار کو فتنہ خروج یاجوج ماجوج کا مقدمہ مانا ہے، لیکن انہوں نے بھی اس فتنہ کو خروج یاجوج ماجوج قرار نہیں دیا ہے علامات قیامت میں سے ہے واللہ اعلم۔

قولہ: وعقد بیدیہ عشرۃ: اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنی انگلیوں پر مختلف ہیئت سے چیزوں کو گنتے تھے، ان کے یہاں ہر عدد کے لیے ایک مخصوص ہیئت تھی، مثلاً عدد عشرہ کی ہیئت یہ تھی کہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھا کے ذریعہ حلقہ بناتے بایں طور کہ درمیان ہاتھ کی شہادت کی انگلی کے کنارے کو انگوٹھے کے اوپر والی گرہ کے نیچے باطنی تہہ پر رکھے۔

(۴۰۷۷) حَدَّثَنَا رَاشِدُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي السَّائِبِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُونُ فِتَنٌ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا إِلَّا مَنْ أَحْيَاهُ اللَّهُ بِالْعِلْمِ

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسے فتنے جنم لیں گے کہ اس فتنے میں آدمی صبح ایمان کی حالت میں کرے گا اور شام کفر کی حالت میں رہے گا (یعنی وہ فتنہ اس قدر سنگین اور خطرناک ہوگا کہ آدمی

کا ایمان کب بدل جائے پتا نہیں ایمان پر ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہوگا) سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم کے ذریعہ زندگی عطا فرمائے۔

تشریح حدیث:

ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنہ ظاہر ہو جائیں جو تاریک راتوں کے ٹکڑوں کے مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر یہ ہوگا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا اور آدمی دنیا کی عارضی متاع اور عزت و مال کی خاطر اپنے دین و مذہب کو بیچ ڈالے گا۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ فتنوں کے زمانے میں حالت بدلتے دیر نہیں لگتی صبح کو کچھ اور شام کو کچھ، شام کو کچھ اور صبح کو کچھ ہو جاتا ہے الغرض قرب قیامت میں اٹھنے والے فتنے کس قدر سریع الامر ہوں گے حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی آدمی جب صبح کو اٹھے گا ایمان کی حالت میں اٹھے گا اصل ایمان با کمال سے متصف ہوگا لیکن فتنے کے تابڑ توڑ فتنوں کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے شام ہوتے ہوتے کفر کے اندھیرے میں پہنچ جائے گا اسی طرح ایک رات کے وقت ایمان کے ساتھ سوئے گا جب صبح اٹھے گا تو ایمان اس کے دل سے نکل چکا ہوگا اور کفر کی حالت میں صبح کرے گا، اب رہا یہ سوال کہ کفر سے کیا مراد ہے؟ تو اس میں کئی احتمالات ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے اصل کفر مراد ہو (۲) کفر سے کفران نعمت مراد ہو (۳) نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفر سے مراد تشبہ بالکفار ہو، یعنی وہ فتنوں سے متاثر ہو کر کافروں کی مشابہت اختیار کرے گا، (۴) ایک مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے کام کرنے لگے گا جو کافر ہی کرتے ہیں، (۵) بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حدیث کے مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جب صبح کو اٹھے گا تو اس چیز کو حلال جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حرام جانتا ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے لیکن شام ہوتے ہوتے اس کے ذہن و فکر اور اس کے عقیدے میں اس قدر انقلاب آ جائے گا، کہ وہ اس چیز کو حرام سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے، اور اس چیز کو حلال سمجھنے لگے گا جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور یہی ان فتنوں کا اثر ہوگا کہ منٹوں میں بدل جائے گا، اور اس سے اس کا ایمان و عقیدہ خراب ہو جائے گا دیکھتے ہی دیکھتے لوگ کافر ہو جائیں گے، اور دنیا کی غلاظت کا ڈھیر حاصل کرنے کے لیے اپنے دین و ایمان کا سودا کرے گا، اور چند کوڑیوں اور فانی عزت و جاہ کے لیے کفر کی گود میں جا بیٹھے گا۔

قوله: الا من احیاه الله بالعلم: صاحب انجاح الحاجہ شیخ عبد الغنی مجددیؒ لکھتے ہیں کہ اس سے اللہ کا پاک ارشاد، **او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمات لیس بخارج منها** کی طرف اشارہ ہے اور اس علم سے مراد علم کشفی ہے جو فناء فی اللہ کے بعد حاصل ہوتا ہے یعنی سلوک طریقت اور ریاضت و مجاہدہ کی راہ

پر چلنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس علم کشفی سے نوازتا ہے جہاں تک علم استدلالی کی بات ہے تو اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے علم استدلالی کسی وقت بھی زوال کا شکار ہو سکتا ہے، واللہ اعلم۔

(۴۰۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ فَقُلْتُ أَنَا قَالَ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ قَالَ كَيْفَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا أُرِيدُ إِنَّمَا أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ قَالَ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يُغْلَقَ.

قُلْنَا لِحُذَيْفَةَ أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ غَدٍ اللَّيْلَةَ إِنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ.

فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلْهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ

ترجمۂ حدیث:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ فتنے سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تم میں سے کس کو یاد ہے؟ میں نے کہا مجھے، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا بے شک تم بہت جرأت والے ہو (کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ باتیں پوچھ لیتے تھے جو دوسرے نہیں پوچھ پاتے تھے) حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا فتنہ کس طرح ہوگا؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ آدمی کا فتنہ اس کے اہل خانہ، اس کے مال اور اس کے پڑوسی کی وجہ سے ہوتا ہے (یعنی آدمی ان چیزوں کی وجہ سے غفلت کا شکا ہو جاتا ہے) لیکن ان فتنو کے بعد نماز، روزے اور صدقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کفارہ بن جاتے ہیں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا میری مراد یہ فتنہ نہیں ہے، بلکہ میں تو ان فتنوں کے بارے میں سوال کررہا ہوں جو سمندر کے موج کی طرح موجزن ہوگا حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنہ سے کیا مطلب، آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا کھول دیا جائے گا، حضرت حذیفہ نے فرمایا نہیں، بلکہ توڑا جائے گا، فرمایا پھر تو وہ بند ہونے کے قابل نہ رہے گا، ہم (حاضرین) نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ کیا حضرت عمر فاروقؓ کو معلوم تھا کہ دوازہ سے کون مراد ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ بالکل وہ تو ایسے جانتے تھے جیسے انہیں یہ معلوم تھا کہ کل دن کے بعد رات آئے گی، میں نے ان کو ایک ہی حدیث سنائی تھی جس میں کچھ مغالطہ اور فریب دہی نہیں ہے۔ ہمیں حضرت

حذیفہؓ کی ہیبت مانع تھی کہ ان سے معلوم کریں کہ دروازہ سے مراد کون شخص تھا؟ اس لیے ہم نے مسروق سے کہا کہ آپ معلوم کرلیں چناں چہ انہوں نے معلوم کیا تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا دروازے سے مراد حضرت عمر فاروقؓ تھے۔

تشریح حدیث:

قوله: انك لجريئ اى ذو جرأة وشجاعة حيث تحفظ علم الغيب الفتنة، وكنت نسأل النبى ﷺ عن الفتنة وكنت كثير السوال عن الفتنة: یعنی اے حذیفہ تو لاریب جری اور بہادر انسان ہے، کثرت سے رسول اکرم ﷺ سے فتنہ کے متعلق سوال کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صاحب رسول ﷺ مشہور ہوا۔

قوله: فتنة الرجل فى اهله وماله: آدمی کا امتحان اس کے اہل اور اس کے مال کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی اہل وعیال اور مال ودولت کے ذریعہ انسان کو آزمایا جاتا ہے مال ودولت اور اولاد نیز پڑوسی کی وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، وہ نماز روزہ صدقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دیگر اعمال صالحہ سے معاف ہوجاتا ہے، اور یہ سب اعمال ان تمام صغائر کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں اور اعمال صالحہ کی برکت سے وہ صغائر معاف ہوجاتے ہیں **لان الحسنات يذهبن السيئات:** اس حدیث کا ظاہر اگرچہ صغائر وکبائر دونوں کو شامل ہے لیکن دوسری دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ حدیث مخصوص بالصغائر ہے یہی جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اس کے برخلاف فرقہ مرجیہ کا کہنا یہ ہے کہ حسنات سے صغائر وکبائر دونوں معاف ہوجاتے ہیں (۱)

فتنوں کی قسمیں

حضرات علماء کرام نے فتنوں کی چھ قسمیں لکھی ہیں:

(۱) آدمی کے اندر کا فتنہ:

اور وہ یہ ہے کہ آدمی کے احوال بگڑ جائیں، اس کا دل سخت ہوجاتا ہے، اور اس کو عبادت میں حلاوت اور مناجات میں لذت محسوس نہ ہو۔

(۲) دوسری قسم گھر میں فتنہ:

اور وہ نظام خانہ داری کا بگاڑ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنا دربار سجاتا ہے پھر وہ اپنے لشکر کی ٹکڑیاں مشن پر روانہ کرتا ہے اور ان میں سے ان کے نزدیک مرتبہ میں وہ بڑا ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرے، ان میں سے ایک آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا شیطان کہتا ہے تو نے کوئی خاص اچھا کام نہیں

(۱) تکملہ فتح الملہم: ۲۸۵/۶ تحفة الاحوذی بحوالہ عون الترمذي: ۲/ ۴۱۰

کیا۔ پھران میں سے ایک شیطان کا چیلہ آتا ہے اور کہتا ہے میں ایک شخص کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کرادی، شیطان اس کو قریب کرتا ہے اور شاباشی دیتا ہے اور کہتا ہے پٹھے! تو نے بڑا اچھا کام کیا۔

(۳) تیسری قسم وہ فتنہ جو سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے:

اور وہ نظام مملکت کا بگاڑ ہے اور لوگوں کو ناحق ستانا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ شیطان اس بات پر مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۃ العرب میں نمازی بندے اس کی پرستش کرے، البتہ وہ ان کو آپس میں لڑانے میں لگا ہوا ہے۔ (مسلم: ۱۵۶۱۷/ مصری)

(۴) چوتھی قسم: ملی فتنہ:

اور وہ یہ ہے کہ مخصوص صحابہ کرام وفات پا جائیں اور دین کا معاملہ نااہلوں کے ہاتھ میں پہنچ جائے پس اولیاء اور علماء دین میں غلو کرے اور بادشاہ اور عوام دین میں سستی برتیں نہ اچھے کاموں کا حکم دیں نہ برے کاموں سے روکیں، پس زمانہ زمانہ جاہلیت ہو کر رہ جائے۔

(۵) پانچویں قسم: عالم گیر فتنہ:

یہ بددینی کا فتنہ ہے جب یہ فتنہ رونما ہوتا ہے تو لوگ انسانیت اور اس کے تقاضوں سے نکل جاتے ہیں اور لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ جو سب سے زیادہ ستھرے اور سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبت ہوتے ہیں وہ دو کام کرتے ہیں ایک طبیعت کے تقاضوں سے بالکل برطرف ہو جاتے ہیں ان کی اصلاح نہیں کرتے، یعنی تارک الدنیا ہو جاتے ہیں۔ اور بیوی بچوں سے لاتعلق ہو کر سنیاسی بن جاتے ہیں حالاں کہ شریعت کی یہ تعلیم نہیں، شریعت نے طبیعت کی اصلاح کا حکم دیا ہے اور اس کی صورتیں تجویز کی ہیں، دوم مجردات، یعنی ملائکہ کی مشابہت اور ان کا اشتیاق پیدا کرتے ہیں اور اس کی وہ کوئی نہ کوئی صورت اختیار کرتے ہیں، مثلاً شب بیداری کرنا، یا کثرت سے روزے رکھنا وغیرہ۔

(۲) دوسرے عام لوگ ہوتے ہیں جو بہیمت خالصہ کی طرف مائل ہوتے ہیں اور حیوانیت کو شرما دینے والے کام کرنے لگتے ہیں۔

(۳) تیسرے: درمیان کے لوگ ہوتے ہیں جو پوری طرح نہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں نہ ان کی طرف،

(۶) چھٹی قسم: فضائی حادثات کا فتنہ:

بڑے بڑے طوفانات اٹھتے ہیں، وبائیں پھیلتی ہیں، زمین دھنستی ہے اور بڑے علاقے میں آگ لگتی ہے عام تباہی مچتی

ہے اللہ تبارک وتعالی ان حادثات کے ذریعہ مخلوق کو ڈراتے ہیں تا کہ وہ اپنی بداعمالیوں سے توبہ کر کے رجوع الی اللہ کریں۔

پہلی قسم اور دوسری قسم کے نتیجہ میں جو گناہ ہوتے ہیں وہ اعمال صالحہ سے معاف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں گزر آچکی ہے۔

قوله: لیس هٰذا ارید: جب حضرت عمرؓ کے سوال ودریافت پر حضرت حذیفہؓ نے فتنہ اور اس کا علاج بتایا، تو حضرت امیر المومنین خلیفہ دوم عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ میری مراد یہ فتنہ نہیں ہے اور نہ اس کے بارے میں میں نے سوال کیا ہے؟ میرا مقصد ان فتنوں کے بارے میں سوال کرنا ہے جو سمندر کے موجوں کی طرح موجیں مارے گا اور خطرناک طوفان بن کر اٹھے گا دریاؤں کی لہروں کی طرح جوش مار کر آسمان سے باتیں کرے گا، اس سے مسلمانوں کے آپس میں جنگ وجدال، قتل وقتال ضرب وحرب افتراق وانتشار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قوله: مالك ولها؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا اے امیر المومنین! آپ کو اس طوفانی اور طغیانی فتنہ سے کیا غرض وہ فتنہ آپ کے زمانہ میں نہیں آئے گا بلکہ آپ کے بعد شروع ہوگا آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ ہے اور آپ کو اس کے بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں، حضرت حدیفہ جانتے تھے کہ وہ بند دروازہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ شہید ہوں گے لیکن ادباً انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی، کیوں کہ حضرت عمر فاروقؓ کو بھی معلوم تھا کہ وہ بند دروازہ خود ہی ہیں، پس حضرت حذیفہؓ نے ایسی عبارت لائی کہ تصریح بالقتل کے بغیر مقصود حاصل ہو جائے، اس حدیث میں فتنوں کو گھر کے ساتھ، حیات عمر کو بند دروازہ کے ساتھ اور ان کی شہادت وقتل کو اس دروازہ کے ٹوٹنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، پس جب تک حضرت عمرؓ کا وجود مسعود باقی تھا وہی بند دروازہ تھے، اور اس گھر کے اندر سے کوئی چیز باہر نہ آسکی، ان کے انتقال اور سانحہ قتل کے بعد وہ دروازہ کھل گیا اور گھر کے اندر جو کچھ تھا نکل پڑا۔

قوله: فیکسر الباب او یفتح: حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا کھول دیا جائے گا حضرت حذیفہؓ نے فرمایا نہیں بلکہ توڑ دیا جائے گا، اس پر حضرت عمر نے فرمایا پھر تو وہ بند کرنے کے لائق نہیں رہے گا یعنی وہ دروازہ کبھی بھی تا قیامت بند نہ ہوگا فتح الباب سے موت طبعی کی طرف اور کسر باب سے قتل کی طرف اشارہ تھا، اور عام طور پر عادت بھی یہی ہے کہ صحیح سالم دروازہ کو بند کیا جاتا ہے لیکن ٹوٹا ہوا دروازہ بند کرنا متصور نہیں، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس فتنہ کا دروازہ کبھی بھی بند نہ ہوگا بلکہ یکے بعد دیگرے فتنہ آتا ہی رہے گا، حضرت عمر فاروقؓ کا یہ کہنا ان صریح نصوص کی بنیاد پر تھا جن میں فرمایا گیا کہ اس امت میں قیامت تک فتنہ فساد واقع ہوتے رہیں گے، اور حضرت عمر کو اس کا علم پہلے سے تھا۔

سوال: یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ اس کو پہلے ہی سے جانتے تھے تو پھر سوال کیوں کیا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ شاید ان کو نسیان کا خوف ہو، فسأل من یذکره هٰذا هو المعتمد:

قوله: فقلنا المسروق فلله الخ: یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے پہلے فرمایا ان بینك وبینھا باباً اس سے معلوم ہوا کہ وہ دروازہ حضرت عمر اور فتنہ کے درمیان حائل ہوگا اور اخیر میں انہوں نے کہا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر ہیں، پس دونوں کلاموں کے درمیان بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

جواب: حضرات شراح کرام نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

(۱) بینك وبینھا سے مراد بین زمانك وبین زمان الفتنة وجود حیاتك ہے یعنی تیرے زمانہ اور فتنہ کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے اور وہ آپ کا وجود مسعود ہے۔

(۲) یا اس سے مراد ہے بین نفسك وبین الفتنة بدنك اذا الروح غیر البدن یعنی عمر کے نفس اور فتنہ کے درمیان ان کا بدن حائل ہے۔

(۳) مابین الاسلام والفتنة مراد ہے یعنی اسلام اور فتنہ کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے وہ حضرت عمر کی ذات اقدس ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴۰۷۹) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ إِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُ خِبَائَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ إِذْ نَادَى مُنَادِيهِ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَاجْتَمَعْنَا فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَنَا فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى مَا يَعْلَمُهُ خَيْرًا لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ مَا يَعْلَمُهُ شَرًّا لَهُمْ وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَتْ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا وَإِنَّ آخِرَهُمْ يُصِيبُهُمْ بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا ثُمَّ تَجِيءُ فِتَنٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تَنْكَشِفُ ثُمَّ تَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تَنْكَشِفُ فَمَنْ سَرَّهُ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتُدْرِكْهُ مَوْتَتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يَأْتُوا إِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَمِينِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ فَلْيُطِعْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ قَالَ فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَقُلْتُ أَنْشُدُكَ اللَّهَ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى أُذُنَيْهِ فَقَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا

جبکہ آپ کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے گرد جمع تھے پس میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دراین اثنا کہ ایک بار ہم رسول اکرم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، کہ ایک منزل پر پڑاؤ ڈالا چناں چہ ہم میں سے کوئی خیمہ لگا رہا تھا تو کوئی تیراندازی کر رہا تھا، کوئی اپنے جانور چرانے کے لیے گیا تھا، کہ اچانک اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ نماز کے لیے جمع ہو جائیں، اعلان سنتے ہی ہم لوگ جمع ہو گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اور ہمیں خطبہ دیا، اور فرمایا: بلاشبہ مجھ سے پہلے ہر نبی پر لازم تھا کہ وہ نبی امت کے حق میں جو خیر کی بات معلوم ہو جائے وہ انہیں بتائے، اور جو بات ان کے حق میں بری معلوم ہو اس سے انہیں ڈرائے، اور بلاشبہ آپ کی امت کے شروع حصہ میں عافیت اور سلامتی رکھی ہے اور بلاشبہ اس کے آخری حصہ میں آزمائش ہوگی اور ایسی ایسی باتیں ہوگی جن کو تم برا سمجھو گے، پھر اس کے بعد ایسے فتنے پیدا ہوں گے، کہ ایک کے مقابلہ میں دوسرا ہلکا معلوم ہوگا، تو مومن کہے گا بس اس میں میری ہلاکت و تباہی ہے پھر وہ فتنہ چھٹ جائے گا، پھر اس کے بعد کوئی دوسرا فتنہ سر ابھارے گا پس مومن کہے گا اس میں میری ہلاکت ہے پھر یہ بھی چھٹ جائیگا، پس جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے تو اس کی موت ایسی حالت میں آنی چاہئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا ہو اور اسے چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ رکھے جیسا وہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کو ساتھ رکھیں اور جو کسی امام سے بیعت کرے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے اور دل سے اس کے ساتھ عہد کرے تو حتی الامکان جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت و فرمابرداری کرے، پھر اگر کوئی دوسرا شخص آئے اور حکومت کے معاملہ میں پہلے والے سے جھگڑا کرے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو، حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کے درمیان سر اٹھا کر کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ نے حدیث خود رسول اکرم؟ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی؟ تو اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میرے دونوں کانوں نے یہ حدیث سنی، اور میرے دل نے اس کو محفوظ کیا۔

تشریح حدیث:

قولہ: وان امتکم جعلت عافیتها فی اولها: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر لازم ہے کہ اپنی اپنی امت کو ان باتوں سے آگاہ و باخبر کر دے جو ان کے حق میں مفید اور خیر ہیں جن میں امت کی دنیاوی و اخروی بھلائی مضمر ہے، اور ان باتوں سے آگاہ کریں اور ڈرائیں جن میں امت کے لیے دنیاوی و اخروی نقصان ہے، یہ تمام انبیاء کرام کے فرض منصبی میں داخل ہے۔

لہٰذا اے لوگو! اس امت میں خیر اور بھلائی تو شروع حصہ میں تھی، اس امت کا جو ابتدائی حصہ ہے یعنی حضرات صحابہ کرام کا ان میں خیر تھا بھلائی تھی، اور اس کے آخری حصہ میں تو بس فتنہ ہی فتنہ ہے، ہر روز نت نئے ایک سے ایک بڑھ کر خطرناک اور بھیانک فتنہ جنم لے گا جس کو دیکھ کر لوگ پہلے فتنہ کو بھول جائیں گے اس کی شدت اور ہولناکی اور خطرناکی کو

دیکھ کر پہلے والا فتنہ ہلکا معلوم ہوگا بلاؤں اور مصیبتوں کا آغاز ہوگا طرح طرح کے ایسے حالات اور امور سامنے آئیں گے جن کو دیکھ کر حیرت واستعجاب کی وجہ سے دست بدان رہ جائیں گے، لوگ سمجھیں گے پس یہ تباہی کے لیے آخری فتنہ ہے اس میں تو ہلاک ہونا ہی ہونا ہے لیکن یہ فتنہ بھی ٹل جائے گا پھر اس سے بھی زیادہ خطرناک اور دہشت ناک فتنہ ابھر کر سامنے آئے گا جس کو دیکھ کر مسلمان کہے گا پس اس میں ہماری ہلاکت وتباہی مقدر ہے لیکن اس فتنہ کا سیاہ بادل بھی چھٹ جائے گا اس طرح فتنے کا ایک لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا پس ان حالات میں جو جہنم سے بچنا چاہے اور جنت میں دخول چاہے اور اس کو اس بات سے خوشی ہو کہ میں جنتی بن جاؤں اور آتش دوزخ سے محفوظ ہو جاؤں تو پھر اس کو موت اس حال میں آنی چاہئے کہ اس کا ایمان اللہ کی ذات وصفات پر ہو اور آخرت کے دن پر ہو اور وہ لوگوں کے ساتھ اسی طرح معاملہ کریں اسی طرح حسن سلوک اور اچھے اخلاق پیش کریں جس طرح ان کی خواہش ہو لوگ ہمارے ساتھ اخلاق پیش کریں اور حسن سلوک کا معاملہ کریں۔

قوله: ومن بايع اماماً: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا امام اور خلیفہ تسلیم کرے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر دل سے اپنا امیر اور حاکم مان لے اور دل وجان سے عہد کر لے تو پھر حتی الامکان جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت وفرماں برداری لازم ہے، اس کے ساتھ خروج جائز نہیں، کسی شخص کی امارت وخلافت اور حکومت وبادشاہت تسلیم کرنے کے بعد کوئی دوسرا شخص آ کر رخنہ ڈالے اور اس متحد شیرازہ کو بکھیرنا چاہے اور حکومت سازی کا دعوی کر کے امت کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرنا چاہے تو ایسا شخص قتل کئے جانے کا مستحق ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی گردن تن سے جدا کر دو۔

قوله: فاعطاه صفقة يمينه: اى عهده وميثاقه لا ن المتعاقدين يضع احدهما يده فى يد الآخر، كفعل المتبائعين وهى من التصفيق باليدين۔

قوله: ثمرة قلبه: كناية عن الاخلاق فى العهد والتزامه۔

ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج بغاوت کا شرعی حکم:

اس حدیث کے تحت ایک مسئلہ یہ آتا ہے کہ ظالم حکمرانوں اور بادشاہوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور ان کے خلاف خروج جائز ہے یا نہیں؟ آج کل یہ مسئلہ نہایت پیچیدہ اور عقدہ لاینحل بنا ہوا ہے جمہور علما کرام نے حدیث باب اور اسی جیسی دوسری حدیثوں کی بنیاد پر ظالم اور فاسق حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کو ناجائز لکھا ہے الا یہ کہ ان سے کفر صریح ثابت ہو حضرات فقہاء کرام بھی سلطان متغلب کی اطاعت واجب ہونے پر متفق ہیں اس سے بعض حضرات نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف کسی بھی حال میں خروج وبغاوت جائز نہیں جب تک کہ اس کے کفر صریح کا ظہور نہ ہو، لیکن یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں ہے بالخصوص حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کی بنیاد پر، امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ لکھتے ہیں کان مذهبه (يعنى اباحنيفة) مشهور فى قتال الظلمة وائمة الجور (۱)

(۱) احکام القرآن تحت قوله لاينال عهد الظالمين۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی رائے گرامی:

دور حاضر کے مشہور و معروف بین الاقوامی محقق و مدقق، آسمان فقہ و فتاوی کا روشن ستارہ علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نصوص شرعیہ اور کلام فقہاء کی طرف مراجعت کرنے کے بعد بندے پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ امام کا فسق دو طرح پر ہے۔

(۱) ایسا فسق اختیار کرے جو اس کی ذات تک محدود رہے تو اس صورت میں خروج جائز نہیں، فقہاء کرام کا قول ان الامام الفاسق او الجائر لا یجوز الخروج علیہ کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا۔

(۲) ایسا فسق اختیار کرے جس کا اثر دوسروں تک متعدی ہو تو اس صورت میں چند شرائط کے ساتھ خروج جائز ہے، اس موضوع پر سب سے نفیس اور تحقیقی کلام حضرت تھانویؒ نے جزل الکلام فی عزل الامام میں فرمایا ہے جو امداد الفتاوی جلد پنجم میں شائع ہو چکا ہے شائقین حضرات وہاں اس کا مطالعہ فرمالیں، سیر حاصل گفتگو ملے گی۔

(۱۴۵۰) بَابُ التَّثَبُّتِ فِي الْفِتْنَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت ابو موسی اشعریؓ، حضرت عدیسہ بنت اہبان اور حضرت محمد بن مسلمؓ سے منقول ہیں اس باب میں فتنہ کے وقت حق اور صراط مستقیم پر ثابت قدمی کے ساتھ رہنے اور اس پر جم جانے سے متعلق احادیث مذکور ہیں، فتنہ کا وقت آزمائش اور ابتدا کا وقت ہوتا ہے اس لیے آدمی کو چاہیے کہ اس وقت راہ راست سے دائیں بائیں قدم نہ بڑھائیں بلکہ سیدھا راہ حق پر قائم دائم رہے اور اللہ پاک سے ثبات فی الدین کے بارے میں دعا گو رہے۔

(۴۰۸۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُمَارَةَ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ بِكُمْ وَبِزَمَانٍ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ يُغَرْبَلُ النَّاسُ فِيهِ غَرْبَلَةً وَتَبْقَى حُثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ فَاخْتَلَفُوا وَكَانُوا هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ قَالُوا كَيْفَ بِنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا كَانَ ذَلِكَ قَالَ تَأْخُذُونَ بِمَا تَعْرِفُونَ وَتَدَعُونَ مَا تُنْكِرُونَ وَتُقْبِلُونَ عَلَى خَاصَّتِكُمْ وَتَذَرُونَ أَمْرَ عَوَامِّكُمْ.

ترجمۂ حدیث: فتنہ کے وقت اپنی فکر کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب وہ زمانہ آئے گا جب لوگ (آٹے کی طرح) چھانیں جائیں گے اور (چھلنی میں یعنی دنیا میں) آٹے بھوسے کی طرح

برے لوگ باقی رہ جائیں گے، ان کے عہد و پیمان اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی (یہ کہہ کر آپ حضرات صحابہ کرام کو سمجھانے کے لیے) فرمایا اس طرح اور آپ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں داخل کیں حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت ہم کیا کریں؟ جب صورت حال اس قدر ناگفتہ بہ ہو، آپ نے فرمایا (قرآن وحدیث کی روشنی میں) جو بات تم اچھی سمجھو اس کو اختیار کرلو اور جو تم بری سمجھو اس کو ترک کر دینا، اور صرف اپنی فکر کرنا، اور اپنے عوام کا معاملہ ان کے حال پر چھوڑ دینا۔

تشریح حدیث:

قوله: يغربل الناس فيه غربلة حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب علماء، صلحاء، اتقیاء، اصفیاء اور اخیار لوگ ختم ہو جائیں گے صرف اشرار لوگ رہ جائیں گے اور دنیا صرف برائی اور برے اور خبیث النفس لوگوں کا آمجگاہ بن جائے گی ہر طرف فسق و فجور ظلم و جور، جبر و استبداد، کا طوفان چل رہا ہو گا فتنہ وفساد کا دور دورہ ہو گا امانت و دیانت دار لوگ بالکل نہیں ہوں گے جس طرح چھلنی سے آٹے کو چھاننے سے بھوسہ وغیرہ ردی مال چھلنی میں رہ جاتا ہے اور عمدہ و نفیس مال نیچے گر جاتا ہے اسی طرح اچھے اور نیک لوگ سارے کے سارے اٹھا لیے جائیں گے صرف برے لوگ دنیا میں رہ جائیں گے گناہوں اور معاصی و منکرات کے بحر لا ساحل میں غوطہ لگانے والے ہی نظر آئیں گے کوئی ایک بھی ایسا متقی اور پرہیزگار نہیں ہو گا جس سے راہ راست اور صراط مستقیم معلوم کیا جا سکے تو اس وقت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ قرآن حدیث کی روشنی میں جن چیزوں کو تم اچھا سمجھو اس پر عمل کرتے رہو اور قرآن وحدیث اور فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں جن چیزوں کو تم برا سمجھو اس کو چھوڑ دو۔ اور اس وقت صرف اپنی اصلاح کی فکر کرو عوام الناس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو۔

صاحب عون المعبود لکھتے ہیں **يغربل الناس اى يذهب خيارهم ويبقى اراذلهم كانه نقى بالغربال كذا فى المجمع (فيه) اى فى ذالك الزمان۔ (غربلة) مفعول مطلق (تبقى حثاله) بمثله كغرابة من الناس اى اراذلهم قاله السيوطى** (۱)

قوله: مرجعت عهودهم الخ اى اختلطت وفسدت۔ ان کی امانتیں اور عہد و میثاق سب ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو جائے گا۔

قوله: شبك بين اصابعه: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راسخ فی النفوس اور ادخال فی الفہوم کے لیے اس کو مثال اور تمثیل کے ذریعہ سمجھایا اور اپنی انگلیوں کو دوسری انگلیوں میں ڈال کر بتایا **اى يفرج بعضهم ببعض وتلبس امر دينهم فلا يعرف الامين من الخائن ولا البر من الفاجر.**

قوله: كيف بنا يا رسول الله، اى فما نفعل عند ذالك ولم تامرنا اس وقت آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیے آپ نے فرمایا جس کو تم اچھا سمجھو اس پر عمل کرو اور جس کو برا سمجھو اس کو چھوڑ دو۔

(۱) عون المعبود: ۱۱/۳۳۴

(۴۰۸۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنِ الْمُشَعَّثِ بْنِ طَرِيفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ وَمَوْتًا يُصِيبُ النَّاسَ حَتَّى يَقُومَ الْبَيْتُ بِالْوَصِيفِ يَعْنِي الْقَبْرَ قُلْتُ مَا خَارَ اللّٰهُ لِي وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ تَصَبَّرْ قَالَ كَيْفَ أَنْتَ وَجُوعًا يُصِيبُ النَّاسَ حَتَّى تَأْتِيَ مَسْجِدَكَ فَلَا تَسْتَطِيعَ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى فِرَاشِكَ وَلَا تَسْتَطِيعَ أَنْ تَقُومَ مِنْ فِرَاشِكَ إِلَى مَسْجِدِكَ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ أَوْ مَا خَارَ اللّٰهُ لِي وَرَسُولُهُ قَالَ عَلَيْكَ بِالْعِفَّةِ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ أَنْتَ وَقَتْلًا يُصِيبُ النَّاسَ حَتَّى تُغْرَقَ حِجَارَةُ الزَّيْتِ بِالدَّمِ قُلْتُ مَا خَارَ اللّٰهُ لِي وَرَسُولُهُ قَالَ الْحَقْ بِمَنْ أَنْتَ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا آخُذُ بِسَيْفِي فَأَضْرِبَ بِهِ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ قَالَ شَارَكْتَ الْقَوْمَ إِذًا وَلَكِنْ ادْخُلْ بَيْتَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنْ دُخِلَ بَيْتِي قَالَ إِنْ خَشِيتَ أَنْ يَبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَأَلْقِ طَرَفَ رِدَائِكَ عَلَى وَجْهِكَ فَيَبُوءَ بِإِثْمِهِ وَإِثْمِكَ فَيَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.

ترجمہ حدیث: فتنہ کے وقت بالکل الگ رہنے کا حکم

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اس وقت تیرا کیا حال ہوگا، جب لوگوں پر موت طاری ہوگی (وباء طاعون پھیل جائے گا اور بکثرت لوگ مریں گے) یہاں تک کہ قبر کی قیمت غلام کے برابر ہوگی میں نے عرض کیا، جو اللہ اور اس کے رسول میرے لیے پسند فرمائیں یا آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں (شک راوی) آپ نے فرمایا ابوذر اس وقت صبر کرنا اور آپ نے فرمایا اے ابوذر اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب لوگوں پر بھوک طاری ہوگی حتی کہ جب تم مسجد آؤ گے تو واپس اپنے بستر یعنی گھر تک جانے کی ہمت واستطاعت نہ ہوگی، اور نہ بستر سے اٹھ کر مسجد تک آنے کی ہمت ہوگی عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو اس کا زیادہ علم ہے (کہ اس وقت مجھے کیا کرنا چاہئے (یا فرمایا وہ کروں گا) جو اللہ اور اس کے رسول میر لیے تجویز فرمائیں گے (یہاں بھی شک راوی کا بیان ہے) آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت حرام اور ناجائز سے بچنے کی کوشش کرنا۔

آپ نے فرمایا اے ابوذر اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب لوگوں کا قتل عام ہوگا یہاں تک حجارۃ الزیت، (مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے خون میں ڈوب جائے گا میں نے عرض کیا میرے لیے جو بھی اللہ اور اس کے رسول تجویز فرمائیں گے آپ نے فرمایا جن لوگو میں سے ہو ان ہی لوگو کے ساتھ مل جانا یعنی اہل مدینہ کے ساتھ شامل ہوجانا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنی تلور لے کر ایسا قتل عام کرنے والوں کو نہ ماروں آپ نے فرمایا پھر تو تم بھی اس فتنہ

میں شریک ہو جاؤ گے اس لیے تم اپنے گھر میں گھس جانا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر فسادی اور قاتل میرے گھر میں گھس آئیں تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اگر تمہیں تلوار کی چمک سے خوف ہو تو چادر منہ پر ڈال لینا، تا کہ وہ قتل کرنے والا تمہارا اور اپنا گناہ سمیٹ کر دوزخی بن جائے۔

تشریح حدیث:

قوله: حتى يقوم البيت بالوصيف: حدیث شریف میں یہاں بیت سے مراد مقبر ہے اور وصیف بمعنی خادم، حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ طاعون اور وباء پھیلنے کی وجہ سے موت کی کثرت اس طرح سے ہوگی لوگ اپنے اپنے مردوں کو دفن وکفن میں مشغول ہوں گے ان میں کوئی قبر کھودنے والا نہیں ملے گا، اور نہ کوئی دفن کرنے والا ملے گا یہاں تک کہ لوگ اجرت اور قیمت پر قبر کھودیں گے اور کفن ودفن کریں گے، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کثرت اموات کی وجہ سے دفن کے لیے قبروں کی جگہ تنگ پڑ جائے گی دفن کرنے کے لیے کوئی سرزمین میسر نہ آئے گی یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے مردوں کو دفن کرنے کے لیے قبریں قیمت دے کر خریدنی ہوگی قال الخطابی فی معالم السنن: البيت ههنا القبر، والوصيف الخادم يريد ان الناس يشغلون عن دفن موتاهم حتى لا يوجد فيهم من يحفر قبرا لميت، ويدفنه الا ان يعطى وصيفا او قيمة، والله اعلم، وقد يكون معناه ان يكون مواضع القبور تضيق عنهم فيبتاعون لموتاهم القبور كل قبر بوصيف (۱)

حضرت شیخ عبدالغنی مجددیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے طاعون عمواس کی طرف اشارہ ہو جو ملک شام میر خلافت فاروقی کے دور میں پیش آیا تھا جس میں قبیلہ کے قبیلہ ہلاک ہو جاتا تھا۔

قوله: حتى تغرق حجارة الزيت بالدم حجارة الزيت: مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے اور غالبا اس سے واقعہ حرہ کی طرف اشارہ ہے جو مسلمانوں کے قتل عام کی صورت میں مدینہ منورہ میں پیش آیا واقعہ اس قدر بھیانک اور لرزہ خیز اور دردناک ہے کہ اس کو لکھتے ہوئے بھی قلم خون کے آنسو روتا ہے۔

واقعہ حرہ پر ایک نظر

اور اس کی منظر کشی سے قلم عاجز و قاصر ہے اجمالی طور پر واقعہ حرہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب بد بخت یزید بن معاویہ کی فوج نے میدان کربلا میں حضرت حسینؓ کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا تو پورے عالم اسلام میں زبردست تہلکا مچ گیا اور یزید کے خلاف عام مسلمانوں میں نہایت نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے اور ادھر اس کی بدکاریوں و بے اعتدالیوں اور بدمست زندگی کے واقعات نے اس کی طرف سے لوگوں کو پہلے ہی بدظن کر رکھا تھا چناں چہ اہل مدینہ نے متفقہ طور پر اس کی

(۱) معالم السنن: ۴/۳۴۲

خلافت وحکومت سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اس کے خلاف اعلان جہاد کر دیا جب یزید کو اس کا علم ہوا تو اس نے مسلم بن عقبہ کے کمانڈری میں ایک بہت بڑا لشکر جرار اہل مدینہ کو کچلنے کے لیے روانہ کیا، چناں چہ مسلم بن عقبہ مدینہ پہنچ کر مغربی حرہ کی جانب سے شہر پر دھاوا بول دیا، اس وقت اہل مدینہ نے نہایت شجاعت و بہادری اور جواں مردی کے ساتھ یزید کی فوج کا مقابلہ کیا لیکن اول تو وہ تربیت یافتہ فوج تھے اور تمام آلات حرب سے لیس تھے اس کے برخلاف اہل مدینہ بے سروسامانی کے عالم میں تھے جنگی ساز وسامان اور ہتھیا سے بالکل خالی تھے اس لیے مکمل طور پر مسلم بن عقبہ کی فوج کا مقابلہ نہ کر سکے، اور ہزیمت وشکست سے دوچار ہوئے، پھر تو مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج نے شہر مدینہ میں گھس کر ادھم اور تباہی مچائی، قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا کہ الامان والحفیظ پورا مدینہ خون میں ڈوب گیا، عصمت وعفت کو ایسا تار تار کیا کہ آسمان پر فرشتے بھی رو رہے تھے، کئی دن تک یہ ہولناک اور دردناک سلسلہ جاری رہا ہزاروں مسلمانوں کو نہایت بے دردی اور سفاکی سے قتل کر دیا جن میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک بہت بڑی تعداد تھی شہر مقدس اور مسجد نبوی کی حرمت کو پامال کیا گیا، صرف مدینہ کی حرمت کو پامال کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے بعد یزید کی فوج مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئی جہاں کے لوگوں نے بہت پہلے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیا تھا یزیدی لشکر نے مکہ مکرمہ میں بھی بے پناہ تباہی مچائی، اور خانہ کعبہ کی حرمت تک پامال کیا اسی سال یزید کا انتقال ہوا، اور یہ واقعہ حرہ ۶۳ھ کا ہے۔

قوله: الحق يمن انت منه: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس کے پاس چلے جانا جس سے تعلق رکھتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت جو لوگ تمہارے دین ومسلک کے ہمنوا اور تمہارے خیالات اور اعمال افعال کے موافق ہوں ان کے پاس چلے جانا، قاضی عیاضؒ نے اسی جملہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم اپنے اہل واقارب کے پاس اس وقت چلے جانا، اور اپنے گھر میں خاموشی سے بیٹھے رہنا، علامہ طیبی شارح مشکوۃؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ فتنہ وفساد پھوٹ پڑا ہو قتل وخون ریزی کا بازار گرم ہو، صلح اور ہتھیار بند ہونا گویا اس خونریزی میں شرکت ہے اور فتنہ پردازی کی صفوں میں شامل ہونا ہے لہٰذا تم نہ ہتھیار سے لیس ہونا اور نہ کسی کے خلاف جنگ میں شریک ہونا بلکہ اپنے امام ومقتدی اور صلح وامن، پسند لوگوں کے ساتھ رہنا، یہاں تک کہ تم اس راہ میں کامیاب ہو جاؤ۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

لیکن اس وضاحت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ایک طرف تو حضرت ابوذر غفاریؓ کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے امام اور امیر کے ساتھ رہیں جو یقیناً اس وقت قتل وقتال اور خونریزی میں ایک فریق کی حیثیت رکھے گا، دوسری طرف یہ حکم دیا گیا کہ وہ قتل وقتال سے بالکل کنارہ کش اور دور رہیں، یہ دونوں باتیں بیک وقت کس طرح ممکن ہوگی؟

اس اشکال کا جواب ابن الملک نے اس طرح دینے کی کوشش کی ہے کہ شریعت کا حکم تو یہی ہے کہ اگر کوئی شخص ناحق وازراہ ظلم خون ریزی کا ارتکاب کرنا چاہے کہ اس کا دفاع کرنا اور اس فتنہ پرور اور فساد انگیزی کو بزور طاقت ختم کرنے کی سعی کرنا واجب ہے لیکن رسول اکرم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ اس وقت ہتھیار بند ہونا، گویا فتنہ پردازوں کی جماعت کے ساتھ شریک ہونا ہے تو اس کا اصل مقصد خون ریزی کی برائی اور ہولناکی کو واضح کرنا ہے اور اس کے تباہ کن اثرات کے خلاف آگاہ و متنبہ کرنا ہے تاہم اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر خون ریزی اور قتل و غارت گری کرنے والا شخص اگر مسلمان ہو تو طاقت وقوت کے ذریعہ اس کا دفاع کرنا اور اس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے مقابلہ آرائی کی صورت میں مزید فتنہ کی آگ بھڑکنے کا خوف نہ ہو اور اگر وہ دشمن کوئی غیر مسلم ہو تو پھر اس کا ہر ممکن ذریعہ سے مقابلہ کرکے اس کا استیصال کرنا اور اس کے ساتھ ہر صورت میں لڑنا واجب ہے۔

فتنہ کے وقت کپڑا منہ پر ڈالنے کا مطلب

قولہ: فالق طرف ردائك علی وجهك: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فتنہ کے وقت تم گھر میں داخل ہو جاؤ اور اگر دشمن تمہارے گھر میں گھس آئے اور اس کی تلوار کی چمک سے تمہیں خوف وڈر ہو تو اپنے چہرے پر چادر کا کنارہ ڈال لو۔ لیکن کسی حال میں بھی آتش فتنہ نہ جلو، مطلب یہ ہے کہ اگر قتل وقتال کرنے والا تم پر حملہ بھی کر دے تو بھی تم ان سے نہ لڑو بلکہ ان کے حملے کے وقت کسی بھی ذریعہ سے اپنے آپ کو غافل اور غیر متعلق بنالو، تاکہ تمہیں اس حملہ سے خوف نہ ہو، یعنی مظلوم بن کر شہید ہو جانا لیکن اس کے خلاف ہتھیار نہ اٹھانا، کیوں کہ بہر حال وہ مسلمان ہوں گے اور مسلمان کے خلاف تلوار اٹھانا جائز نہیں۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا باہمی خون ریزی کی برائی اور اس سے بچنے کی فضیلت کو زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کرنا ہے کہ چاہے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے پھر بھی کسی مسلمان کے خلاف ہتھیار نہ اٹھانا ورنہ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے وہ بتایا جا چکا ہے کہ فتنہ کا سر کچلنے کے لیے اور ناحق خونریزی پر آمادہ شخص کا دفاع کرنے کے لیے لڑنا جائز ہے اگر چہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو(۱)

فتنہ کے وقت کسی فریق کا ساتھ دینا

فتنہ کے وقت کسی ایک فریق کے ساتھ ملکر قتال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرات شراح کرام کی دو رائیں ہیں:

رائے اول:

حضرات علماء کرام کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان جب فتنہ واقع ہو تو اس وقت کسی بھی فریق

(۱) مظاہر حق جدید: ۲۵۸/۵

کے ساتھ مل کر لڑنا جائز نہیں اگر چہ اس کو قتل کرنے کے لیے فتنہ پرداز لوگ گھر میں ہی کیوں نہ داخل ہو گئے ہوں، حضرت ابو بکرؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عمران بن الحصینؓ کا مذہب یہی ہے۔

رائے دوم:

لیکن جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور جمیع علماء اسلام کا قول یہ ہے کہ فتنوں کے زمانے میں جو حق پر ہوں ان کی اعانت کرنا اور ان کے ساتھ مل کر باغیوں کے ساتھ قتال کرنا واجب ہے، **کما قال الله تعالى: فقاتلوا التي تبغي حتى تفيئ الى امر الله** اور یہی مذہب صحیح ہے ورنہ تو دنیا میں فتنا و فساد پھیل جائے گا اور اہل باطل باغیوں کی جرأت بڑھ جائے گی اور جمہور علماء کرام حدیث باب کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جس پر یہ ظاہر نہ ہو کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے اور باغی ہے، یا حدیث اس فتنہ پر محمول ہے جس میں دونوں جماعت ظالم ہوں اور کسی کے پاس کوئی تاویل نہ ہو۔ (۱)

(۴۰۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا أَسِيدُ بْنُ الْمُتَشَمِّسِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَهَرْجًا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَقْتُلُ الْآنَ فِي الْعَامِ الْوَاحِدِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِقَتْلِ الْمُشْرِكِينَ وَلَكِنْ يَقْتُلُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا حَتَّى يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهُ وَابْنَ عَمِّهِ وَذَا قَرَابَتِهِ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَعَنَا عُقُولُنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزَعُ عُقُولُ أَكْثَرِ ذَلِكَ الزَّمَانِ وَيَخْلُفُ لَهُ هَبَاءٌ مِنَ النَّاسِ لَا عُقُولَ لَهُمْ.

ثُمَّ قَالَ الْأَشْعَرِيُّ وَايْمُ اللهِ إِنِّي لَأَظُنُّهَا مُدْرِكَتِي وَإِيَّاكُمْ وَايْمُ اللهِ مَا لِي وَلَكُمْ مِنْهَا مَخْرَجٌ إِنْ أَدْرَكَتْنَا فِيمَا عَهِدَ إِلَيْنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْ نَخْرُجَ كَمَا دَخَلْنَا فِيهَا.

ترجمۂ حدیث: مسلمانوں میں باہمی خون ریزی:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ قیامت کے قریب ہرج (خون ریزی) ہوگی، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہرج سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا خون ریزی، تو کسی مسلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو اب بھی ایک سال میں اتنے اتنے مشرکوں کو قتل کر دیتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ مشرکوں کا قتل نہ ہوگا بلکہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو گے، حتی کہ مرد اپنے پڑوسی کو چچا زاد بھائی کو اور قرابت دار کو قتل کرے گا (یہ سن کر) لوگوں میں سے کسی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس وقت ہماری عقلیں قائم ہوں گی آپ نے فرمایا نہیں، اس زمانے

(۱) عون الترمذي: ۱۶۹/۲

میں اکثر لوگوں کی عقلیں سلب ہو جائیں گی، اور ذروں کی طرح (ذلیل وخوار) لوگ باقی رہ جائیں گے پھر حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی نے فرمایا بخدا میرا گمان ہے کہ میں اور تم اس زمانہ کو پاؤ گے اور خدا کی قسم اگر وہ زمانہ ہم پر آیا تو اس سے نکلنے کے لیے ہمارے واسطے کوئی راہ نہ ہوگی، جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس فتنہ سے نہ نکل سکیں گے مگر اسی طرح جس طرح داخل ہوئے تھے۔

تشریح حدیث:

قوله: تنزعقول اكثر ذالك الزمان، مطلب یہ ہے کہ شدت فتنہ کی وجہ سے اس زمانہ میں اکثر لوگوں کی عقلیں جاتی رہیں گی عقل مند لوگ کم رہیں گے صرف ذلیل وخوار لوگ رہ جائیں گے۔

قوله: ماالهرج؟ قال القتل: انما فسره اخذ بالحاصل والا فالهرج معناه كربر: هرج القوم يهرج هرجا لوگوں کا فتنہ وفساد اور قتل وقتال میں مبتلا ہونا اردو میں اس کو ہرج مرج یعنی شورش اور بلوی کہتے ہیں پس ہرج سے مراد وہ خون ریزی، اور قتل وغارت گری ہے جو مسلمانوں کے باہمی افتراق وانتشار کے فتنہ کی صورت میں اچھے اور برے کاموں کی تمیز مفقود ہو جانے کے بعد پھیل جائے امت مسلمہ میں ہرج کا یہ فتنہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے جاری ہوا اور اب تک چل ہی رہا ہے۔

(۴۰۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدٍ مُؤَذِّنُ مَسْجِدِ حُرْدَانَ قَالَ حَدَّثَتْنِي عُدَيْسَةُ بِنْتُ أُهْبَانَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ هَاهُنَا الْبَصْرَةَ دَخَلَ عَلَى أَبِي فَقَالَ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَلَا تُعِينُنِي عَلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ قَالَ بَلَى قَالَ فَدَعَا جَارِيَةً لَهُ فَقَالَ يَا جَارِيَةُ أَخْرِجِي سَيْفِي قَالَ فَأَخْرَجَتْهُ فَسَلَّ مِنْهُ قَدْرَ شِبْرٍ فَإِذَا هُوَ خَشَبٌ فَقَالَ إِنَّ خَلِيلِي وَابْنَ عَمِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيَّ إِذَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَأَتَّخِذُ سَيْفًا مِنْ خَشَبٍ فَإِنْ شِئْتَ خَرَجْتُ مَعَكَ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيكَ وَلَا فِي سَيْفِكَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عدیسہ بنت اہبان فرماتی ہیں کہ جب سیدنا علی کرم اللہ وجہ یہاں بصری تشریف لائے تو وہ میرے والد صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو عدیسہ ان لوگوں کے خلاف کیا تو میری مدد نہیں کرے گا؟ کہا کیوں نہیں (ضرور مدد کروں گا) انہوں نے اپنی باندی سے کہا میری تلوار نکال لا چناں چہ باندی تلوار لے کر آئی اور ایک بالشت کے بقدر تلوار میان سے نکال لی تو دیکھا کہ وہ لکڑی کی تھی، اور فرمایا میرے دوست اور آپ کے چچازاد بھائی نے مجھے یہ تاکید فرمائی تھی جب مسلمانوں کے درمیان فتنہ ہو تو تلوار لکڑی کی بنا لینا، آپ چاہیں تو میں یہی تلوار لے کر آپ کے ساتھ نکلوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا مجھے تمہاری اور تمہاری تلوار کی کوئی حاجت نہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: فاتخده من خشب: كناية عن العزلة والكف عن القتال والانجماع عن الفرقتين جميعا لکڑی کی تلوار بنالینا کنایہ ہے ترک قتال اور فتنہ سے الگ تھلگ رہنے سے یعنی فتنہ کے وقت تم بالکل علیحدہ رہنا، لیکن حضرت اہبانؓ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے بقاعدہ لکڑی کی ایک تلوار بنا رکھی تھی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ شاید ان صحابہ کرام کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہ کا حق پر ہونا ظاہر نہ ہو اس لیے وہ لوگ کسی بھی جماعت کے ساتھ شریک نہیں ہوئے بلکہ اس سے علیحدہ رہے اور شاید یہ واقعہ جنگ جمل کا ہو، جو ۳۶ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لشکروں کے مابین قصاص قتل سے متعلق ہوئی، جس کا تفصیلی واقعہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

(۴۰۸۴) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَرْوَانَ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي فَكَسِّرُوا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوا أَوْتَارَكُمْ وَاضْرِبُوا بِسُيُوفِكُمُ الْحِجَارَةَ فَإِنْ دُخِلَ عَلَى أَحَدٍ مِنْكُمْ فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنَيْ آدَمَ.

ترجمہ حدیث: فتنوں کے ظہور کے وقت گوشہ نشینی ہی میں عافیت ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک قیامت کے قریب سیاہ تاریک رات کے ٹکڑے کے مانند فتنے ہوں گے (اور وہ فتنے اس قدر سریع الاثر ہوں گے) کہ آدمی ایمان کی حالت میں صبح کرے گا اور کفر کی حالت میں شام کرے گا، اور شام کے وقت مومن ہوگا لیکن وہ صبح کے وقت کافر ہو چکا ہوگا۔ اس فتنہ میں بیٹھنے والے کھڑے ہونے والے سے اور کھڑے ہونے والے چلنے والے سے اور چلنے والے دوڑنے والے سے بہتر ہوگا پس (اس وقت) اپنی کمانیں توڑ ڈالو، اور اپنی کمانوں کی تانتیں کاٹ ڈالو، اور اپنی تلواروں کو پتھر پر مار کر کند کر لینا، اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی گھس آئے (اور مارنے لگے) تو سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں (ہابیل قابیل) میں سے بہتر کی طرح ہو جائے۔

تشریح حدیث:

قوله: القاعد فيها خير من الساعي: فتنہ کے وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اس لیے بہتر ہوگا کہ کسی چیز کے پاس کھڑے رہنے والا شخص اس چیز سے زیادہ قریب ہوتا ہے کہ اس کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے جب کہ ادھر ادھر

بیٹھا رہنے والا شخص اس چیز کو نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے، لہٰذا فتنوں میں کھڑا ہونے والا شخص ان کو دیکھنے اور سننے کی وجہ سے کہ جن کو بیٹھنے والا شخص نہیں دیکھ سکے گا عذاب سے زیادہ قریب ہوگا، ہوسکتا ہے کہ اس جملہ میں بیٹھنے والے سے مراد وہ شخص ہو جو اس زمانہ کا ظاہر ہونے والے فتنہ کا محرک نہ ہو، بلکہ اس سے دور رہ کر اپنے مکان میں بیٹھا رہے اور باہر نہ نکلے، اور کھڑا ہونے والے سے مراد وہ شخص ہے جس کے اندر اس فتنہ کے تعلق سے کوئی داعیہ اور تحریک تو ہو مگر فتنہ انگیزی متردد ہو۔

حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں اس جملے سے مقصود اس فتنے کے عظیم اور سنگین خطرات ہونے اور اس سے حتی الامکان بچنے کی طرف اشارہ ہے اور اس پر ابھارنا ہے کہ ہر ممکن اس سے بچنے کی کوشش کرے۔

قولہ: فکسر و اقسیکم: اپنے کمان کو توڑ ڈالو، اپنے تانتوں کو کاٹ ڈالو اور تلواروں کو پتھر پر مار کر کند کرلو، حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس جملے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے آلات حرب و جنگ کے سامان کو ختم کردے اس لیے کہ جب آلات ہی نہ ہوں گے تو خود قتال میں شریک نہ ہوگا اپنے نفس پر باب قتال کو بند کرنے کے لیے حقیقت میں ایسا کرو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ سیف اور قطع اوتار سے درحقیقت ترک قتال مجاز اًمراد ہے لیکن پہلا مطلب زیادہ صحیح ہے۔ اس حدیث اور ماقبل کی حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ فتنہ کے وقت کسی بھی حال میں جنگ میں شریک ہونا جائز نہیں ہے لیکن اس بارے میں مکمل کلام ماقبل میں آچکا ہے اور وہاں جمہور علماء کا قول بھی سپرد قلم کردیا گیا ہے۔

(۴۰۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ أَوْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ شَكَّ أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ وَفُرْقَةٌ وَاخْتِلَافٌ فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَأْتِ بِسَيْفِكَ أُحُدًا فَاضْرِبْهُ حَتَّى يَنْقَطِعَ ثُمَّ اجْلِسْ فِي بَيْتِكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ يَدٌ خَاطِئَةٌ أَوْ مَنِيَّةٌ قَاضِيَةٌ فَقَدْ وَقَعَتْ وَفَعَلْتُ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب فتنہ ہوگا اور افتراق و اختلاف رونما ہوگا جب یہ صورت حال ہو تو اپنی تلوار لے کر احد پہاڑ پر چلے جانا اور اس پر مارتے رہنا یہاں تک کہ ٹوٹ جائے، پھر اپنے گھر جا کر بیٹھے رہنا یہاں تک کہ خطا کار ہاتھ یا فیصلہ کن موت تم تک پہنچے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں یہ حالت آپہنچی اور میں نے وہی کیا جو رسول اکرم ﷺ نے کرنے کا حکم دیا تھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ فتنہ اور آپسی اختلاف و افتراق کے وقت فتنہ سے بالکل علیحدہ رہو، اس فتنہ میں

مت پڑو اور آلات حرب اور جنگی سامان تلوار وغیرہ کو احد پہاڑ کے پتھروں پر مار مار کر توڑ ڈالو۔ اس لیے جب ہاتھ میں تلوار نہیں رہے گی تو فتنہ میں کسی کے ساتھ بھی نہ ہوگا جب ہاتھ میں چمکتی تلوار ہوتی ہے تو خون جوش مارنے لگتا ہے اور شیطان غلط استعمال کرانے کی کوشش کرتا ہے اس لیے تلور ہی کو توڑ ڈالو، تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

(۱۴۵۱) بَابٌ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوامامہؓ سے منقول ہیں باب ہٰذا کی احادیث کا حاصل یہ ہے کہ جب دو یا اس سے زیادہ مسلمان شمشیر برہنہ لے کر آمنے سامنے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دونوں کی نیت اپنے فریق کو قتل کرنے کی ہوتی ہے اس لیے دونوں ہی جہنمی ہیں۔

(۴۰۸۶) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ الْتَقَيَا بِأَسْيَافِهِمَا إِلَّا كَانَ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ.

ترجمہ حدیث: قاتل اور مقتول دونوں جہنمی:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لیے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں (اور مقصد دونوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا ہو) تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قاتل کا دوزخ میں جانا تو ظاہر ہے لیکن مقتول بھی دوزخ میں اس لیے جائے گا کہ مقتول کا مقصد اور نیت اپنے فریق کو قتل کرنا تھا یہ اور بات ہے کہ وہ کامیاب نہ ہوسکا اور دوسرے نے حملہ کر کے اسکا کام تمام کر دیا لیکن چوں کہ نیت قتل کرنے کی تھی اس لیے مقتول بھی دوزخ میں جائے گا۔

(۴۰۸۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لیے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین

نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مقتول کا کیا حال ہے (وہ جہنم میں کیوں جائے گا) آپ نے فرمایا اس لیے وہ اپنے ساتھی کے قتل کے درپے تھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت قطعاً نہیں۔

(۴۰۸۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ أَحَدُهُمَا عَلَى أَخِيهِ السِّلَاحَ فَهُمَا عَلَى جُرُفِ جَهَنَّمَ فَإِذَا قَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ دَخَلَاهَا جَمِيعًا۔

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھائے تو وہ دونوں جہنم میں داخل ہوں گے۔

تشریح حدیث:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں لیکن ان دونوں کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے اگر اللہ تعالی چاہے گا تو ان دونوں کو دوزخ میں داخل کر کے بعد تطہیر نکال لے گا جس طرح تمام موحدین کو جہنم سے نکالے گا اور اگر چاہے گا تو اللہ تعالی بالکل ہی معاف کردے کوئی سزا نہ دے، بلکہ ان کے ساتھ فضل کا معاملہ کرے۔ بعض شارحین کا قول یہ ہے کہ یہ حدیث مستحل پر محمول ہے لہٰذا اس حدیث سے معتزلہ اور خوارج کا اس بات پر استدلال کرنا کہ اہل المعاصی مخلص النار ہوں گے بالکل سو فیصد غلط ہے اس لیے ان دونوں کا جہنم میں جانا استمرار پر دال نہیں ہے وہ دائماً اس میں رہے گا۔

(۴۰۸۹) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَكَمِ السَّدُوسِيِّ حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ أَذْهَبَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ۔

ترجمۂ حدیث: قیامت کے دن عند اللہ سب سے زیادہ ذلیل شخص

حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب زیادہ مقام ومرتبہ کے اعتبار سے بدترین وہ شخص ہوگا جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے چکر میں برباد کرے گا۔

تشریح حدیث:

بعض روایت میں من أسوأ الناس منزلة آیا ہے اور بعض روات میں ان شر الناس آیا ہے اور بعض میں ان من شر الناس آیا ہے حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو بندہ دوسروں کی دنیاوی فائدے کے لیے اپنی آخرت کو برباد کر دیتا ہے بایں طور کے اپنے دین وایمان کو اس کی دنیا کے واسطے فروخت کر دیتا ہے اس کے لیے ظلم زیادتی پر شہادت دیتا ہے بادشاہ اور سلطان کے سامنے خلاف واقعہ مدح وسرائی اور جھوٹی ثنا خوانی کرتا ہے تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل وخوار اور بدترین ہوگا، حضرات فقہاء کرام نے اس کا نام رخس الاخساء رکھا ہے اور حدیث شریف میں لفظ رجل یامرأۃ کے ذکر کرنے کے بجائے لفظ عبد کا ذکر کرنا شدید توبیخ کے لیے ہے بایں طور کہ اس نے اپنے مولیٰ وآقا کی رضامندی کو اپنے جیسے آدمی کی رضامندی کے خاطر ترک کر دیا، اور اپنی آخرت کی زندگی کو برباد کر لیا، اس میں شدت توبیخ ہے۔

(۱۴۵۲) بَابُ كَفِّ اللِّسَانِ فِي الْفِتْنَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دس حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت علقمہ بن وقاصؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ابُدالشعثا سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ فتنہ کے وقت اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھنا ضروری ہے اگر زبان کو قابو میں نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ اہل باطل اور باغی جماعت کی تائید کر دے اور گناہ کا مرتکب ہو۔ اس لیے کف لسان ہی افضل ہے۔

(۴۰۹۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ زِيَادِ سِيمِينْ كُوشْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ.

ترجمۂ حدیث: زبان کا تلوار سے زیادہ تیز ہونا

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک فتنہ ایسا (خطرناک) ہوگا جو تمام عرب کو اپنے لپیٹ میں لے لیگا، اس میں مارے جانے والے لوگ جہنم میں جائیں گے اور فتنہ میں زبان تلوار کی ضرب سے زیادہ سخت ہوگی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے موقوف اور مرفوع ہونے میں محدثین میں اختلاف ہے بعض نے مرفوع قرار دیا ہے، بعض نے موقوف اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عرب میں ایک ایسا ہولناک اور خطرناک فتنہ ظاہر ہوگا جو عربوں پر جھاڑو پھیر دے گا یعنی اس میں بڑی تعداد میں عرب مارے جائیں گے اور جو بھی اس فتنہ میں مقتول ہوگا، وہ سب دوزخ میں جائیں گے، اور اس فتنہ میں زبان تلوار سے بھی زیادہ تیز اور سخت ہوگی، نیزے بھالے اور تلوار سے جو زخم جسم پر لگتا ہے وہ

مرہم پٹی سے بھر جاتا ہے اورزخم مندمل ہو جاتا ہے لیکن زبان کے ذریعہ ذہن ودماغ پر اور قلب پر جو زخم لگتا ہے وہ صدیوں مندمل نہیں ہوتا ہے کسی عرب شاعر نے کہا ہے ۔

جراحات السنان لها التيام ☆ ولا يلتام ما جرح اللسان

اب رہا یہ سوال کہ حدیث شریف میں جس فتنے کا تذکرہ ہے کیا وہ فتنہ ہو چکا ہے یا ابھی رونما نہیں ہوا ہے، شارحین لکھتے ہیں اس فتنہ کا مصداق تاہنوز نہیں پایا گیا، ابھی تک کوئی ایسا فتنہ ظاہر نہیں ہوا ہے جو عربوں میں جھاڑو پھیر دے، اور حضرت علی ومعاویہ کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی وہ اس کا مصداق نہیں ہے پس اس حدیث کی وجہ سے دونوں طرف سے مقتولوں کو دوزخی کہنا صحیح نہیں ہے اوراس باب کے تحت اس حدیث شریف کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ فتنوں کے زمانے میں زبان کو قابو میں رکھنا چاہیئے، اگر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لے تب تو کوئی بات ہی نہیں، لیکن اگر لوگوں کے درمیان رہے تو پھر اس فتنہ سے متعلق کف لسان کرے تا کہ کسی درجہ میں فتنہ کے ضرر سے محفوظ رہے۔

(٤٠٩١) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالْفِتَنَ فَإِنَّ اللِّسَانَ فِيهَا مِثْلُ وَقْعِ السَّيْفِ

ترجمہ حدیث: فتنہ سے بچنے کا تاکیدی حکم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم فتنوں سے بچو، اس لیے کہ فتنوں میں زبان سے (بات کرنا) تلوار کی ضرب کے مانند (سخت) ہوگی

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مر قبل ذالك

(٤٠٩٢) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ مَرَّ بِهِ رَجُلٌ لَهُ شَرَفٌ فَقَالَ لَهُ عَلْقَمَةُ إِنَّ لَكَ رَحِمًا وَإِنَّ لَكَ حَقًّا وَإِنِّي رَأَيْتُكَ تَدْخُلُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْأُمَرَاءِ وَتَتَكَلَّمُ عِنْدَهُمْ بِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَتَكَلَّمَ بِهِ وَإِنِّي سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سُخْطِ اللَّهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِهَا سُخْطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ قَالَ عَلْقَمَةُ فَانْظُرْ وَيْحَكَ مَاذَا تَقُولُ وَمَاذَا تَكَلَّمُ بِهِ فَرُبَّ كَلَامٍ قَدْ مَنَعَنِي أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ مَا سَمِعْتُ مِنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ اس کے پاس سے ایک صاحب شرف آدمی گزرا، تو حضرت علقمہ نے فرمایا تمہارے ساتھ قرابت ہے اور تمہارا میرے اوپر حق ہے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ان حکام کے پاس جاتے ہیں اور اللہ تعالی جو چاہتا ہے باتیں کرتے ہیں، حالاں کہ میں نے صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مزنی سے فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم میں سے کوئی ایک اللہ کی رضامندی کے لیے کوئی بات کرتا ہے حالاں کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ زبان کہاں تک پہنچے گی (اور کس قدر موثر اور اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگی) تو اللہ تعالی محض ایک بات کی وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے لیے خوشنودی لکھ دیتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص اللہ کی ناراضگی والی کوئی بات کرتا ہے اور اسے یہ گمان بھی نہیں ہو پاتا کہ وہ بات کہاں تک پہنچے گی، اللہ تبارک وتعالی اس ایک بات کی وجہ سے قیامت تک کے لیے اس کے لیے ناراضگی لکھ دیتا ہے، حضرت علقمہ نے فرمایا نادان غور کیا کرو کہ تم کیا گفتگو کرتے ہو اور کون سی بات کہتے ہو میں بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں، لیکن بلال بن حارث سے سنی ہوئی حدیث مجھے وہ باتیں کہنے سے مانع ہو جاتی ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بعض مرتبہ انسان اپنی زبان سے ایسا کلمہ نکالتا ہے اور اللہ کی رضامندی وخوشنودی والی ایسی بات کہتا ہے کہ اس کے وہم وگمان اور حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتا ہے کہ اس رضامندی والے کلمہ کا اثر کتنا اچھا اور درست ہوگا اس ایک کلمہ رضامندی کی وجہ سے اللہ تعالی اسے اپنے ان بندوں میں شامل کر لیتا ہے جن سے اللہ تعالی راضی ہوتا ہے، اسی طرح بعض مرتبہ انسان اپنی زبان سے اللہ کی ناراضگی والا کلمہ نکالتا ہے اور اس قدر زہریلا اور خطرناک ہوتا ہے کہ انسان کو پتا بھی نہیں چلتا ہے اور اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور قیامت تک کے لیے اپنے ان بندوں میں اللہ پاک شامل کر دیتا ہے جن سے ناراض ہوتا ہے اس لیے انسان کو چاہیے کہ زبان سے کوئی بھی کلمہ نکالنے سے پہلے غور کرے اور اس کے اچھے اور برے نتائج کے بارے میں سوچے پھر نکالے اگر اس کلمہ کا نتیجہ منفی اور برا ہو تو کف لسان کر لے، زبان نہ کھولے۔

(۴۰۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ بْنُ الصَّيْدَلَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سُخْطِ اللهِ لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا فَيَهْوِي بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ سَبْعِينَ خَرِيفًا.

ترجمۂ حدیث: اللہ کی ناراضگی والے کلمہ کا اثر بد

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (بسا اوقات) آدمی اللہ کی ناراضگی کی کوئی بات کہہ بیٹھتا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتا ہے حالاں کہ اسکی وجہ سے وہ جہنم کی آگ میں ستر برس تک گرے گا۔

تشریح حدیث:

کلمہ بد اور کلمہ سخط زبان سے نکالنے کے اثر کو بیان کیا گیا ہے کہ بعض مرتبہ آدمی ہنسی مزاق میں ناراضگی اور سخت والا کلمہ زبان سے نکال دیتا ہے اور اس کو کوئی احساس تک نہیں ہوتا ہے اور نہ اس میں کوئی حرج سمجھتا ہے حالاں کہ وہ اس قدر خطرناک اور بھیانک ہوتا ہے کہ آدمی اس کی وجہ سے ستر برس دوزخ کی آگ کی کھائیوں میں گرتا ہے یہ زبان سے برے کلمے نکالنے کے بارے میں شدید وعید ہے۔

(۴۰۹۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ

ترجمۂ حدیث: زبان سے اچھی بات نکالے یا پھر خاموش رہے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا ایمان اللہ اور آخرت کے دن پر ہو تو اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث واضح جداً۔

(۴۰۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَاعِزٍ الْعَامِرِيِّ أَنَّ سُفْيَانَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيَّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ قَالَ قُلْ رَبِّيَ اللهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَكْثَرُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا.

ترجمۂ حدیث: زبان کو کنٹرول میں رکھو:

حضرت سفیان بن عبید اللہ ثقفیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے ایک ایسی بات بتائیے کہ میں اس کو مضبوطی سے تھامے رہوں، آپ نے فرمایا کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو میرے متعلق سب سے زیادہ کس چیز کا خطرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا اس سے۔

تشریح حدیث:

قل ربی اللہ ثم استقم مسلم شریف کی روایت میں قل آمنت باللہ ثم استقم آیا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکور یہ دونوں جملے درحقیقت ارشاد ربانی: ان الدین عند اللہ الاسلام ثم استقاموا (بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کیا) سے ماخوذ ہے اور استقامت کی تفسیر سیدنا حضرت

ابوبکر صدیقؓ سے ان الفاظ میں منقول ہے: **الاستقامة عدم الالتفات الی غیر اللہ تعالی قطعاً**۔ غیر اللہ کی جانب کسی معاملہ میں بالکل التفات وتوجہ نہ کرنا استقامت ہے، صوفیاء کے یہاں تصوف اور احسان وسلوک کا حاصل اور ماخذ بھی یہی ہے اس لیے کہ عارفین کے کمال واحوال، صفاء قلوب فی الاعمال اور بدعت وخرافات سے عقائد کے مجلی ومصفی ہونے کا بالکل آخری درجہ ہے جن کو دین میں استقامت حاصل ہوگئی اس کو سب کچھ مل گیا۔ اور جس نے استقامت حاصل کیا ہی نہیں اس نے اپنی حالت کو ضائع اور اپنی کوشش کو برباد کیا، جیسا کہ الاستاذ ابوالقاسم قشیری نے صراحت کی ہے، استقامت سے متعلق تفصیلی گفتگو احقر نے تکمیل الحاجہ جلد اول میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

قوله: ما اکثر ما تخاف علی یا رسول الله! آپ میرے بارے میں سب سے زیادہ کس چیز سے خوف کھاتے ہیں آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا اس سے یہ بہت زود اور سریع الاثر ہے اس کا حملہ تلوار کی ضرب اور وار سے بھی تیز ہوتا ہے اس لیے زبان کو قابو میں رکھ کر استعمال کرو۔ اور سوچ کر بولو۔ بول کر نہ سوچو۔ سوچ کر پھر بولنا عقلمندی اور دانش مندی کی پہچان ہے اور بولکر سوچنا حماقت اور بلادت کی نشانی ہے، الغرض زبان اپنی جسامت وقدامت کے اعتبار سے بہت چھوٹی ہے لیکن جرم کرنے کے اعتبار سے بہت بڑی ہے **جرمه صغیر و جرمه کبیر**۔ اس کا جسم تو چھوٹا ہے مگر جرم بہت بڑا ہے اس زبان سے پیار ومحبت کے پھول بھی کھلتے ہیں اور اسی سے نفرت وعداوت اور بغض وعداوت کی آگ بھی لگتی ہے۔

(۴۰۹۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النُّجُودِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ وَنَحْنُ نَسِيرُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ عَظِيمًا وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللهُ عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ النَّارَ الْمَاءُ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَرَأَ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتَّى بَلَغَ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذُرْوَةِ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ قُلْتُ بَلَى فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ فَقَالَ تَكُفُّ عَلَيْكَ هَذَا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ قَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ عَلَى وُجُوهِهِمْ فِي النَّارِ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا ایک دن میں آپ کے

قریب ہوااور ہم آپ کے ساتھ چل رہے تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے ایک ایسا عمل بتلائیے، (جس پر میں عمل کروں اور آپ مجھے جنت میں داخل کرادیں، اور دوزخ سے دور کردے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تونے بہت عظیم اور اہم بات دریافت کی ہے، اور اللہ تعالی جس کے لیے اس کو آسان کردے اس کے واسطے بہت آسان بھی ہے، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو، پھراس کے بعد رسول پاک ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے بھلائی کے دروازے نہ بتلادوں (سنو!) روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں (کی آگ) کو ایسے بجھادیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھادیتا ہے، اور درمیانی شب کی نماز (بہت بڑی نیکی ہے) پھر اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تتجافی جنوبھم عن المضاجع۔ جزاءأ بما کانوا یعملون تک (ان کے پہلو الگ رہتے ہیں خواب گاہوں سے۔ اور یہ بدلہ ہے اس کا جوانہوں نے دنیا میں عمل کیا ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ میں تجھے تمام باتوں کی اصل اور اس کا ستون نہ بتادوں؟ (سنو!) (اسلام کی سب سے زیادہ بلند چوٹی جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے میں لڑنا ہے، پھر آپ نے فرمایا کیا میں تجھے ان سب کاموں کی بنیاد نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا ضرور، آپ نے اپنی زبان پکڑی، اور فرمایا تم اس کو روکے رکھو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! جو گفتگو ہم کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہم پکڑ لیے جائیں گے، آپ نے فرمایا اے معاذ تیری ماں تجھ پر روئے، لوگوں کو دوزخ میں اوندھے منھ ڈالے جانے کا باعث صرف ان کی زبان کی کھیتیاں (گفتگو) ہی تو ہوں گی۔

تشریح حدیث:

قولہ: الا حصائد السنتھم: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دین کا وجود وبقا اور دین اسلام کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت کو نقصان پہنچانے کی جڑ زبان ہے زبان کو قابو میں رکھو دین و دنیا کی فلاح ونجات کا پیش خیمہ ہے اور زبان کو بے قابو چھوڑ دینا دین و دنیا کی تباہی کی طرف دھکیل دیتا ہے لہٰذا لازم ہے کہ زبان بند رکھی جائے، یعنی زبان سے ایسے الفاظ نہ نکالے جائیں، جو برائی، فحاشی، اور بدکلامی کے حامل ہوں وہ برے کلام جو کفر آمیز یا گناہ اور فحاشی کے ہوں یا کسی کی غیبت کرنا جھوٹ بولنا، یا الزام تراشی کرنا، اور دیگر برائیاں ہیں کہ جن سے زبان و ذہن کی حفاظت نہ کی گئی تو سمجھ لو کہ دوزخ کا عذاب بالکل سامنے ہے، دین و دنیا کی بھلائی چاہنے والے اور ابدی نجات و سعادت کے طلب گار اسی لیے اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں نہ معلوم کب اس سے کوئی ایسا لفظ و کلام نکل جائے جس سے کفر بکنا یا گناہ و معصیت کی بات کہنا لازم آجائے، اور پھر اس کے پاداش میں عذاب الٰہی بھگتنا پڑے، درحقیقت زبان بہت بڑی وجہ سعادت بنتی ہے، جب اس سے نیک کام اور اچھے کلام اور خیر و بھلائی کے الفاظ و جملے نکلتے ہیں دنیا اور آخرت میں اسی انسان کا مرتبہ بلند و بالا مانا جاتا ہے جو زبان کی عظمت و تقدیس کو ہر حال میں محفوظ رکھے، بدکلامی اور بری باتوں سے بہر صورت اجتناب کرتا ہو۔

(۴۰۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ حَسَّانَ الْمَخْزُومِيَّ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَلَامُ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَذِكْرَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمۂ حدیث: نفع دہندہ کلام:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر کلام اس کے لیے وبال جان ہے سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اللہ تعالی کے ذکر کے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کا ظاہر اس بات کا متقاضی ہے کہ انسانی کلام اور بات چیت میں کوئی قسم مباح نہیں ہے لیکن حضرات علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا مقصد شرعی طور پر غیر درست کلام اور گفتگو سے روکنے کے لیے تاکید اور مبالغہ پر محمول ہے اور ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ ابن آدم کا ہر کلام باعث حسرت وافسوس ہے اس کے لیے اس میں کوئی منفعت نہیں اس کلام کے جس کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ذکر اللہ سے ہو یا ان کی مانند دوسری باتوں سے ہو، اس تاویل سے نہ یہ کہ تمام احادیث میں مطابقت پیدا ہو جائے گی بلکہ وہ اشکال واضطراب بھی باقی نہ رہے گا جو مباح کلام کے سلسلہ میں پیدا ہو سکتا ہے۔

(۴۰۹۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِي يَعْلَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عُمَرَ إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى أُمَرَائِنَا فَنَقُولُ الْقَوْلَ فَإِذَا خَرَجْنَا قُلْنَا غَيْرَهُ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّفَاقَ.

ترجمۂ حدیث: سامنے کچھ اور پیچھے کچھ بولنا نفاق ہے:

حضرت ابو الشعثاء فرماتے ہیں کہ کسی نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے عرض کیا ہم اپنے حکام کے پاس جا کر کچھ بات چیت کرتے ہیں لیکن جب ہم ان کے پاس سے باہر نکل آتے ہیں تو ان باتوں کے خلاف کہتے ہیں (مثلاً سامنے تعریف کرنا اور پس پشت مذمت کرنا) حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم اس کو نفاق شمار کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

مطلب آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے اور عیاں را چہ بیاں۔

(۴۰۹۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُورَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَيْوَئِيلَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ.

ترجمہ حدیث: لایعنی امور کا ترک حسن اسلام ہے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لا یعنی بے مقصد کام کو ترک کردے۔

تشریح حدیث:

یہ ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن کو امام ابوداؤد محدث سجستانیؒ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے، امام موصوف کو پانچ لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں انہوں نے اس پانچ لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث کو منتخب کر کے ایک جگہ لکھی ہے جس کا نام سنن ابی داؤد ہے امام ابوداؤد نے ان چار ہزار آٹھ سو احادیث میں سے صرف چار احادیث کو انسان کے لیے دین پر چلنے کے لیے کافی قرار دیا ہے یعنی ان چار احادیث کے تقاضوں کو زندگی کا نصب العین بنالے، اور انہیں کے مطابق چلتا رہے تو پوری شریعت ا س کی زندگی میں داخل ہو جائے گی۔

پہلی حدیث:

علقمة بن وقاص الليثي يقول سمعت عمر بن الخطاب ؓ على المنبر يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول انما الاعمال بالنيات وانما لامرئ مانوى (۱)

حضرت علقمہ بن وقاص لیثیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروقؓ سے منبر پر تقریر کرتے ہوئے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔

دوسری حدیث:

عن ابی هريرة ؓ قال قال رسول الله ﷺ من حسن الاسلام المرء تركه مالا يعنيه (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی بہترین خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو بالکل ترک کردے۔

تیسری حدیث

عن النعمان بن بشير يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الحلال بين وان الحرام بين وبينهما مشتبهات لا

(۱) بخاری شریف: ۱/۲ (۲) ابن ماجہ: ۲/۲۸۶ مسند احمد: ۱/۲۰۱

يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام (۱)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ بے شک حلال چیزیں بھی واضح ہیں اور یقیناً حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ ناواقف ہیں لہذا جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچے گا وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرے گا اور جو شبہات میں پڑتا ہے وہ بالآخر حرام میں مبتلا ہوتا ہے۔

چوتھی حدیث

عن انس بن مالك عن النبي ﷺ قال لا يومن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه (۲)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو خود اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے

اگر کوئی شخص ان احادیث اربعہ کے تقاضوں پر مکمل عمل کرے تو اس کی زندگی مکمل طور پر شریعت کے مطابق گزرے گی اور پورا دین اس کے اندر آجائے گا، الغرض لایعنی اموکا ترک کرنا اسلام کی اور صاحب اسلام کی مسلمان کی خوبی ہے جس کے اندر جس قدر اسلام ہوگا وہ اسی وجہ لایعنی امور سے اجتناب کرے گا، لافائدہ اور لاحاصل چیزوں کی طرف توجہ نہ کرے گا۔

(۱۴۵۳) بَابُ الْعُزْلَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت حذیفہؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ فتنہ کے وقت آدمی کو گوشہ نشیں اور بالکل کنارہ کشی اختیار کرلینا چاہیے تاکہ وہ فتنے کے اثرات سے محفوظ رہے۔

(۴۱۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ بَعْجَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَدْرٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ مَعَايِشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ وَيَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ إِلَيْهَا يَبْتَغِي الْمَوْتَ أَوِ الْقَتْلَ مَظَانَّهُ وَرَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ فِي رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هَذِهِ الشِّعَافِ أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هَذِهِ الْأَوْدِيَةِ يُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ.

ترجمۂ حدیث: مثالی قابل تقلید زندگی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہترین زندگی اس آدمی کی ہے جو راہ خدا میں اپنے

(۱) بخاری شریف: ۱۳/۱
(۲) بخاری شریف: ۶/۱

گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو اور اس کی پشت پر اڑتا پھرے، جب بھی گھبراہٹ یا خوف کی آواز سنے تو گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً شہادت کی تلاش میں یا کفار کو قتل کرنے کی خواہش میں وہاں پہنچ جائے اور ایسے موقع کی تاک میں رہے، دوسرا آدمی جو اپنی چند بکریاں لیے کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی وادی میں ہو، وہاں نماز قائم کرے، زکوۃ ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے، یہاں تک کہ موت آجائے، اور لوگوں کے متعلق بھلائی اور خیر ہی سوچتا رہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) سب سے عمدہ اور افضل ترین زندگی ان لوگوں کی ہے جو لیلائے شہادت کی تلاش میں اور کفار و مشرکین اور اعداء اسلام کی گردن کو اڑانے کی خواہش میں اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر لگام تھامے رکھتے ہیں جہاں کہیں سے دشمنوں کے حملہ آور ہونے کی خبر آتی ہے یا مظلوم مسلمانوں کی آہ و بکا اور درد بھری سسکیاں سنائی دیتی ہیں فوراً شاہین کے مثل اڑ کر میدان جہاد میں کود پڑتے ہیں اور اپنی تلواروں کی چمک سے دشمن کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتے ہیں یا تو دشمن کو فرار پر مجبور کر دیتے ہیں یا لیلائے شہادت کو اپنے آغوش میں حیات جاویداں کا جام پی کر حیات دوام حاصل کر لیتے ہیں۔

(۲) دوسرا وہ شخص افضل ہے جو فتنوں کے زمانے میں لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اور گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں، اپنی چند بکریاں لے کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاتے ہیں یا کسی غار و وادی میں پناہ لے لیتے ہیں جہاں وہ نماز و روزہ اور دیگر تمام عبادات خداوندی میں مشغول رہتے ہیں پھر اسی حالت میں وہاں ان کے پاس داعی اجل آجاتا ہے اور آخرت کے لیے رخت سفر باندھ لیتے ہیں اور ان کے دل میں لوگوں کی بھلائی اور خیر کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے اندر کا دل حسد کینہ اور بغض و نفرت سے بالکل آئینہ کے مثل صاف شفاف ہوتا ہے۔ اس حدیث کو باب کے تحت لانے کا مقصد یہ ہے کہ فتنہ میں گوشہ نشینی اور عزلت و خلوت اختیار کر لینا ہی سلامتی کا ضامن ہے۔

(۴۱۰۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ رَجُلٌ مُجَاهِدٌ فِي سَبِيلِ اللهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ امْرُؤٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ.

ترجمۂ حدیث: سب سے افضل آدمی کون؟

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ (یا رسول

اللہ) کون سا آدمی افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص افضل ہے جو اپنی جان و مال کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرے یعنی دشمنوں سے لڑائی کرے) اس نے پوچھا اس کے بعد کون افضل ہے؟ فرمایا وہ شخص جو کسی گھاٹی میں رہے اور وہیں اللہ رب العزت کی عبادت بجالائے، اور لوگوں کو اپنے شر سے مامون و محفوظ رکھے۔

تشریح حدیث: فتنہ کے وقت اختلاط الناس افضل ہے یا گوشہ نشینی:

اس مسئلہ میں حضرات علماء کرام کے درمیان شدید اختلاف ہے پس حضرت امام شافعیؒ اور اکثر اہل علم کی رائے گرامی یہ ہے کہ اگر فتنہ سے سلامتی کی امید ہو تو اختلاط افضل ہے، لیکن حضرات علماء کرام کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ گوشہ نشینی اور کنارہ کشی اختیار کرنا افضل ہے، اور دلیل میں یہی حدیث پیش کرتے ہیں لیکن جمہور اہل علم کی جانب سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حدیث باب میں جو عزلت اور خلوت کو افضل بتایا گیا ہے، وہ زمانہ جنگ و فتن پر محمول ہے یا پھر ان لوگوں پر محمول ہے جو اپنے آپ کو فتنہ سے محفوظ نہ رکھ سکے اور اس پر صبر نہ کرسکے، چناں چہ حضرات انبیاء کرام صحابہ کرام اور اولیاء عظام سب اختلاط الناس رکھتے تھے کیوں کہ اس میں بہت سارے منافع ہیں خلوت میں بہت سارے اعمال صالحہ سے آدمی محروم ہو جاتا ہے مثلاً جمعہ شہود جنائز، عیادت مریض، اور حلقہ ذکر وغیرہ سے محروم رہ جاتا ہے اس لیے اختلاط ہی افضل ہے، بشرط السلامة.

(۴۱۰۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا يَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ قَالَ فَالْزَمْ جَمَاعَةَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامَهُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ كَذَلِكَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کے دروازوں پر بلانے والے ہوں گے جو ان کی بات مانے گا اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں ان کی پہچان بتا دیجئے فرمایا کہ وہ شکل و صورت اور رنگ روپ میں ہماری طرح ہوں گے ہماری زبانوں میں گفتگو کریں گے، میں نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) اگر وہ زمانہ یا حالات مجھے پالیں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑ لینا، اور اگر ان کی کوئی جماعت اور کوئی امام نہ ہو، (یعنی کوئی جمعیت اور صالح حکمراں نہ

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

NEW MADARSA

ہو) تو اس وقت ان تمام فرقوں سے الگ تھلگ رہنا، اگر چہ تم کسی درخت کی جڑ چباؤ، (شدت بھوک کی وجہ سے) حتی کہ تمہیں اسی حالت میں موت آ جائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: یکون دعاۃ علی ابواب جھنم: حدیث پاک کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ایک دور ایسا آنے والا ہے کہ مفاد پرست خود غرض اور گمراہ افراد کا ایک گروہ ہوگا جو لوگوں کو طرح طرح کے فریب، اور مختلف لالچ اور بہلاؤں کے ذریعہ گمراہی کی طرف بلائیں گے اور ان کو راہ راست اور ہدایت سے دور رکھیں گے، پس رسول اکرم ﷺ نے گمراہی کی دعوت دینے والوں کی دعوت کو اور جن کو دعوت دی جائے گی ان کی طرف سے اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے جانے کو ایک ایسا سبب قرار دیا ہے جس کے ذریعہ اور دعوت دینے والے اور دعوت قبول کرنے والے کو جہنم میں دھکیل دیں گے اس طرح وہ لوگ اس مکر و فریب کا شکار ہو کر جہنم میں چلے جائیں گے، نیز گویا آپ نے مکر و فریب کی تمام صورتوں اور تمام اقسام کو جہنم کے دروازوں کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حدیث شریف میں جن افراد کی جانب اشارہ کیا گیا ہے ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ملک وقوم پر اپنا تسلط قائم کرنے اور اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے اپنے گروہ بنائیں گے اور عام لوگوں کو طرح طرح کا فریب دے کر سر سبز و شاداب باغ دکھا کر، حکومت و اقتدار کا جھانسہ دے کر اپنے گروہ میں جمع کریں گے، تا کہ ان کو اجتماعی طاقت کے ذریعہ ملی سیادت اور ملک وحکومت پر قبضہ کر سکیں گے، جیسا کہ آج کل امریکہ اور برطانیہ کر رہا ہے اور ماضی میں خوارج و روافض اس ناپاک مقصد کے لیے پیدا ہوئے، حالاں کہ امارت و خلافت، اور سیادت وحکومت کی کوئی بھی شرط و خصوصیت ان میں موجود نہیں ہوگی۔

دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلانا مآل کار کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے یعنی گمراہی کی طرف ان لوگوں کے بلانے کا مآل دخول نار ہوگا اس لیے اس گمراہی کی طرف ان کے بلانے کو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر بلانے سے تعبیر کیا گیا ہے پس آپ کا ارشاد گرامی اسلوب کے اعتبار سے قرآن کریم کی اس آیت کی طرح ہے **ان الذین یأکلون اموال الیتامی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا۔**

قولہ: قلت یا رسول اللہ! صفھم لنا: حضرت حذیفہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! ان کے بارے میں وضاحت فرما دیجئے کہ وہ کون لوگ ہوں گے۔ آیا وہ مسلمان ہی میں سے ہوں گے یا غیر مسلم ہوں گے؟

قولہ: ھم قوم من جلدتنا الخ: آپ نے فرمایا وہ ہماری یا ہمارے ابناء جنس اور ہماری ملت کے لوگوں میں سے ہوں گے ان کا رنگ و روپ ہماری طرح ہوگا ہماری زبان میں گفتگو کریں گے یعنی عرب زبان رکھنے والے ہوں گے، یا

مراد یہ ہے کہ ان کی گفتگو قرآن وحدیث سے مزین اور پندونصائح سے آراستہ ہوگی اور بظاہر ان کی زبان پر دین ومذہب کی باتیں ہوں گی مگر ان کے دل نیکی اور بھلائی سے کھالی ہوں گے۔

قوله: فما تامرنی ان ادر کنی ذالك:؟ یارسول اللہ اگر میرے اوپر زمانہ آجائے تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ اس وقت میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس وقت تم قرآن وحدیث پر عمل کرنے والی جماعت اور مسلمانوں کے حکمران کو لازم پکڑ لینا، اور ان کی اطاعت وفرمابرداری کرنا، اہل سنت والجماعت کے راستہ پر رہنا، حضرت حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مسلمانوں کی کوئی جمعیت اور جماعت نہ ہو اور نہ کوئی قرآن وسنت پر عامل مسلم حکمراں ہو، بلکہ مسلمان اختلاف وافتراق وانتشار کا شکار ہو، مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں منقسم ہو تو پھر میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا، اس وقت تمام فرقوں اور جماعتوں سے بالکل الگ تھلگ ہوجانا، اور تمام جماعتوں سے صرف نظر کرکے یکسوئی کرلینا، خواہ اس کے واسطے تمہیں سخت سے سخت مصائب وشدائد اور تکالیف برداشت کیوں نہ کرنا پڑے اور اس کے لیے تمہیں درخت کے پتے کھانے کی نوبت کیوں نہ آئے پھر بھی الگ رہنا، یہاں اسی علیحدگی اور یکسوئی میں موت تمہیں اپنی آغوش میں لے لے۔

(۴۱۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب مسلمانوں کا سب سے بہترین مال کچھ بکریاں ہوں گی جنہیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارانی مقامات میں لے کر رہے گا فتنوں سے اپنے دین کو بچانے کے لیے بھاگتا پھرے گا۔

تشریح حدیث:

قوله: شعف الجبال: بفتح الشین والعین ای رؤس الجبال، قمة الجبال، اعالیها، واحد شعفة، بمعنی پہاڑ کی آخری بلندی پہاڑ کی چوٹی۔

قوله: مواقع القطر ای مواضع المطر واثاره من النبات واوراق الشجر یرید بهما المرعی من الصحراء والجبال فهو تعمیم بعد تخصیص۔

قوله: یفر بدینة من الفتن: ای بسبب حفظه وصیانته، والحدیث دال علی فضیلة العزلة لمن خاف علی دینه، کذافی فتح الباری [1] قال ابو الزناد: خص الغنم بین سائر الاشیاء حضاً علی التواضع وتنبیهاعلی ایثار

(۱) عون المعبود: ۱۱/۳۴۹

الخمول وترك الاستعلاء والظهور، وقد رعاها الانبياء والصالحون وقال النبی ﷺ ما بعث الله نبيا الا رعى الغنم واخبر ان السكينة فی الغنم (۱)

(۴۱۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْخَزَّازُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قُرْطٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ فِتَنٌ عَلَى أَبْوَابِهَا دُعَاةٌ إِلَى النَّارِ فَأَنْ تَمُوتَ وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلَى جِذْلِ شَجَرَةٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتْبَعَ أَحَدًا مِنْهُمْ۔

ترجمہ حدیث:

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ ایسے فتنے پیدا ہوں گے ان کے دروازوں پر (ایسے لوگ ہوں گے جو) جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے پس یہ کہ تمہاری موت اس حال میں آجائے کہ تم درخت کے پتے چبا رہے ہو یہ بہتر ہے تمہارے لیے کہ ان فتنوں میں سے کسی ایک کی پیروی کرو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ماقبل میں گزر چکا ہے۔

(۴۱۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ حدیث: ایک سوراخ سے مومن دو بار نہیں ڈسا جاتا:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔

تشریح حدیث:

قوله: لا یلدغ: بصیغہ مجہول ہے اللدغ، گریزن ڈنک مارنا، ڈنسنا۔

قوله: من جحر: بضم جیم: وسکون حاء ای ثقب وخرق یعنی سوراخ، بل۔

قوله: مرتین: ای مرة بعد مرتین اخری: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عقل منداور دانشمند مومن ایک شئ سے دوبار دھوکہ نہیں کھاتا ہے ایک مرتبہ اگر کسی وجہ سے کسی چیز سے دھوکہ کھایا تو مومن فوراً ہوشیار ہوجاتا ہے اور دوبارہ اس چیز سے دھوکہ نہیں کھاتا ہے، دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مومن عقل مند ہوتا ہے حضرت عمر فاروق سے معلوم کیا گیا

(۱) شرح ابن بطال: ۱/ ۴۹

مومن کس کو کہتے ہیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے نہایت جامع اور بہت عمدہ جواب دیا آپ نے فرمایا المومن لا یلدغ ولا یُلدَغ مومن وہ ہے جو نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے (یہ اس کے ایمان کامل کی علامت ہے) اور نہ کسی دوسرے سے دھوکہ کھاتا ہے (یہ اس کی عقل کامل کی علامت ہے)۔

(۴۱۰۶) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ مومن ایک چیز سے دو مرتبہ دھوکہ نہیں کھاتا ہے اس لیے کہ مومن چالاک و چابک ہوتا ہے عقل و دانائی اور ایمانی فراست کامل ہوتی ہے گویا یہ بتایا گیا کہ مومن کامل عقل و فہم والا ہوتا ہے۔

(۱۴۵۴) بَابُ الْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت صرف دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت معقل بن یسارؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ فتنہ سے رکنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مشتبہ اور تردد والی چیزوں سے رک جائے، جن چیزوں کا حکم واضح ہو صرف ان ہی چیزوں کو استعمال کرے۔

(۴۱۰۷) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَأَهْوَى بِإِصْبَعَيْهِ إِلَى أُذُنَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

ترجمۂ حدیث: مشتبہ امور سے بچنے کی تاکید نبوی:

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے منبر پر اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے رسول

اکرم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ حلال واضح ہے اور بالیقین حرام بھی واضح ہے، البتہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مشتبہ ہے ان کا حکم بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں پس جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ (لامحالہ) حرام کا ارتکاب کر بیٹھے گا، جس طرح کہ چرواہا جو ممنوعہ چراگاہ کے اردگرد جانور چراتا ہے اسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا کہ اس ممنوعہ چراگاہ میں جانور داخل نہ ہو جائے، اور چرنے لگیں سنو! ہر بادشاہ کے لیے ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے سنو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ اس کے محارم ہیں سنو! بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک اور درست حالت میں رہتا ہے تو سارا جسم بھی ٹھیک اور درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے سنو! وہ دل ہے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث بھی ان چار احادیث میں سے ایک ہے جن کو امام ابوداؤد سجستانی نے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے دین کا مدار اور اصل قرار دیا ہے جس پر عمل کر کے آدمی دنیا و آخرت کی سعادت و نعمت سے اپنے دامن کو بھر لیتا ہے اور شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارتا ہے، ان چار احادیث کی تفصیل ماقبل میں باب **کف اللسان فی الفتنة** کی آخری حدیث **من حسن الاسلام ترکه مالا یعنیه** کے تحت گزر چکی ہے۔

تین طرح کی اشیاء پائیں جاتی ہیں:

(۱) **الحلال بین:** کچھ چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں جن کا حلال ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے سب کو معلوم ہے وہ چیزیں حلال ہیں لہٰذا ان کو خوب شوق سے بے تکلف اختیار کرو، جیسے نیک کلام، اچھی باتیں شادی بیاہ وغیرہ۔

(۲) **الحرام بین:** بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی حرمت بالکل صاف ظاہر اور روشن سورج کی طرح واضح ہے جیسے زنا، چوری، غیبت سود، اجنبیہ کی جانب بہ نظر بد دیکھنا خنزیر وغیرہ۔ تو جن چیزوں کا حرام ہونا بالکل واضح ہے ان کے قریب بھی مت جاؤ، بلکہ ان سے بچنے کا اہتمام کرو۔

(۳) **وبینهما مشتبهات:** ان دونوں کے مابین کچھ چیزیں مشتبہ ہیں ان کا حکم عام لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ حلال ہیں کہ وہ حرام ہیں، البتہ وہ علماء کرام جو مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوتے ہیں یا جن کا علم بہت زیادہ وسیع وعمیق ہوتا ہے وہ ایسی چیزوں کے بارے میں دونوں طرف کی دلیلوں کو سامنے رکھ کر ان میں سے کسی ایک دلیل کو راجح قرار دے کر اپنی قوت اجتہاد اور بصیرت فکر ونظر کے ذریعہ راجح قرار دے کر کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں اور ان کا حکم معلوم کر لیتے ہیں۔

امور مشتبہات کے بارے میں علماء کرام کے اقوال:

امور مشتبہات کے بارے میں حضرات علماء کرام کے تین اقوال ہیں۔

(۱) ایسی چیز کو نہ حلال سمجھا جائے اور نہ حرام اور نہ مباح، ایسی چیزوں سے احتراز و اجتناب لازم ہے یہی قول راجح ہے۔

(۲) ایسی چیزوں کو بالکل اور دیگر حرام چیزوں کی طرح حرام سمجھا جائے۔

(۳) امور مشتبہ کو مباح سمجھا جائے۔

امور مشتبہ کی ایک مثال

حضرات علماء کرام کے تینوں اقوال کو سامنے رکھ کر امور مشتبہ کو ایک مثال سے یوں سمجھیئے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، ایک دوسری عورت نے آکر بتایا میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے، اس صورت میں وہ منکوحہ عورت اس شخص کے لیے مشتبہ ہوگئی، کیوں کہ ایک طرف عورت کا بیان ہے کہ میں نے چوں کہ ان دونوں کو دودھ پلایا اس لیے یہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی بہن ہوئے اور رضاعی بھائی بہن کے درمیان نکاح درست نہیں ہوتا، لہٰذا اس دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ نکاح مطلقاً ناجائز ہو لیکن دوسری طرف جواز نکاح کی دلیل یہ ہے کہ یہ صرف ایک عورت کی شہادت ہے جس پر کوئی شرعی حجت قائم بھی نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ عورت محض بدنیتی کی وجہ سے یہ بات کہہ رہی ہو اور ان دونوں کے درمیان جدائی چاہتی ہو، لہٰذا اس صورت میں کہا جائے گا کہ نکاح جائز اور درست ہے، اب دلائل کے اس تعارض کی وجہ سے یہ ایک مشتبہ مسئلہ بن گیا ہے اس لیے اس شخص کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ اس عورت کو اپنے نکاح میں نہ رکھے، کیوں کہ مشتبہ چیز سے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔

مفاد حدیث:

اس حدیث پاک میں مومن کا ایک خاص مزاج بنایا گیا ہے کہ مومن کا مزاج یہ ہونا چاہئے کہ وہ محتاط زندگی گزارے، اور مشتبہ چیز کے استعمال میں احتیاط برتیں، ایسی چیز کے بارے میں بعض لوگوں کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ ابھی کرلو، جب حرام کا فتوی آئے گا تو چھوڑ دیں گے، یہ مزاج اور ذہن غلط ہے اس حدیث پاک میں یہ اصولی ہدایت دی گئی ہے کہ ایسی مشتبہ چیزوں کے بارے میں مومن کا ذہن اور مزاج یہ ہونا چاہئے کہ ابھی بچو، جب جواز کا فتوی آئے گا تب ان کو اختیار کریں گے، اس صورت میں آدمی کا ذہن اور اس کی عزت محفوظ رہے گی، اگر حکم شرعی معلوم ہونے سے پہلے بے احتیاطی سے اس امر کا ارتکاب کرلیا، پھر عدم جواز کا فتوی آیا، تو اب کیا ہو جب چڑیا چگ گئی کھیت، وہ تو ناجائز امر کا ارتکاب کر چکا، چناں چہ اس حدیث میں فمن اتقی الشبہات، استبرأ لدینہ وعرضہ کا یہی مطلب ہے کہ جس نے مشتبہ امور کو چھوڑ دیا تا کہ اس کا دین اور آبرو محفوظ رہے تو وہ یقیناً بچ گیا، کیوں کہ ہر جائز کام کا کرنا ضروری نہیں، البتہ ہر ناجائز کام سے بچنا ضروری ہے

مشتبہ کا استعمال حرام میں پڑنے کا پیش خیمہ ہے:

قولہ: ومن وقع فی الشبہات، وقع فی الحرام: جس شخص نے امور مشتبہ میں سے کسی امر کا ارتکاب کیا ہو تو

قریب ہے کہ وہ حرام کا ارتکاب کر بیٹھے، یعنی تحقیق سے پہلے وہ کام کر لیا اس کے مزاج میں احتیاط نہیں ہے تو حرام کا ارتکاب میں اس کو کیا خوف ہوگا؟ شتر بے مہار ہے جہاں چاہے منہ مار لے، اس کو روکنے والا کون ہے۔

مسئلے کی تمثیل: کالراعی یرعی حول الحمی:

رسول اکرم ﷺ نے اس مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے کہ جو شخص سرکاری چراگاہ (جہاں سرکاری جانوروں کے علاوہ دیگر جانوروں کے چرانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے) کے پاس جانور چراتا ہے تو قریب ہے کہ جانور سرکاری چراگاہ میں ٹوٹ پڑے چرواہا ذرا غافل ہوا جانور فوراً اس میں داخل ہو جائے گا پھر سرکاری آدمی اسے مار مار کر گھومر بنا دے گا، اور جو چرواہا محتاط رہتا ہے سرکاری چراگاہ کے پاس اپنا جانور نہیں لے جاتا ہے بالکل دور ہی دور رکھتا ہے تو وہ اگر غافل ہی ہو گیا اور جانور آگے بھی بڑھ گیا تو وہ چراگاہ تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا سنو! جس طرح حکومتیں سرکاری جانوروں کے لیے چراگاہ مخصوص کرتی ہیں جن میں عوام الناس کو جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالی نے جو کام حرام کیے ہیں وہ ان کا مخصوص ایریا ہے اہل ایمان کو اس کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں نادانستہ بھی اس کے علاقہ میں قدم رکھنا روا نہیں، پس احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ حرام امور سے اتنا دور رہے کہ کسی حرام کے ارتکاب کا امکان ہی باقی نہ رہے، اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب تحقیق کے بعد اقدام کرے، جب کسی چیز کا حلال ہونا معلوم نہ ہو جائے اس سے کنارہ کش رہے یہی ذہن اور یہی مذاق بنانا حدیث باب کا مقصود ہے۔

رئیس الجسم قلب کی اہمیت:

قوله: الا وان في الجسد مضغة: حدیث شریف کے اس جملے کے ذریعہ انسانی جسم میں گوشت کے اس ٹکڑے کی اہمیت بیان کی گئی ہے جسے دل کہا جاتا ہے، چنانچہ فرمایا جب وہ ٹکڑا بگڑ جاتا ہے یعنی انکار، کفر اور شکوک و شبہات کی وجہ سے اس پر ظلمت طاری ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ سے جسم کا پورا نظام بگڑ جاتا ہے لہٰذا ہر عاقل و بالغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کی طرف متوجہ رہے اور اس کو خواہشات نفسانی میں منہمک ہونے سے روکے، تاکہ وہ آگے بڑھ کر مشتبہ چیزوں کی حد میں داخل نہ ہو جائے، کیوں کہ جب دل خواہشات نفسانی کی طرف چل پڑتا ہے تو خدا کی پناہ وہ حدود کو پھلانگتا ہوا ظلمت و تاریکی کی آخری حدودوں تک پہنچ جاتا ہے اس لیے سب سے پہلے دل کی اصلاح ضروری ہے اسی لیے صوفیاء کرام دلوں کی صفائی ستھرائی اور اس کو صیقل کرنے کے لیے اپنے مریدین سے محنت کراتے ہیں اور مختلف ضربیں لگواتے ہیں تاکہ دل سے میل کچیل دور ہو، اور ایمان کا نور اس میں جگہ پکڑے جب دل صاف و شفاف ہو جاتا ہے تو اس میں نور، روشنی، معرفت اپنی

جگہ بنا لیتی ہے پھر تمام اعضاء سے خیر ہی خیر صادر ہوتے ہیں کیوں جسم سے اعضاء اپنے بادشاہ دل کے تابع ہیں، وہ جیسا حکم کرتا ہے اعضاویسے ہی عمل کرتے ہیں۔

(۴۱۰۸) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ.

ترجمہ حدیث:

حضرت معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خون ریزی قتل وغارت گری میں عبادت کرتے رہنا میری طرف ہجرت کرنے کے مانند (ثواب) ہے۔

تشریح حدیث:

فتنہ فساد قتل وقتال اور ضرب وحرب کے وقت سکون واطمینان کے ساتھ نماز ادا کرنا اور اللہ رب العزت کی عبادت بجالانا بہت ہی مشکل کام ہے اس لیے اس ہنگامہ خیز زمانہ میں عبادت کرنے کے ثواب کو ہجرت کے برابر ثواب قرار دیا ہے کہ اس زمانہ میں عبادت کرنے کا ثواب ایسا ہی ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا کیوں کہ ہجرت بھی ایک مشکل امر ہے، اور اس زمانہ میں عبادت بھی ایک مشکل امر ہے اس لیے ثواب میں مماثلت قرار دیا ہے، واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۵۵) بَابُ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت تین حدیثیں نقل کی ہیں جو سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ، خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اسلام جس ابتداء میں بالکل کمزور تھا اور اس کے ماننے والوں کو مارا پیٹا اور ستایا جاتا تھا اور اسلام اور اس کی تعلیمات وارشادات لوگوں کی نظر میں ایک اچنبھا معلوم ہوتا تھا اسی طرح آخری زمانہ میں بھی لوگ اسلام کے ماننے والے کمزور قسم کے ہوں گے اور اسلامی تعلیمات کو اچنبھی نظر سے دیکھیں گے۔

(۴۱۰۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَيَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ.

ترجمہ حدیث: اسلام کا آغاز غربت میں ہوا:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابتداء میں اسلام اجنبی (مسافر کی مانند غیر معروف) تھا، اور عنقریب پھر غیر معروف ہو جائے گا پس مژدہ جاں فزا ہے غربا (بیگانہ بن کر رہنے والوں) کے لیے۔

تشریح حدیث: اسلام کا آغاز غربت میں ہونے کا مطلب:

یہاں غریب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی دوری اور اجنبی کے ہیں، اردو زبان میں غریب کا جو مفہوم ہے وہ یہاں مراد نہیں، بلکہ یہاں اجنبی اور دوری کا مفہوم مراد ہے، اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی مسافر اپنے اہل و عیال اپنے عزیزوں اور مددگاروں اور اپنے وطن سے دور رہ کر تنہائی کی اجنبیت اور بے کسی محسوس کرتا ہے، اسی طرح اسلام کا آغاز بھی ایک ایسے ماحول میں ہوا جہاں اس کی پشت پر کوئی مادّی سہارا نہیں تھا اور ہر طرف اجنبیت تنہائی اور وحشت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا، پھر جو لوگ اسلام کے دائرہ میں آئے وہ اتنے کم اور مالی اعتبار سے اتنے کمزور تھے کہ آخر کار انہیں اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا، اور ہجرت کر کے وطن سے دور آ گئے، لیکن انہوں نے دہشت گردی، مظالم اور مصائب سے بھرپور اس ماحول میں اپنے پائے استقامت میں لغزش نہیں آنے دی بلکہ اپنے دین اور ایمان پر مضبوطی سے قائم ودائم رہے۔ پھر آخری زمانہ میں بھی ایسا ہوگا ہر جانب کفار و مشرکین ملحدین اور محض نام نہاد مسلمانوں کی کثرت ہو جائے گی اور صادق الایمان مخلص دیندار اور خدا ترس مسلمان کم رہ جائیں گے پھر ان کو بھی آغاز اسلام کی طرح اجنبیت و بے سامانگی، مذہب دشمنوں کا ظلم وتشدد اور دین فراموش لوگوں کی ایذا رسانیوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، مگر وہ اپنے خراب معاشرے اور برے ماحول میں ہزار سختیاں اور پریشانیاں جھیلنے کے باوجود اپنے دین اور ایمان کو محفوظ رکھیں گے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر مضبوطی سے قائم رہیں گے اور اسلام کا جھنڈا گرنے نہ دینے کے لیے مسلسل جدوجہد اور کوشش کرتے رہیں گے تو ایسے مسلمانوں کو مژدہ اور خوشخبری ہو کہ وہ جنت کے مستحق ٹھہریں گے، اور ابدی نجات اور سرفرازی۔ سے نوازے جائیں گے۔

(۴۱۱۰) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَنْبَأَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ.

ترجمہ حدیث

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام (نہایت) غربت میں ظاہر ہوا ہے اور عنقریب غربت کی جانب لوٹ جائے گا، پس خوش خبری اور مژدہ جاں فزا غرباء کے لیے ہے۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذالك

(۴۱۱۱) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ

غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ قَالَ قِيلَ وَمَنِ الْغُرَبَاءُ قَالَ النُّزَّاعُ مِنَ الْقَبَائِلِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اسلام کا آغاز غربت سے ہوا اور عنقریب غربت کی جانب لوٹ جائے گا، پس پیغام مسرت وخوشی ہے غرباء کے لیے اور وہ کہتے ہیں کہ معلوم کیا گیا غرباء سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا جو قبیلہ سے نکال دیے جائیں۔

تشریح حدیث:

علامہ ابن الاثیر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے النہایہ میں لکھا ہے ای انه کان فی اول امر کالغریب الوحید الذی لااهل له عنده لقلة المسلمين يومئذ، وسيعود غريباً كما كان، اى يقل المسلمون فى آخر الزمان، فيصيرون كالغرباء فطوبى للغرباء، اى الجنة لأولئك المسلمين الذى كالفافى اول الاسلام، ويكونون فى آخره وانما خصهم بهما لصبرهم عليها على اذى الكفار اولاً وآخراً، ولزومهم دين الاسلام:(۱)

(۱۴۵۶) بَابُ مَنْ تُرْجَى لَهُ السَّلَامَةُ مِنَ الْفِتَنِ

حضرت امام ابن ماجہؒ اس باب کے تحت صرف دو حدیثیں نقل کی ہیں جو امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں۔ فتنوں کے زمانے میں کن لوگوں کے متعلق یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس فتنہ وفساد سے کلیۃ محفوظ رہیں گے اس باب میں ان ہی لوگوں کا بیان ہے اور ان کے اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کا ذکر ہے۔

(۴۱۱۲) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا إِلَى مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ فَقَالَ يُبْكِينِي شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَإِنَّ مَنْ عَادَى لِلَّهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللَّهَ بِالْمُحَارَبَةِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ الَّذِينَ إِذَا غَابُوا لَمْ يُفْتَقَدُوا وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُعْرَفُوا مَصَابِيحُ الْهُدَى يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ.

ترجمۂ حدیث: معاذ بن جبل کا قبر رسول ﷺ کے پاس بیٹھ کر رونا:

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ ایک دن مسجد نبوی میں تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نبی

(۱) النہایہ: ۳/۳۴۸

کریم ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہے ہیں آپ نے دریافت فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا میں نے ایک بات رسول اکرم ﷺ سے سنی اس لیے رو رہا ہوں میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے، اور بے شک جو شخص (متبع کتاب وسنت) کسی ولی اللہ سے دشمنی کرے تو اس نے تحقیق کہ اللہ کو جنگ کے لیے پکارا ہے اللہ تعالیٰ ایسے نیک بندوں سے محبت فرماتے ہیں جو متقی اور پرہیز گار ہوں اور گم نام ومخفی رہتے ہوں، اگر وہ مجلس سے غائب ہو جائیں تو ان کو تلاش نہ کیا جائے اور حاضر ہو تو آؤ بھگت نہ کیا جائے (انہیں بلایا نہ جائے) اور پہنچانے نہ جائیں، (کہ فلاں صاحب ہیں) ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں اور وہ ہر تاریک فتنہ سے صاف بے غبار نکل جائیں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: ان یسیر الریاء شرك: حضرت معاذ بن جبلؓ زبردست عظیم المرتبت صحابی رسول ہیں ایک دن انہیں رسول اکرم ﷺ کا یہ قول یاد آیا کہ آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی ریاکاری اور دکھاوا شرک ہے اور شرک ایک ایسا خطرناک اور مہلک مرض ہے جو تمام اعمال صالحہ افعال حسنہ کو یکسر ضائع حبط کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ صرف ان اعمال افعال کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے جو خالصتاً اللہ کے لیے اس کی رضامندی کے لیے انجام دیا گیا ہو۔ اور جس میں ذرہ برابر بھی ریا ونمود آ گیا وہ مردود ہو جاتا ہے، اور ریا کہتے ہیں هو العمل لغیر وجه الله. کان یتصدق او یتعبد او یقاتل لاجل مدح الناس یعنی اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کے بجائے لوگوں سے واہ واہی لینے کے لیے عمل کرے خواہ صدقہ ہو یا عبادت یا جہاد تو وہ شرک ہے جو تمام اعمال صالحہ کو ضائع کرنے کے لیے کافی ہے، ظاہر ہے کہ اس قدر قلیل مقدار میں ریاکاری سب کے اندر ہوتی ہے کوئی اس سے خالی نہیں ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ میری واہ واہی ہو تو اس لیے حضرت معاذ بن جبلؓ رو رہے تھے، کہ کہیں میرا عمل بھی ضائع نہ ہو جائے۔

اولیاء اللہ سے عداوت خدا کو جنگ کے لیے چیلنج

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے سے عداوت ونفرت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں جو کتاب وسنت کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور ان کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے وہ گویا اللہ رب العزت والجلال کو جنگ اور لڑائی کے لیے دعوت مبازرت دے رہا ہے اور ظاہر ہے اللہ تعالیٰ سے جنگ اور لڑائی کرنے کی طاقت کس کے اندر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ولی سے دشمنی گویا کہ اللہ سے دشمنی اور لڑائی مول لینا ہے، اور جو اللہ سے لڑے گا وہ خدائی طاقت وقوت کے سامنے کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ اس کی ہلاکت وتباہی بالکل مقدر ہے گویا یہ حدیث تہدید اور وعید کے طور پر آئی ہے۔

گمنام زندگی گزارنا

اللہ رب العزت والجلال کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو عند اللہ بہت اونچا مقام رکھتے ہیں شرک وبدعت اور ریا

کاری سے ان کے قلوب مجلی ومصفی ہونے کی وجہ سے اللہ تعالی کے یہاں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں ان کی شان بہت بلند ہوتی ہے ان کا درجہ عند اللہ بہت زیادہ عالی مرتبت کا حامل ہوتا ہے لیکن وہ اس کے باوجود اس طرح گم نامی کی زندگی گزارتے ہیں کہ ان کو کوئی صحیح سے پہنچانتا تک بھی نہیں، سماج اور معاشرہ میں ان کا مقام نہیں ہوتا ہے اگر وہ کسی مجلس سے غائب رہیں تو ان کی تلاشی نہیں ہوتی کہ فلاں صاحب کہاں ہیں اور موجود ہو تو کوئی اعزاز واکرام نہیں ان کو کوئی شناخت کے لیے آمادہ نہیں، ان کے قلوب ایمان وہدایت کے روشن چراغ ہوتے ہیں ان کا ذہن وفکر روشنی اور قرآن وہدایت کے قطب مینار ہوتا ہے، وہ ایسے نیک ہوں گے کہ فتنے کے زمانے میں اپنے آپ کو بالکل بے غبار بچالیں گے۔ اس فتنہ کا اثر بھی نہیں پہنچے گا، اور حقیقت میں یہی لوگ کامیاب وکامران ہوں گے، واللہ اعلم۔

(۴۱۱۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ كَإِبِلٍ مِائَةٍ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً.

ترجمۂ حدیث: لوگوں کی حالت زار:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کی حالت ایسی ہے جیسے سو اونٹ، مگر سواری کے قابل ایک بھی نہیں، (سب ناکارہ اور بے کار ہیں)

تشریح حدیث

حدیث شریف کا مطلب بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں حالات اس قدر بگڑ جائیں گے اور لوگوں کے احوال وکوائف اس قدر ناقابل بیان ہوجائیں گے کہ کوئی ایک بھی اس لائق نہیں ہوگا کہ اس کو دوست بنایا جاسکے، اور ان کے تئیں نرم پہلو اختیار کیا جاسکے، کوئی بھی رفاقت وصحبت کے قابل نہیں ہوگا، سب کے حالات فاسد ہوں گے جیسے سو اونٹ ہو مگر سب اس قدر کمزور ہوں کہ کوئی بھی سواری کے لائق نہ ہو قوله: انما الناس كالابل المأة لا تكاد تجد فيها راحلة: المعنى لا تجد فى مأة ابل راحلة تصلح للركوب لان الذى يصلح للركوب ينبغي ان يكون وطيئا سهل الانقياد، وكذا لا تجد فى مأة من الناس من يصلح للصحبة بان يعاون رفيقه ويلين جانبه (۱)

ابن قتیبہ، علامہ ابن بطال اور امام قرطبی کا قول قدرے اشتراک کے ساتھ یہ ہے حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ زاہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرۃ کی تعداد اقل قلیل ہوگی جیسے سو اونٹ میں راحلہ کی تعداد قلیل ہے، یعنی لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن اچھے لوگ بہت کم ہوں گے والمعنى ان الزاهد فى الدنيا الكامل فى الراغب فى الآخرة قليل

(۱) فتح الباري: ۳۳۵/۱۱

كقلة الراحلة فی الابل (۱)

علامہ خطابی لکھتے ہیں۔ والثانی ان اکثر الناس اهل نقص، واما اهل الفضل فعددهم قليل جدا فهم بمنزلة الراحلة فی الابل الحمولة۔

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب اہل نقص لوگ زیادہ ہوں گے اور اہل الفضل والکمال کی تعداد بالکل قلیل ہوگی۔

وقال النووی: ومعنى الحديث ان الناس متساوون ليس لاحدهم منهم فضل فی النسب بل هم اشباه كالابل المأة، لوگ آپس میں سب برابر ہیں حسب ونسب میں کسی کو کوئی فضیلت نہیں شریف کا مشروف پر اور رفیع النسب کو وضیع النسب پر کوئی فوقیت نہیں، بلکہ عند اللہ سب برابر ہیں فضل اور فوقیت صرف تقوی اور عمل میں ہے جیسے سو اونٹوں میں کوئی فوقیت نہیں، بلکہ سب برابر ہیں فوقیت اور درجہ صرف راحلہ اور عدم راحلہ میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۵۷) بَابُ افْتِرَاقِ الْأُمَمِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عوف بن مالکؓ اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ایک دور آئے گا کہ امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر جائے گا آپسی اتحاد و اتفاق پارہ پارہ ہوجائے گا اور امت جماعتوں، فرقوں اور ٹولیوں میں بٹ جائے گی ہر ایک شخص ڈھائی انچ کی مسجد بنانے کی الگ کوشش کرے گا اور مدح و تعریف اور واہ واہی کے لیے الگ الگ جماعت قائم کر کے امت کا متحد شیرازہ کو تاش کے مانند بکھیرنے کی کوشش کرے گا، بہت ساری جماعتیں، تنظیمیں پارٹیاں اور فرقیں وجود میں آجائیں گی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل تو بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئی تھی لیکن میری امت تو تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور ایک کے علاوہ سارے جہنمی ہوں گے صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہوگا اور وہ اہل سنت والجماعت ہے جیسا کہ ما انا عليه واصحابي سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

(۴۱۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً.

ترجمۂ حدیث: تفرق امت کے بارے میں نبوی پیشین گوئی:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود تو اکہتر فرقوں میں بٹے تھے لیکن میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔

(۱) اهداء الديباجة: ۵/ ۳۴۴

تشریح حدیث:

قولہ: وتفرق امتي: حدیث شریف میں امت سے مراد امت اجابت ہے اور سارے لوگ مراد ہیں جو مسلمان شمار ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں لیکن ان کے عقائد وافکار اور خیالات ونظریات کے خلاف ہیں، اور ان کے اعمال وافعال سیئات وتسبیحات اور معاصی ومنکرات سے متعفن ہیں تو ایسے لوگ اپنے بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے پھر جن لوگوں کے اعمال وعقائد درجہ کفر تک نہیں پہنچے ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لیں گے اور جن کے اعمال وعقائد حدود کفر میں داخل ہو گئے ہوں گے وہ دائمی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔

(۴۱۱۵) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً فَإِحْدَى وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ قَالَ الْجَمَاعَةُ.

ترجمۂ حدیث: امت مسلمہ تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود کے اکہتر فرقے ہوں گے ان میں جنتی فرقہ صرف ایک ہے اور ستر فرقے جہنمی ہیں، اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے ان میں سے اکہتر فرقے تو جہنمی ہیں صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے بالیقین میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے ان میں صرف ایک ہی فرقہ جنتی ہے اور بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے پوچھا گیا یارسول اللہ وہ ایک فرقہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت ہے یعنی اہل سنت والجماعت۔

تشریح حدیث:

قولہ: الجماعة: جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اور فقہ اسلامی کا صحیح علم رکھتے ہیں قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی جو قرآن وحدیث کا عطر ہے کی اتباع کرتے ہیں اور حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام کے ہم مشرب وہم عقائد ہیں، اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں جن کو اہل سنت والجماعت سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کو جماعت اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ یہ لوگ کلمہ حق پر جمع اور متفق ہیں۔

بہتر فرق ضالہ کا اجمالی تذکرہ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مبارکہ میں مسلمانوں کے جن بہتر فرقوں کا ذکر آیا ہے وہ کون کون سے ہیں۔

حضرات علماء کرام نے حدیث مذکور میں بہتر گمراہ فرقوں اور ایک فرقہ ناجیہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ مسلمان دراصل آٹھ فرقوں میں منقسم ہیں،

(۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجیہ (۵) نجاریہ (۶) جبریہ (۷) مشبہ (۸) ناجیہ۔ پھر ان بڑے گروہوں میں بعض گروہ کئی کئی فرقوں میں منقسم ہیں معتزلہ کے بیس فرقے، شیعہ کے بائیس فرقے خوارج کے بیس فرقے مرجیہ کے پانچ فرقے اور نجاریہ کے تین فرقے، جبریہ اور مشبہ ایک ایک ہی فرقہ میں ہے اسی طرح کل بہتر فرقے ہوتے ہیں اور ایک ناجی فرقہ اہل سنت والجماعت کو ملا کر کل تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ ان فرقوں کی بنیاد نظریات وعقائد کو جاننے کے لیے دیکھئے (۱)

(۴۱۱۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ افْتَرَقَتْ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہے (یعنی اہل سنت والجماعت)

تشریح حدیث: شرح الحدیث قد مر قبل ذالك۔

(۴۱۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بَاعًا بِبَاعٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ وَشِبْرًا بِشِبْرٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرِ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمْ فِيهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى قَالَ فَمَنْ إِذًا؟.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے سے پہلے والے لوگوں کے نقش قدم پر ضرور چلو گے باع در باع اور ہاتھ در ہاتھ، بالشت در بالشت، حتیٰ کہ اگر وہ کسی بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو ان کی اقتداء میں تم بھی داخل ہو جاؤ گے حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہود ونصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ آپ نے فرمایا پھر اور کس کی؟

(۱) مظاہر حق جدید: ۱/ ۲۳۲

تشریح حدیث:

آج ہمارے دور میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی حرف بحرف صادق آرہا ہے کہ مسلمان ہر معاملہ میں یہود ونصاری کو اپنا آئیڈیل بنالیا ہے جو بھی فیشن امریکہ اور برطانیہ اور اسرائیل سے آتا ہے مسلمان سب سے پہلے اپناتا ہے اور سب سے پہلے اس کے حکم پر عمل کرتا ہے اگر یہودی اور نصرانی کا کوئی گندا بدبودار اور غلاظت سے بھری پینٹ بھی مارکیٹ میں آتی ہے تو خریدنے کے لیے قطار میں سب سے پہلے مسلمان نظر آتا ہے تف اور افسوس ہے ایسی زندگی پر کہ ہم نے مدینہ کی تہذیب وتمدن پر امریکی واسرائیلی تہذیب وتمدن کو فوقیت دی ہے لا حول ولا قوة الا باللہ الامان والحفیظ اللہ تعالی ہی محض اپنے فضل وکرم سے مسلمانوں کو اس سے نجات عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۱۴۵۸) بَابُ فِتْنَةِ الْمَالِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب میں تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت عمرو بن عوفؓ سے منقول ہیں، اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مال جس کو اللہ تعالی عطا فرماتا ہے اگر اس کا استعمال صحیح جگہ نہیں ہوتا ہے جائز جگہوں میں خرچ نہ کر کے ناجائز امور میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعث فتنہ اور وبال جان ہے قرآن نے جہاں اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے وہیں ساتھ ہی ساتھ مال کو فتنہ قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی: انما اموالكم واولادكم فتنة.

(۴۱۱۸) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ لَا وَاللهِ مَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَّا مَا يُخْرِجُ اللهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ وَهَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ أَوَ خَيْرٌ هُوَ إِنَّ كُلَّ مَا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ الشَّمْسَ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ اجْتَرَّتْ فَعَادَتْ فَأَكَلَتْ فَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِحَقِّهِ يُبَارَكْ لَهُ وَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِغَيْرِ حَقِّهِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اکرم ﷺ کھڑے ہوئے، اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم تمہارے متعلق کسی بھی چیز سے اتنا خطرہ نہیں جتنا خطرہ دنیا کی رعنائیوں سے ہے، جو اللہ تعالی تمہارے لیے نکالیں گے (ملکی فتوحات واقتدار کی صورت میں) یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بھلا

ئی اپنے ساتھ برائی بھی لائے گی اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ دیر سکوت فرمایا (اور وحی الٰہی کے منتظر رہے) پھر فرمایا کہ تم نے کیا کہا کہ خیر باعث شر کیسے بنتی ہے؟ میں نے کہا کہ کیا خیر اپنے ساتھ برائی کو لائے گی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا خیر تو اپنے ساتھ خیر ہی لائے گی (لیکن اس کا غلط استعمال برا کر دیتا ہے) دیکھ برسات جو کچھ بھی اگاتی ہے وہ خیر ہی خیر ہے (لیکن جو جانور حد سے تجاوز کر کے اس کا غلط استعمال کر لیتا ہے) اسے مار ڈالتی ہے پیٹ پھلا کر، یا تخمہ کو بوجہ بدہضمی کے یا قریب المرگ کر دیتی ہے مگر جو جانور سرسبز وشاداب چیز کو استعمال کرتا ہے (اور ایک عام سی چارہ کو کھاتا ہے اور جب اس کی کوکھیں بھر جاتی ہیں تو سورج کی جانب منہ کر کے پتلا پائخانہ کرتا ہے پیشاب کرتا ہے اور نہ جگالی کرتا ہے جب وہ (پہلا کھانا) ہضم ہو جاتا ہے تو پھر دوبارہ کھانے کے لیے آتا ہے۔ اسی طرح جو شخص مال کو اپنے حق کے مطابق حاصل کرے گا تو اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص مال کو ناحق طور پر حاصل کرے (تو اس کو کبھی بھی برکت نہ ہوگی) اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو (خوب) کھاتا ہے لیکن آسودہ اور سیراب نہیں ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے ابتدائی جملوں کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بارے میں جس چیز کا مجھے سب سے زیادہ اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ جب دنیا کے ملکوں اور شہروں کو فتح کر کے اس پر اپنا تسلط واقتدار کا جھنڈا لہرا گے اور اس کے نتیجہ میں تمہیں مال ودولت کی فراوانی اور خوش حالی نصیب ہوگی تو یہ چیز تمہیں عبادت وعبدیت سے نکال کر باغی نہ بنادے اور تم نیک اعمال سے غافل نہ ہو جاؤ اور تمہارے غرور وتکبر، اور گھمنڈ اور شان وشوکت کا اظہار مال ودولت سے محبت جیسی خطرناک بیماریاں تمہارے اندر پیدا نہ ہو جائے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا تم آخرت کو فراموش اور قبر کی زندگی کو بھول جاؤ گے اور موت کی تیاری کرنے کے بجائے دنیاوی جال میں پھنس کر رہ جاؤ گے۔

مال ودولت کی فراوانی بذات خود برا نہیں:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مال ودولت کی فراوانی فی نفسہ بری نہیں ہے بلکہ اس کا غلط اور ناجائز استعمال برا ہے پھر آپ نے اس مسئلہ کو ایک عمدہ مثال کے ذریعہ سمجھایا کہ خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

آپ نے فرمایا دیکھو برسات میں خوب بارش ہوتی ہے ہر چہار جانب سرسبز وشادابی اور ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے جانوروں کے لیے اس موسم میں چاروں اور گھاسوں کی خوب فراوانی ہوتی ہے لیکن جو جانور اس کو غلط استعمال کرتا ہے اور کھانے میں حد سے تجاوز کرتا ہے اس کو یہ گھاس نقصان کرتی ہے بعض کو ہلاک کرتی ہے، بعض کو بیمار کرتی ہے بعض بدہضمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور خود کو مصیبت میں ڈال لیتا ہے۔ لیکن جو جانور ضرورت سے زیادہ کھا لیتا ہے بدہضمی کا شکار ہو جاتا ہے

وہ اس بدہضمی کا اپنے طریقہ سے علاج کرتا ہے اور وہ پیٹ کو صاف کر کے دوبارہ چارہ چرنے لگتا ہے یہ مثال اس شخص کی ہے جو انسانی خمیر میں شامل حرص و خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے بعض راہ اعتدال سے بھٹک جاتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے پھر ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے لیکن اپنے طرز عمل سے فوراً رجوع کر لیتا ہے اور توبہ و انابت کر کے معافی مانگ لیتا ہے مستقل طور سے بے اعتدال و گناہ پر قائم نہیں رہتا ہے بلکہ آفتاب ہدایت کی روشنی اس کو راہ راست کی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور وہ ندامت و توبہ کے ذریعہ اپنا علاج کر لیتا ہے اس کے برخلاف پہلی قسم کا جانور جس کو ضرورت سے زیادہ کھانا پیٹ پھلا کر ہلاک کر دیتا ہے اس کے ذریعہ اس شخص کی حالت کی طرف اشارہ فرمایا جو نفس کی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے اور معصیت و گناہ پر قائم و دائم رہتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے یہاں تک کہ اس کو توبہ اور انابت الی اللہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے ان دونوں قسموں پر غور کرنے سے ایک تیسری قسم سامنے آتی ہے جو سرے سے بے اعتدال اور راہ معصیت کو اختیار نہیں کرتا ہے اور خواہش نفس اور ناجائز تمنا کا اسیر نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا سے بے پرواہ ہوتا ہے اور تمام تر توجہ صرف آخرت کی طرف مبذول رکھتا ہے لہٰذا پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جو اصطلاحی طور پر ظالم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کے لوگوں کو مقتصد کہا جاتا ہے اور تیسری قسم کے لوگ جن کو سابق، بھلائیوں کو اختیار کرنے میں سبقت لے جانے والا کہا جاتا ہے پس سابق سرے ہی سے گناہوں سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ نہیں کرتا ہے، اور جو مقتصد ہوتا ہے وہ گناہوں سے ہاتھ کو آلودہ تو کرتا ہے لیکن فوراً اس کی توبہ و انابت کر کے آب صافی سے دھو لیتا ہے اور جو شخص ظالم ہوتا ہے وہ بغیر توبہ و انابت کے ظلم کی حالت میں دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

ایک عارف باللہ کی نظر میں دنیا کی مثال

عارف باللہ حضرت خواجہ عبید اللہ نقشبندی بڑے اعلیٰ درجہ پائے کے بزرگ ہیں، انہوں نے فرمایا: یہ دنیا سانپ کی مانند ہے لہٰذا جو شخص اس کے منتر جانتا ہے اس کے لیے دنیا حاصل کرنا جائز ہے لیکن جو شخص اس کا منتر نہیں جانتا اس کے لیے دنیا حاصل کرنا جائز نہیں جب مریدوں نے یہ سنا تو معلوم کیا حضرت! اس کا منتر کیا ہے انہوں نے فرمایا اس بات کا علم ہونا کہ دنیا کے مال و دولت کو کہاں سے حاصل کیا جائے اور کہاں خرچ کیا جائے یہ اس کا منتر ہے۔

(۴۱۱۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَنْبَأَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ رَبَاحٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ خَزَائِنُ فَارِسَ وَالرُّومِ أَيُّ قَوْمٍ أَنْتُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ نَقُولُ كَمَا أَمَرَنَا اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ تَتَنَافَسُونَ ثُمَّ

تَتَحَاسَدُونَ ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ ثُمَّ تَنْطَلِقُونَ فِي مَسَاكِينِ الْمُهَاجِرِينَ فَتَجْعَلُونَ بَعْضَهُمْ عَلَى رِقَابِ بَعْضٍ.

ترجمہ حدیث: روم وفارس کی فتوحات کی بشارت:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب فارس وروم کے خزانے تمہارے اوپر کھول دیئے جائیں گے، تو تم کون سی قوم میں بن جاؤ گے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم وہی کہیں گے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں حکم دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور کچھ نہ کہو گے؟ ایک دوسرے کے مال میں رغبت کرو گے، پھر ایک دوسرے سے حسد کرو گے، پھر ایک دوسرے کی جانب پشت پھیرو گے، پھر ایک دوسرے سے دشمنی کرو گے یا ایسی ہی کوئی بات آپ نے فرمائی، پھر مسکین مہاجرین کے پاس جاؤ گے پھر تم لوگ ایک دوسرے کی گردن مارو گے۔

تشریح حدیث:

قولہ: نقول کما امرنا اللہ: رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس روم اور فارس کے خزانے اور وہاں کی مال ودولت اور ہیرے جواہرات فتح ہو کر آئیں گے اور تمہارے لیے دنیا کی ریل پیل ہو جائے گی تو اس وقت تم کس قوم سے ہو جاؤ گے تمہارا رویہ کیا ہوگا تمہارے اندر کس قدر بدلاؤ اور تغیر آ جائے گا؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا یا رسول اللہ! ہم اس وقت بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہی زندگی گزاریں گے اللہ پاک کی حمد وثنا بیان کریں گے اس کے شکر کی ادائے گی کریں گے ہمیشہ جبیں خم رکھیں گے اور خدائے وحدہ لاشریک سے مزید فضل وکرم کا سوال کریں گے، قال النووي: معناه: نحمده ونشكره ونسأله المزيد من فضله (۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس کے علاوہ کچھ اور بن جاؤ گے کہ فتوحات کے بعد تم مال کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگو، اور زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل کرنے لگو، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپس میں بغض وحسد کرنے لگو اور جس کے پاس زیادہ دنیا ہو اس سے زوال کی تمنا کرنے لگو، پھر اس کے چکر میں ایک دوسرے کی طرف پشت پھیرنے لگو، ایک دوسرے کو دیکھ کر روگردانی کرنے لگو۔

تدابر بمعنی تقاطع کے ہیں تقاطع کے اندر مودت ومحبت کی معمولی چنگاری باقی رہتی ہے یا پھر اس کے اندر نہ مودت رہتی ہے نہ بغض وعناد، بلکہ دونوں پہلو برابر ہوتا ہے، اس کے اوپر کا درجہ تباغض کا ہے ایک دوسرے سے بغض وعناد کرنے لگو، تباغض تقاطع کے بعد کا درجہ ہے اسی وجہ سے اس پر ثم تنطلقون فی مساکین المهاجرین کو مرتب کیا، مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے اندر آپس میں بغض وعناد پیدا ہو جائے گا ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگو گے تو جمع مال کے حرص

(۱) نووی شرح مسلم: ۹/۳۴۴ بحوالہ اہداء الدیباجہ: ۵/۳۵۴

وطمع میں مہاجرین جو مال ودولت سے بالکل خالی ہوں گے ان کے پاس چلے جاؤ گے اور حرص دنیا میں ایک دوسرے کی گردن مارو گے ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔ مطلب یہ ہے کہ مال ودنیا آنے کے بعد یہ سب فتنہ لازمی طور پر آتا ہے اس لیے تم اس سے بچنا، اور اپنے آپ کو اس سے بچانا۔

(۴۱۲۰) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ قَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ جو قبیلہ بنو عامر بن لوئی کے حلیف تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں شریک تھے، ان سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین روانہ فرمایا تا کہ وہاں سے جزیہ وصول کر کے لائیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کر کے علاء بن حضرمی کو ان کا امیر مقرر فرمایا تھا، چناں چہ حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیہ کا مال وصول کر کے لائے، تو انصار کو انکی آمد کی اطلاع ہوئی، چناں چہ سارے لوگ فجر کی نماز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ لوگ آپ کے سامنے آگئے، آپ نے ان لوگوں کو دیکھ کر تبسم فرمایا، پھر فرمایا، تم لوگوں کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ تم نے سنا کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں، لوگوں نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جس سے تمہیں خوشی ہوگی، سو خدا کی قسم! میں تم لوگوں کے بارے میں فقر وفاقہ اور تنگ دستی کا خوف نہیں کرتا ہوں لیکن تم لوگوں کے بارے میں مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا کہیں تم لوگوں پر بچھا نہ دی جائے، جیسا کہ اس سے پہلے والے لوگوں پر بچھا دی گئی تھی پھر تم اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرو، جیسا کہ انہوں نے سبقت کی تھی، پس دنیا کہیں تم لوگوں

کو ہلاک و برباد نہ کردے جیسا کہ ان لوگوں کو ہلاک کردیا ہے۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے جب حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ نہایت شوق وذوق کے ساتھ مال لینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں اور ان کا قلب دنیا کی جانب کچھ مائل ہورہا ہے تو آپ نے فرمایا اومیرے جانثارو! تمہارے بارے میں مجھے فقر وفاقہ اور غربت وتنگ دستی کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ تم شدت وبھوک اور پیاس کی وجہ سے ہلاک وبرباد ہوجاؤ گے، البتہ مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں تمہارے لیے دنیا کی ریل پیل اور بہتات نہ ہوجائے کہ تم دنیاوی مال ودولت اور دنیاوی ساز وسامان کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لینے لگو اور تم دنیاوی حرص وطمع میں مبتلا نہ ہوجاؤ اور پھر اسی کی وجہ سے ہلاک وبرباد کردئے جاؤ، جس طرح پہلے کے لوگ ہلاک وبرباد کردئے گئے اور دنیا کا حرص وطمع نے انہیں برباد کرکے رکھ دیا، اس لیے مال ودولت اور دنیا دیکھ کر اس قدر حرص اور طمع اچھا نہیں، بلکہ حصول دنیا کے وقت راہ اعتدال پر رہنا ہی کامیابی وکامرانی کی ضمانت ہے، حد سے تجاوز ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔

ابن بطال کا قول

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ جس کو دنیا کی ظاہری تروتازگی، زیب وزینت اور مال ودولت حاصل ہوجائے تو اس کو اس کے حسن وجمال اور زرق وبرق اور اس کی رعنائی پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے، اور نہ اس کا دلدادہ ہونا چاہئے بلکہ سوئے عاقبت اور اس کے فتنہ کے شر وبرائی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے، اس کی ملمع سازی پر قطعاً بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔

قال ابن البطال: منه ان زهرة الدنيا ينبغي لمن فتحت عليه ان يحذر من سوء عاقبتها، و شر فتنتها، فلا يطمئن الى زخرفها و لا ينافس غيره فيها(۱)

(۱۴۵۹) بَابُ فِتْنَةِ النِّسَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں چھ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں رسول اقدس ﷺ نے جس طرح دوسرے فتنوں سے امت کو ڈرایا ہے اسی طرح عورتوں کے فتنہ سے بھی ڈرایا ہے ایک مرد کے لیے عورتوں سے بڑا فتنہ کوئی نہیں، اور عورتوں کا فتنہ بہت عظیم اور خطرناک فتنہ ہے اس لیے کہا گیا ہے **النساء حبائل الشيطان** عورتیں شیطانی جال ہیں اس لیے رسول اکرم ﷺ نے امت کو اس فتنہ سے بھی ڈرایا ہے۔

(۴۱۲۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ ح و حَدَّثَنَا

(۱) اهداء الديباجة: ۳۵۶/۵

عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدَعُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.

ترجمہ حدیث: عورت مردوں کے لیے سب سے زیاد خطرناک فتنہ

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں چھوڑ رہا۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے مردوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک فتنہ عورتوں کو قرار دیا ہے اس لیے عورتوں کو دیکھ کران کی طرف بکثرت طبیعت مائل ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے آدمی فعل حرام، قتل وقتال، اور آپسی عداوت کر بیٹھتا ہے اور بعض مرتبہ زنا کا ارتکاب کرلیتا ہے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو مردوں کے لیے سب سے خطرناک اور سنگین فتنہ قرار دیا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ عورتوں کا فتنہ دیگر فتنوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ سخت ہے اور اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے حب الشهوات من النساء والبنين والقناطير المقنطرة. اس آیت میں لفظ نساء کو پہلے لانا اس بات پر دال ہے شہوت میں اصل عورت ہی ہے اس لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے، وقد قال بعض الحكماء: النساء شر كلهن واشر مافيهن، عدم الاستغناء عنهن، ومع انها ناقصة العقل والدين، تحمل الرجل على تعاطى ما فيه نقص العقل والدين كشغلة عن طلب امور الدين، وحمله على التهالك على طلب الدنيا وذالك اشد الفساد (۱)

(۴۱۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ مُصْعَبٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَبَاحٍ إِلَّا وَمَلَكَانِ يُنَادِيَانِ وَيْلٌ لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَوَيْلٌ لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر صبح دو فرشتے پکارتے ہیں کہ عورتیں مردوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہیں عورتیں مردوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف نہایت ضعیف ہے عورتیں مردوں کے لیے ہلاکت و بربادی اس وجہ سے ہیں کہ جب عورتیں بن ٹھن

(۱) تحفة الاحوذي: ۷/ ۸۹ باب ماجاء في تحذير فتنة النساء

کر بناؤ سنگار کر کے، رنگ برنگے کپڑے میں ملبوس ہو کر، زیوروں اور گہنوں میں سج دھج کر باہر نکلتی ہیں تو شیطان دعوت نظارہ دیتا ہے اور اس کے حسن وخوبصورتی کو مردوں کی نظروں میں خوب بہت زیادہ بنا سنوار کر پیش کرتا ہے حتی کہ مرد آنکھ کے زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دل میں گزرے خیالات اور اس کے تئیں نفسانی جزبات انگڑائیاں لیتی ہیں جو کبھی شعلہ جوالہ بن کر اس کو خاکستر کر دیتی ہے ہلاکت و بربادی کی عمیق کھائی میں گرا دیتی ہے اس لیے عورتوں کو مردوں کے لیے ہلاکت بتایا ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالی نے عورتوں کو پیدا کیا تو شیطان نے بہت جشن منایا اور کہا یہ میرے لیے ایک ایسا جال ہے جو کبھی خطاء نہیں ہوگا، میں اس کے ذریعہ لوگوں کو پھانسوں گا لما خلق الله المرأة فرح الشيطان فرحاً عظيما وقال: هذه حبالتي التي لا يكاد يخطاني من نصبتها له (۱)

(۴۱۲۳) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا فَكَانَ فِيمَا قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُونَ أَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے بعد کھڑے ہوئے اور خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا دنیا سرسبز وشیریں ہے اور بے شک اللہ تبارک وتعالی نے تم کو اس دنیا میں خلیفہ بنایا پھر وہ دیکھیں گے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو، سنو! دنیا سے بچتے رہنا، اور عورتوں سے بچتے رہنا۔

تشریح حدیث:

قوله: ان الدنيا حضرة حلوة: دنیا شیریں اور سبز ہے، حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شیریں طبیعت کے ایک مرغوب چیز ہوتی ہے اور جس طرح سبز اور ہریالی چیز آنکھوں کو بہت بھاتی ہے اسی طرح دنیا بھی دل اور آنکھ کو بہت پیاری لگتی ہے اور آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔

قوله: وان الله مستخلفكم فيها: اللہ تعالی نے تمہیں اس دنیا کا خلیفہ اور حاکم بنایا ہے حدیث کے اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کا حقیقی مالک تو اللہ تبارک وتعالی کی ذات ہے اور ساری دنیا اسی کی ملکیت میں ہے اس کا حقیقی حاکم ومالک وہی ایک ذات واحد ہے، تمہیں اس روئے زمین اور آب وگل کا اپنا خلیفہ ونائب بنا کر گویا اس دنیا کے تصرفات میں اپنا وکیل بنایا ہے لہذا اللہ تعالی تمہیں ہر وقت دیکھتا رہتا ہے کہ تم اس کی زمین پر بار خلافت کو کس طرح اٹھا رہے ہو اور اپنی عملی زندگی کے ذریعہ تصرفات دنیا میں حق وکالت کس طرح ادا کر رہے ہو۔ یا اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس دنیا

(۱) شرح ابن بطال: ۱۳/ ۱۸۳ باب رقم: ۷

سے جاچکے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کا خلیفہ اور وارث بنایا ہے لہٰذا ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب تمہیں دیدیا ہے اب وہ تمہیں دیکھتا ہے کہ تم اپنے اسلاف کے احوال وکوائف سے کس طرح عبرت حاصل کرتے ہو اور انکے اموال و میراث میں کس طرح تصرف وانتظام کرتے ہو۔

قولہ: الا فاتقو الدنیا: الاحرف تنبیہ ہے، سائرن ہے سنو! آگاہ ہو جاؤ، خبردار، یہ سب اس کے معانی ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سنو! اور خوب غور سے سنو! دنیا سے بچو، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا مکر وفریب کا بچھا ہوا ایک جال ہے اس جال سے حتی الامکان بچتے رہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جال میں پھنس کر دنیا کے ظاہری مال واسباب اور جاہ واقتدار پر اپنی دین داری کو گنواں بیٹھو، کیوں کہ دنیا کو کوئی ثبات نہیں ہے، الدنیا ظل زائل دنیا ایک فنا ہو جانے والی چیز ہے پھر اس فنا کے بعد کل کو جب تم ہمیشہ اور ابدی زندگی کے لیے اٹھائے جاؤ گے تو اس کی حلال چیزوں کا حساب دینا ہوگا اور اس کی حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب پر عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔

قولہ: واتقوا النساء: اسی طرح عورتوں کے مکر وفریب سے بچتے رہو کیوں کہ یہ عورت جہاں دل فریب مجسمہ ایک نیک عورت کی صورت میں خدا کی ایک نعمت ہے وہی دعوت ومعصیت اور برائی کے اعتبار سے فتنہ عالم بھی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں بری عورتوں کی مکاریاں یا اپنی بیویوں کا بے جا ناز برداریاں تمہیں ممنوع اور حرام چیزوں کی طرف مائل کردیں اور ان کی وجہ سے تم ہلاکت وبربادی اور تباہی کی کھائیوں میں دھکیل دئے جاؤ۔

(۴۱۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرْفُلُ فِي زِينَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْهَوْا نِسَائَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّينَةِ وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يُلْعَنُوا حَتَّى لَبِسَ نِسَاؤُهُمْ الزِّينَةَ وَتَبَخْتَرْنَ فِي الْمَسَاجِدِ.

ترجمہ حدیث: عورتوں کو بناؤ سنگار کرکے باہر نکلنا جائز نہیں

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرماتھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک عورت بناؤ سنگار کرکے مسجد میں داخل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم اپنی عورتوں کو لباس زینت استعمال کرنے سے اور مسجد میں ناز ونخرے کے ساتھ چلنے سے منع کردو۔ اس لیے بنی اسرائیل ملعون نہیں قرار دئے گئے یہاں تک کہ ان کی عورت زیب وزینت کا لباس پہن کر ناز ونخرے کے ساتھ مسجدوں میں آنے لگیں۔

تشریح حدیث:

علماء کرام نے لکھا ہے کہ ولی اور ذمہ دار پر لازم ہے کہ عورتوں کو بن ٹھن کر، بناؤ سنگار کر کے، سج دھج کر کے زیب وزینت کا لباس پہن کر بے پردہ اور نیم عریاں لباس میں باہر نکلنے سے منع کرے اور راستے میں مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے روکے، اگر عورت بے پردہ یا بناؤ سنگار کر کے بکثرت گھر سے باہر نکلتی ہے تو ولی اس کو قید اور محبوس کرسکتا ہے کیوں کہ اس کو اس طرح آزاد چھوڑنا اور کھلے عام گھومنے پھرنے کی اجازت دینا درحقیقت تعاون علی الاثم والمعصیة ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن اللہ تعالی ولی سے سوال کرے گا، امیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ راستے میں چلنے اور ان کے ساتھ راستے میں اختلاط کرنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا ولی اور مسئول کو چاہئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیروی کریں اور ان کے نقش قدم پر چلیں، ایک حدیث میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب خشبو اور عطر سے معطر ہو کر اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو زانیہ ہے یعنی داعیہ الی الزنا ہے آج تمام شرور فتن اور فساد بگاڑ کی جڑ اور بنیاد عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہے اور طرح طرح کے فضائی امراض ووباء کے نزول کا سبب اعظم اور قہر ربانی کے نزول کا سبب در حقیقت یہی اختلاط مع الرجال ہے کیوں کہ مخلوط تعلیم اور مردوں کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ کرنا ان سے اختلاط رکھنا کثرت زنا وفواحش کا سبب ہے، اور زنا وفواحش کثرت اموات اور نزول وباء وطاعون کا سبب ہے۔ جب حضرت موسی علیہ السلام کے لشکر میں صرف ایک زانیہ شامل ہوگئی اور فحش ان میں پھیل گئی تو اللہ پاک نے ان پر طاعون مسلط فرمادیا چناں چہ ایک ہی دن میں ستر ہزار لوگ موت کے گھاٹ اتاردئے گئے اور یہ قصہ تفسیر کی کتابوں میں معروف ومشہور ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اذا ظهر الزنا فی قرية اذن الله بهلاكها۔ جب کسی گاؤں میں زنا کی کثرت ہوجاتی ہے تو اللہ پاک اس گاؤں کو ہلاک کرنے کا حکم صادر کردیتا ہے، پھر حکم خداوندی کے مطابق اس کو ہلاک وبرباد کردیا جاتا ہے۔

(۴۱۲۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مَوْلَى أَبِي رُهْمٍ وَاسْمُهُ عُبَيْدٌ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَقِيَ امْرَأَةً مُتَطَيِّبَةً تُرِيدُ الْمَسْجِدَ فَقَالَ يَا أَمَةَ الْجَبَّارِ أَيْنَ تُرِيدِينَ قَالَتْ الْمَسْجِدَ قَالَ وَلَهُ تَطَيَّبْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ لَمْ تُقْبَلْ لَهَا صَلَاةٌ حَتَّى تَغْتَسِلَ.

ترجمۂ حدیث: جو عورت خوشبوؤں سے معطر ہو کر مسجد میں نماز ادا کرے اس کی نماز قبول نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت آئی جو خوشبو لگا کر مسجد جارہی تھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ جبار کی بندی کہاں جارہی ہو؟ کہنے لگی مسجد، فرمایا مسجد کے لیے خوشبو لگائی ہے، کہنے لگی جی ہاں، فرمایا میں نے رسول اکرم

ﷺ سے سنا کہ آپ فرمار ہے تھے کہ جو بھی عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف نکلے تو جب تک اس خوشبو کو زائل نہ کر دے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔

تشریح حدیث:

عورت کا خوشبو لگا کر مسجد جانا درحقیقت لوگوں اور نمازیوں کو گناہ کی دعوت دینا ہے اگر اس کی جانب نگاہ اٹھا اٹھا کر اور نظریں چرا چرا کر دیکھیں گے اور دل میں طرح طرح کے خیالات فاسدہ کو لائیں گے اور مسجد جو اللہ کا ایک مقدس اور پاکیزہ گھر ہے جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے گناہ و معصیت کا اڈہ بن جائے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے سخت وعید فرمائی کہ جو عورت بھی عطر سے معطر ہو کر اور خوشبو سے مزین ہو کر مسجد جائے تو اس کی نماز عند اللہ شرف قبولیت سے ہم کنار نہیں ہوتی اور یہاں قبولیت بمعنی رضا ہے یعنی اللہ اس کی نماز سے خوش نہیں ہوتا ہے۔

(۴۱۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ مِنَ الِاسْتِغْفَارِ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ قَالَ أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ فَهَذَا مِنْ نُقْصَانِ الْعَقْلِ وَتَمْكُثُ اللَّيَالِيَ مَا تُصَلِّي وَتُفْطِرُ فِي رَمَضَانَ فَهَذَا مِنْ نُقْصَانِ الدِّينِ

ترجمۂ حدیث: عورتوں کو کثرت استغفار کا حکم

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو، کیوں کہ میں نے تم عورتوں کو (شب معراج یا خواب میں) جہنم میں زیادہ دیکھا، (یہ سن کر) ان عورتوں میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لعن وطعن بہت زیادہ کرتی ہو، اور اپنے شوہروں کی ناشکری اور ناقدری بہت کرتی ہو، اور میں نے عقل ودین میں کمزور ہونے کے باوجود ہوشیار مرد کو بے وقوف بنا دینے میں تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا، (یہ سن کر) ان عورتوں میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے عقل اور ہمارے دین میں کیا کمی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کیا دو عورتوں کی گواہی کیا ایک مرد کی گواہی کے مساوی نہیں ہے؟ (یعنی شریعت نے دو عورتوں کی شہادت و گواہی کو ایک مرد کی شہادت و گواہی کے برابر قرار دیا جو اس کے نقصان عقل کی دلیل ہے) انہوں نے کہا جی ہاں (یا رسول اللہ) ایسا ہی ہے اور فرمایا عورتیں (چند دن اور چند) راتیں رکی رہتی ہیں (اور ایام حیض

ہیں) نہ نماز پڑھتی ہیں اور نہ رمضان کا روزہ رکھتی ہیں یہ ان کے دین میں نقصان کی علامت ہے۔

تشریح حدیث:

یہ بخاری مسلم کی متفق علیہ روایت ہے، عورتوں کا زیادہ تر اوقات غیبت، چغل خوری، اور لعن طعن میں گزرتے ہیں جہاں کہیں ایک دو عورت مل کر ایک ساتھ بیٹھیں بس ان میں آپسی قصہ شروع ہو جاتا ہے لعن وطعن اور ایک دوسرے کی برائی شروع ہو جاتی ہے شکوہ شکایت کا دور شروع ہو جاتا ہے شوہر کی ناقدری وناشکری تو زبان زد رہتی ہے ان کا شوہر ان کے آسائش وآرام کے لیے کتنے ہی پاپڑ بیلیں کتنی محنت ومشقت کر کے ان کی ضرورتوں کی تکمیل کریں اور ان کو خوش رکھنے کے لیے کتنی ہی مصیبتیں جھیلیں، مگر ان کی زبان سے کبھی بھی شوہر کا شکر ادا نہیں ہوتا، ہمیشہ ناشکری ہی کے الفاظ زبان سے نکلتے ہیں شوہر رات دن تگ ودو کر کے ان کے واسطے سامان آرائش وزیبائش فراہم کرتا ہے اور ہر خواہش کی تکمیل کے لیے از حد کوشش کرتا ہے مگر کسی وجہ سے ایک مرتبہ انتظام نہیں ہو سکا، تو فوراً ان کی زبان پر یہی الفاظ ہوتے ہیں کہ جب سے میں اس گھر میں آئی کبھی سکون وآرام نہیں ملا کبھی ایک خواہش پوری نہیں ہوئی کبھی اس گھر میں اس کے ساتھ آرام نہیں ملا ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں عورتوں میں ایک بہت بڑے عیب کی غمازی کرتی ہے جس سے ان کی آخرت تباہ ہوتی ہے اور عذاب خداوندی کا مستوجب بناتا ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے اس خاص عیب کی نشان دہی فرمائی اور فرمایا اے عورتو! تمہارے اندر جو اس قسم کی باتیں ہیں ان کو ہلکا مت سمجھو، یہ وہ گناہ ہیں جنکی وجہ سے تمہیں عذاب ہوگا اور تم قہر خداوندی میں گرفتار ہو کر عذاب خداوندی میں دھکیل دی جاؤ گی، اور تم اپنے ان گناہوں کے سبب دوزخ میں مردوں کی بنسبت زیادہ جاؤ گی، لہٰذا تم اس عذاب خداوندی سے بچنے کے لیے راہ خدا میں خوب دل کھول کر صدقہ کرو، خیرات کرو، اور زیادہ سے زیادہ استغفار سے اپنی زبان کو تر رکھو، تاکہ تمہارے اندر ان عیوب میں کمی پیدا ہو اور تمہاری طرف اللہ کی رحمت ومغفرت متوجہ ہو۔

عورتیں دین وعقل دونوں میں ناقص ہیں:

جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم عورتیں جہنم میں زیادہ جاؤ گی، تو عورتوں نے وجہ اور سبب دریافت کی؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی دو وجہ ہیں (۱) کثرت لعن طعن (۲) شوہر کی نافرمانی اس کے ساتھ ساتھ تم ناقصات العقل والدین بھی ہو عورتوں نے پوچھا کیوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا عقل کے اعتبار سے ناقص تو اس لیے ہو کہ شریعت نے دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کی شہادت کے برابر قرار دیا ہے، جو نقصان عقل کی واضح دلیل ہے، اور دین کے اعتبار سے کمی یہ ہے کہ تم عورتیں ہر ماہ میں کچھ مخصوص ایام ولیالی نہ نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ روزے رکھ سکتی ہو اگر چہ یہ چیز بہن من جانب اللہ ہیں اس میں عورتوں کا کوئی دخل نہیں ہے بایں ہمہ ایک کمی ہے یہاں حدیث شریف میں عقل ودین کی کمی کا بیان

عورتوں کی تحقیر کے لیے ہر گز نہیں ہے بلکہ قدرت کے اس تخلیق وتوازن کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے جو مردوں اور عورتوں کے درمیان جسمانی وطبعی فرق صنفیت کی بنیاد پر ہے، اور فرق صنفیت دراصل عین فطرت کا تقاضہ ہے جس کے بغیر نوع انسانی کا ذاتی نظام اور معاشرتی زندگی برسر اعتدال نہیں رہ سکتا ہے، خالق کائنات نے جسمانی طبعی عقلی اور دینی طور پر مرد کو عورت کی بنسبت جو برتر درجہ دیا ہے اور جس کا ثبوت اس حدیث سے واضح ہے وہ انسانی معاشرہ کے اعتدال وتوازن کی برقراری کے لیے ہے نہ کے شرف انسانیت میں کسی فرق وامتیاز کے اظہار کے لیے، اس شرف فضیلت میں مرد وعورت دونوں کی یکساں حیثیت ہے اور دونوں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

(۱۴۶۰) بَابُ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت دس حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت قیس بن ابی حازمؒ حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت جریرؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ، اور حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہیں اس باب میں امر بالمعروف یعنی نیکیوں کے حکم کرنے اور نہی عن المنکر یعنی برائیوں سے روکنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا بہت حساس اور عظیم الشان شعبہ ہے اسکے دائرہ میں غیروں کو اسلام کی طرف بلانا اور اپنے کو صراط مستقیم اور راہ اسلام پر جمانا داخل ہے، اور دونوں ہی قرآن وحدیث سے ثابت ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ شرح الحدیث کے تحت آئے گی۔

(۴۱۲۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ أَنْ تَدْعُوا فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ.

ترجمہ حدیث: نیکیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے کا حکم

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اے لوگو!) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، قبل اس کے کہ تم دعائیں مانگو اور تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں۔ (اس اہم فریضہ کے ترک کی وجہ سے)

تشریح حدیث:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین اسلام کے اہم واجبات میں سے ایک اہم عظیم واجب ہے اور مہمات دین میں سے ایک بہت ہی زیادہ اہمیت کا حامل کام ہے، اور دینی کاموں میں سے یہ ایک ضروری اور لابدی ذمہ داری ہے اس کے

انجام دہی پر مسلم معاشرہ کا قوام اور اس کی قدرت وطاقت کا اساس ہے اسی میں خیر اور اعمال بر کی بقا کا راز مضمر ہے اسی سے اسلام کا بول بالا اور حق کی سربلندی ہوگی اس کے ترک سے باطل طاقتوں کی کثرت ہو جائے گی اور لوگ ظلم وجور وفسق وفجور پر جسارت کرنے لگیں گے، اس لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہایت ضروری ہے۔

معروف ومنکر کے معنی:

معروف: معروف لفظ معرفت سے ہے جو عَرَفَ سے بنا ہے، معروف ہر وہ کام جس کا اچھا ہونا عقل ونقل سے پہچانا جاتا ہو۔

منکر: اس کے لغوی معنی ہیں انجانا، اور اصطلاح شریعت میں ہر وہ کام جس کا برا ہونا عقل وشرع سے پہچانا جاتا ہو معروف اور منکر اسم مفعول کا صیغہ ہے جانا ہوا اور انجانا۔

دعوت الی اللہ کے دو دائرے:

حضرات علماء کرام نے صراحت کی ہے کہ دعوت الی اللہ کے دو دائرے ہیں۔

(۱) دعوت الی الکفار:

کفار ومشرکین اور غیر مسلم اقوام کو دین اسلام کی طرف بلانا، دعوت الی الکفار چوں کہ اجمالی اور مجموعی اعتبار سے ہو چکی ہے اور دنیا کے تمام خطوں میں اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے اور دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہ رہا جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین سے بحیثیت اجمالی واقف نہ ہو، سب کو آپ کی دعوت ونبوت شریعت اجمالاً معلوم ہو چکا ہے اس لیے مسلمانوں کے ذمہ جو دعوت الی الکفار فرض ہے وہ پہنچ چکی ہے، اس لیے عند الجمہور اب قبل الجہاد دعوت فرض نہیں ہے، دعوت دئے بغیر بھی جہاد کیا جائے تو جائز ہے (۱)

(۲) دعوت الی المسلمین:

مسلمانوں کو راہ حق پر لگانا، اور صراط مستقیم پر جمانا، اور ان کے احوال کو سنوارنا، انہیں بھلی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا، کیوں کہ اگر امت مسلمہ دین اسلام کا صحیح نمونہ بن جائے اور دوسرے خود ہی اس سے متاثر ہوں گے اور اگر امت مسلمہ کے احوال بگڑ جائیں تو ان کو دیکھ کر دوسرے بھی دین سے بدک جائیں گے اس لیے اصل محنت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہونی چاہئے اسی وجہ سے اس فریضہ سے غفلت برتنے پر قرآن وحدیث میں سخت ترین وعید آئی ہے مگر امت ایک عرصہ سے اس اہم دینی فریضہ سے غافل ہے جس کا نتیجہ نگاہوں کے سامنے ہے، اسی فیصد مسلمان،

(۱) درس ترمذي: ۲۱۹/۵

صرف برائے نام ہی مسلمان ہیں اس لیے اس کی طرف توجہ کی شدید ضرورت ہے تبلیغ والے اس کام کو کر رہے ہیں اللہ رب العزت انہیں اجر جزیل عطا فرمائیں لیکن ابھی بہت کچھ کمی ہے جس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو قرآن کریم میں کم از کم تقریباً دس موقع پر ذکر کیا گیا ہے اس کو جس اہمیت اور قوت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے بعض علماء نے تو اس کام کو فرض عین قرار دیا ہے لیکن جمہور اہل علم کے نزدیک فرض کفایہ ہے چناں چہ علامہ سید محمد آلوسیؒ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں، کہ ان العلماء اتفقوا علی ان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر من فروض الکفایة ولم یخالف ذالك لا النزر.

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ میں سے ہے چند لوگوں کے علاوہ سبھوں کا اس پر اتفاق ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے بھی اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اخیر میں فیصلہ کر کے بتایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں، اور فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اتنے لوگ اس کو انجام دینے والے موجود ہوں جن سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقصد حاصل ہو جائے اور یہ ضرورت پوری ہو جائے اگر امت کے کچھ لوگ اس کام میں لگے ہوں لیکن وہ اتنی تعداد میں نہیں ہوں کہ اس کی ضرورت پوری کر سکیں تو یہ فرض کفایہ کی ادائیگی کے لیے کافی نہ ہوگا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حضرت تھانوی کی چشم کشا تحریر:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بیان القرآن میں اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

(۱) جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا ہے کہ اگر میں امر و نہی کروں گا تو مجھ کو ضرر معتد بہ لاحق نہ ہوگا تو اس کے لیے امور واجبہ میں امر و نہی کرنا واجب ہے اور امور مستحبہ میں مستحب، مثلاً نماز پنجگانہ فرض ہے تو ایسے شخص پر واجب ہوگا کہ بے نمازی کو نصیحت کرے، اور اگر نوافل مستحب ہے تو اس کا نصیحت کرنا مستحب ہے۔

(۲) جو شخص بالمعنی المذکور قادر نہ ہو اس پر امر و نہی کرنا امور واجبہ میں واجب نہیں البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب ملے گا۔

(۳) پھر اس امر و نہی پر قادر کے لیے یہ تفصیل ہے اگر قدرت ہاتھ سے ہو تو ہاتھ سے اس کا انتظام کرنا واجب ہے، جیسا کہ حکام محکومین کے اعتبار سے،، یا ہر شخص خاص اپنے اہل وعیال کی طرف سے، اور اگر صرف زبان سے کہنے کی طاقت ہے تو زبان سے کہنا واجب ہے اور غیر قادر کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ تارک واجبات اور مرتکب محرمات سے دل میں نفرت رکھے۔

(۴) پھر قادر کے لیے من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس امر کے متعلق شریعت کا پورا حکم اس کو معلوم

ہوگا، اور من جملہ آداب کے ایک ادب یہ بھی ہے کہ مستحبات میں مطلقاً نرمی کرے اور واجبات میں اول نرمی نہ کرے اور عدم امتثال پر سختی کرے۔

(۵) اور ایک تفصیل قدرت میں یہ ہے کہ دستی قدرت میں تو کبھی اس امر و نہی کا ترک جائز نہیں، اور زیادتی قدرت مایوسی نفع کے وقت ترک جائز ہے لیکن مودت و مخالطت کا بھی ترک کرنا واجب ہے مگر بضرورت شدیدہ۔

(۶) پھر قادر کے ذمہ اس کا وجوب وجوب علی الکفایہ ہے اگر اتنے آدمی اس کو کرتے ہوں کہ بقدر حاجت کام چل رہا ہو تو دوسرے اہل ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (۱)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط و آداب

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی علماء کرام نے دو شرطیں لکھی ہیں۔

شرط اول:

قدرت استطاعت کا ہونا، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں کوئی ناقابل برداشت ضرر پہنچنے کا غالب گمان نہ ہو، اگر امر بالمعروف کرنے اور نہی عن المنکر کرنے میں جان و مال کا خطرہ ہو تو اس شخص کو قادر نہ کہا جائے گا اور ترک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا گناہ نہ ہوگا البتہ اولوالعزمی کے ساتھ جان و مال اس راہ میں قربان کر دینا باعث فضیلت کی بات ہوگی، حضرات صحابہ کرام و تابعین وائمہ کرام کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہیں۔

شرط دوم:

معروف و منکر کے بارے میں صحیح علم ہونا بھی ضروری ہے جس کو خود ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں صحیح علم نہ ہو، وہ اگر دوسرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگے مزید بگاڑ پیدا ہوگا اس لیے معروف و منکر کے بارے میں صحیح علم اور درست جانکاری ہونا ضروری ہے۔

شرط سوم:

بعض حضرات نے ایک شرط یہ بھی لگائی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے کسی بڑے فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو، اگر فتنہ و فساد بھڑکنے کا اندیشہ ہو تو پھر بالکل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے (۲)۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اپنے کو آتش دوزخ سے بچائے جیسا کہ ارشاد باری یا ایہا

(۱) بیان القرآن بحوالہ عون الترمذي: ۲/۴۴ (۲) مستفاد عون المعبود: ۲/۴۵

الذین آمنوا قوا انفسکم سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲) پھر اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کو آگ سے بچائے اهلیکم اس پر دال ہے

(۳) پھر خویش واقارب اور پڑسیوں کو آگ سے بچائے وانذر عشیرتك الاقربین

(۴) اس کے بعد پھر تمام جہاں والوں کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے جیسا کہ لانذر کم بہ ومن بلغ سے معلوم ہوتا ہے اور منکر کو روکنے کی ترتیب یہ ہے کہ (۱) طاقت ہو تو ہاتھ سے روکے (۲) ورنہ زبان سے منع کرے (۳) اس میں فتنہ کا خطرہ ہو تو صرف دل سے نفرت کرے، اور یہ ایمان کا سب سے ادنی درجہ ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دے گی تو اللہ پاک اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازنا بند کر دیں گے، دعا کریں گے لیکن عرش الٰہی پر نہیں پہنچے گی بلکہ منہ پر ماردی جائے گی اس لیے ضروری ہے کہ امت انفرادی یا اجتماعی طور پر اس فریضہ کو انجام دیتی رہے، والتکن منکم امة یدعون الی الخیر الخ اس پر صراحتاً دال ہے گویا اس حدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کی ترغیب ہے اور لوگوں کو اس کی انجام دہی پر آمادہ کرنا ہے اور ذہن سازی کرنا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب۔

(۴۱۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَامَ أَبُو بَكْرٍ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَؤُنَ هَذِهِ الْآيَةَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ وَإِنَّا سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ لَا يُغَيِّرُونَهُ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ مَرَّةً أُخْرَى فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ.

ترجمۂ حدیث: برائیوں کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے:

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ (ایک مرتبہ) کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا اے لوگو بے شک تم اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہو، اے ایمان والو تم اپنی جانوں کی فکر کرو، گمراہ ہونے والے کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے، بشرطیکہ تم خود راہ ہدایت پر ہو، اور بے شک ہم نے رسول اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک لوگ جب برائی دیکھیں پھر ان کو ختم نہ کریں، تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب وعقاب کے لپیٹ میں لے لے ابو اسامہ نے دوسری مرتبہ کہا میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا۔

تشریح حدیث:

دعوت الی الکفار سے اگر امت تغافل برتے تو اس پر عذاب کی دھمکی نہیں دی گئی، مگر دوسری قسم کی دعوت یعنی دعوت

الی المسلمین میں غفلت برتنے پر احادیث شریفہ میں عذاب کی خبریں دی گئی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امت مسلمہ دین کا صحیح نمونہ بن جائیں تو دوسروں کو دعوت خود بخود پہنچے گی اور اگر اپنوں میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے اور وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں تو وہ دوسروں کی دین سے بیزاری کا سبب بن جائیں گے ان کو دعوت بھی دی جائے گی تو وہ اثر انداز نہیں ہوگی اس لیے پہلے اسلامی معاشرہ پر محنت ہونی چاہیے، جیسا کہ اس کے متعلق حدیث باب کے آخیر میں آرہی ہے۔

البتہ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی اس آیت سے غلط فہمی ہو سکتی ہے، یہاں اس کا ازالہ کیا جارہا ہے، سورہ مائدہ میں ارشاد ربانی ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوگی اس آیت کریمہ کے ظاہر سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اس کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے اور دوسرے کچھ بھی کرتے رہیں اس پر دھیان دینے کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ بات قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی تصریحات کے خلاف ہے اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عام خطاب میں فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے ہو اور اس کو بے موقع استعمال کرتے ہو، تو یہ سمجھتے ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری نہیں، سنو! میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرم کے ساتھ ان کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیں۔

پس اس حدیث شریف کی روشنی میں آیت کریمہ یا تو پہلی والی دعوت کے ساتھ خاص ہے یعنی اگر کفار و مشرکین اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں رسوم شرکیہ و بدعیہ میں مبتلا ہیں اور نصیحت و فہمائش سے بھی باز نہیں آئے تو تم ان کے غم میں نہ پڑو، ان کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو، اور سیدھی راہ یہی ہے کہ آدمی ایمان و تقویٰ کی راہ اختیار کرے، خود برائی سے رکے اور دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش کرے پھر بھی لوگ برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں اور اگر یہ آیت مسلمان کو بھی عام ہے تو اذا اهتدیتم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی داخل ہے مسلمانوں کی اصلاح کی فکر اولاً ہر شخص پر ضروری ہے پھر امکان بھر کوشش کرنے کے بعد اگر لوگ نہ سنیں وہ ذمہ دار نہیں۔

(۴۱۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمَّا وَقَعَ فِيهِمُ النَّقْصُ كَانَ الرَّجُلُ يَرَى أَخَاهُ عَلَى الذَّنْبِ فَيَنْهَاهُ عَنْهُ فَإِذَا كَانَ الْغَدُ لَمْ يَمْنَعْهُ مَا رَأَى مِنْهُ أَنْ يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَخَلِيطَهُ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَنَزَلَ فِيهِمُ الْقُرْآنُ فَقَالَ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَتَّى بَلَغَ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ وَقَالَ لَا حَتَّى تَأْخُذُوا عَلَى يَدَيِ الظَّالِمِ فَتَأْطِرُوهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا.

ترجمۂ حدیث: مداہنت فی الدین جائز نہیں:

حضرت ابوعبیدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک بنی اسرائیل میں جب کوتاہی آئی تو ایک شخص اپنے بھائی کو مبتلائے معصیت دیکھ کر اسے اس برائی سے روکتا، اگلے دن اس کے ساتھ کھاتا پیتا اور مل جل کر رہتا اور گناہ کی وجہ سے اس سے ترک تعلقات نہ کرتا، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو خلط ملط کر دیا اور ان کے دلوں کو آپس میں ایک دوسرے کے دل کے ساتھ ملا دیا، ان ہی کے متعلق قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی، لعن الذين كفروا من بني اسرائيل على لسان داؤد وعيسى ابن مريم، سے ولكن كثيرا منهم فاسقون تک راوی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے آپ بیٹھ گئے، اور فرمایا تم عذاب سے نہیں، بچ سکتے حتی کہ تم ظالم کے ہات پکڑلو، اور اسے حق وانصاف پر مجبور نہ کردو۔

تشریح حدیث:

قوله: فضرب الله قلوب بعضهم ببعض۔ ملا علی قاری حنفی ابن الملک سے نقل کیا ہے، کہ لفظ ببعض میں با برائے سببیت ہے، اس صورت میں مذکورہ جملے کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی نحوست کے سبب ان لوگوں کے دل کو بھی سیاہ کر دیتے ہیں جنہوں نے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ سب کے سب سنگ دل اور سخت دل ہو گئے حق راستی کی راہ قبول واختیار کرنے کی استعداد وصلاحیت ان میں ختم ہوگئی اور ان میں سے ہر ایک شخص خیر ورحمت سے دور ہو گیا، اور یہ اس لیے ہوا کہ ان میں جن لوگوں نے معصیت اور گناہ کی راہ اختیار کی تھی ان کو اپنے جرم کی سزا ملی اور ان کے قلوب کو خلط ملط کر دیا گیا۔ والله اعلم بالصواب

(۴۱۳۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَمْلَاهُ عَلَيَّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَضَّاحِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوعبیدہ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، گزشتہ حدیث کے مثل۔

(۴۱۳۱) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا فَكَانَ فِيمَا قَالَ أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا

هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ قَالَ فَبَكَى أَبُو سَعِيدٍ وَ قَالَ قَدْ وَ اللّٰهِ رَأَيْنَا أَشْيَاءَ فَهِبْنَا.

ترجمۂ حدیث: حق بات کہنے میں کسی کی ہیبت مانع نہ ہو:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے دوران خطبہ یہ فرمایا کہ سنو! جب کسی کو حق معلوم ہو تو لوگوں کی ہیبت کسی کو حق بات کہنے سے ہرگز نہ روکے، یہ سن کر حضرت ابوسعید خدریؓ رونے لگے اور فرمایا خدا کی قسم! ہم نے کئی چیزیں ناحق دیکھی لیکن ہم ہیبت میں آ گئے، (اور ڈر کے مارے اس کا اظہار نہیں کیا)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حق بات کہنے سے کسی ظالم و جابر کا ظلم اور اس کا خوف و ڈر مانع نہ ہونا چاہئے، بلکہ اگر حق بات معلوم ہے اور اس کے بارے میں یقین کامل ہے تو ہر حال میں اس کا اظہار و اعلان کرنا چاہئے، خواہ اس کے واسطے تکلیف و مصیبت کیوں نہ برداشت کرنی پڑے حق جاننے کے بعد لوگوں کے خوف و ڈر سے اس کا اظہار نہ کرنا اور یہ سوچنا کہ لوگ کیا کہیں گے مداہنت فی الدین ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

(۴۱۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحْقِرْ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ يَحْقِرُ أَحَدُنَا نَفْسَهُ قَالَ يَرَى أَمْرًا لِلّٰهِ عَلَيْهِ فِيهِ مَقَالٌ ثُمَّ لَا يَقُولُ فِيهِ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَ فِي كَذَا وَ كَذَا فَيَقُولُ خَشْيَةُ النَّاسِ فَيَقُولُ فَإِيَّايَ كُنْتَ أَحَقَّ أَنْ تَخْشَى.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی تحقیر نہ کرے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی اپنی تحقیر کیسے کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ کوئی معاملہ دیکھے اور اللہ کا حکم اسے معلوم ہو، پھر بیان نہ کرے تو قیامت کے روز اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائیں گے فلاں معاملہ میں تمہیں حق بات کہنے سے کیا چیز مانع تھی جواب دے گا لوگوں کا خوف، تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ تجھے تو صرف مجھ ہی سے ڈرنا چاہئے تھا۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا یہ عذر قبول نہ فرمائیں گے بلکہ یوں گویا ہوں گے کہ ڈرنا تو صرف اور صرف مجھ سے چاہئے تھا غیر اللہ سے تم ڈرے ہی کیوں اس لیے تمہارا یہ عذر غیر معقول ہے، اور غیر مقبول ہے۔

(۴۱۳۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَعَزُّ مِنْهُمْ وَأَمْنَعُ لَا يُغَيِّرُونَ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی جائیں۔ جبکہ وہ قوم (جو نافرمانیاں اور گناہوں کے ارتکاب سے بچنے والی ہے) ان نافرمانوں سے زیادہ غلبہ اور قوت والے ہیں (بصورت نزاع) اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں (اس کے باوجود بھی نافرمانی اور معصیت کو دور نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ طاقت وقوت کے باوجود برائی نہ روکے تو اللہ تعالیٰ کا جب عذاب آئے گا تو اس کے زد میں صرف مرتکبین معاصی ہی نہیں آئیں گے بلکہ اس میں سارے لوگ شامل ہو جائیں گے اور عذاب خداوندی سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور سب ہلاک و برباد کر دیئے جائیں گے البتہ قیامت کے دن اٹھایا الگ الگ جائے گا۔

(۴۱۳۴) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا رَجَعَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهَاجِرَةُ الْبَحْرِ قَالَ أَلَا تُحَدِّثُونِي بِأَعَاجِيبِ مَا رَأَيْتُمْ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ قَالَ فِتْيَةٌ مِنْهُمْ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَرَّتْ بِنَا عَجُوزٌ مِنْ عَجَائِزِ رَهَابِينِهِمْ تَحْمِلُ عَلَى رَأْسِهَا قُلَّةً مِنْ مَاءٍ فَمَرَّتْ بِفَتًى مِنْهُمْ فَجَعَلَ إِحْدَى يَدَيْهِ بَيْنَ كَتِفَيْهَا ثُمَّ دَفَعَهَا فَخَرَّتْ عَلَى رُكْبَتَيْهَا فَانْكَسَرَتْ قُلَّتُهَا فَلَمَّا ارْتَفَعَتْ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ سَوْفَ تَعْلَمُ يَا غُدَرُ إِذَا وَضَعَ اللّٰهُ الْكُرْسِيَّ وَجَمَعَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَتَكَلَّمَتِ الْأَيْدِي وَالْأَرْجُلُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ فَسَوْفَ تَعْلَمُ كَيْفَ أَمْرِي وَأَمْرُكَ عِنْدَهُ غَدًا.

قَالَ يَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَتْ صَدَقَتْ كَيْفَ يُقَدِّسُ اللّٰهُ أُمَّةً لَا يُؤْخَذُ لِضَعِيفِهِمْ مِنْ شَدِيدِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب سمندری مہاجرین نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے، تو آپ نے فرمایا تم نے ارض حبشہ میں جو عجیب چیزیں دیکھی ہیں وہ مجھ سے نہیں بیان کرو گے، ان میں سے چند نوجوانوں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور بیان

کریں گے، دریں اثنا کہ ہم ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں کے درویشوں کی ایک بڑھیا سر پر پانی کا مٹکا اٹھائے ہوئے ہمارے پاس سے گزری، پھر وہ حبشہ کے جوان کے پاس سے گزری تو اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، پھر اسے دھکا دیا، وہ گھٹنوں کے بل گر پڑی اور اس کا مٹکا پھوٹ گیا، جب وہ اٹھی تو اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اے مکار! تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا جب اللہ تعالی کی کرسی (عدالت) قائم ہو گی، اور اولین و آخرین (تمام مخلوقات) کو جمع فرمائیں گے، اور ہاتھ پاؤں اپنے کئے کو بیان کریں گے، اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے یہاں میرا اور تمہارا کیا فیصلہ ہو گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس بڑھیا نے بالکل سچ کہا اللہ تعالی کیسے اس قوم کو پاک کریں گے جس میں کمزور کی خاطر طاقتور سے مواخذہ نہ کیا جائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: کیف یقدس اللہ امۃ: کیف استخبار انکاری ہے، اور تعجب کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو قوم مظلوم کی حمایت و نصرت کر کے ظالم کی مدد نہیں کرتا ہے اور اس کو ظلم و زیادتی سے نہیں روکتا ہے حالاں کہ وہ اس کے روکنے پر قادر ہے اور پوری قدرت حاصل ہے چاہے تو ظلم و زیادتی کو روک سکتا ہے لیکن ایسا نہیں کرتا ہے اس لیے اللہ تعالی اس کو کبھی بھی پاک نہیں کرے گا، فیض القدیر میں ہے استخبار فیہ انکار تعجیب ای، اخبرنی کیف یطھر اللہ قوما لا ینصرون الظالم علی العاجز الضعیف مع تمکنھم من ذالک ای لا یطھرھم اللہ ابداً فما اعجب حالکم ان طننتم انکم مع تمادیکم فی ذالک یطھرکم و لان التقدیس من قدس فی الارض اذا ذھب فیھا و ابعد ویقال قدّس اذا طھر لان مطھر الشئی یبعدہ لا عن الاقذار (۱)

(۴۱۳۵) حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُصْعَبٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ.

ترجمۂ حدیث: ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف اور عدل کی بات کہنا افضل ترین جہاد ہے۔

(۱) فیض القدیر: ۵/۷۵، بحوالہ المکتبۃ الشاملہ:

تشریح حدیث:

بعض روایات میں کلمہ عدل کی جگہ کلمہ حق بھی آیا ہے اس حدیث پاک میں رسول اکرم ﷺ نے ظالم وجابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق اور انصاف کی بات کہنا افضل ترین جہاد قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد میں پچاس فیصد شہید ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور پچاس فیصد غازی بننے کا بھی گمان رہتا ہے بلکہ شہید ہونے کا احتمال اور بھی کچھ کم ہی رہتا ہے اور ظالم وجابر بادشاہ کے دربار میں حق اور انصاف کی بات کہنے میں معاملہ بالکل برعکس ہے دس فیصد ہی جان بچنے کا امکان رہتا ہے نوے فیصد احتمال تو سر قلم اور شہید ہونے کا ہوتا ہے اس لیے ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا بڑا جہاد اور افضل جہاد ہے، علاوہ ازیں جہاد کے میدان میں مجاہد ایک کافر کو مارتا ہے اور قوم کو راحت پہنچاتا ہے لیکن ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے والا ساری قوم کو فائدہ پہنچاتا ہے جبکہ بادشاہ اس کی بات کو قبول کر لے اسی طرح اس کے جہاد کی دائرہ افادیت زیادہ ہے اس لیے آپ نے اس کو افضل ترین جہاد فرمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و المتاب

(۴۱۳۶) حَدَّثَنَا رَاشِدُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي غَالِبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ عَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْأُولَى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَأَى الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ سَأَلَهُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ لِيَرْكَبَ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ قَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ ذِي سُلْطَانٍ جَائِرٍ.

ترجمۂ حدیث: افضل جہاد

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) جمرہ اولی کے نزدیک رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک آدمی گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے سکوت فرمایا جب آپ جمرہ ثانیہ کی رمی کر چکے تو اس نے پھر وہی سوال کیا؟ آپ خاموش رہے (اور کوئی جواب نہ دیا) پھر جب آپ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو گئے اور سوار ہونے کے لیے اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھا ہی تھا کہ آپ نے معلوم کیا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہوں، آپ نے فرمایا: ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔

تشریح حدیث: قد مر شرح الحديث قبل ذالك.

(۴۱۳۷) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أَخْرَجَ

مَرْوَانُ الْمِنْبَرَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَبَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا مَرْوَانُ خَالَفْتَ السُّنَّةَ أَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ فِي هَذَا الْيَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ وَبَدَأْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ بِهَا فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ

ترجمہ حدیث: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے درجات:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ مروان نے عید کے دن (خطبہ دینے کے لیے) منبر نکلوایا، پھر نماز سے پہلے ہی خطبہ شروع کر دیا تو ایک شخص نے کہا اے مروان! آپ نے سنت کے خلاف کام کیا، تم نے منبر نکلوایا آج سے پہلے منبر نہیں نکلوایا جاتا تھا، اور نماز سے قبل خطبہ شروع کر دیا حالاں کہ نماز سے قبل خطبہ نہیں ہوتا تھا، اس پر حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا، ان صاحب نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو شخص بھی خلاف شرع کام دیکھے اور اس کے اندر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت ہو تو اس کو ہاتھ سے بدل ڈالے اور جو ہاتھ سے بدلنے پر طاقت نہ رکھے اس کو چاہئے کہ زبان سے منع کرے اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو (کم از کم) دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

تشریح حدیث:

سب سے پہلے عید کے خطبہ کو کس نے مقدم کیا؟ اس سلسلہ میں مختلف حضرات کے نام لیے گئے ہیں مگر اصح قول کے مطابق یہ کام مروان نے کیا ہے پھر جب بنو عباس کا دور آیا تو صورت حال صحیح ہوگئی اور آج تک وہی معمول بہ ہے اس موضوع پر تفصیلی کلام باب ماجاء فی صلاۃ العیدین تکمیل الحاجہ جلد ۳ میں آچکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

مروان پر سب سے پہلے نکیر کرنے والا کون

بخاری اور مسلم میں روایت آئی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوسعید خدریؓ نے مروان پر نکیر فرمائی وہ دونوں عید گاہ میں ساتھ ساتھ آئے تھے، مروان سیدھا منبر کی طرف چلا، تو حضرت ابوسعید خدری نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا مگر وہ نہیں مانا اور جواب **قد ترك ماتعلم**: آپ جو جانتے ہیں وہ متروک ہو گیا وہ زمانہ چلا گیا، حضرت ابوسعید خدریؓ نے جواب دیا کہ **والذی نفسی بیدہ لا تاتون بخیر مما اعلم**: ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جو میں جانتا ہوں اس سے بہتر تم لوگ ہرگز نہیں لا سکتے ہو یہ باتیں تین مرتبہ کہہ کر حضرت ابوسعید خدریؓ صف میں جا بیٹھے۔

پھر اس شخص نے جس کا ذکر روایت میں ہے کھڑے ہو کر نکیر کی اس لیے اس کے عمل کا درجہ بڑھ گیا اس لیے حضرت

ابوسعید خدری ؓ نے فرمایا اس بندے پر جو حق تھا چکا دیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر دیا اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات:

رسول اکرم ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجات بیان کئے ہیں۔

پہلا درجہ: بزور قوت وطاقت برائی کا خاتمہ:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ برائی اور منکر خلاف شرع کام دیکھنے کے بعد اپنے ہاتھ کی قوت اور طاقت سے اس کو ختم کر دینا، مثلاً آلات لہو ولعب کو توڑ دینا، سینما گھروں فلم ہالوں، شراب کے اڈوں اور زنا کاری کے اڈوں کو منہدم کر دینا اور معصیت کے ارتکاب کرنے والے کی سرزنش اور پٹائی کرنا، مگر یہ کام عام لوگوں کا نہیں ہے، بلکہ حاکم وقت کا ہے قوت نافذہ کے بغیر یہ کام کرنے سے فتنہ برپا ہوگا، اور اصلاح کے بجائے معاشرہ میں بگاڑ وفساد پیدا ہو جائے گا ہاں اگر امیر وقت اور بادشاہ وقت کی جانب سے کوتاہی اور تغافل برتی جارہی ہے یا پس پردہ حکومت ان معاصی اور منکرات کی پشت پناہی کر رہی ہے تو اس صورت میں اولاً حکومت سے درخواست کی جائے کہ ملک اور سماج ومعاشرہ سے فواحش ومنکرات کے اڈے بند کئے جائیں، پھر بھی حکومت غفلت برت رہی ہے اور پشت پناہی کر رہی ہے تو اس صورت میں عام مسلمان اجتماعی طور پر اس فریضہ کو انجام دے۔

دوسرا درجہ: زبان کی طاقت سے برائی کا خاتمہ:

اگر ہاتھ کی طاقت وقوت سے منکرات وفواحش کے ختم کرنے میں فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں زبان کے ذریعہ اس کی برائی اور قباحت کو زبان سے بیان کرے اور لوگوں کے قلوب میں اس کی شناعت وقباحت جاگزیں کرے۔ پند ونصائح سے کام لے، اور برائی میں مشغول لوگوں کو سمجھائے، ان کو نصیحت کرے۔

تیسرا درجہ: برائی کو دل سے کم از کم برا جاننا:

زبان سے روکنے میں بھی فتنے وفساد کا اندیشہ ہو تو آخری درجہ یہ ہے کہ کم از کم اس برائی کو دل سے برا جانے، برا سمجھے اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے اس سے نیچے ایمان کا کوئی درجہ نہیں، بلکہ اس سے نیچے تو مداہنت فی الدین ہے جو پورے سماج اور سوسائٹی کو لے ڈوبتی ہے اگر کوئی شخص برائی کو دیکھ کر اس کو برا بھی دل سے نہ جانے بلکہ اسی کے ساتھ ہاں میں ہاں ملائے تو یہ سمجھو کہ اس کے پاس ایمان کا آخری اور ضعیف درجہ بھی نہیں ہے۔

قوله: ذالك اضعف الایمان: حضرات شارحین حدیث نے اس کے متعدد مطلب بیان کئے ہیں۔

(۱) جو شخص کسی برائی کو محض قلبی طور پر برا جاننے پر اکتفا کرتا ہے تو سمجھو کہ اہل ایمان میں سب سے کمزور فرد ہے کیوں کہ اگر وہ دین کے بارے میں طاقت ور ہوتا اور قوی و مضبوط ہوتا تو صرف قلبی نفرت پر اکتفانہ کرتا، بلکہ ہاتھ اور زبان سے بھی اس کے خاتمہ کی سعی و جد و جہد کرتا، اس مطلب کی تائید حدیث رسول **افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر** سے بھی ہوتی ہے نیز ارشاد باری ہے **لا یخافون لومة لائم.**

(۲) **ذالك اضعف الایمان ای اضعف زمن الایمان:** مطلب یہ ہے کہ جب اہل ایمان اس درجہ کمزور ہوجائیں کہ وہ کسی برائی کو مٹانے کے لیے ہاتھ اور زبان کی طاقت سے محروم ہوں تو سمجھا جائے گا کہ یہ ایمان کے لیے سب سے کمزور زمانہ ہے کیوں کہ اہل ایمان اگر طاقتور ہوتے تو وہ کسی برائی کو اپنے فعلی و قولی کی طاقت کے ذریعہ مٹانے کے بجائے محض قلبی نفرت پر اکتفانہ کرتے۔

(۳) بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کسی منکر اور خلاف شرع کام دیکھ کر محض دل میں اس کو برا سمجھنے پر اکتفا کرلینا ایمان کے مراتب میں سے سب سے کمزور مرتبہ ہے، کیوں کہ اگر کوئی مسلمان امر منکر دیکھ کر اس کو قلبی اعتبار سے برا بھی نہ سمجھے بلکہ اس پر اپنے اطمینان قلب کا اظہار کرے اور اس کو اچھا جانے تو وہ مسلمان ہی نہیں رہے گا بلکہ کافر ہوجائے گا۔

(۴) امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ایمان کا ثمرہ اور نتیجہ کم ظاہر ہوگا اور ایسا ایمان قلیل المنفعت ہوگا، واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۶۱) بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى: (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ)

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو امیہ شعبانی، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کی فکر ہر وقت لگی رہنی چاہئے اصلاح نفس کی فکر سے کبھی بھی تغافل بالکل نہیں ہونا چاہئے۔

(۴۱۳۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ حَدَّثَنِي عَنْ عَمِّهِ عَمْرِو بْنِ جَارِيَةَ عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيِّ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ قَالَ أَيَّةُ آيَةٍ قُلْتُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ قَالَ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ

بِرَأْيِهِ وَرَأَيْتَ أَمْرًا لَا يَدَانِ لَكَ بِهِ فَعَلَيْكَ خُوَيْصَةَ نَفْسِكَ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ الصَّبْرُ فِيهِنَّ عَلَى مِثْلِ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ.

ترجمہ حدیث: دین پر ثابت قدمی ہاتھوں میں انگارہ لینے کے مانند:

حضرت ابوامیہ شعبانیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوثعلبہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ اس آیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں انہوں نے کہا کون سی آیت؟ میں نے کہا یَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط اے ایمان والو اپنے نفس کی اصلاح کی فکر کرو گمراہ لوگوں کی گمراہی تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے جب کہ تم راہ راست پر رہو، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس آیت کی تفسیر ایسی ذات سے دریافت کی جو خوب واقف تھی، میں نے اس کی تفسیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا بلکہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہو، یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخیل کی بات مانی جاتی ہے خواہش (نفس) کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو دین پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر شخص کو اپنی رائے پر ناز ہے (خواہ اس کی رائے کتاب وسنت واجماع امت اور قیاس صحیح کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) اور ایسے حالات میں جب تم ایسا کام (خلافت شریعت) دیکھو کہ اس کو ختم کرنے کی طاقت تم میں ذرا بھی نہیں ہے تو اس وقت تم صرف اپنی ذات کی فکر کرو، اس لیے کہ تمہارے بعد صبر کے ایام آنے والے ہیں، ان میں صحیح دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا ہاتھ میں انگارہ لینے کے مترادف ہوگا، ان ایام میں عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا جو اس کے عمل کے مثل اسطرح کے عمل کرتے ہوں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں جو آیت کریمہ مذکور ہے اور اس سے ظاہری طور پر جو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ صرف اپنی اصلاح کی فکر کافی ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم نہیں دوسروں کو برائی سے روکنا ضروری نہیں، اس سے متعلق کلام گزشتہ باب کے تیئں ہو چکا ہے اور آیت کریمہ کا صحیح مطلب وہاں بیان کیا جا چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں، وہاں ملاحظہ فرمالیں، حدیث ہٰذا اس بات پر دال ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے بعد اور اس ذمہ داری کی ادائیگی پر محنت کرنے کے بعد، علیکم انفسکم کا نمبر ہے شروع ہی سے نہیں۔

(۴۱۳۹) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَيْدٍ حَفْصُ بْنُ غَيْلَانَ الرُّعَيْنِيُّ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى نَتْرُكُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ إِذَا ظَهَرَ فِيكُمْ مَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ

قَبْلَكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَنَا قَالَ الْمُلْكُ فِي صِغَارِكُمْ وَالْفَاحِشَةُ فِي كِبَارِكُمْ وَالْعِلْمُ فِي رُذَالَتِكُمْ قَالَ زَيْدٌ تَفْسِيرُ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعِلْمُ فِي رُذَالَتِكُمْ إِذَا كَانَ الْعِلْمُ فِي الْفُسَّاقِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے کسی نے کہا یا رسول اللہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب تم میں وہ امور ظاہر ہوں جو تم سے پہلی امتوں پر ظاہر ہوئے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے پہلی امتوں پر کیا ظاہر ہوئے تھے، فرمایا: گھٹیا لوگ حکمران بن جائیں، تمہارے معزز لوگوں میں فسق وفجور آجائے اور تمہارے رذیل اور کمینے لوگ علم حاصل کرلیں۔ راوی حدیث حضرت زید فرماتے ہیں کہ گھٹیا لوگوں کے علم حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بے عمل فاسق لوگوں میں علم ہو۔

تشریح حدیث:

حضرات صحابہ کرام نے رسول اقدس ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کب متروک ہوگا لوگ کب اس فریضہ کو ترک کردیں گے؟ آپ نے فرمایا بنی اسرائیل میں جو چیزیں ظاہر ہوئیں وہی چیزیں اگر تم میں آگئی، تو سمجھ لو کہ اب اس میں کوتاہی آنی شروع ہوجائے گی، اور رفتہ رفتہ یہ فریضہ متروک ہوجائے گا حضرات صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ بنی اسرائیل میں کیا چیزیں پیدا ہوگئی تھیں؟ آپ نے فرمایا۔

(۱) اذاظهر الادهان في خيار كم: تمہارے معزز اور چنیدہ لوگوں میں مداہنت پیدا ہوجائے۔

(۲) والفاحشة في اشرار كم: تمہارے شریر لوگوں میں فسق وفجور اور فحش پیدا ہوجائے

(۳) وتحول الملك في صغار كم: بادشاہت اور حکمرانی تمہارے ذلیل لوگوں میں منتقل ہوجائے

(۴) والفقه في ارذالكم: تمہارے ذلیل اور کمینہ لوگ علم وفقہ حاصل کرنے لگیں مطلب علم فقہ فاسقوں میں منتقل ہوجائے، فاسق لوگ علم حاصل کریں اور بے عمل ہی رہے جیسا کہ آج کل اس کا مشاہدہ خوب ہوتا ہے، قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کے علوم کے ماہر ہوتے ہیں درجنوں کتابوں کے مصنف ہوتے ہیں لیکن ان کا حلیہ ولباس دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی یہودی کالج واسکول کے پروردہ اور متخرج ہیں، کسی اسلامی یونیورسٹی کا فاضل نہیں، جب یہ صورت حال ہوجائے تو پھر سمجھو کہ اب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر متروک ہوجائے گا، اور لوگوں کے اندر مداہنت فی الدین آجائے گی، برائی دیکھنے کے بعد بھی نہیں روکیں گے۔

(۴۱۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ

الْحَسَنِ عَنْ جُنْدُبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ قَالَ يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيقُهُ.

ترجمہ حدیث: اپنے آپ کو ذلیل نہ کرو:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے لیے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) مومن کس طرح اپنے آپ کو ذلیل کرے گا؟ جس آزمائش اور مصائب کو برداشت نہیں کرسکتا ہے اس کے درپے ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو ایسی مصیبت میں ڈالے جس کو وہ برداشت نہیں کرسکتا ہے اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کرنا ہے مثلاً ایک شخص مسافر ہے گرمی کے موسم میں سفر کررہا ہے تو شریعت نے اس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے اب وہ روزہ رکھ لیا لیکن گرمی کی شدت کو برداشت نہیں کرسکا اور روزہ توڑ دیا یہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہوا، یا امر بالمعروف کرنے کی صورت میں ظن غالب ہے کہ ایذاء پہنچے گی اور اس پر صبر کرسکے گا تو امر بالمعروف کو ملتوی کردے اگر اس نے امر بالمعروف کیا اور ایذاء پر صبر نہ کرسکا تو یہ اپنے آپ کو رسوا کرنا ہوا۔ اللہ کے رسول نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(۴۱۴۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو طُوَالَةَ حَدَّثَنَا نَهَارٌ الْعَبْدِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ لَيَسْأَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَقُولَ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَ الْمُنْكَرَ أَنْ تُنْكِرَهُ فَإِذَا لَقَّنَ اللهُ عَبْدًا حُجَّتَهُ قَالَ يَا رَبِّ رَجَوْتُكَ وَفَرِقْتُ مِنَ النَّاسِ.

ترجمہ حدیث: لوگوں کی ایذاء رسانی کے خوف سے امر بالمعروف نہ کرنا:

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے سنا بے شک اللہ تعالی قیامت کے دن بندے سے سوال کرے گا یہاں تک کہ کہے گا کہ تجھ کو نہی عن المنکر سے کس چیز نے روک دیا؟ (یعنی جب خلاف شرع کام دیکھا تو منع کیوں نہیں کیا اور روکا کیوں نہیں) پھر اللہ تعالی خود ہی اس کا جواب تلقین فرمائیں گے تو بندہ عرض کرے گا، ربا! میں نے آپ کی رحمت کی امید کرلی تھی اور لوگوں کی ایذا رسانی سے مجھے خوف تھا (اس لیے خلاف شرع کام دیکھنے کے بعد منع نہیں کیا)

تشریح حدیث:

بعض روایت میں لقن کی جگہ القي کے الفاظ بھی آئے ہیں دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اللہ تعالی بندے کے قلب

پر جواب القاء فرمائیں گے کہ بندہ اللہ تعالی کے سوال کا جواب دیں گے، یہ اللہ تعالی کا اپنے بندوں کے ساتھ بے پناہ اور غایت درجہ محبت کی بات ہے کہ سوال کرنے کے بعد کا جواب بھی سکھاتے ہیں تاکہ میرے بندوں کو کوئی تکلیف نہ ہو، یہ اللہ تعالی کی شان کریمی اور فضل ربانی ہے۔

(۱۴۶۲) بَابُ الْعُقُوبَاتِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوموسی اشعریؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابومالک اشعریؓ، حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت ثوبانؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے اپنی امت کو تمام گناہوں اور ان کی سزاؤں سے ڈرایا ہے تاکہ امت گناہوں کی دلدل میں گرنے سے اپنے آپ کو بچائے۔

(۴۱۴۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يُمْلِي لِلظَّالِمِ فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ.

ترجمہ حدیث: اللہ کی طرف سے ظالم کو ڈھیل:

حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کی گرفت فرماتے ہیں تو پھر چھوڑتے نہیں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی، و کذالك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهي ظالمة: اور اسی طرح آپ کے رب کی پکڑ ہوتی ہے جب وہ کسی ظالم بستی کو پکڑتے ہیں)

تشریح حدیث:

قوله: لم يفلته: اى لم يخلصه ابدا ان كان مشركا ومدة طويلة ان كان مومنا: مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک ظالم وجابر کو شروع میں ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ وہ ظلم وسرکشی میں غوطہ لگانے لگتے ہیں اور تمرد وعناد اور ظلم وزیادتی میں حد سے زیادہ آگے بڑھ جاتے ہیں پھر اچانک اللہ تعالی کی پکڑ آتی ہے اور اس قدر وہ سخت اور خطرناک ہوتی ہے کہ کسی کو چھوڑتی نہیں ہے پھر آپ نے اس کو قرآن کریم کی آیت تلاوت کر کے اس کو مدلل ومبرہن کیا۔

(۴۱۴۳) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَبُو أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَأَعُوذُ بِاللهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي

أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ إِلَّا جَعَلَ اللهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.

ترجمۂ حدیث: خلاف شرع امور کے ارتکاب پر نزول عذاب:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت جب تم پانچ چیزوں میں مبتلا ہو جاؤ اور میں خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم ان چیزوں میں مبتلا ہو۔

(۱) جس قوم میں علانیہ طور پر معاصی و منکرات اور فواحش ہونے لگے تو اس میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھی۔

(۲) اور جس قوم کے اندر ناپ تول میں کمی آجاتی ہے تو قحط سالی اور مصائب اور بادشاہ کے ظلم و ستم میں مبتلا کر دی جاتی ہے۔

(۳) جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوۃ نہیں دیتی تو آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ ہو۔

(۴) جو قوم اللہ اور اس کے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر غیروں کو مسلط کر دیتا ہے جو ان سے عداوت رکھتے ہیں پھر وہ ان کے اموال چھین لیتے ہیں۔

(۵) اور جب ان کا مسلم حکمراں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ (مرضی کے کچھ احکام) اختیار کر لیتے ہیں (اور باقی چھوڑ دیتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو خانہ جنگی اور باہمی اختلافات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

تشریح حدیث: ارتکاب معاصی نزول عذاب خداوندی کا سبب:

قولہ: اذا ابتلیتم بھن: یہ جملہ شرط ہے اور اس کی جزا محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے اذا ابتلیتم بھن حل بکم انواع من العذاب الذی مذکور بعدہ، اور اعوذ باللہ ان تدرکوھن جملہ معترضہ ہے اور قولہ: لم تظهر الفاحشة الخ یہاں سے خمسہ کا بیان ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس قوم میں بھی مذکورہ بالا پانچ برائیاں آئے گی تو اللہ تعالیٰ انہیں طرح طرح کے عذاب اور مصائب میں مبتلا کر کے آزمائے گا اور ان کی سخت پکڑ کرے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

(۴۱۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ

مَالِکِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُعْزَفُ عَلَى رُؤُسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ.

ترجمہ حدیث: نام بدل لینے سے حقیقت نہیں بدلتی:

حضرت ابو مالک اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب اس کا نام بدل کر پئیں گے، ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے، گانے والی عورتیں گانا گائیں گی اور اللہ تعالی انہیں زمین میں دھنسا دیں گے، اوران کی صورتوں کو مسخ کر کے بندروں اور سوروں جیسا کر دیں گے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے قریب امت میں جو بگاڑ پیدا ہوگا اس کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ قرب قیامت میں لوگوں کے اندر اس قدر فساد و بگاڑ آجائے گا اور مزاج دینی اعتبار سے اس قدر دور ہوجائے گا کہ لوگ شرابوں کا استعمال نام بدل بدل کر کریں گے کوئی اس کا نام نبیذ رکھے گا کوئی اس کا نام مفرح قلب ودماغ رکھے گا کوئی اس کام منشط الابدان رکھے گا اور استعمال کرے گا حالاں کہ نام بدل ڈالنے سے حقیقت و ماہیت نہیں بدلتی اس کی حرمت حسب سابق بدستور باقی رہتی ہے اس کے باوجود لوگ دھڑلے سے اس کا استعمال کریں گے آج وہ زمانہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کسی مسلمان نوجوان دھڑلے سے بغیر کسی خوف وخطر کے شراب کی بوتلیں پی رہا ہے جو بازاروں میں مختلف ناموں سے فروخت ہو رہی ہے، یہ علامت قیامت میں سے ہیں بلکہ امت میں ایسے لوگ بھی اس دور میں موجود ہیں جو اس کی حلت کے قائل ہیں، حالاں کہ اس پر امت کا اتفاق ہے کہ جو آدمی شراب کو حلال جانے وہ کافر ہے۔

مسلم ممالک کی حالت زار:

افسوس بالا افسوس یہ ہے کہ آج تمام مسلم ممالک میں بشمول سعودیہ عربیہ شراب کی بیع وشرا کی جارہی ہے البتہ اس کی خرید وفروخت علانیہ نہیں بلکہ خفیہ ہے بقیہ تمام ممالک میں علی الاعلان کھلے عام شراب کی تجارت ہوتی ہے اس کی فیکٹریاں قائم ہیں اور اس کے استعمال کی تشجیع کی جاتی ہے اور اس سے بھی خطرناک صورت حال مخدرات اور منشیات کا پھیلاؤ ہے پورے ملک میں حشیش افیون، ہیروین، اور دیگر مخدرات کا دور دورہ ہے اسی وجہ سے تمام اسلامی ممالک آج تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں کیوں کہ انہوں نے اپنی اسلامی شناخت کھودی ہے عوام تو عوام وہاں کے حکمراں اور صاحب حکومت واقتدار اس سیل رواں کے زد سے محفوظ نہیں شراب کی بوتلیں ان کے منہ سے بھی لگی ہوئی ہیں اللہ ہی ان کی حالت زار پر رحم فرمائے۔

(۴۱۴۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَلْعَنُهُمُ اللهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ قَالَ دَوَابُّ الْأَرْضِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون میں لاعنون سے مراد زمین کے چوپائے ہیں یعنی جانور۔

تشریح حدیث:

قوله: دواب الارض: بعض روایت میں دواب کی جگہ ذوات الارض ہے یعنی آیت کریمہ میں جولاعنون آیا ہے اس سے مراد ذوات الارض، حیوانات، حشرات الارض ہوام الارض اور دواب الارض ہے، یعنی روئے زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات لعنت کرتی ہے۔

(۴۱۴۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ.

ترجمۂ حدیث: گناہوں سے رزق میں تنگی

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نیکی کے علاوہ کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی ہے اور دعا کے علاوہ کوئی چیز قدر وقضاء کو ٹال نہیں سکتی ہے اور گناہ کے ارتکاب کے سبب آدمی رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: لايزيد في العمر الا البر: عمر میں زیادتی ہونے سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) المراد بازدیاد العمر برکته باعمال الخیر کہ زیادتی عمر سے مراد اعمال میں برکت ہے یعنی نیکی کی وجہ سے اعمال میں برکت ہوتی ہے لوگ دیر تک اس کے مرنے کے بعد بھی یاد رکھتے ہیں اور اس کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں یہی ہے زیادتی عمر۔

(۲) عمر میں زیادتی سے مراد رزق میں زیادتی ہے یعنی اعمال صالحہ اور نیکی سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(۳) حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور حقیقت میں عمر میں برکت ہوتی ہے اور یہ تقدیر معلق کے بارے میں ہے یمحو الله مایشاء ویثبت۔

(۴) علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: معناه اذا بر لا یضیع عمره فکانه زاد عمره فان من بورك فی عمره یتدارك فی یوم واحد من فضل الله تعالی ما لا یتدارك غیره فی السنة۔

(۵) وقیل قدر اعمال البر اسبابا بالطوله وسمی زیادۃ باعتبار طوله:

قوله: ولا یرد القدر الا الدعا: بالفرض والمحال اگر نوشتہ تقدیر کو کوئی چیز ٹال سکتی ہے تو وہ صرف دعا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے لیکن اس کا تعلق تقدیر معلق سے ہے تقدیر مبرم سے نہیں، اور یہ معلق و مبرم کی تقسیم بندوں کے اعتبار سے ہے اللہ پاک کے علم کے اعتبار سے یہ تقسیم نہیں، علم ازلی میں صرف مبرم ہی مبرم ہے، مبرم و معلق کے متعلق تفصیلی کلام ابواب القدر کے تحت تکمیل الحاجہ جلد اول میں ہو چکا ہے تفصیل درکار ہو تو وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

قوله: وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب الخ: فسق و فجور اور معاصی و منکرات اور فواحش و گناہ کا ارتکاب کے سبب بعض مرتبہ رزق سے آدمی محروم کر دیا جاتا ہے جب ارتکاب معاصی اور گناہوں پر جسارت کرتا ہے اور حد سے متجاوز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس کے رزق میں تنگی شروع کر دیتا ہے، اور بعض مرتبہ رزق سے محروم بھی، اس لیے آدمی کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اس کے غیض و غضب کا مستحق نہ بنے اور رزق کا دروازہ بند نہ کرے، بلکہ نیکیوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے روزی کا دروازہ کشادہ کرے۔

(۱۴۶۳) بَابُ الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

اس باب کے تحت صاحب کتاب امام ابن ماجہؒ نے گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ جس بندے کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا زیادہ بلند ہوتا ہے اس کی آزمائش اور امتحان بھی اتنا ہی زیادہ اور مشکل ہوتا ہے طرح طرح کے مصائب و آلام کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں لہٰذا صبر و استقامت سے کام لینا چاہئے۔ اس سے عنداللہ مقام و عظمت اور زیادہ بلند سے بلند تر ہوگی۔

(۴۱۴۷) حَدَّثَنَا یُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ وَيَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ يُبْتَلَى الْعَبْدُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيئَةٍ.

ترجمۂ حدیث: بندے کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے

حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی

ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرات انبیاء کرام پر، پھران کے بعد جوافضل اور بہتر ہو درجہ بدرجہ، بندے کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے، پس اگراس کے دین میں پختگی ہوگی تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوگی، اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوگی تو اس کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوگی اور بندے سے مصیبت اس وقت تک نہیں ٹلتی ہے جب تک کہ وہ اس کو زمین پر اس حال میں نہ چھوڑے کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی بھی گناہ نہ ہو۔

تشریح حدیث:

اللہ تعالی کی ذات گرامی کے بعد سب سے زیادہ مقدس ہستی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی ہوتی ہے ان کا مقام ومرتبہ اور عظمت ورفعت عند اللہ سب سے زیادہ بلند ہوتی ہے وہ اللہ کے محبوب اور چہیتے ہوتے ہیں اس لیے خدائے ذوالجلال والاکرام اپنے رسولوں اور نبیوں کو زیادہ آزماتے ہیں، اور انہیں نہایت اشد سے اشد ترین مصائب وشدائد میں مبتلا کرتے ہیں طرح طرح کی تنگی اور جرح میں ڈالے رکھتے ہیں تا کہ اور زیادہ سے زیادہ ان کا مرتبہ بلند ہو پھران نفوس قدسیہ کے بعد جن کا درجہ ہوتا ہے اور جو اللہ کے نزدیک محبوب وپسندیدہ ہوتا ہے ان کو آزماتے ہیں یعنی درجہ بدرجہ اشرف در اشرف کے اعتبار سے اس کا امتحان لیتے ہیں آزماتے ہیں اور یہ حضرات ان پر صبر کرتے ہیں اللہ تعالی کے سامنے روتے گڑگڑاتے ہیں اللہ تعالی سے اپنے تعلقات کو استوار کرتے ہیں اور تمام مصائب وشدائد، حزن وملال اور رنج وغم کو نہایت بشاشت قلبی اور خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرتے ہیں، الغرض اللہ تعالی کے نزدیک جو بندہ جتنا زیادہ مقرب ہوگا دنیا میں وہ اتنا ہی زیادہ مصیبت میں گھرا ہوگا اور امتحان واختبار کی چکی میں پس رہا ہوگا لہٰذا کسی کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر حقیر نہیں جاننا چاہئے۔

(۴۱۴۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَوَجَدْتُ حَرَّهُ بَيْنَ يَدَيَّ فَوْقَ اللِّحَافِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَشَدَّهَا عَلَيْكَ قَالَ إِنَّا كَذٰلِكَ يُضَعَّفُ لَنَا الْبَلَاءُ وَيُضَعَّفُ لَنَا الْأَجْرُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ الصَّالِحُونَ إِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيُبْتَلَى بِالْفَقْرِ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُهُمْ إِلَّا الْعَبَاءَةَ يُحَوِّيهَا وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ کو شدید بخار تھا میں نے اپنا ہاتھ آپ پر رکھا، تو لحاف کے اوپر سے بھی ہاتھوں میں حرارت محسوس ہو رہی تھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اتنا شدید بخار ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے ہماری آزمائش بھی دوگنی ہوتی ہے اور اجر وثواب بھی ڈبل ملتا

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

ہے میں نے عرض کیا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش وابتلاء کن پر آتی ہے آپ نے فرمایا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کے بعد کن پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا نیک لوگوں پر، بعض نیک لوگوں پر فقر وفاقہ اور تنگدستی کے ذریعہ ایسی آزمائش ہوتی ہے کہ ان کے پاس اوڑھے ہوئے کمبل کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے اور بے شک ان میں سے بعض لوگ ابتلاء وآزمائش سے اس قدر خوش ہوتے ہیں جیسے تم وسعت اور فراخی پر خوش ہوتے ہو۔

تشریح حدیث:

قوله: کمایفرح احدکم بالرخاء: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نیک وصالح بندے نوشتہ تقدیر اور قضاء وقدر کے مطابق آمدہ مصائب پر اسی طرح راضی اور خوش ہوتے ہیں جس طرح تم لوگ فراخی اور وسعت پر خوش ہوتے ہو، ان کی زبان پر کوئی حرف شکایت اور واویلا نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ رب العزت ان کے لیے جو فیصلہ کر دیتا ہے اور جو تکالیف وشدائد اور احزان وآلام ان کے لیے مقدر کر دیا ہے فرحاں اور شاداں رہتے ہیں۔

قوله: الامثل فالامثل: قال ابن الملك: ای الاشرف فالاشرف والاعلی فالاعلی مرتبة ومنزلة یعنی من هو اقرب الی الله بلاؤه اشد لیکون ثوابه اکثر. واللام فی الانبیاء للجنس، قال القاری: ویصح کونها للاستغراق اذ لا یخلو منهم من عظیم محنة وجسیم بلیة بالنسبة لاهل زمنه (۱)

(۴۱۴۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.

ترجمۂ حدیث: خون میں لت پت مگر امت کے حق میں دعا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ گویا میں اس وقت رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ایک ایسی نبی کی حالت کو بیان فرما رہے ہیں کہ ان کی قوم کے لوگوں نے ان کو مارا اور وہ اپنے چہرہ مبارک سے خون صاف کرتے جاتے اور زبان مبارک سے یوں کہتے جاتے اے میرے رب! میری قوم کی مغفرت فرما دیجئے کیوں کہ یہ میری حقیقت سے ناواقف ہے۔

تشریح حدیث:

جس نبی کا واقعہ آپ ﷺ بیان فرما رہے ہیں وہ کون سے نبی تھے؟ ظاہر ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ جس نبی کا واقعہ آپ ﷺ بیان فرما رہے ہیں اس سے مراد حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام ہیں امام قرطبی کا قول ہے کہ حضور اکرم ﷺ خود اپنا واقعہ بیان فرما رہے ہیں وقال القرطبی ان

(۱) تحفة الاحوذی: ۱۸۸/۶ باب ماجاء فی الصبر علی البلاء.

النبي هو الحاكي والمحكي۔ [1]

(۴۱۵۰) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي وَيَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں زیادہ شک کے حقدار ہیں جب انہوں نے کہا: اے پروردگار! مجھے دکھلا دیجئے آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم! کیا تو اس پر ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا کیوں نہیں (ضرور رکھتا ہوں) لیکن اطمینان قلب کے لیے ایسا چاہتا ہوں)۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ وہ ایک زور آور حمایتی کی تلاش میں تھے، اور اگر میں اتنا عرصہ قید میں گزارتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے گزارا ہے تو میں بلانے والے کی بات مان لیتا۔

تشریح حدیث:

قوله: نحن احق بالشك من ابراهيم: حدیث شریف کے اس جملے کی وضاحت یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر "رب ارني كيف تحي الموتى قال اولم تومن قال بلى ولكن ليطمئن قلبي،، نازل ہوئی تو کچھ حضرات نے کہا کہ ابراہیم کو شک ہوا ہمارے رسول کو شک نہیں ہوا، گویا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی بابت ان لوگوں نے شک منسوب کر کے مرتبہ کم کرنا چاہا تو فوراً اللہ کے نبی جناب محمد الرسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نحن احق بالشك من ابراهيم حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے مقابلے میں، میں زیادہ شک کا حقدار ہوں، یعنی اگر ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو شک وشبہ واقع ہوتا تو مجھے بدرجہ اولی ہوتا لیکن مجھے شک وشبہ نہیں ہوا تو حضرت ابراہیمؑ کو بدرجہ اولی نہیں ہوا۔

سوال: حدیث کے ظاہری اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف حضرت ابراہیم کے لیے بلکہ اپنی ذات کے لیے بھی مذکورہ شک کا اثبات فرمایا ہے حالاں کہ دونوں کا اس طرح شک میں مبتلا ہونا محال ہے اس کی حضرات شراح کرام سے متعدد توجیہات منقول ہیں۔

جواب: (۱) حضرات صحابہ کرام نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوا ہمارے نبی کو شک نہیں ہوا جب اس

(۱) عمدة القاري: ۲۳/۴۹۲ مكتبه شامله

کی اطلاع آپ کو ہوئی تو حضرت ابراہیم سے شک کا دفعیہ کرنے کے لیے فرمایا نحن احق بالشك، اور یہ بالکل وہی انداز ہے جب کوئی شخص کسی سے کوئی چیز دفع کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ اگر تم فلاں کو ناشائستہ بات کہنے کا ارادہ کر ہی چکے ہو تو بجائے اس کے مجھے کہو، اور ظاہر ہے کہ تم مجھے نہیں کہہ سکتے لہٰذا اس کو بھی نہ کہو۔

(۲) جب ہم کو شبہ نہیں ہوا تو ان کو بھی نہیں، آپ نے یہ جملہ تواضع اور نسبت ابنیت میں یہ فرمایا یعنی ان کی ذریت اور متبع ہیں، واتبع ملة ابراهیم حنیفاً: اگر بالفرض احیاء موتی کا سوال کسی کو شک وشبہ کی بنیاد پر ہوتا تو ہم اس شک کے زیادہ حقدار ہوتے لیکن جب ہمیں کوئی شک وشبہ نہیں تو ان کو تو بدرجہ اولی شک نہ ہوا ہوگا، کیوں کہ وہ تو موحد اعظم ہیں۔

(۳) احیاء موتی کی کیفیت مشاہدہ کرنے کے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ مشتاق ہیں، کیوں کہ مشرکین مجھ سے زیادہ سوال کرتے ہیں اور بعث بعد الموت کی تکذیب اور اس پر تعجب کرتے ہیں نہ ان کو سمجھانے کے لیے کیفیت احیاء دیکھنے کے ہم زیادہ مشتاق ہیں اس کے باوجود ہم سوال نہیں کرتے ہیں۔

(۴) حضرت علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ نحن سے مراد آپ کی ذات شریفہ نہیں ہے بلکہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے علاوہ دیگر انبیاء کرام ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو احیاء موتی کے بارے میں شک ہوتا تو دوسرے انبیاء کو بدرجہ اولیٰ ہوگا کہ ان کو دوسرے انبیاء پر فوقیت حاصل تھی، جب مفضول کو شک نہیں ہوا تو افضل کو کیسے ہوسکتا ہے

(۵) نحن سے مراد امت ہے جس کو شک ہوسکتا ہے اس کے اندر آپ کی ذات داخل نہیں کیوں کہ آپ معصوم ہیں اور مطلب یہ ہے کہ احیاء موتی کے بارے میں جب عام مومنین کو شک نہیں ہوا تو پھر ابراہیم علیہ السلام کو شک کیسے ہوسکتا ہے۔

قوله: قال رب ارنی کیف تحی الموتي: الخ: حضرت ابراہیم کا یہ سوال کسی شک وشبہ کی بنیاد پر نہیں تھا، کہ نعوذ باللہ انہیں احیا موتی کے بارے میں شک ہے بلکہ احیاء موتی کی کیفیت کیا ہوگی اس کے متعلق سوال تھا، کہ عینی مشاہدہ ہو کر ایمان عین الیقین تک پہنچ جائے سوال میں لفظ کیف خود اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حالت وکیفیت کے متعلق شوق کا سوال تھا نہ کہ شک وشبہ کا، شوق کے سوال اور شک کے سوال میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ذوق وشوق عین تقاضا یقین ہے۔

قوله: ویرحم الله لوطا لقد کان یاوی الخ: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے جو رکن شدید کا سہارا پکڑنا چاہتے تھے رکن درحقیقت کسی چیز کے مضبوط کنارے یا مضبوط ستون کو کہتے ہیں۔ اور آیت کریمہ میں رکن شدید سے مراد مضبوط اور طاقت ور جماعت ہے۔

اس جملہ کے کہنے والے کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم خلاف فطرت بدفعلی، اور اغلام بازی میں مبتلا تھی، ہر خوب صورت حسین وجمیل لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرتی تھی لوط علیہ السلام ان کو سمجھاتے نصیحت کرتے لیکن نصیحت کا اثر بالکل قبول نہیں کرتی بلکہ اپنی عادت قبیحہ میں اور زیادہ مضبوط اور قوی تر ہوتی جارہی تھی تو اللہ نے ان کی ہلاکت وبربادی

کا فیصلہ فرمادیا، اور اپنے دو فرشتوں کو جو نہایت حسین وجمیل اور خوبصورت تھے، بھیجا یہ دونوں فرشتے ایک مہمان بن کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور اپنے حال کو مخفی رکھا کہ ہم دو فرشتے ہیں اور آپ کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں جب قوم کو اس بات کا علم ہوا کہ لوط کے پاس دو حسین وجمیل خوبصورت لڑکے آئے ہیں لوط کے گھر پر دھاوا بول دیا، اور کہنے لگے کہ آپ ان دونوں کو ہمارے حوالہ کریں ہم ان سے اپنی خواہش پوری کریں گے حضرت لوط نے بہت سمجھایا، غیرت دلائی اور یہاں تک کہا کہ میری لڑکیاں ہیں ان سے نکاح کرلو، لیکن کوئی سننے کے لیے تیار نہیں، غور کیجئے اور اندازہ وتصور فرمایئے کہ پوری قوم ایک جانب اور حضرت لوط علیہ السلام اکیلے ایک طرف مہمانوں کی عزت کا مسئلہ ہے تب پریشان خاطر ہوئے بشریت کے ناطے فرمایا اے کاش! تمہارے مقابلے کے لیے میرے پاس کوئی ذاتی طاقت ہوتی یا مضبوط جماعت وکنبہ وقبیلہ ہوتا تو ان سے حمایت وسہارا لے کر مہمانوں کو بچالیتا جب مہمانوں نے دیکھا کہ لوط علیہ السلام از حد پریشان ومضطرب ہیں تو انہوں نے اپنی حقیقت کا انکشاف کیا کہ میں کوئی انسان نہیں ہوں بلکہ اللہ کا فرستادہ فرشتہ ہوں اور ان کو ہلاک کرنے پر مامور ہوں۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت لوط کی اسی حسرت اور تمنا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت لوط انسانی طاقت وقوت کا سہارا چاہنے لگے حالاں کہ اصل سہارا تو اللہ تعالی کا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا تعالی کو بھول کر غیر اللہ کی پناہ کے طالب بن گئے بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ اس وقت قوم کا ارادہ بد دیکھ کر اس قدر پریشان اور حد درجہ قابل رحم حالت میں تھے کہ طبعی طور پر ان کی یہ خواہش ہوئی کہ خدا تعالی مدد فرماتا اور اتنی قوت وطاقت عطا فرمادیتا، گویا آپ کا منشا یہ ظاہر کرنا تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام ایک انسان تھے ایسی نازک حالت میں ان کی بشری جبلت کا اندرونی تقاضہ یہ ہوا کہ ان بداخلاق بدکردار اور بدطینت کو مزہ چکھانے کے لیے مضبوط لوگ کے متمنی ہوئے اور یرحم اللہ کہنا محض دعاء وتعظیم اور شان تقدس کو باقی رکھنے کے لیے فرمایا۔

قولہ: ولو لبثت فی السجن طول ما لبث یوسف الخ: حضرت یوسف علیہ السلام کا مکمل قصہ سورۂ یوسف میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے ایک طویل عرصہ جیل میں زندگی گزارنے کے بعد بادشاہ مصر کی جانب سے ایک قاصد رہائی کا پروانہ لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرمایا بادشاہ مصر کی طرف سے یہ رہائی کا پروانہ ہے آپ جیل خانہ سے باہر تشریف لے چلیے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت تک اپنی رہائی پسند نہیں کرسکتا جب تک کہ میرے اوپر تہمت رکھنے والی عورت زلیخا خود بھی میری بے گناہی اعتراف نہ کرلیں اور جب تک وہ اس کا اعلان نہ کریں کہ میں پاک دامن اور عفیف ہوں اور میرے اوپر محض بہتان تراشی اور افتراء پردازی ہے، اسی کو رسول اکرم ﷺ فرمارہے ہیں کہ جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کاٹی ہے اگر میں اتنی مدت جیل میں ہوتا اور کوئی رہائی کا پروانہ لے کر آتا تو میں بلا تاخیر قبول کرلیتا اور رہائی اور جیل سے خلاصی کو قبول کرلیتا مگر یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عزم وہمت

اور صبر واستقامت کی بات ہے کہ رہائی کو قبول کرنے میں جلد بازی نہیں کی بلکہ جب تک معاملہ بالکل صاف اور کلیر نہیں ہوا اور برسرعام آپ کے بے گناہ ہونے کا اعلان نہ ہوا قاصد کو واپس کردیا۔ حضرات شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ آپ کا یہ قول لأجبت الداعي تواضع وانکساری پر محمول ہے، صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں۔ ای لأسرعت الاجابة فی الخروج من السجن ولما قدمت طلب البراءة، فوصف بشدة الصبر حيث لم يباد بالخروج، وانما قاله ﷺ تواضعا، والتواضع لا يحط مرتبة الكبير بل يزيده رفعة وجلالا۔ وقيل هو من جنس قوله: لا تفضلوني على يونس، وقيل انه قاله قبل ان يعلم انه أفضل من الجميع (۱)

یعنی آپ کے ارشادگرامی لأجبت الداعي سے جو یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام آپ سے افضل ہیں اس کے تین جواب دیئے ہیں۔

(۱) آپ کا تواضع پر محمول ہے، (۲) یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت جزئی ہے کلی فضیلت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، (۳) آپ کا یہ ارشادگرامی اس وقت پر محمول ہے جب کہ آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آپ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔

(۴۱۵۱) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ كُسِرَتْ رَبَاعِيَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشُجَّ فَجَعَلَ الدَّمُ يَسِيلُ عَلَى وَجْهِهِ وَجَعَلَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَبُوا وَجْهَ نَبِيِّهِمْ بِالدَّمِ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللهِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ.

ترجمۂ حدیث: غزوۂ احد میں آپ کے دندان مبارک کی شہادت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ احد کے دن رسول اکرم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے، اور سرمبارک زخمی ہوا تو خون آپ کے چہرہ مبارک پر بہنے لگا، تو آپ اپنے چہرہ انور سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ وہ قوم کس طرح کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین کردیا حالاں کہ نبی ان لوگوں کو اللہ تعالی کی طرف بلا رہا تھا۔ اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، اے نبی آپ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔

تشریح حدیث:

كيف يفلح قوم خضبو وجه نبيهم بالدم: اسلام کا دوسرا معرکہ عظیم جو جبل احد کے دامن ۳ھ میں کفار ومشرکین اور اہل اسلام کے درمیان لڑا گیا اس میں رسول اکرم ﷺ کے دندان مبارک رباعی شہید ہوئے اور سرمبارک میں شدید زخم آیا جس کی وجہ سے خون آپ کے روشن چہرے پر گر رہا تھا، اور چہرہ مبارک خون سے رنگین ہو رہا تھا، آپ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور یوں فرمار ہے تھے وہ قوم کس طرح فوز وفلاح اور کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی

(۱) التحفة الاحوذي: ۷/ ۴۴۲

کے چہرے کوخون سے رنگین کردیا، اور رخسار مبارک کوخون سے تر کردیا آپ چہرے سے خون پونچھتے جاتے اور بار بار یہ جملہ دہراتے جاتے، اللہ تعالی فوراً آیت کریمہ لیس لك من الامر شئی نازل فرمائی اے نبی آپ کو یہ اختیار نہیں کہ جسے چاہیں ہدایت کی دولت سے مالا مال کردیں، ہدایت دینا اللہ کا کام ہے آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے لوگوں کو دین کی طرف بلانا ہے اگر اس راہ میں آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور قوم کے لوگ آپ کو ستاتے ہیں تو صبر واستقامت سے کام لیں کیوں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ چہرہ انور سے خون صاف کرتے جاتے اور زبان مبارک پر یہ کلمہ جاری تھا اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون، اے اللہ میری قوم کو ہدایت کی دولت عطا فرما، اس لیے کہ وہ میری حقیقت اور نبوت ورسالت سے ناواقف ہے اسی وجہ سے ایذاء رسانی پر تلی ہے۔ اس صورت میں جملہ اولی کیف یفلح قوم۔ ان کے حق میں بددعا کے طور پر نہ ہوگا بلکہ اظہار تعجب کے لیے ہوگا کہ تعجب وحیرت کہ وہ قوم کس طرح کامیاب ہوگی جس نے اپنے نبی کے چہرے کوخون سے رنگین کردیا تو اللہ پاک نے اس اظہار تعجب سے بھی منع فرمایا۔

(۴۱۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامِ ذَاتَ يَوْمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ حَزِينٌ قَدْ خُضِّبَ بِالدِّمَاءِ قَدْ ضَرَبَهُ بَعْضُ أَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ مَا لَكَ قَالَ فَعَلَ بِي هَؤُلَاءِ وَفَعَلُوا قَالَ أَتُحِبُّ أَنْ أُرِيَكَ آيَةً قَالَ نَعَمْ أَرِنِي فَنَظَرَ إِلَى شَجَرَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْوَادِي قَالَ ادْعُ تِلْكَ الشَّجَرَةَ فَدَعَاهَا فَجَاءَتْ تَمْشِي حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ قُلْ لَهَا فَلْتَرْجِعْ فَقَالَ لَهَا فَرَجَعَتْ حَتَّى عَادَتْ إِلَى مَكَانِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبِي.

ترجمۂ حدیث: نبی کے بلانے پر درخت کا آنا اور پھر واپس اپنی جگہ چلا جانا:

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپ غمگین بیٹھے تھے، اہل مکہ میں سے بعض کے مارنے کی وجہ سے خون میں رنگین تھے حضرت جبرئیل ؑ نے کہا (یا رسول اللہ!) کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، حضرت جبرئیل نے کہا (یا رسول اللہ!) کیا آپ پسند کریں گے کہ میں اللہ کی قدرت کی ایک نشانی آپ کو دکھلاؤں؟ (یہ آپ کو تسلی دینے اور دل بہلانے کے لیے کیا) آپ نے فرمایا دکھلاؤ مجھے، حضرت جبرئیل ؑ نے وادی سے ایک دوسری جانب ایک درخت دیکھا اور کہا آپ اس درخت کو بلائیے، آپ نے اس کو بلایا، وہ چلتا ہوا آکر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا، حضرت جبرئیل نے فرمایا آپ اسے واپس ہونے کے لیے کہیے، چناں چہ آپ نے اس سے واپس ہونے کے لیے کہا، وہ لوٹ کر اپنی جگہ واپس ہو گیا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرے لیے یہ نشانی کافی ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل ترجمہ ہی سے واضح ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے جو یہ فرمایا کہ درخت کو بلایئے، یہ درحقیقت آپ کے حزن وغم اور رنج وملال کو ہلکا کرنا تھا کہ آپ کو کچھ تسلی ہو جائے اور عند اللہ آپ کا مقام ومرتبہ کس قدر بلند وبالا ہے اس کا اندازہ بھی ہو جائے اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ اگر یہ مشرکین میرے مقام ومرتبہ سے ناواقف ہیں تو کیا ہوا اللہ کے نزدیک تو میں محبوب ومقرب ہوں۔ درخت کا آپ کے اشارہ سے چل کر آنا اور پھر اپنی جگہ چل کر لوٹ جانا یہ رسول اکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے۔

(۴۱۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْصُوا لِي كُلَّ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةٍ إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلَوْا قَالَ فَابْتُلِينَا حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا مَا يُصَلِّي إِلَّا سِرًّا.

ترجمۂ حدیث: مردم شماری:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے کلمۂ اسلام پڑھا ہے ان سب کو شمار کر کے مجھے بتاؤ، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو ہمارے بارے میں (دشمن سے) خطرہ ہے حالاں کہ ہماری تعداد چھ سات سو کے درمیان ہے (ہم دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں) نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نہیں جانتے ہوسکتا ہے تم آزمائش میں مبتلا کئے جاؤ، فرماتے ہیں کہ پھر ہم پر آزمائشیں آئیں یہاں تک کہ ہمارے مرد (حضرات) بھی خفیہ طور پر چھپ چھپا کر نماز ادا کرتے تھے۔

تشریح حدیث:

قوله: أحصوا لي: ابن ماجہ میں احصوا لی آیا ہے جب کہ حدیث کی اکثر کتابوں میں اکتبوا لی آیا ہے یعنی کتنے مسلمان ہیں ان کو لکھ کر لاؤ، تاکہ صحیح تعداد معلوم ہو جائے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمارے بارے میں خائف ہیں حالاں کہ ہماری تعداد چھ سو اور سات سو کے درمیان ہے ہم دشمن سے مقابلہ کر سکتے ہیں، آپ نے فرمایا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے ممکن ہے تم آزمائے جاؤ چناں چہ ایسا ہی ہوا ایک وقت ایسا آیا ہے مسلمان خفیہ طور پر چھپ چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔

سوال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت چھ سو اور سات سو کے درمیان تھی حالاں کہ دیگر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے تمام مسلمانوں کو شمار کیا تو ان کی تعداد پندرہ سو کے قریب تھی،

دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے بات دراصل یہ ہے کہ یہ مردم شماری کا واقعہ دو مرتبہ کا ہے ایک مرتبہ چھ سو اور سات سو کے درمیان تھا اور دوسری مرتبہ پندرہ سو کی تعداد تھی۔ فلاتعارض بینھما

(۴۱۵۴) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ وَجَدَ رِيحًا طَيِّبَةً فَقَالَ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الرِّيحُ الطَّيِّبَةُ قَالَ هَذِهِ رِيحُ قَبْرِ الْمَاشِطَةِ وَابْنَيْهَا وَزَوْجِهَا قَالَ وَكَانَ بَدْءُ ذَلِكَ أَنَّ الْخَضِرَ كَانَ مِنْ أَشْرَافِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَانَ مَمَرُّهُ بِرَاهِبٍ فِي صَوْمَعَتِهِ فَيَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرَّاهِبُ فَيُعَلِّمُهُ الْإِسْلَامَ فَلَمَّا بَلَغَ الْخَضِرُ زَوَّجَهُ أَبُوهُ امْرَأَةً فَعَلَّمَهَا الْخَضِرُ وَأَخَذَ عَلَيْهَا وَكَانَ لَا يَقْرَبُ النِّسَاءَ فَطَلَّقَهَا ثُمَّ زَوَّجَهُ أَبُوهُ أُخْرَى فَعَلَّمَهَا وَأَخَذَ عَلَيْهَا أَنْ لَا تُعْلِمَهُ أَحَدًا فَكَتَمَتْ إِحْدَاهُمَا وَأَفْشَتْ عَلَيْهِ الْأُخْرَى فَانْطَلَقَ هَارِبًا حَتَّى أَتَى جَزِيرَةً فِي الْبَحْرِ فَأَقْبَلَ رَجُلَانِ يَحْتَطِبَانِ فَرَأَيَاهُ فَكَتَمَ أَحَدُهُمَا وَأَفْشَى الْآخَرُ وَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ الْخَضِرَ فَقِيلَ وَمَنْ رَآهُ مَعَكَ قَالَ فُلَانٌ فَسُئِلَ فَكَتَمَ وَكَانَ فِي دِينِهِمْ أَنَّ مَنْ كَذَبَ قُتِلَ قَالَ فَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ الْكَاتِمَةَ فَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشُطُ ابْنَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ سَقَطَ الْمُشْطُ فَقَالَتْ تَعِسَ فِرْعَوْنُ فَأَخْبَرَتْ أَبَاهَا وَكَانَ لِلْمَرْأَةِ ابْنَانِ وَزَوْجٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَرَاوَدَ الْمَرْأَةَ وَزَوْجَهَا أَنْ يَرْجِعَا عَنْ دِينِهِمَا فَأَبَيَا فَقَالَ إِنِّي قَاتِلُكُمَا فَقَالَا إِحْسَانًا مِنْكَ إِلَيْنَا إِنْ قَتَلْتَنَا أَنْ تَجْعَلَنَا فِي بَيْتٍ فَفَعَلَ فَلَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَجَدَ رِيحًا طَيِّبَةً فَسَأَلَ جِبْرِيلَ فَأَخْبَرَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابی ابن کعبؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات میں آپ کو معراج کرایا گیا آپ نے ایک عمدہ خوشبو محسوس کیا، آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرئیل! یہ خوشبو کیسی ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ خوشبو ایک کنگھی کرنے والی عورت اور اس کے دو بیٹے اور اس کے خاوند کی قبر کی خوشبو ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اس کا واقعہ یوں ہے کہ خضر بنی اسرائیل کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ان کے راستے میں ایک راہب اپنے عبادت خانہ میں رہتا تھا راہب ان کے پاس آکر انہیں اسلام کی تعلیم دیتا، جب خضر جوان ہوئے تو ان کے والد نے ایک عورت سے ان کی شادی کردی، خضر نے اس عورت کو اسلام کی دعوت دی، اور اس سے یہ عہد و پیمان لیا کہ کسی کو اطلاع نہ دیں (کہ خضر نے مجھے اسلام کی تعلیم دی) اور خضر عورتوں سے صحبت نہیں کرتے تھے چناں چہ انہوں نے اس عورت کو طلاق دیدی، پھر والد نے ان کی شادی کسی دوسری عورت سے کرادی، خضر نے اسے بھی اسلام کی تعلیم دی اور اس سے بھی یہ

عہد و پیمان لیا کہ کسی کو نہ بتائے، چناں چہ ان میں سے ایک نے تو اس کو صیغہ راز میں رکھا لیکن دوسری عورت نے اس راز کو فاش کر دیا (فرعون جو اس وقت کا بادشاہ تھا گرفتاری کا حکم دیا) اس لیے یہ راہ فرار اختیار کر لیا اور بھاگ کر سمندر میں ایک جزیرہ میں پہنچ گئے، وہاں دو آدمی لکڑیاں کاٹتے ہوئے آئے ان دونوں نے حضرت خضر کو دیکھ لیا ان میں سے ایک نے اس کو صیغہ راز میں رکھا، لیکن دوسرے نے راز فاش کر دیا اور لوگوں کو بتا دیا کہ میں نے خضر کو (فلاں جزیرے میں) دیکھا ہے لوگوں نے پوچھا تمہارے ساتھ اور کس نے انہیں دیکھا ہے اس نے دوسرے آدمی کا نام لیا لوگوں نے دوسرے سے پوچھا، اس نے بات چھپادی، حالاں کہ فرعون کے قانون میں جھوٹ کی سزا قتل تھی، الغرض اس شخص نے اس صیغہ راز میں رکھنے والی عورت سے شادی کر لی (یہ عورت فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھا کیا کرتی تھی ایک مرتبہ یہ کنگھی کر رہی تھی (کہ اس کے ہاتھ سے کنگھی چھوٹ کر) گر گئی، اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا فرعون تباہ ہو، بیٹی نے باپ کو بتا دیا، اس عورت کے دو بیٹے تھے اور ایک خاوند بھی، فرعون نے ان سب کو بلوایا اور خاوند بیوی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا، ان دونوں نے ماننے سے انکار کیا تو فرعون نے کہا میں تم دونوں کو قتل کر دوں گا، انہوں نے کہا کہ اگر تم نے ہمیں قتل ہی کرنا ہے تو ہمارے ساتھ ایک احسان یہ کرنا کہ ہمیں ایک ہی قبر میں دفن کر دینا، اس نے ایسا ہی کیا، شب معراج میں حضور اکرم ﷺ نے اسی قبر کی عمدہ خوشبو محسوس کر کے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، تو انہوں نے سارا قصہ سنایا۔

تشریح حدیث:

قولہ: ان الخضر: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرات جمہور علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں، حضرات صوفیہ اہل الصلاح والمعرفۃ کے نزدیک خضر علیہ السلام کا زندہ اور موجود ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے بلکہ علامی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں حضرت خضر اور حضرت الیاس دونوں قیامت تک زندہ رہیں گے حضرت خضر علیہ السلام تو سمندروں میں گشت کرتے ہیں اور گم شدہ لوگوں کو راستہ بتلاتے ہیں جبکہ حضرت الیاس علیہ السلام پہاڑوں میں رہتے ہیں اور بھٹکے لوگوں کو راستہ بتاتے ہیں دن میں ان لوگوں کا یہی معمول ہے، رات میں دونوں یکجا ہوتے ہیں اور یاجوج ماجوج کی دیوار کے پاس اس کی حفاظت کرتے ہیں (۱)

اب رہا یہ سوال کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں یا ولی؟ علامہ ماوردی نے اپنی تفسیر میں تین اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) وہ نبی ہیں (۲) ولی ہیں (۳) وہ ملائکہ میں سے ہیں قول ثالث غریب اور باطل ہے حضرت خضر زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں جب قرآن اٹھالیا جائے گا ان کی موت ہوگی، خضر کا نام بلیا اور کنیت خضر ہے قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ خضر کا سلسلہ نسب اس طرح ہے بلیاء ابن ملکان، بن قانع بن عامر بن شالخ بن ارفخشند بن

(۱) شرح صحیح بخاری لشمس الدين السفيري: ۸/۳۳

سام بن نوح۔ قالو او كان ابوه من الملوك واختلفوا فی لقبه بالخضر فقال الاكثرون لانه جلس على فروة بيضاء فصارت خضرا والفروة وجه الارض وقيل انه اذا صلى صار حوله الخضر، والصواب الاول۔

(۴۱۵۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ عِظَمُ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آزمائش جتنی زیادہ سخت ہوگی ثواب اتنا ہی زیادہ ملے گا، اور اللہ تعالی جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو اسکو آزماتے ہیں پس جو اس سے راضی ہوجاتے ہیں اس کے لیے رضا وخوشنودی ہے اور جو اس سے ناراض ہو اس کے لیے ناراضگی ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: عظم الجزاء مع عظيم البلاء لفظ عظيم بضم العين وسكون الظاء وقيل بكسر العين، وفتح الظاء اى عظمة الثواب مقرون مع عظم البلاء وكيفية وكمية، جزاء وفاقا واجرا طباقا، مطلب یہ ہے کہ جس کو جتنا زیادہ آزمایا جائے گا اس کے لیے عند اللہ اجر وثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔

قوله: من سخط فله السخط: یعنی جس نے اللہ کے بلاء کو ناپسند کیا خوب زیادہ جزع فزع کیا اور نوشتہ تقدیر پر راضی نہ ہو تو اس کے لیے سخط اور ناراضگی اور جو اللہ کی بلاء اور مصیبت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اس پر راضی رہتا ہے تو اللہ پاک اس بندے سے خوش ہوتا ہے واللہ اعلم۔

(۴۱۵۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ.

ترجمۂ حدیث: لوگوں کی ایذاء رسانی پر تحمل باعث اجر وثواب

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو مومن لوگوں سے میل جول رکھے اور ان کی ایذاء پر صبر کرے تو اسے اس مومن کے مقابلے میں زیادہ ثواب ملتا ہے جو لوگوں سے میل جول اور اختلاط نہ رکھے اور ان کی ایذاء رسانی پر صبر نہ کرے۔

تشریح حدیث:

جب لوگوں سے میل جول اور اختلاط رکھے گا ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا کرے گا تو لامحالہ بحیثیت بشر آپس میں تلخیاں اور جھگڑے بھی ہوں گے ایک دوسرے کے ساتھ تو تو میں میں ہوگی، آپس میں ایذاء رسانی اور تکلیف بھی ہوگی اب اگر کوئی شخص لوگوں سے اختلاط رکھے پھر ان کی جانب سے پیش آمدہ تکلیف وشدائد کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور صبر وتحمل سے کام لے تو اس مومن کے مقابلہ میں زیادہ باعث اجر وثواب ہے جو لوگوں سے اختلاط نہ رکھے اور لوگوں کی طرف سے پیش آمدہ تکالیف کو برداشت نہ کرے الغرض لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے والا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا، اور حسن معاملہ برتنے والا ان لوگوں سے افضل ہے جو گوشہ نشینی اور خلوت وعزلت کو پسند کرتے ہیں، امام نووی فرماتے ہیں کہ مذہب شافعی اور اکثر اہل العلم کی یہی رائے ہے جمہور اسی کے قائل ہیں۔ فقال النووی مذهب الشافعی واکثر العلماء ان الاختلاط افضل بشرط رجاء السلامة من الفتن، ومذهب طوائف ان الاعتزال افضل قلت یدل لقول الجمهور قوله المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاهم اعظم اجرا من مومن الذی لا یخال الناس ولا یصبر علی اذاهم [1] فی الحدیث افضلیة من یخالط الناس مخالطة یامرهم فیها بالمعروف، وینهاهم عن المنکر، ویحسن معاملتهم فانه افضل من الذی یعتزلهم ولا یصبر علی المخالطة والاحوال تختلف باختلاف الاشخاص والاحوال والازمان ولکل حال یقال، ومن رجح العزلة فله علی فضلها ادلة وقد استوفاها الغزالی من الاحباء، وغیره [2]

(۴۱۵۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ وَقَالَ بُنْدَارٌ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ.

ترجمۂ حدیث: ایمان کی حلاوت ولذت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے اندر یہ تین چیزیں ہوگی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقت ولذت سے لطف اندوز ہوگا بندار نے کہا وہ ایمان کی حلاوت چاشنی کو محسوس کرے گا، (اور وہ تین چیزیں حسب ذیل ہیں) ایک وہ شخص جو صرف اللہ کی رضا کے لیے کسی سے محبت کرے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ اور اس کے رسول سے

(۱) عمدة القاری باب افضل الناس مومن یجاهد الخ: ۲/۱۶۸۔ (۲) تحفة الاحوذی: ۶/۲۹۹.

محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ تیسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر کے اندھیرے سے نجات دی، (اور اسلام وایمان کے نور سے اس کے قلب کو منور کیا) وہ کفر کی جانب لوٹ جانے سے اور دوبارہ کفر اختیار کرنے سے آگ میں گرنا زیادہ پسند کرے۔

تشریح حدیث:

کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ رَچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام اس کے سامنے ہیچ ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت وعشق کے سامنے ساری دنیا کی محبت مکھی اور مچھر کے پر کے برابر ہو۔

اسی طرح مومن کامل کی شان یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو اور اگر کسی سے بغض وعداوت اور نفرت ودشمنی رکھتا ہے تو وہ بھی محض رضا خداوندی کے لیے ہو، غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کے لیے ہو اور اسی کے حکم کی تعمیل ہو۔ اسی طرح ایمان کامل اور مومن کامل کی پہچان یہ ہے کہ ایمان پختگی کے ساتھ دل میں اس طرح راسخ ہو جائے اور اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری اور نفرت کرنا کہ اس کے خیال وتصور سے بھی دل بالکل صاف وشفاف رہے۔ وہ آگ میں جلنا تو گوارہ کرلے لیکن دوبارہ کفر وشرک میں جانا گوارہ نہ کرے اسی کو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، لا تشرك بالله وان قتلت او حرقت۔ یعنی تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کر و اگرچہ تم قتل کردئے جاؤ آگ میں جلادئے جاؤ، اسی لیے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کا حقیقی مزا اور لطف وہی محسوس کرے گا جس کے اندر مذکورہ بالا تینوں صفات بدرجہ اتم ہوں اور ان صفات کے نور سے قلب وجگر منور ہو۔

حلاوت ایمان سے کیا مراد ہے:

حدیث شریف میں جس حلاوت کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) حلاوت ایمان سے مراد طاعت وعبادت میں لذت حاصل کرنا ہے اور دین کے معاملہ میں تکالیف اور مشقتیں برداشت کرنا ہے اور اغراض دنیا پر دینی معاملہ کو ترجیح دینا ہے شیخ محی الدین کا یہی قول ہے۔

(۲) قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں جس طرح مریض دوا کو طبعاً ناگوار سمجھ کر اس سے نفرت کرتا ہے لیکن اس کے فوائد اور منافع کو سامنے رکھ کر بمقتضاء عقل اس سے محبت کرتا ہے اور بروقت استعمال کرتا ہے اسی طرح احکام شرع پر عمل اپنے قلبی امراض کی وجہ سے طبعاً ناگوار لگے لیکن جب عقل دماغ سے سوچے گا کہ شارع کے اوامر ونواہی کے امتثال میں دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح مضمر ہے تو وہ اس کو بخوشی انجام دیتا ہے، یہی حلاوت ایمانی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ یہ حلاوت امر حسی ہے یا امر معنوی؟ چناں چہ حضرات فقہاء کرام کے نزدیک حلاوت ایمان ایک امر معنوی شئی ہے جس میں معنوی حلاوت ایمان ہوگی، وہ ایمان پر جزم ویقین کرے گا اور شرعی احکام کا منقاد ومطیع ہوگا، لیکن حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک حلاوت ایمانی ایک امر حسی چیز ہے اور یہی راجح ہے مگر اس کا احساس اس کو ہوگا جس

کے لیے شریعت پر عمل فطرت ثانیہ بن گیا ہو، اور حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام کے واقعات بکثرت ملتے ہیں کہ وہ ایمان میں ایک خاص قسم کی حلاوت حسی محسوس کرتے تھے اس لیے وہ تمام تکالیف ومصائب کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے تھے اگر حلاوت معنوی ہوتی تو اس قدر تکالیف برداشت نہ کرتے لہٰذا وہ حلاوت حسی ہی ہے واللہ اعلم۔

(۴۱۵۸) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح و حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَاشِدٌ أَبُو مُحَمَّدٍ الْحِمَّانِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ.

ترجمۂ حدیث: شرک باللہ کسی بھی حال میں جائز نہیں:

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میرے دوست نے مجھے وصیت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی (کسی حال میں) شریک مت ٹھہرانا، (اگرچہ اس کے واسطے) تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائیں اور تمہیں نذر آتش کردیا جائے، اور فرض نماز جان بوجھ کر مت ترک کرنا، کیوں کہ جو شخص فرض نماز جان بوجھ کر ترک کردے (تو اللہ تعالی کا ذمہ) اس سے بری ہے، (اب وہ اللہ تعالی کی پناہ میں نہیں ہے) اور شراب مت پیا کرو کیوں کہ شراب نوشی ہر شر (برائی) کی کنجی ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: وان قطعت او حرقت: خدائے وحدہ لاشریک کے ساتھ کسی بھی مخلوق کو شریک کرنا اور اس کی عبادت کرنا یا اس کے اندر وہ صفات ماننا جو اللہ تعالی کے لیے خاص ہے شرک ہے اور روئے زمین پر شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اسلام نے اس کو اکبرالکبائر قرار دیا ہے اس کی سزا دائمی طور پر جہنم ہے۔ اور گر کفر یا شرک کی حالت میں مرگیا تو کبھی بھی مغفرت نہ ہوگی اس لیے رسول اکرم ﷺ فرمارہے ہیں کہ اگر تمہیں بوٹی بوٹی کردیا جائے تمہارے جسم کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائیں یا تمہیں آگ میں جلا کر بھسم کردیا جائے پھر بھی کسی حال میں شرک مت کرو۔ یہ حکم آپ نے حضرت ابوالدرداءؓ کی ایمانی عزیمت وصلاحیت کے اعتبار سے فرمایا ہے ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اکراہ کی صورت میں اگر کوئی شخص زبان سے کلمہ کفر وشرک نکال دے اور دل ایمان سے بھرا ہو تو جائز ہے یہ رخصت ہے اور وہ عزیمت۔

قولہ: فقد برئت من الذمة: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے نماز پنج گانہ عمداً وقصداً چھوڑ دی اس نے اسلام سے اپنا عہد توڑ دیا، اور دین اسلام اس سے بری ہوگیا، یعنی وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا، اس صورت

میں یہ کہا جائے گا کہ ترک نماز عمداً کے گناہ کو سخت سے سخت انداز میں بیان کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے یعنی زجر وتوبیخ اور تہدید وتشدید پر محمول ہے۔ تارک نماز کو حقیقتاً اسلام سے خارج کرنے کے لیے نہیں ہے۔

اور ذمہ اٹھ جانے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا اپنے سے اللہ کی اور اسلام کی امان اٹھالینا ہے، نمازی ہونے کی صورت میں اسلامی قانون کے مطابق قتل وتعزیز سے اس کو جو تحفظ حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی جو رحمت ونصرت شامل حال ہوتی ہے نماز چھوڑنے کی صورت میں نہ وہ امن وتحفظ حاصل رہ جاتا ہے اور نہ ہی اللہ کی رحمت ونصرت شامل حال رہ جاتی ہے۔

شراب نوشی ہر برائی کی جڑ ہے:

قولہ: فانها مفتاح كل شر: مطلب یہ ہے کہ شراب ایک ایسی گندی اور نجس وپلید چیز ہے جو انسان کو ماؤف کردیتی ہے اور حواس سلیمہ کو معطل کردیتی ہے اور جب کسی شخص کا حواس سلیمہ ماؤف ہوجائیں اور عقل جاتی رہے تو پھر اس سارے جہاں کی برائیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں پھر شرابی انسان وہ کام کرگزرتا ہے کہ شرم وحیا بھی شرماتی ہے اور آسمان بھی خون کے آنسو روتا ہے اس لیے شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے یعنی تمام برائیوں کی جڑ ہے فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب۔

(۱۴۶۴) بَابُ شِدَّةِ الزَّمَانِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت معاویہؓ حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب میں مذکورہ احایث کا حاصل یہ ہے کہ آنے والا زمانہ بہت سخت آزمائش اور فتنہ وفساد سے بھرا ہوا زمانہ ہوگا لوگ جھوٹے کو سچا، اور خائن کو امانت دار سمجھیں گے اور دین کے کام ذلیل ورسوا کے حوالہ ہوجائیں گے تفصیل ان شاء اللہ حدیث شریف میں آنے والی ہے۔

(۴۱۵۹) حَدَّثَنَا غِيَاثُ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّحَبِيُّ أَنْبَأَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ سَمِعْتُ ابْنَ جَابِرٍ يَقُولُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ رَبِّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ.

ترجمۂ حدیث: فتنہ ہی فتنہ:

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا میں آزمائش وابتلا کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا (اب صرف آزمائش اور ابتلا ہی ابتلاء اور امتحان ہی امتحان ہے)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۱۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ قُدَامَةَ الْجُمَحِيُّ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ قِيلَ وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ قَالَ الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ.

ترجمہ حدیث: قیامت سے پہلے کے حالات:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر دھوکہ اور فریب کے چند سال آئیں گے، کہ ان میں جھوٹے کو سچا، اور سچے کو جھوٹا، خائن کو امانت دار، اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا، اور اس زمانہ میں امور عامہ کے بارے میں کمینہ اور حقیر آدمی بات چیت کرے گا۔

تشریح حدیث:

قوله: الرّويبضة: الرابضة کی تصغیر ہے، وهو العاجز الذی ربض عن معانی الامور وقعد عن طلبها، وزيادة التاء للمبالغة، والتافة الخميس الحقير: (النہایہ:۱/۱۸۵) ایسا عاجز شخص جو امور عامہ کے ادا کرنے سے قاصر اور کاہل ہو، الرابفۃ میں تا برائے مبالغہ ہے اور تافہ کے معنی کمینہ اور ذلیل انسان۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ قیامت کے قریب امور منقلب اور احوال متبدل ہو جائیں گے، حق و باطل اور صدق و کذب اور امانت و خیانت کے پہچاننے کا معیار بدل جائیں گے قرب قیامت میں جھوٹوں کو سچا، بے ایمانوں کو ایمان دار، خائنوں کو امانت دار، بدمعاش اور شریروں کو شریف بدکاروں کو با اخلاق طوائفوں کو اداکار، اور فاسقوں و فاجروں کو فن کار اور گلوکار کے لقب سے ملقب کئے جائیں گے، اور دین و دنیوی سعادت وقیادت جاہلوں رذیلوں اور کمینوں کے ہاتھ میں چلی جائیں گی جس کی وجہ سے شر و فساد کا دور دورہ اور ہر چہار جانب پھیلاؤ ہو جائے گا جیسا کہ آج کل ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کہ آج حق و باطل اور صدق و کذب نیز شریف و رذیل لوگوں کو پہچاننے کے معیار بدل گئے، جس کی وجہ سے دن بدن حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں، یہ سب قیامت قریب آنے کی علامت ہے حدیث جبرئیل اس پر شاہد و ناطق ہے اور مختلف احادیث نبویہ اس پر شاہد عدل ہے۔

(۴۱۶۱) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي إِسْمٰعِيلَ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغَ عَلَيْهِ وَيَقُولَ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّينُ إِلَّا الْبَلَاءُ.

ترجمۂ حدیث: دنیاوی مصائب کی وجہ سے موت کی تمنا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ ایک شخص قبر کے پاس سے گزرے گا اور اس پر لوٹ پوٹ ہوگا اور کہے گا اے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا، اور یہ دین (یعنی شوق آخرت اور دین) کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ دنیاوی مصائب و آلام کی وجہ سے ہوگا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب مصائب و بلاء اور فتن اس قدر کثرت سے ہوں گے کہ آدمی عاجز و پریشان ہو جائے گا دنیا اپنی وسعت و فراخی کے باوجود تنگ نظر آئے گی زندگی کے ایام گزرنے مشکل سے مشکل ترین ہو جائیں گے اس وقت ایک آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرے گا تو وہ یہ آرزو اور تمنا کرے گا کہ اے کاش اس قبر والے کی جگہ اس قبر میں میں ہوتا، اس کی یہ تمنا اور خواہش باری تعالیٰ سے لقاء کے شوق اور دیدار الٰہی کی محبت کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ دنیوی مصائب و پریشانی کی وجہ سے ہوگی، یہاں کے کرب والم، ہم و غم، اور حزن و ملال کی وجہ سے ہوگی۔

(۴۱۶۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ يَعْنِي مَوْلَى مُسَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُنْتَقَوُنَّ كَمَا يُنْتَقَى التَّمْرُ مِنْ أَغْفَالِهِ فَلَيَذْهَبَنَّ خِيَارُكُمْ وَلَيَبْقَيَنَّ شِرَارُكُمْ فَمُوتُوا إِنِ اسْتَطَعْتُمْ.

ترجمۂ حدیث: قیامت کے قریب تمام نیک لوگ اٹھا لیے جائیں گے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم چھانٹ لیے جاؤ گے جس طرح عمدہ کھجور ردی اور خراب کھجور سے چھانٹ لی جاتی ہے بالآخر نیک لوگ اٹھ جائیں گے اور صرف برے ہی لوگ باقی رہ جائیں گے اگر ہو سکے تو تم بھی مر جانا۔

تشریح حدیث:

قوله: لینتقون: بصیغہ مجہول وارد ہے لَتُنَظَّفُوْنَ کے معنی میں ہے، قوله: اغفاله ای اغفال التمر، فیض القدیر اور التیستر بشرح الجامع الصغیر میں الحثالة کا لفظ آیا ہے یعنی ردي، معناه لتنظفن كما ينظف التمر الجيد من الردي، یعنی جس طرح عمدہ اچھی کھجوروں سے گھٹیا اور خراب کھجوروں کو الگ الگ کر لیا جاتا ہے اور دونوں کو چھانٹ دیا جاتا ہے اسی طرح قیامت کے وقوع پزیر سے قبل تمام اہل صلاح اور نیک لوگوں کو چھانٹ لیا جائے گا تمام اہل خیر اہل ورع وتقوی اور تمام مسلمانوں کو اٹھا لیا جائے گا اور اس روئے زمین پر فاسق و فاجر اور ظالم و جابر اور مشرک و کافر کے علاوہ کوئی

باقی نہ رہے گا اور ان ہی لوگوں پر قیامت آئے گی جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے لا تقوم الساعة الا شرار الخلق، قیامت قائم نہیں ہوگی مگر بدترین مخلوق پر۔

قوله: فموتوا ان استطعتم: فاذا کان کذالک فان کان الموت باستطاعکم فموتوا فان الموت عند القراض الاخیار خیر من الحیاة فی هٰذه الدار (۱) مطلب یہ ہے کہ اگر صورت حال اس طرح ہو جائے اور موت تمہارے استطاعت وطاقت میں ہو تو تم بھی مرجانا اس لیے کہ بے ایمانی کی زندگی سے مرجانا بہتر ہے جب آدمی کو اپنے ایمان واسلام کے سلب ہونے کا خطرہ ہو تو اس وقت موت کی دعا کرنا جائز ہے اے اللہ! اگر ہمارے لیے موت میں بہترائی ہے تو موت دیدے اور زندگی اچھی ہے تو ایمان واسلام کے ساتھ زندہ رکھ۔

(۴۱۶۳) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الْجَنَدِيُّ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْدَادُ الْأَمْرُ إِلَّا شِدَّةً وَلَا الدُّنْيَا إِلَّا إِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ إِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ.

ترجمۂ حدیث: قیامت کے قریب مہدیؑ کے بعد کامل ترین شخص صرف عیسیٰؑ ہوں گے:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے قریب) معاملہ (دنیا) میں شدت بڑھتی جائے گی، اور دنیا میں ادبار (یعنی افلاس، کمینہ پن، ذلت، بداخلاقی) اور لوگوں میں بخل بڑھتا ہی جائے گا اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی اور قرب قیامت میں حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد کامل ترین ہدایت یافتہ شخص صرف حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: ولا المهدی الا عیسی بن مریم: شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ یونس بن عبدالاعلیٰ سے اور وہ حضرت امام شافعی سے اور حضرت امام شافعی یمن کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں جن کا نام محمد بن خالد الجندی ہے یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایت عند المحدثین قابل حجت اور لائق استدلال نہیں ہے اور یہ سند شافعی نہیں ہے بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ امام شافعی نے ان سے یہ حدیث براہ راست نہیں سنی ہے، اور یونس نے امام شافعی سے نہیں سنی، اسی وجہ سے امام ذہبی وغیرہ نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور بالفرض والمحال اس حدیث کو درجہ صحت میں مان بھی لیا جائے تو یہ ان احادیث صحیحہ کے متعارض ومتصادم نہیں ہوگی جو حضرت مہدی

(۱) فیض القدیر: ۵/ ۳۳۵، التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوی: ۲/ ۵۶۴

علیہ السلام کے فضائل ومناقب اوران کے عدل وانصاف کے بارے میں بسند صحیح منقول ہیں واللہ اعلم (۱)۔

محشی ابن ماجہ شیخ عبدالغنی مجددیؒ لکھتے ہیں کہ حاکم نے اس حدیث کی تخریج مستدرک میں کی ہے اور یہ حدیث حضرت امام شافعی کے تفردات میں سے ہے امام ذہبی المیز ان میں لکھتے ہیں کہ روایت منکر ہے یونس بن عبدالاعلی نے حضرت امام شافعی سے نقل کرنے میں تفرد اختیار کیا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے اس کورد کردیا ہے بعض نے اس حدیث کے راوی کو مجہول اور بعض نے منکر قرار دیا رہے اس لیے حدیث قابل اعتماد نہیں کیوں کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں صحیح روایات متعدد آئی ہیں جن میں ان کے فضائل ومناقب کا ذکر اور حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ ملکر قتال کرنے وجہاد کرنے اور ارض فلسطین میں باب لا پر دجال کے قتل کرنے کا ذکر موجود ہے لہٰذا ان روایت صحیحہ کی موجودگی میں یہ روایت نا قابل التفات اور لائق اعتنا نہیں۔

(۱۴۶۵) بَابُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ

امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے ذیل میں آٹھ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ، حضرت حذیفہ بن اسیدؓ، حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں اس باب میں وقوع قیامت سے قبل اس عالم میں جو فتنے ظاہر ہوں گے جنھیں قیامت کی علامات میں شمار کیے گئے ہیں ان کا تفصیل کے ساتھ بیان ہے۔

(۴۱۶۴) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ.

ترجمۂ حدیث: قیامت بالکل قریب ہے:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے مبعوث کیا گیا اور قیامت کی آمد بالکل اس طرح ہے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو جمع فرمایا۔

تشریح حدیث:

قولہ: بعثت انا والساعہ کھاتین: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میری بعثت اور قیامت بالکل قریب ہے اور آپ نے تقریب الی الفہم کے لیے اپنی دونوں انگلیوں کو جمع فرمایا: مطلب یہ ہے کہ ان دونوں انگلیوں کے درمیان جتنا فاصلہ ہے میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے یعنی قیامت بالکل قریب ہے بس آنا ہی چاہتی ہے، بعض

(۱) اهداء الدیباجہ: ۳۹۸۔

حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا میں آخری نبی ہوں اور تم لوگ آخری امت ہو، میرے بعد صرف قیامت ہی آئے گی کوئی نبی نہیں اور جب میری امت بالکلیہ طور پر ختم ہوجائے گی تو قیامت قائم ہوگی، گویا لیل ونہار کی گردش اور آفتاب و ماہتاب کی آمدورفت اور طلوع وغروب آپ کی امت کی بقا پر منحصر ہے، جس دن امت ختم ہوجائے گی اس دن قیامت آجائے گی۔

(٤١٦٥) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ اطَّلَعَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غُرْفَةٍ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ السَّاعَةَ فَقَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ الدَّجَّالُ وَالدُّخَانُ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا.

ترجمہ حدیث: وقوع قیامت سے قبل دس نشانیاں:

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بالا خانہ میں سے ہمیں جھانکا، جب کہ ہم لوگ آپس میں قیامت کے بارے میں تذکرہ کررہے تھے، آپ نے فرمایا جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوگی قیامت قائم نہ ہوگی، خروج دجال، دھواں، مغرب کی جانب سے سورج طلوع ہونا۔

تشریح حدیث:

ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرامؓ قیامت کے متعلق آپس میں گفتگو کررہے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے مذاکرہ کررہے تھے نبی کریم ﷺ اپنے بالا خانہ میں تشریف فرما تھے، آپ نے وہیں سے حضرات صحابہ کرام کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا سنو! او میرے جانثارو! جب تک دس نشانیاں ظاہر نہیں ہوگی قیامت قائم نہیں ہوگی، پھر آپ نے ان دس نشانیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا، یہاں اس حدیث پاک میں ان دس نشانیوں میں سے صرف تین نشانیوں کا ذکر ہے۔

(۱) خروج دجال:

قیامت کی دس عظیم نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی دجال کا خروج ہے، دجال اسم مبالغہ ہے اس کے معنی انتہائی فریب کار، یہ مسیح کذاب کا لقب ہے، نیز اس کے معنی ڈھانپنے کے بھی ہیں اس معنی کے اعتبار سے دجال کو دجال اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ باطل کے ذریعہ حق کو ڈھانپ دے گا دَجَلَ (ن) دَجلاً فریب دینا، ملمع سازی کرنا، حق پر باطل کا پردہ ڈالنا، حق پوشی کرنا، دجال کی ذات میں بیک وقت سارے معنی پائے جائیں گے، اسی بناء پر اس کا نام دجال ہوا، حدیثوں میں واضح طور پر آیا ہے کہ دجال یہودی النسل ہوگا اور اس کے تمام متبعین بھی یہودی ہوں گے اور من حیث القوم یہودی ہی اس پر ایمان لائیں گے اس لیے دجال فتنہ کا اصل مرکز یہود ہیں اس لیے فی زمانا یہودی مملکت کا قیام، اور ان کی متفرق طاقتوں

کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور اسی جگہ جمع ہونا جہاں حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول مقدر ہے اگر اس دجالی فتنہ کو مقدم کہا جائے تو بجا ہوگا صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے بعد عیسائی ان پر ایمان لے آئیں گے اور یہودی ایک ایک کر کے سبھی تہ تیغ کر دیا جائے گا کہیں اس کے لیے جائے پناہ نہ ہوگا حتی کہ اگر وہ کسی درخت کی آڑ میں چھپ جائے گا اور پناہ لے گا تو درخت بھی پکار اٹھے گا او مسلمانو! دیکھو یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کرو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجالی فتنہ کا تمام تر تعلق یہودی کے ساتھ ہوگا۔

دجال نہایت بدشکل اور کانا ہوگا، وہ اولاً نبوت کا دعوی کرے گا اور ثانیاً خدائی کا اور اس کے ساتھ ایسے خارق عادات افعال بھی دکھلائے گا جو بظاہر اس کے دعوے کے موید نظر آئیں گے، اس لیے بہت کمزور ایمان والے کا ایمان دجال کی ملمع سازی کو دیکھ کر متزلزل ہو جائے گا اور حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے اتر کر اسے قتل کریں گے ہمارے زمانے میں مادی ترقیات خواہ کتنی بھی زیادہ ہو جائے وہ سب مادی قوانین کے دائرے میں ہے اس کو دجالی فتنہ سمجھنا بالکل بے محال اور خلاف واقعہ ہے۔

اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ دجال کے معاملہ کو مخفی رکھا گیا ہے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام برابر خروج دجال کی خبر دیتے آئے ہیں اور اپنی اپنی امتوں کو سارے نبیوں نے اس عظیم اور سنگین فتنہ سے ڈرایا ہے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کا دور آیا تو آپ نے بھی گزشتہ تمام انبیاء کرام سے بھی زیادہ واضح اور دوٹوک انداز میں اپنی امت کو اس فتنہ سے ڈرایا مگر آپ کو بھی یقینی طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ کب ظاہر ہوگا۔

دجال کہاں سے نکلے گا:

دجال کا خروج کہاں سے ہوگا؟ تو سب سے پہلے یہ سمجھنا ہے لفظ خروج یہاں دو معنی میں مستعمل ہے (۱) ایک دجال کا ہم پر نکلنا، یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں آنا، (۲) دوسرے مطلقاً نکلنا، پہلے معنی کے اعتبار سے وہ سرزمین مشرق سے نکلے گا، جس کو خراسان کہا جاتا ہے اور خراسان ایک خطہ ہے اس میں نیسا پور، طوس، مرو، سرخس، بلخ، طالقان، فاریاب اور انبار وغیرہ شہر واقع ہیں۔

اس کے متعلق روایات احادیث باہم متعارض ہیں چناں چہ اس سلسلہ میں روایات میں چار جگہوں کا تذکرہ آتا ہے (۱) شام و عراق کی درمیانی گھاٹی (۲) اصبہان کے مقامی یہودیہ (۳) سرزمین مشرق یعنی خراسان (۴) جوزو کرمان، ان روایات میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

جواب: حضرات شراح کرام نے روایات متعارضہ کے مابین توفیق و تطبیق اس طرح دی کہ دجال کا خروج اولین شام و عراق کی وسطی گھاٹی سے ہوگا، مگر اس وقت اس کی شہرت نہ ہوگی اور اس کے اعوان و انصار یہود گاؤں میں اس کے انتظار میں فرش گاہ ہوں گے، وہ وہاں جائے گا اور ان کو ساتھ لے کر پہلا پڑاؤ حوز و کرمان میں کرے گا، پھر مسلمانوں کے

خلاف اس کا خروج خراسان سے ہوگا اور یہودیہ گاؤں میں جو یہودی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے ان کے چہرے چوڑے اور ناک چپٹی ہوگی، قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمان ترکوں کے ساتھ جہاد وقتال نہ کریں گے چپٹی ناکوں والوں سے غالباً یہی لوگ مراد ہیں۔

(۲) دھویں کا نکل کر مشرق و مغرب میں چھا جانا:

حدیث پاک میں جن تین نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں دوسری نشانی کے طور پر دھویں کا ذکر ہے، چناں چہ وہ بہت بڑا دھواں ہوگا، جو ظاہر ہو کر مشرق سے مغرب تک ساری زمین پر چھا جائے گا، اور چالیس روز تک مسلسل چھایا رہے گا اس کی وجہ سے تمام سخت پریشان ہو جائیں گے، اہل ایمان اور اہل اسلام تو صرف دماغ وحواس کی کدورت اور زکام میں مبتلا ہوں گے، مگر منافقین و کفار بے ہوش ہو جائیں گے ان کے ہواس اور عقل اس طرح مختل ہو جائیں گے کہ بعض تو کئی کئی روز تک بے ہوش پڑا رہے گا۔

قرآن مجید میں جو یہ فرمایا گیا ہے فاترقب یوم تاتی السماء بدخان مبین الخ حضرت حذیفہ اور ان کے متبعین کے بقول اس آیت میں اسی دھویں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے متبعین کے نزدیک مذکورہ آیت میں دھویں سے مراد غلہ کا وہ قحط ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قریش مکہ پر نازل ہوا تھا اور جس کا حقیقی سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا تھی کہ اے اللہ! ان لوگوں پر جو اسلام دشمنی اور عناد و سرکشی اور تمرد میں حد سے بڑھ گئے ہیں اس طرح سات سال قحط نازل فرما جس طرح تو نے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصریوں پر نازل فرمایا تھا چناں چہ اللہ رب العزت نے نبی رحمۃ للعالمین کی دعا قبول فرمائی اور ان پر قحط مسلط کر دیا قحط کی وجہ سے اہل مکہ سخت غذائی بحران کے شکار ہو گئے حتی کہ وہ لوگ اناج نہ ملنے کی وجہ سے چمڑے، مردار اور دوسرے ناپاک اشیاء کھانے پر مجبور ہو گئے تھے اس عرصہ میں ان لوگوں کو فضا میں دھویں کے مانند کچھ نظر آتا تھا جس کو وہ آسمان میں اپنے اوپر منڈلاتے ہوئے دیکھا کرتے تھے جیسا کہ کوئی بھوک کی شدت سے مارا انسان کو آنکھوں کے آگے تاریکی محسوس ہوتا ہے اور فضا میں بھری ہوئی ہوا دھویں کی شکل میں دکھائی دیتا تھا، ایسے بھی جس علاقہ میں بالکل بارش نہ ہو تو فضا میں خشکی ہونے کی وجہ سے چہار جانب گرد و غبار نظر آتا ہے جو دور سے دھویں کی شکل میں معلوم ہوتا ہے۔

(۳) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:

قیامت کے وقوع اور قیام کے نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی سورج کا مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنا ہے اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس کی ایک وضاحت یہ ہے کہ چاند اور سورج سب اللہ تعالی کی مخلوق ہیں اور اللہ کے حکم

کے مطابق آسمان میں گردش کر رہا ہے ہر دن سورج حکم خداوندی سے مشرق سے نکلتا ہے اور بوقت شام مغرب میں جا کر غروب ہو جاتا ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے نظر سے غائب ہو جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ کسی اور دوسری جگہ طلوع ہو جاتا ہے سورج کبھی غروب نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر وقت طلوع اور غروب کی کیفیت کے ساتھ متصف ہوتا رہتا ہے لیکن ظاہری اعتبار سے چوں کہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے اس لیے اس کے لیے غروب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ہر وقت حکم خداوندی کے مطابق چلتا رہتا ہے، کبھی بھی حکم خداوندی سے تخلف نہیں کرتا ہے یہی اس کا اللہ کے سامنے سجدہ کرنا ہے سجدہ سے مراد یہاں وجہ الجبۃ علی الارض نہیں ہے بلکہ انقیاد و طاعت مراد ہے اس سے تو ہمہ وقت ایک لمحہ کے لیے بھی تخلف نہیں کرتا بلکہ اپنے مدار میں گردش کرتا رہتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کو قیام قیامت منظور ہوگا تو اس دن سورج کو حکم ملے گا کہ آج تو خلاف عادت مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو جا، چناں چہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا یہ وہ وقت ہوگا جب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اس کا ایمان لانا بھی عند اللہ مقبول نہ ہوگا۔

(۴۱۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي خِبَاءٍ مِنْ أَدَمٍ فَجَلَسْتُ بِفِنَاءِ الْخِبَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْخُلْ يَا عَوْفُ فَقُلْتُ بِكُلِّي يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بِكُلِّكَ ثُمَّ قَالَ يَا عَوْفُ احْفَظْ خِلَالًا سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ إِحْدَاهُنَّ مَوْتِي قَالَ فَوَجَمْتُ عِنْدَهَا وَجْمَةً شَدِيدَةً فَقَالَ قُلْ إِحْدَى ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ دَاءٌ يَظْهَرُ فِيكُمْ يَسْتَشْهِدُ اللهُ بِهِ ذَرَارِيَّكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ وَيُزَكِّي بِهِ أَعْمَالَكُمْ ثُمَّ تَكُونُ الْأَمْوَالُ فِيكُمْ حَتَّى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظَلَّ سَاخِطًا وَفِتْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ لَا يَبْقَى بَيْتُ مُسْلِمٍ إِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ هُدْنَةٌ فَيَغْدِرُونَ بِكُمْ فَيَسِيرُونَ إِلَيْكُمْ فِي ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے میں خیمہ کے سامنے بیٹھ گیا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا عوف! اندر آ جاؤ میں نے (از راہ مزاح) کہا یا رسول اللہ! میں پورا اندر آ جاؤں؟ آپ نے فرمایا پورے ہی اندر آ جاؤ، پھر آپ نے فرمایا اے عوف یاد رکھ! قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے قبل چھ باتیں ہوں گی۔ ایک میرا اس دنیا سے جانا فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے شدید رنج ہوا، پھر اس کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں بیت المقدس کا فتح ہونا ہے، تیسرے یہ کہ تم پر ایک بیماری ظاہر

ہو گی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولادوں کو شہادت سے سرفراز فرمائیں گے اور تمہارے اعمال کو پاک وصاف کریں گے چوتھی چیز یہ ہے کہ تمہارے پاس مال ودولت خوب ہوگا، یہاں تک کہ اگر کسی شخص کو سو دینار دیئے جائیں تب بھی ناراض ہوگا، پانچوی چیز یہ ہے کہ تمہارے درمیان آپس میں ہی فتنہ ہوگا، اور مسلمانوں کے ہر گھر میں یہ فتنہ داخل ہوکر رہے گا، چھٹی چیز یہ ہے کہ تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح ہوگی پھر رومی تم سے دغابازی کریں گے اور اسی جھنڈوں تلے اپنی فوج لے کر تمہاری طرف آئیں گے ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار فوجی ہوں گے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے واقع ہونے سے قبل جو چند نشانیاں نمودار ہوں گی ان میں سے چھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

(۱) وفات النبی ﷺ:

قیامت واقع ہونے سے قبل ایک اہم نشانی نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ ہے اور آپ کی وفات اور آپ کی بعثت قیامت کی اور نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی ہے، کیوں کہ آپ نبی آخرالزماں ہیں، بعثت نبوی اور وقوع قیامت کے درمیان کوئی نہیں آئے گا کیوں کہ آپ خاتم الانبیاء والرسل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت خاتم الانبیاء ہے۔

ایک کلمہ گو مسلمان کے لیے رسول اکرم ﷺ کی وفات کا سانحہ سے بڑھ کوئی سانحہ نہیں ہوسکتا ہے اور اہل توحید کو آپ کے سانحہ ارتحال اور حادثہ فاجعہ سے جو غم و تکلیف پہنچتی ہے، وہ کسی بھی بڑی سے بڑی مصیبت سے نہیں پہنچ سکتی ہے آپ کی وفات کی خبر سن کر حضرات صحابہ کرام جو عزم استقلال میں کوہ ہمالہ تھے اور صبر واستقامت کا آسمان تھے گھبرا اٹھے حتی کہ عمر جیسے بہادر اور دلیر صحابی بھی تھوڑی دیر کے لیے حواس باختہ ہو گئے تھے اور تلوار میان سے باہر نکالی اور اعلان کرنا شروع کردیا جو کہے گا کہ محمد کی وفات ہوگئی اس کی گردن اڑادوں گا محمد تو اپنے رب سے ملاقات کے لیے گئے وہ لوٹ آئیں گے ایسے میں عزم واستقلال کا پیکر اور صبر واستقامت کا مجسم سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں سنبھالا، اور آپ نے ایک پر مغز اور پراثر خطاف فرمایا تو حضرت عمر ہوش میں آئے اور انہیں یقین ہوا کہ واقعتاً آپ اس دنیا سے تشریف لے جاچکے ہیں اور اب آپ لوٹ کر تشریف نہیں لائیں گے، الغرض آپ کی وفات کا سانحہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

(۲) دوسری نشانی: بیت المقدس کی فتح:

وقوع قیامت کی نشانیوں میں سے بیت المقدس کی فتح ہونا بھی ہے چناں چہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ۱۶ھ میں بیت المقدس فتح ہوا اور سید حضرت عمر فاروقؓ نے یہود و نصاری سے اس کو پاک کیا اور وہاں ایک مسجد بنوائی،

پھر بیت المقدس پر بہت سے دور گزرے اور یہودیوں کا کنٹرول اس پر حاصل ہوتا رہا ۱۱۸۷ء سلطان صلاح ایوبیؒ نے فتح کیا اور آج پھر مسجد اقصی کسی سلطان صلاح الدین ایوبی کی منتظر ہے اور امت مسلمہ کی بے غیرتی اور بے حسی پر ماتم کناں ہے اور خون کا آنسو رو رہا ہے۔

(۳) تیسری نشانی طاعون عمواس:

فتح بیت المقدس کے بعد قیامت کی دوسری نشانی ظاہر ہوئی یعنی طاعون عمواس یہ وہ بیماری تھی جس میں بہت سارے صحابہ کرام لقمہ اجل بن گئے اور شہادت کا جام پی لیا ابن کثیر کے مطابق یہ طاعون عمواس عہد فاروقی میں ۱۸ھ میں ظاہر ہوا، قال: اما الطاعون المنسوب الى عمواس فكان في سنة ثماني عشرة [۱] عمواس ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے اس طاعون میں امیر شام مشہور صحابی رسول حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ بھی بعمر اٹھاون سال وفات پائی بتایا جاتا ہے کہ اس طاعون میں کم وبیش پچیس ہزار مسلمانوں کی موت ہوئی [۲]

(۴) چوتھی نشانی: مال و دولت کی کثرت:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب مال و دولت کی کثرت ہو جائے گی، اور دولت کا اس قدر ریل پیل ہو جائے گا کہ آدمی اپنا صدقہ وزکوۃ دینے کے لیے محتاجوں اور فقیروں کو تلاش کرتا پھرے گا تاکہ اپنا صدقہ انہیں دے سکے کوئی بھی محتاج اور صدقہ لینے والا نہ ہوگا، جیسا کہ قول رسول ﷺ اور فرمان نبوی اس پر دال ہے حضرت ابوموسی کی حدیث کو امام مسلم نے تخریج کی ہے اس میں صراحت ہے کہ ليأتين على الناس زمان يطوف الرجل فيه بالصدقة من الذهب ثم لا يجد احدا اخذها منه: عہد صحابہ کرام میں فتوحات کے سبب مال و دولت اور دنیا کی کثرت اور خوب زیادہ بہتات ہوگئی تھی، تاہم جس بہتات وکثرت کا ذکر حدیث میں ہے وہ تاہنوز نہیں آئی ہے غالباً یہ حضرت مہدی اور حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں آئے گی، زمین عدل وانصاف سے بھر جانے کے سبب اپنے خزانے اور برکات اگل دے گی اور مال و دولت پانیوں کی طرح رواں ہوگا، اس وقت کوئی بھی اس کو لینے والا نہ ہوگا۔

(۵) پانچوی نشانی: آپسی اختلاف وافتراق:

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت آپسی اختلاف وانتشار اور باہمی چپقلش ہے اور یہ وہ عظیم فتنہ ہے جس کے شر سے مسلمانوں کا کوئی بھی گھر محفوظ نہ رہے گا بلکہ تمام کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا صحیحین میں ہے نبی آخر الزماں، صادق المصدوق

(۱) البدایہ والنہایۃ: ۷/۵۹۔ (۲) اھداء الدیباجۃ: ۵/۴۰۴

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ امت بڑے بڑے فتنہ اور بلا سے دوچار ہوں گی پھر آپ نے ان فتنوں سے نجات پانے اور بچنے کا سبیل بھی بتادیا ہے کہ ایسے نازک حالات میں اپنا رشتہ اللہ پاک سے مضبوط کرلو اور جماعت المسلمین کو لازم پکڑلو، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنی ڈاڑھوں کے ذریعہ مضبوطی سے تھام لو اور شرک و بدعات وخواہشات نفس وضلالت سے بچو، اور فرمایا جب فتنے رونما ہوں تو اس کے قریب بھی مت جاؤ، اور ان عظیم فتنوں سے اللہ رب العزت کی پناہ چاہو، شہادت عثمان غنیؓ کے بعد مسلمان آپس میں مختلف ہو گئے اور جماعت میں بٹ گئے ان میں جنگیں ہوئی تلواریں چلیں، شہادتیں ہوئیں، جنگ جمل، جنگ صفین اور واقعہ حرہ اسی کا نتیجہ تھا جس میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان کام آگئے اور مسلمانوں کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کا کوئی ایک نہ ایک مقتول نہ ہوا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق تمام مسلمانوں کے گھر میں وہ داخل ہو کر رہا۔ ادھر خوارج کا فتنہ سر ابھارا اور اپنے باطل تاویلات اور فاسد اعتقادات کے ذریعہ مسلمانوں کے خون بہانے کو روا سمجھا۔

ان فتنوں میں سب سے مہلک اور خطرناک فتنہ جو اس زمانہ میں تمام مسلمانوں کو اپنے چنگل میں لیا ہے احکام شریعت کا ترک، دین اسلام سے غفلت، اور یہود و نصاریٰ کی اندھی تقلید ہے، اور غیروں کے ساتھ تشبہ ہے عریانیت برہنگی، اخلاقی گراوٹ اور بے پردگی ہے جو پورے شباب پر ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں یہ فتنہ داخل ہے انگریزی تعلیم و تربیت کا فتنہ اور انگریزی لباس کا فتنہ نیز ٹی وی اور وی سی آر کی لعنت کا فتنہ اور موبائل کا فتنہ آج ہر گھر میں داخل ہو چکا ہے جس کے مفاسد آنکھوں کے سامنے ہے۔

(۶) چھٹی نشانی: رومیوں کے ساتھ قتال:

قیامت کی جن علامتوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے ان میں ایک رومیوں کے ساتھ جنگ کرنا ہے، مسلمانوں اور رومیوں کے بعد مصالحت ہوگی لیکن رومی لوگ عہد شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کریں گے، اور اکیلے نہیں بلکہ اسی جھنڈوں کے تلے مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے یعنی اسی ملک کہ آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں کہ اہل اسلام سے قتال کیا جائے، ان پر اقتصادی پابندی لگادی جائے ان کا ناطقہ بند کردیا جائے، ان کے اکاؤنٹ منجمد کردیا جائے اثاثے ضبط کر لیے جائیں ان سب کے باوجود آخری کامیابی مسلمانوں کی ہوگی وفيه بشارة ونذارة وذالك انه دل على ان العاقبة للمومنين مع كثرة، ذالك الجيش [1] مذکورہ باتوں پر ذرا عقل خرد سے سوچئے اور موجود جنگ جو افغانستان میں امریکہ اپنے اتحادی کے ساتھ مل کر لڑ رہا ہے اس کا موازنہ اور مقابلہ کیجئے، اور تجزیہ کر کے دیکھئے، معلوم ہوگا انشاء اللہ آخری کامیابی مجاہدین اسلام کی ہوگی، اور امریکہ افغانستان سے عبرتناک شکست کھا کر جائے گا، اللهم مزق جمعهم ودمر دبارهم وفرق شملهم وشتت قلوبهم وانزل بهم بأسك الذى لا ترده عن القوم المجرمين، اللهم انصر

(۱) انجاح الحاجة: ۵/۷/۴۰

المجاهدين المخلصين الذين يقاتلون في سبيلك خاصة في كل مكان وزمان، آمين يارب العالمين۔

(۴۱۶۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرٌو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتُلُوا إِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوا بِأَسْيَافِكُمْ وَيَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اپنے امام کو قتل نہ کرو، اور اپنی تلواروں سے باہم نہ لڑو، اور تمہارے بدترین لوگ تمہاری دنیا کا وارث (یعنی حکمراں) نہ ہوجائے۔

تشریح حدیث:

قیامت کی آمد سے قبل ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ لوگ اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کریں گے آپس میں خون ریزیاں ہوں گی، اور حکومت وسلطنت کا باگ ڈور اور زمام خلافت وامارت ایسے بدترین لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی اور ملت اسلام کے بگاڑ اور فساد کا آخری درجہ ہوگا، اس کے بعد خیر نہیں بلکہ قیامت ہی کا انتظار باقی رہے گا، حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات اس حدیث کے مصداق نہیں، کیوں کہ اس کے بعد داماد رسول حضرت علی کرم اللہ وجہ امیر المومنین اور مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ نیکوں کے سردار تھے۔

(۴۱۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ فَقَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُؤُسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْغَنَمِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ فَتَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ الْآيَةَ.

ترجمہ حدیث: وقوع قیامت سے پہلے کی چند نشانیاں:

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ لوگوں میں باہر تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور (برجستہ) عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا مسئول اس بارے میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ البتہ میں تمہیں قیامت کی کچھ علامت اور نشانیاں بتا دیتا ہوں، جب باندی اپنے مالک کو

جنے، (بیٹی ماں کے ساتھ باندیوں جیسا سلوک کرنے) تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور جب ننگے پاؤں اور ننگے بدن والے (گنوار اور مفلس لوگ) لوگوں کے سردار بن جائیں، تو یہ بھی علامت قیامت ہے، اور جب بکریاں چرانے والے لوگ (معمولی درجہ کے لوگ) ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر عمارتیں بنانے لگیں تو یہ بھی قیامت کی نشانی ہے، اور قیامت کا یقینی علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالی کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا، پھر رسول اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ[1] بیشک اللہ تعالی ہی کے پاس قیامت کا علم یقینی، اور وہی بارش برساتا ہے اور رحم مادر میں کیا ہے حتمی طور پر کوئی نہیں جانتا۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث جبرئیل کا ایک حصہ ہے، حدیث جبرئیل کی مکمل تفصیلی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی ہے حدیث جبرئیل کی شرح دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں تکمیل الحاجہ جلد اول۔

(۴۱۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُهُ مِنْهُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُوَ الزِّنَا وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَذْهَبَ الرِّجَالُ وَيَبْقَى النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمٌ وَاحِدٌ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے قبل علم کا اٹھالیا جانا:

حضرت انس بن مالک ؓ نے ایک مرتبہ فرمایا، کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے خود جناب رسول اکرم ﷺ سے سنی ہے اس کو میرے بعد کوئی بھی بیان نہیں کرے گا، میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، جہالت عام ہوجائے گی، زنا و بدکاری عام ہوجائے گی، شراب پی جائے گی، مرد کم ہوجائیں گے، عورتیں زیادہ ہوجائیں گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا انتظام ایک مرد کرے گا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے وقوع قیامت سے قبل کی مزید چھ نشانیاں بیان فرمائی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

(۱) ان یرفع العلم: قیامت سے قبل علم اٹھالیا جائے گا علم کے اٹھالیے جانے کا کیا مطلب ہے اس بارے میں حضرات شارحین کے اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) قیامت سے قبل حقیقی علماء دنیا سے اٹھالیے جائیں گے جیسا کہ یقبض العلم بقبض العلماء اس پر دال ہے،

(۱) سورہ لقمان: رقم الآیۃ ۳۴

جب ایک حقیقی قرآن وسنت کا ماہر اور عامل عالم اٹھالیا جائے گا تو اس کا بدل پیدا نہ ہوگا۔

(۲) علماء کی قدر ومنزلت لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائیں گی قیامت کے قریب لوگ علماء اسلام کی قدر نہیں کریں گے قرآن وحدیث کے علوم کے حصول کی جانب رجحان کم ہو جائے گا لوگ دنیاوی علم کے حصول کی جانب دوڑیں گے۔

(۳) علم کے اٹھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ عمل اٹھ جائے گا علم تو خوب ہوگا لیکن اس علم کے تقاضہ پر عمل کرنے والے نہ ہوں گے۔

(۲) ویظطر الجاهل: جہالت ہر سو عام ہو جائے گی رفع علم ظہور جہل کو مستلزم ہے۔

(۳) ویفشوا الزنا: زنا عام ہو جائے گا، قرب قیامت میں نکاح مشکل اور زنا آسان ہو جائے گا طلاق دینے کے بعد بھی مطلقہ کو اپنی زوجیت میں رکھیں گے ظاہر ہے کہ اس صورت میں مرد و زن کے مابین جو تعلق ہوگا وہ زنا ہی ہوگا۔

(۴) ویشرب الخمر: شراب کثرت سے پی جائے گی لوگ شرابوں کے نام بدل بدل کر استعمال کریں گے، شراب نوشی کی زیادتی فتنہ وفساد اور شر کے پھیلنے کا باعث ہوگی۔

(۵) ویذهب الرجال: قیامت کے قریب مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی بایں طور کہ اعداء اسلام سے قتال ہوگا اور اس میں مرد حضرات شہادت کا مقام حاصل کریں ظاہر ہے کہ مردوں کی وجہ سے ہی عالم کا نظام مستحکم اور استوار ہوتا ہے اور جب مرد نہیں رہیں گے تو نظام عالم خراب ہو جائے گا۔

(۶) ویبقی النساء: قیامت کے قریب عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی کیوں کہ جب مرد جنگوں میں ماریں جائیں گے، تو لامحالہ عورت زیادہ باقی رہے گی یا پھر عورتوں کی افزائش اور پیدائش زیادہ ہوگی، دونوں احتمال ہیں۔

(۴۱۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ فَيَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ عَشَرَةٍ تِسْعَةٌ.

ترجمۂ حدیث: دریائے فرات سے خزانے نکلنے کی پیشین گوئی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دریائے فرات میں سونے کا پہاڑ نہ نکلے، پس لوگ (اس کو حاصل کرنے کے لیے) آپس میں کشت خون کریں گے، چناں چہ اس جنگ میں ہر دس میں سے نو مارے جائیں گے۔

تشریح حدیث:

دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ نکلنے سے کیا مراد ہے تو اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریب حقیقت

میں سونے کا پہاڑ نکلے گا، جس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ آپس میں کشت وخون اور قتل وقتال کریں گے، ایک دوسرے سے دست وگریبان ہوں گے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو اس کو پائے وہ اس کو حاصل نہ کرے اس میں سے کچھ بھی نہ لے علماء نے لکھا ہے کہ اس خزانہ میں سے کچھ بھی لینا اس لیے ممنوع ہے کہ اس کو لینا آفات وبلیات اور مصائب کے نزول کا موجب ہوگا، اور بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ وہ خزانہ مغضوب اور مکروہ مال کے حکم میں ہوگا، جیسا کہ خزانہ قارون، اس لیے اس سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہوگا۔

(۴۱۷۱) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَفِيضَ الْمَالُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ الْقَتْلُ ثَلَاثًا.

ترجمہ حدیث: قیامت سے پہلے اندھا دھند قتل وغارت گری:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ مال (زیادہ ہونے کی وجہ سے پانی کی طرح) بہنے لگے، اور فتنے ظاہر ہوں، اور ہرج کی کثرت ہوجائے حضرات صحابہ کرام نے پوچھا ہرج کیا چیز ہے، فرمایا: قتل، قتل، قتل، تین بار فرمایا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مال کی کثرت ہونے کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں قدر وقیمت گھٹ جائے گی، اور پانی کی فراوانی کی طرح مال کی بھی خوب خوب فراوانی ہوگی، پھر مال پانی کی طرح بہنے لگے گا، یا عین ممکن ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس حدیث میں جس مال کے بہنے کا تذکرہ کررہے ہیں اس سے مراد پیٹرول اور ڈیزل کا خزانہ ہے جس کو ذہب سیال اور سیال مال کہتے ہیں آج عربوں میں پیٹرول کا خزانہ ہے ڈیزل کا معدن ہے، اور ظاہر ہے کہ جب مال آتا ہے تو فتنہ لے کر آتا ہے اس لیے آج گلف، خلیج اور سعودیہ میں طرح طرح کے فتنے ظاہر ہورہے ہیں اور جب فتنے ہوں گے تو قتل وغارت بھی ہوگی ہرج بھی ہوگا۔

حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہرج کیا چیز ہے آپ نے فرمایا قتل، قتل، قتل تاکید کے واسطے آپ نے تین بار فرمایا۔ آج کل پیٹرول کے خزانے پر قبضہ جمانے کے لیے عرب ممالک میں کشت وخون کا بازار گرم ہے بغداد اور کوفہ کی گلیوں میں لہو کا سیلاب ہے، نجف وکربلا میں آگ کی برسات ہے اور شام میں دو سال سے خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے دسیوں لاکھ مسلمان اب تک جام شہادت نوش کرچکے ہے، عرب ممالک اور اسلامی ملک تماشائی بنے ہوئے ہیں آخر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ امریکہ کیوں عراق وبغداد سے نکلنا نہیں چاہتا۔ کیوں وہاں اپنا اڈہ جمائے ہوئے ہے یہ سب تیل اور

پیٹرول پر اپنا قبضہ جمانے کا چکر ہے، کاش اسلم ممالک اس کو سنجیدگی سے سمجھیں اور اس کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کرے، واللہ ھو الموفق و باللہ التوفیق۔

(۱۴۶۶) بَابُ ذَهَابِ الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ

اس باب کے تحت پانچ حدیثیں امام ابن ماجہؒ نے نقل کی ہیں جو حضرت زیاد بن لبیدؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسی اشعریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہیں، قرب قیامت میں قرآن کریم اٹھالیا جائے گا اور علم بھی اٹھ لیا جائے گا اسی کا اس باب میں تفصیل کے ساتھ بیان ہے۔

(۴۱۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِئُهُ أَبْنَائَنَا وَيُقْرِئُهُ أَبْنَاؤُنَا أَبْنَائَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ أَوَلَيْسَ هَذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَقْرَؤُنَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهِمَا۔

ترجمۂ حدیث:

حضرت زیاد بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی بات کا ذکر کیا پھر فرمایا یہ اس وقت جب علم اٹھ جائے گا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! علم کس طرح اٹھ جائے گا؟ جبکہ ہم خود قرآن کریم پڑھتے ہیں، اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے (اور یہ سلسلہ) قیامت تک چلتا رہے گا؟ آپ نے فرمایا: (اے زیاد! تیری ماں تجھ پر روئے، (تم اتنے کم سمجھ ہو) میں تو تمہیں مدینہ کے سمجھدار لوگوں میں سے شمار کرتا تھا، کیا یہ یہود و نصاری تورات اور انجیل کو نہیں پڑھتے ہیں (یعنی خوب پڑھتے ہیں لیکن) اس کی کسی بات پر بالکل عمل نہیں کرتے، (اسی طرح مسلمان پڑھیں گے تو خوب لیکن اس کے تقاضہ پر عمل نہیں کریں گے)

تشریح حدیث:

علم کا مقتضی عمل کرنا ہے اگر کسی علم پر عمل نہ ہو تو رفتہ رفتہ وہ ضائع ہو جائے گا اسی لیے کہا گیا ہے، الجھل خیر من العلم بلا عمل، علم پر عمل نہ ہو تو اس سے بہتر جاہل رہنا ہے، اور حضرات علماء کرام کا علم کے تقاضہ پر عمل نہ کرنا ضیاع علم کے راستہ کو اپنانا ہے اس لیے جب عالم علم کے تقاضہ پر عمل نہیں کرے گا تو اس کی تبلیغ کو بھی چھوڑ دے گا اس کی تعلیم و تعلم سے بھی پہلوتہی اختیار کرلے گا جس کی وجہ سے جہالت کا سیاہ بادل اور ضلالت و گمراہی کی سیاہ چادر پورے عالم انسانیت پر چھا جائے گی، پھر نہیں نماز، نہ روزہ، نہ صدقہ، نہ حج نہ زکوۃ کی خبر ہوگی، اسلام کے مندرس ہونے کا یہی مطلب ہے۔

قرآن مجید میں یہود ونصاری کی مذمت اس لیے آئی ہے کہ انہوں نے توریت وانجیل کے بار کو تو اٹھایا لیکن اس کے تقاضہ پر عمل نہیں کیا، قرآن نے اس کو اس گدھے سے تشبیہ دی ہے جو اپنی مسئولیت کو نہیں نبھاتے ہیں اس لیے علم پر عدم عمل ہی ضیاع علم اور ذہاب علم ہے، صرف پڑھنے پڑھانے سے علم باقی نہیں رہتا ہے بلکہ عمل کی بھی ضرورت ہے بلکہ اشد ضرورت ہے۔

(۴۱۷۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْرُسُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ حَتَّى لَا يُدْرَى مَا صِيَامٌ وَلَا صَلَاةٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَيُسْرَى عَلَى كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ وَتَبْقَى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْعَجُوزُ يَقُولُونَ أَدْرَكْنَا آبَاءَنَا عَلَى هَذِهِ الْكَلِمَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَنَحْنُ نَقُولُهَا فَقَالَ لَهُ صِلَةُ مَا تُغْنِي عَنْهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَهُمْ لَا يَدْرُونَ مَا صَلَاةٌ وَلَا صِيَامٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حُذَيْفَةُ ثُمَّ رَدَّهَا عَلَيْهِ ثَلَاثًا كُلَّ ذَلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ حُذَيْفَةُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ يَا صِلَةُ تُنْجِيهِمْ مِنَ النَّارِ ثَلَاثًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسلام پرانا ہو (کر مٹنے کے قریب) جائیگا، جیسے کپڑے سے پھول اور بیل بوٹے (پرانے ہوکر) مٹ جاتے ہیں (حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہوجائیں گے) کہ کسی کو بھی روزہ نماز، حج، قربانی، اور صدقہ وغیرہ کے متعلق کوئی علم نہ ہوگا، اور اللہ تعالی کی کتاب ایک ہی رات میں ایسی غائب ہوجائے گی کہ زمین میں اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، اور لوگوں کا ایک طبقہ ایسا رہ جائے گا کہ ان میں بوڑھے مرد اور بوڑھیں عورتیں کہیں گی، کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اس کلمہ پر پایا لا الہ الا اللہ، اس لیے ہم بھی اس کلمہ کو پڑھتے ہیں حضرت حذیفہ کے شاگرد صلہ نے عرض کیا کہ (صرف) لا الہ الا اللہ کہنے سے انہیں کیا فائدہ ہوگا جبکہ انہیں نہ نماز کا علم ہے نہ روزے کا نہ قربانی کا اور نہ ہی صدقہ کا، (یہ سن کر) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لیا، انہوں نے دوبارہ سہ بارہ عرض کیا، تو حضرت حذیفہ ان کی طرف سے اعراض کرتے رہے پھر تیسری مرتبہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے صلہ! لا الہ الا اللہ انہیں ایک نہ ایک دن دوزخ سے ضرور نجات دلائے گا، آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح حدیث:

قولہ: وشیی الثوب: کپڑے کے پھول بیل بوٹے، پھول دار کپڑوں کی ایک قسم، وشیی بفتح الواو وسکون الشین المعجمۃ، نقش الثوب وبلون کل لون۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز، روزہ، حج، زکوۃ قربانی اور صدقہ، نیز دیگر تمام اعمال اسلامیہ سے غافل ہوجائے اور تمام شرعی احکام ومسائل سے بالکل نا آشنا اور لاعلم ہو کبھی

بھی اس نے احکام شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوا لیکن اس کے دل میں لا الہ الا اللہ کی خوشبو ہے اور ایمان کا کوئی رمق اور چنگاری کسی راکھ کے تحت دبی ہے تو قیامت کے دن وہ ایمانی چنگاری بھی کام آئے گی اور اس کی بدولت سے مومن اپنی سزا بھگتنے کے بعد ایک نہ ایک دن جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا خوہ انہیں دخول اولین نصیب نہ ہو لیکن نفس دخول جنت ایک نہ ایک دن ضرور نصیب ہوگا۔ یہ حدیث معتزلہ اور خوارج کے خلاف ہے۔

(۴۱۷۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامٌ يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے کچھ دن پہلے علم اٹھ جائے گا۔ جہالت اترے گی ہرج کی کثرت ہوگی اور ہرج سے مراد قتل ہے۔

تشریح حدیث: قد مر شرح الحديث قبل ذالك۔

(۴۱۷۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں جہالت اترے گی، علم اٹھ جائیگا، اور ہرج کی کثرت ہوجائے گی، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہرج کیا چیز ہے فرمایا: قتل۔

تشریح حدیث: قد مر شرحه قبل ذالك۔

(۴۱۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ.

ترجمہ حدیث: قیامت سے قبل زمانہ کا قریب ہونا:

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ زمانہ مختصر ہوجائے گا، اور علم کم ہوجائے گا، پھر (قلوب

ہیں) بخل ڈالدیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے، اور ہرج بڑھ جائے گا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل۔

تشریح حدیث:

قولہ: یتقارب الزمان: رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب زمانہ بالکل قریب ہو جائے گا، سال ماہ کے برابر، ماہ ہفتہ کے برابر، ہفتہ دن کے برابر، اور دن ساعت کے برابر ہو جائے گا اور ساعت و گھنٹہ اس قدر مختصر ہو جائے گا جیسے آگ کا شعلہ گھاس کے تنکے پر فوراً سلگ جاتا ہے، اور جل کر فوراً ختم ہو جاتا ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں سالوں مہینوں ہفتوں اور دنوں میں برکت کم ہو جائے گی اور وقت اس قدر تیزی سے گزرتا ہوا معلوم ہوگا کہ اس کا کارآمد اور فائدہ مند ہونا معدوم ہو جائے گا، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں لوگ تفکرات و تخیلات اور پریشانیوں میں گھرے رہنے کی وجہ سے دل و دماغ پر بڑے بڑے فتنوں، نازل ہونے والے مصائب و آفات اور طرح طرح کی مشغولیتوں کا شدید تر دباؤ رکھنے کی وجہ سے وقت کے گزرنے کا ادراک و احساس تک نہیں کر پائیں گے، اور انہیں جاننا مشکل ہو جائے گا کہ کب دن گزر گیا، اور کب رات ختم ہو گئی، علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حدیث ہٰذا میں زمانے کے جس تقارب کا ذکر فرمایا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے اور حضرت امام مہدی کے دور میں ہوگا۔

(۱۴۶۷) بَابُ ذِهَابِ الْأَمَانَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں کل دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور متبع سنت رسول حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اس باب کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے قریب لوگوں کے دلوں سے امانت، دیانت، صداقت، اور حقانیت اٹھ جائے گی، دور دور تک کوئی صفت امانت کے ساتھ متصف نظر نہیں آئے گا کہ جس کو امین کہا جا سکے، باقی رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں امانت سے کیا مراد ہے؟ تو اس کی تفصیل انشاء اللہ حدیث شریف کی شرح کے ذیل آئے گی۔

(۴۱۷۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ قَالَ الطَّنَافِسِيُّ يَعْنِي وَسَطَ قُلُوبِ الرِّجَالِ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمْنَا مِنَ الْقُرْآنِ وَعَلِمْنَا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا فَقَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُرْفَعُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا كَأَثَرِ الْوَكْتِ وَيَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُنْزَعُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا كَأَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ أَخَذَ حُذَيْفَةُ كَفًّا مِنْ حَصًى فَدَحْرَجَهُ عَلَى سَاقِهِ قَالَ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ وَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا

أَمِينًا وَحَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا أَعْقَلَهُ وَأَجْلَدَهُ وَأَظْرَفَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَلَسْتُ أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ إِسْلَامُهُ وَلَئِنْ كَانَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِأُبَايِعَ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا۔

ترجمۂ حدیث: قربِ قیامت میں امانت کا دلوں سے نکلنا:

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو حدیثیں بیان کیں، ان میں سے ایک کو تو میں نے (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا، اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے ہم سے بیان فرمایا کہ بے شک امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری، طنافسی کہتے ہیں یعنی لوگوں کے دلوں کے وسط میں، اور قرآن مجید اترا، تو ہم صحابہ نے قرآن کریم کو سیکھا اور سنت کو سمجھا، (جس کی وجہ سے امانت بڑھ گئی) پھر آپ نے ہمیں امانت کے اٹھ جانے کے بارے میں فرمایا۔ چناں چہ فرمایا آدمی (حسب معمول) سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی (یعنی اس کے ایمان کے بعض ثمرات وانوارات، وبرکات ختم ہو جائیں گی،) پس امانت کا اثر یعنی نشان، (جو ایمان کا ثمرہ ہے) وکت کے نشان کی طرح ہو جائے گا (یعنی ایمان کا نور دھندلا اور اس کا اثر وثمرہ ناقص ہو جائے گا) پھر جب دوبارہ سوئے گا (مزید غفلت طاری ہوگی) تو اس کے دل سے مزید امانت سلب کر لی جائے گی، تو اب اس کا نشان یعنی امانت کی نشان آبلہ کی طرح رہ جائے گا جیسے تم اپنے پاؤں پر انگارہ لڑھکاؤ، تو کھال پھول جائے تو تمہیں وہ جگہ ابھری ہوئی نظر آئے گی حالاں کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہے، یہ کہہ کر حضرت حذیفہؓ نے مٹھی بھر کنکریاں لے کر اپنی پنڈلی پر لڑھکا دیں،، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب لوگ صبح کے وقت اٹھیں گے تو حسب معمول آپس میں خرید وفروخت کریں گے، اور ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہ ہوگا جو امانت کو ادا کرے، (یعنی احکام شریعت پر عمل کرنے والا، اور لوگوں کے حق میں کوئی خیانت اور بد دیانتی نہ کرنے والا کہیں دور دور بھی نظر نہیں آئے گا) یہاں تک کہ (امانت ودیانت میں کمی آنے کے سبب) کہا جائے گا فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے، اور یہاں تک کہ ایک شخص کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ کتنا سمجھ دار اور دانشمند (بہادر) اور ظریف ومستعد ہے حالاں کہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہ ہوگا، اور میرے اوپر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ میں کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ میں کس کے ساتھ معاملہ کر رہا ہوں کیوں کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اپنے اسلام کی (تعلیمات) کی وجہ سے امانت کو واپس کر دیتا اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو اس کا عامل (حاکم) انصاف کرے گا، اور بہر حال آج کے دن تو میں صرف فلاں فلاں سے معاملہ کرتا ہوں، (یعنی امانت دار لوگ گنے چنے چند لوگ رہ گئے ہیں بقیہ میں فسق وفجور اور کذب ودروغ گوئی پھیل گئی ہے)

تشریح حدیث:

قولہ: ان الامانة نزلت فی جزر قلوب الرجال: امانت: کے لغوی معنی ہیں ذمہ داری، فرض منصبی، دیانت داری،

راست بازی، امانة: باب کرم: امین ہونا امانت دار ہونا، اور امن باب سمع امن فلانا علی کذا: کسی پر اعتماد کرنا، ذمہ داری دینا۔
شریعت کی اصطلاح میں امانت اس ذمہ داری کا نام ہے بنی نوع آدم پر اللہ رب العزت کی طرف سے یا خود بندوں کی طرف سے عائد ہوتی ہے، قرآن کریم میں سورہ احزاب میں اسی طرف اشارہ ہے۔

امانت سے کیا مراد ہے:

حدیث شریف میں امانت سے کیا مراد ہے؟ حضرات شارحین سے مختلف اقوال منقول ہیں ان میں سے چند اقوال درج ہیں۔
(۱) حدیث شریف میں امانت سے مراد اس کے مشہور معنی ہیں یعنی کسی کی ملکیت یا کسی کے حق میں خیانت نہ کرنا۔
(۲) امانت سے وہ تمام شرعی ذمہ داریاں مراد ہیں جو اللہ رب العزت کی جانب سے ہر شخص پر عائد کی گئی ہیں یعنی تمام اسلامی تعلیمات واحکامات کو ماننا، اور ان پر مکمل طریقے سے عمل کرنا، قرآن کریم کی سورہ احزاب میں جس امانت کا ذکر ہے اس سے مراد یہی امانت ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط (۱)
ہم نے امانت یعنی احکام شریعت کو زمین وآسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن ان سبھوں نے لینے سے انکار کر دیا اور اس امانت کے بار گراں کو تحمل کرنے سے ڈر گئے پھر انسان نے اس امانت شریعت کو اٹھالیا۔
(۳) بعض حضرات نے یوں فرمایا کہ مذکورہ دونوں معنی کی اصل اور بنیاد ایمان ہے اس لیے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ امانت سے مراد ایمان ہے، جیسا کہ حدیث شریف کے آخری الفاظ و مافی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے البتہ حدیث شریف کے اس جملہ "ولایکاد احد یودی الامانة" سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الامانة نزلت فی جزر قلوب الرجال میں امانت سے اس کا معنی مشہور مراد ہے اس صورت میں یوں کہا جائے گا کہ ومافی قلبه مثقال حبة من خردل من الایمان میں موضع امانت میں ایمان کا لفظ تفخیم شان کے لیے ہے اور امانت کی ادائے گی پر ترغیب دینے کے لیے ہے امانت کو ایمان سے تعبیر کردی گئی ہے ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ راجح یہی ہے کہ یہاں امانت سے ایمان مراد لیا جائے، کیوں کہ ایمان ہی قلوب المومنین کی گہرائی میں نازل ہونے کے لائق ہے باقی رہی امانت تو وہ ایک جزئی چیز ہے جو ایمان میں داخل ہے، اور ایمان کے لازم اور لاینفک ہے۔
(۴) حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں یہاں امانت سے مایصبح به تکلیف الانسان بالایمان مراد ہے اور وہ ایک فطری صلاحیت ہے جس کے ذریعہ بندہ جملہ طاعات قبول کرنے اور معاصی سے احتراز کرنے کی استعداد حاصل کرتے ہیں اور ایمان شرعی کی نسبت سے یہ امانت قلوب بنی آدم بکھیرا ہوا ایک تخم

(۱) سورۃ الاحزاب رقم/ ۷۲

ہے قرآن وسنت اس کے لیے بمنزلہ بارش کے ہیں اگر ٹھیک طور پر اس سے انتفاع کیا جائے تو ایمان کا پودا اگے گا، پھولے پھلے گا اور اگر انتفاع میں کوتاہی کی جائے تو اسی قدر درخت کے ابھرنے اور پھولنے پھلنے میں نقصان رہے گا یا بالکل غفلت برتی جائے تو سرے سے تخم بھی برباد ہو جائے گا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ امانت ایمان وہدایت کا ایک بیج ہے جو قلوب بنی آدم میں بکھیرا گیا ہے جس کو مابہ التکلف بھی کہہ سکتے ہیں اس کی نگہ داشت کرنے سے ایمان کا درخت اگتا ہے۔

(۵) حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ امانت سے استعداد ایمانی مراد ہے جس کو رسول اکرم ﷺ پر قرآن نازل ہونے کے سبب سے ترقی حاصل ہوگی۔

(۶) بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد فطرت سلیمہ ہے۔

(۷) حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ امانت جو مخلوق کے متعلق ہے وہ تو بالکل ظاہر ہے باقی امانت مع اللہ، تو اس سے مراد وہ احکامات ہیں جن کا بندوں کو مکلف بنایا گیا ہے، وہ لازم الوجود ہیں، اور امانت لازم الادا ہے (۱)

قوله: ان الامانة نزلت في جزر قلوب الرجال: لفظ جزر جیم کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح آیا ہے اس کے معنی ہیں جڑ، اصل، مطلب یہ ہے کہ امانت سب سے پہلے لوگوں کی دل کی گہرائی اور تھاہ میں اتری، مطلب یہ ہے کہ زمانہ نبوت کا آغاز ہونے والا تھا اس لیے پہلے لوگوں کے دلوں میں تعلیمات نبوی کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی گئی، پھر قرآن اترنا شروع ہوا، جس کو لوگوں نے سیکھا، اور دینی طریقہ جانا، اور چوں کہ کتاب وسنت کی تعلیم فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہوتی ہے اس لیے فطرت سلیمہ اس کو فوراً قبول کرتی ہے، حضور اقدس ﷺ نے دو حدیثیں بیان کیں ایک نزول امانت کی اور دوسری رفع امانت کی، پہلی حدیث کا مصداق اور پیکر محسوس حضرات صحابہ کرام کی جماعت ہے جس کو حضرت حذیفہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

قوله: ينام الرجل النومة: دوسری حدیث رفع امانت سے متعلق ہے جس کا حضرت حذیفہ کو انتظار ہے، دوسری بات رسول اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ امانت کس طرح اٹھائی جائے گی؟ فرمایا: کہ آدمی ایک ایک نیند سوئے گا، سونے سے مراد حقیقتاً سونا نہیں ہے بلکہ غفلت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ذرا سا آدمی غافل ہوگا اور امانت دل سے نکال لی جائے گی امانت کا اثر ایک چھالے کی طرح رہ جائے گا پھر ایک بار سوئے گا یعنی غفلت برتے گا تو باقی ماندہ امانت بھی اس کے دل سے نکال لی جائے گی، پس اب کی بار امانت کا اثر آبلہ کی طرح رہ جائے گا جیسے آپ نے اپنے پیر پر چنگاری لڑھکائیں، پس آبلہ پڑ جائے اور وہ آپ کو پھولا ہوا نظر آئے، دراں حالاں کہ اس میں کوئی کارآمد چیز نہ ہو، پھر حضرت حذیفہ نے اس مسئلہ کو محسوس طریقہ سے سمجھانے کے لیے ایک کنکری لی اور اپنے پیر پر لڑھکائی۔

پھر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا یہ حال ہو جائے گا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کریں گے ایک

(۱) تفصیل دیکھئے عون الترمذي: ۲/۷۷ تنظیم الاشتات: ۱/۷۰ مظاہر حق جدید: ۶/۲۳۲

دوسرے کے ساتھ خرید وفروخت کریں گے، مگر شاید ہی کوئی ایسا انسان پائیں گے، جو امانت ادا کرے، امانت و دیانت کا اس قدر فقدان ہو جائے گا کہ دور دور تک کوئی امین اور امانت دار شخص نہیں ملے گا بلکہ ہر چہار سو خیانت اور بد دیانتی عام ہو جائے گی، خال خال اکا دکا کہیں امین نظر آئے گا تو لوگ از راہ تعجب کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار آدمی ہے، یہاں تک کہ اس آدمی کے بارے میں از راہ حیرت واستعجاب کہا جائے گا کہ کس قدر مضبوط آدمی ہے! کس قدر زیرک ہے! کس قدر عقل مند ہے! حالاں کہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

قولہ: ومافی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان: اس جملہ میں دونوں احتمال ہیں یا تو بالکل اصل ایمان کی نفی مراد ہے یا پھر کمال ایمان کی نفی مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعریف وتحسین اسی شخص کے حق میں معتبر ہوگی جو ایمان وتقویٰ کا حامل ہو، اور ورع وطہارت کی صفت سے متصف ہو۔

قولہ: ولست ابالی ایکم بایعت: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم مجھ پر ایک زمانہ آچکا ہے کہ میں بلا خوف وخطر بغیر کسی پرواہ کے تم میں سے جس کے ساتھ بھی چاہتا معاملہ کر لیتا تھا اور امانت کے ضیاع کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تھا، کیوں کہ جس کے ساتھ معاملہ کیا جا رہا ہے اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین اس چیز کو مجھ پر ضرور پھیر دے گا، یعنی ایمان وغیرت اس کو چین سے بیٹھنے نہیں دے گا جب تک کہ امانت ادا نہ کر دے، اور اگر وہ یہودی یا عیسائی ہوگا تو اس کا عامل ضرور اس چیز کو مجھ پر پھیر دے گا۔

قولہ: فاما الیوم فما کنت ابائع الا فلانا وفلانا: لیکن اب حالات بدل چکے ہیں لوگوں کے دلوں میں امانت کی ادائیگی کی اہمیت ختم ہو چکی ہے، اس لیے اب میں معاملات کرنے میں ڈرتا ہوں اور سوائے چند گنے چنے افراد کے کسی اور سے معاملہ نہیں کرتا، کیوں کہ اب وہ بات نہیں رہی جو پہلی تھی۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ آغاز حدیث میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ دوسری بات کو میں نے دیکھا نہیں بلکہ اس کا انتظار کر رہا ہوں پھر اہل زمانہ کے ساتھ معاملات کرنے کو کیوں ترک فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسری بات کے آثار تو اس زمانہ میں بھی ظاہر ہو چکے تھے اس لیے ہر کسی سے معاملہ کو ترک کر دیا باقی استکمال کے منتظر رہے تھے، واللہ اعلم۔

لغات حدیث:

قولہ: الجذر: ہر چیز کی جڑ، اصل جمع جذور۔

قولہ: الوکت: کسی چیز کا ہلکا سا نشان دھبہ، چتی جو دیکھنے میں جلدی محسوس نہیں ہوتی، مگر وہ عمل کا واقعی اثر ہوتی

ہے، یعنی ابھی امانت کا کچھ اثر دل میں باقی ہے قوله المجل بفتح الميم وسكون الجيم، جیم پر فتحہ بھی جائز ہے وہ چھالہ جو چکی چلانے یا کدال وغیرہ چلانے کی وجہ سے ہاتھ میں ہو جاتا ہے اور اس میں کچھ پانی بھی آجاتا ہے مگر وہ کسی کام کا نہیں ہوتا ہے، یعنی اب امانت داری بالکل ختم ہوگئی مگر آدمی بناوٹی امانت دار نظر آتا ہے جو فتنہ کے سوا کچھ بھی نہیں،

قوله: نفظ: نَفِطَتْ يَدُه نفظاً، ہاتھ میں آبلہ پڑ جانا قوله: منتبرا نبر سے ماخوذ ہے پھولنے کے معنی میں ہے اس کے اصل معنی بلندی کے ہیں اسی سے ممبر آتا ہے بلند جگہ۔

قوله: ما اجلده: فعل تعجب ما افعله کے وزن پر ہے، کس قدر مضبوط اور طاقت ور ہے، کس قدر باہمت اور با استقلال ہے۔

قوله: ما اظرفه: یہ بھی فعل تعجب ہے کس قدر ذہین زیرک اور تیز طبع ہے۔

قوله: ما اعقله: یہ بھی فعل تعجب ہے کتنا بڑا عقل منداور دانش مند ہے۔

قوله: حبة: جمع حبات۔ حبوب دانہ، بیج۔

قوله: خردل: رائی: سرسوں کی مانند ایک چیز ہے، اس کو رائی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کو عقلمند، دانشمند اور زیرک سمجھا جائے گا حالانکہ اس کے دل میں ایمان کا ذرہ بھی باقی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴۱۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ أَبِي شَجَرَةَ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ عَبْدًا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ فَإِذَا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا نُزِعَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ فَإِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ فَإِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا رَجِيمًا مُلَعَّنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا رَجِيمًا مُلَعَّنًا نُزِعَتْ مِنْهُ رِبْقَةُ الْإِسْلَامِ.

ترجمۂ حدیث: حیاء ایمانی کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت والجلال کسی بندہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے حیا نکال لیتا ہے جب اس سے حیاء نکال لی جائے تو وہ شخص تمہیں ہمیشہ (اپنے اعمال سیئہ کی وجہ سے) خدا کے قہر میں گرفتار نظر آئے گا اور جب وہ تمہیں ہمیشہ قہر خداوندی میں گرفتار ملے گا تو اس (کے دل) سے امانت نکال لی جاتی ہے اور جب امانت اس (کے دل) سے نکال لی جاتی ہے تو وہ ہمیشہ تمہیں چوری اور خیانت میں نظر آئے گا اور جب وہ چوری اور خیانت میں مبتلا ہو تو اس (کے دل) سے رحمت سلب کر لی جاتی ہے اور جب اس سے رحمت سلب کر لی

جائے تو تم اس کو ہمیشہ مردود اور ملعون پاؤ گے تو سمجھ لو کہ اس کی گردن سے اسلام کی رسی نکل گئی۔

تشریح حدیث:

قوله: مقيتاً ممقتاً: المقت: الغضب، اى تجده مغضوبا ومبغضا من الله تعالي، وانما قال ممقتاً للمبالغة، اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ صغیرہ انسان کو گناہ کبیرہ کی طرف لیجاتا ہے اور کبیرہ انسان کو رفتہ رفتہ نعوذ باللہ کفر کی طرف لے جاتا ہے اس لیے صغیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

قوله: نزعت منه ربقة الاسلام: الربقة: بكسر الراء وفتحها بمعنى رسى حبل تشدد به یعنی گویا اس نے اپنے گلے سے اسلام کے حدود واحکام کی رسی کو نکال پھینکا، نیز اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حیاء تمام خصلتوں میں سب سے اچھی خصلت اور اکمل الاحوال ہے۔

حضرت انس بن مالک خادم رسول فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اللہ تعالی بندے کے قلب سے سب سے پہلے شرم وحیا کو سلب کر لیتا ہے پھر جب شرم وحیا باقی نہ رہی تو جو چاہتا ہے کرتا ہے "بے حیا باش وہر چہ خواہی" کا معاملہ ہوتا ہے تو وہ ممقوت بن جاتا ہے پھر اللہ تعالی اس کے قلب سے صفت امانت کو سلب کرتا ہے تو وہ خائن اور چور بن جاتا ہے پھر اس کے دل سے رحمت ورافت کو سلب کرتا ہے تو وہ بد اخلاق بد کردار سخت مزاج بن جاتا ہے پھر وہ اپنی گردن پر اسلام کی طاعت وفرمابرداری کا طوق اور احکام حدود کی رسی کو نکال کر باہر پھینکتا ہے اب وہ عند اللہ شیطان لعین اور مردود ومرجوم بن جاتا ہے، معلوم ہوا کہ ایک انسان کے اندر سب سے عمدہ اور حسین خصلت حیاء ہے اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا **الحياء خير كله: يالاياتى الحياء الا الخير،** حیاء خیر ہی خیر ہے اس میں شر کا پہلو بالکل نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۶۸) بَابُ الْآيَاتِ

اس باب کے ذیل میں حضرت امام ابن ماجہ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت حذیفہ بن اسید ابو سریحہ، خادم رسول حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو قتادہ سے منقول ہیں اس باب میں قیامت واقع ہونے قبل جو نشانیاں ظاہر ہوں گی ان کی تفصیلات ہیں قیامت کی کچھ نشانیوں کا تذکرہ تو ماقبل میں آچکا ہے اور کچھ نشانیوں کا ذکر انشاء اللہ اس باب میں آئے گا۔

(۴۱۷۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ أَبِي الطُّفَيْلِ الْكِنَانِيِّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ اطَّلَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غُرْفَةٍ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ السَّاعَةَ فَقَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَالدُّخَانُ وَالدَّابَّةُ وَيَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَثَلَاثُ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ

قَعْرِ عَدَنٍ أَبْيَنَ تَسُوقُ النَّاسَ إِلَى الْمَحْشَرِ تَبِيتُ مَعَهُمْ إِذَا بَاتُوا وَتَقِيلُ مَعَهُمْ إِذَا قَالُوا.

ترجمہ حدیث: وقوع قیامت کی دس نشانیاں

حضرت حذیفہ بن اسید ابو سریحہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم لوگ آپس میں قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے بالا خانہ سے جھانکا، اور فرمایا (سنو!) اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہوگی اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دجال کا خروج (۳) دھواں (۴) دابۃ الارض کا خروج (۵) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۶) عیسیٰ ابن مریم کا نزول (۷) تین مرتبہ زمین کا دھنسنا ایک مرتبہ زمین کا دھنسنا مشرق میں ہوگا دوسرا خسف مغرب میں ہوگا، اور تیسرا خسف جزیرۃ العرب میں ہوگا (۸) ایک ایسی آگ جو عدن کے نشیب ابین سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک کر ارض محشر کی طرف لے جائیں گی اور جب رات گزارنے کے لیے لوگ ٹھہریں گے آگ بھی ٹھہر جائے گی، اور جب دن میں لوگ قیلولہ کریں گے تو یہ آگ بھی قیلولہ کرے گی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے قیامت کی دس نشانیاں بیان فرمائی ہیں لیکن یہ دس نشانیاں حسب ترتیب الوقوع نہیں ہے یعنی وقوع کی ترتیب کے اعتبار سے یہ نشانیاں بیان نہیں کی گئیں ہیں بلکہ یہاں علی الاطلاق کیف ما تفق نشانیوں کو جمع کر دیا گیا وقوع ترتیب میں تو طلوع شمس من المغرب کا واقعہ نزول عیسیٰ وخروج یاجوج ماجوج کے بعد اور نفخ صور سے پہلے ہوگی مغرب کی جانب سے طلوع شمس من المغرب کے بعد کسی کا بھی ایمان لانا مفید نہ ہوگا اور نہ کسی کی توبہ کارآمد ہوگی۔

علامات قیامت کی قسمیں:

حضرات علماء کرام علامات قیامت کی تین قسمیں کی ہیں۔ (۱) علامات بعیدہ (۲) علامات متوسطہ جن کو علامات صغریٰ بھی کہا جاتا ہے (۳) علامات قریبہ جن کو علامات کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

(۱) قیامت کی علامات بعیدہ:

علامات بعیدہ وہ ہیں جن کا ظہور بہت پہلے ہو چکا ہے ان کو بعیدہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے اور وقوع قیامت کے درمیان زیادہ فاصلہ ہے، اور علامات بعیدہ درج ذیل ہیں جن کا ظہور ہو چکا ہے۔

(۱) رسول اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ۔

(۲) معجزہ شق القمر کا واقعہ

(۳) آپ ﷺ کی وفات کا سانحہ۔

(۴) جنگ صفین کا واقعہ حدیث: لا تقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان يكون بينهما مقتلة عظيمة دعواهما واحدة، کا مصداق ابن حجر، علامہ قسطلانی وغیرہ نے اسی جنگ کو قرار دیا ہے۔

(۵) فتنہ تاتار کا ظہور علامات قیامت میں سے ہے جیسا کہ امام نووی نے اس کی تصریح کی ہے۔

(۶) نار الحجاز، قیامت کی ان ہی علامتوں میں سے ایک علامت سرزمین حجاز سے آگ نکلنا ہے بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی سند سے روایت ہے کہ لا تقوم الساعة حتى تخرج نار من ارض الحجاز تضيئى اعناق الابل ببصرى بصری مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان ملک شام کا ایک مشہور شہر ہے جو دمشق کے تین مرحلہ کے فاصلہ پر واقع ہے، حدیث میں جس آگ کے خروج کا تذکرہ ہے وہ آگ فتنہ تاتار سے تقریباً ایک سال مدینہ منورہ کے نواح میں ان ہی صفات کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے جو احادیث میں مذکور ہیں، یہ آگ بروز جمعہ ٦ جمادی الاولی ٦۵ھ کو نکلی تھی اور بحر ذخار کی طرح میلوں میں پھیل گئی، جو پہاڑ اس کی زد میں آ گئے انہیں راکھ کا ڈھیر بنا دیا؟ ۲ رجب المرجب بروز اتوار ۵۲ باون دن تک مسلسل بھڑکتی رہی پوری طرح ٹھنڈی ہونے میں تقریباً تین ماہ کا طویل عرصہ لگ گیا اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ ینبوع تیاء حتی کہ رسول کی پیشین گوئی کے مطابق اس کا اثر بصری جیسے دور دراز مقام پر بھی دیکھی گئی، اس کی خبر تواتر کے ساتھ پورے عالم اسلام میں پھیل گئی، علامہ قرطبی امام نووی محدث جلیل ابوشام المقدسی الدمشقی علامہ سمہودی وغیرہ نے اس واقعہ کو اس حدیث کا مصداق قرار دیا ہے۔

(۲) قیامت کی علامت متوسطہ:

قیامت کی علامت متوسطہ وہ ہیں جو ظاہر تو ہو چکی ہیں لیکن ابھی اپنی انتہا کو نہیں پہنچی، ان میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا جائے گا یہاں تک کہ تیسری قسم کی علامت ظاہر ہونے لگیں گی، علامات متوسطہ کی فہرست تو طویل ہے ان میں سے چند علامت زیر قرطاس کی جاتی ہیں۔

(۱) رسول اقدس ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک دور ایسا آئے گا کہ ان کو دین پر ثابت قدم رہنا ہاتھ میں آگ کے انگارے کے رکھنے کے مانند مشکل ہوگا۔

(۲) دنیاوی اعتبار سے سب سے باعزت وہ ہوگا جو خود بھی کمینہ ہو اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو،

(۳) قوموں اور قبیلوں کا لیڈر رذیل اور منافق لوگ ہوں گے

(۴) پولس والوں کی کثرت ہو جائے گی معجم طبرانی میں ہے ان من اعلام الساعة ان تكثر الشرط

(۵) بڑے بڑے عہدے اور منصب نااہلوں کو ملیں گے

(۶) ناپ تول میں کمی کی جائے گی
(۷) لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا مگر تعلیم محض دنیا کے لیے حاصل کی جائے گی۔
(۸) قرآن کریم گانے بجانے کا آلہ بنالیا جائے گا۔
(۹) امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار سمجھا جائے گا۔
(۱۰) اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کیا جائے گا اور رشتہ داروں کے حقوق پامال کئے جائیں گے۔
(۱۱) بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی۔
(۱۲) طلاقوں کی کثرت ہوجائے گی
(۱۳) فخر مباہات کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔
(۱۴) شراب کا نام نبیذ سود کا نام بیع اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائے گا۔
(۱۵) سود، جوا، گانے باجے کے آلات شراب خوری اور زنا خوری کی کثرت ہوگی۔
(۱۶) بے حیائی اور حرامی اولاد کی کثرت ہوگی
(۱۷) دعوت میں کھانے پینے کے علاوہ عورتیں بھی پیش کی جائیں گی
(۱۸) ناگہانی اور اچانک موت کی کثرت ہوگی
(۱۹) عورتیں نہایت باریک وچست کپڑا استعمال کریں گی، جس کی وجہ سے ان کے اعضاء کی بناوٹ صاف ظاہر ہوگی۔
(۲۰) ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے لچک لچک کر اور مٹک مٹک کر چلیں گی

ان سب باتوں کی خبر جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسے وقت میں دی تھی جب کہ ان کا تصور اور حاشیہ خیال میں لانا بھی مشکل تھا مگر آج ہم ان سب کو اپنی آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کر رہے ہیں کوئی علامت تو اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے تو کوئی ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے جب یہ سب علامتیں اپنی انتہا کو پہنچ جائیں گی تو قیامت کی بڑی بڑی علامتیں ظاہر ہوں گی۔

(۳) علامات قریبہ (کبریٰ)

یہ علامات بالکل قیامت کے قریب میں ظاہر ہوں گی، اور یکے بعد دیگرے ہوں گی اور عالم گیر واقعات ہوں گے اس لیے ان علامتوں کو علامات کبریٰ کہا جاتا ہے مثلاً (۱) ظہور مہدی (۲) خروج دجال (۳) نزول عیسیٰ (۴) یاجوج ماجوج کا خروج (۵) دابۃ الارض کا نکلنا (۶) یمن سے نکلنے والی آگ (۷) مغرب کی جانب سے آفتاب کا طلوع ہونا جب یہ سب قسم کی علامتیں نمودار ہوجائیں گی تو قیامت کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

علامات قیامت کی فہرست بترتیب زمانی

(۱) قیامت سے پہلے ایسے بڑے واقعات رونما ہوں گے کہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کیا ان کے بارے میں تمہارے نبی نے کچھ فرمایا ہے۔

(۲) تیس بڑے کذاب نمودار ہوں گے اور اس کے آخری کذاب کا نام دجال ہوگا۔

(۳) نزول عیسی علیہ السلام تک ایک جماعت حق پر قائم رہے گی

(۴) اس جماعت کا آخری امام وامیر امام مہدی ہوں گے۔

(۵) ان ہی کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوگا۔

(۶) مسلمانوں کا ایک لشکر جو عند اللہ محبوب ہوگا ہندوستان میں جہاد کرے گا اور فتح یاب ہوکر وہاں کے حکمرانوں کو طوق سلاسل میں جکڑ کر لائے گا ہندوستان میں متعدد جہاد ہو چکے ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہاں کون سا جہاد مراد ہے راجح قول کے مطابق آئندہ کا کوئی جہاد مراد ہے۔

(۷) امام مہدی کی قیادت میں قسطنطنیہ فتح ہوگا

(۸) خروج دجال

(۹) نزول عیسیٰ بن مریم

(۱۰) دجال سے جنگ ہوگی

(۱۱) دجال کا قتل ہوگا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی

(۱۲) حضرت عیسی علیہ السلام اور مسلمان خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔

(۱۳) لوگ امن وچین کی زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اچانک یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹ جائے گی

(۱۴) مسلمان یہودیوں کو چن چن کر قتل کریں گے

(۱۵) یاجوج ماجوج نکل جائیں گے

(۱۶) اللہ کی طرف سے حضرت عیسی علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ تمام مسلمانوں کو کوہ طور کی طرف جمع کرلیں کیوں کہ یاجوج ماجوج کا مقابلہ کسی کے بس کا نہ ہوگا

(۱۷) حضرت عیسی علیہ السلام کی بددعا سے یاجوج ماجوج ہلاک ہوں گے

(۱۸) حضرت عیسی علیہ السلام دنیا کو امن وامان اور عدل وانصاف سے بھر دیں گے

(۱۹) عیسیٰ کا نکاح ہوگا پھر اولاد ہوگی اور نکاح کے بعد انیس سال زندہ رہیں گے نزول کے بعد چالیس سال قیام

فرمائیں گے۔

(۲۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگی

(۲۱) مسلمان بقاعدہ جنازہ پڑھ کرآپ کو دفن کریں گے

(۲۲) وصیت عیسیٰ علیہ السلام کے مطابق قبیلہ بنی تمیم کے ایک شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کریں گے جس کا نام مقعد ہوگا

(۲۳) پھر مقعد کا انتقال ہوگا

(۲۴) زمین دھنس جانے کے تین واقعات ہوں گے (۱) مشرق میں (۲) مغرب میں (۳) جزیرۃ العرب میں

(۲۵) ایک دھواں ظاہر ہوگا جو تمام لوگوں پر بیک وقت چھا جائے گا

(۲۶) مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا۔

(۲۷) دابۃ الارض کا کوہ صفا سے نکلنا اور لوگوں سے بات کرنا

(۲۸) یمن کی آگ: ایک آگ یمن یعنی عدن سے نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی اور سب مسلمانوں کو ملک شام میں جمع کر دے گی۔

(۲۹) ایک خوش گوار ہوا چلے گی جو تمام مومنین کی روحیں قبض کر لے گی اور کوئی مومن دنیا میں باقی نہ رہے گا۔

(۳۰) پھر دنیا میں صرف بدترین قسم کے لوگ رہ جائیں گے

(۳۱) گدھوں کی طرح کھلم کھلا جمع کریں گے

(۳۲) بالآخران ہی بدترین رذیل اور کمینہ قسم کے لوگوں پر قیامت آجائے گی (۱)

دابۃ الارض کا خروج کہاں اور کب:

دابۃ الارض سے مراد ایک عجیب الخلقت اور نادر شکل کا جانور ہے جو مسجد حرام میں کوہ صفا مروہ کے درمیان سے برآمد ہوگا، اور جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿۸۲﴾ (۲) حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ جانور چوپائے کی صورت میں ہوگا جس کی درازی ساٹھ گز کی ہوگی اور بعض حضرات نے کہا کہ اس عجیب الخلقت جانور کی شکل یہ ہوگی کہ چہرہ انسانوں کی طرح پاؤں اونٹ کی طرح، گردن گھوڑے کی طرح، دم چیل کی طرح، سرین ہرن کی طرح، سینگھ بارہ سنگھا کی طرح اور ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے، نیز اس کے نمودار ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کوہ صفا جو کعبہ کی مشرق کی جانب واقع ہے یکا یک زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ جانور نکلے گا، اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ کا

(۱) ماخوذ از علامات قیامت اور نزول مسیح، مولفہ مفتی رفیع الدین عثمانی

(۲) سورۃ النحل: ۸۲۔

عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی، یہ جانور تمام شہروں اور علاقوں میں اس تیزی سے دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشر اس کا تعاقب نہ کر سکے گا جہاں جہاں بھی جائے گا ہر فرد بشر پر نشان لگاتا جائے گا جو صاحب ایمان ہوگا اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے چھوئے گا، اور اس کی پیشانی پر مومن لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اس کی پیشانی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے سیاہ مہر لگا دے گا اور اس کی پیشانی پر کافر لکھ دے گا بعض حضرات نے فرمایا کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا (۱) ایک واقعہ تو حضرت مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ (۲) دوسرا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوگا (۳) پھر آخری مرتبہ سورج کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد ہوگا۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رقم طراز ہیں کہ دابۃ الارض کے متعلق بہت سے رطب ویابس اقوال وروایات تفاسیر میں درج کی گئی ہیں مگر معتبر روایات سے صرف اتنا ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے کوہ صفا پھٹے گا اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں اور چھپے منکروں کو نشان دے کر جدا کر دے گا(۱)

دابۃ الارض لوگوں سے ہم کلام ہوگا:

یہ عجیب الخلقت جانور لوگوں سے ہم کلام ہوگا اب سوال یہ ہے کہ اس کا کلام کیا ہوگا بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اس کا کلام یہ ہی ہوگا جو قرآن مجید میں مذکور ہے اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۝۸۲ یہ کلام وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو سنائے گا کہ بہت سارے لوگ آج سے پہلے ہماری آیتوں پر یقین نہ رکھتے تھے اور مطلب یہ ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ان سب کو یقین آ جائے گا لیکن اس وقت کا یقین وایمان شرعاً معتبر نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ قتادہ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے منقول ہے اور ایک روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی یہی منقول ہے کہ دابۃ الارض لوگوں سے خطاب کرے گا جس طرح کہ عام کلام ہوتا ہے۔

قولہ: ثلاثۃ خسوف: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے تین مرتبہ زمین دھنسا دی جائے گی، سوال یہ ہے کہ یہ تینوں خسوف ہو چکے ہیں؟ یا آئندہ ہوں گے، اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔

(۱) صاحب الاشاعہ فرماتے ہیں کہ تینوں خسوف واقع ہو چکے ہیں، پہلا خسوف مغرب میں ۲۰۸ھ میں دوسرا خسوف غرناطہ میں ماہ شعبان ۸۳۴ھ اور ایک ۹۴۶ھ میں واقع ہو چکا ہے۔

(۲) حضرت مولانا شاہ رفیع الدین فرماتے ہیں کہ انہا تکون بعد وفاۃ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔

(۳) ابن الملک کہتے ہیں کہ عذاب الٰہی کے طور پر زمین کا دھنس جانا مختلف زمانوں میں اور مختلف علاقوں میں ہو چکا ہے لیکن احتمال یہ ہے کہ یہاں حدیث میں جن تین خسوف کا ذکر کیا گیا ہے وہ پہلے ہو چکنے والے خسوف کے علاوہ

(۱) تفسیر عثمانی سورہ نحل۔

ہوں گے اوران سے بھی زیادہ ہولناک، خطرناک اور سخت ہوں گے۔

قولہ: ونار تخرج من قعر عدن آبین: قیامت کے قریب قعر عدن یعنی شام سے ایک آگ نکلے گی جو ہانک کر لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی یہاں آگ سے مراد وہ آگ نہیں ہے جس کو نار الحجاز کہا گیا ہے اور جس کا ذکر بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کیوں کہ یہ آگ بروز جمعہ ۶ / جمادی الاخری ۶۵۶ھ کو نکل چکی ہے **کما مر تفصیله**۔ یہاں جس آگ کا تذکرہ ہے وہ قعر عدن سے نکلے گی اور قیامت کی علامت کبری میں سے ہوگی اور دابۃ الارض کے خروج کے بعد نکلے گی۔

قولہ: وتسرق الناس الی المحشر یہاں حدیث شریف میں حشر سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہاں حدیث شریف میں حشر سے حشر القبور فی الآخرۃ مراد ہے لیکن حضرات علماء کرام کی ایک بڑی جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہاں حشر سے حشر معروف جو آخرت میں واقع ہوگا وہ مراد نہیں ہے بلکہ وہ حشر مراد ہے جو قرب قیامت میں دنیا میں واقع ہوگا اور وہ علامات قیامت میں سے ہے محشر کے معنی، مجمع، موقف کے ہیں، پس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ آگ نکلے گی تو لوگ اس سے بھاگنے کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑیں گے اور دوسری جگہ ہجرت کر جائیں گے اور محشر سے وہ جگہ مراد ہے جہاں آگ سے بھاگنے کے بعد اکثر لوگ جمع ہوں گے لیکن لوگ آگ سے بھاگ نہ سکیں گے بلکہ آگ ان کے ساتھ ساتھ رہے گی۔ بعض علماء نے اس کو مجاز پر محمول کیا ہے اور فرمایا کہ آگ سے مراد فتنہ شدیدہ ہے پس فتنہ کی طرف حشر کی نسبت باعتبار سبب کے ہے گویا کہ ہر جگہ فتنہ کا دور دورہ ہوگا البتہ شام کی طرف دوسری جگہوں کی بنسبت فتنہ کم ہوگا اس لیے لوگ شام کی طرف زیادہ رحلت کریں گے۔

(۴۱۸۰) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدُّخَانَ وَدَابَّةَ الْأَرْضِ وَالدَّجَّالَ وَخُوَيْصَةَ أَحَدِكُمْ وَأَمْرَ الْعَامَّةِ.

ترجمۂ حدیث: اعمال صالحہ کی طرف سبقت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چھ باتوں سے پہلے نیک عمل کر لو۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں دابۃ الارض، دجال اور ہر ایک کی خاص آفت (موت) اور عام آفت (یعنی طاعون وباء وغیرہ)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے جتنا زیادہ سے زیادہ ہوسکے نیک اعمال

کرو، اور اللہ تعالی کو راضی کرلو، ان علامات کے ظہور کے بعد پھر عبادت اور اعمال صالحہ کی بجا آوری کا موقع نہ ملے گا، اس لیے جتنا ہوسکے اس سے پہلے پہلے عبادت کرلو۔ اور خدا کو راضی کرلو۔

(۴۱۸۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى بْنِ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوقتادہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیاں دوسوسال کے بعد ہی ظاہر ہوں گی (مطلب یہ ہے کہ قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں دوسوسال کے بعد ظاہر ہوں گی دوسوسال سے قبل نہیں پھر دوسوسال کے بعد کب ظاہر ہوگی حدیث شریف میں اس کی کوئی تعیین نہیں)

تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے۔

(۴۱۸۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَعْقِلٍ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمَّتِي عَلَى خَمْسِ طَبَقَاتٍ فَأَرْبَعُونَ سَنَةٍ أَهْلُ بِرٍّ وَتَقْوَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةِ سَنَةٍ أَهْلُ تَرَاحُمٍ وَتَوَاصُلٍ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ إِلَى سِتِّينَ وَمِائَةِ سَنَةٍ أَهْلُ تَدَابُرٍ وَتَقَاطُعٍ ثُمَّ الْهَرْجُ الْهَرْجُ النَّجَا النَّجَا.

ترجمہ حدیث: امت کے پانچ طبقات:

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے پانچ طبقات ہوں گے (۱) چالیس سال تک نیک اور تقویٰ والے لوگ ہوں گے (۲) پھر اس کے بعد ایک سو بیس سال تک آپس میں رحم کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے لوگ ہوں گے (۳) پھر اس کے بعد ایک سو ساٹھ سال تک ایسے لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے دشمنی رکھیں گے اور تعلقات توڑیں گے (۴) اس کے بعد پھر قتل ہی قتل ہوگا نجات مانگو۔ نجات:

تشریح حدیث:

قولہ: النجا النجا: ای انجوا انفسکم: یعنی جب قتل وقتال کا بازار گرم ہوگا اور ہر چہار جانب قتل ہی قتل ہوگا تو اس وقت اپنے کو بچا کر رکھو، اور اللہ تعالی سے اس فتنہ سے نجات مانگو۔ اور اللہ رب العزت کی پناہ تلاش کرو۔ واللہ اعلم۔

(۴۱۸۳) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَازِمٌ أَبُو مُحَمَّدٍ الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا الْمِسْوَرُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مَعْنٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتِي عَلَى خَمْسِ طَبَقَاتٍ كُلُّ طَبَقَةٍ

أَرْبَعُونَ عَامًا فَأَمَّا طَبَقَتِي وَطَبَقَةُ أَصْحَابِي فَأَهْلُ عِلْمٍ وَإِيمَانٍ وَأَمَّا الطَّبَقَةُ الثَّانِيَةُ مَا بَيْنَ الْأَرْبَعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ فَأَهْلُ بِرٍّ وَتَقْوَى ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے پانچ طبقات ہوں گے ہر طبقہ چالیس برس کا ہوگا بہر حال میرا طبقہ اور دوسرے صحابہ کرام کا طبقہ تو یہ اہل علم اور ایمان کا طبقہ ہے اور دوسرا طبقہ چالیس سے اسی کے درمیان نیکی اور تقوی والوں کا طبقہ ہے اس کے بعد پہلے کی طرح روایت ہے۔

تشریح حدیث:

علامہ ابن الجوزیؒ نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے ابوحاتم کہتے ہیں ھذا الحدیث باطل بوحیری کہتے ہیں کہ ھذا اسناد ضعیف حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میری امت کے پانچ طبقات ہوں گے۔

طبقہ اولیٰ:

رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کا طبقہ جو اہل نبوت و ہدایت کا طبقہ ہوگا۔ اور یہ چالیس سال تک رہے گا۔

طبقہ ثانیہ:

نیک لوگ اور اہل تقوی کا طبقہ ہے جو اسی سال تک رہے گا۔

طبقہ ثالثہ:

اہل توصل و ترحم کا ہوگا جو ایک سو بیس سال تک رہے گا۔

طبقہ رابعہ:

اہل تقاطع و تدابر کا ہوگا، جو ایک سو ساٹھ سال تک رہے گا۔

طبقہ خامسہ:

اہل ہرج و اہل قتل کا طبقہ ہے جو دو سوں سال تک رہے گا۔

(۱۶۲۹) بَابُ الْخُسُوفِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت نافعؒ، اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہیں، قیامت کی علامتیں بہت ہیں ان میں ایک زمین کا دھنسنا بھی ہے جس کی تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔

(۴۱۸۴) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ سَلْمَانَ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ طَارِقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَسْخٌ وَخَسْفٌ وَقَذْفٌ.

ترجمۂ حدیث: قیامت سے پہلے صورتوں کا مسخ اور زمین کا دھنسنا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب صورتیں مسخ ہوں گی، زمین دھنسے گی اور پتھروں کی بارش ہوگی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اس امت کے لوگوں کو بھی خسف اور مسخ کے عذاب میں گرفتار کیا جاسکتا ہے جیسا کہ امم سابقہ کے لوگوں کو ان کے اعمال بد کے نتیجہ میں فسخ ومسخ کے عذاب میں گرفتار کیا گیا۔
جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن میں اس امت سے خسف ومسخ کی نفی آئی ہے اور جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امت محمدیہ پر اس طرح کے عذاب نازل نہ ہوں گے، وہ تمام روایات یا تو اس امت کے ابتدائی زمانہ پر محمول ہیں آخری زمانہ اس احادیث کے دائرہ مفہوم سے خارج ہے یا پھر اجتماعی طور پر پوری امت کے خلاف خسف ومسخ کی نفی پر محمول ہیں نہ کہ انفرادی طور سے بعض کے بارے میں نفی پر۔

(۴۱۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ.

ترجمۂ حدیث: امت محمدیہ پر سنگ باری:

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے آخر میں زمین دھنسے گی، صورتیں مسخ ہوں گی، اور پتھروں کی بارش ہوگی۔

تشریح حدیث:

فيه اثبات الخسف والمسخ في هذه الامة وهذا زعم عدم وقوعه فيها قال: المراد خسف المنزلة ومسخ القلوب: (۱)

(۴۱۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا أَبُو صَخْرٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ إِنَّ فُلَانًا يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ قَالَ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ قَدْ

(۱) فیض القدیر: ۵/۵۰۳، التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوي: ۲/۶۴۵۔

أَحْدَثَ فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي أُمَّتِي أَوْ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ مَسْخٌ وَخَسْفٌ وَقَذْفٌ وَذَلِكَ فِي أَهْلِ الْقَدَرِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک شخص ابن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں نے آپ کو سلام کہا ہے، حضرت ابن عمر نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے دین میں نئی بات ایجاد کی ہے اگر واقعی اس نے بدعت ایجاد کی ہے تو اس سے میری طرف سے سلام مت کہنا کیوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں یا آپ نے یوں فرمایا اس امت میں صورتیں مسخ ہوں گی اور زمین میں دھنسایا جائے گا اور سنگ باری ہوگی اور یہ سب کچھ فرقہ قدریہ کے ساتھ ہوگا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بدعتی شخص کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا جائز نہیں، جیسا کہ حدیث باب میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وہ سلام کرنے والا شخص بدعتی ہے تو اسے میری جانب سے سلام مت کہنا وہ اس کے لائق نہیں کیوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخیر زمانہ میں اس امت کے اندر خسف اور مسخ ہوگا اور فرقہ ضالہ مبتدعہ، قدریہ کے ساتھ ہوگا، قدریہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں مسلم کی روایت کے مطابق سب سے پہلے مسئلہ تقدیر کا انکار معبد جہنی نے کیا، اس فرقہ کے متعلق تاریخ، اور اس کی مکمل بحث کے لیے ملاحظہ کیجیے (تکمیل الحاجہ جلد اول: باب القدر)

(۴۱۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَكُونُ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں زمین کا دھنس جانا، صورتوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کی بارش ہوگی۔

تشریح حدیث: قدمر تفصیله قبل ذالك۔

(۱۴۷۰) بَابُ جَيْشِ الْبَيْدَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن صفوان، حضرت صفیہؓ اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے گا جب وہ

NEW MADARSA

مقام بیداء پر پہنچے گا تو از اول تا آخر پورا لشکر ہلاک کر دیا جائے گا صرف ایک شخص باقی رہے گا جو اس کی ہلاکت کی خبر دے۔

(۴۱۸۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ صَفْوَانَ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَؤُمَّنَّ هَذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُونَهُ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِأَوْسَطِهِمْ وَيَتَنَادَى أَوَّلُهُمْ آخِرَهُمْ فَيُخْسَفُ بِهِمْ فَلَا يَبْقَى مِنْهُمْ إِلَّا الشَّرِيدُ الَّذِي يُخْبِرُ عَنْهُمْ فَلَمَّا جَاءَ جَيْشُ الْحَجَّاجِ ظَنَنَّا أَنَّهُمْ هُمْ فَقَالَ رَجُلٌ أَشْهَدُ عَلَيْكَ أَنَّكَ لَمْ تَكْذِبْ عَلَى حَفْصَةَ وَأَنَّ حَفْصَةَ لَمْ تَكْذِبْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمۂ حدیث: بیداء میں لشکر کی ہلاکت

حضرت عبداللہ بن صفوان فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے بتایا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک لشکر اس گھر (بیت اللہ شریف) کو گرانے کا ارادہ کرے گا اہل مکہ اس سے لڑیں گے جب وہ لشکر مقام بیداء میں پہنچے گا تو ان کے درمیان کے لوگ زمین سمیت دھنسا دیئے جائیں گے ان کا اول والے (دستہ) آخر والے کو پکار کریں گے پھر وہ سب دھنس جائیں گے ان میں کا کوئی بھی نہ بچے گا سوائے ایک قاصد کے جو ان کا حال بتائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ جب حجاج کا لشکر آیا تو ہمیں خیال ہوا کہ شاید یہی وہ لشکر ہے (حاضرین میں سے) ایک شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حفصہ کے متعلق جھوٹ نہیں بولا، اور یہ کہ حضرت حفصہ نے نبی کے متعلق جھوٹ نہیں بولا۔

تشریح حدیث:

قولہ: حتی اذا کانوا ببیداء من الارض: بیداء کے معنی ہے ہموار جگہ، میدان، مسلم کی روایت کے مطابق جو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ابو جعفر باقر نے کہا، یہاں بیداء سے مراد مدینہ منورہ کی بیداء ہے جو ذوالحلیفہ کے قریب ایک معروف جگہ ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی روایت ہو ورنہ اس حدیث کا لفظ عام ہے جو ہر کسی بیداء پر صادق آ سکتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب وہ لشکر بیداء یعنی چٹیل میدان میں پہنچے گا تو سب کے سب ہلاک کر دیئے جائیں گے صرف ایک آدمی باقی رہ جائے گا جو واپس جا کر لوگوں کو اس ہلاکت کی اطلاع دے گا۔

قولہ: خسف باولھم وآخرھم: موضع خسف سے بچ کر صرف ایک شخص نکل جائے گا جو اوروں کو اس واقعہ کی خبر دے گا، چنانچہ مسلم شریف میں حضرت حفصہ کی روایت ہے فلا یبقی الا الشرید الذی یخبر عنھم، نیز حدیث باب میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

جیش معذب کا مصداق:

اب رہا یہ سوال جس جیش کے بارے میں یہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اس سے کون سا جیش مراد ہے؟

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس کا مصداق حجاج بن یوسف کا لشکر ہے جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے خلاف لڑائی کی، جبکہ وہ مکہ میں پناہ گزین ہوئے لیکن مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن صفوان جو حضرت عبداللہ بن زبیر کے حامیوں میں سے تھے اور ان کے ساتھ محصور ہوئے اور وہ شہید ہوئے اس نے اس قول کو رد کیا اور جو لشکر ابن زبیر کے خلاف لڑا ان کو اس حدیث کا مصداق کہنے سے انکار کر دیا علاوہ ازیں عبداللہ بن زبیر پر حملہ کرنے والا لشکر زمین میں دھنسا بھی نہیں آج تک کی تاریخ میں ایسے کسی لشکر کا پتا نہیں چلتا جس کو اس حدیث کا مصداق کہا جائے، شارح مسلم علامہ ابی نے کہا ظاہر ہے کہ یہ خسف اب تک وقوع پزیر نہیں ہوا البتہ صادق مصدوق علیہ السلام کی خبر کی وجہ سے آئندہ ضرور واقع ہونے والا ہے۔ یہی قول صحیح ہے (۱)

(۴۱۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْمُرْهِبِيِّ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَنْتَهِي النَّاسُ عَنْ غَزْوِ هَذَا الْبَيْتِ حَتَّى يَغْزُوَ جَيْشٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَلَمْ يَنْجُ أَوْسَطُهُمْ قُلْتُ فَإِنْ كَانَ فِيهِمْ مَنْ يُكْرَهُ قَالَ يَبْعَثُهُمُ اللهُ عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمْ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت صفیہؓ (بنت حی) بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس گھر (بیت اللہ شریف) پر حملہ کرنے سے باز نہیں آئیں گے یہاں تک کہ ایک لشکر حملہ آور ہوگا جب وہ لوگ بیداء (چٹیل میدان) میں ہوں گے تو ان کے اگلے اور ان کے پچھلے سب دھنسا دیے جائیں گے اور ان کے درمیان کے بھی نہیں بچیں گے، (صرف ایک شخص بچے گا جو واپس جا کر حادثہ کی اطلاع دے گا) حضرت صفیہؓ نے فرمایا پوچھا جو شخص ان میں سے حملہ کو ناپسند کرتا ہوگا؟ (کیا ان کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا؟) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (اللہ تعالی ان کو انکی نیتوں کے مطابق اٹھائیں گے ان سے حسب نیت معاملہ کیا جائے گا مگر دنیوی عذاب سب پر آئے گا یہی جزیرۃ العرب کا خسف ہے جس کا ذکر ما قبل میں آچکا ہے، اور یہ خسف آئندہ ضرور واقع ہونے والا ہے)

تشریح حدیث:

قولہ: یبعثھم اللہ علی مافی انفسھم: جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لشکر کا اگلا پچھلا سب ہلاک کر دے

(۱) مستفاد عون الترمذی: ۲/۵۰

جائیں گے تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ان میں سے کچھ لوگ تو ایسے ہوں گے جو اس حملہ کو پسند نہ کرتے ہوں گے تو کیا ان کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا آپ نے فرمایا ہاں دنیوی عذاب میں تو سارے لوگ مبتلا ہوں گے البتہ قیامت کے دن ان سے حسب نیت معاملہ کیا جائے گا اور ان کی نیتوں کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا جو شخص کسی مجبوری اور زبردستی کے تحت لشکر میں شامل ہوا ہوگا اس کی نیت صاف اور اس کا قلب ایمان واسلام کی روشنی سے منور ہوگا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا اور جو لوگ واقعی ناپاک ارادے کے ساتھ اور بہ نیت کفر لشکر میں شامل ہوں گے انہیں نار جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، واللہ اعلم۔

(۴۱۹۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَمَّالُ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ الْجَيْشَ الَّذِي يُخْسَفُ بِهِمْ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَعَلَّ فِيهِمُ الْمُكْرَهَ قَالَ إِنَّهُمْ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس لشکر کا تذکرہ فرمایا جسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا، حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! ممکن ہے ان میں کوئی ایسا بھی ہو جن کو زبردستی لایا گیا ہو؟ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا (اور ان کی نیتوں کے مطابق معاملہ کیا جائے گا)

تشریح حدیث: شرح الحديث قد مر قبل ذالك۔

(۱۴۷۱) بَابُ دَابَّةِ الْاَرْضِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو بریدہؓ سے منقول ہیں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی خروج دابۃ الارض بھی ہے جو صفا نامی پہاڑی سے نکلے گا اور لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے سچے ایمان والوں اور چھپے منکروں کو نشان لگا کر الگ کردے گا کما مر تفصیلہ قبل ذالك۔

(۴۱۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ وَمَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ وَعَصَا مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَتَجْلُو وَجْهَ الْمُؤْمِنِ بِالْعَصَا وَتَخْطِمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ حَتَّى أَنَّ أَهْلَ الْحِوَاءِ لَيَجْتَمِعُونَ فَيَقُولُ هٰذَا يَا مُؤْمِنُ وَيَقُولُ هٰذَا يَا كَافِرُ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ

فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِيهِ مَرَّةً فَيَقُولُ هَذَا يَا مُؤْمِنُ وَهَذَا يَا كَافِرُ.

ترجمہ حدیث: عصائے موسیٰ وانگشتری سلیمان کے ساتھ دابۃ الارض کا خروج:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے واقع ہونے سے پہلے) ایک جانور نمودار ہوگا اس کے ساتھ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگشتری اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہما السلام کا عصا ہوگا، وہ عصا کے ذریعہ مومن کے چہرہ کو روشن کرے گا اور انگشتری کے ذریعہ کافر کی ناک پر نشان لگائے گا۔ یہاں تک کہ ایک جگہ لوگ جمع ہوں گے تو ایک کہے گا اے مومن! دوسرا کہے گا اے کافر! (یعنی ایک دوسرے کو نشان سے پہچان لیں گے)

اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور انہوں نے حدیث میں یوں فرمایا، پس یہ کہے گا اے مومن! دوسرا کہے گا اے کافر۔

تشریح حدیث:

قیامت کے قریب دابۃ الارض کا خروج ہوگا جو عقلمند ہوگا اور عام لوگوں سے باتیں بھی کرے گا خروج دابہ سے متعلق ازیں قبل باب الآیات میں بحث ہو چکی ہے، اعادہ کی حاجت نہیں، البتہ کچھ مفید باتیں جو وہاں زیر تحریر نہیں آسکیں یہاں افادہ کی غرض سے سپرد قلم کردیا جارہا ہے۔

اس خروج دابۃ الارض کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے واذا وقع القول علیهم اخرجنا لهم الدابة من الارض یہاں وقع بمعنی وجب ہے اور آیت کریمہ میں قول سے کیا مراد ہے اس میں حضرات مفسرین کے تین اقوال ہیں۔

(۱) قول سے مراد عذاب ہے ابن عباس کا یہی قول ہے

(۲) قتادہ نے کہا کہ قول سے مراد غضب ہے

(۳) ابن قتیبہ نے کہا کہ قول سے مراد حجت ہے (۱)

اس کا وقوع کب ہوگا:

اس بارے میں حضرات علماء کرام کے دو قول ہیں۔

(۱) جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں ہوگا تو یہ دابۃ الارض کا خروج ہوگا، ابن عمر، ابو سعید خدری کا یہی قول ہے۔

(۲) اذا لم یرج صلاحهم: حکاہ ابو سلیمان الدمشقی وهو معنى قول ابی العالیة والاشارة بقوله الی لکفار الذین تخرج الدابة علیهم:

(۱) زاد السیر: ۶/ ۱۹۰ بحوالہ اهداء الدیباجہ: ۵/ ۴۵۱

علامہ شوکانیؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ وقع القول علیھم کی تفسیر میں حضرات مفسرین کا اختلاف ہے چنانچہ اس بارے میں حضرات مفسرین کے سات اقوال ہیں:

(۱) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وقع القول علیھم کے معنی ہیں وجب الغضب علیھم۔ ان پر غضب الٰہی ثابت ہو چکا ہے، وہ غضب کا مستحق ہو چکا ہے۔

(۲) مجاہد نے کہا اس کے معنی ہیں حق القول علیھم بأنھم لا یومنون، یعنی یہ بات ان پر ثابت ہو چکی ہے کہ اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(۳) بعض نے کہا اس کے معنی ہیں حق العذاب علیھم، عذاب ان پر ثابت ہو چکا۔

(۴) بعض نے کہا اس کے معنی ہیں وجب السخط، ناراضگی ثابت ہو چکی ہے۔

(۵) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ قول سے مراد وہ ہے جو قرآن کریم نے قیامت کی آمد کے متعلق بیان کیا ہے۔

(۶) وقیل وقع القول، بموت الحکماء و ذھاب العلم۔

(۷) وقیل: اذالم یامروا بالمعروف وینھوا عن المنکر والحاصل وان المراد بوقع وجب والمراد بالقول مضمونہ (۱)

(۴۱۹۲) حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو زُنَيْجٌ حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَهَبَ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَوْضِعٍ بِالْبَادِيَةِ قَرِيبٍ مِنْ مَكَّةَ فَإِذَا أَرْضٌ يَابِسَةٌ حَوْلَهَا رَمْلٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مِنْ هَذَا الْمَوْضِعِ فَإِذَا فِتْرٌ فِي شِبْرٍ قَالَ ابْنُ بُرَيْدَةَ فَحَجَجْتُ بَعْدَ ذَلِكَ بِسِنِينَ فَأَرَانَا عَصًا لَهُ فَإِذَا هُوَ بِعَصَايَ هَذِهِ هَكَذَا وَهَكَذَا۔

ترجمۂ حدیث:

حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے مکہ کے قریب ایک جنگل میں لے گئے، وہاں خشک زمین تھی، اس کے اردگرد ریت تھی، آپ نے فرمایا اس جگہ سے دابہ نکلے گا، وہ جگہ تقریباً ایک بالشت تھی۔

حضرت ابن بریدہ کہتے ہیں کہ اس کے کئی سال بعد میں نے حج کیا تو والد صاحب نے دابۃ الارض کے عصا کے متعلق بتایا، کہ ایسا ہو گا میرے اس عصا کے برابر، (لمبا اور موٹا پن میں)

تشریح حدیث:

صحاح ستہ میں صرف ابن ماجہ کے اندر یہ بات حدیث میں مذکور ہے صحاح کی دوسری کتابوں میں نہیں۔

قولہ: فتر: بکسر الفاء ما بین طرف الابھام وطرف المشیرۃ ای السبابۃ ای اشار ﷺ الی موضع فاذا ھو

(۱) فتح القدیر: ۱۵۱/۴ بحوالہ اھداء الدیباجہ: ۴۵۲/۵

بهذا المقدار كالفتر فى الشبر:

(۱۴۷۲) بَابُ طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت صفوان بن عسالؓ سے منقول ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سب سے عظیم نشانی طلوع شمس المغرب ہے جب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا تو اس کے بعد توبہ وایمان لانے کا دروازہ بند ہو جائے گا کسی کی توبہ قبول نہ کی جائے گی یہ سب سے آخری نشانی ہوگی اس کے بعد قیامت کبھی بھی آجائے گی۔

(۴۱۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذَلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ.

ترجمہ حدیث: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا، اور جب سورج مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو زمین پر رہنے والے تمام لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن یہ وہی وقت ہوگا جب ان لوگوں کا ایمان لانا سود مند نہ ہوگا جو اس سے قبل ایمان نہ لائے تھے۔

تشریح حدیث:

علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ سورج اپنی رفتار پر چلتا رہے گا اور اپنے مقررہ وقت پر گردش کرتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کا وقت بالکل قریب آجائے گا پس وہ غروب ہونے کے بعد مغرب سے نکلے گا، لوگ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور گھبرا اٹھیں گے اور بے ایمان لوگ ایمان لائیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا کہ کسی کا ایمان لانا اور توبہ کرنا معتبر نہ ہوگا، جو لوگ اس سے پہلے ایمان نہ لائے ہوں گے اس کا ایمان طلوع شمس من المغرب کے بعد معتبر نہ ہوگا۔

سوال: اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مغرب کی جانب سے سورج کا طلوع صرف ایک ہی دن ہوگا یا اس کے بعد برابر ہوتا رہے گا؟

جواب: اس کے متعلق کوئی تفصیلات صحیح احادیث میں مروی نہیں ہیں لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع شمس من المغرب صرف ایک ہی دن ہوگا اس کے بعد حسب معمول طلوع وغروب ہوتا رہے گا بہر حال یہ کرشمہ خداوندی بھی لوگوں کے لیے آزمائش بن جائے گا۔

سوال: اس حدیث شریف پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ سورج تو ہمیشہ گردش کرتا رہتا ہے کبھی غروب ہوتا ہی نہیں بلکہ چوبیس گھنٹے سورج ایک جگہ تو غروب ہو رہا ہے تو دوسری جگہ طلوع، تو ظاہر ہے کہ طلوع غروب ہمارے نمودار ہونے اور چھپنے کے اعتبار سے ہے اب سوال یہ ہے کہ جب سورج کہیں غروب ہوتا ہی نہیں تو پھر کس نقطہ سے واپس لوٹے گا اور کون سے ملک میں مغرب سے طلوع ہوگا اور اس وقت دوسرے ممالک کا کیا حال ہوگا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو دور حاضر کی تعبیر میں سمجھائے گئے ہیں پھر جب وہ واقعات پیش آئیں گے تو اب ان کی صحیح صورت حال سامنے آجائے گی فی الوقت اس کو کما حقہ ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں وقت ہی بتائے گا کہ اس کی نوعیت کیا ہوگی، پس مخبر صادق ﷺ نے جو کچھ بتایا اس پر ایمان لانا ضروری ہے (۱)۔

(۴۱۹۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى قَالَ عَبْدُ اللهِ فَأَيَّتُهُمَا مَا خَرَجَتْ قَبْلَ الْأُخْرَى فَالْأُخْرَى مِنْهَا قَرِيبٌ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَلَا أَظُنُّهَا إِلَّا طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ قیامت کی علامات میں سب سے پہلی ظاہر ہونے والی علامت آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور چاشت کے وقت لوگوں کے سامنے دابۃ الارض کا نکل کر آنا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ان میں سے جو بھی پہلے ظاہر ہوئی دوسری نشانی بالکل اس کے قریب ہی ظاہر ہوگی، حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ سب سے پہلے آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔

تشریح حدیث:

قوله: اول الآیات خروجا الخ یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب کی جانب سے نکلنا ہوگا حالاں کہ اس سے قبل دھواں، دجال وغیرہ نکل چکا ہوگا تو وہ طلوع شمس من المغرب کو اول نشانی قرار دینا کس معنی کے اعتبار سے ہے؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قیامت کی نشانیاں دو طرح کی ہیں ایک وہ علامت جو قیامت کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہیں دوسری وہ نشانیاں جو قیامت کے وجود اور واقع ہونے پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ قرب قیامت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے دھواں، خروج دجال وغیرہ ہے، لیکن وجود قیامت اور وقوع قیامت جو یہاں زیر بحث ہے

(۱) تحفة الالمعي: ۵/ ۵۶۱

اس کی نشانیاں طلوع شمس من المغرب ہے نیز زلزلہ اور خروج وغیرہ ہے۔

سوال: پھر اشکال پیدا ہوتا ہے وجود قیامت اور وقوع قیامت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے سب سے پہلے تو خروج دجال ہوگا پھر نزول عیسیٰ علیہم السلام ہوگا پھر یاجوج ماجوج کا خروج پھر خروج دابہ پھر سب سے لاسٹ میں آفتاب کا مغرب سے نکلنا ہوگا، کیوں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کفار ایمان لائیں گے اور اسلام قبول کریں گے، اور ان کا ایمان معتبر بھی ہوگا پس اگر نزول عیسیٰ سے قبل ہی سورج کا طلوع مغرب کی جانب سے ہوگیا تو پھر کفار کا ایمان لانا اور اسلام قبول کرنا قبول نہ ہوگا ان کے ایمان کا معتبر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کا واقعہ نزول عیسیٰ کے بعد سب سے اخیر میں ہوگا۔

لیکن ابن کثیر نے اس اعتراض کا یہ جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ طلوع شمس من المغرب کو اول آیت اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ غیر مانوس ہوگا، جہاں تک اس سے قبل خروج دجال کا واقعہ یہ سب اگرچہ طلوع شمس من المغرب سے قبل ہوں گے لیکن سب کے سب امور مالوفہ اور مانوسہ ہیں، اس لیے کہ سب انسان ہیں ان حضرات کا مشاہدہ اور ان کی امثال سب امور مانوس مالوف ہیں، البتہ دابۃ الارض کا عجیب خلقت میں نمودار ہونا پھر اس کا لوگوں سے کلام کرنا، اور اہل ایمان واہل کفر کے درمیان نشان لگا کر الگ کرنا یہ سب غیر مالوف اور عام عادت کے خلاف ہے پس یہ آیات ارضیہ میں سے غیر مالوف نشانی دابۃ الارض کا نکلنا ہے اور آیات سماویہ میں سے غیر مالوف نشانی جو سب سے پہلے ظاہر ہوگی، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے خیال کیا کہ طلوع شمس من المغرب پہلے ہوگا اور خروج دابہ بعد میں حالاں کہ ایسا نہیں ہے، یہ ان کا اپنا ظن ہے۔

(۴۱۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ قِبَلِ مَغْرِبِ الشَّمْسِ بَابًا مَفْتُوحًا عَرْضُهُ سَبْعُونَ سَنَةً فَلَا يَزَالُ ذَلِكَ الْبَابُ مَفْتُوحًا لِلتَّوْبَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَحْوِهِ فَإِذَا طَلَعَتْ مِنْ نَحْوِهِ لَمْ يَنْفَعْ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا.

ترجمۂ حدیث:

حضرت صفوان بن عسالؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک سورج کے غروب ہونے کی طرف ایک دروازہ کھلا ہوا ہے، جس کی چوڑائی ستر سال (کی مسافت) ہے یہ دروازہ توبہ کے واسطے برابر کھلا رہے گا، یہاں تک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو، پس جب سورج اس جانب سے طلوع ہوجائے گا تو اس وقت اس نفس کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔ یا اس گناہ گار شخص کے لیے توبہ کرنا سود مند نہ ہوگا (جس نے) ایمان کی

حالت میں کوئی بھی نیک عمل نہ کیا ہو (یعنی توبہ ورجوع وانابت الی اللہ)

تشریح حدیث:
حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب تک مغرب کی طرف سے سورج طلوع نہ ہوگا توبہ کا دروازہ کھلا ہے جو چاہے توبہ کرے ایمان لائے اور محبوب ومقرب بندہ بن جائے سب کی توبہ شرف قبولیت سے ہم کنار ہوگی اور سب کا ایمان واسلام مقبول ہوگا لیکن مغرب کی طرف سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد یہ دروازہ بند ہوجائے گا لہٰذا اس کے بعد کسی بھی انسان کی توبہ اور ایمان لانا معتبر نہ ہوگا، حدیث شریف میں اس توبہ کے دروازہ کی وسعت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کی چوڑائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے یعنی بہت زیادہ کشادہ ہے جو چاہے اس میں داخل ہوجائے اور توبہ کر کے مقرب بارگاہ خدا بن جائے۔

(۱۴۷۳) بَابُ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَخُرُوجِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَخُرُوجِ يَأْجُوجَ، وَمَأْجُوجَ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت فاطمہ بن قیسؓ، حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہیں اس باب میں کانا دجال کا فتنہ، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور یاجوج ماجوج کے خروج سے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

(۴۱۹۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُسْرَى جُفَالُ الشَّعَرِ مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ.

ترجمہ حدیث: کانا دجال کی صفات اور اس کی پہچان:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا، اس کے سر پر بال بہت زیادہ ہوں گے اس کے ایک ہاتھ میں جنت اور دوسرے ہاتھ میں دوزخ ہوگی (لیکن اس کی دوزخ درحقیقت انجام کے اعتبار سے) جنت ہوگی اور اس کی جنت (درحقیقت انجام کے اعتبار سے) دوزخ ہوگی۔

تشریح حدیث:

قولہ: الدجال اعور عین الیسری، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال بائیں آنکھ کا کانا ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اب یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں صراحت ہے کہ دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی، جب کہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ اعور عین الیمنی کہ دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، نیز حضرت حذیفہ ہی کی ایک حدیث میں یوں

آیا ہے کہ ممسوح العین علیها طفرة غلیظة دجال کی آنکھ مٹی ہوئی سپاٹ ہوگی اس پر موٹا گوشت ہوگا جو ناک کی جانب سے زائد ہوکر اس مٹی ہوئی آنکھ کو چھپالیگا، مذکورہ بالا تینوں روایتیں دجال کے وصف بیان کرنے کے سلسلہ میں باہم متعارض ہیں لہٰذا ان میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی۔

ان روایتوں کے مابین تعارض کو دور کرتے ہوئے علامہ تورپشتی اور امام نووی وغیرہ نے یہ فرمایا ہے کہ دجال کی ایک آنکھ تو بالکل نہ ہوگی اور دوسری جانب کی آنکھ عیب دار ہوگی، اب اس اعتبار سے اس کی دائیں اور بائیں دونوں کے بارے میں اعور العین کہنا صحیح ہے کیونکہ اعور کے اصل معنی عیب کے ہیں بعض حضرات نے ان روایتوں کے درمیان اس طرح سے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے کہ دجال کا اعور ہونا لوگوں کے فرق کے اعتبار سے ہوگا کچھ لوگ اس کو اعور عین الیمنی یعنی دائیں آنکھ کا کانا دیکھیں گے کچھ لوگ اس کو اعور عین الیسری بائیں آنکھ کا کانا دیکھیں گے اور کچھ لوگ اس کو بالکل سپاٹ دیکھیں گے اور یہ اس لیے ہوگا تاکہ اس کا جھوٹا اور فریبی ہونا ظاہر ہوجائے، کیوں کہ جب تمام لوگوں کی نظروں میں اس کی اصل حیثیت وحالت نہیں آئے گی بلکہ وہ آنکھوں کے اعتبار سے کبھی کسی طرح کا کبھی کسی طرح کا دکھائی دیگا تو لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ جادوگر اور شعبدہ باز ہے اپنے کرتب بازیوں کے ذریعہ اپنا مختلف روپ اور شکل بدلتا ہے۔ (۱)

دجال کی جنت وجہنم:

قوله: معه جنة ونار: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دجال کے پاس چونکہ بڑی زبردست طلسماتی طاقت ہوگی اس لیے وہ اپنے ساتھ ایک بہت بڑا باغ اور آگ کا جھنڈا لیے پھرے گا جس کو وہ اپنی جنت اور دوزخ سے تعبیر کرے گا، یا جنت سے مراد آسائش وراحت کے سامان یا اس کے الطاف وعطیات ہیں، اور دوزخ سے مراد رنج وکلفت کی چیزیں اور اس کی ایذا رسانیاں ہیں۔

قوله: فناره جنة: حقیقت کے اعتبار سے اس کی جو دوزخ اور جہنم ہوگی وہ جنت ہوگی مطلب یہ ہے کہ جو شخص دجال کی اطاعت نہیں کرے گا اس پر ایمان نہیں لائے گا بلکہ اس کی طلسماتی قوت وطاقت پر تھوک کر ایک اللہ کی وحدانیت پر قائم اور ثابت رہے گا اور دجال کی تکذیب کرے گا اور اس کو پکڑ کر دجال اپنی دوزخ میں ڈال دے گا ابھی اس کا قدم اس میں پڑا نہ ہوگا کہ وہ اس کے لیے جنت بن جائے گی اور وہاں آرام وسکون کے ساتھ رہے گا پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام نعمتیں میسر ہوں گی، پس اب تو آرام ہی آرام ہوگا۔

دجال کی جھوٹی جنت:

قوله: وجنته نار: دجال کی جھوٹی جنت حقیقت میں دوزخ اور آگ ہوگی مطلب یہ ہے کہ جو شخص دجال کذاب کی پر فریب باتوں میں آکر اس پر ایمان لائے گا اس کی خدائی کو تسلیم کریگا اور اس کی طلسماتی طاقت کے سامنے سجدہ کریگا اس کو

(۱) اشعة اللمعات: ۳۴۷/۴ مرقات: ۱۸۸/۱۰ بحوالہ تنظیم الاشتات: ۲۰۲/۳ ھکذا مظاہر حق جدید: ۳۵۴/۶

اپنا آقا و مولی مان لیگا اور اس کی ہاں میں ہاں ملالے گا اس کو وہ اپنی جنت میں داخل کرے گا جس کے پس پردہ دوزخ ہوگی، یعنی اس کے ماننے والے سارے کے سارے دوزخ میں جائیں گے کیوں کہ اس کی جنت ایسی ہوگی جہاں خدا فراموشی اور دین کی غفلت کا درس دیا جاتا ہوگا اس لیے وہ جنت جنت نہیں بلکہ دوزخ ہوگی، واللہ اعلم بالصواب

(4197) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالُوا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ سُبَيْعٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

ترجمہ حدیث: دجال کے نکلنے کی جگہ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال مشرق کے ایک علاقہ سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہے اس کے ساتھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے چہرے گویا تہ بتہ ڈھالیں ہیں (یعنی چپٹے اور پر گوشت)

تشریح حدیث:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ خروج دجال دو معنی میں مستعمل ہے، ایک دجال کا ہم پر نکلنا، یعنی مسلمانوں کے مقابلے میں آنا، اور دوسرے مطلق نکلنا یعنی اس کا ظاہر ہونا، پہلے معنی کے اعتبار سے دجال مشرق سے نکلے گا جس کو خراسان کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان گھاٹی سے ہوگا، خروج دجال کے سلسلہ میں روایات کے اندر چار جگہوں کا تذکرہ آتا ہے۔

(۱) شام و عراق کی درمیانی گھاٹی (۲) اصبہان کے مقام یہودیہ (۳) سرزمین مشرق یعنی خراسان

(۴) حوز و کرمان۔ ظاہر ہے کہ دجال کا خروج ان میں سے کسی ایک جگہ سے ہوگا متعدد جگہ سے نہیں، لہٰذا روایات میں متعدد جگہوں کے نام کا کیا مطلب؟ یہ باہم ایک دوسرے کے متعارض ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات شراح احادیث نے ان روایات کے درمیان تطبیق اس طرح سے دینے کی کوشش کی ہے کہ دجال کا خروج اولین شام و عراق کی وسطی گھاٹی سے ہوگا مگر اس کی شہرت نہ ہوگی اور اس کے اعوان و انصار اس کے یہودیہ گاؤں میں منتظر ہوں گے وہ وہاں جائے گا اور ان کو ساتھ لے کر پہلا پڑاؤ حوز و کرمان پر کرے گا پھر مسلمانوں کے خلاف اس کا خروج خراسان سے ہوگا اور یہودیہ مقام پر جو یہودی اس کا انتظار کر رہے ہوں گے وہ ترک نسل سے ہوں گے ان کے چہرے چوڑے اور ناک چپٹی ہوگی۔

قوله: كان وجوهم المجان المطرقة: حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے چہرے چوڑے چکلے اور رخسار ڈھال کی طرح ابھرے ہوئے ہوں گے پس چہرے کی ڈھال کے ساتھ اور رخسار پرتہ بتہ چمڑا چڑھا ہوا ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ گول اور پھیلے ہوئے ہونے میں چہرے کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور گوشت سے بھرے ہوئے اور موٹا ہونے کے اعتبار سے اس کو اس ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی گئی جس پر تہ بتہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو، ان اوصاف کے مصداق ترک اور ازبک کے ایک طائفہ ہوگی، ہوسکتا ہے کہ وہ خراسان میں آکر دجال سے ملیں گے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت لوگ خراسان میں موجود ہوں گے۔

خراسان کے حدود

آج کل دنیا میں خراسان نام کا ملک مستقل طور پر موجود نہیں ہے موجودہ ایران کے مشرقی علاقے کوہستان، نیشاپور، مشہد وغیرہ اور ترکمانستان مشرقی علاقے نساء عشق آباد وغیرہ اور افغانستان کے شمالی علاقے شیراز بلخ مزار شریف اور دولت آباد وغیرہ ان وسیع وعریض علاقے کو لے کر قدیم زمانہ میں ملک خراسان قائم تھا (اطلس القرآن والتاریخ الاسلامی بحواله عون الترمذي)

(۴۱۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ أَشَدَّ سُؤَالًا مِنِّي فَقَالَ لِي مَا تَسْأَلُ عَنْهُ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذَلِكَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دجال کے متعلق مجھ سے زیادہ کسی نے نہیں پوچھا، ابن نمیر کہتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ سخت سوال۔ کسی نہیں پوچھا۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پاس کھانا اور پانی بھی ہوگا آپ نے فرمایا یہ اللہ کے لیے اس (دجال) سے بہت آسان ہے۔

تشریح حدیث:

هو اهون على الله من ذالك: اى من ان يعطيه هذا الخارق العظيم لكن يموه ويشعبده مثل هذا الشعبات وليس الا تخييل محض ليس من نفس الامر منه شيئى كما هو مشاهد من اهل النير نجات والطلسمات فى زماننا (۱)

(۱) انجاح الحاجة: ۲/۲۹۶۔

(۷۱۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَكَانَ لَا يَصْعَدُ عَلَيْهِ قَبْلَ ذَلِكَ إِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ فَمِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَجَالِسٍ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ أَنِ اقْعُدُوا فَإِنِّي وَاللهِ مَا قُمْتُ مَقَامِي لِأَمْرٍ يَنْفَعُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلَكِنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي خَبَرًا مَنَعَنِي الْقَيْلُولَةَ مِنَ الْفَرَحِ وَقُرَّةِ الْعَيْنِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَنْشُرَ عَلَيْكُمْ فَرَحَ نَبِيِّكُمْ أَلَا إِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ الرِّيحَ أَلْجَأَتْهُمْ إِلَى جَزِيرَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا فَقَعَدُوا فِي قَوَارِبِ السَّفِينَةِ فَخَرَجُوا فِيهَا فَإِذَا هُمْ بِشَيْءٍ أَهْدَبَ أَسْوَدَ قَالُوا لَهُ مَا أَنْتَ قَالَ أَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوا أَخْبِرِينَا قَالَتْ مَا أَنَا بِمُخْبِرَتِكُمْ شَيْئًا وَلَا سَائِلَتِكُمْ وَلَكِنْ هَذَا الدَّيْرُ قَدْ رَمَقْتُمُوهُ فَأْتُوهُ فَإِنَّ فِيهِ رَجُلًا بِالْأَشْوَاقِ إِلَى أَنْ تُخْبِرُوهُ وَيُخْبِرَكُمْ فَأَتَوْهُ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَإِذَا هُمْ بِشَيْخٍ مُوثَقٍ شَدِيدِ الْوَثَاقِ يُظْهِرُ الْحُزْنَ شَدِيدِ التَّشَكِّي فَقَالَ لَهُمْ مِنْ أَيْنَ قَالُوا مِنَ الشَّامِ قَالَ مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ قَالُوا نَحْنُ قَوْمٌ مِنَ الْعَرَبِ عَمَّ تَسْأَلُ قَالَ مَا فَعَلَ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي خَرَجَ فِيكُمْ قَالُوا خَيْرًا نَاوَى قَوْمًا فَأَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْرُهُمُ الْيَوْمَ أَنَّهُ يعبد اللهُ جَمِيعُ إِلَهِهِمْ وَاحِدٌ وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ قَالَ مَا فَعَلَتْ عَيْنُ زُغَرَ قَالُوا خَيْرًا يَسْقُونَ مِنْهَا زُرُوعَهُمْ وَيَسْتَقُونَ مِنْهَا لِسَقْيِهِمْ قَالَ فَمَا فَعَلَ نَخْلٌ بَيْنَ عَمَّانَ وَبَيْسَانَ قَالُوا يُطْعِمُ ثَمَرَهُ كُلَّ عَامٍ قَالَ فَمَا فَعَلَتْ بُحَيْرَةُ الطَّبَرِيَّةِ قَالُوا تَدَفَّقُ جَنَبَاتُهَا مِنْ كَثْرَةِ الْمَاءِ قَالَ فَزَفَرَ ثَلَاثَ زَفَرَاتٍ ثُمَّ قَالَ لَوِ انْفَلَتُّ مِنْ وَثَاقِي هَذَا لَمْ أَدَعْ أَرْضًا إِلَّا وَطِئْتُهَا بِرِجْلَيَّ هَاتَيْنِ إِلَّا طَيْبَةَ لَيْسَ لِي عَلَيْهَا سَبِيلٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هَذَا يَنْتَهِي فَرَحِي هَذِهِ طَيْبَةُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِيهَا طَرِيقٌ ضَيِّقٌ وَلَا وَاسِعٌ وَلَا سَهْلٌ وَلَا جَبَلٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ شَاهِرٌ سَيْفَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: حدیث تمیم داری

حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور منبر پر تشریف لائے، اس سے قبل جمعہ کے علاوہ اور کبھی منبر پر تشریف لانے کا معمول نہ تھا (خلاف توقع آپ کا منبر پر تشریف لے جانا) لوگوں کو یہ بات گراں گزری، (اور گھبرا گئے نہ معلوم کیا بات ہے) حضرات صحابہ کرام میں کچھ لوگ تو کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے، آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے انہیں بیٹھنے کا حکم فرمایا پھر آپ نے فرمایا۔

خدا کی قسم! میں اس جگہ کسی ایسے امر کے واسطے کھڑا نہیں ہوا جس سے تمہیں ترغیب یا ترہیب کا کوئی فائدہ ہو، بلکہ میں صرف یہ بتلانے کے لیے کھڑا ہوں کہ حضرت تمیم داری میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے مجھے ایک ایسی مسرت

خیز خبر سنائی، کہ میں فرحت و مسرت کی وجہ سے دوپہر قیلولہ بھی نہیں کر سکا، تو میں نے چاہا کہ یہ خوشی و مسرت تمہارے اندر بھی پھیلاؤں سنو! کہ تمیم داری کے چچازاد بھائی نے مجھے بتایا، (سمندری سفر میں) باد مخالف انہیں ایک غیر معروف جزیرہ کی طرف لے گئی، یہ (تمام مسافر) چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ میں اترے تو وہاں ان لوگوں نے ایک کیڑا کثیر بالوں والی کوئی چیز دیکھی، انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگے میں جاسوس ہوں، ان لوگوں نے کہا پھر تم ہمیں بتاؤ (خبریں دو کیوں کہ جاسوس کا یہی کام ہے) کہنے لگی میں تم کو کچھ خبر نہ دوں گی اور نہ ہی تم سے کچھ پوچھوں گی لیکن تم اس مندر میں جاؤ، وہاں تم کو ایک شخص نظر آئے گا جو تم سے باتیں کرنے کا بڑا شائق ہے، یعنی تم سے خبر پوچھنے اور تم کو خبر دینے کا بڑا خواہشمند ہے خیر وہ لوگ اس مندر عبادت خانہ میں گئے، تو دیکھا کہ وہاں ایک بوڑھا شخص ہے جو خوب مضبوطی سے جکڑا ہوا ہے، ہائے ہائے کرتا ہے اور شدید رنج و تکلیف میں ہے، اس نے ان لوگوں سے پوچھا تم لوگ کہاں سے آئے ہو، انہوں نے کہا ملک شام سے، اس نے پوچھا عرب کا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا ہم عرب ہی کے لوگ ہیں جن کے بارے میں تو سوال کرتا ہے، اس نے کہا اس شخص کا کیا حال ہے جو تمہارے درمیان پیدا ہوا؟ (یعنی نبی کریم ﷺ) ان لوگوں نے کہا اچھا حال ہے، اس نبی نے ایک قوم سے دشمنی کی تو اللہ تعالی نے انہیں ان پر غالب کر دیا، وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا، چنانچہ سارے عرب کا معبود ایک ہو گئے ان کا دین ایک ہے، پھر اس نے پوچھا زغر کے چشمہ کا کیا حال ہے؟ (زغر ایک گاؤں ہے شام میں جہاں زغر حضرت لوط کی بیٹی اتریں تھیں وہاں ایک چشمہ ہے اس کا پانی سوکھ جانا دجال کے نکلنے کی علامت ہے) انہوں نے کہا اچھا حال ہے لوگ اس سے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں اور اپنے پینے کے لیے بھی اس سے پانی لیتے ہیں، پھر اس نے پوچھا کہ عمان اور بیسان کی کھجور کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا اس کا پھل ہر سال اترتا ہے اور کھاتے ہیں، پھر اس نے پوچھا طبریہ کے تالاب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کے دونوں کناروں پر پانی کودتا ہے یعنی اس میں پانی بکثرت ہے، یہ سن کر تین بار وہ شخص کودا اچھلا، پھر کہنے لگا کہ اگر میں اس قید سے چھوٹوں تو کسی بھی زمین کو نہ چھوڑوں گا، جہاں میں نہ جاؤں، سوائے مدینہ طیبہ کے، وہاں جانے کی مجھ کو طاقت نہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی، طیبہ یہی شہر ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مدینہ میں کوئی تنگ راستہ ہو یا کشادہ نرم زمین ہو یا سخت پہاڑ، مگر اس جگہ ایک فرشتہ ننگی تلوار لیے ہوئے معین ہے قیامت تک کے لیے۔

تشریح حدیث:

قوله: لرغبة ولا لرهبة، یعنی تم لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا مقصد نہ تو تمہیں کوئی چیز دینا ہے اور نہ کسی دشمن وغیرہ سے ڈرانا ہے، نہ کسی مرغوب چیز کے لیے جمع کیا نہ کسی وحشت ناک اور دہشت ناک چیز کے لیے۔

قوله: قوارب: قارب کی جمع ہے قارب ڈونگی چھوٹی کشتی کو کہتے ہیں جو بڑی سمندری کشتی میں رکھی رہتی ہے اور

ساحل پر آنے جانے کے لیے ان کاموں میں استعمال ہوتی ہے جو بڑی کشتی یا جہاز کے ذریعہ انجام پاسکتے ہیں۔

قولہ: انا الجساسة: اس عجیب الخلقت نے اپنا نام جساسہ اس لیے بتایا کہ وہ دجال کو خبریں اور معلومات پہنچایا کرتا تھا، واضح رہے کہ قرآن مجید میں جس دابۃ الارض کا ذکر آیا ہے وہ یہی جانور ہے جیسا کہ صاحب مظاہر حق جدید نے اس کی تصریح کی ہے۔

قولہ: الدیر: دیر اصل میں عیسائیوں کی عبادت گاہ گرجا گھر کو کہتے ہیں نیز اہل لغت نے راہبوں کے رہنے کی جگہ پر بھی دیر کا لفظ استعمال کیا ہے یہاں حدیث شریف میں دیر سے مراد وہ بڑی عمارت ہے جس میں دجال مقید اور محبوس تھا۔

قولہ: بیسان: ملک شام میں ایک بستی کا نام ہے یا پھر یمامہ میں ایک جگہ کا نام ہے لیکن مشارق الانوار میں لکھا ہے کہ حدیث جساسہ میں جو بیسان آیا ہے، وہ حجاز کے ایک شہر کا نام ہے اور دوسرا بیسان شام میں واقع ہے۔

قولہ: زغر: ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے اس علاقہ میں روئیدگی بہت کم ہوتی ہے یعنی دجال نے زغر کے چشمہ کا حال پوچھا کیوں کہ اس کا خشک ہوجانا دجال کے خروج کی علامت ہے۔

قولہ: بحیرة طبریة: بحیرۃ اصل میں بحر کی تصغیر ہے چھوٹا سمندر، جھیل سے بھی اس کو تعبیر کیا جاسکتا ہے اور طبریہ اردن کے ایک قصبہ کا نام ہے فن حدیث کے مشہور امام طبرانی اسی قصبہ کے رہنے والے تھے۔

دجال نے کہا کہ اگر میں اس قید و بند سے چھوٹ جاؤں اور میری زنجیریں ٹوٹ جائیں اور میں آزاد ہوجاؤں تو میں ساری دنیا کا چکر لگاؤں گا، مدینہ طیبہ کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہ ہوگی جہاں میں نہ جاؤں گا صرف طیبہ ہی ایک ایسی جگہ ہوگی جہاں جانے کی مجھ میں طاقت و ہمت نہ ہوگی، مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے ہر گلی کوچہ اور ہر کشادہ اور تنگ شاہ راہ پر فرشتے ننگی تلوار لے کر کھڑے ہوں گے جو اندر داخل ہونے نہیں دیں گے، بلکہ اپنی تلواروں سے ایسا وار کریں گے حملہ کریں گے، اس طرح مدینہ منورہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی پر فرحت و مسرت اور خوشی و شادمانی ہوئی کہ مدینہ منورہ کو اللہ پاک اس دھماکہ خیز ہلاکت خیز فتنہ سے بچا رکھے گا۔

(۴۲۰۰) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ يَقُولُ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ فَخَفَضَ فِيهِ وَرَفَعَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رَجَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ ذَلِكَ فِينَا فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ فَخَفَضْتَ فِيهِ ثُمَّ رَفَعْتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ قَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ قَائِمَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ

فَمَنْ رَآهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ خَلَّةٍ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللهِ اثْبُتُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا لُبْثُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَذَلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ تَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ قَالَ فَاقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ قَالَ قُلْنَا فَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ قَالَ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ وَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ مَا بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ ثُمَّ يَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا أَخْرِجِي كُنُوزَكِ فَيَنْطَلِقُ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ ضَرْبَةً فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعٌ كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ يَنْحَدِرُ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ وَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ تَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ فَيَنْطَلِقُ حَتَّى يُدْرِكَهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِي نَبِيُّ اللهِ عِيسَى قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللهُ فَيَمْسَحُ وُجُوهَهُمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ يَا عِيسَى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ وَأَحْرِزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ كَمَا قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَتَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا ثُمَّ يَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ فِي هَذَا مَاءٌ مَرَّةً وَيَحْضُرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَيَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ فَلَا يَجِدُونَ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا قَدْ مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ وَدِمَاؤُهُمْ فَيَرْغَبُونَ إِلَى اللهِ فَيُرْسِلُ عَلَيْهِمْ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمْ مَطَرًا لَا يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُهُ حَتَّى يَتْرُكَهُ كَالزَّلَقَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ فَتُشْبِعُهُمْ وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارِكُ اللهُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى إِنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ تَكْفِي

الْفِئَامُ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةُ مِنَ الْبَقَرِ تَكْفِي الْقَبِيلَةَ وَاللِّقْحَةُ مِنَ الْغَنَمِ تَكْفِي الْفَخِذَ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَيَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقَى سَائِرُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ كَمَا تَتَهَارَجُ الْحُمُرُ فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ.

ترجمہ حدیث: دجال کے طلسماتی کارناموں اور یاجوج وماجوج کا ذکر:

حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اکرم ﷺ نے بوقت صبح دجال کے فتنہ کا ذکر فرمایا تو آپ نے اس کی ذلت بھی بیان کی (کہ وہ عیب دار کانا ہوگا اور اللہ کے نزدیک ذلیل وخوار ہوگا) اور اس کی بڑائی بھی بیان کی، (کہ اس کا فتنہ بہت سخت ہوگا اور خرق عادت چیزیں دکھلائے گا) یہاں تک ہم سمجھے کہ دجال ان ہی کھجوروں میں ہے (یعنی اس کا خروج بالکل قریب الوقت ہے) پھر جب ہم لوٹ کر حضور اقدس ﷺ کے پاس گئے تو آپ نے ہم میں دجال کا خوف اور ڈر پایا، (ہمارے چہروں پر گھبراہٹ اور خوف کا اثر تھا) آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے صبح کے وقت دجال کا تذکرہ ایسا فرمایا کہ ہم سمجھے کہ وہ انہی کھجوروں کے درختوں میں ہے آپ نے اس کی ذلت ونقبت بھی بیان کی اور اس کی عظمت ورفعت بھی۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے علاوہ اوران کا مجھے تمہارے اوپر زیادہ ڈر ہے اگر دجال نکلا اور میں موجود رہا تو تمہاری طرف سے میں حجت کروں گا (میں لڑوں گا) (تم الگ رہو گے) اور اگر میری عدم موجودگی میں نکلا تو ہر آدمی خود اس سے حجت کرے گا، اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ ہے (پھر آپ دجال کی صفت وحلیہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا) غور سے سنو! دجال جوان ہے اس کے بال بہت گھنگریالے ہیں اس کی آنکھ ابھری ہوئی ہیں، گویا میں اس کو عبداللہ بن قطن کی زیادہ مشابہت دیکھتا ہوں (قوم خزاعہ کا ایک شخص تھا جو دور جاہلیت میں مرگیا تھا) پھر جو کوئی تم میں دجال کو دیکھے تو سورہ کہف کی ابتدائی آیت اس پر پڑھے (ان آیتوں کے پڑھنے کی وجہ سے فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا)

(سنو!) دجال عراق وشام کے درمیان خلہ سے نکلے گا تو دائیں بائیں ملکوں میں فساد پھیلاتا پھرے گا، آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندو! اس وقت ایمان پر ثابت قدم رہنا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! دجال اس روئے زمین پر کتنے دن تک رہے گا؟ آپ نے فرمایا چالیس دن تک، جن میں ایک دن سال بھر کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اس کے بعد بقیہ ایام حسب معمول ہمارے دنوں کی طرح ہوں گے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دن جو ایک سال کے برابر ہوگا اس میں نماز کس طرح پڑھیں گے کیا ایک دن کی نماز کافی ہوجائے گی؟ آپ نے فرمایا اندازہ کرکے پڑھ لو، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ زمین میں کس قدر تیز رفتاری کے ساتھ چلے گا (کہ اتنی کم مدت میں پوری دنیا گھوم آئے گا) آپ نے فرمایا ابر کی طرح کہ اس کے پیچھے ہوا ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال ایک قوم کے پاس آئیگا اور اس کو اپنی جانب بلائے گا اور وہ اس کو مان لیں گے اور اس پر ایمان لے آئیں گے (وہ کمبخت الوہیت کا دعوی کرے گا) پھر وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دیگا آسمان بارش برسائے گا زمین کو غلہ اگانے کا حکم دیگا زمین غلہ اگائے گی، اور ان کے جانور (چراگاہ سے لوٹ کر) شام کے وقت آئیں گے اس حال میں کی ان کی کوہان خوب اونچی یعنی خوب موٹے تازے ہو کر ان کے تھن دودھ سے خوب بھرے ہوں گے اور ان کی کوکھیں پھولی ہوں گی، پھر وہ ایک (دوسری) قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی طرف بلائے گا لیکن وہ اس کی بات نہ مانیں گے بلکہ رد کر دیں گے، (خدا ماننے سے انکار کر دیں گے) آخر کار دجال ان لوگوں کے پاس سے لوٹ جائے گا، لیکن وہ لوگ اس حال میں صبح کریں گے ان کا ملک قحط زدہ ہوگا اور ان کے ہاتھ میں کچھ نہ رہے گا، پھر دجال ایک کھنڈر پر سے گزرے گا وہ اس سے کہے گا کہ تو اپنے اندر کے خزانے نکال، چنانچہ کھنڈر کے سارے خزانے اس کے ساتھ ہوں گے، جیسے شہد کی مکھیاں بڑی مکھی یعنی یعسوب کے ساتھ ہوتی ہیں۔

پھر دجال ایک شخص کو بلائے گا جو اچھا موٹا تازہ جوان ہوگا دجال اس پر تلوار سے وار کرے گا اور اس کو دو ٹکڑے کر دے گا اور ہر ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے تیر کے (گرنے کے برابر فاصلہ) کر دے گا پھر اس کا نام لے کر اس کو بلائے گا وہ شخص زندہ ہو کر چمکتا دمکتا اور ہنستے چہرے کے ساتھ آئے گا، خیر دجال اور لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اتنے میں اللہ تبارک وتعالی حضرت عیسی علیہ السلام کو دمشق کی جامع مسجد کے سفید منارے پر مشرق کی جانب اتاریں گے اس حال میں کہ وہ دو زرد کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ سر جھکائیں گے تو اس سے پسینہ ٹپکے گا، اور جب اپنا سر اٹھائیں گے تو اس میں پسینہ کے قطرے موتی کی طرح گریں گے، اور جو کافر اس کی سانس کے اثر کو پائے گا مر جائے گا اور ان کا سانس تا حد نظر تک محسوس ہوگا، اخیر میں حضرت عیسی علیہ السلام چلیں گے اور دجال کو باب لد پر پائیں گے اور وہاں اس کو قتل کر دیں گے پھر اللہ کے نبی حضرت عیسی علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالی نے دجال کے شر سے بچا لیا ہوگا ان کے چہرے پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں جو درجات انہیں ملیں گے وہ ان سے بیان کریں گے، لوگ اسی طرح ہوں گے کہ اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ اے عیسیٰ میں نے ایسے بہت سے بندے پیدا کئے جن سے لڑنے کی طاقت وقدرت کوئی بھی نہیں رکھتا، لہٰذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ، اور ان کی حفاظت کرو۔

پھر اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو ظاہر کرے گا جو فرمان الہی کے مطابق بلند بالا زمین کو پھلانگتے ہوئے اتریں گے، اور دوڑیں گے (ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی) کہ جب ان کی سب سے پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی تو اس کا سارا پانی پی جائے گی پھر جب وہاں سے اس کی آخری جماعت گزرے گی (تو بحیرہ طبریہ کو خشک دیکھ کر) کہے گی کہ اس میں کبھی پانی

تھااس کے بعد حضرت عیسی اور آپ کے ساتھی رکے رہیں گے (کوہ طور پر) یہاں تک کہ ایک بیل کا سران کے لیے تمہارے سودیناروں سے بہتر ہوگا، (ایسا اسباب معیشت کی تنگی اور قلت کی وجہ سے ہوگا) جب حالت یہ ہو جائے گی حضرت عیسی علیہ السلام یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لیے دعا کریں گے، پس اللہ تعالی ان کی گردنوں میں نغف یعنی کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا جس سے وہ سب یکبارگی اس طرح مرجائیں گے جس طرح کوئی ایک شخص مرجاتا ہے، اللہ کے نبی حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اس بات کو سن کر) پہاڑ سے زمین کی طرف اتر آئیں گے، اوران کو زمین پر ایک بالشت ٹکڑا بھی ایسا نہ ملے گا جو یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو، پھر حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی (مصیبت کے دفعیہ کے لئے) پھر اللہ تعالی سے دعا کریں گے تو اللہ تعالی بختی اونٹ کی گردن کی طرح لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالی ایک زوردار بارش برسائے گا اس بارش کو نہ مٹی کا گھر اور نہ بالوں کا گھر روکے گا یہ پانی ان سب (گندگی) کو دھوڈالے گا یہاں تک کہ زمین آئنہ کی طرح صاف وشفاف ہو جائے گی، اس کے بعد زمین سے کہا جائے گا اب اپنے پھل اگا اور اپنی برکت پھیرلا، چنانچہ اس وقت زمین کی پیداوار اور برکت اس قدر بافراط ہوگی) کہ کئی کئی آدمی مل کر ایک انار کھائیں گے اور سیر ہوجائیں گے، اور انار کے چھلکے سے سایہ کریں گے (چھری کی طرح) اتنے بڑے انار ہوں گے اور اللہ تعالی دودھ میں برکت دے گا (یعنی اونٹنی اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ بہت ہوگا) یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی بکری ایک چھوٹے قبیلہ کو کافی ہوجائے گی۔

لوگ اسی حال میں رہیں گے کہ اللہ تعالی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جوان کے بغل کے پیچھے کے حصہ کو پکڑے گی (یعنی اس ہوا کی وجہ سے ان کی بغل میں ایک درد پیدا ہوگا، اور پھر وہ ہر مومن کی روح کو قبض کرلے گی اور پھر باقی لوگ گدھوں کی طرح لڑتے جھگڑتے اور جماع کرتے رہ جائیں گے (یعنی بالکل شریر اور بدمعاش قسم کے لوگ (دنیا میں رہ جائیں گے) پھر انہیں لوگوں پر قیامت قائم ہوجائے گی۔

تشریح حدیث:

قوله: ان یخرج وانا فیکم الخ: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر بالفرض رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں دجال کا ظہور ہوتا تو رسول اکرم ﷺ دلیل وحجت کے ذریعہ اس پر غالب آنے کے لیے اپنی امت میں سے کسی معاون ومددگار کی مدد کے محتاج نہیں تھے، یہاں یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ خود رسول اکرم ﷺ کو معلوم نہ تھا کہ دجال زمانہ نبوی میں ظاہر نہ ہوگا جیسا کہ دوسری احادیث اور دیگر دلائل وقرائن سے واضح ہے لیکن اس کے باوجود مذکورہ بالا جملہ ارشاد کرنا درحقیقت ظہور دجال کو زیادہ یقینی بنانے اور خوب موکد کرنے کے لیے فرمایا تھا اور جن لوگوں کو فتنہ

دجال سے سابقہ پڑنے والا تھا اس کو متنبہ کرنے اور چوکنا کرنے کے لیے تھا۔

قولہ: وان یخرج ولست فیکم الخ: اگر دجال کا فتنہ ظاہر ہوا اور میں موجود نہ رہا بایں طور کہ میری وفات ہوگئی تو ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے مقابلہ کرے گا، حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ دجال کے ظاہر ہونے کے وقت جو مسلمان اس دنیا میں بقید حیات ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کے شر سے بچنے کے لیے شرعی وقطعی اور عقلی دلائل کے ذریعہ اس کے ساتھ بحث ومباحثہ کرے، اور اس پر غالب آئے، ہر مومن کی ذمہ داری ہوگی کہ دجال کی تکذیب کرے، اس کے کذب کو لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

قولہ: واللہ خلیفتی علی کل مسلم: میرا خلیفہ اور ہر مسلمان کے لیے اللہ تعالی ہے اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ میرے بعد اللہ تعالی ہر مومن ومسلمان کا حافظ وناصر ونگراں ہے جو فتنہ دجال سے بچنے میں مدد دے گا۔

قولہ: انہ شاب: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال جوان ہوگا، اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جملہ ماقبل میں جو حدیث گزری ہے کہ دجال کو ایک جزیرہ میں جکڑا ہوا پایا جو بوڑھا تھا، بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید حزن وغم اور رنج وملال کی وجہ سے حضرت تمیم کو بوڑھا معلوم ہوا ہو، یا پھر یہ دجال کذاب کا شعبدہ بازی ہو، کہ کبھی بوڑھا اور جوان معلوم ہوتا ہو واللہ اعلم۔

قولہ: کانی اشبہ بعبد العزی بن قطن: عبد العزی بن قطن ایک یہودی کا نام تھا، اور وہ مشرک تھا کیوں کہ عزی ایک بت تھا اس کی طرف نسبت کرنے والا ایک مشرک ہی ہوسکتا ہے اس کی تائید بعض حضرات کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ عبد العزی قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں مرچکا تھا، نبی کریم ﷺ نے دجال کو عبد العزی کے ساتھ جو تشبیہ دی ہے اس میں جزم اور یقین کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ لفظ کانی کے ذریعہ تشبیہ دی ہے جو اردو میں لفظ گویا کے مترادف ہے جو اظہار شک کے لیے ہے لیکن ملا علی قاری الحنفی نے وضاحت کی ہے کہ لفظ کانی یعنی گویا اظہار شک کے لیے نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دجال کو جس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے یعنی عبد العزی کے ساتھ اس کا تعارف رسول اکرم ﷺ کو عالم کشف یعنی خواب میں ہوا تھا اس لیے اس کے ساتھ تشبیہ دیتے وقت آپ نے لفظ کانی استعمال فرمایا ہے جیسا کہ کسی خواب کو بیان کرنے کے لیے یہی اسلوب بہتر ہے۔

قولہ: فعاث یمیناً وعاث شمالاً: اس جملہ میں اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دجال جن شہروں اور علاقوں سے گزرے گا صرف انہیں شہروں اور علاقوں میں فتنہ وفساد پیدا کرنے پر اکتفا نہیں کرے گا بلکہ وہ اپنے دائیں بائیں ادھر ادھر جہاں خود نہیں جاسکے گا اپنے لشکر اور تابعداروں کو روانہ کرے گا اس طرح اس کے شر وفتن سے کوئی بھی مومن محفوظ ومامون نہ ہوگا اور کوئی جگہ ایسی باقی نہ ہوگی، جہاں اس کا فتنہ نہ پہنچے۔

قولہ: یا عباد الله اثبتوا: اے اللہ کے بندو! فتنہ دجال کے زمانہ میں ایمان واسلام پر ثابت قدم رہنا، یہ خطاب ان مومنین سے ہے جو دجال کے زمانہ میں موجود ہوں گے، یا پھر آپ ﷺ نے یہ بات حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین سے فرمائی کہ اگر بالفرض تم دجال کا زمانہ پاؤ تو اس وقت ایمان واسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا۔

دجال کا مدت قیام:

قولہ: قلنا یا رسول الله! وما لبثه: حضرات صحابہ کرام نے سوال کیا یا رسول اللہ! دجال اس دنیا میں کتنے دن تک قیام کرے گا؟ آپ نے فرمایا چالیس دن، اب یہاں سوال یہ ہے کہ اس میں چالیس دن کا ذکر ہے جبکہ ایک حدیث میں یہ مدت چالیس سال بیان کی گئی ہے؟ دونوں میں بظاہر تعارض ہے **فکیف التوفیق؟**

امام بغوی شرح السنہ میں رقم طراز ہیں کہ چالیس سال مدت بیان کرنے والی حدیث صحت واسناد کے اعتبار سے اس درجہ کی نہیں ہے کہ اس روایت کے معارض قرار دیا جائے جو مسلم شریف کی روایت ہے اور اگر بالفرض اس حدیث کو اس درجہ صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو اس صورت میں کہا جائے کہ ان دونوں حدیثوں میں جو الگ الگ دو مدتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک مدت تو وہ ہے کہ دنیا والوں پر اس کا ظہور ہی نہیں ہوگا بلکہ اس دنیا میں اس کی موجودگی غیر معلوم ہوگی اور دوسری مخصوص مدت ہے جس کے دوران وہ دنیا والوں پر ظاہر رہے گا اور ان ہی تعیین کے ساتھ اس کی موجودگی کا علم ہوگا۔

ایک دن ایک سال کے برابر:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال دنیا میں چالیس روز تک رہے گا لیکن ایک روز ایک سال کے برابر ہوگا، حضرات صحابہ کرام نے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا تو اس وقت کس طرح نماز ادا کریں گے کیا ایک ہی نماز کافی ہوگی؟

قولہ: فاقدروا له قدره: آپ نے فرمایا صرف ایک ہی نماز کافی نہ ہوگی بلکہ حساب اور اندازہ لگا کر نماز ادا کرنی ہوگی، مطلب یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو عام دنوں کے اعتبار سے فجر اور ظہر کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت ظہر کی نماز ادا کی جائے پھر ظہر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو عام دنوں کے اعتبار سے ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت عصر کی نماز ادا کی جائے اور جب عصر کے بعد اتنا وقت گزر جائے کہ جو عام دنوں میں عصر اور مغرب کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت مغرب کی نماز ادا کی جائے اسی حساب سے فجر اور عشا کی نماز ادا کی جائے اسی طرح پانچوں نماز برابر اسی حساب سے ادا کی جاتی رہیں گی، یہاں تک کہ وہ دن ایک سال کے برابر ہو کر گزر جائے۔

قولہ: فتتبعه کنوزها کیعاسیب النحل: وہ خزانہ اس کے پیچھے اس طرح ہوں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار کے پیچھے تمام مکھیاں چلتی ہیں یعاسب اصل میں یعسوب کی جمع ہے اس کے معنی ہیں شہد کی مکھیوں کا سردار، حاصل یہ

ہے کہ جس طرح یعسوب آگے ہوتا ہے اور شہد کی مکھیاں پیچھے پیچھے ہوتی ہیں اسی طرح دجال کے پیچھے پیچھے خزانے ہوں گے۔

دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارے پر حضرت عیسی کا آسمان سے نزول:

اہل سنت والجماعت کا اجتماعی عقیدہ اور متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالی نے بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے اور وہ سب اس وقت آسمان میں زندہ ہیں اور قیامت کے قریب جب دجال ظاہر ہوگا تو اس وقت اس کو قتل کرنے کے لیے اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کو دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی جانب کے سفید منارے پر آسمان سے اتاریں گے، جب کہ وہ زرد رنگ کے دو کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہوں گے دو فرشتوں کے سہارے اتریں گے، نزول عیسی کا عقیدہ اسلام کا اہم ترین عقیدہ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ روایت ھٰذا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام دمشق میں اتریں گے جبکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ بیت المقدس میں اور ایک روایت میں اردن میں اتریں گے ان روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لہٰذا ان میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں ان روایتوں میں کوئی تعارض وتصادم نہیں ہے کیوں کہ بیت المقدس دمشق سے جانب مشرق میں واقع ہے اور بیت المقدس مسلمانوں کا اجتماع گاہ بھی ہے اور اردن ہی کا ایک علاقہ بھی ہے اب رہا یہ سوال کہ بیت المقدس میں کوئی سفید منارہ نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت نہیں ہے لیکن جس وقت یہ واقعہ پیش آئے گا سفید منارہ بھی بن جائے گا لہٰذا روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

لد کے دروازہ کے پاس دجال کا خاتمہ:

قوله: حتى يدركه عند باب لد: لفظ لُدّ: **بضم اللام وتشديد الدال،** ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ بیت المقدس کے ایک گاؤں کا نام ہے اور عند البعض فلسطین کے ایک گاؤں کا نام ہے، جب حضرت عیسی علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ان کے سانس کا اثر جہاں تک پہنچے گا سارے کافر مرجائیں گے اور سانس کا اثر وہاں تک جائے گا جہاں تک ان کی نظر جائیگی، اور محض اس سانس کی وجہ سے سارے کافر مرجائیں گے۔

حضرت عیسی علیہ السلام دجال کو شہر لد کے گیٹ پر قتل کریں گے دجال اس شہر میں گھسنا چاہے گا لیکن وہ گھس نہ پائے گا اور حضرت عیسی علیہ السلام اس کو پکڑ کر قتل کردیں گے، اس طرح سے دجال کے فتنہ کا خاتمہ ہوجائے گا۔

قوله: ثم ياتي نبي الله عيسى قوما الخ قتل دجال کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آئیں گے

جنہوں نے دجال کی تکذیب کردی تھی اور ان پر ایمان نہیں لائے تھے آپ ان لوگوں کے چہروں سے گرد وغبار صاف کریں گے ہوسکتا ہے کہ چہروں سے گرد وغبار صاف کرنا اپنے ظاہری معنی پر محمول ہو کہ واقعۃً حضرت عیسی ازراہ لطف وکرم ان لوگوں کے چہروں سے گرد وغبار کو صاف کریں گے، یا اس جملہ کے ذریعہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان لوگوں کے قلوب سے دجال کے خوف وہراس کو دور کریں گے، اور ان کو راحت وآرام کے اسباب مہیا کر کے ان کے تعب وکلفت کو ختم کریں گے۔

قولہ: حتی یکون رأس الله لاحدهم خیرا الخ: حدیث شریف کے اس جملے کا مقصود اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ ان لوگوں کو اشیاء کی قلت اور بے تحاشا گرانی اس طرح گھیرے گی کہ معمولی چیز بھی بڑی سے بڑی قیمت میں مشکل ہی سے دستیاب ہوگی، بیل کا سر جو ایک معمولی چیز ہے سو اشرفیوں کے عوض ملے گا تو دوسرے اعضا کے گوشت تو بدرجہ اولی اس سے مہنگے اور غالی میں ملیں گے۔

قولہ: ویستدلون یقحضها: دجال کے قتل ہونے اور یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے بعد زمین بالکل آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہوجائے گی اور پوری زمین کو حضرت عیسی علیہ السلام عدل وانصاف اور تقوی وطہارت سے بھر دیں گے، پوری سرزمین میں عدل وانصاف کا علم بلند ہوگا ہر سو خیر ہی خیر اور صلاح ہی صلاح ہوگا تو پھر زمین اپنی برکات اور خزانہ کو انڈیل دے گی، یہاں تک کہ صورت حال یہ ہوجائے گی کہ ایک انار اتنا بڑا اپھلے گا کہ اس سے ایک جماعت سیراب ہوگی اور اس کا چھلکا اتنا بڑا ہوگا کہ لوگ چھتری کی طرح اس سے سایہ حاصل کریں گے اور جانوروں میں خیر وبرکات کا عالم یہ ہوگا کہ ایک جانور کا دودھ پورے قبیلہ اور خاندان کے لیے کافی ہوجائے گا۔

قولہ: الفئام من الناس: لوگوں کی ایک بڑی جماعت، فئام رجال کے وزن پر ہمزہ کے ساتھ ہے اور عام بول چال میں ہمزہ کو یا سے بدل کر بولتے ہیں بہر حال یہ لفظ آدمیوں کی جماعت کے معنی میں ہے اور یہاں اس سے مراد لوگوں کی اتنی بڑی جماعت ہے جس پر قبیلہ سے زیادہ لوگوں کا اطلاق ہو، جیسا کہ قبیلہ کا اطلاق لوگوں کی اس جماعت پر ہوتا ہے جو فخذ سے زیادہ ہو اور فخذ یہاں بفتح الفاء اور خاء کے جزم کے ساتھ ہے جس کے معنی صرف عزیز واقارب کی جماعت کے ہیں، اور اس کا اطلاق لوگوں کی اس جماعت پر بھی ہوتا ہے جو بطن سے کم ہو۔

قولہ: فبینما هم کذالك اذا بعث الله علیهم ریحاً طیبة: لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک یمن کی طرف سے ایک خوشگوار پاکیزہ اور لطیف ہوا چلے گی جس کی وجہ ہر مسلمان کے بغل میں ایک پھوڑا ہوجائے گا پھر سارے مسلمان مرجائیں گے روئے زمین پر کوئی ایک مسلمان ایمان والا شخص باقی نہ رہے گا، فسق وفجور، ظلم وجور اور بے حیائی اور عریانیت کا دور دورہ ہوگا انسانیت نام کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی گدھوں کی طرح آپس میں جنسی خواہش کھلے عام سڑکوں پر پوری کریں گے روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا ایک بھی نہ ہوگا تو ٹھیک اسی وقت ان لوگوں پر قیامت آجائے گی۔

(۴۲۰۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَيُوقِدُ الْمُسْلِمُونَ مِنْ قِسِيِّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَنُشَّابِهِمْ وَأَتْرِسَتِهِمْ سَبْعَ سِنِينَ

ترجمہ حدیث: یاجوج وماجوج کے تیر و کمان کی کثرت:

حضرت نواس بن سمعان ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قریب ہے کہ مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں اور ڈھالوں کے سات برس تک چلائیں گے۔

تشریح حدیث:

یعنی یاجوج ماجوج چوں کہ لا تعداد لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ہوں گے اس لیے اس کے پاس آلات حرب تیر و کمان وغیرہ بھی اسی طرح بکثرت ہوں گے کہ مسلمان اس کی ہلاکت کے بعد اس کے آلات کو سات سال تک مسلسل چلاتے رہیں گے۔

(۴۲۰۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ رَافِعٍ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ السَّيْبَانِيِّ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَكْثَرُ خُطْبَتِهِ حَدِيثًا حَدَّثَنَاهُ عَنِ الدَّجَّالِ وَحَذَّرَنَاهُ فَكَانَ مِنْ قَوْلِهِ أَنْ قَالَ إِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ مُنْذُ ذَرَأَ اللَّهُ ذُرِّيَّةَ آدَمَ أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا حَذَّرَ أُمَّتَهُ الدَّجَّالَ وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ وَهُوَ خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ وَإِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْكُمْ فَأَنَا حَجِيجٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ وَإِنْ يَخْرُجْ مِنْ بَعْدِي فَكُلُّ امْرِئٍ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَإِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ خَلَّةٍ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَيَعِيثُ يَمِينًا وَيَعِيثُ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللَّهِ أَيُّهَا النَّاسُ فَاثْبُتُوا فَإِنِّي سَأَصِفُهُ لَكُمْ صِفَةً لَمْ يَصِفْهَا إِيَّاهُ نَبِيٌّ قَبْلِي إِنَّهُ يَبْدَأُ فَيَقُولُ أَنَا نَبِيٌّ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي ثُمَّ يُثَنِّي فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ وَلَا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا وَإِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ أَوْ غَيْرِ كَاتِبٍ وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنَّ مَعَهُ جَنَّةً وَنَارًا فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ فَمَنِ ابْتُلِيَ بِنَارِهِ فَلْيَسْتَغِثْ بِاللَّهِ وَلْيَقْرَأْ فَوَاتِحَ الْكَهْفِ فَتَكُونَ عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا كَمَا كَانَتِ النَّارُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَقُولَ لِأَعْرَابِيٍّ أَرَأَيْتَ إِنْ بَعَثْتُ لَكَ أَبَاكَ وَأُمَّكَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَبُّكَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَتَمَثَّلُ لَهُ شَيْطَانَانِ فِي صُورَةِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَيَقُولَانِ يَا بُنَيَّ اتَّبِعْهُ فَإِنَّهُ رَبُّكَ وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يُسَلَّطَ عَلَى نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَيَقْتُلَهَا وَيَنْشُرَهَا بِالْمِنْشَارِ حَتَّى

يَلْقَى شِقَّتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي هَذَا فَإِنِّي أَبْعَثُهُ الْآنَ ثُمَّ يَزْعُمُ أَنَّ لَهُ رَبًّا غَيْرِي فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ وَيَقُولُ لَهُ الْخَبِيثُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ وَأَنْتَ عَدُوُّ اللَّهِ أَنْتَ الدَّجَّالُ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ بَعْدُ أَشَدَّ بَصِيرَةً بِكَ مِنِّي الْيَوْمَ.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الطَّنَافِسِيُّ فَحَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْوَصَّافِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَرْفَعُ أُمَّتِي دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ.

قَالَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَاللَّهِ مَا كُنَّا نُرَى ذَلِكَ الرَّجُلَ إِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ. قَالَ الْمُحَارِبِيُّ ثُمَّ رَجَعْنَا إِلَى حَدِيثِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَأْمُرَ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَمُرَّ بِالْحَيِّ فَيُكَذِّبُونَهُ فَلَا تَبْقَى لَهُمْ سَائِمَةٌ إِلَّا هَلَكَتْ وَإِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ أَنْ يَمُرَّ بِالْحَيِّ فَيُصَدِّقُونَهُ فَيَأْمُرَ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ وَيَأْمُرَ الْأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ حَتَّى تَرُوحَ مَوَاشِيهِمْ مِنْ يَوْمِهِمْ ذَلِكَ أَسْمَنَ مَا كَانَتْ وَأَعْظَمَهُ وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ وَأَدَرَّهُ ضُرُوعًا وَإِنَّهُ لَا يَبْقَى شَيْءٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَّا وَطِئَهُ وَظَهَرَ عَلَيْهِ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ لَا يَأْتِيهِمَا مِنْ نَقْبٍ مِنْ نِقَابِهِمَا إِلَّا لَقِيَتْهُ الْمَلَائِكَةُ بِالسُّيُوفِ صَلْتَةً حَتَّى يَنْزِلَ عِنْدَ الظُّرَيْبِ الْأَحْمَرِ عِنْدَ مُنْقَطَعِ السَّبَخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَلَا يَبْقَى مُنَافِقٌ وَلَا مُنَافِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ فَتَنْفِي الْخَبَثَ مِنْهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَيُدْعَى ذَلِكَ الْيَوْمُ يَوْمَ الْخَلَاصِ.

فَقَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ بِنْتُ أَبِي الْعَكَرِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ يَوْمَئِذٍ قَلِيلٌ وَجُلُّهُمْ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَإِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ فَبَيْنَمَا إِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذَلِكَ الْإِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِي الْقَهْقَرَى لِيَتَقَدَّمَ عِيسَى يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَيَضَعُ عِيسَى يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ أُقِيمَتْ فَيُصَلِّي بِهِمْ إِمَامُهُمْ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام افْتَحُوا الْبَابَ فَيُفْتَحُ وَوَرَاءَهُ الدَّجَّالُ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ يَهُودِيٍّ كُلُّهُمْ ذُو سَيْفٍ مُحَلًّى وَسَاجٍ فَإِذَا نَظَرَ إِلَيْهِ الدَّجَّالُ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ وَيَنْطَلِقُ هَارِبًا وَيَقُولُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام إِنَّ لِي فِيكَ ضَرْبَةً لَنْ تَسْبِقَنِي بِهَا فَيُدْرِكُهُ عِنْدَ بَابِ اللُّدِّ الشَّرْقِيِّ فَيَقْتُلُهُ فَيَهْزِمُ اللَّهُ الْيَهُودَ فَلَا يَبْقَى شَيْءٌ مِمَّا خَلَقَ اللَّهُ يَتَوَارَى بِهِ يَهُودِيٌّ إِلَّا أَنْطَقَ اللَّهُ ذَلِكَ الشَّيْءَ لَا حَجَرَ وَلَا شَجَرَ وَلَا حَائِطَ وَلَا دَابَّةَ إِلَّا الْغَرْقَدَةَ فَإِنَّهَا مِنْ شَجَرِهِمْ لَا تَنْطِقُ إِلَّا قَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ الْمُسْلِمَ هَذَا يَهُودِيٌّ فَتَعَالَ اقْتُلْهُ.

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ أَيَّامَهُ أَرْبَعُونَ سَنَةً السَّنَةُ كَنِصْفِ السَّنَةِ وَالسَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَآخِرُ أَيَّامِهِ كَالشَّرَرَةِ يُصْبِحُ أَحَدُكُمْ عَلَى بَابِ الْمَدِينَةِ فَلَا يَبْلُغُ بَابَهَا الْآخَرَ حَتَّى يُمْسِيَ فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ نُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَيَّامِ الْقِصَارِ قَالَ تَقْدُرُونَ فِيهَا الصَّلَاةَ كَمَا تَقْدُرُونَهَا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ الطِّوَالِ ثُمَّ صَلُّوا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَكُونُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي أُمَّتِي حَكَمًا عَدْلًا وَإِمَامًا مُقْسِطًا يَدُقُّ الصَّلِيبَ وَيَذْبَحُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَتْرُكُ الصَّدَقَةَ فَلَا يُسْعَى عَلَى شَاةٍ وَلَا بَعِيرٍ وَتُرْفَعُ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَتُنْزَعُ حُمَةُ كُلِّ ذَاتِ حُمَةٍ حَتَّى يُدْخِلَ الْوَلِيدُ يَدَهُ فِي فِي الْحَيَّةِ فَلَا تَضُرَّهُ وَتُفِرَّ الْوَلِيدَةُ الْأَسَدَ فَلَا يَضُرُّهَا وَيَكُونَ الذِّئْبُ فِي الْغَنَمِ كَأَنَّهُ كَلْبُهَا وَتُمْلَأُ الْأَرْضُ مِنَ السِّلْمِ كَمَا يُمْلَأُ الْإِنَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَتَكُونُ الْكَلِمَةُ وَاحِدَةً فَلَا يُعْبَدُ إِلَّا اللهُ وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا وَتُسْلَبُ قُرَيْشٌ مُلْكَهَا وَتَكُونُ الْأَرْضُ كَفَاثُورِ الْفِضَّةِ تُنْبِتُ نَبَاتَهَا بِعَهْدِ آدَمَ حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الْقِطْفِ مِنَ الْعِنَبِ فَيُشْبِعَهُمْ وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الرُّمَّانَةِ فَتُشْبِعَهُمْ وَيَكُونَ الثَّوْرُ بِكَذَا وَكَذَا مِنَ الْمَالِ وَتَكُونَ الْفَرَسُ بِالدُّرَيْهِمَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا يُرْخِصُ الْفَرَسَ قَالَ لَا تُرْكَبُ لِحَرْبٍ أَبَدًا قِيلَ لَهُ فَمَا يُغْلِي الثَّوْرَ قَالَ تُحْرَثُ الْأَرْضُ كُلُّهَا وَإِنَّ قَبْلَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ ثَلَاثَ سَنَوَاتٍ شِدَادٍ يُصِيبُ النَّاسَ فِيهَا جُوعٌ شَدِيدٌ يَأْمُرُ اللهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الْأُولَى أَنْ تَحْبِسَ ثُلُثَ مَطَرِهَا وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا ثُمَّ يَأْمُرُ السَّمَاءَ فِي الثَّانِيَةِ فَتَحْبِسُ ثُلُثَيْ مَطَرِهَا وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا ثُمَّ يَأْمُرُ اللهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الثَّالِثَةِ فَتَحْبِسُ مَطَرَهَا كُلَّهُ فَلَا تُقْطِرُ قَطْرَةً وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ فَلَا تُنْبِتُ خَضْرَاءَ فَلَا تَبْقَى ذَاتُ ظِلْفٍ إِلَّا هَلَكَتْ إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ قِيلَ فَمَا يُعِيشُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ قَالَ التَّهْلِيلُ وَالتَّكْبِيرُ وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّحْمِيدُ وَيُجْرَى ذَلِكَ عَلَيْهِمْ مُجْرَى الطَّعَامِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الطَّنَافِسِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيَّ يَقُولُ يَنْبَغِي أَنْ يُدْفَعَ هَذَا الْحَدِيثُ إِلَى الْمُؤَدِّبِ حَتَّى يُعَلِّمَهُ الصِّبْيَانَ فِي الْكُتَّابِ.

ترجمہ حدیث: فتنہ دجال کا تفصیلی ذکر

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سنایا تو آپ کا سب سے بڑا خطبہ جو آپ نے ہمیں

دیا ہے دجال سے متعلق تھا، آپ نے ہم سے دجال کا حال بیان کیا اور ہم کو اس سے ڈرایا، اور آپ نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا فرمایا اس وقت سے دجال کے فتنہ سے بڑا کوئی اور فتنہ اس روئے زمین پر پیدا نہیں ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو، اور میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں، اور تم تمام امتوں میں سب سے اخیر میں ہو اور وہ تم ہی میں سے کوئی یقینی طور پر پیدا ہوگا، اگر دجال کا فتنہ ظاہر ہوا اور میں تمہارے درمیان موجود رہا، (یعنی اگر میری زندگی میں وہ فتنہ ظاہر ہوگیا) تو میں ہر مسلمان کی طرف سے حجت کروں گا، اور اگر وہ فتنہ میرے بعد ظاہر تو پھر ہر شخص خود اپنی ذات کی طرف سے حجت کرے گا، اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ ہے اور دجال شام اور عراق کے درمیان خلّہ سے نکلے گا، پھر دائیں بائیں (پوری دنیا میں) خوب فتنہ وفساد پھیلائے گا۔

اے اللہ کے بندو! اس وقت ایمان واسلام پر خوب مضبوطی سے ثابت قدم رہنا۔ بے شک میں تمہارے لیے دجال کی ایسی صفت بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کی (اس صفت کو دیکھ کر تم خوب اچھی طرح دجال کو پہچان لو گے) چنانچہ دجال پہلے یوں کہے گا کہ میں نبی ہوں حالاں کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں پھر دوبارہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، (اور سنو!) تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے اور دجال کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا، جس کو (بحکم خداوندی) ہر مومن پڑھ لیگا خواہ لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اور دجال کے فتنہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ ایک جنت ہوگی اور ایک دوزخ، پس حقیقت کے اعتبار سے اس کی دوزخ جنت ہوگی اور اس کی جنت حقیقت کے اعتبار سے دوزخ ہوگی، پس جو شخص بھی اس کی دوزخ میں ڈالا جائے گا اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے، اور سورہ کہف کی ابتدائی آیت پڑھے، وہ دوزخ بحکم خداوندی اس پر ٹھنڈی ہوجائے گی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی، اور اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ دجال ایک گنوار دیہاتی سے کہے گا دیکھو اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کردوں تو تو مجھے اپنا رب کہے گا؟ وہ کہے گا بے شک کہوں گا، پھر دو شیطان دجال کے حکم سے اس کے ماں باپ کی شکل میں اس کے سامنے آئیں گے، اور کہیں گے بیٹا! تو اس کی بات مان لے یہ تیرا رب ہے، (معاذ اللہ)

اور بے شک دجال کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک آدمی پر غالب آکر اس کو قتل کر ڈالے گا بلکہ آری کے ذریعہ اس کو چیر کر دو ٹکڑے کردے گا پھر وہ (اپنے معتقدین ومتبعین سے) کہے گا کہ دیکھو اب میں اپنے اس بندے کو جلاتا ہوں کیا اب بھی وہ یہ کہے گا کہ میرا رب کوئی اور ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کردے گا اس سے دجال خبیث کہے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن ہے تو دجال ہے قسم خدا کی آج تو بالکل بصیرت اور یقین کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ تو ہی دجال ہے۔

ابوالحسن طنافسی (جو امام ابن ماجہ کے استاذ ہیں) نے کہا کہ ہم سے محاربی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے

عبیداللہ بن ولید وصافی نے بیان کیا حضرت عطیہ سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں اس شخص کا درجہ میری امت میں عند اللہ سب سے زیادہ بلند ہوگا، ابوالحسن کہتے ہیں کہ ابوسعید نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم اس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزر گئے۔

حدیث کے راوی محاربی نے کہا ہم پھر دوبارہ ابورافع کی حدیث کی طرف لوٹتے ہیں (حضرت ابوسعید کی روایت درمیان میں اس شخص کے ذکر کی وجہ سے آگئی تھی) دجال کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دیگا تو آسمان پانی برسائے گا اور زمین کو غلہ اگانے کے لیے حکم دیگا تو زمین غلہ اگا دے گی، اور دجال کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلہ پر سے گزرے گا تو وہ لوگ اس کی تکذیب کریں گے چنانچہ (بطور امتحان) ان کا کوئی جانور بھی باقی نہ رہے گا بلکہ سب ہلاک ہوجائیں گے اور ایک فتنہ اس کا یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک ایسے قبیلہ پر سے گزرے گا جو اس کی تصدیق کرے گا اس کو سچا جانے گا تو وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا تو آسمان پانی برسائے گا اور زمین کو غلہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین غلہ اگائے گی، یہاں تک کہ اس کے جانور اسی دن شام کے وقت لوٹیں گے اور پہلے سے زیادہ بڑے ہوجائیں گے اور کوکھیں بھری ہوں گی اور تھن دودھ سے پھولے ہوئے ہوں گے، (اور یہ سب کچھ ایک دن میں ہوجائے گا)

الغرض زمین کا کوئی ایک حصہ بھی ایسا باقی نہ رہے گا جہاں دجال نہ جائے سوائے مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ کے، ان دونوں شہر میں جس راستہ سے بھی آئے گا اس کو فرشتے ننگی تلوار لیے مستعد ملیں گے، یہاں تک کہ دجال ظریف الاحمر یعنی چھوٹی لال پہاڑی کے پاس پڑاؤ ڈالے گا، جہاں کھاری تر زمین ختم ہوتی ہے، پھر مدینہ منورہ اپنے باشندوں کو لے کر تین بار حرکت کرے گا جس کی وجہ سے تمام منافق مرد اور منافق عورتیں دجال کے ساتھ چلے جائیں گے اور مدینہ اپنے سے خبث اور گندگی اپنے سے اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتا ہے اور اس دن کا نام یوم الخلاصہ ہوگا، (یعنی چھٹکارے کا دن)

ام شریک بنت ابی العکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یارسول اللہ! عرب کے لوگ اس دن کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا عرب کے لوگ اس دن بالکل قلیل مقدار میں ہوں گے اور ان میں کے اکثر لوگ بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام ایک نیک شخص ہوگا، پس در ایں اثنا کہ وہ لوگوں کے امام ہوں گے اور ان لوگوں کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے مصلے پر تشریف لے جاچکے ہوں گے کہ اچانک اسی درمیان ان میں حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے اتریں گے یہ دیکھ کر وہ امام مصلے سے الٹے پاؤں پیچھے ہٹے گا تاکہ حضرت عیسی علیہ السلام آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں لیکن حضرت عیسی علیہ السلام اپنا ہاتھ ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیں گے اور فرمائیں گے آپ ہی آگے بڑھیے اور نماز پڑھایئے، اس لیے کہ یہ نماز تیرے لیے قائم ہوئی تھی، چنانچہ ان کا امام ان لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، جب نماز سے فارغ ہوجائیں گے تو حضرت عیسی علیہ السلام فرمائیں

گے دروازہ کھولو، چنانچہ دروازہ کھولا جائے گا تو وہاں پر دجال ہوگا اور اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن میں سے ہر ایک کے پاس تلوار ہوگی اس کے زیور کے ساتھ، اور چادر ہوگی، جب دجال حضرت عیسی علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے اور وہ بھاگے گا، اور حضرت عیسی علیہ السلام فرمائیں گے میری ایک مار تجھ کو لگنا ہے اس سے تو بچ نہ سکے گا، آخر کار باب لد کے پاس جو مشرق کی طرف ہے اس کو پائیں گے اور حضرت عیسی علیہ السلام اس کو قتل کریں گے پھر اللہ تعالی یہودیوں کو شکست سے دوچار کرے گا پھر اس کے بعد تو صورت حال یہ ہو جائے گی کہ یہودی اللہ تعالی کی تخلیق کردہ اشیاء میں سے جس شئ کے ساتھ بھی چھپے گا اللہ تعالی اس کو قوت گویائی عطا فرمائے گا خواہ وہ پتھر ہو یا درخت، یا دیوار ہو یا جانور سوائے غرقد کے درخت کے اس لیے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے جب وہ بھی ان میں سے کسی کی آڑ میں چھپے گا تو وہ فوراً پکار اٹھے گا اے مسلم بندے! یہ یہودی ہے جو میرے پیچھے چھپا ہے تو آکر اس کو قتل کردے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال کی مدت قیام چالیس سال ہیں (قیامت کے قریب) سال نصف سال کے برابر اور سال ایک ماہ کے برابر اور ماہ جمعہ کے برابر ہوگا، اور آخری دن میں دجال ایسے ہوں گے جیسے چنگاری اڑتی جاتی ہے تم میں سے کوئی صبح کے وقت مدینہ کے دروازہ پر ہوگا پھر دوسرے دروازہ پر نہ پہنچ پائے گا تو شام ہو جائے گی۔

حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ان دنوں میں نماز کس طرح ادا کریں گے آپ نے فرمایا اندازہ سے نماز پڑھ لینا، جیسے لمبے دنوں مین اندازہ کرتے ہو، اور حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسی علیہ السلام میری امت میں ایک عادل حاکم اور منصف امام ہوں گے، جو صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے بلکہ کافروں سے کہیں گے یا اسلام قبول کرو مسلمان ہو جاؤ یا پھر قتل ہونے کے لیے تیار رہو اور زکوۃ لینا موقوف کر دیں گے چنانچہ نہ اونٹوں پر نہ بکریوں پر زکوۃ وصول کرنے والا کوئی عامل مقرر کیا جائے گا اور لوگوں میں جو کینہ و بغض ہوگا وہ سب نکل جائے گا، اور ہر ایک زہریلے جانور کا اثر یعنی زہر جاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ بچہ اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں دے دیگا اور وہ اس کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گا اور ایک چھوٹی بچی شیر کو بھگا دے گی اور وہ اس کو نقصان نہ پہنچائے گا اور بھیڑیا بکریوں میں اس طرح رہے گا جیسے کہ ان کا کتا، اور جس طرح برتن پانی سے بھر جاتا ہے زمین صلح و امن سے بھر جائے گی اور سارے لوگوں کا کلمہ ایک ہو جائے گا خدائے رب العزت والجلال کے علاوہ کسی کی بھی عبادت نہ کی جائے گی اور جنگ اپنے تمام آلات حرب کو ڈال دے گی (یعنی جنگ وجدال دنیا سے ختم ہو جائے گی) اور قریش کی سلطنت جاتی رہے گی اور زمین کا حال یہ ہوگا جیسے چاندی کی سینی، وہ اپنا غلہ ایسے اگائے گی جیسے حضرت آدم کے عہد میں اگاتی تھی، یہاں کئی آدمی انگور کے ایک خوشہ پر جمع ہوں گے اور سارے لوگ سیر ہو جائیں گے اور کئی کئی آدمی ایک انار پر جمع ہوں گے اور سب آسودہ ہو جائیں گے (اتنے بڑے ہوں گے) اور بیل اس قدر قیمتوں اور داموں سے فروخت ہوگا (کیوں کہ لوگوں کی توجہ

زراعت کی طرف ہوگی تو لامحالہ بیل مہنگا ہوگا) اور گھوڑا تو چند سکوں کے عوض فروخت ہوگا (کیوں کہ جنگ وجدال کا زمانہ ختم ہو گیا ہوگا تو اس کی ضرورت زیادہ باقی نہ ہوگی) حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! گھوڑا اس قدر سستا کیوں ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ لڑائی کے لیے کوئی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ بیل کیوں مہنگا ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ ساری زمین کھیتی کی ہوگی۔

خروج دجال سے تین سال پہلے سخت قحط پڑے گا ان تین سالوں میں لوگ بھوک کی سخت تکلیف اٹھائیں گے، پہلے سال میں اللہ تعالی آسمان کو یہ حکم دے گا کہ وہ اپنا تہائی پانی روک لے اور زمین کو حکم ملے گا کہ وہ تہائی غلہ کی پیداوار روک دے، پھر تیسرے سال اللہ تعالی آسمان کو حکم دے گا کہ وہ اپنا سارا پانی روک لے چنانچہ ایک قطرہ بھی بارش نہ ہوگی اور زمین کو حکم دے گا کہ وہ اپنا ایک دانہ بھی نہ اگائے چنانچہ گھاس تک بھی نہ اگے گی، نہ کوئی سبزی، بالآخر تمام گھریلو جانور مرجائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! پھر لوگ کس طرح جئیں گے اس زمانہ میں، آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگ اس زمانہ میں لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کہیں گے ان کو کھانے کی حاجت نہ رہے گی (تسبیح وتہلیل کھانے کے قائم مقام ہوگی)

حافظ ابو عبداللہ ابن ماجہ نے کہا ہے کہ اپنے استاذ محترم شیخ ابوالحسن طنافسی سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے عبدالرحمن محاربی سے سنا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حدیث تو اس لائق ہے کہ مکتب کے استادوں کو دیدی جائے کہ وہ مکتب میں بچوں کو سکھلائے۔

تشریح حدیث:

قوله: منذ ذرأ الله الخ: ذرأ بمعنی خلق۔ پیدا کرنا کہ روئے زمین پر جب آدم کی تخلیق وپیدائش ہوئی ہے اس وقت سے لے کر تا ہنوز دجال کے فتنہ سے بڑا کوئی فتنہ نہ ہوگا۔

قوله: من خلة بين الشام والعراق: دجال شام اور عراق کے درمیان خلہ سے نکلے گا، خلة بمعنی طریق راستہ طریق اور سبیل کے لیے خلہ کا لفظ بولا جاتا ہے، لفظ خلہ بعض روایتوں میں حائے مہملہ کے ساتھ حلّة آیا ہے جو حلول سے بنا ہے، امام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح خلّة خائے معجمہ کے ساتھ ہے۔

قوله: العيث: فساد سخت ترین فساد۔

قوله: ما كنا نرى ذالك الرجل الا عمر بن الخطاب: دجال کے ساتھ اس طرح جسارت اور قوت کے ساتھ بات کرنے والا میں یہ سمجھتا تھا کہ عمر بن الخطابؓ کے علاوہ کوئی نہیں کیوں کہ وہ دین کے معاملہ میں بہت گرم مزاج تھے اب رہا یہ سوال کہ جو شخص دجال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس مردود کو جواب دے گا وہ کون ہوگا؟ محشی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔

قوله: ان یامر السماء ان تمطر الخ: دجال آسمان کو حکم دے گا کہ بارش برساؤ چنانچہ آسمان سے فوراً بارش شروع ہوجائے گی، اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دجال کے حکم سے آسمان سے پانی برسنا زمین سے غلہ پیدا ہونا یہ سب خرق عادت امور ہیں، جو معجزہ کے قبیل سے ہیں لہٰذا دجال کذاب کے دست ناپاک پر یہ خارق عادات امور کس طرح ظاہر ہوجائیں گے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ دجال نے پہلے الوہیت اور ربوبیت کا دعویٰ کیا کہ میں تمہارا رب ہوں لیکن ادلہ حدوث نے اس کے دعویٰ کا قلعی کھول دیا اور اس کے دعویٰ کی تکذیب کردی تو پھر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ انسان میں کوئی امر محال شیئ نہیں ہے پس جب اس دعویٰ پر دلیل لے کر آیا تو اس کو کوئی بھی شئی معارض نہیں ہوئی اس لیے کچھ لوگوں نے اس کی تصدیق بھی کی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو احقر کو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ خروج دجال کا مقصد ابتلاء و آزمائش ہے اس لیے اللہ تعالی اپنے بندوں کو آزمانے اور امتحان لینے کے لیے دجال کو خوب قوت وطاقت دیدے گا تاکہ وہ اس کا اظہار کرکے بندوں کو آزمائش میں ڈال سکے لیکن جو اللہ کے نیک بندے ہوں گے وہ ان خوارق عادات کے ظہور کے بعد بھی دجال کو اپنا خدا تسلیم نہیں کریں گے، بلکہ اس کی تکذیب کریں گے۔

قوله: من نقب: جمع انقاب، الظريف بين جبلين، دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ۔

قوله: الظريف: جبل صغير: چھوٹا پہاڑ۔

قوله: فترجف المدينة: مدینہ اپنے اہل کے ساتھ تین مرتبہ حرکت کرے گا تاکہ اس سے دجال، کافر اور منافق کا صفایا ہوجائے اور وہاں صرف اہل ایمان اور مومنین موحدین مخلصین باقی رہ جائیں۔

قوله: اربعون سنة: دجال کا یہ فساد روءِ زمین پر چالیس سال تک رہے گا یہ روایت ماقبل کی روایت کے مخالف اور معارض ہے کیوں کہ اس میں صراحت ہے کہ دجال چالیس دن رہے گا۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت درجہ صحت میں اس روایت کے مقابل نہیں ہے جس میں صراحت ہے کہ دجال چالیس دن رہے گا لہٰذا روایت ہٰذا گزشتہ روایت کے معارض ہو ہی نہیں سکتی ہے وہی راجح ہے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت اس درجہ کی ہو بھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سرعت زبان کے اعتبار سے ہے محشی نے لکھا ہے کہ **فالمراد منه باعتبار هٰذا الزمان بالسرعة اياما و باعتبار غروب انشمس و طلوعها و لو في زمن قليل سماه سنين الخ** [1] اس اعتراض کا جواب اس سے ماقبل والی حدیث میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

قوله: ويضع الجزية: حضرت عیسی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو بحکم نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم جزیہ کا حکم ختم کردیں گے سارے لوگوں کو اسلام لانے پر آمادہ کریں گے اس وقت اسلام یا تلوار اس کے علاوہ تیسرا کچھ نہیں پھر جب سارے لوگ مسلمان ہوجائیں گے تو جزیہ خود بخود ختم کیوں کہ جزیہ کافر وذمی سے لیا جاتا ہے نہ کہ مسلمان سے، بعض لوگوں نے اس کا

(۱) انجاح الحاجة/۲۹۸

جواب یہ بھی دیا ہے کہ اخیر زمانہ میں مال کی کثرت کی وجہ سے کوئی فقیر وغریب باقی نہ رہے گا اس لیے عدم مصرف کی وجہ سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، پہلا جواب راجح ہے کیوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته: یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے قبل اہل کتاب ایمان لائیں گے جب سارے ہی لوگ ایمان میں داخل ہوجائیں گے تو جزیہ کس سے لیا جائے گا اس لیے جزیہ کا حکم ختم ہوجائے گا۔

قوله: ویترك الصدقة: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ مال کی کثرت و بہتات اور فقر وفاقہ اور غربت تنگدستی کے فقدان کی وجہ سے حضرت عیسی علیہ السلام زکوۃ وصول کرنے کے لیے عامل نہیں بھیجیں گے، جیسا کہ آج کل اسلامی ممالک میں متعارف ہے کہ امیر المومنین مسلمانوں سے اموال زکوۃ وصدقات وصول کرنے کے لیے بقاعدہ ایک عامل مقرر کرتا ہے اور اس کو روانہ کرتا ہے ایسا حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں نہیں ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اغنیاء پر زکوۃ ہی واجب نہیں ہوگی اور زکوۃ ہی کو منسوخ کر دیں گے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد فلا يسعى على شاة ولا بعير اس پر دال ہے۔

قوله: وتنزع حمة كل ذات حمة: ہر زہریلے جانور کا زہر سلب کرلیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اس قدر امن وامان ہوگا کہ زہریلا جانور کسی کو نقصان تک نہیں پہنچائے گا، حتی کہ ایک چھوٹا سا معصوم بچہ زہریلے سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا اور سانپ اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا، اور بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں اس طرح رہے گا جس طرح کتا رہتا ہے بکریوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اسی طرح ساری زمین عدل وانصاف اور امن وامان اور صلح وتقوی سے بھر جائے گی، جس طرح برتن پانی سے بھر جاتا ہے سارے لوگ صرف ایک کلمہ لا الہ الا اللہ کے پرستار ہوں گے ایک اللہ کی عبادت واطاعت کریں گے شرک وبدعات دور دور تک نظر نہیں آئے گا ہر طرف سنت ہی سنت کا بول بالا ہوگا اس وقت اللہ تبارک وتعالی اس قدر برکت عطا فرمائے گا ایک انگور کے خوشہ سے پوری ایک جماعت کھا کر پیٹ بھر لے گی ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس سے کئی افراد پر مشتمل ایک جماعت سیراب ہوگی، آلات حرث خوب غالی اور مہنگے ہوں گے کیوں کہ ساری زمین قابل کاشت کار ہوجائیں گی سارے لوگ کھیتیاں خوب کریں گے، اس کے برخلاف جنگی ساز وسامان آلات حرب وضرب، تیر کمان اور گھوڑے خوب سستے داموں میں ملیں گے کیوں کہ جنگ وجدال اور قتل وقتال کا بازار بالکل سرد پڑ چکا ہوگا قتل وقتال بالکل نہیں ہوگی اور جس کی مارکیٹ ڈیمانڈ کم ہوتی ہے وہ سستے داموں میں ملتی ہیں۔ اس لیے گھوڑے سستے داموں میں فروخت ہوں گے۔

(۴۲۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا وَإِمَامًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

ترجمہ حدیث: صلیب کا توڑنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام انصاف پرور حاکم، اور عادل امام بن کر (آسمان سے) اتریں گے صلیب کو توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ وٹیکس کو ختم کر دیں گے (اس زمانہ میں) مال اس قدر بہے گا کہ کوئی لینے والا اور قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

قوله: حکما مقسطاً: انصاف کرنے والا حاکم مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گے ایسا نہیں ہے کہ مستقل نبی بن کر آئیں گے اسی لیے علامہ سندھی حکما کا ترجمہ حاکما سے کرتے ہیں اس لفظ کے استعمال کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی آمد و نزول بحیثیت نبی نہیں ہوگی بلکہ ایک امتی بن کر آئیں گے اور شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گے خود مجتہد ہوں گے کسی امام کے پیروکار نہ ہوں گے۔

قوله: صلیب: وہ مثلث لکڑی جس کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اسی طرح کی رسی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) سولی دی گئی تھی کسر صلیب سے مراد دین نصرانیت کا بالکلیہ خاتمہ ہے۔

قوله: یقتل الخنزیر: طبرانی کی روایت میں القروۃ کا بھی اضافہ ہے قتل خنزیر میں عیسائیوں کے شعائر کو ختم کرنا ہے اور بندر کو قتل کرنے میں ہندوؤں کے شعائر اور ان کے اوہام باطلہ کو ختم کرنا مقصود ہے اس سے معلوم ہوا کہ منکرات کو روکنے میں حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے۔

قوله: ویضع الجزیة: قد مر تفصیله:

قوله: یفیض المال: مطلب یہ ہے کہ عدل وانصاف اور عدم ظلم وتشدد کے سبب خیر وبرکت کا ظہور بکثرت ہوگا اس لیے مال اور دولت کی ریل پیل ہوگی، پانی کی طرح مال فراوانی کے ساتھ بہے گا، نوبت یہ ہوگی کہ لوگ اپنا زکوۃ وصدقات لے کر پھریں گے تاکہ کسی محتاج وضرورت مند کو دیدیں لیکن کوئی شخص محتاج زکوۃ نہ ملے گا، اور یہ زمانہ عنقریب عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں آنے والا ہے۔

(۴۲۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ تُفْتَحُ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ فَيَخْرُجُونَ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَعُمُّونَ الْأَرْضَ وَيَنْحَازُ مِنْهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى تَصِيرَ بَقِيَّةُ الْمُسْلِمِينَ فِي مَدَائِنِهِمْ وَحُصُونِهِمْ وَيَضُمُّونَ إِلَيْهِمْ مَوَاشِيَهُمْ حَتَّى أَنَّهُمْ لَيَمُرُّونَ بِالنَّهَرِ فَيَشْرَبُونَهُ حَتَّى مَا يَذَرُونَ فِيهِ شَيْئًا فَيَمُرُّ آخِرُهُمْ عَلَى أَثَرِهِمْ فَيَقُولُ قَائِلُهُمْ

لَقَدْ كَانَ بِهٰذَا الْمَكَانِ مَرَّةً مَاءٌ وَيَظْهَرُونَ عَلَى الْأَرْضِ فَيَقُولُ قَائِلُهُمْ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ الْأَرْضِ قَدْ فَرَغْنَا مِنْهُمْ وَلَنُنَازِلَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ حَتَّى إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيَهُزُّ حَرْبَتَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ مُخَضَّبَةً بِالدَّمِ فَيَقُولُونَ قَدْ قَتَلْنَا أَهْلَ السَّمَاءِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ دَوَابَّ كَنَغَفِ الْجَرَادِ فَتَأْخُذُ بِأَعْنَاقِهِمْ فَيَمُوتُونَ مَوْتَ الْجَرَادِ يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيُصْبِحُ الْمُسْلِمُونَ لَا يَسْمَعُونَ لَهُمْ حِسًّا فَيَقُولُونَ مَنْ رَجُلٌ يَشْرِي نَفْسَهُ وَيَنْظُرُ مَا فَعَلُوا فَيَنْزِلُ مِنْهُمْ رَجُلٌ قَدْ وَطَّنَ نَفْسَهُ عَلَى أَنْ يَقْتُلُوهُ فَيَجِدُهُمْ مَوْتَى فَيُنَادِيهِمْ أَلَا أَبْشِرُوا فَقَدْ هَلَكَ عَدُوُّكُمْ فَيَخْرُجُ النَّاسُ وَيَخْلُونَ سَبِيلَ مَوَاشِيهِمْ فَمَا يَكُونُ لَهُمْ رَعْيٌ إِلَّا لُحُومُهُمْ فَتَشْكَرُ عَلَيْهَا كَأَحْسَنِ مَا شَكِرَتْ مِنْ نَبَاتٍ أَصَابَتْهُ قَطُّ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یاجوج اور ماجوج کھول دئے جائیں گے، پس وہ اسی طرح نکلیں گے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا وھم من کل حدب ینسلون، اور وہ ہر بلند و بالا زمین کی طرف سے اتریں گے اور ساری زمین میں پھیل جائیں گے۔ یہاں مابقیہ مسلمان ان کے شہروں اور قلعوں میں ہوجائیں گے اور وہ اپنے ساتھ چرانے کے جانور بھی لے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ ایک نہر پر سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی لیں گے، اس میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں چھوڑیں گے، پھر اس کے پیچھے اس کا آخری لشکر گزرے گا تو ان میں سے کوئی کہے گا، یہاں بھی کسی زمانہ میں پانی تھا۔ یاجوج و ماجوج زمین پر غالب آجائیں گے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی کہے گا کہ ہم اب زمین والوں سے فارغ ہو چکے ہیں (اب ہمارے ساتھ کوئی بھی مقابلہ کرنے والا نہیں رہا) اب ہم آسمان والوں سے مقابلہ کریں گے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک شخص اپنا حربہ آسمان کی طرف پھینکے گا، تو وہ حربہ خون میں رنگین ہوکر گرے گا تو وہ کہیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی ماردیا خیر یہ لوگ اسی حال میں (مست و مگن) ہوں گے کہ اللہ تعالی ٹڈی کے کیڑوں کی طرح چند جانور بھیجے گا یہ کیڑے ان کی گردنوں کو کاٹیں گے یا گھس جائیں گے چنانچہ وہ لوگ سب کے سب یکبارگی ٹڈیوں کی طرح مرجائیں گے ایک دوسرے پر پڑا ہوا ہوگا، مسلمان جب حسب معمول (اپنے شہروں اور قلعوں میں) صبح صبح اٹھیں گے تو کوئی آواز ان کی نہیں سنیں گے (پوری دنیا میں سناٹا چھایا ہوگا) تو مسلمان کہیں گے ہم میں سے کون ہے جو اپنی جان پر کھیل کر یہ معلوم کرے کہ یاجوج ماجوج کیا کر رہے ہیں (کیا پلاننگ بنا رہے ہیں) آخر مسلمانوں میں سے ایک شخص نکلے گا یا قلعہ سے اترے گا یہ پورے یقین کر کے کہ وہ مجھ کو ضرور مار ڈالیں گے (چنانچہ جب وہ بالکل باہر نکل کر دیکھے گا تو) سب کو مردہ پائے گا وہ دوسرے مسلمانوں کو پکارے گا، سنو! بھائیوں خوش ہوجاؤ، تمہارا دشمن ہلاک ہو چکا ہے یہ اعلان سن کر سارے لوگ باہر نکلیں گے اور اپنے جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیں گے تو ان

جانوروں کے چرنے کے لیے یاجوج ماجوج کے گوشت کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوگا، وہ ان کا گوشت کھا کر خوب موٹے ہوجائیں گے اتنے موٹے تازے تو کبھی گھاس کھا کر بھی نہ ہوئے ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: كنغف الجراد: بفتح النون والغين المعجمة: ، ثم بعده الفاء، وهو دود يكون في النوق الابل والغنم: وہ کیڑا جو اونٹ اور بکریوں کی گردن میں ہوتا ہے اس کی جمع نغوف ہے واحد نغفة ہے۔

قوله: فماهم رعي الالحومهم: قلت ان ثبت، فهذا ايضا من خرق العادة لان المواشي لاتاكل اللحم:

قوله: فتشكر: اى تسمن وتمتلي شحماً من شكرت الشاة بالكسر شكراً بالحركة: سمنت وامتلأت موٹا تازہ ہونا، چربی سے پر ہونا۔

قوله: فترجع مخضبة بالدم: یاجوج ماجوج کہے گا ہم نے تو دنیا والوں سے نمٹ لیا ہے اب ہمارا مقابلہ کرنے والا دنیا میں کوئی بھی نہیں رہا، اب آسمان والوں سے نمٹیں گے، چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکے گا، اللہ تعالی اس تیر کو خون میں رنگ کر کے بھیجے گا تو وہ یہ گمان کرے گا کہ میں نے آسمان والوں کو بھی نمٹا دیا ہے اب کوئی بھی باقی نہیں، یہی وہ خیالی پلاؤ پکا رہا ہوگا کہ اچانک عذاب خداوندی آ پکڑے گا اور وہ ہلاک و برباد کر دیا جائے گا۔

(۴۲۰۵) حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ يَحْفِرُونَ كُلَّ يَوْمٍ حَتَّى إِذَا كَادُوا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ ارْجِعُوا فَسَنَحْفِرُهُ غَدًا فَيُعِيدُهُ اللهُ أَشَدَّ مَا كَانَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ مُدَّتُهُمْ وَأَرَادَ اللهُ أَنْ يَبْعَثَهُمْ عَلَى النَّاسِ حَفَرُوا حَتَّى إِذَا كَادُوا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ ارْجِعُوا فَسَتَحْفِرُونَهُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى وَاسْتَثْنَوْا فَيَعُودُونَ إِلَيْهِ وَهُوَ كَهَيْئَتِهِ حِينَ تَرَكُوهُ فَيَحْفِرُونَهُ وَيَخْرُجُونَ عَلَى النَّاسِ فَيُنْشِفُونَ الْمَاءَ وَيَتَحَصَّنُ النَّاسُ مِنْهُمْ فِي حُصُونِهِمْ فَيَرْمُونَ بِسِهَامِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ عَلَيْهَا الدَّمُ الَّذِي اجْفَظَّ فَيَقُولُونَ قَهَرْنَا أَهْلَ الْأَرْضِ وَعَلَوْنَا أَهْلَ السَّمَاءِ فَيَبْعَثُ اللهُ نَغَفًا فِي أَقْفَائِهِمْ فَيَقْتُلُهُمْ بِهَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ دَوَابَّ الْأَرْضِ لَتَسْمَنُ وَتَشْكَرُ شَكَرًا مِنْ لُحُومِهِمْ.

ترجمۂ حدیث: یاجوج ماجوج ہر روز دیوار کھودتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یاجوج ماجوج ہر روز (دیوار) کھودتے ہیں جب وہ کھودتے کھودتے اس کے قریب ہوتا ہے ان کو سورج کی روشنی دکھائی دے، تو ان کا سردار کہتا ہے لوٹ چلو۔ کل

آکر کھودیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو رات میں ویسا مضبوط کر دیتا ہے جیسا وہ تھا، جب ان کے نکلنے کا وقت قریب آئے گا تو اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہوگی کہ ان کو لوگوں پر چھوڑ دے، تو وہ حسب معمول دیوار کو کھودیں گے، جب اس کے قریب ہوگا کہ سورج کی روشنی ان کو دکھائی تو ان کا سردار کہے گا اب چلو، اللہ چاہے گا تو مابقیہ کل کھودیں گے اور وہ انشاء اللہ کا لفظ بولیں گے، چنانچہ وہ اس دن لوٹ جائیں گے تو وہ اسی حال پر ہوگی جس پر ان لوگوں نے چھوڑا تھا، چنانچہ وہ لوگ اس کو کھودیں گے اور نکل کر باہر لوگوں میں آجائیں گے اور سارا پانی پی جائیں گے اور لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر اپنے قلعوں میں چلے جائیں گے، پھر وہ اپنے تیر آسمان کی طرف ماریں گے، وہ تیر خون میں لت پت ہو کر ان کی طرف لوٹ آئیگا وہ کہے گا ہم نے زمین والوں کو تو مغلوب کر دیا اور آسمان والوں پر بھی غالب رہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا جس کی وجہ سے سارے ہی لوگ یکبارگی مر جائیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک زمین کے جانور موٹے تازے ہو جائیں گے اور ان کے گوشت کھا کر چربی دار ہو جائیں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: فينشفون الماء: من نشف كعلم اى ينزحونه الذى احفظ، لعل هٰذا من كلام الراوى بتقدير: هٰذا الذى احفظه۔ حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۴۲۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ حَدَّثَنِي جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ مُؤْثِرِ بْنِ عَفَازَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ فَبَدَؤُا بِإِبْرَاهِيمَ فَسَأَلُوهُ عَنْهَا فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ ثُمَّ سَأَلُوا مُوسَى فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ فَرُدَّ الْحَدِيثُ إِلَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَقَالَ قَدْ عُهِدَ إِلَيَّ فِيمَا دُونَ وَجْبَتِهَا فَأَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ فَذَكَرَ خُرُوجَ الدَّجَّالِ قَالَ فَأَنْزِلُ فَأَقْتُلُهُ فَيَرْجِعُ النَّاسُ إِلَى بِلَادِهِمْ فَيَسْتَقْبِلُهُمْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَلَا يَمُرُّونَ بِمَاءٍ إِلَّا شَرِبُوهُ وَلَا بِشَيْءٍ إِلَّا أَفْسَدُوهُ فَيَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ فَأَدْعُو اللَّهَ أَنْ يُمِيتَهُمْ فَتَنْتُنُ الْأَرْضُ مِنْ رِيحِهِمْ فَيَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ فَأَدْعُو اللَّهَ فَيُرْسِلُ السَّمَاءَ بِالْمَاءِ فَيَحْمِلُهُمْ فَيُلْقِيهِمْ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ تُنْسَفُ الْجِبَالُ وَتُمَدُّ الْأَرْضُ مَدَّ الْأَدِيمِ فَعُهِدَ إِلَيَّ مَتَى كَانَ ذَلِكَ كَانَتِ السَّاعَةُ مِنَ النَّاسِ كَالْحَامِلِ الَّتِي لَا يَدْرِي أَهْلُهَا مَتَى تَفْجَؤُهُمْ بِوِلَادَتِهَا قَالَ الْعَوَّامُ وَوُجِدَ تَصْدِيقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جس رات میں آپ کو معراج ہوئی آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

اور حضرت موسی علیہ السلام نیز حضرت عیسی علیہ السلام سے ملاقات کی، ان سب سے قیامت کا ذکر کیا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب سے پہلے پوچھا (کیوں کہ وہ ان میں سب سے بزرگ تر تھے) کہ قیامت کب آئے گی، لیکن ان کے پاس بھی اس بارے میں کچھ علم نہ تھا، پھر حضرت موسی علیہ السلام سے اس کے متعلق معلوم کیا لیکن ان کے پاس بھی اس کے متعلق کوئی علم نہ تھا، پھر اخیر میں حضرت عیسی علیہ السلام سے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے قیامت سے کچھ پہلے کا (یعنی قیامت کے قریب دنیا میں جانے کا) لیکن قیامت کا بالکل ٹھیک حتمی وقت متعین تو کوئی نہیں جانتا، صرف اللہ تعالی ہی اس کو جانتا ہے، پھر انہوں نے خروج دجال کا حال بتایا، اور فرمایا میں اتروں گا اور اس کو قتل کردوں گا پھر لوگ اپنے اپنے شہروں میں لوٹ جائیں گے، اتنے میں یاجوج اور ماجوج ان کے سامنے آئیں گے اور وہ ہر بلندی سے چڑھ دوڑیں گے، جس پانی پر سے بھی گزریں گے اس کو پی ڈالیں گے اور ہر چیز کو خراب کر ڈالیں گے، اخیر میں لوگ اللہ تعالی سے دعا مانگیں گیں گڑگڑا کر، عاجزی سے، پھر وہ سب ہلاک و برباد ہوجائیں گے اور پوری زمین بدبودار ہوجائے گی اس کے بعد پھر وہ اللہ تعالی کے سامنے گڑگڑائیں گے روئیں گے تو میں اللہ تعالی سے دعا کروں گا تو اللہ تعالی آسمان سے پانی بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں لے جائے گا پھر پہاڑ اکھاڑ ڈالیں جائیں گے، اور زمین کھینچی جائے گی، چمڑے کی طرح کھینچنا (اس میں پہاڑ ٹیلے اور سمندر وغیرہ نہیں رہیں گے بلکہ ساری زمین ہموار ہوجائے گی) پھر مجھ سے عہد لیا گیا کہ جب یہ سب باتیں ظاہر ہوں تو قیامت لوگوں سے ایسی قریب ہوگی جیسے حاملہ عورت کا جننا کہ اس کے گھر والے بھی نہ جانتے ہوں کہ وہ کس وقت جنے گی، عوام بن حوشب جو حدیث کے راوی ہیں نے کہا کہ اس واقعہ کی تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے، حتى اذا فتحت ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون، جب یاجوج ماجوج کھل جائیں گے تو وہ ہر بلندی سے چڑھ دوڑیں گے۔

تشریح حدیث:

وقد عهد اليّ فيما دون وجبتها الرَّجبَةَ السقط مع الهدة، كذا في القاموس۔ یعنی گرنا۔ وقد تطلق على وقوع الشئ بغتة: اچانک کسی چیز کا ہوجانا وجبت الشمس ای وقعت وغربت: مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس بات کا عہد لیا گیا کہ میں وقوع قیامت سے بالکل قریب زمین میں اتروں۔

قوله: فانزل فاقتله: قاضی عیاض المالکیؒ فرماتے ہیں کہ قرب قیامت میں حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق اور احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے عقلاً و نقلاً اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی حقانیت کو باطل کرے جمیع اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک ثابت ہے، البتہ بعض معتزلہ جہمیہ اور ان کے متبعین نزول عیسیؑ اور قتل دجال کا انکار کرتے ہیں اور ان لوگوں کا زعم باطل یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث جو نزول عیسیٰ پر دال ہے ارشاد ربانی وخاتم النبیین اور حدیث رسول لا نبی بعدی سے مردود ہیں نیز تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع واتفاق

ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی بالکل نہیں آئے گا اور آپ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے کبھی بھی منسوخ نہیں ہوسکتی ہے، لیکن معتزلہ و جہمیہ کا یہ استدلال تارعنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے اور بالکل باطل استدلال ہے کیوں کہ نزول عیسی علیہ السلام کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ مستقل جدید نبی بن کر نازل ہوں گے اور ایسی شریعت لے کر آئیں گے جو ہماری شریعت کو منسوخ کردے گی، اور کوئی احادیث اس پر دال نہیں ہیں بلکہ صحاح وغیرہ کی احادیث اس پر دال ہیں کہ انصاف کرنے والا حاکم بن کر اور امام عادل بن کر اس امت میں نازل ہوں گے اور شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گے وہ کوئی مستقل صاحب شریعت نبی نہ ہوگا کہ ہماری شریعت کو منسوخ کردے۔

جہاں تک جزیہ کے موقوف کرنے کی بات ہے تو یہ شریعت محمدی کے حکم کو منسوخ کرنا نہیں ہے بلکہ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اخذ جزیہ کا حکم نزول تک ہے اس کے بعد اخذ جزیہ کا حکم ختم ہوجائے گا پس ایمان قبول ہوگا یا قتل، لہٰذا اس سے اعتراض کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۷۴) بَابُ خُرُوجِ الْمَهْدِيِّ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سعید بن مسیبؒ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدیؓ سے مروی ہیں اس باب کی احادیث میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا تذکرہ ہے مہدی اسم مفعول کا صیغہ ہے راہ یاب، ہدایت یافتہ، یعنی جس کی گھٹی میں ہدایت پڑی ہو۔ لفظ مہدی اسم علم نہیں ہے بلکہ اسم صفت ہے، مہدی کا اصل نام محمد ہوگا اور لقب مہدی ہوگا، سب سے پہلے یہ صفت حضرات خلفاء راشدین کے لیے استعمال ہوئی ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ۔ اس حدیث میں خلفاء اربعہ کو مہدی ہدایت یافتہ کہا گیا ہے اور اخیر زمانہ میں بھی ایک خلیفہ راشد کا لقب مہدی ہوگا، حضرت مہدی تاہنوز ظاہر نہیں ہوئے ہیں بلکہ قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے اور جن فرقوں کا دعوی ہے کہ مہدی پیدا ہوچکے ہیں وہ سراسر غلط اور باطل ہے کیوں کہ ظہور مہدی خروج دجال اور نزول عیسی اور خروج یاجوج ماجوج سب یکے بعد دیگرے ایک ساتھ پیش آنے والے واقعات ہیں جن کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا ہے۔

(۴۲۰۷) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ أَقْبَلَ فِتْيَةٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَلَمَّا رَآهُمُ النَّبِيُّ ﷺ اغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَا نَزَالُ نَرَى فِي وَجْهِكَ شَيْئًا نَكْرَهُهُ فَقَالَ إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ اخْتَارَ اللَّهُ لَنَا الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ أَهْلَ بَيْتِي سَيَلْقَوْنَ بَعْدِي بَلَاءً وَتَشْرِيدًا وَتَطْرِيدًا حَتَّى يَأْتِيَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَايَاتٌ سُودٌ فَيَسْأَلُونَ الْخَيْرَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ فَيُقَاتِلُونَ

فَيَنصَرُونَ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوا فَلَا يَقْبَلُونَهُ حَتَّى يَدْفَعُوهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَيَمْلَؤُهَا قِسْطًا كَمَا مَلَئُوهَا جَوْرًا فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنكُمْ فَلْيَأْتِهِمْ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ.

ترجمۂ حدیث: حضرت مہدی کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک بنی ہاشم کے چند نوجوان آئے، جب رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، اور آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، میں نے عرض کیا (یارسول اللہ!) ہم مسلسل آپ کے چہرے انور میں ایسی تغیر پزیر کیفیت دیکھ رہے ہیں جو ہمیں پسند نہیں (ہمارا دل اس سے دکھتا ہے) آپ نے فرمایا ہم اس گھرانے کے افراد ہیں جس کے لیے اللہ تعالی نے دنیا کی جگہ آخرت کو چن لیا ہے اور میرے اہل میرے بعد ہی فوراً آزمائش، سختی اور جلاوطنی کا سامنا کریں گے یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم آئے گی جن کے ہمراہ جھنڈے ہوں گے، وہ خیر کا سوال کریں گے یعنی مال کے بارے میں سوال کریں گے لیکن ان کو مال نہیں دیا جائے گا، تو وہ جنگ کریں گے تو انہیں مدد کی جائے گی، پھر جو مانگا تھا دیا جائے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے، یہاں میرے اہل بیت میں ایک شخص کے حوالہ کریں گے چنانچہ وہ زمانہ کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جب کہ اس سے قبل لوگوں نے زمین کو ظلم وجور سے بھر دیا تھا، سو تم میں سے جو بھی اس زمانہ میں ہو توان کے ساتھ ضرور شامل ہوجائے اگر چہ برف پر گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر جانا پڑے۔

تشریح حدیث:

قوله: ولو حبو علي الثلج: برف پر گھٹنے کے بل چلنا بہت مشکل اور دشوار ترین کام ہے مطلب یہ ہے کہ چاہے جو بھی مصیبت، کلفت، اور پریشانی اٹھانی پڑے اس جماعت میں ضرور شریک ہوجانا کیوں کہ وہ جماعت ہدایت یافتہ اور راہ یافتہ ہوگی، بعض روایت میں مثلاً مسند احمد اور دلائل النبوۃ میں ہے اذا رأيتم الرايات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوها فان فيها خليفة الله المهدي۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ مہدی سے مراد اس کے لغوی معنی ہیں یعنی وہ خلیفہ یا سربراہ کوئی معمولی آدمی نہ ہوگا، بلکہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ اور لوگوں کو ہدایت اور راہ راست پر لانے والا ہوگا جس کی سربراہی قبول کرنا اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہوگا لہٰذا اس روایت میں مہدی سے نہ تو حضرت مہدی مراد ہیں ورنہ اس سے اس بات کا تضاد لازم آتا ہے کہ مہدی کا ظہور حرمین شریفین سے ہوگا۔

(۴۲۰۸) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ أَبِي صِدِّيقٍ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَكُونُ فِي

أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ إِنْ قُصِرَ فَسَبْعٌ وَإِلَّا فَتِسْعٌ فَتَنْعَمُ فِيهِ أُمَّتِي نِعْمَةً لَمْ يَنْعَمُوا مِثْلَهَا قَطُّ تُؤْتَى أُكُلَهَا وَلَا تَدَّخِرُ مِنْهُمْ شَيْئًا وَالْمَالُ يَوْمَئِذٍ كُدُوسٌ فَيَقُومُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ يَا مَهْدِيُّ أَعْطِنِي فَيَقُولُ خُذْ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک مہدی ہوگا، (یعنی ہدایت یافتہ) اگر وہ دنیا میں کم رہے تو بھی سات برس تک رہیں گے ورنہ نو برس تک رہیں گے اس دور میں میری امت ایسی خوش حال ہوگی کہ اس جیسے خوش حال کبھی بھی نہ ہوگی، زمین اس وقت خوب پھل دے گی، اور اس سے بچا کر کچھ بھی نہ رکھے گی، اور اس وقت مال کے ڈھیر لگے ہوں گے، ایک شخص کھڑا ہو کر عرض کرے گا، اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے، تو وہ کہے گا (جتنا دل چاہے) لے لو۔

تشریح حدیث:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین زمانوں میں خیر صلاح کی خوشخبری دی تو حضرات صحابہ کرام سمجھ گئے کہ اس کے بعد فتن اور حوادث کے دور شروع ہو جائیں گے، اس لیے انہوں نے مذکورہ سوال کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی فکر کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ حضرت مہدی کا ظہور ہوگا، جو ہدایت یافتہ ہوں گے تا کہ ان کو اطمینان ہو جائے کہ اس خطرناک زمانہ میں بھی ہادیوں کا ظہور ہوگا اور سب سے آخر میں بڑے مہدی کا ظہور ہوگا اور تعلیم کتاب وسنت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

قولہ: فیقول خذ: حضرت مہدی فرمائیں گے جتنا چاہے لے لو کوئی رکاوٹ اور خطرے کی بات نہیں، شارح مشکوۃ ملا علی قاری حنفی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت مہدی سوال کرنے والے کو اس کا حرص دیکھ کر اس کو بہت مال دے دیں گے تا کہ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے اور اپنے دل میں تنگی اور غم محسوس نہ کرے۔

(۴۲۰۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيفَةٍ ثُمَّ لَا يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيَقْتُلُونَكُمْ قَتْلًا لَمْ يُقْتَلْهُ قَوْمٌ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ فَقَالَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ.

ترجمۂ حدیث: ایک خزانے کے لیے تین آدمیوں میں لڑائی:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ایک خزانے کی خاطر تین آدمی آپس میں لڑیں گے (اور مارے جائیں گے) تینوں کے تینوں حکمراں فرزند ہوں گے، پھر وہ خزانہ ان میں سے کسی کو بھی نہ ملے گا یہاں

تک کہ مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے ظاہر ہوں گے، وہ تم لوگوں کو ایسا قتل کریں گے کہ اس سے قبل کسی نے بھی ایسا قتل نہ کیا ہوگا، (پھر اس کے بعد آپ نے کچھ باتیں بیان فرمائیں لیکن میں ان کو محفوظ نہ رکھ سکا) پھر جب تم ان کو دیکھو تو ان سے بیعت کرو اگرچہ تمہیں گھٹنے کے بل گھسٹ کر جانا پڑے، اس لیے کہ (اس روئے زمین پر) اللہ تعالیٰ کا ہدایت یافتہ خلیفہ ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قولہ: خليفة الله المهدي، حدیث شریف میں یہاں امام مہدی سے اس کے لغوی معنی ہدایت یافتہ ہونا مراد ہیں۔ یعنی وہ خلیفہ یا سربراہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا بلکہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہدایت یافتہ اور مومن من اللہ اور لوگوں کو ہدایت کی راہ پر لگانے والا ہوگا جس کی اطاعت وفرماں برداری واجب ہوگی یہاں **خلیفۃ اللہ المھدی** سے مراد مشہور حضرت مہدی نہیں ہیں جس کا ظہور علامات قیامت میں شمار کیا گیا ہے کیوں کہ وہ مشرق سے نہیں بلکہ حرم شریف سے ظاہر ہوگا اور عند الطواف لوگ اس کو پہچانیں گے، یہ حضرت مہدی ہیں وہ انکار کریں گے لیکن لوگ نہ مانیں گے پھر ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں گے۔

(۴۲۱۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ حَدَّثَنَا يَاسِينُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللهُ فِي لَيْلَةٍ.

ترجمۂ حدیث: حضرت مہدی خاندان نبوت سے ہوگا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کو ایک ہی رات میں (خلافت کے لئے) صلاحیت والا بنا دیں گے۔

تشریح حدیث:

قولہ: المھدی منا اھل البیت: ابوداؤد شریف میں **المھدی من عترتی من اولاد فاطمہ** کے الفاظ آئیں ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مہدی کا نسبی تعلق آنحضرت ﷺ سے ہوگا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے، آپ کا اسم گرامی محمد ہوگا اور لقب مہدی والد محترم کا نام نامی اسم گرامی عبد اللہ ہوگا اور خاندانی تعلق بنو ہاشم سے ہوگا، آپ والد کی طرف سے حسنی سید ہوں گے اور والدہ کی طرف سے حسینی، ابوداؤد شریف/ ۴۲۹۰ میں اس کی صراحت ہے اور ابن القیم نے زاد المعاد میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؓ نے رضاء الٰہی کے واسطے خلافت چھوڑ دی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں ایک شخص کو سچی خلافت قائم کرنے کا موقع دیا، اور یہ دستور الٰہی اور قانون خداوندی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر کسی بھی چیز سے دست بردار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یا اس کی اولاد کو اس سے بہتر چیز عطا فرماتے ہیں (۱)

(۱) المنار المنیف/ ۱۵۱ فیض القدیر: ۶/ ۲۷۹ بحوالہ تحفۃ الالمعی: ۵/ ۶۰۱۔

(۴۲۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ الرَّقِّيُّ عَنْ زِيَادِ بْنِ بَيَانٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ فَتَذَاكَرْنَا الْمَهْدِيَّ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَهْدِيُّ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ.

ترجمۂ حدیث: حضرت مہدی بنت رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا:

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ہم ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس خدمت اقدس میں حاضر تھے تو ہم نے آپس میں حضرت مہدی کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ مہدی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔

تشریح حدیث:

دارقطنی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ المهدی من ولد العباس بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟ ابن کثیر نے فرمایا کہ دارقطنی کی روایت غریب ہے محمد بن ولید موسی بن ہاشم اس کے نقل کرنے میں متفرد ہیں، لہٰذا دارقطنی کی روایت قابل استدلال اور لائق حجت نہیں ہے اس لیے سنداً اس سے احسن اور اعلیٰ درجہ کی روایت موجود ہے جو اس پر دال ہے کہ مہدی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے اور یہی صحیح ہے۔

(۴۲۱۲) حَدَّثَنَا هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زِيَادٍ الْيَمَامِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ وَلَدُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سَادَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنَا وَحَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَجَعْفَرٌ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَالْمَهْدِيُّ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد جنت کے سردار ہیں میں، ہمزہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، اور مہدی۔

تشریح حدیث: مطلب آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے۔

(۴۲۱۳) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى الْمِصْرِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزَّبِيدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُونَ لِلْمَهْدِيِّ يَعْنِي سُلْطَانَهُ.

ترجمہ حدیث: حضرت مہدی کی خلافت کا استحکام:

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو حضرت مہدی کی حکومت وسلطنت کو مستحکم بنائیں گے۔

تشریح حدیث:

قولہ: فیوطئون للمهدي: ای یمهدون المهدی خلافته وارماته ویوترونه وینصرونه.

حضرت مہدی کے نام کے ساتھ، علیہ السلام، یا امام یا رضی اللہ عنہ لکھنا:

حضرت مولانا مفتی سعید صاحب پالن پوری مدظلہ العالی، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ:

حضرت مہدی کے ساتھ ''امام'' یا علیہ السلام'' کا اضافہ درست نہیں، اور شیعوں کے نزدیک ان کے بارہ امام نبوت کی حقیقت کے حامل تھے اس لیے وہ ان کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام بڑھاتے ہیں، مگر اہل السنہ اس کے قائل نہیں، رہا ''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال تو اس کی بھی ضرورت نہیں، کیوں کہ ابھی اس شخصیت کا وجود ہی نہیں ہوا اس لیے صرف مہدی یا حضرت مہدی کہنا چاہیے (۱)

(۱۴۷۵) بَابُ الْمَلَاحِمِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ اور حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیش آنے والی بڑی بڑی جنگوں اور لڑائیوں کا ذکر ہے۔

(۴۲۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ مَالَ مَكْحُولٌ وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَمِلْتُ مَعَهُمَا فَحَدَّثَنَا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ قَالَ لِي جُبَيْرٌ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْمَرٍ وَكَانَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا فَسَأَلَهُ عَنِ الْهُدْنَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتُصَالِحُكُمُ الرُّومُ صُلْحًا آمِنًا ثُمَّ تَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا فَتَنْتَصِرُونَ وَتَغْنَمُونَ وَتَسْلَمُونَ ثُمَّ تَنْصَرِفُونَ حَتَّى تَنْزِلُوا بِمَرْجٍ ذِي تُلُولٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الصَّلِيبِ الصَّلِيبَ فَيَقُولُ غَلَبَ الصَّلِيبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَقُومُ إِلَيْهِ فَيَدُقُّهُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ وَيَجْتَمِعُونَ لِلْمَلْحَمَةِ.

(۱) تحفۃ الالمعی: ۶۰۰/۵

ترجمۂ حدیث:

حضرت خالد بن معدانؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت جبیر بن نفیر نے کہا کہ ہمیں ذی مخمرؓ کے پاس لے چلو، جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی ہیں میں ان کے ہمراہ گیا، حضرت جبیر نے ان سے صلح کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب یہ رومی (یعنی عیسائی) تم سے پرامن صلح کریں گے پھر تم اور وہ دونوں مل کر ایک تیسرے دشمن پر حملہ کریں گے، تو تمہیں فتح حاصل ہوگی اور مال غنیمت ملے گا اور سلامتی کے ساتھ جنگ سے واپس لوٹو گے، یہاں تک کہ تم ایک سرسبز مقام پر جہاں ٹیلے ہوں گے تم پڑاؤ ڈالو گے تو ایک صلیبی صلیب کو رفع کر کے یعنی بلند کر کے کہے گا کہ صلیب کو غلبہ حاصل ہوا (یہ سن کر) مسلمانوں میں سے ایک شخص شدید غصہ ہوگا اور اٹھ کر صلیب کو توڑ ڈالے گا، اس وقت رومی (یعنی عیسائی) عہد شکنی کریں گے اور سب جنگ کے لیے اکٹھے ہو جائیں گے۔

تشریح حدیث:

الملاحم: ملاحم ملحمة کی جمع ہے یعنی موضع قتال، یا واقعہ عظیمہ، یعنی بڑی جنگ، ملاحم یا تو لحمة یا لحم سے ماخوذ ہے لکثرة لحوم القتلی فیها ملا علی قاری الحنفی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ایک اسم نبی الملحمہ بھی ہے یعنی گھمسان جنگوں والا نبی، جیسا کہ آپ کے اسماء میں نبی الرحمۃ بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ منبع الجمال ہونے کے ساتھ ساتھ معدن الجلال بھی ہیں، چوں کہ آپ آخری نبی ہیں خاتم النّبیین ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے جس طرح آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح آپ کے بعد کوئی نئی امت بھی نہیں لہٰذا قیامت اور اس کے تمام متعلقات وشرائط اس امت میں پیش آنے والے ہیں۔

حدیث شریف کا مضمون

حضرت جبیر بن نفیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ تم لوگ روم کے نصاریٰ سے مصالحت کرو گے اور پھر دونوں اکٹھے ہو کر ایک دشمن سے مقابلہ کرو گے جس میں تم فتحیاب ہو گے، اور تمہیں مال غنیمت حاصل ہوگا پھر جب جنگ سے فراغت کے بعد تم لوگ لوٹو گے تو واپسی میں راستہ میں ایک سبزہ زار میں فروکش ہو گے، جس میں ٹیلے ہوں گے تو وہاں ایک بات یہ پیش آئے گی کہ نصاریٰ میں سے ایک شخص صلیب کو اٹھا کر بلند کرے گا اور یہ کہے گا کہ غلب الصلیب، صلیب والے اور نصاریٰ غالب ہو گئے، اس سے مسلمانوں کو جوش آئے گا اور طیش آئے گا اور وہ اس نصرانی کے پاس جا کر اس کی پٹائی کرے گا اور صلیب کو توڑ ڈالے گا، اس پر وہ ساری صلح و مصالحت ختم ہو جائے گی اور رومی عہد شکنی اور بدعہدی پر اتر آئیں گے، اور مسلمانوں کے ساتھ گھمسان لڑائی اور فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

یہاں حدیث شریف میں ملحمہ سے مراد خراب یثرب، خروج الملحمه، وخروج الملحمة فتح القسطنطنيه اور خروج دجال وغیرہ ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے (۱)

قوله: حتى تنزلوا بمرج ذی تلول: مرج، ارض واسعة ذات نبات كثيرة بہت زیادگھاس پودے والی کشادہ زمین، ذی تلول، تلول بضم التاء تل کی جمع ہے وهو موضع مرتفع بلند جگہ، ٹیلہ سندی فرماتے ہیں کہ تل کل ما اجتمع على الارض من تراب او رمل ہر وہ جگہ جہاں زمین میں مٹی یا ریت جمع ہو جائے۔

قوله: الصليب: یرفع کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے صلیب وہ مربع چکور شکل کی لکڑی ہے جس کے بارے میں نصاریٰ کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی شکل کی لکڑی پر صولی دی گئی تھی (یہ ان کا باطل عقیدہ ہے)

قوله: غلب انصليب: عیسائی قصداً صلح کو توڑنے کے لیے اس طرح کے کلمات کہے گا، یا مسلمان کو غیظ وغضب اور غصہ دلانے کے لیے اس طرح کے کلمات استعمال کرے گا کہ صلیب غالب آ گیا، صلیب کے غلبہ سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام کے دین کا غلبہ مراد ہے یعنی دین نصاریٰ غالب آ گیا۔

قوله: فيدقه: یہ سن کر مسلمان کا خون گرم ہو جائے گا اور اس عیسائی کی پٹائی کرے گا اور صلیب کو بھی توڑ ڈالے گا، چنانچہ اس وقت رومی عہد شکنی کرے گا اور مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن صلیبی جنگ چھیڑ دے گا۔

(۴۲۱۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ فَيَجْتَمِعُونَ لِلْمَلْحَمَةِ فَيَأْتُونَ حِينَئِذٍ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةٍ تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا.

ترجمہ حدیث:

دوسری سند میں اس کا اضافہ ہے کہ جب رومی جنگ کے لیے اکٹھے ہوں گے تو اسی جھنڈوں تلے اس کا لشکر ہوگا، اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار افراد ہوں گے (یعنی کل ۹۶۰۰۰۰ پر مشتمل لشکر ہوں گے۔)

(۴۲۱۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ حَبِيبٍ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَتِ الْمَلَاحِمُ بَعَثَ اللهُ بَعْثًا مِنَ الْمَوَالِي هُمْ أَكْرَمُ الْعَرَبِ فَرَسًا وَأَجْوَدُهُ سِلَاحًا يُؤَيِّدُ اللهُ بِهِمُ الدِّينَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب (دنیا میں) بڑی بڑی لڑائیاں ہوں گی تو اللہ

(۱) الدر المنضود: ۲۷۲/۶۔

تبارک وتعالی موالی یعنی عجمیوں میں سے ایک لشکر اٹھائیں گے، جو اہل عرب سے بڑھ کر شہ سوار اور ان سے بہتر ہتھیار چلانے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دین کی مدد فرمائیں گے، تائید کریں گے۔

تشریح حدیث:

در منثور اور مسند الشامیین میں اس کی صراحت ہے کہ یہ لشکر دمشق سے اٹھے گا عطیہ بن قیس کی روایت میں ہے خرج بعث من دمشق هم خيار عباد الله الاولين والاخرين۔ یعنی یہ لشکر دمشق سے اٹھے گا اور اولین وآخرین میں اللہ کے بندوں میں سے افضل ترین بندے ہوں گے، اور ابن محیریز کی روایت میں ہے کہ خير فوارس تظلل السماء فوارس من قيس يخرجون من غوطة دمشق يقاتلون الدجال۔ (۱)

(۴۲۱۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُقَاتِلُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللهُ ثُمَّ تُقَاتِلُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللهُ ثُمَّ تُقَاتِلُونَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهَا اللهُ قَالَ جَابِرٌ فَمَا يَخْرُجُ الدَّجَّالُ حَتَّى تُفْتَحَ الرُّومُ.

ترجمہ حدیث: مسلمان کے لیے فتوحات کی بشارت

حضرت نافع بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ جزیرۃ العرب میں قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس میں فتح عطا کرے گا پھر تم لوگ روم یعنی نصاریٰ کے ساتھ قتال کرو گے اللہ تعالیٰ اس میں بھی کامیابی عطا فرمائے گا پھر تم لوگ دجال کے ساتھ جنگ کرو گے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال فتح روم سے قبل نہ نکلے گا (بلکہ روم فتح ہونے کے بعد ہی نکلے گا)

تشریح حدیث: جزیرۃ العرب سے قتال اور مسلمانوں کی فتح:

عالم عرب کا وہ خطہ جس کو جزیرۃ العرب سے تعبیر کیا جاتا ہے قدیم جغرافیہ والوں کے مطابق نجد حجاز (جن کے دو مقدس شہر مکہ اور مدینہ ہیں) یمامہ، یمن اور عروض پر مشتمل ہے اس خطہ کے جنوب میں بحر عرب، مشرق میں خلیج عربی، اور خلیج عمان اور مغرب میں بحر احمر ہے، اس کے شمال میں دریائے فرات اس طرح بہتا ہے کہ اس خطے کے اس تنہا شمالی خشکی کے سرے کو بہت حد تک کاٹ دیتا ہے اور اس درجہ سے گویا یہ خطہ مجازاً جزیرۃ العرب کہلاتا ہے ورنہ اصل کے اعتبار سے یہ خطہ جزیرہ نمائے عرب سے موسوم کیا جاتا ہے ویسے اہل عرب جزیرہ نما کو بھی توسعاً جزیرہ کہہ دیا کرتے ہیں۔

(۱) مختصر تاریخ دمشق: ۱/۲۵ باب غناء اهل دمشق في الملاحم۔

قولہ: تقاتلون جزیرۃ العرب: تم جزیرۃ العرب سے جنگ کرو گے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت میری زندگی میں جزیرۃ العرب کے جو علاقے اسلام کی روشنی سے محروم رہ گئے ہیں، میرے بعد ان کی تاریکی بھی ختم ہو جائے گی کچھ علاقے تو تبلیغ واشاعت اسلام کے ذریعہ اسلام کفر کے اندھیرے سے باہر نکل آئیں گے، اور باقی علاقے کے لوگوں سے تم جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد کے ذریعہ فتح پاؤ گے، اس کے بعد پھر فارس کی مملکت ایران وغیرہ سے جنگ کرو گے اس میں بھی اللہ رب العزت فتح ونصرت سے سرفراز فرمائے گا پھر تمہارے ہاتھ روم فتح ہوگا اس طرح ہر چہار طرف اسلام کا جھنڈا سربلند ہو جائے گا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ پورے جزیرۃ العرب میں ایک بھی کافر باقی نہ رہے گا جزیرۃ العرب صرف اسلام اور مسلمانوں سے معمور ہوگا۔

قولہ: ثم تقاتلون الدجال: پھر اخیر میں تم دجال کذاب سے جنگ کرو گے اس کا مطلب یہ ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اپنی طلسماتی طاقت اور مکروفریب کے ذریعہ بڑی اودھم مچائے گا اور کچھ ملکوں اور علاقوں پر قابو پائے گا لیکن جب تم اس کے مقابلے پر نکل کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو مقہور ومغلوب کر دے گا اور جو ملک اور علاقہ اس کے قبضہ میں چلا گیا ہوگا وہ دوبارہ تمہارے تسلط اور قبضہ میں آجائے گا نیز وہ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں باب لد پر ہلاک ہو جائے گا جو مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے اتریں گے اس ارشاد گرامی میں رسول اکرم ﷺ نے خطاب تو حضرات صحابہ کرام سے فرمایا لیکن اصل روئے سخن اور زمام گفتگو امت کی طرف تھا۔

(۴۲۱۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَإِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُطَيْبٍ السَّكُونِيِّ وَقَالَ الْوَلِيدُ يَزِيدُ بْنُ قُطْبَةَ عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلْحَمَةُ الْكُبْرَى وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ.

ترجمہ حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ملحمہ کبری، قسطنطنیہ کی فتح، اور دجال کا خروج سب کے سب سات ماہ کے اندر ہو جائیں گے۔

تشریح حدیث: ملحمہ کبری (جنگ عظیم سے مراد)

ملحمہ کبری یعنی جنگ عظیم سے کیا مراد ہے بعض حضرات کے نزدیک اس سے وہ لڑائی ہے کہ جب لڑائی سے خاتمہ پر لوگ اپنے عزیز واقارب کے جانی نقصانات کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ سو میں سے صرف ایک زندہ بچا ہے اور باقی

سب موت کے آغوش میں چلے گئے ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس جنگ عظیم سے مراد وہ اس شہر کی فتح ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اسمائے الٰہی کی برکت سے بلاکشت وخون فتح ہوجائے گی۔ حضرات شراح کرام نے لکھا ہے کہ ملحمہ کبریٰ علامت ہے فتح قسطنطنیہ علامت ہے خروج دجال کی، اور خروج دجال علامت ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اور نزول عیسیٰ علامت ہے فتنہ دجال کے خاتمہ کی اور قیامت کے واقع ہونے کا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنگ عظیم فتح قسطنطنیہ، اور خروج دجال یہ سب کے سب سات ماہ کے اندر ہوجائیں گے۔

(۴۲۱۹) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِينَةِ سِتُّ سِنِينَ وَيَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي السَّابِعَةِ.

ترجمۂ حدیث: جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان کا فاصلہ:

حضرت عبداللہ بن بُسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنگ عظیم اور مذکورہ شہر یعنی قسطنطنیہ کے فتح ہونے کے درمیان کی مدت چھ سال ہوگی اور ساتویں سال میں دجال نکلے گا۔

تشریح حدیث: ایک اعتراض اور اس کا جواب:

حدیث شریف کا مطلب تو بالکل واضح ہے یہاں ایک اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جنگ عظیم، فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال یہ تینوں کام سات سال کے اندر ہوں گے ساتوے سال دجال کا خروج ہوگا، جبکہ ازیں قبل جو روایت حضرت معاذ بن جبلؓ کی گزری ہے اس میں صراحت ہے کہ مذکورہ تینوں کام سات ماہ کے اندر ہوجائیں گے سات سال اور سات ماہ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، لہٰذا ان دونوں میں تطبیق کس طرح دی جائے گی؟

حضرات شراح کرام نے اس اعتراض کے متعدد جوابات دئے ہیں جو ذیل میں چند جواب سپرد قرطاس ہیں۔

(۱) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ هٰذا اصح من حدیث عیسیٰ یعنی گویا امام ابوداؤدؒ دوسری حدیث جس میں سات سال مذکور ہیں اس کو راجح قرار دے رہے ہیں اور سات ماہ والی روایت کو مرجوح قرار دے رہے ہیں۔

(۲) پہلی روایت جس میں سات ماہ مذکور ہیں لڑائی کا اختتام مراد ہے یعنی لڑائی کی انتہاء اور فتح قسطنطنیہ کے فتح ہونے میں سات ماہ لگ جائیں گے یعنی چھ ماہ کا فصل ہوگا اور ساتویں ماہ میں فتح کی تکمیل ہوجائے گی، دوسری حدیث جس میں سات سال مذکور ہیں اس میں ملحمہ کی ابتداء مراد لی جائے کہ لڑائی شروع ہونے کے بعد اس کے اختتام میں چھ سال لگ جائیں گے اور ساتویں سال میں فتح ہوگی۔

(۳) ملا علی قاری نے دوسری طرح دونوں کو جمع کیا ہے بایں طور کہ دونوں حدیثوں میں ملحمہ سے مراد الگ الگ ہے پہلی حدیث میں ملحمہ کبری مراد ہے، اور دوسری حدیث میں ملحمہ سے مراد کوئی دوسری ملحمہ مراد ہے، حدیث شریف میں حوادث و ملاحم کا تواتر اور تسلسل مذکور ہے۔

(۴۲۲۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْقُوبَ الْحُنَيْنِيُّ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ أَدْنَى مَسَالِحِ الْمُسْلِمِينَ بِبَوْلَاءَ ثُمَّ قَالَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ قَالَ بِأَبِي وَأُمِّي قَالَ إِنَّكُمْ سَتُقَاتِلُونَ بَنِي الْأَصْفَرِ وَيُقَاتِلُهُمُ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِكُمْ حَتَّى تَخْرُجَ لَهُمْ رُوقَةُ الْإِسْلَامِ أَهْلُ الْحِجَازِ الَّذِينَ لَا يَخَافُونَ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ فَيَفْتَتِحُونَ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ فَيُصِيبُونَ غَنَائِمَ لَمْ يُصِيبُوا مِثْلَهَا حَتَّى يَقْتَسِمُوا بِالْأَتْرِسَةِ وَيَأْتِي آتٍ فَيَقُولُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَرَجَ فِي بِلَادِكُمْ أَلَا وَهِيَ كِذْبَةٌ فَالْآخِذُ نَادِمٌ وَالتَّارِكُ نَادِمٌ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عوف فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسلمانوں کا نزدیک ترین مورچہ والا بولاء نامی مقام میں ہوگا، اس کے بعد آپ نے فرمایا اے علی! اے علی! اے علی! حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں (کیا حکم ہے اے اللہ کے رسول!) آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تم بنی اصغر یعنی رومیوں سے قتال کرو گے، اور تمہارے بعد والے بھی انہیں سے قتال کریں گے، یہاں تک کہ اہل حجاز بھی ان سے جنگ کے لیے نکلیں گے جو اسلام کے رونق ہیں، جو اللہ کے معاملہ میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے ہیں یہ سب (بلا کشت وخون) محض تکبیر و تسبیح کہتے ہوئے قسطنطنیہ فتح کریں گے، اور انہیں اس قدر زیادہ مال غنیمت حاصل ہوگا اس سے قبل کبھی بھی اتنا زیادہ مال غنیمت حاصل نہ ہوا ہوگا یہاں تک کہ وہ ڈھالیں بھر بھر کر مال غنیمت تقسیم کریں گے، اتنے میں کوئی شخص آ کر خبر دے گا کہ دجال تمہارے شہروں سے نکل چکا ہے حالاں کہ یہ خبر جھوٹی ہوگی اس لیے مال غنیمت لینے والا بھی شرمندہ ہوگا اور نہ لینے والا بھی نادم و پشیمان ہوگا۔

تشریح حدیث:

علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے چنانچہ سلسلة الاحاديث الضعيفة میں لکھتے ہیں کہ قلت وهذا موضوع آفته كثير هذا(۱)

(۱) سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۱۰/۳۳۲

قوله: مسالح المسلمين: مسالح مسلحة کی جمع ہے المسلحة قوم يحفظون الثغور من العدوی لانهم يكونون ذوی سلاح، او لانهم يسكنون المسلحة وهی الثغر والمرقب، يكون فيه اقطرم يرقبون العدو لئلا يطرقهم علی غفلة، فاذا رأوه اعلموا اصحابهم ليتاهبوا له.

قوله: ببولا: نہایہ میں ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں اعرابی لوگ حجاج کرام کے سازوسامان کو چراتے تھے۔

قوله: بني الاصفر: بنی اصفر سے مراد رومی ہیں اور رومیوں کو بنی اصفر اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا اباء اول اصفر اللون تھا، جن کا نام روم بن عیصو، بن اسحاق بن ابراہیم، علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ان کے دادا روم بن عیص نے حبشہ کے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی تھی اس سے جو بچہ پیدا ہوا وہ بیاض وسواد کے درمیان تھا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ لشکر نے ان کے ملک پر حملہ کیا اور غالب آ گیا تو لشکر والوں نے ان کی عورتوں سے صحبت کیا جس کی وجہ سے اس کلر میں بچہ پیدا ہوا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو اصفر بن روم بن عیصو کی طرف منسوب کیا ہے۔(۱)

قوله: روقة الاسلام: ای خيار المسلمين: اچھے چنیدہ مسلمان، اسلام رونق مسلمان، جمع رائق راق الشيئ سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ خالص ہو جائے، اذا صفا وخلص: ويقال لواحد وجمع كغلام روقة وغلمان روقة۔

(۴۲۲۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ هُدْنَةٌ فَيَغْدِرُونَ بِكُمْ فَيَسِيرُونَ إِلَيْكُمْ فِي ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا.

ترجمہ حدیث: رومیوں سے مصالحت اور غدر

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اور رومیوں کے درمیان مصالحت ہوگی، پھر وہ رومی تمہارے ساتھ عہد شکنی اور بدعہدی کریں گے پھر وہ رومی تمہارے ساتھ جنگ کے لیے اسی جھنڈوں کے تلے نکلیں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی (یعنی کل فوجیوں کی تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی)

تشریح حدیث:

قوله: بني الاصفر: بنی اصفر رومیوں کو کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ لوگ جس نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس کے جد اعلیٰ روم

(۱) انجاح الحاجة: ۲/۳۰۱

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

بن عیس بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا رنگ زردی مائل بہ سفیدی تھا، اور یہی جسمانی رنگ عام طور سے پوری قوم میں پائی جاتی تھی۔

قولہ: غایۃ: غایت اسی نشان یا جھنڈے کو کہتے ہیں جو فوجی سرداروں کے ساتھ ان کے دستوں اور لشکروں کی علامت کے طور پر ہوتا ہے اور بعض روایتوں میں یہ لفظ غایۃ یا کے بجائے غابۃ: با کے ساتھ منقول ہے جس کے معنی جنگل اور درختوں کے جھنڈے کے ہیں اس صورت میں کہا جائے گا کہ نشان اور جھنڈوں کی کثرت کی وجہ سے اس لشکر کو درختوں کے جھنڈوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور لشکر والوں کی تعداد ذکر کرنے کا مقصود لاؤ لشکر کی زیادتی کو بیان کرنا ہے۔ واللہ اعلم

(۱۴۷۶) بَابُ التُّرْكِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عمرو بن تغلبؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہیں اس باب میں ترکوں سے جنگ کرنے کے متعلق احادیث مذکور ہیں اس باب کی احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی علامت تک کو بیان کر دیا ہے۔ کہ وہ لوگ کیسے ہوں گے اور ان کی صفات کس طرح ہوگی۔

(۴۲۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِغَارَ الْأَعْيُنِ.

ترجمۂ حدیث: قیامت سے پہلے ترکوں سے قتال:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایسی قوم سے نہ لڑو گے جن کے چپل بالوں کے ہوں گے، اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم ایسی قوم سے لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔

تشریح حدیث:

قیامت واقع ہونے سے پہلے ترکوں سے قتال ہوگا، اب رہا یہ سوال کہ ترک کون لوگ ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ترک حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے ہیں اور نوح کے بیٹے سام کی اولاد میں عرب ہیں اور حام سے حبشہ ہیں۔

یہاں حدیث پاک میں ترک سے مراد وہ ہیں جن کو تاتار کہا جاتا ہے جو صحرائے گوبی اور اس سے شمال کے علاقوں قزاخستان وغیرہ میں قیام پذیر ہیں، کیوں کہ احادیث مبارکہ میں جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ ان ہی پر صادق آتے ہیں اور اس وقت جو ترکی میں رہنے والے لوگ ہیں وہ اس حدیث شریف کے مصداق نہیں ہیں کیوں ان کی صورت وشکل اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ تو اچھی شکل وصورت کے مالک ہوتے ہیں۔

قیامت سے پہلے ترکوں سے قتال ہوگا:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک تم لوگ ترکوں کے ساتھ جنگ نہیں کرلو گے قیامت قائم نہیں ہوگی پھر آپ نے بقاعدہ ان ترکوں کا حلیہ اور صفات وعلامت بھی بیان فرمائی، چنانچہ آپ نے ان کی علامت اور پہچان بتاتے ہوئے فرمایا۔

قولہ: نعالهم الشعر: ان کے جوتے اور چپل بالوں والے ہوں گے لفظی ترجمہ تو یہ ہوگا ان کی چپل بال ہیں۔ اب حدیث شریف کے اس جملہ مبارکہ کا کیا مطلب ہے اس میں حضرات شراح کا اختلاف ہے۔

(۱) ملا علی قاری الحنفی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جوتے بالدار غیر مدبوغ چمڑے کے ہوں گے۔

(۲) قاضی عیاض المالکی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ بالوں سے سوت اور رسی بنائیں گے پھر اس رسی سے جوتے اور کپڑے بنا کر پہنیں گے۔

(۳) بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان کے بدن پر بہت زیادہ گھنے اور لمبے بال ہوں گے اور وہ لمبے بال بدن پر لٹکنے کی وجہ سے لباس جیسا معلوم ہوگا اور پیر تک آ کر گرنے کی وجہ سے چپل جیسے معلوم ہوگا۔

(۴) حضرت محدث گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جوتے ایسے چمڑے کے ہوں گے جس سے بال نہیں اتارے گئے ہوں گے کیوں کہ وہ اہل شہر اور اہل تہذیب وتمدن سے عاری ہوں گے، اس لیے چمڑے سے بال اتارے بغیر چپل بنا کر پہنیں گے۔

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نے قول نمبر/ ۴ اور قول نمبر/ ۲ کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے اور قول نمبر/ ۳ کو محض ایک لطیفہ قرار دیا ہے۔

قولہ: صغار الاعین: ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور آنے والی روایت میں اور مزید علامت بیان کی گئی ہے مثلاً **کان وجوههم کالمجان الطرقة۔** کہ ان کے چہرے گویا ڈھال کی طرح ہوں گے جو تہ بتہ ہوں گے نیز حدیث شریف میں زلف الانوف کا لفظ بھی آیا ہے یعنی ان کی ناکیں چپٹی ہوں گی۔

حضرت الاستاذ فرماتے ہیں کہ ترکوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ امت مسلمہ ہیں اب وہ اس حدیث کا مصداق نہیں، صرف ان کے کفار اس حدیث کے مصداق ہیں، اور ان کے ساتھ امت مسلمہ کو جنگ لڑنی ہوگی اور وہ اس امت کے لیے بڑا فتنہ بنیں گے (۱)

(۴۲۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِغَارَ الْأَعْيُنِ ذُلْفَ

(۱) تحفة الالمعي: ۵/۵۸۶

الْأُنُوفِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ.

ترجمہ حدیث: چھوٹی آنکھوں والے اور چپٹی ناکوں والوں کے ساتھ قتال:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ تم ایسی قوم سے قتال کرو گے جن کی آنکھیں چھوٹی اور ناک چپٹی ہوں گی گویا ان کے چہرے تہ بتہ چمڑا چڑھائی ڈھالیں ہیں اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے چپل بال ہیں، (یعنی بالوں والے چمڑے کے ہیں)

تشریح حدیث:

کان وجوههم المجان الطرقة: المجن بکسر المیم، ڈھال جمع مجان بفتح المیم المطرقة اسم مفعول کا صیغہ ہے اطرق الشیئ بالجلد ونحوہ چمڑا وغیرہ چڑھانا ایک چیز کے حصوں کو ملا دینا، اور ایک روایت میں مطرّقة ہے طرق الشئی کے معنی ہیں اچھی طرح کوٹنا پیٹنا، پس دونوں لفظوں کے معنی ایک ہیں۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے منہ کو ڈھال کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے گولائی اور پھیلے ہونے میں، کہ ان کے منہ ڈھال کے مانند گول اور پھیلے ہوں گے، گوشت سے بھرے ہوئے ہونے اور موٹائی میں مطرقہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی کہ ان کے منہ گوشت سے بھرے ہوئے اور موٹا ہونے کی وجہ سے اس ڈھال کی مانند ہوں گے جس پر تہ بتہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو۔

دو قوم کی حالت کا بیان ہے یا ایک قوم کی:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس قوم کے چہرے ڈھال کی مانند ہوں گے وہ اس قوم کے علاوہ ہیں جن کے جوتے بال کے ہوں گے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو الگ الگ مستقل کلام میں ذکر فرمایا ہے، چنانچہ اس کی تائید و توثیق بخاری شریف کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے: لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا الترك صغار الاعين حمر الوجوه ذلف الانوف، كان وجوههم المجان المطرقة ولا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوماً نعالهم الشعر (۱) اس حدیث کی وجہ سے بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ کان وجوههم المجان المطرقة سے مراد ترک ہیں اور قوما نعالهم الشعر سے مراد اصحاب بابک الخرمی ہیں، اسماعیل نے محمد بن عباد کے طریق سے نقل کیا ہے کہ قال: بلغنی ان اصحاب بابك كانت نعالهم الشعر یہ زنادقہ کا فرقہ ہے جو محرمات کو مباح جانتے ہیں یہ فرقہ ۲۰۱ء میں ظاہر ہوا تھا ۲۲۲ء میں مقتول ہوا۔

لیکن مسلم شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قوم بالوں کے جوتے پہنیں گی ان ہی کے چہرے چمڑا چڑھایا ہوا ڈھال کی مانند ہوں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ہی قوم ہیں الگ الگ دو قوم نہیں ہیں قال: رسول الله ﷺ وسلم لا تقوم الساعة حتى يقاتل المسلمون الترك قوما وجوههم كالمجان المطرقة يلبسون الشعر،

(۱) بخاری شریف

ويمشون في الشعر، معلوم ہوا کہ یہ دونوں ایک ہی قوم ہیں الگ الگ نہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں اسطرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ بال جوتے اور لباس ترک اور غیر ترک میں مشترک ہوں گے پس اس کو کبھی ترک علامت کے طور پر ذکر کیا گیا، اور کبھی دوسری قوم کی علامت کے طور پر ذکر کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

قتال ترک ہو چکا ہے یا باقی ہے:

حدیث باب میں جن علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور جن کے ساتھ قتال کو علامت قیامت شمار کیا گیا ہے محققین علماء کے نزدیک وہ علامات بعیدہ ہیں جن کا ظہور کافی پہلے ہو چکا ہے اور حدیث بالا میں جس قوم سے مسلمانوں کی جنگ کی خبر دی گئی ہے وہ تاتاری فتنہ ہے جو ترکستان سے قہر الٰہی بن کر اٹھا تھا اور پورے عالم اسلام پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کی علامت جو کچھ بھی آپ نے بیان فرمایا وہ سب کی سب فتنہ تاتار میں موجود تھیں یہ خطرناک اور بھیانک فتنہ ۶۵۶ھ میں اپنے عروج وشباب پر پہنچا جبکہ تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد کا عبرتناک سانحہ پیش آیا اور انہوں نے بنو عباس کے آخری خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کر ڈالا، اور عالم کے بیشتر علاقے ان کے زد میں آکر زیروزبر ہو گئے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مشہور محدث امام نووی شارح مسلم موجود تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے کیوں کہ امام نووی کی ولادت باسعادت ۶۳۱ھ میں ہوئی اور وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی علامہ موصوف اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ سب پیشین گوئیاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں کیوں کہ فی زماننا ان لوگوں سے جنگ ہو رہی ہے اور جو علامات وصفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہ سب کے سب ان میں موجود ہیں، آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ، ناکیں چھوٹی اور چپٹی، چہرے ڈھال کی طرح چوڑے جن پر تہ بتہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو، بالوں والیں جوتے پہنیں ہیں امام نووی فرماتے ہیں کہ مذکورہ تمام صفات ہمارے زمانہ میں موجود ہیں مسلمانوں نے ان سے بارہا جنگ کی ہے اور اب بھی ان کی جنگ جاری ہے ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ مولائے کریم مسلمانوں کے حق میں بہر حال انجام بہتر کرے۔ (نووی: ۲/ ۳۹۵)

(۴۲۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوهِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُ الْمُطْرَقَةُ وَإِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوا قَوْمًا يَنْتَعِلُونَ الشَّعَرَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی علامت میں سے

ایک علامت یہ ہے کہ تم لوگ ایسی قوم کے ساتھ جنگ کروگے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے، گویا ان کے چہرے ڈھالیں ہیں جن پر تہ بتہ چمڑا چڑھادیا ہو، اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں سے جنگ کروگے جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذالك

(۴۲۲۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِغَارَ الْأَعْيُنِ عِرَاضَ الْوُجُوهِ كَأَنَّ أَعْيُنَهُمْ حَدَقُ الْجَرَادِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ يَنْتَعِلُونَ الشَّعَرَ. وَيَتَّخِذُونَ الدَّرَقَ يَرْبُطُونَ خَيْلَهُمْ بِالنَّخْلِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ تم لوگ ایسی قوم سے جنگ کروگے جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے چوڑے ہوں گے ان کی آنکھیں گویا ٹڈی کی آنکھیں ہوں گی اور ان کے چہرے گویا تہ بتہ چمڑا چڑھائی ہوئی ڈھالیں ہیں، بال کے جوتے پہنیں گے، اور ڈھال بنائیں گے، اور اپنے گھوڑے کھجور کے درخت سے باندھیں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: حدق الجراد: حدق المريض ونحوه، بیمار وغیرہ کا دونوں آنکھیں گھورنا، حدق الشئی بعينيه: دیکھنا حدق فلاناً حدقاً: آنکھوں کی سیاہی پر مارنا، [1] الجراد۔ طائر مشهور۔ ٹڈی۔

قوله: الدّرق: چمڑے کی ڈھال جس میں لکڑی نہ ہو، اور نہ پشتہ ہو، الدّرقة واحد جمع دَرَق اور جمع الجمع ادراق ودِراق۔ حدیث شریف کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے، اعادہ کی حاجت نہیں۔

☆☆☆

(۱) القاموس الوحید مادہ حدق۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الزُّهْدِ

الزُّهْدُ: مذہبیت، خدا ترسی، عبادت گزاری، ترک دینا، دنیا سے کنارہ کشی اور بے رغبتی زهد یزهد (سمع) زُهدا وَزِهَادَةً فيه وعنه۔ کسی چیز کو حقارت یا بے رغبتی یا اس سے پریشانی کی وجہ سے چھوڑنا، الگ ہونا، زهد فی الدنیا تارک الدنیا ہونا دنیا سے بے رغبت ہونا، دنیا کی حلال چیزوں کو محاسبہ ومواخذہ کے خوف سے چھوڑنا اور حرام چیزوں کو سزا کے خوف سے چھوڑنا۔

الزاهد: عبادت گزار، تارک الدنیا، خدا رسیدہ[1] صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ هو ضد الرغبة زہد رغبت کی ضد ہے یہاں مراد یہ ہے کہ کتاب سنت کے مطابق دنیا کی رغبتوں کو چھوڑنا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا، دنیاوی لذات سے الگ تھلگ رہنا، صاحب کتاب امام ابن ماجہؒ نے کتاب الزہد کے تحت کل انتالیس ابواب ذکر کئے ہیں جو تفصیل کے ساتھ ذیل میں آرہے ہیں۔

(۱۴۷۷) بَابُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابوذر غفاریؓ، صحابی رسول حضرت ابو خلادؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت سمرہ بن سہم اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں زہد فی الدنیا کی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ حقیقت میں زہد فی الدنیا کیا ہے؟ اور دنیا کی کنارہ کشی کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

(۴۲۲۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا بِتَحْرِيمِ الْحَلَالِ وَلَا فِي إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلَكِنْ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِنْكَ بِمَا فِي يَدِ اللَّهِ وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ مِنْكَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِيَتْ لَكَ قَالَ هِشَامٌ كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ يَقُولُ مِثْلُ هَذَا الْحَدِيثِ فِي الْأَحَادِيثِ كَمِثْلِ الْإِبْرِيزِ فِي الذَّهَبِ۔

ترجمۂ حدیث: حقیقی تارک الدنیا:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زہد فی الدنیا یہ نہیں ہے کہ آدمی حلال چیز کو

(۱) القاموس الوحید: ۱/ ۷۲۱۔

اپنے اوپر حرام کر لے اور نہ یہ ہے کہ اپنا مال ضائع کر دے، لیکن زہد فی الدنیا در حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس مال پر جو اس کے قبضہ میں ہے اس سے زیادہ اعتماد و بھروسہ نہ ہو جتنا اس مال پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اور یہ کہ تم دنیا میں مصیبت کے ثواب میں رہو، یعنی جب کوئی مصیبت آئے تو اس سے زیادہ خوش ہو بنسبت اس کے کہ مصیبت نہ آئے دنیا میں، اور آخرت کے لیے انکار کی جائے۔ حدیث شریف کے راوی ہشام نے کہا کہ ابو ادریس خولانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اور حدیثوں میں اسی طرح ہے جیسے کندن سونے میں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں حقیقی تارک الدنیا اور زہد فی الدنیا کو بیان کیا گیا ہے چناں چہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ زہد فی الدنیا اور دنیا سے کنارہ کشی یہ نہیں ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی جانب سے حلال کردہ چیزوں کو استعمال کرنا چھوڑ دے اور ان کو اپنے اوپر حرام کر لے، مثلاً گوشت، حلواء اور میوہ کھانا ترک کر دے، اسی طرح نئے کپڑوں کا استعمال چھوڑ دے، اور شادی بیاہ سے دوری اختیار کر لے اور اسی کو زہد فی الدنیا سمجھ بیٹھے تو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ہرگز زہد فی الدنیا نہیں ہے قرآن مجید میں اللہ رب العزت والجلال نے ارشاد فرمایا: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۸۷﴾ اے ایمان والو! جن پاکیزہ چیزوں کو اللہ رب العزت نے تمہارے لیے حلال فرمایا ہے ان کو حرام نہ کرو۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قولہ: ولا فی اضاعۃ المال: اسی طرح مال کو برباد کرنا اسکو ضائع کرنا یہ بھی کوئی دنیا سے بے رغبتی اور کنارہ کشی نہیں ہے مثلاً کوئی شخص یہ سوچے کے مال ایمان کے لیے مضر اور فتنہ ہے لہٰذا اس کو سمندر میں ڈال دیا، یا نذر آتش کر دیا یا غنی اور فقیر میں امتیاز کئے بغیر لوگوں کو دیدیا تو یہ زہد فی الدنیا نہیں ہے بلکہ زہد فی الدنیا در حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مال و دولت کی شکل میں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کی حاجت وضرورت کے بقدر رو کے رکھے اور مابقیہ کو راہ خدا میں صدقہ کر کے اللہ رب العزت کا قرب حاصل کر لے۔

بخاری مسلم میں ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ بغرض عیادت ان کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت سعد نے نبی کریم ﷺ سے اپنے مال کے دو ثلث صدقہ کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی، تو آپ نے فرمایا نہیں، پھر آپ نے فرمایا ایک تہائی مال صدقہ کر سکتے ہو اور یہ بھی زیادہ ہے سنو! تم اپنے ورثاء کو اغنیاء چھوڑ و یہ بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو محتاج چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے کاسہ گدائی لیے پھرے۔

قولہ: ارغب منك فیها: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو جو کچھ بھی مصیبت اور آزمائش

ہوتی ہے اللہ پاک اس پر مومن کو اجر وثواب عطا فرماتا ہے حتی کہ اگر کوئی کانٹا بھی مومن کو چبھتا ہے تو اس پر بھی اللہ رب العزت اجر عطا فرماتا ہے اس لیے مومن کو چاہئے کہ اگر کوئی مصیبت و بلاء آئے تو اس کو خندہ پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ تحمل کرے اور اللہ کی تقدیر پر خوش اور راضی رہے اللہ تعالی اپنے مقرب اور محبوب بندے ہی کو آزماتا ہے مصیبت پر واویلا نہ مچائے بلکہ عدم مصیبت کے مقابلہ میں وجود مصیبت پر شاداں رہے، کیوں کہ یہ اجر وثواب اور آخرت میں ترقی درجات کا باعث ہے، نیز مصائب وآلام مومن کے گناہوں کے لیے کفارہ بھی ہیں لہٰذا مصائب پر جزع فزع نہ کرے، بلکہ اس پر اللہ تعالی سے اجر وثواب کی امید رکھے۔

ربیعہ کہتے ہیں کہ، رأس الزهاد جمع الاشياء بحقها، ووضعها في حقها سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ الزهد في الدنيا قصر الامل، ليس باكل الغليظ، ولا بلبس العباء

مروی ہے کہ ایک اعرابی نے بصری کے لوگوں سے دریافت کیا ہے کہ من سيد القوم في بلدكم؟ تمہارے شہر میں قوم کا سردار کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: حسن بصریؒ اس نے پوچھا، کس طرح وہ لوگوں کے سردار ہو گئے؟ جواب دیا کہ لوگ ان کے علم المعرفت کے محتاج ہیں اور وہ ان کے دنیاوی مال و دولت سے بے نیاز اور مستغنی ہیں۔

حدیث ہٰذا کا حکم:

حضرات ائمہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے اور اس کی سند کمزور ہے، واللہ اعلم۔

(۴۲۲۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ أَبِي خَلَّادٍ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ أُعْطِيَ زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ۔

ترجمۂ حدیث:

صحابی رسول حضرت ابو خلادؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ زہد فی الدنیا اس کو عطا کیا گیا ہے اور وہ کم گو ہے، تو اس سے قربت اختیار کرو، (اس کی صحبت میں رہو) کیوں کہ حکمت و دانائی (اس کے دل میں) ڈالی جائے گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے، کہ اللہ تبارک وتعالی نے جس بندے کو زہد فی الدنیا کی نعمت سے سرفراز کیا اور قلت کلام اور کم گویائی کی دولت سے مالا مال کیا اس کی صحبت میں رہنا چاہئے کیوں کہ اللہ پاک اس کے دل میں حکمت اور دانائی کی بات القاء فرمائیں گے تو اس سے اس کو بھی فائدہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ أَبِي السَّفَرِ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَمْرٍو الْقُرَشِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ.

ترجمہ حدیث: اللہ اور لوگوں کی نظروں میں محبوب بننے کا اکسیر نسخہ:

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے کہ جب میں اس پر عمل کروں تو اللہ تعالی مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ مجھ سے محبت کرنے لگے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر، اللہ تعالی تجھ سے محبت کرنے لگے گا، اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز اور مستغنی ہو جا لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔

تشریح حدیث:

شارحین نے لکھا ہے کہ کسی چیز کی طرف خواہش و میلان نہ رکھنے کو زہد کہتے ہیں اور کامل زہد یہ ہے کہ دنیا کی لذات میسر ہونے کے باوجود ان سے بے رغبتی اختیار کی جائے، چناں چہ بعض حضرات سے منقول ہے کہ اس شخص کے بارے میں زہد مقصود نہیں ہو سکتا ہے جو نہ مال و دولت رکھتا ہو اور نہ ہی جاہ و حشم کا مالک ہو بلکہ در حقیقت زاہد وہی شخص ہے جو مال و دولت اور جاہ و حشم کے باوجود ان کی لذات سے کنارہ کشی اور بے رغبتی اختیار کرے، مروی ہے کہ کسی شخص نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو یا زاہد کہہ کر مخاطب کیا تو انہوں نے فرمایا کہ زاہد تو بس حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ تھے جن کے دامن میں دنیا کے انبار تھے اور مال و دولت کی بہتات تھی اس کے باوجود دنیاوی لذات سے دور رہتے تھے ہمارے پاس کیا رکھا ہے کہ ہم زہد اختیار کریں، حاصل یہ ہے کہ در اصل زہد یہ ہے کہ لوازمات دنیا میں کھانے پینے اور پہننے کی فراوانی کے باوجود بقدر ضرورت پر قناعت کی جائے، اور فضولیات کو ترک کیا جائے۔

(۴۲۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ سَهْمٍ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ قَالَ نَزَلْتُ عَلَى أَبِي هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ طَعِينٌ فَأَتَاهُ مُعَاوِيَةُ يَعُودُهُ فَبَكَى أَبُو هَاشِمٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ مَا يُبْكِيكَ أَيْ خَالِ أَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ أَمْ عَلَى الدُّنْيَا فَقَدْ ذَهَبَ صَفْوُهَا قَالَ عَلَى كُلٍّ لَا وَلَكِنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْدًا وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ تَبِعْتُهُ قَالَ إِنَّكَ لَعَلَّكَ تُدْرِكُ أَمْوَالًا تُقْسَمُ بَيْنَ أَقْوَامٍ وَإِنَّمَا يَكْفِيكَ مِنْ ذَلِكَ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَدْرَكْتُ فَجَمَعْتُ

ترجمہ حدیث:

حضرت سمرہ بن سہم سے روایت ہے (جو ان ہی کی قوم کا ایک شخص ہے) کہ میں ابو ہاشم بن عتبہ کے پاس گیا ان کو برچھا لگا تھا چناں چہ حضرت معاویہؓ ان کی خدمت میں بغرض عیادت تشریف لائے تو ابو ہاشم رونے لگے، تو حضرت معاویہ نے عرض کیا اے ماموں جان! آپ کیوں رو رہے ہو، آیا درد کی شدت آپ کو بے چین کر رہی ہے یا دنیا کا رنج وغم؟ تو اس کا عمدہ حصہ تو گزر گیا ہے (اور خراب حصہ باقی رہا تو پھر اس کا کیا رنج ہے؟) ابو ہاشم نے کہا میں ان دونوں باتوں میں سے کسی کے لیے نہیں روتا لیکن رسول اکرم ﷺ نے مجھ کو ایک نصیحت کی تھی میری تمنا یہ ہے کہ کاش میں اس پر عمل کر لیا ہوتا، آپ نے فرمایا شاید تم ایسا زمانہ پاؤ جب لوگ قوموں کے درمیان مالوں کو تقسیم کریں گے تو اس وقت تجھ کو دنیا کے مالوں میں سے صرف ایک خادم اور ایک سواری اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے لیے کافی ہے لیکن میں نے دنیا کے مال کو پایا اور جمع کیا۔

تشریح حدیث:

قوله: أوجع يشئزك: يشئزك اى يقلقك یعنی کیا آپ کو درد کی شدت پریشان کر رہی ہے جس کے سبب رو رہے ہیں یا پھر دنیا کا رنج وغم آپ کو ستا رہا ہے جس کی وجہ سے آپ اشکبار ہیں۔

قوله: عهد الى عهدا اى اوصاني: یعنی رسول اکرم ﷺ نے مجھے ایک نصیحت اور ایک وصیت کی تھی لیکن افسوس کہ میں اس پر عمل نہ کر سکا جس کا رنج وغم مجھے اس وقت بے چین کر رہا ہے اور اس پر رو رہا ہوں اور وہ وصیت یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم ایک زمانہ ایسا پاؤ گے کہ تم لوگوں میں مالوں کو تقسیم کرو گے تو یاد رکھو! اس وقت تمہارے لیے صرف ایک خادم اور سواری کافی ہے جس پر سوار ہو کر تم راہ خدا میں اعداء اسلام سے قتال وجہاد کرو، لیکن میں نے دنیا کے مالوں کو پایا اور اس کو جمع کیا اور آپ کی وصیت پر عمل پیرا نہ ہو سکا جس کا غم آج مجھے ماہی بے آب کی طرح مضطرب کر رہا ہے اور اس فکر وسوچ میں رو رہا ہوں اور وصیت پر عمل نہ کرنے کے سبب آنسو بہا رہا ہوں۔

حدیث کا حکم:

محدثین کے نزدیک یہ حدیث درجہ حسن کی ہے، واللہ اعلم۔

(۴۲۳۰) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ اشْتَكَى سَلْمَانُ فَعَادَهُ سَعْدٌ فَرَآهُ يَبْكِي فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ مَا يُبْكِيكَ يَا أَخِي أَلَيْسَ قَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَلَيْسَ أَلَيْسَ قَالَ سَلْمَانُ مَا أَبْكِي وَاحِدَةً مِنَ اثْنَتَيْنِ مَا أَبْكِي ضِنًّا لِلدُّنْيَا وَلَا كَرَاهِيَةً لِلْآخِرَةِ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْدًا فَمَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ تَعَدَّيْتُ قَالَ وَمَا عَهِدَ إِلَيْكَ قَالَ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ يَكْفِي أَحَدَكُمْ مِثْلُ زَادِ الرَّاكِبِ وَلَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ تَعَدَّيْتُ وَأَمَّا أَنْتَ يَا

سَعْدُ فَاتَّقِ اللّٰهَ عِنْدَ حُكْمِكَ إِذَا حَكَمْتَ وَعِنْدَ قَسْمِكَ إِذَا قَسَمْتَ وَعِنْدَ هَمِّكَ إِذَا هَمَمْتَ قَالَ ثَابِتٌ فَبَلَغَنِي أَنَّهُ مَا تَرَكَ إِلَّا بِضْعَةً وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا مِنْ نَفَقَةٍ كَانَتْ عِنْدَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ بیمار ہوئے تو حضرت سعدؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں؟ حضرت سعدؓ نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اے میرے برادر! کیا آپ نے رسول اکرم ﷺ کی صحبت نہیں پائی اور شرف صحابیت سے بہرہ ور نہیں ہوئے؟ کیا بات تم میں نہیں ہے؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں ان دو باتوں میں سے ایک بات کی وجہ سے بھی نہیں روتا، نہ تو دنیا کی حرص کی وجہ سے بخیل کی راہ سے، اور نہ آخرت کو برا جاننے کی وجہ سے روتا ہوں بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ کو ایک نصیحت کی تھی اور میں اپنے تئیں دیکھتا ہوں کہ میں نے تجاوز کیا، حضرت سعدؓ نے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ نے کیا نصیحت کی تھی؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ رسول پاک ﷺ نے مجھ کو نصیحت کی تھی کہ تم میں سے ایک کو اس قدر دنیا کافی ہے جتنا سوار کو کافی ہوتا ہے لیکن میں اپنے تئیں دیکھتا ہوں کہ میں نے اس سے تجاوز کیا ہے، اور اے سعد! جب تو کوئی فیصلہ کرے تو اپنے فیصلہ اور حکم کے وقت اللہ سے ڈرنا، اور جب تو تقسیم کرے تو اللہ سے ڈر کر تقسیم کرنا، اور جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اللہ سے ڈر کر قصد کرنا۔

راوی حدیث حضرت ثابت کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ حضرت سلمانؓ نے صرف بیس یا اس پر کچھ زائد درہم چھوڑے جو ان کے خرچ کے لیے ان کے پاس تھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے بالکل واضح ہے۔

(۱۴۷۸) بَابُ الْهَمِّ بِالدُّنْيَا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں صرف تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابان بن عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب میں ذکر کردہ احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی سوچ وفکر کے تمام تر پہلو صرف دنیا کے حصول میں لگائے گا تو اللہ تعالی اس کے کام کو پریشان کر دے گا اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں لکھی ہے اور جس نے اپنی سوچ وفکر کی تمام تر صلاحیت کو آخرت کے حصول اور رضاء خداوندی کی طلب میں صرف کی تو اللہ تعالی اس کے تمام کام درست کر دے گا اور دنیا جھک کر اس کے قدموں میں آ گرے گی، اس لیے اپنی فکر و سوچ کو آخرت کے لیے صرف کرنی چاہیے دنیا تو نوشتہ تقدیر کے بقدر مل کر رہے گی۔

(۴۲۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ

عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مِنْ عِنْدِ مَرْوَانَ بِنِصْفِ النَّهَارِ قُلْتُ مَا بَعَثَ إِلَيْهِ هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا لِشَيْءٍ سَأَلَ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سَأَلَنَا عَنْ أَشْيَاءَ سَمِعْنَاهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَرَّقَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ جَمَعَ اللَّهُ لَهُ أَمْرَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابان بن عثمانؓ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ ٹھیک دوپہر کے وقت مروان کے پاس سے نکلے، میں نے کہا اس وقت مروان نے زید بن ثابتؓ کو بلا بھیجا ہے تو ضرور کسی چیز کے بارے میں اس سے سوال کرے گا، چناں چہ انہوں نے فرمایا کہ مروان نے ہم سے چند باتیں معلوم کیں جن کو ہم نے جناب رسول اکرم ﷺ سے سنا تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ جس شخص کی سب سے بڑی فکر صرف دنیا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو تفریق کر دے گا اور فقر وفاقہ اس کی نگاہوں کے سامنے کر دے گا، اور دنیا اس کو اتنی ہی ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں لکھی ہوگی اور جس کی نیت اصل آخرت کی طرف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کام درست کر دے گا، اور اس کے قلب میں بے نیازی ڈال دے گا، اور دنیا اس کے پاس جھک مار کر آئے گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی زندگی کا مقصد اعظم دنیا کے حصول اور مال و دولت کے وجاہ ومنصب کی طلب کو بنالیا، جینے کا مقصد صرف اور صرف دنیا ہی دنیا ہو اپنا اوڑھنا بچھونا دنیا طلبی کو بنالے اور آخرت کو بالکل فراموش کر دے اور خدا تعالیٰ کی یاد سے بالکل غافل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کو متفرق کر دیتا ہے اور اس میں اضطراب و بے چینی ڈال دیتا ہے سکون قلبی کی نعمت اس سے سلب کر لیتا ہے اور اس کی نگاہوں کے سامنے فقر وفاقہ اور تنگدستی کر دیتا ہے اور دنیا نوشتہ تقدیر کے بقدر ہی حاصل ہوتی ہے لاکھ جتن کے باوجود دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی مقدر ہو چکی ہے۔ اس کے برخلاف جس نے اپنی زندگی اور حیات کا مقصد رضائے الٰہی بنالیا اور اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے اپنی زندگی کے لیل ونہار کو بگاڑ لیا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو درست کر دیتا ہے اور دنیا سے بے رغبتی و بے نیازی اس کے قلب میں ڈال دیتا ہے وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور مال و دولت کی طرف اس کی نظر قطعاً نہیں ہوتی ہے دنیا کی محبت اس کے دل میں بالکل نہیں ہوتی ہے اور دنیا اس کے پاس جھک مار کر آتی ہے جو دنیا کو طلب کرتا ہے دنیا اس سے بھاگتی ہے اور جو دنیا سے بھاگتا ہے دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔

واقعہ:

بانی دار العلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کا واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ چھتہ مسجد میں تشریف فرما تھے کسی نے آپ کو ایک خطیر رقم دینے کی کوشش کی تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ تو اس شخص نے خفیہ طور پر حضرت کے جوتے میں روپیہ ڈال کر چلا گیا جب حضرت نانوتوی نے دیکھا تو فرمایا نانوتوی جس سے بھاگتا ہے وہ جوتے میں ذلیل ہو کر آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا کے مال و دولت سے کنارہ کشی اختیار کرے گا تو دنیا اس کے پاس خود بخود کشاں کشاں آئے گی۔

(۴۲۳۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصْرِيِّ عَنْ نَهْشَلٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ الْمَعَادِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللهُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهِ هَلَكَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص تمام فکروں کو چھوڑ کر صرف ایک فکر لے گا یعنی آخرت کی فکر تو اللہ تعالیٰ اس کی جانب سے دنیا کی فکر سے کافی ہو جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا کی فکر اپنے ذمہ لے گا اور دنیا کی تمام ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو جائے گا) اور جو شخص دنیا کے احوال میں طرح طرح کی فکریں لگا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ جس وادی میں بھی ہلاک ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی تمام تر افکار و خیالات اور جملہ استعداد و صلاحیت کو صرف اپنے دین اور آخرت بنانے میں لگائے اور اپنی تمام قوت و صلاحیت کو آخرت کو سنوارنے میں لگائے اور خدائے وحدہ لاشریک لہ کی رضاء جوئی میں صرف کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام افکار اور ہموم و غموم کی جانب سے کافی ہو جاتا ہے اور دست غیب سے اس کی تمام ضرورت کی تکمیل کرتا ہے، اس کے برخلاف جو شخص دنیا کی طرح طرح کی فکروں میں لگا رہے ننانوے اور سو کے چکر میں اپنی قیمتی متاع حیات کو صرف کر دے اور آخرت کو بالکل فراموش کر دے اور ذکر الٰہی سے بالکل غافل ہو جائے تو وہ ہلاکت و بربادی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے کسی بھی وادی میں ہلاک ہو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں، اللہ رب العزت اس کو اسی حالت پر چھوڑ دے گا، اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو حطام دنیا کو جمع کرنے میں صرف کرتے ہیں اور آخرت کی فکر سے غفلت برتتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۴۲۳۳) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَدْ رَفَعَهُ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ.

ترجمۂ حدیث: عبادت الٰہی میں مشغول ہونا غنیٰ قلبی کا ذریعہ:

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ راوی حدیث ابو خالد کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس کو مرفوعاً روایت کیا، کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تو دل بھر کر میری عبادت کر میں تیرے سینہ کو غنی سے بھر دوں گا اور تیرے فقر وتنگدستی کو دور کردوں گا۔ اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دل کو دنیا کے بکھیڑوں سے بھر دوں گا، اور تیرے فقر وتنگدستی کو دور نہیں کروں گا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کا قلب ودماغ ہر قسم کے شرک وبدعت سے پاک وصاف ہو اور اس کا قلب وجگر نور توحید سے منور وتاباں ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت، ریاضت، اطاعت وفرمابرداری میں اپنا وقت لگائے جی بھر کر اللہ پاک کی عبادت کرے، اللہ تعالی فرماتا ہے اے ابن آدم! تو خوب جی بھر کر میری عبادت وریاضت کر لے تیرا دل مالداری اور غنی سے بھر دوں گا اور فقر وفاقہ کو تجھ سے دور کردوں گا، دنیا کی مال ودولت تیرے قدموں میں نچھاور ہوگی، اور اگر تو ایسا نہیں کریگا اور میری عبادت نہیں کرے گا میں تیرے قلب ودماغ میں بے چینی وبے قراری اور عدم سکون ڈالدوں گا، اور دنیا کے تمام ہموم وغموم تیرے سینہ میں ڈال دوں گا اور فقر وفاقہ تجھ سے دور نہیں کروں گا پھر تجھے کہیں بھی راحت وآرام اور چین وسکون نہیں ملے گا راحت وسکون اللہ پاک کا ایک گراں قدر نعمت ہے جو اللہ تعالی اپنے مخلص ومتبع اور فرماں بردار بندے کو عطا فرماتا ہے لہٰذا اے ابن آدم! اگر تو سکون قلبی کا طالب ہے تو پھر اللہ کا بن، اور صرف اس کی عبادت کر، پھر دیکھنا دنیا اور آخرت میں مزا ہی مزا ہے۔

(۱۴۷۹) بَابُ مَثَلُ الدُّنْيَا

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت مستوردؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اس باب میں ذکر کردہ احادیث میں دنیا کی مثال اور حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اور دنیا کی حقیقت کو مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے جس کی تفصیلات احادیث میں آرہی ہیں۔

(۴۲۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُسْتَوْرِدَ أَخَا بَنِي فِهْرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَا مَثَلُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَثَلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ.

ترجمۂ حدیث: دنیا کی مثال واقعی:

حضرت مستوردؓ (جو قبیلہ بنی فہر سے تعلق رکھتے تھے) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ کتنا پانی اس کی انگلی میں لگتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالے، تو وہ دیکھے گا کہ اس کی انگلی سمندر سے محض تری یا صرف ایک آدھ قطرہ پانی لے کر واپس آئی ہے پس اس طرح سمجھنا چاہئے کہ آخرت کا زمانہ اور وہاں کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کا زمانہ اور دنیا کی نعمتیں اسی قدر قلیل و کمتر اور بے حیثیت ہیں جس قدر سمندر کے مقابلہ میں اس کی انگلی میں لگا ہوا پانی، بلکہ اگر غور کیا جائے تو حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تمثیل بھی محض لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہے ورنہ متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی ہے، پانی کا وہ ایک قطرہ جو سمندر سے باہر آیا ہے اپنی کم تری و بے وقعتی کے باوجود سمندر سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور رکھتا ہے مگر دنیا آخرت کے مقابلہ میں اس قدر بھی نسبت نہیں رکھتی ہے۔

صاحب مرقات ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ نہ تو نہایت جلد فنا ہو جانے والی دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں پر مغرور ہو اور نہ اس کی سختیوں اور پریشانیوں پر روئے، پیٹے، اور نہ شکوہ شکایت کرے بلکہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیم کے مطابق یہی کہے کہ اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ: اے اللہ! اصل زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے نیز اس حقیقت کو بھی ملحوظ رکھے کہ یہ دنیا مزرعۃ الآخرۃ ہے یہاں کی زندگانی پس ایک ساعت کی ہے لہٰذا اس ایک ساعت کو گوانے کے بجائے طلب الٰہی میں مصروف رکھنا ہی زیادہ دانشمندی اور عقل مندی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۳۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ اضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَأَثَّرَ فِي جِلْدِهِ فَقُلْتُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ كُنْتَ آذَنْتَنَا فَفَرَشْنَا لَكَ عَلَيْهِ شَيْئًا يَقِيكَ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنَا وَالدُّنْيَا إِنَّمَا أَنَا وَالدُّنْيَا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا.

ترجمۂ حدیث: دنیا کے عیش وآرام سے آپ کی بے رغبتی:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک بورئے پر لیٹے، تو آپ کے جسمِ مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کاش کہ آپ ہمیں اجازت مرحمت فرماتے تو ہم آپ کے لیے اس پر کچھ بچھا دیتے جو آپ کو اس سے محفوظ رکھتا، (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور دنیا میں نہیں ہوں مگر اس طرح کہ جس طرح کسی مسافر نے کسی درخت کے پیچھے سایہ حاصل کیا پھر تھوڑی دیر میں وہاں اس کو چھوڑ کر چل دئے۔

تشریح حدیث:

قولہ: ما انا والدنیا: مشکوۃ شریف میں مالی وللدنیا کے الفاظ ہیں حدیث شریف میں لفظ ما نفی کے لیے ہے اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مجھے اس دنیا کے ساتھ کچھ الفت ومحبت ہے اور نہ اس دنیا کو میرے ساتھ کوئی الفت ومحبت ہے کہ میں اس دنیا کے تئیں کوئی رغبت وچاہت رکھوں، اور اس کا عیش وآرام چاہوں اور اس کی بے آرامی سے بچنے کے لیے اس کی آرام دہ چیزوں جیسے نرم گدے، بستر اور نفیس واعلی کپڑوں کا مالک بنوں۔

اس حدیث شریف میں لفظ ما کو حرف استفہامیہ بھی لیا جا سکتا ہے اس صورت میں اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ مجھ کو اس دنیا سے کون سی الفت ومحبت ہے، اس دنیا کی طرف میری رغبت ومیلان سے یا میری طرف سے اس دنیا کی رغبت والفت سے مجھے کون سی نفع بخش چیز حاصل ہوگی؟ کیوں کہ میں تو آخرت کا طلبگار ہوں اور یہ دنیا اس آخرت کی سوکن اور ضد ہے۔

درخت کے سائے سے فائدہ اٹھانے کے ضمن میں خاص طور پر سواری کا ذکر کرنا اس درخت کے نیچے اس کے ٹھہرنے کی مدت کے قلیل ہونے اور جلد ہی وہاں سے رخصت ہو جانے کی بنا پر ہے یعنی یہ بات سب جانتے ہیں کہ کسی درخت کے سائے سے فائدہ اٹھانے والا اگر کوئی سوار مسافر ہوا اور وہ اپنی سواری سے اترے بغیر اس درخت کے نیچے کھڑا رہے تو وہ وہاں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا، بلکہ بہت قلیل مدت وہاں کھڑے ہو کر سایہ حاصل کر کے آگے چل دے گا نیز سواری کی مثال کرنے سے اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح کسی مسافر کی منزل مقصود جب دور ہوتی ہے تو وہ دوران سفر کسی راحت وآرام کی زیادہ پرواہ کئے بغیر زیادہ سے زیادہ راستہ طے کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہاں وہاں زیادہ دیر رک کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرتا ہے اسی طرح ہم بھی اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہیں ہماری منزل مقصود یعنی آخرت بہت دور ہے اور اس کا راستہ مکارہ اور خاردار جھاڑیوں سے بھرا ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے آخرت کے راستہ کو زیادہ سے زیادہ طے کرنے کی سعی کریں۔ اور کسی بھی ایسی چیز کی طرف ملتفت اور مائل نہ ہوں جو منزل مقصود کی طرف ہمارے سفر میں رکاوٹ بن سکے۔ (مظاہر حق جدید: ۶/ ۲۹)

(۴۲۳۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ وَمُحَمَّدُ الصَّبَّاحِ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَإِذَا هُوَ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ شَائِلَةٍ بِرِجْلِهَا فَقَالَ أَتُرَوْنَ هَذِهِ هَيِّنَةً عَلَى صَاحِبِهَا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى صَاحِبِهَا وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا قَطْرَةً أَبَدًا.

ترجمہ حدیث: عنداللہ دنیا کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں:

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقام ذی الحلیفہ میں تھے، کہ آپ نے دیکھا کہ ایک مردہ بکری پیر اٹھائے ہوئے پڑی تھی، آپ نے (اسے دیکھ کر) فرمایا تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بالیقین دنیا اللہ کے نزدیک اس مردہ بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہے اس کے مالک کے نزدیک اگر دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تبارک وتعالی کسی کافر کو ایک قطرہ پانی بھی نہ دیتا۔

تشریح حدیث:

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی مثال مردہ بکری کے اس بچہ کے ساتھ اس لیے دی ہے تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح مردہ بکری کے بچہ کی کوئی حیثیت ووقعت مالک کی نظر میں نہیں ہے اسی طرح دنیا بھی اللہ کی نظر میں کوئی حیثیت ووقعت نہیں رکھتی ہے بلکہ دنیا ایک ذلیل وحقیر چیز ہے یہ اس قابل ہرگز نہیں کہ انسان اس کی محبت وطلب میں آخرت کے نفع ونقصان کو فراموش کر بیٹھے، بلکہ اصل چیز آخرت کی محبت وطلب ہے، جہاں کی زندگی بھی لافانی ہے اور جس کی نعمتیں بھی لازوال ہیں لہٰذا مقصود زندگی آخرت کی طلب ومحبت ہونی چاہئے، نہ کہ دنیا کی محبت وطلب کیوں کہ یہ فرمایا گیا ہے، ''حب الدنیا رأس کل خطیئۃ، دنیا کی محبت وچاہت اور اس میں جینے کی تمنا ہر گناہ کی جڑ ہے، جیسا کہ ارشاد ہے ترک الدنیا رأس کل عبادۃ دنیا سے بے التفاتی وبے اعتنائی ہر عبادت کی بنیاد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہونے والا اپنے اعمال وعبادات میں مخلص وپاکیزہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ہر کام کسی فاسد غرض ولالچ کی آمیزش رکھتا ہے خواہ وہ کوئی دینی ومذہبی کام ہی کیوں نہ کرے، اس کے برخلاف جو شخص دنیا سے بے اعتنائی وبے التفاتی کرتا ہے اس کے ہر عمل میں اخلاص وپاکیزگی کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اور ہر کام میں آخرت ہی کا مفاد ہوتا ہے خواہ وہ کسی دنیاوی کام ہی میں کیوں نہ مشغول ہو، اسی لیے کسی عارف نے کہا کہ جس نے دنیا کو اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز بنا لیا ہے اس کو تمام مشائخ ومرشدین مل کر بھی راہ راست پر نہیں لگا سکتے ہیں اور جس نے دنیا سے بے رغبتی کو اپنا شیوہ بنا لیا اس کو دنیا بھر کے مفسد وبدکار لوگ بھی راہ راست سے گمراہ نہیں کر سکتے ہیں معلوم ہوا کہ

تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے، اور تمام نیکیوں کی بنیاد دنیا سے بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے۔

لو كانت لدنيا تزن عند الله جناح بعوضة الخ: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کی نظر میں اس دنیا کی کچھ بھی حیثیت ہوتی، تو اس دنیا کی کوئی ادنی ترین چیز بھی کسی کافر کو نصیب نہ ہوتی، کیوں کہ کافر خدا تعالی کا دشمن ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز کچھ بھی قدر و قیمت اور حیثیت رکھتی ہے آدمی اپنے کسی دشمن کو ہرگز نہیں دیتا ہے لہٰذا دنیا کے بے وقعت اور نہایت حقیر ہونے ہی کا سبب ہے کہ اللہ تعالی یہ دنیا کافروں کو دیتا ہے لیکن اپنے محبوب اور پیارے بندے کو نہیں دیتا، جیسا کہ ایک حدیث شریف میں اس طرف یوں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ:

مارويت الدنيا عن احد الا كانت خيرة له: دنیا کے مال وجاہ کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جسکے لیے دنیا ہی بہتر ہوتی ہے۔

نیز کفار اور فجار فساق دنیا میں زیادہ خوشحال اور متمول نظر آتے ہیں تو اس کا سبب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالی کی نظر میں یہ دنیا بڑی کمینی اور ذلیل چیز ہے جس کو وہ اپنے دوست اور نیک بندوں کے لیے اچھا نہیں سمجھتا ہے بلکہ اس کو کوڑہ کرکٹ کی طرح ان لوگوں کے سامنے ڈال دیتا ہے جس سے اس کو نفرت ہوتی ہے چناں چہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لولا ان يكون الناس امة واحدة لجعلنا لمن يكفر بالرحمن لبيوتهم سقفاً من فضة: اگر یہ بات (متوقع) ہوتی کہ (قریب قریب) تمام لوگ ایک ہی طریقہ کے (یعنی کافر) ہوجائیں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے۔

نیز قرآن کریم کی ان آیات **وما عند الله خير للابرار** اور **ورزق ربك خير وابقى** سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۳۷) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُسْتَوْرِدُ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ إِنِّي لَفِي الرَّكْبِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ أَتَى عَلَى سَخْلَةٍ مَنْبُوذَةٍ قَالَ فَقَالَ أَتُرَوْنَ هَذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا

ترجمۂ حدیث: اللہ کے نزدیک دنیا کی وقعت ومقام:

حضرت مستورد بن شدادؓ کہتے ہیں کہ میں چند سواروں کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا، کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ ایک بکری کے مردہ بچہ کے پاس سے گزرے جو راستہ میں پھینک دی گئی تھی، آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ مالک کی نظر میں حقیر وذلیل ہے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا بے شک مالک کی نظر میں حقیر وذلیل ہے تبھی تو اس کو

پھینک دیا ہے، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، البتہ دنیا اللہ تبارک وتعالی کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل اور بے حیثیت ہے جتنا یہ اپنے مالک کے نزدیک ذلیل و بے حیثیت ہے۔

تشریح حدیث: قد مر شرح الحدیث قبل ذالك۔

(۴۲۳۸) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو خُلَيْدٍ عُتْبَةُ بْنُ حَمَّادٍ الدِّمَشْقِيُّ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ضَمْرَةَ السَّلُولِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ أَوْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا۔

ترجمۂ حدیث: دنیا کی مذمت کا بیان:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ تبارک وتعالی کا ذکر اور جس کو اللہ تبارک وتعالی پسند کرتا ہے یا عالم یا متعلّم۔

تشریح حدیث:

اس ارشاد نبوی کا مقصد لوگوں کو دنیا سے بے رغبت کرنا اور اس بات کی تعلیم دینا ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تبارک وتعالی نے ناپسند کیا ہے جیسے تمام حرام اور ناجائز امور، ان سے اجتناب کرو کہ مبادا ان چیزوں کے اختیار کرنے کی وجہ سے تم بھی راندۂ درگاہ قرار پا جاؤ گے، اور جو چیزیں عند اللہ مقبول و پسندیدہ ہیں ان کو اختیار کرو تا کہ تم بھی مقبول بارگاہ خداوندی بن جاؤ۔ خدا کی پسندیدہ چیزوں سے مراد وہ تمام عبادات و اعمال ہیں جو خدا تعالی کے تقرب کا ذریعہ اور خدائے وحدہ لاشریک لہ کی خوشنودی کا سبب بنیں، یا پھر ما والاہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ذکر اللہ کے قریب اور اس کے مشابہ ہیں جیسے انبیاء و اولیاء اور صلحاء کے حالات کے فضائل اور اعمال صالحہ، یا اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ذکر اللہ کے تابع اور اس کے لوازمات و مقتضیات میں سے ہیں، جیسے احکام خداوندی کی اتباع اور فرماں برداری۔

اور ذکر اللہ سے مراد وہ عمل خیر ہے جو اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے اس معنی کے اعتبار سے تمام ہی عبادتیں اور اطاعتیں ذکر اللہ کے مفہوم میں داخل ہوں گی اور پھر لفظ ما والاہ سے وہ چیزیں مراد ہوں گی جو ذکر اللہ کے اسباب و ذرائع ہونے کی وجہ سے اس کا باعث اور معین و مددگار ہوتی ہے یہاں تک کہ بقدر کفاف کھانا پینا اور ضروریات زندگی کی دیگر چیزوں کا شمار بھی اسباب میں ہوگا، اس صورت میں یوں کہا جائے گا کہ بعد میں عالم اور متعلّم کا ذکر تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ہے واللہ اعلم۔

الغرض دنیا کی تمام چیزیں اور خود دنیا عند اللہ ملعون ہے صرف ذکر الٰہی اور اس کے اسباب و ذرائع محمود اور مطلوب ہیں۔

(۴۲۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ.

ترجمۂ حدیث: دنیا ایمان والوں کے لیے قید خانہ:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

تشریح حدیث: قولہ: الدنیا سجن المومن: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے:

مومن کے لیے دنیا قید خانہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص قید خانہ میں بند ہو اور وہاں جیل میں محبوس ہو تو وہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور طرح طرح کی مشقتیں جھیلتا ہے اسی طرح مومن کے لیے یہ دنیا گویا ایک قید خانہ ہے جہاں اس کو محنت و مشقت اور مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے منکرات منہیات اور خلاف شرع امور سے اپنے آپ کو بچانا پڑتا ہے نفس کی آزادی اور بے راہ روی کو ختم کرنا پڑتا ہے اور طاعات و عبادات کی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں یہ مومن اس دنیا کو ایک ایسی جگہ محسوس کرتا ہے جہاں تنگی و دکھن ہوتی ہے اور جہاں بود و باش اختیار کرنے کو وہ پسند نہیں کرتا ہے چناں چہ وہ ہر وقت یہی خواہش رکھتا ہے کہ وہ اس تنگ و تاریک جہاں سے نکل جائے اور عالم ملکوت کی وسعتوں کو اپنی جولان گاہ بنالے، جس طرح جیل میں محبوس شخص اس سے نکلنے کی تمنا میں لیل و نہار گزارتا ہے اسی طرح مومن دنیا سے نکل کر آخرت میں جانے کی تمنا اور خواہش میں دن رات کو گن گن کر گزارتا ہے اور اللہ تعالی سے ملاقات کے لیے بے قرار و بے چین رہتا ہے۔

قولہ: وجنت الکافر: دنیا کافر کے لیے جنت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر چوں کہ اپنا مقصد زندگی دنیا کا حصول سمجھتا ہے اسی لیے وہ اپنی تمام تر سعی و کوشش اور جد و جہد دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں کے حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے پھر وہ دنیا کی لذات و شہوات میں مشغول و منہمک ہو جاتا ہے اس لیے یہ دنیا ایک عشرت کدہ بن جاتی ہے جہاں سے نکلنا اس کو گوارہ نہیں ہوتا ہے۔

بعض حضرات کی رائے گرامی یہ ہے کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو آخرت میں جو اجر و ثواب ملے گا اور اس کو وہاں جن نعمتوں اور راحتوں سے نوازا جائے گا ان کی بنسبت یہ دنیا ان کے حق میں گویا قید خانہ ہے اور کافر کو آخرت میں جس ردناک عذاب سے دو چار ہونا پڑے گا اس کے مقابلہ میں وہ اس دنیا کو جنت تصور کرے گا گویا اس کے حق میں دنیا جنت تھی۔

(۴۲۴۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

أَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِي فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ كُنْ فِي الدُّنيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ كَأَنَّكَ عَابِرُ سَبِيلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ.

ترجمۂ حدیث: دنیا میں ہمیشہ ایک مسافر کی طرح رہنا چاہئے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے میرے جسم میں سے کوئی عضو پکڑا اور فرمایا اے عبداللہ! دنیا میں اس طرح رہ جیسے ایک مسافر رہتا ہے، یا جیسے راہ چلتا رہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کر۔

تشریح حدیث:

قوله: اخذ رسول الله ﷺ بعض جسدي: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑا، مشکوۃ شریف میں روایت جو بخاری کی ہے صراحت ہے **اخذ رسول الله ﷺ بمنكبي**، رسول اکرم ﷺ نے میرا مونڈھا پکڑا، آپ کا یہ پکڑنا خوب زیادہ متوجہ کرنے کے لیے تھا لفظ **بمنكبي** حرف یا کے سکون کے ساتھ بصیغہ مفرد ہے، لیکن بعض روایت میں حرف یا کی تشدید کے ساتھ بصیغہ تثنیہ آیا ہے یعنی رسول اکرم ﷺ نے دونوں مونڈھے پکڑ کر فرمایا کہ اے عبداللہ! تو دنیا میں اس طرح زندگی گزار گویا تو ایک مسافر یا راہ گیر ہے، یعنی یہ دنیا سرائے فانی ہے اس کی طرف رغبت نہ کر، اور اس میں جی نہ لگا، کیوں کہ آج نہیں تو کل اس کو ہر حال میں چھوڑنا ہی ہے اور سفر آخرت پر روانہ ہونا ہے۔ پس نہ تو اس دنیا کو اپنا وطن قرار دے اور نہ اس کے ساز و سامان اور اس کی لذتوں کی الفت و چاہت میں مبتلا ہو، اور نہ لوگوں کے ساتھ زیادہ خلط ملط رکھ، بلکہ اپنے کو ان سے یکسو کر لے، کیوں کہ جدائی کی گھڑی ہر وقت تیرے سر پر کھڑی ہے نہ معلوم کب تجھ کو جدا ہونا پڑ جائے اور اس دنیا میں اپنی بقا کا گمان نہ کر ان چیزوں کے ساتھ تعلق نہ پکڑ، جن کے ساتھ وطن اور گھر بار سے دور کوئی مسافر تعلق نہیں پکڑتا اور نہ ان چیزوں کے ساتھ مشغول ہو جن کے ساتھ کوئی مسافر مشغول ہرگز نہیں ہوتا اور نہ وہ مسافر منہمک ہوتا ہے جو اپنے وطن اور اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

قوله: كانك عابر سبيل: دنیا میں ایک راہ چلتا مسافر کی طرح زندگی گزار، ان الفاظ کے ذریعہ اور زیادہ مبالغہ کرنا مقصود ہے کہ مسافر تو دوران سفر کہیں ٹھہر بھی جاتا ہے اور چند دن کے لیے کسی مقام پر اقامت پزیر بھی ہو جاتا ہے لیکن جو راہ گیر ہوتا ہے وہ اپنی منزل مقصود کی جانب چلتا ہی رہتا ہے کسی جگہ بھی بالکل قیام نہیں کرتا ہے، حاصل یہ ہے کہ بندہ مومن کا حقیقی وطن آخرت ہے جنت ہے اس کو اس دنیا میں کسی مسافر کی طرح رہنا اور بسنا چاہئے جو اپنے وطن اور گھر سے دور کسی سرائے میں بہت قلیل مدت کے لیے قیام کیا ہوا ہو، جو نہ دنیا کے بہت ساز و سامان کو جمع کرتا ہے نہ لوگوں سے حسد و بغض پیدا کرتا ہے کیوں کہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس کو ہمیشہ یہاں رہنا نہیں ہے چند روز میں جانا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر راہ چلتے کی طرح زندگی بسر

کرنا چاہئے جو نہیں چاہتا ہے کہ اس کے پاس ہلکے سے ہلکا بوجھ بھی اس کے اوپر ہو، الغرض دنیا کی بے ثباتی اور زوال وفنا کو ہمیشہ نظر کے سامنے ملحوظ رکھنا چاہئے، اور جب شام کرے تو صبح ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے، اور جب صبح کرے تو شام ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے بلکہ موت کو ہر وقت سامنے تصور کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو ہمیشہ اہل قبور میں شمار کرنا چاہئے۔

(۱۴۸۰) بَابُ مَنْ لَا يُؤْبَهُ لَهُ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل میں پانچ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت حارثہ بن وہبؓ، حضرت ابوامامہؓ، اور حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہیں، اس باب کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے مقرب اور محبوب بندے ہوتے ہیں جو اہل دنیا کی نظر میں بے حیثیت اور بے وقعت ہوتے ہیں اگر وہ کسی کی سفارش کریں تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی، پراگندہ حال اور پراگندہ بال ہوتے ہیں لوگ اس کو مجنون دیوانہ سمجھتے ہیں لیکن عند اللہ ان کا مقام ومرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی چیز کے بارے میں قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کردیتے ہیں۔

(۴۲۴۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكَ عَنْ مُلُوكِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ رَجُلٌ ضَعِيفٌ مُسْتَضْعَفٌ ذُو طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ

ترجمۂ حدیث: جنت کا بادشاہ:

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تجھ سے یہ بیان نہ کروں کہ جنت کا بادشاہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں ضرور بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا جو شخص کمزور ناتواں ہو لوگ اس کو کمزور سمجھیں اور وہ پرانے کپڑے پہنا ہو، اس کی کوئی حیثیت نہ ہو، (لیکن) اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کردکھاتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ مقرب ومحبوب بندے ایسے ہوتے ہیں جو ظاہری زیب وزینت اور عزت وشہرت سے دور رہتے ہیں، کپڑے بھی پھٹے پرانے زیب تن کئے ہوتے ہیں بال بھی پراگندہ ہوتے ہیں، لوگوں کی نظر میں ان کا کوئی مقام اور مرتبہ نہیں ہوتا لوگ ان کو ناتواں اور کمزور اور ذلیل سمجھتے ہیں، سماج ومعاشرہ میں کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ہوتی، اگر وہ کسی کے بارے میں شفاعت کریں تو شفاعت بھی قبول نہیں کی جاتی، اگر کسی کے پاس نکاح کا پیغام بھیجیں تو اس پر دھیان بھی نہیں دیا جاتا، لیکن وہ عند اللہ اس قدر بلند وبالا مقام پر فائز ہوتے ہیں اور خدا کے نزدیک

اس قدر محبوب ہوتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے بارے میں اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتے ہیں اور انہیں سچا کر دکھاتے ہیں۔

قوله: لو اقسم على الله لابره: معناه: لو حلف يميناً طمعا في كرم الله تعالى بابراره لابره، وقيل: لو دعاه لاجابه، يقال ابررت قسمه وبررته والاول هو المشهور (۱)۔

(۴۲۴۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ

ترجمۂ حدیث: جنتی اور دوزخی:

حضرت حارثہ بن وہبؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو نہ بتلاؤں کہ جنتی کون ہے؟ ہر ایک ضعیف وناتواں جن کو لوگ کمزور جانیں، (جنتی ہیں) کیا میں تم لوگوں کو نہ بتلاؤں کہ دوزخی لوگ کون ہیں ہر سخت مزاج، بہت روپیہ جوڑنے والا، متکبر، (دوزخی ہیں)

تشریح حدیث:

قوله: عتل: هو الشديد الجافي، والغليظ من الناس، لفظ عُتُلّ عین اور تا کے ضمہ کے ساتھ ہے سخت مزاج، الجافي الشديد الخصومة الباطل۔

جوّاظ: الجواظ: الجموع، بہت زیادہ جمع کرنے والا، مال ودولت جوڑ جوڑ کر رکھنے والا، المنوع: خوب زیادہ روکنے والا، یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرنے والا، وقيل الكثير اللحم، المختال فى مشيه، وقيل القصير البطين، (۲) اکڑ کر چلنے والا، اجڑ، اکھڑ، بسیار خور، جواظ اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔

مستکبر: استکبار، تکبر غرور وگھمنڈ کرنے والا۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا صفات قبیحہ کے ساتھ متصف ہو وہ دوزخی ہے، یعنی ان صفات کے حامل شخص کے لیے دوزخ کا عذاب ہے الا یہ کہ اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہو جائے، تو یہ اور بات ہے ورنہ تو ضابطہ کے اعتبار سے وہ دوزخ کا مستحق ہو چکا ہے۔

(۴۲۴۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَغْبَطَ النَّاسِ عِنْدِي

(۱) اهداء الديباجه: ۵/ ۴۷۳ (۲) النهاية: ۱/ ۳۱۶

مُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنْ صَلَاةٍ غَامِضٌ فِي النَّاسِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ كَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا وَصَبَرَ عَلَيْهِ عَجِلَتْ مَنِيَّتُهٗ وَقَلَّ تُرَاثُهٗ وَقَلَّتْ بَوَاكِيهِ.

ترجمۂ حدیث: قابل رشک شخص:

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ جس پر لوگوں کو رشک کرنا چاہئے، میرے نزدیک وہ مومن ہے جو ہلکا پھلکا ہو اور نماز میں اس کو راحت ملتی ہو، لوگوں میں پوشیدہ ہو، لوگ اس کی پرواہ نہ کرتے ہوں، اس کا رزق صرف بقدر کفاف ہو، اور وہ اس پر صبر کرے، اس کی موت جلد واقع ہو جائے، اس کا مال وراثت کم ہو، اور اس پر رونے والے تھوڑے ہوں۔

تشریح حدیث:

قولہ: خفیف الحاذ: ای خفیف الحال او خفیف الظھر من العیال۔ حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جو مسلمان دنیاوی مال و دولت کے بوجھ سے ہلکا پھلکا ہو، اور اہل وعیال سے ہلکا پھلکا ہو، نماز وعبادت میں لذت راحت اور حلاوت وچاشنی محسوس کرنے والا ہو، لوگوں کی نظر میں پوشیدہ اور مخفی ہو، لوگ اسے جانتے اور پہنچانتے بھی نہ ہوں۔ روزی اور مال بھی صرف نان شبینہ کے واسطے بقدر کفاف بمشکل زندگی بسر کرنے کے مطابق ہو، اور وہ اس پر صبر وشکر کرے، اس کی موت جلد واقع ہو جائے، اور دنیا کی مشکلات سے نکل کر جنت وآخرت کی وسعتوں میں چلا جائے، بعد مرنے کے اس کے مال وراثت بھی قلیل ہو، اور اس کی موت پر آنسو بہانے والے بھی تھوڑے ہوں، وہ قابل رشک اور لائق غبطہ ہے ایسا مسلمان بہت خوش نصیب ہے۔

(۴۲۴۴) حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ الْحَارِثِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَذَاذَةُ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ الْبَذَاذَةُ الْقَشَافَةُ يَعْنِي التَّقَشُّفَ.

ترجمۂ حدیث: سادگی زندگی ایمان میں داخل ہے:

حضرت ابوامامہ حارثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بذادت یعنی سادگی ایمان میں داخل ہے۔ فرمایا بذاذۃ کے معنی قشافہ کے ہیں، یعنی تقشف قصداً راحت وآرام ترک کرنا، نفس کشی کرنا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لباس استعمال کرنے میں تواضع وانکساری وعاجزی اختیار کرنا اور معمولی وسادگی

کے ساتھ لباس زیب تن کرنا ایمان میں داخل ہے، اور یہ بھی ایمان کی علامت اور شناخت ہے۔

(۴۲۴۵) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ خِيَارُكُمُ الَّذِينَ إِذَا رُءُوا ذُكِرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمۂ حدیث: بہترین بندہ وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے:

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کیا میں تم لوگوں سے یہ بیان نہ کروں جو تم میں بہتر ہے؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بیان کیجئے، آپ نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث واضح جداً.

(۱۴۸۱) بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے دو حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت سہل بن سعدؓ، اور حضرت عمران بن حصینؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں مذکورہ احادیث میں حضرات فقراء مسلمین کی فضیلت ومنقبت اور عند اللہ ان کے مقام ومرتبہ وقدر ومنزلت کا بیان ہے۔

(۴۲۴۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ مَرَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا الرَّجُلِ قَالُوا رَأْيَكَ فِي هَذَا نَقُولُ هَذَا مِنْ أَشْرَفِ النَّاسِ هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُخَطَّبَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَرَّ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا قَالُوا نَقُولُ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ لَمْ يُنْكَحْ وَإِنْ شَفَعَ لَا يُشَفَّعُ وَإِنْ قَالَ لَا يُسْمَعُ لِقَوْلِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا.

ترجمۂ حدیث: فقراء مسلمین کی فضیلت:

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے سے ایک آدمی کا گزر ہوا آپ نے فرمایا اس آدمی کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا جو آپ کی رائے ہو وہی ہم کہتے ہیں، ہم

تو سمجھتے ہیں کہ یہ شخص لوگوں میں سب سے زیادہ اشرف ہے یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ کہیں نکاح کا پیغام بھیجے تو لوگ اس کو قبول کریں گے، اور کسی کے بارے میں سفارش کرے تو لوگ اس کی سفارش کو مانیں گے، اور اگر کوئی بات کہے تو لوگ اس کو توجہ کے ساتھ سنیں گے، یہ سن کر آپ نے سکوت اختیار فرمایا، پھر ایک دوسرا شخص گزرا (جو خستہ حال اور پراگندہ بال کے ساتھ تھا) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو فقراء مسلمین میں سے ہے، اگر یہ کہیں نکاح کا پیغام بھیجے تو لوگ اس کو قبول نہ کریں گے، اور اگر سفارش کریں گے تو لوگ اس کی سفارش نہ مانیں گے، اور اگر کوئی بات کہے تو لوگ سنیں گے بھی نہیں، (یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ شخص پہلے شخص سے بہتر ہے، دنیا بھر کے لوگوں سے۔

تشریح حدیث:

قولہ: لھذا خیر من ملء الارض مثل ھذا: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمام روئے زمین اس شخص جیسے لوگوں سے بھر جائے، جو پہلے یہاں سے گزرا تھا، اور جس کی تعریف وتوصیف میں تم لوگ رطب اللسان ہوئے تھے، تو وہ ایک شخص جو فقیری وافلاس کی وجہ سے تمہاری نظر میں کوئی قدر ومنزلت نہیں رکھتا ہے، مقام وفضیلت اور عظمت ورفعت کے اعتبار سے اس تمام روئے زمین سے کہیں بہتر قرار پائے گا۔

حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں اشخاص کے بارے میں سوال کیا تھا وہ خود کوئی غنی اور مالدار شخص ہوں گے، لہٰذا ان کے ساتھ مذکورہ سوال وجواب گویا ان کے حق میں یہ تنبیہ تھی کہ غریب ونادار مسلمان کو بھی بنظر حقارت نہیں دیکھنا چاہئے، کیوں کہ اللہ تعالی کے نزدیک ان کو جو فضیلت حاصل ہے وہ بڑے بڑے مالداروں کو بھی حاصل نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب رہا یہ سوال کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالدار مسلمانوں کے مقابلہ پر غریب ونادار مسلمان کی اس درجہ فضیلت کیوں بیان فرمائی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر غریب ونادار مسلمانوں کا دل بہت صاف ہوتا ہے اور اس کے سبب وہ حق کو جلد قبول کر لیتا ہے اور اللہ تعالی کے احکام کی پیروی بہت زیادہ کرتا ہے، اس کے برخلاف غنی ومالدار لوگ عام طور پر بے حسی اور شقاوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اندر سرکشی وتمرد اور تکبر کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے، جو انہیں قبول حق اور احکام خداوندی کی پیروی سے باز رکھتا ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے، سأصرف عن آیاتی

الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔

حدیث شریف کا مفہوم ظاہر اس بات پر بھی دال ہے کہ پہلے گزرنے والا شخص بھی مالدار مسلمان میں سے تھا، نہ کہ کوئی کافر تھا، کیوں کہ مفاضلہ کا تعلق کفار و مسلمین کے درمیان ہو ہی نہیں سکتا، یعنی کسی مسلمان اور کسی کافر کو ایک دوسرے کے مقابلہ پر رکھ کر یہ کہا نہیں جا سکتا ہے کہ اخروی اجر و ثواب کے اعتبار سے ان میں سے کون شخص زیادہ افضل ہے، کیوں کہ کفار میں سے کسی جانب بھی سرے سے خیر یعنی اخروی سعادت کی نسبت کی ہی نہیں جا سکتی اور ظاہر ہے جس شخص میں خیر کا سرے سے وجود ہی نہیں ہو سکتا ہے اس کی طرف اخروی فضیلت کی نسبت بھی کس طرح کی جا سکتی ہے، چناں چہ بعض علماء کرام نے تو یہاں تک کہا کہ جس مسلمان نے اپنی زبان سے یوں کہا: النصرانی خیر من الیھودي۔ تو اس کے بارے میں خوف ہے کہ دائرہ کفر میں داخل نہ ہو گیا ہو، کیوں کہ اس نے جملہ کے ذریعہ نصرانی میں خیر کا وجود ثابت کیا، حالاں کہ اس میں سرے سے خیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ تاہم اس پر کفر کا اطلاق علی سبیل الجزم نہیں کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ بعض موقعوں پر لفظ خیر کے ذریعہ اخروی سعادت و بھلائی کے بجائے حق کے زیادہ قریب کا مفہوم بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ مذکورہ جملہ ادا کرنے والا یہی مفہوم مراد لیا ہو، اس لیے قائل پر کفر کا فتوی علی سبیل الیقین نہیں لگا سکتے ہیں۔

(۴۲۴۷) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ الْجُبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيرَ الْمُتَعَفِّفَ أَبَا الْعِيَالِ.

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالی کا پسندیدہ بندہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالی اپنے اس مومن محتاج بندے سے محبت کرتا ہے، جو عیال دار ہو کر بھی دست سوال دراز نہیں کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ جو بندہ مومن تنگدستی و محتاجگی اور صاحب عیال ہونے کے باوجود کسی مخلوق کے سامنے سوال نہیں کرتا ہے بلکہ اپنی حاجت صرف مالک حقیقی اللہ کے دربار میں پیش کرتا ہے اس سے اللہ تعالی محبت کرتا ہے، اس کو اپنا دوست رکھتا ہے، کیوں کہ وہ نوشتہ تقدیر پر راضی رہتا ہے، اور فقر و فاقہ پر صبر کرتا ہے، اکثر اہل اللہ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔

(۱۴۸۲) بَابُ مَنْزِلَةِ الْفُقَرَاءِ

اس باب کے ذیل میں صاحب کتاب امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے تین حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت

ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اس باب میں بھی فقراء ومسلمین صابرین کے مقام ومرتبہ اور عنداللہ قدر ومنزلت کا بیان ہے۔

(۴۲۴۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ.

ترجمۂ حدیث: اغنیاء سے قبل فقراء مسلمین کا جنت میں دخول:

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فقراء مومنین جنت میں اغنیاء سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور نصف یوم پانچ سو سال کا ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ بنصف یوم: آدھے دن سے مراد قیامت کا آدھا دن ہے کہ پانچ سو سال قیامت کا آدھا دن ہوگا، قیامت کے دن کی مدت طوالت دنیاوی شب وروز کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہوگی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وان یوماً عند ربك کالف سنة مما تعدون، رہی یہ بات کہ اللہ تبارک وتعالی قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة: جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت کریمہ (جس سے قیامت کے دن کا ایک ہزار سال ہونا ثابت ہوتا ہے) عمومیت کی حامل ہے جبکہ دوسری آیت (جس سے قیامت کے دن کا پچاس ہزار سال کے برابر ہونا ثابت ہوتا ہے) خاص نوع کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی اصل بات تو یہی ہے کہ دنیاوی حساب کے اعتبار سے قیامت کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اس کی آیت اولی میں واضح کیا گیا ہے، لیکن چونکہ قیامت کا دن سختی اور شدت کا دن ہوگا جو شخص دنیا میں ہدایت سے جتنا دور ہوگا اس کو اس دن کی سختیاں اسی قدر زیادہ محسوس ہوگی اس لیے کفار کے حق میں اس دن کی سختیاں اس قدر زیادہ ہوں گی کہ اپنی درازی اور سختی کے اعتبار سے وہ اس دن کو پچاس ہزار سال کے برابر محسوس کرے گا، دوسری آیت میں اس کو واضح کیا گیا ہے، لہٰذا دونوں آیتوں کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ فقراء مومنین جنت میں اغنیاء سے پانچ سو

سال پہلے داخل ہوں گے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے، ان فقراء المهاجرين يسبقون الاغنياء يوم القيامة الى الجنة باربعين خريفاً۔ رواه مسلم: اس سے معلوم ہوا کہ فقراء کے جنت میں پہلے داخل ہونے کی مدت چالیس سال ہے لہٰذا بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے، پس ان دونوں میں تطبیق کی کیا شکل ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایتوں میں یہ آیا ہے کہ فقراء اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں داخل ہوں گے ان میں فقراء سے مراد فقراء مہاجرین ہیں، اور حدیث باب جو پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہونے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد عام فقراء مومنین ہیں، لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ پانچ سو سال کا ذکر چالیس سال کا ذکر برائے تحدید نہیں ہے بلکہ مطلق زمانی فرق کو بیان کرنا ہے جو جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے فقراء اور اغنیاء کے درمیان ہوگا چناں چہ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے کہ فقراء جنت میں پہلے داخل ہوں گے از راہ تفنن کہیں پانچ سو سال بیان کر دیا اور کسی موقع پر چالیس سال کر دیا، لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیوں کہ مقصود دونوں کا ایک ہی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ پہلے آپ کو چالیس سال کا علم دیا گیا تو آپ نے چالیس سال بیان کیا، پھر بذریعہ وحی آپ کو پانچ سو سال کا علم دیا گیا تو پانچ سو سال بیان کیا، فلا تعارض بینهما، اس کے علاوہ بھی جواب شارحین نے دیا ہے، تفصیل کے لیے مطولات کا مطالعہ کریں۔

(۴۲۴۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِمِقْدَارِ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ.

ترجمۂ حدیث: فقراء مہاجرین کا اغنیاء مہاجرین سے چالیس سال قبل جنت میں داخلہ:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ بے شک فقراء مہاجرین اغنیاء مہاجرین سے جنت میں پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کے متعلق ازیں قبل حدیث سابق کے تحت گزر چکا ہے یہاں اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۴۲۵۰) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنْبَأَنَا أَبُو غَسَّانَ بَهْلُولٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اشْتَكَى فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ عَلَيْهِمْ أَغْنِيَائَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ أَلَا أُبَشِّرُكُمْ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ ثُمَّ تَلَا مُوسَى هٰذِهِ الْآيَةَ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ.

ترجمۂ حدیث: فقراء مومنین صابرین کے لیے آپ کی طرف سے بشارت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرات فقراء مہاجرین نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی اس چیز کی جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اغنیاء مہاجرین کو ان پر فضیلت دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے فقراء کی جماعت سنو! میں تم لوگوں کو اس بات کی خوشخبری دیتا ہوں کہ تم لوگ جنت میں مالداروں سے آدھا دن پہلے داخل ہوگے جو پانچ سو سال کا ہوگا، پھر موسی نے اس آیت کی تلاوت کی وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (بے شک تیرے رب کے نزدیک قیامت کا دن دنیاوی حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا)

تشریح حدیث:

فقراء مسلمین کے جنت میں پہلے داخل ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ اغنیاء و مالدار لوگ تو میدان محشر میں حساب وکتاب کی طوالت کی وجہ سے رکے رہیں گے، جبکہ فقراء کوئی حساب وکتاب دینا نہ ہوگا اس لیے وہ پہلے جنت میں داخل ہوکر وہاں کی سعادتوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

(۱۴۸۳) بَابُ مُجَالَسَةِ الْفُقَرَاءِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت خبابؓ اور حضرت سعدؓ سے منقول ہیں، اس میں فقراء، غرباء، اور محتاجوں وضرورت مندوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے دکھ درد سننے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۴۲۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ سَعِيدِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ أَبُو يَحْيَى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْحٰقَ الْمَخْزُومِيُّ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يُحِبُّ الْمَسَاكِينَ وَيَجْلِسُ إِلَيْهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُونَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْنِيهِ أَبَا الْمَسَاكِينِ.

ترجمۂ حدیث: فقیروں سے محبت اور بات چیت کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ فقیروں سے محبت کرتے تھے ان کے پاس بیٹھا کرتے تھے، اور ان سے باتیں کرتے تھے اور فقراء ان سے باتیں کرتے، اور رسول اکرم ﷺ نے حضرت جعفر کی کنیت ابوالمساکین رکھی تھی۔ یعنی مسکینوں کا باپ۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ فقراء ومساکین کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا چاہئے ان کی باتوں کو سننا چاہئے اور ان

کے ساتھ محبت والفت اور پیار ومحبت رکھنا چاہئے کیوں کہ اس سے ان کی دلجوئی ہوگی اور فقر وفاقہ اور مفلسی کی وحشت دور ہوگی، اور اسی طرح ان کی ضروریات زندگی کی تکمیل کا ذریعہ بھی بنے گا صحابی رسول حضرت جعفر کا تو یہ معمول زندگی ہی بن گیا تھا۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو مساکین، مسکینوں کا باپ رکھی۔

(۴۲۵۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي الْمُبَارَكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أَحِبُّوا الْمَسَاكِينَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ.

ترجمۂ حدیث: مسکینوں سے محبت رکھنے کا حکم نبوی:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسکینوں سے محبت رکھو، اس لیے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اللهم احيينى مسكينا وامتنى مسكينا واحشرنى فى زمرة المساكين: اے اللہ تو مجھ کو مسکین کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکین کی حالت میں موت دے۔ اور (قیامت کے دن) مجھے مسکینوں ہی کی جماعت کے ساتھ اٹھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔

(۴۲۵۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَزِيُّ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ أَبِي سَعْدٍ الْأَزْدِيِّ وَكَانَ قَارِئَ الْأَزْدِ عَنْ أَبِي الْكَنُودِ عَنْ خَبَّابٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِلَى قَوْلِهِ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ قَالَ جَاءَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ وَعُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فَوَجَدَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ صُهَيْبٍ وَبِلَالٍ وَعَمَّارٍ وَخَبَّابٍ قَاعِدًا فِي نَاسٍ مِنَ الضُّعَفَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا رَأَوْهُمْ حَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقَرُوهُمْ فَأَتَوْهُ فَخَلَوْا بِهِ وَقَالُوا إِنَّا نُرِيدُ أَنْ تَجْعَلَ لَنَا مِنْكَ مَجْلِسًا تَعْرِفُ لَنَا بِهِ الْعَرَبُ فَضْلَنَا فَإِنَّ وُفُودَ الْعَرَبِ تَأْتِيكَ فَنَسْتَحْيِي أَنْ تَرَانَا الْعَرَبُ مَعَ هَذِهِ الْأَعْبُدِ فَإِذَا نَحْنُ جِئْنَاكَ فَأَقِمْهُمْ عَنْكَ فَإِذَا نَحْنُ فَرَغْنَا فَاقْعُدْ مَعَهُمْ إِنْ شِئْتَ قَالَ نَعَمْ قَالُوا فَاكْتُبْ لَنَا عَلَيْكَ كِتَابًا قَالَ فَدَعَا بِصَحِيفَةٍ وَدَعَا عَلِيًّا لِيَكْتُبَ وَنَحْنُ قُعُودٌ فِي نَاحِيَةٍ فَنَزَلَ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ثُمَّ ذَكَرَ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ وَعُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ فَقَالَ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ

اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ثُمَّ قَالَ وَإِذَا جَائَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ قَالَ فَدَنَوْنَا مِنْهُ حَتَّى وَضَعْنَا رُكَبَنَا عَلَى رُكْبَتِهِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ قَامَ وَتَرَكَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ وَلَا تُجَالِسِ الْأَشْرَافَ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا يَعْنِي عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعَ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا قَالَ هَلَاكًا قَالَ أَمْرُ عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعِ ثُمَّ ضَرَبَ لَهُمْ مَثَلَ الرَّجُلَيْنِ وَمَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا قَالَ خَبَّابٌ فَكُنَّا نَقْعُدُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا بَلَغْنَا السَّاعَةَ الَّتِي يَقُومُ قُمْنَا وَتَرَكْنَاهُ حَتَّى يَقُومَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت خبابؓ سے ارشاد ربانی: ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشیّ الخ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اقرع بن حابس اور تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری آئے تو دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ حضرت صہیبؓ حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ، اور حضرت خبابؓ کے پاس تشریف فرماں ہیں، اور چند غریب مومنین ساتھ جلوہ افروز ہیں، جب اقرع اور عیینہ نے آنحضرت ﷺ کے ارد گرد لوگوں کو دیکھا تو ان کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور حقیر جانا، اور رسول اکرم ﷺ کے پاس آکر آپ سے خلوت چاہی، اور عرض کیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے ایک مقام اور وقت آنے کے لیے متعین کردیجئے، جس کی وجہ سے عرب لوگوں کو ہماری بزرگی معلوم ہو کیوں کہ آپ کے پاس عرب کے قوموں کے وفود آتے ہیں۔ اور ہمیں یہ شرم معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہم کو ان غلاموں کے ساتھ دیکھیں، اس لیے جب ہم لوگ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے پس جب ہم فارغ ہو کر چلیں جائیں تو پس آپ چاہیں تو ان کو بٹھالیاں کریں، آپ نے فرمایا یہ ہوسکتا ہے تو ان لوگوں نے کہا آپ اس سلسلہ میں ایک تحریر ہمارے لیے لکھوا دیجئے، راوی کہتے ہیں کہ آپ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علی کو لکھنے کے لیے بلایا، حضرت خباب کہتے ہیں کہ ہم لوگ خاموش ایک کونہ میں بیٹھے تھے، کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، اور یہ آیت کریمہ لائے۔ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشیّ الخ (یعنی جو لوگ اللہ تعالی کو صبح وشام یاد کرتے ہیں ان کو اپنے پاس سے دور مت کرو، وہ لوگ اللہ تعالی کی رضامندی کے طالب ہیں۔ تیرے اوپر ان کا حساب کچھ بھی نہ ہوگا۔ اور نہ تیرا حساب ان پر کچھ ہوگا، اگر آپ ان کو اپنے پاس سے دور کردیں، تو آپ ظالموں میں سے ہوجائیں گے) پھر اللہ تعالی نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کا ذکر کیا تو فرمایا: وكذالك فتنا بعضهم ببعض ليقولوا اهولاء منّ الله عليهم من بيننا اليس الله بأعلم بالشاكرين۔ پھر فرمایا واذا جاءك الذين يومنون بآياتنا فقل سلام

علیکم کتب ربکم علی نفسه الرحمة، حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں تو پھر ہم آپ ﷺ کے قریب ہوگئے، یہاں تک کہ ہم نے اپنا گھٹنا آپ کے گھٹنے پر رکھ دیا اور رسول اکرم ﷺ کا یہ حال ہوگیا کہ آپ ہمارے ساتھ بیٹھتے تھے اور جب آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور ہم کو چھوڑ دیتے تو پھر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم. یعنی اے نبی! آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا مندی وخوشنودی کے طلبگار ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے اعراض نہ کریں، (آپ اشراف کے ساتھ مجالست اختیار نہ کریں) آپ چاہتے ہیں دنیا کی زندگی کی زینت کو اور جن لوگوں کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے یعنی عیینہ اور اقرع ان کی اتباع نہ کیجئے، اور پھر آپ نے ان کے لیے دو آدمیوں کی مثال بیان کی اور دنیا کی زندگی کی مثال بیان کی۔ حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ پھر تو وہ حال ہوگیا کہ ہم برابر رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ اور جب آپ کے اٹھنے کا وقت آتا تو ہم لوگ خود ہی اٹھ جاتے اور آپ کو اٹھنے کے لیے چھوڑ دیتے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ رؤساء کفار اور بڑے بڑے دنیا داروں کی وجہ سے ایمان والوں کو اور مسلمانوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا ہے خواہ مسلمان کمزور و ناتواں ہی کیوں نہ ہوں، رسول اکرم ﷺ نے صرف عارضی طور پر اور دینی مصلحت کے پیش نظر ضعفاء مسلمین کو اپنی مجلس سے الگ کیا تھا۔ اور رؤساء کفار کے ایمان کی حرص وطمع میں ان کو اپنے پاس بیٹھایا فوراً اللہ تعالی کی طرف سے تنبیہ آگئی اور آپ کو اس سے منع کیا گیا اور سختی کے ساتھ آپ کو اس سے روکا گیا۔ باقی حدیث شریف کا مطلب تو بالکل اظہر من الشمس ہے۔

(۴۲۵۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا سِتَّةٍ فِيَّ وَفِي ابْنِ مَسْعُودٍ وَصُهَيْبٍ وَعَمَّارٍ وَالْمِقْدَادِ وَبِلَالٍ قَالَ قَالَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَرْضَى أَنْ نَكُونَ أَتْبَاعًا لَهُمْ فَاطْرُدْهُمْ عَنْكَ قَالَ فَدَخَلَ قَلْبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْخُلَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ الْآيَةَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ ہم چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی میرے بارے میں اور عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ، حضرت مقدادؓ، اور حضرت بلالؓ کے بارے میں، حضرت

سعدؓ فرماتے ہیں کہ قریش کے لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا کہ ہم اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ ہم انکے اتباع ہوں، (یعنی ہم ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتے ہیں) آپ ان کو اپنے پاس سے دور کر دیجئے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک میں وہ آیا جو اللہ کی جانب سے آنا منظور تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی، ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه: آپ ان لوگوں کو دھکا دے کر دور نہ کیجئے، جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اور اللہ کی رضامندی وخوشنودی کے طالب ہیں۔

تشریح حدیث: قدمر تفصیله قبل ذلك۔

(۱۴۸۴) بَابٌ فِي الْمُكْثِرِينَ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عمرو بن غیلان ثقفی اور حضرت نقادہ اسدیؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں مذکورہ احادیث کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ بہت زیادہ مالدار ہیں اور مال کا حق شرعی ادا نہیں کرتے ہیں وہ قیامت کے دن سب سے زیادہ پست ہوں گے۔ اور سب سے زیادہ کم مرتبہ کا مالک ہوگا۔ تفصیلات احادیث کی شرح کے ذیل میں آرہی ہے انشاء اللہ۔

(۴۲۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَيْلٌ لِلْمُكْثِرِينَ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا أَرْبَعٌ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ قُدَّامِهِ وَمِنْ وَرَائِهِ

ترجمۂ حدیث: بہت زیادہ مالداروں کے لیے ہلاکت و بربادی:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہلاکت ہے، بہت زیادہ وں کے لیے، (کیوں کہ ایسے لوگ عام طور پر خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتے ہیں) ہاں مگر وہ شخص جو مال کو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح لگائے، آپ نے چاروں طرف دائیں، بائیں، آگے پیچھے کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جن کو اللہ رب العزت نے بہت زیادہ مال ودولت کی نعمت سے نوازا ہے اور خوب زیادہ دنیا عطا کیا پھر وہ اس کا حق ادا نہ کرے اور اللہ کی راہ میں مال کو خرچ نہ کرے تو ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بہت زیادہ مالداروں کے لیے تباہی ہے، کیوں کہ ایسے لوگ عام طور پر خدا کی یاد سے غافل ہوتے ہیں، اور دنیا پرستار ہوتے ہیں، ہاں جو لوگ اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں، اور غریب وغرباء اور

محتاج وضرورت مند کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں، ان پر اپنا مال صرف کرتے ہیں، ان کے لیے تباہی نہیں، بلکہ وہ مال ان کے حق میں ترقی درجات کا ذریعہ ہے، آپ نے خوب زیادہ کثرت کے ساتھ راہ خدا میں مال کو خرچ کرنے کو بتانے کے لیے چاروں طرف یعنی دائیں جانب، بائیں جانب، آگے کی جانب، اور پیچھے کی جانب، اشارہ فرمایا، اور مطلب یہ ہے کہ خوب زیادہ کثرت کے ساتھ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو تو ان کے لیے مال باعث ہلاکت نہیں ہے، واللہ اعلم۔

(۴۲۵۶) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ هُوَ سِمَاكٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَسْفَلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَكَسَبَهُ مِنْ طَيِّبٍ.

ترجمۂ حدیث: قیامت میں مالداروں کا اسفل مرتبہ میں ہونا

حضرت ابوذر غفاری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بہت زیادہ مالدار ہیں، ان ہی لوگوں کا درجہ قیامت میں سب سے پست ہوگا، مگر جو شخص مال کو اس طرف اور اس طرف لٹائے اور حلال وطیب طریقہ سے کمائے۔

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ جو شخص مال کو حلال ذریعہ سے حاصل کرے، اور اس کو راہ خدا میں خرچ کرے، تو اس کا درجہ قیامت کے دن پست نہ ہوگا، بلکہ وہ ارفع واعلیٰ اور بلند بالا درجہ کا مالک ہوگا۔ اور اس کا مقام ومرتبہ بہت اونچا ہوگا۔ وہ اسفل مرتبہ والوں میں داخل نہ ہوگا۔

(۴۲۵۷) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَسْفَلُونَ إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بہت زیادہ مالدار ہیں، قیامت کے دن ان ہی لوگوں کا درجہ سب سے پست ہوگا، ہاں اگر وہ شخص اس طرح اور اس طرح اور اس طرح خرچ کرے۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح حدیث: معنی الحدیث قد سبق قبله۔

(۴۲۵۸) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا عِنْدِي ذَهَبًا فَتَأْتِي عَلَيَّ ثَالِثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَرْصُدُهُ فِي قَضَاءِ دَيْنٍ.

ترجمۂ حدیث: آپؐ کی دنیا سے کنارہ کشی:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو، اور تیسرے دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ باقی رہے، البتہ وہ جو میں قرض کو ادا کرنے کے لیے روک رکھوں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کی دنیا سے کنارہ کشی و بے رغبتی اور رضاء الٰہی کی طلب وجستجو کی رغبت کاملہ کا بیان ہے، بایں طور کہ آپ راہ خدا میں کثیر مال خرچ کرتے تھے، یہاں تک آپ یوں فرمارہے ہیں کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو جائے تو مجھ پر تین دن نہ گزرنے پائیں مگر میں تمام کے تمام کو راہ خدا میں خرچ کردوں گا۔کوئی شئی بھی اپنے پاس روک نہیں رکھوں گا، مگر وہ جس سے میں قضاء دین کروں، یعنی قرض ادا کرنے کے لیے جو روک رکھوں گا وہی باقی رہے گا، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں، کہ اس حدیث میں قرض کے ادا کرنے کے اہتمام کا ذکر ہے، اور نبی کریم ﷺ کے زہد فی الدنیا کا ذکر ہے، فيه الاهتمام بامر وفاء الدين وما كان عليه من الزهادة فی الدنیا (۱)

(۴۲۵۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ مُسْلِمِ بْنِ مِشْكَمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ غَيْلَانَ الثَّقَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ مَنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي وَعَلِمَ أَنَّ مَا جِئْتُ بِهِ هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَقْلِلْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَحَبِّبْ إِلَيْهِ لِقَاءَكَ وَعَجِّلْ لَهُ الْقَضَاءَ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِي وَلَمْ يُصَدِّقْنِي وَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ مَا جِئْتُ بِهِ هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَأَطِلْ عُمْرَهُ.

ترجمۂ حدیث: ایمان والوں کے لیے قلت مال اور قلت عیال کے لیے دعا:

حضرت عمرو بن غیلان الثقفیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی، کہ اے اللہ! جو مجھ پر ایمان لائے، اور میری تصدیق کرے اور جو کچھ میں آپ کی طرف سے لے کر آیا اس کو حق ہونے کا یقین کرے، تو تو اس کے مال اور اولاد کو کم کردے اور اپنی ملاقات کو اس کے نزدیک محبوب بنادے، اور اس کی قضاء یعنی موت جلدی کردے، اور جو میرے اوپر ایمان نہ لائے، اور میری تصدیق نہ کرے، اور جو کچھ میں آپ کی جانب سے لے کر آیا اس کے حق ہونے کا یقین نہ کرے اس کے مال وعیال واولاد کو کثیر کردے، اور اس کی عمر لمبی کر۔

(۱) فتح الباری: ۵/۵۵ بحوالہ انجاح الحاجۃ: ۵/۴۷۹

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مومن کے لیے قلت مال اور قلت اولاد اور لقاء الٰہی کی محبت اور جلدی موت افضل ہے، رسول اکرم ﷺ نے ایمان والوں کے لیے اس کی دعا فرمائی، لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ ای الناس خیر؟ لوگوں میں سب سے بہتر کون آدمی ہے، آپ نے فرمایا من طال عمره وحسن عمله یعنی جس کی عمر لمبی ہو عمل اچھا ہو، وہ بہتر آدمی ہے، اسی طرح بسند صحیح یہ مروی ہے، دو بھائیوں کا انتقال ہوا ان میں سے ایک اللہ کے راستہ میں شہید ہوا اور دوسرا ایک ہفتہ کے بعد مرا، تو رسول اکرم ﷺ نے دوسرے کی فضیلت بیان فرمائی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشخاص و احوال کے اعتبار سے ہے بعض آدمی کے حق میں کثرت مال اور طول عمر بہتر ہوتا ہے، اور بعض کے لیے کثرت مال اور طول عمر معصیت اور عصیان وطغیان کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض یعنی کثرت مال اور طول عمر اگر طغیان و تمرد کا سبب ہے، تو یہ اچھا نہیں اور کثرت مال اور طول عمر اعمال خیر کا ذریعہ ہے اور امن عن الفساد کی شرط کے ساتھ ہے، تو یہ بہتر ہے حدیث شریف میں دوسرے معنی کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔ فلا اشكال فيه.

قوله: وحبب اليه لقائك: ای حبب اليه الموت ليلقاك

قوله: وعجل له القضاء: ای الموت:

قوله: فاكثر ماله وولده واطل عمره: يكثر عليه اسباب العقاب والعذاب: ولا يعارضه خبر انه دعا لانس بتكثير ماله وولده لاختلاف ذالك باختلاف الاشخاص كما يفيده الخبر القدسی ان من عبادی من لا يصلحه الا الغني۔ وكان قياس دعائه بطول العمر فی الثانی دعاؤه فی الاول بقصره لكنه تركه لان المومن كلما طال عمره وحسنه عمله كان خير له (۱)

(۴۲۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا غَسَّانُ بْنُ بُرْزِينَ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا غَسَّانُ بْنُ بُرْزِينَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ عَنِ الْبَرَاءِ السَّلِيطِيِّ عَنْ نُقَادَةَ الْأَسَدِيِّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ يَسْتَمْنِحُهُ نَاقَةً فَرَدَّهُ ثُمَّ بَعَثَنِي إِلَى رَجُلٍ آخَرَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ بِنَاقَةٍ فَلَمَّا أَبْصَرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهَا وَفِيمَنْ بَعَثَ بِهَا قَالَ نُقَادَةُ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيمَنْ جَاءَ بِهَا قَالَ وَفِيمَنْ جَاءَ بِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِهَا

(۱) التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوي: ۱/۴۳۶

فَحُلِبَتْ فَدَرَّتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالَ فُلَانٍ لِلْمَانِعِ الْأَوَّلِ وَاجْعَلْ رِزْقَ فُلَانٍ يَوْمًا بِيَوْمٍ لِلَّذِي بَعَثَ بِالنَّاقَةِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت نقادہ اسدیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کے پاس ایک اونٹنی مانگنے کے لیے بھیجا، لیکن اس شخص نے نہ دی پھر آپ نے مجھ کو ایک دوسرے شخص کے پاس بھیجا اس نے ایک اونٹنی بھیجی، جب رسول اکرم ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: اے اللہ تو اس میں برکت عطا فرما، اور جس نے اس کو بھیجی ہے اس کو بھی برکت عطا فرما، حضرت نقادہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اور اس کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائیے جو اس کو لے آیا ہے تو آپ نے فرمایا اس کو بھی برکت عطا فرما جو اس کو لے آیا ہے، پھر آپ نے اس کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، چناں چہ دودھ دوہا گیا تو خوب دودھ نکلا، آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! فلاں شخص کا مال بہت کر دے، پہلے منع کرنے والے کے لیے، اور جس نے اونٹنی بھیجی ہے اس کو روزانہ رزق دے۔

تشریح حدیث:

قوله:يستمنحه: استمنح يستمنح استمناحا، عطیہ طلب کرنا ناقة۔ اونٹنی۔ غالباً رسول اکرم ﷺ نے اپنے مدرسہ صفہ کے طلبہ کے لیے اونٹنی طلب فرمایا، تاکہ آپ غریب ومحتاج طلبہ کی خبر گیری کر سکیں، اور انہیں دودھ پلا سکیں، جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت نقادہ کو اونٹنی طلب کرنے کے لیے بھیجا تو ایک صاحب نے تو دینے سے بالکل انکار کر دیا، اور خالی ہاتھ واپس کر دیا تو آپ نے ان کو دوسرے کے پاس بھیجا، انہوں نے دیا چناں چہ وہ لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ اونٹنی میں اور بھیجنے والے میں برکت کی دعا فرمائی تو صحابی رسول حضرت نقادہ نے کہا، یا رسول اللہ! لانے والے کے لیے بھی دعاء برکت فرما دیجیے، چناں چہ آپ نے ان کے لیے بھی دعائے برکت فرمائی، اور جس شخص نے اونٹنی نہیں دی تھی، اس کے لیے کثرت مال اور افراط زر کے لیے دعا کر دی، اے اللہ منع کرنے والے کے لیے خوب زیادہ مال کر دے، اور جس نے دیا ہے اس کو بقدر کفاف روزانہ روزی عطا فرما، چوں کہ مال کی کثرت وبہتات، سخت عذاب وعقاب اور حساب وکتاب کا ذریعہ ہے، کوئی اچھی بات نہیں ہے اس لیے آپ نے منع کرنے والے کے لیے کثرت مال کے لیے دعا کر دی۔ اور دینے والے کے حق میں بقدر کفاف روزانہ روزی ملنے کی دعا فرمائی۔

(۴۲۶۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْقَطِيفَةِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَفِ.

ترجمۂ حدیث: دنیا کے پجاری کے لیے ہلاکت و بربادی:

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہلاک ہوا دنیا کا بندہ اور تباہ ہوا درہم کا بندہ، اور چادر و شال کا بندہ، ہلاک و برباد ہوا، اگر اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو راضی ہے اور اگر یہ چیزیں نہ دی جائیں تو کبھی اپنے امام کی بیعت پورا نہ کرے۔

تشریح حدیث:

مشکوۃ شریف میں بحوالہ ترمذی لفظ تعس کے بجائے لفظ لعن ہے لعن کے معنی دور کرنا، ہانک دینا، رحمت سے دور کر دینا، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مال و دولت، سیم وزر اور روپیہ پیسے کی محبت میں اس طرح گرفتار ہو جائے کہ اس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی عبادت سے دوری اختیار کرلے تو وہ گویا مال وزر اور دنیا کا غلام ہے، ایسا شخص تمام بھلائیوں سے محروم اور رحمت خداوندی سے دور ہے، اور بارگاہ خداوندی سے دھتکارا ہوا ہے، اس کی نظر میں صرف دنیا اور دولت ہے، اگر دنیا ملتی ہے تو راضی ہے، اور اگر دنیا نہیں ملتی ہے تو اپنے امام کے ساتھ کئے گئے عہد کی ایفاء بھی نہیں کرتا ہے ایسے شخص کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔

(۴۲۶۲) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تباہ ہوا دینار و درہم کا بندہ اور ہلاک ہوا شال کا بندہ، ہلاک ہوا اور دوزخ میں اوندھے منہ گرا، خدا کرے جب اس کو کانٹا لگے تو کبھی نہ نکلے۔ (یہ بددعا ہے دنیا کے حریص اور لالچی شخص کے لیے)

تشریح حدیث:

قولہ: تعس عبد الدينار: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ لفظ تعس بفتح العين وبكسرها تعِسَ دونوں لغت منقول ہیں، طبعی ہلاکت، بربادی، تباہی، قولہ: انتكس على رأسه۔ اوندھا گرنا، قولہ: اذا شید فلا انتقش: ای اذا وقع فی البلاء لا یرحم علیہ اذا الترحم ربما هان عليه الخطب عليه، یعنی خدا کرے جب مصیبت میں گرفتار ہو جائے، تو اس سے نجات نہ پائے، اس پر رحم نہ کیا جائے، اس لیے ترحم بسا اوقات حوادث کو اس کے لیے ہلکا کر دیتا ہے، اور اس سے عبرت

حاصل نہیں کرتا ہے، اس لیے عدم ترحم اور عدم نجات کی بددعا کی گئی ہے۔

(۱۴۸۵) بَابُ الْقَنَاعَةِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے ذیل سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، حضرت انسؓ، اور حضرت عبداللہ بن محصنؓ، سے منقول ہیں اس باب میں صبر وقناعت کی حقیقت اور اس کی فضیلت وثواب کو بیان کیا گیا ہے، اور قناعت پسندی کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۴۲۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ.

ترجمۂ حدیث: حقیقی دولت دل کی غنا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اصل تونگری ومالداری یہ نہیں ہے کہ اپنے پاس بہت زیادہ مال ومتاع ہو، بلکہ حقیقی مالداری وتونگری دل کا تونگر وغنی ہونا ہے۔

تشریح حدیث:

دل کے غنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی حاصل ہو اس پر قناعت کرلے، مال ودولت وصاحب ثروت اور مالداروں کے سامنے کاسہ گدائی لے کر پھرنے سے بے نیازی وبے پرواہی برتے، دوسرے کے مال ودولت کی طرف حرص وطمع کی نظر سے نہ دیکھے، اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے، دل مال ودولت سے مستغنی اور بے نیاز ہو، یہی حقیقت میں مالدای اور غنی ہے، اور جس کے اندر یہ صفت موجود نہ ہو اور اس کا دل حرص وطمع کا شکار ہو، اور مال ودولت کو جمع کرنے میں لگا رہے، تو اس کو خواہ خزانہ قارون کیوں نہ مل جائے، وہ حقیقت میں محتاج وفقیر ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

تونگری بدل است نہ بمال ☆ بزرگی بعقل است نہ بسال

بعض حضرات کی رائے گرامی یہ ہے کہ غنی النفس سے مراد وہ علمی وعملی کمالات ہیں، جن کے حاصل ہوئے بغیر انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی نہ تو محفوظ رہتی ہے نہ اس کو آسودگی وہ عظمت حاصل ہوتی ہے، گویا اصل خوش بختی کا مدار روحانی کمالات پر ہے، مال ودولت کی کثرت پر نہیں۔

تونگری نہ بمال است نزد اہل کمال ☆ کہ مال قالب گور است بعد ازاں اعمال

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دنیاوی مال ومتاع اور کثرت ثروت وجائداد ان لوگوں کی میراث ہے، جو عنداللہ سخت مبغوض ومردود ہیں، جیسے فرعون، قارون اور تمام کفار وفساق وفجار، جبکہ انبیاء اتقیاء، اصفیاء، علماء، صلحا، اور اولیاء کرام کی اصل میراث علم واخلاق کی لازوال دولت ہے، لہٰذا دنیادار ظاہری مال ومتاع حاصل کرکے راضی ومطمئن ہوتا ہے اور دیندار شخص

علم کی دولت پا کر خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔

(۴۲۶۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ وَ حُمَيْدِ بْنِ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيِّ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ هُدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَرُزِقَ الْكَفَافَ وَقَنِعَ بِهِ.

ترجمۂ حدیث: حقیقی کامیاب شخص:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اسلام کی طرف ہدایت ملی اور رزق کفاف کی دولت عطا ہوئی، اور اس پر قناعت کیا، وہ حقیقت میں کامیاب ہو گیا۔

تشریح حدیث:

معلوم ہوا کہ کامیابی و کامرانی کا دار و مدار مال و متاع کی کثرت اور دولت کی فراوانی اور ریل پیل نہیں، بلکہ کامیابی و نجات کا مدار اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت ہے۔ اور رزق کفاف پر قناعت اور صبر کی دولت ہے، اگر کسی کو اللہ تبارک و تعالی نے صبر کی دولت عطا کر دی تو سمجھ لیجئے گا کہ اللہ پاک نے اس کے دامن میں سارے دنیا کی دولت لا کر رکھ دی، بڑے سے بڑا مالدار بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ قناعت پسندی کی دولت بہت بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت ہے، اللہ تبارک و تعالی ہم سب کو قناعت کی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے آمین ثم آمین۔

(۴۲۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا.

ترجمۂ حدیث: رزق کے بارے میں آپ کی دعا:

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی، اے اللہ! تو آل محمد کو بقدر قوت رزق عطا فرما۔

تشریح حدیث:

قولہ: آل محمد: ملا علی قاریؒ کے بقول آل محمد سے مراد رسول اکرم ﷺ کی ذریت اور اہل بیت ہیں، یا وہ تمام امتی مراد ہیں، جو آپ کے سچے پیروکار اور متبع ہیں حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ آل سے مراد رسول اکرم ﷺ کی امت کے وہ تمام افراد مراد ہیں جو متبعین ہیں۔

قولہ: قوتاً: کھانے پینے کی اس محدود مقدار کو قوت کہتے ہیں جو زندگی کو باقی اور جسمانی توانائی کو برقرار رکھے،، اور

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ قوت سے مراد روزی کی وہ محدود مقدار ہے جو صرف جان بچانے اور بطور رزق کافی ہو۔ بعض روایت میں قوتاً کی جگہ کفافاً کا لفظ آیا ہے، اور کفاف بنیادی زندگی کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے باز اور محفوظ رکھے بعض حضرات کے نزدیک قوت اور کفاف دونوں ایک ہی معنی میں ہے، اور زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ اور جس روایت میں لفظ کفاف آیا ہے، وہ درحقیقت لفظ قوت کی وضاحت کے لیے ہے، اور اس لفظ سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، کہ اسباب معیشت اور ضروریات زندگی پر اکتفاء کرنا اولی ہے، واضح رہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ ﷺ کی اس دعا کو اپنے ان بندوں کے حق میں قبول فرمایا جنہیں وہ اپنا پیارا اور برگزیدہ بنانا چاہا۔

(۴۲۶۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَيَعْلَى عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ نُفَيْعٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ غَنِيٍّ وَلَا فَقِيرٍ إِلَّا وَدَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَّهُ أُتِيَ مِنَ الدُّنْيَا قُوتًا.

ترجمۂ حدیث: قیامت میں ہر شخص تمنا کرے گا کہ دنیا میں کاش بقدر کفاف ہی روزی ملی ہوتی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مالدار اور فقیر قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ انہیں دنیا میں بقدر قوت ہی روزی دی گئی ہوتی۔ (یہ تمنا حضرات فقراء مسلمین کے درجات عالیہ اور مقامات رفعیہ کو دیکھ کر کریں گے)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۲۶۷) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي شُمَيْلَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ آمِنًا فِي سِرْبِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبید اللہ بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ معاف کرنے والا ہو اور اپنے اس کا دل مطمئن و مامون ہو اور اس کے پاس اس دن کا کھانا یعنی روزی بھی ہو تو گویا ساری دنیا اس کے لیے اکٹھی کی گئی ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: آمنا فی سربہ: السرب: دل، نفس، ھو آمن السرب وآمن فی سربہ: اس کا دل مطمئن ہے یا وہ اپنے بال بچوں اور مال ودولت کی طرف سے مطمئن ہے، واسع السرب، کشادہ دل، حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جس کے پاس ایک دن کے کھانے کے لیے روزی ہے، وہ محتاج وضرورت مند نہیں۔

(۴۲۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَلَيْكُمْ.

ترجمۂ حدیث: دنیاوی نعمت میں اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھنے کا حکم:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ (دنیاوی معاملات میں) تم اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھو، اپنے سے اوپر والے کی طرف مت دیکھو۔ ایسا کرنے سے امید ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو حقیر نہ جانو گے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی نعمتوں ومال ودولت کے سلسلہ میں ان لوگوں کی طرف نظر کرو جو مال ودولت میں تم سے کم تر ہیں اور تم سے کم نعمتوں میں ہیں اس سے صبر وشکر کی صفت پیدا ہوگی، اپنے سے اوپر والوں کی طرف دنیاوی معاملات میں مت دیکھو، ورنہ عدم شکر اور عدم صبر کی صفت پیدا ہوگی، ہاں اخروی معاملات میں اور نیکی کے کام میں اپنے سے اوپر والوں کی طرف نظر کرنا چاہئے، اور رشک کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے، اس سے مزید نیک اعمال کرنے کی ہمت پیدا ہوگی، نیکی کے کاموں میں اپنے سے ادنی اور نیچے والوں کو نہیں دیکھنا چاہئے کیوں کہ اس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوگی، اور جو بھی نیکی کا کام تھوڑا بہت ہو رہا ہے وہ بھی نہ ہوگا اس لیے نیکی کے معاملات میں اپنے سے اعلی کی طرف دیکھنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۶۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَقُلُوبِكُمْ.

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالیٰ انسان کے عمل اور اس کے دل کو دیکھتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا ہے لیکن تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی شکل وصورت کو نہیں دیکھتا اور نہ اس کے ظاہری مال دولت کو دیکھتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعمال اور اس کے قلوب کے تقوی اور اخلاص کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیفیت کا اعتبار ہے کمیت کا نہیں، اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا ہے کہ بندے نے کتنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا یا کتنی زیادہ عبادت کی بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ

اخلاص اور خلوص اور تقوی کے ساتھ کی، یہی اخلاص وللّٰہیت اللہ کے یہاں معتبر ہے، قرآن کریم میں بھی اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم، اللہ تعالی کو اس کا گوشت اور اس کا خون نہیں پہنچتا ہے بلکہ اس کا تقوی پہنچتا ہے، اور یہی چیز شریعت میں ہر عمل کے اندر مطلوب اور مقصود ہے۔

(۱۴۸۶) بَابُ مَعِيشَةِ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سلیمان بن جردؓ، اور سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں اس باب میں آل رسول ﷺ کی طرز زندگی کا بیان ہے کہ آپ کی آل کس طرح دنیا کی زندگی گزارتے تھے اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ تھا۔

(۴۲۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَا نُوقِدُ فِيهِ بِنَارٍ مَا هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّ ابْنَ نُمَيْرٍ قَالَ نَلْبَثُ شَهْرًا.

ترجمہ حدیث: ایک ماہ تک آپ کے گھر میں چولہا نہ جلنا:

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم آل محمد ﷺ ایک ایک ماہ تک اسطرح گزارتے کہ گھر میں چولہا تک نہیں جلتا ہمارا کھانا فقط کھجور اور پانی ہوتا تھا حدیث کے راوی نمیر نے نمکث کے بجائے نلبث کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

تشریح حدیث:

آپ ﷺ کا یہ فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں، آپ کی خدمت میں جو بھی ہدایا طحائف اور اموال آتے تھے آپ ان کو علی الفور لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے تھے، اس لیے بعض مرتبہ مہینہ گزر جاتا تھا اور گھر میں چولہا تک نہیں جلتا تھا، صرف کھجور اور پانی پر گزر کرتے تھے۔ سبحان اللہ، دونوں عالم کے شہنشاہ ہیں اور طرز زندگی اس قدر سادگی، میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! کس قدر سادی زندگی گزار کر دنیا سے تشریف لے گئے۔

(۴۲۷۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ يَأْتِي عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ مَا يُرَى فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِهِ الدُّخَانُ قُلْتُ فَمَا كَانَ طَعَامُهُمْ قَالَتْ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ لَنَا جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ جِيرَانُ صِدْقٍ وَكَانَتْ لَهُمْ رَبَائِبُ وَكَانُوا يَبْعَثُونَ إِلَيْهِ أَلْبَانَهَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَكَانُوا تِسْعَةَ أَبْيَاتٍ.

ترجمۂ حدیث: آپ کی دنیاوی طرز معیشت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آل محمد ﷺ پر کبھی ایک ماہ گزر جاتا تھا اور آپ کے گھروں میں سے کسی بھی گھر سے دھواں تک نہیں دیکھا جاتا، حضرت ابو سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا پھر ان کا کھانا کیا ہوتا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کھجور اور پانی، البتہ ہمارے پڑوس میں کچھ انصار تھے، جو واقعی سچے پڑوسی تھے ان کے پاس کچھ بکریاں پلی ہوئی تھیں تو وہ آپ ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے، راوی حدیث محمد نے کہا کہ (حضور ﷺ کے) نو گھر تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: وکانت لھم ربائب: ربائب ربیبة کی جمع ہے بمعنی غنم یعنی بکریاں جو گھروں میں رہتی ہیں۔ جنگل میں چرنے کے لیے نہیں جاتیں، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اہل خانہ بعض مرتبہ مہینوں صرف پانی اور کھجور پر اکتفا کرتے تھے۔ تو ازواج مطہرات میں سے کسی کے گھر چولہا تک نہیں جلتا، صرف کھجور اور پانی ہی سے گزر ہوتا تھا، البتہ کچھ انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس کچھ بکریاں پلی ہوئی تھیں جن کا دودھ رسول اکرم ﷺ کے لے وہ نکال کر بھیج دیتے تھے۔

(۴۲۷۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْتَوِي فِي الْيَوْمِ مِنَ الْجُوعِ مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ سے سنا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بھوک (کی شدت سے) کروٹیں بدلتے پیٹ کو الٹتے اور کبھی تو ایسا ہوا کہ آپ کو ناکارہ کھجور بھی ملتی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر لیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: یلتوی: ای ینقلب ظھور البطن لشدۃ الجوع یمیناً و شمالاً: شدت بھوک کی وجہ سے دائیں بائیں کروٹیں بدلنا، قولہ: الدقل: دال اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ردی اور خشک کھجور، یعنی بعض مرتبہ ردی اور خراب و بیکار کھجور بھی آپ کو کھانے کے لیے نہیں ملتی تھی آپ یوں شدت بھوک ہی کے ساتھ دن گزارتے سبحان اللہ! میں سو جان سے قربان جاؤں تیری شان بے نیازی اور استغناء پر یا رسول اللہ! کہ دو جہاں کے سردار ہیں اور فقر کو سر کا تاج بنایا۔

(۴۲۷۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِرَارًا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا أَصْبَحَ عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ حَبٍّ وَلَا صَاعُ تَمْرٍ وَإِنَّ لَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَ نِسْوَةٍ.

ترجمۂ حدیث: آلِ محمد کے فقر وافلاس کی زندگی:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے متعدد بار یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، کہ آل محمد نے کبھی بھی ایک صاع غلہ اور ایک صاع کھجور کے ساتھ صبح نہیں کی، اوران دنوں آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔

تشریح حدیث: تعارض اوراس کا دفاع:

یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے معارض اور متصادم ہے جس میں یہ صراحتاً آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کوایک سال کا نفقہ پہلے ہی دیدیتے تھے، جبکہ اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ آل محمد میں سے کسی نے بھی ایک صاع غلہ اور ایک کھجور کے ساتھ کبھی صبح نہیں کی۔ دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے؟ فكيف التوفيق بينهما؟

حضرات شراح کرام نے ان دونوں کے درمیان جو تعارض پایا جارہا ہے اس کا دفاع اس طرح کیا کہ حدیث باب ابتداء اسلام اور اوائل حال پر محمول ہے اور جس حدیث میں سال بھر کا نفقہ پہلے دینے کا ذکر آیا ہے، وہ زمانہ فتوحات کے بعد پر محمول ہے، لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں، هكذا في اللمعات۔

(۴۲۷۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْبَحَ فِي آلِ مُحَمَّدٍ إِلَّا مُدٌّ مِنْ طَعَامٍ أَوْ مَا أَصْبَحَ فِي آلِ مُحَمَّدٍ مُدٌّ مِنْ طَعَامٍ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آل محمد ﷺ کے پاس صبح کے وقت ایک مد اناج کے ماسوا کچھ نہیں تھا۔ یا نہیں صبح کیا آل محمد ﷺ میں ایک مد اناج۔

تشریح حدیث: قدمر شرحه قبل ذالك.

(۴۲۷۵) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْأَكْرَمِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَمَكَثْنَا ثَلَاثَ لَيَالٍ لَا نَقْدِرُ أَوْ لَا يَقْدِرُ عَلَى طَعَامٍ.

ترجمۂ حدیث: تین دن تک کھانے کے لیے آپ کے پاس کچھ نہ ہونا

حضرت سلیمان بن صردؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے، پھر ہم نے تین رات تک قیام کیا لیکن ہمیں کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا۔ یا آپ کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملا۔

تشریح حدیث:

یعنی چونکہ رسول اکرم ﷺ کے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا اور تین دن تک کہیں سے کچھ آیا بھی نہیں، اس لیے ہمیں بھی کچھ کھانے کے لیے نہیں ملا، اگر کہیں سے کچھ ہدایا وتحائف آتے تو آپ ہمیں ضرور عنایت فرماتے۔

(۴۲۷۶) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِطَعَامٍ سُخْنٍ فَأَكَلَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا دَخَلَ بَطْنِي طَعَامٌ سُخْنٌ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں گرم کھانا (یعنی تازہ کھانا) پیش کیا گیا تو آپ نے اسے کھایا اور جب کھا کر فارغ ہوئے تو اللہ کا شکر ادا کیا (اور فرمایا) اتنے اتنے دنوں سے میرے پیٹ میں گرم کھانا نہیں گیا تھا (بلکہ کھجور وغیرہ پر گزر بسر کرتے رہے)

تشریح حدیث:

قولہ: بطعامٍ سخنٍ ای طعام حار: یعنی گرم کھانا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے گرم کھانا استعمال فرمایا حالاں کہ ایک روایت میں گرم کھانا کھانے کی کراہت منقول ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں گرم کھانا کھانے کی کراہت منقول ہے وہ شدت حرارت پر محمول ہے جو نا قابل استعمال ہو اور باعث تکلیف ہو، جس طعام کی حرارت اس درجہ شدید نہ ہو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، یہاں بھی جو گرم کھانا آپ نے استعمال فرمایا، وہ قابل تحمل اور لائق برداشت گرم تھا، لہٰذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں؟

(۱۴۸۷) بَابُ ضِجَاعِ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

اس باب کے ذیل میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت امیر المومنین خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰؓ، اور خلیفہ دوم حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے منقول ہیں، اس باب میں اس بات کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی آل واولاد کے سونے کے لیے بچھونا اور بستر کیسا تھا؟

(۴۲۷۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو خَالِدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ ضِجَاعُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَمًا حَشْوُهُ لِيفٌ.

ترجمۂ حدیث: سونے کے لیے آنحضرت ﷺ کا بستر

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔

تشریح حدیث:

قوله: كان ضجاع رسول ﷺ: الضجاع: الفراش، بستر، بچھونا، جو لیٹنے اور سونے کے لیے ہوتا ہے۔**قوله: ليف اى قشر النخل**، کھجور کے درخت کی چھال، یعنی رسول اکرم ﷺ کے سونے کے واسطے جو گدا تھا اس میں کھجور کی چھال بھری تھی آپ اس پر استراحت فرماتے تھے۔

(۴۲۷۸) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَهُمَا فِي خَمِيلٍ لَهُمَا وَالْخَمِيلُ الْقَطِيفَةُ الْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوفِ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَهَّزَهُمَا بِهَا وَوِسَادَةٍ مَحْشُوَّةٍ إِذْخِرًا وَقِرْبَةٍ.

ترجمۂ حدیث: جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ کا جہیز:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ میرے اور فاطمہ الزہراء کے پاس تشریف لائے، ہم دونوں اس وقت ایک سفید اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں دی تھی، تکیہ دیا تھا جس میں اذخر کی گھاس بھری ہوئی تھی، اور پانی کے لیے ایک مشکیزہ دیا تھا۔

تشریح حدیث:

قال ابن الاثير فى النهاية: خمل فيه، انه جهز فاطمة رضى الله عنها فى خميل وقربة ووسادة ادم، الخميل والخميلة: القطيفة وهى كل ثوب له خمل من اى شئى كان وقيل الخميل الاسود من الثياب (۱)

(۴۲۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ أَبُو زُمَيْلٍ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى حَصِيرٍ قَالَ فَجَلَسْتُ فَإِذَا عَلَيْهِ إِزَارٌ وَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ وَإِذَا

(۱) النهاية: ۲/ ۸۱، بحواله اهداء الديباجة: ۵/ ۴۹۴

الْحَصِيرُ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ وَإِذَا أَنَا بِقَبْضَةٍ مِنْ شَعِيرٍ نَحْوِ الصَّاعِ وَقَرَظٍ فِي نَاحِيَةٍ فِي الْغُرْفَةِ وَإِذَا إِهَابٌ مُعَلَّقٌ فَابْتَدَرَتْ عَيْنَايَ فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَمَا لِي لَا أَبْكِي وَهَذَا الْحَصِيرُ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِكَ وَهَذِهِ خِزَانَتُكَ لَا أَرَى فِيهَا إِلَّا مَا أَرَى وَذَلِكَ كِسْرَى وَقَيْصَرُ فِي الثِّمَارِ وَالْأَنْهَارِ وَأَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَصَفْوَتُهُ وَهَذِهِ خِزَانَتُكَ قَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَنَا الْآخِرَةُ وَلَهُمُ الدُّنْيَا قُلْتُ بَلَى.

ترجمۂ حدیث: رسول اکرم ﷺ کا کل متاعِ زندگی:

خلیفہ ثانی حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس اس وقت گیا جب آپ ایک بورئے پر تشریف فرما تھے، حضرت عمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا، (میں نے دیکھا کہ) آپ کے جسم مبارک پر صرف تہبند ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا آپ کے جسم مبارک پر نہ تھا۔ اور بوریہ کا نشان آپ کے پہلو میں لگا ہوا تھا (میں نے آپ کے حجرہ کے سامنے کا معائنہ کیا تو دیکھا کہ) ایک مٹھی بھر جو ہے جو شاید ایک صاع کے برابر ہو، اور حجرہ کے ایک کونہ میں ببول کے کچھ پتے تھے، اور مشک تھی جو لٹک رہی تھی، (بس یہی آپ رسول اللہ ﷺ کا کل سامان زندگی تھا) یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو نکل آئے، (مجھے دیکھ کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابن الخطاب! تو کیوں روتا ہے؟ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میں کیوں نہ رووں؟ جبکہ یہ بوریہ آپ کے مبارک پہلو میں نشان ڈالدیا، آپ کا کل خزانہ بس یہی ہے، جو میں دیکھ رہا ہوں، اس کے ماسوا کچھ بھی نہیں، یہ کسریٰ وقیصر کو دیکھئے کہ وہ کیسے میوں اور نہروں میں رہتے ہیں، حالاں کہ آپ تو اللہ کے نبی اور اس کے برگزیدہ اور چنیدہ ہیں، اس پر آپ کا بس یہ خزانہ؟ (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابن الخطابؓ! کیا تو اس پر رضا مند نہیں ہو کہ ہمیں آخرت ملے اور ان کو دنیا، میں نے کہا کیوں نہیں ضرور راضی ہوں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے الگ سے بیان کرنے کی قطعاً حاجت وضرورت نہیں۔

(۴۲۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أُهْدِيَتِ ابْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ فَمَا كَانَ فِرَاشُنَا لَيْلَةَ أُهْدِيَتْ إِلَّا مَسْكَ كَبْشٍ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) میرے پاس بھیجی گئیں، تو اس

رات میں ہمارے پاس بچھانے کے لیے کوئی بچھونا نہ تھا، سوائے ایک بکری کی کھال کے۔

تشریح حدیث:

قوله: مشك كبش: المسك الجلد: یعنی چمڑا کھال، خاص طور پر بکری کے چمڑے کو مسک کہا جاتا ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کی رخصتی ہوئی اور حضرت علیؓ کے پاس گئیں اس رات حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پاس بکری کی کھال کے علاوہ بچھانے کے لیے کوئی بستر نہ تھا، فقر وغربت کا یہ عالم تھا کہ اس رات میں بھی کوئی بستر نصیب نہ تھا حالاں کہ ایسی رات تو زندگی میں صرف ایک بار آتی ہے، اور اس کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود حضرت علی کے پاس کوئی خاص بستر کا انتظام نہ ہوسکا۔

(۱۴۸۸) بَابُ مَعِيشَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

اس باب کے تحت صاحب کتاب امام ابن ماجہؒ نے پانچ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں، جو حضرت ابو مسعودؓ، حضرت خالد بن عمیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہیں اس باب کے تحت اس بات کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے رفقاء حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے اس دنیا میں کس طرح حیات مستعار کو گزار کر آخرت کے لیے روانہ ہوگئے ان کی دنیاوی زندگی یہاں رہنا سہنا، اور بود وباش کس طرح تھا، وہ اپنی شب وروز کس طرح گزارتے تھے؟ اسی کا اس میں بیان ہے۔

(۴۲۸۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالصَّدَقَةِ فَيَنْطَلِقُ أَحَدُنَا يَتَحَامَلُ حَتَّى يَجِيءَ بِالْمُدِّ وَإِنَّ لِأَحَدِهِمُ الْيَوْمَ مِائَةَ أَلْفٍ قَالَ شَقِيقٌ كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ.

ترجمۂ حدیث: حضرات صحابہ کرام کی تنگدستی:

حضرت ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ (ہم کو) صدقہ کرنے کا حکم دیتے، تو ہم میں سے کوئی جاتا اور مزدوری کرتا، اور ایک مد لاتا (پھر اس کو صدقہ کرتا) اور آج کے دن میں ان میں سے ایک کے پاس ایک لاکھ موجود ہے، حدیث کے راوی شقیق کہتے ہیں کہ اس سے حضرت ابو مسعود نے اپنے نفس کو اشارہ کیا ہے (کہ پہلے میں صدقہ کرنے کے لیے اسی طرح مزدوری کر کے کما کر لاتا پھر صدقہ کرتا اور آج میرے پاس ایک لاکھ روپیہ موجود ہے۔)

تشریح حدیث: معنى الحديث واضح بالترجمة فلا حاجة الى اي تشريح:

(۴۲۸۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ سَمِعَهُ مِنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا

طَعَامٌ نَأْكُلُهُ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا.

ترجمۂ حدیث: شدت فقر کی وجہ سے درخت کے پتوں کا کھانا:

حضرت خالد بن عمیرؓ سے روایت ہے کہ عتبہ بن غزوان نے ہمیں منبر پر خطبہ دیا کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ساتواں آدمی تھا، اور ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا، یہاں تک کہ ہم صرف درخت کے پتے کھاتے تھے، جس کی وجہ سے ہمارے جبڑے چھل گئے، (مسوڑھے زخمی ہو گئے)

تشریح حدیث:

مطلب یہ ہے کہ فقر و فاقہ اور تنگدستی کا عالم یہ تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس کھانے پینے کے لیے کوئی سامان نہیں بچا، یہاں تک کہ حضرات صحابہ کرام درخت کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے، جس کی وجہ سے مسوڑھے چھل گئے، بعض روایت میں یہ آیا ہے کہ پتوں کے کھانے کی وجہ سے مینگنی کی طرح قضاء حاجت کرنے لگے تھے الغرض اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے کیسی مشقت و پریشانی اٹھا کر دین اسلام کی اصل اور صحیح شکل کو ہم تک پہنچایا ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے جناب سے ان حضرات کا اجر جزیل عطا فرمائے۔

(۴۲۸۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمْ أَصَابَهُمْ جُوعٌ وَهُمْ سَبْعَةٌ قَالَ فَأَعْطَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ لِكُلِّ إِنْسَانٍ تَمْرَةٌ.

ترجمۂ حدیث: صرف ایک کھجور پر حضرات صحابہ کرام کا زندگی گزارہ کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان حضرات (صحابہ کرامؓ) کو بھوک لگی اور کل سات لوگ تھے رسول اکرم ﷺ نے مجھ کو سات کھجوریں دیں ہر ایک کے لیے ایک ایک کھجور۔

تشریح حدیث:

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ کسی دور دراز سفر کا واقعہ ہے اور جن حضرات کو شدید بھوک لگی تھی وہ بظاہر اصحاب صفہ کے لوگ تھے، لیکن صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں قلت لم اجد روایۃ صریحۃ تدل علی انہم اصحاب الصفۃ۔ یعنی ان سے مراد اصحاب صفہ کے لوگ ہیں اس سلسلہ میں مجھے کوئی صریح روایت نہیں ملی۔

غربت اور مال کی قلت کا یہ حال تھا کہ آپ نے حضرات صحابہ کرام کو صرف ایک ایک کھجور دی اور اسی ایک کھجور کو کھا کر حضرات صحابہ کرام نے بھوک کی شدت کے احساس کو ختم کیا۔ اور زندگی بسر کی، اور دین اسلام اور قرآن و حدیث کو

ہم تک پہنچایا جو آج ہم مسلمان اور صاحب ایمان کہلا رہے ہیں۔

(۴۲۸۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ قَالَ الزُّبَيْرُ وَأَيُّ نَعِيمٍ نُسْأَلُ عَنْهُ وَإِنَّمَا هُوَ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ سَيَكُونُ.

ترجمۂ حدیث: قیامت میں دنیاوی نعمتوں کے بارے میں سوال:

حضرت زبیر بن العوامؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿۸﴾ (یعنی اس دن تم سے نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا) نازل ہوئی تو حضرت زبیرؓ نے فرمایا: کون سی نعمت کے بارے میں ہم سے سوال کیا جائے گا؟ (ہمارے پاس) کھجور اور پانی کے علاوہ (کوئی نعمت ہی نہیں) آپ نے فرمایا عنقریب نعمت کا زمانہ آنے والا ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ: حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ سوال ان نعمتوں کے بارے میں ہوگا جو اللہ نے دنیا میں عطا کی ہوں گی جیسے آنکھ، کان، دل، دماغ، امن، صحت، مال و دولت، اور اولاد وغیرہ، بعض کہتے ہیں کہ یہ سوال صرف کافروں سے ہوگا، بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک سے ہوگا کیوں کہ محض سوال مستلزم عذاب نہیں، جنہوں نے ان نعمتوں کا استعمال اللہ کی ہدایت کے مطابق کیا ہوگا، وہ سوال کے باوجود عذاب سے محفوظ رہیں گے، اور جنہوں نے کفران نعمت کا ارتکاب کیا ہوگا وہ گھیر لیے جائیں گے۔

جب آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس کون سی دنیاوی نعمت ہے جس کے بارے میں ہم سے سوال ہوگا، ہمارے پاس تو صرف کھجور اور پانی ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ابھی تو نہیں ہے لیکن عنقریب نعمتوں کا زمانہ آنے والا ہے اور تمہیں طرح طرح کی دنیاوی نعمتیں ملنے والی ہیں اس کے بارے میں قیامت میں سوال ہوگا چناں چہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق فتوحات کے دروازے کھلے اور حضرات صحابہ کرام کو دنیاوی نعمتیں خوب خوب ملیں:

(۴۲۸۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ أَزْوَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا فَفَنِيَ أَزْوَادُنَا حَتَّى كَانَ يَكُونُ لِلرَّجُلِ مِنَّا تَمْرَةٌ فَقِيلَ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ وَأَيْنَ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا وَأَتَيْنَا الْبَحْرَ فَإِذَا نَحْنُ بِحُوتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا.

ترجمۃ حدیث:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ایک جہاد کے لیے روانہ کیا ہم لوگ تین سو آدمی تھے، ہم اپنے زادراہ کو اپنی گردنوں پر لادے ہوئے تھے، پھر ہمارا زادراہ ختم ہو گیا یہاں تک کہ نوبت بایں جارسید کہ ہم میں سے ہر شخص کو ہر روز ایک کھجور ملتی۔ لوگوں نے کہا اے عبد اللہ! بھلا ایک کھجور میں آدمی کا کیا ہوتا ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا جب وہ بھی نہ رہی تو ہمیں اس کی قدر معلوم ہوئی بالآخر ہم لوگ ایک سمندر کے کنارے آئے، تو وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک مچھلی باہر پڑی ہے جس کو سمندر نے پھینک دیا ہے چناں چہ ہم لوگ اس سے اٹھارہ دن تک کھاتے رہے۔

تشریح حدیث:

نبی کریم ﷺ اپنے تین سو جانباز شاہین صفت صحابہ کرام کو ایک سریہ پر روانہ فرمایا بعض روایتوں میں صراحت ہے کہ آپ نے قبیلہ جہینہ کی طرف روانہ فرمایا۔

قوله: فقيل: قیل کا قائل حضرت وہب بن کیسانؓ ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اس کی صراحت کی ہے،

قوله: قد قذفه البحر سمندر نے جس مچھلی کو حضرات صحابہ کرام کے لیے باہر پھینکا تھا اس کا نام عنبر تھا، یہ ایک بہت بڑی مچھلی تھی حضرات صحابہ کرام تین سو کی تعداد میں تھے لیکن اٹھارہ دن تک صحابہ کرام اس سے کھاتے رہے، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی بڑی تھی؟ بعض روایت میں اس کی صراحت ہے کہ وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ اس کی پسلی کی ہڈی کو کھڑا کر کے صحابہ کرام میں جو سب سے زیادہ طویل القامت تھے وہ اونٹ پر سوار ہو کر اس کے اندر سے گزر جاتے تھے۔ اور اس کے سر کو ہڈی نہیں لگتی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۸۹) بَابٌ فِي الْبِنَاءِ وَالْخَرَابِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت چار احادیث سپرد قرطاس کرنے کا شرف حاصل کیا ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمروؓ، حضرت انسؓ، اور ابن عمرؓ اور حضرت حارثہ بن مضربؒ سے منقول ہیں، اس باب میں موت اور آخرت کو فراموش کر کے عمارت بنانے کی مذمت اور ضرورت سے زیادہ مکان بنانے کی شناعت وقباحت کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ دنیاوی مکان و دکان کے چکر میں الجھ کر موت و آخرت کو فراموش نہ کرے موت اور آخرت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اس سے بالکل تغافل نہ کرے، ورنہ ہلاکت کا خطرہ ہے۔

(۴۲۸۶) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي السَّفَرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا فَقَالَ مَا هَذَا فَقُلْتُ خُصٌّ لَنَا وَهِيَ نَحْنُ نُصْلِحُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذَلِكَ.

ترجمۂ حدیث: موت کو فراموش کر کے دنیا میں گھر بنانے کی مذمت:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ہمارے اوپر سے گزرے تو اس وقت ہم ایک جھونپڑا بنانے میں مشغول تھے، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہمارا مکان پرانا ہو گیا تھا اس لیے ہم اس کی اصلاح کرر ہے ہیں (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ موت تو اس سے بھی جلد آنے والی ہے

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ٹھیک ہے کہ تم پرانے مکان کو رہنے کے واسطے درست کر رہے ہو، لیکن کیا تمہیں اس بات کا یقین کامل ہے کہ تم اس میں رہ سکو گے، اور اس سے لطف اندوز ہو سکو گے موت تو اس سے جلد آنے والی ہے اس لیے موت کے بعد والے گھر یعنی قبر کی تیاری کرنی چاہئے اور وہاں کے بارے میں سوچ وفکر کرنا چاہئے، دنیا تو جیسی تیسی گزر ہی جائے گی لیکن قبر اور آخرت کا معاملہ بہت سنگین ہے اس لیے وہاں کی تیاری کرنی چاہئے، دنیا میں الجھ کر موت کو بھولنا باعث شرمناک ہے۔

قوله: خص لنا: الخص بيت يعمل من الخشب و القصب، وہ گھر جو لکڑی اور بانس سے تیار کیا جائے اس کی جمع خصاص اور اخصاص آتی ہے۔

(۴۲۸۷) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ أَبِي فَرْوَةَ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبَّةٍ عَلَى بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ مَا هَذِهِ قَالُوا قُبَّةٌ بَنَاهَا فُلَانٌ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَالٍ يَكُونُ هَكَذَا فَهُوَ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَبَلَغَ الْأَنْصَارِيَّ ذَلِكَ فَوَضَعَهَا فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدُ فَلَمْ يَرَهَا فَسَأَلَ عَنْهَا فَأُخْبِرَ أَنَّهُ وَضَعَهَا لِمَا بَلَغَهُ عَنْهُ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللَّهُ يَرْحَمُهُ اللَّهُ.

ترجمۂ حدیث: قبہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی ناراضگی:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اکرم ﷺ ایک قبہ کے پاس سے گزرے جو ایک انصاری صحابی کے دروازے پر بنا ہوا تھا، آپ ﷺ نے (اسے دیکھ کر) فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ ایک قبہ ہے جس کو فلاں صاحب نے تیار کیا ہے، (یہ سن کر) رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا جو مال اس طرح کے کاموں میں خرچ ہو وہ قیامت کے دن وبال جان ہوگا، اس کے مالک پر یہ خبر اس انصاری صحابی تک پہنچی، تو اس نے اس کو گرا دیا (پھر کسی موقع سے) آپ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے اس قبہ کو اس جگہ نہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کے متعلق (لوگوں سے) دریافت کیا تو آپ کو بتلایا گیا کہ جب آپ کا ارشاد گرامی اس صحابی تک پہنچا تو انہوں نے اس کو ڈھا دیا (یہ سن کر) رسول

اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی اس پر رحم کرے، اللہ تعالی اس پر رحم کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث مبارکہ سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین رسول اکرم ﷺ کے جزبات کا کس قدر خیال رکھتے تھے، اور شریعت اسلامی کے حکم پر کس درجہ عامل و پیرو کار تھے، اور رسول پاک ﷺ کے منشاء و مذاق کو کس طرح سمجھتے تھے کہ جب معلوم ہوا کہ آپ نے اس گنبد کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا تو بلا کسی تاویل اور چون و چرا کے علی الفور اس کو گرادیا، اور اس بلند و بالا گنبد کو زمین بوس کر دیا، اور اپنے آقا کو راضی کر کے آخرت کی زندگی اور قبر کی زندگی کو سنوارا۔ اور آج ہم اپنی حالت پر غور کریں کہ کس درجہ شریعت اسلامی کے حکم پر عامل ہیں، اور رسول پاک ﷺ کے ارشاد و حکم پر عمل پیرا ہیں، بس اللہ تعالی ہی اپنے فضل کا معاملہ فرمائے۔

(۴۲۸۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَيْتُ بَيْتًا يُكِنُّنِي مِنَ الْمَطَرِ وَيُكِنُّنِي مِنَ الشَّمْسِ مَا أَعَانَنِي عَلَيْهِ خَلْقُ اللهِ تَعَالَى.

ترجمہ حدیث: ضرورت کے پیش نظر مکان بنانے کا جواز

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ جب ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ رہتے تھے، کہ میں نے ایک کوٹھری بنائی تھی جو مجھ کو بارش اور دھوپ سے بچاتی تھی، اور اس کی تعمیر میں مخلوق خدا میں کسی نے میری مدد نہیں کی۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت رہائش کے لیے مکان بنانا جائز ہے، ایک حدیث شریف میں اس کی صراحت آئی ہے جو امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم صرف چار چیزوں پر اپنا حق رکھتا ہے۔

(۱) ایک تو مکان جس میں وہ رہائش اختیار کرے، اور سردی گرمی سے اس کو محفوظ کر سکے،

(۲) دوسرے کپڑا جس سے وہ اپنی ستر پوشی کرے،

(۳) تیسرے بغیر سالن کے خشک روٹی، جس سے وہ اپنی بھوک دور کر سکے،

(۴) چوتھے پانی جس سے وہ اپنی پیاس بجھا سکے۔ یہ بندوں کا حق ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے انسان پر واجب کی گئی ہے، لہذا ان نعمتوں کے جائز استعمال پر آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا، یعنی اللہ تعالی نے دنیا کی جن چیزوں کو ضروریات زندگی کے طور پر بنایا ہے، ان کو انسان اسی قدر حاصل کرنے اور اس سے بہرہ مند ہونے کا حقدار و مجاز ہے، جس قدر کہ اس کی

ضروریات کے لیے کافی ہو، چناں چہ جو شخص ان چیزوں کو حلال وسائل وذرائع سے حاصل کرے گا، اور ضرورت کے بقدر اکتفا کرے گا، اس سے آخرت میں ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ ہوگا، اور نہ ہی مواخذہ ہوگا، کیوں کہ بقدر ضرورت استعمال ان لوازمات سے ہیں جن کے بغیر نفس انسانی کے لیے کوئی چارہ کار نہیں، ہاں ان کے علاوہ جو دنیا کی اور چیزیں ہیں یا ان ہی چیزوں میں جو ضرورت سے زائد مقدار ہیں وہ سب لوازمات زندگی سے خارج ہیں، اور لذات نفس میں داخل ہیں، ان کے بارے میں قیامت کے روز بالیقین مطالبہ ومواخذہ کیا جائے گا،

(۴۲۸۹) حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ أَتَيْنَا خَبَّابًا نَعُودُهُ فَقَالَ لَقَدْ طَالَ سَقَمِي وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُهُ وَقَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيُؤْجَرُ فِي نَفَقَتِهِ كُلِّهَا إِلَّا فِي التُّرَابِ أَوْ قَالَ فِي الْبِنَاءِ.

ترجمۂ حدیث: ضرورت سے زیادہ تعمیر پر مال لگانا لاحاصل:

حضرت حارثہ بن مضرب ؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت خباب ؓ کی عیادت کے لیے (ان کے پاس) گئے تو انہوں نے فرمایا بے شک میری بیماری طویل ہوگئی ہے، کہ میں یہ بات رسول اکرم ﷺ سے نہ سنی ہوتی کہ موت کی تمنا نہ کرو تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ اور نیز آپ ﷺ نے فرمایا بے شک بندے کو اس کے تمام اخراجات ونفقات میں ثواب دیا جاتا ہے، سوا اس خرچ کے جو وہ مٹی میں کرتا ہے، فرمایا جو عمارت بنانے میں کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کچھ بھی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اس کو ثواب ملتا ہے، لیکن انسان جو مال مکان وغیرہ کی تعمیر میں خرچ کرتا ہے، اس پر کوئی اجر وثواب نہیں ملتا ہے، لیکن عدم اجر وثواب کا مسئلہ اس وقت ہے جب کہ وہ تعمیر ضرورت وحاجت سے زائد ہو، ورنہ تو اپنی حاجت کے بقدر مکان کی تعمیر ضروریات زندگی میں شامل ہے، اور اس پر خرچ کیا جانے والا رقم ضائع وبرباد نہیں ہوجاتا، اور اسی طرح عدم اجر وثواب کے حکم خیر وبھلائی کے مکانات جیسے مدارس، مکاتب، اور مساجد وغیرہ کی تعمیر مستثنیٰ ہے، ان کی تعمیر باعث اجر وثواب اور کار مستحب ومستحسن ہے۔

(۱۴۹۰) بَابُ التَّوَكُّلِ وَالْيَقِينِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ، نے اس باب کے ذیل میں پانچ احادیث سپرد قلم کی ہیں، جو حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت حبہ اور سواء ؓ، حضرت عمرو بن عاص ؓ، اور حضرت ابو ہریرہ ؓ، سے مروی ہیں، اس باب میں ذکر کردہ احادیث میں توکل علی اللہ اور یقین باللہ کی فضیلت اور اس کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، توکل علی اللہ ترک اسباب وذرائع کا نام نہیں ہے، بلکہ درحقیقت توکل علی اللہ اسباب وذرائع کو اختیار کرکے معاملہ اللہ کے حوالہ کرنے کا نام ہے، یہ دنیا دار الاسباب

ہے، یہاں ہر چیز اللہ تبارک وتعالی اسباب وذرائع کے پردے میں چھپ کر کرتا ہے، سب کچھ اللہ تعالی ہی کرتا ہے، لیکن اسباب کے پردے میں اس لیے اس جہاں رنگ وبو میں اسباب کو بالکلیہ ترک کر کے توکل علی اللہ حماقت ونادانی ہے، اور سب کچھ اسباب ہی کو سمجھ لینا اس سے بڑی حماقت، جہالت اور نادانی ہے، اس لیے معتدل راہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کر کے کام کے ہونے اور نہ ہونے کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے، یہی توکل ہے۔

(۴۲۹۰) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ عَنِ ابْنِ هُبَيْرَةَ عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا.

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالی پر کامل توکل کرنے کی فضیلت:

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ تعالی پر اس طرح توکل اور اعتماد کرو جس طرح اللہ تعالی کی ذات پر توکل اور اعتماد کا حق ہے، تو وہ یقیناً تمہیں اسی طرح رزق دے گا جس طرح کے پرندوں کو رزق دیتا ہے، وہ پرندے صبح کے وقت خالی پیٹ بھوکے نکلتے ہیں، اور شام کو پیٹ بھرے (اپنے گھونسلوں میں) واپس آتے ہیں۔

تشریح حدیث:

توکل علی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اول تو اس بات پر پورا یقین واعتماد اور اعتقاد ہو کہ کسی بھی چیز کو وجود میں لانے والا اللہ تعالی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے، اور ہر موجود کو خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار مخلوق ہو، یا رزق کا ملنا ہو یا نہ ملنا ہو، نفع ہو یا نقصان، غربت وافلاس ہو یا ثروت ومالداری، مرض ہو یا صحت، موت ہو یا حیات، غرضیکہ کوئی بھی چیز ہو سب کا مالک حقیقی اللہ تعالی ہے، اور ساری چیزیں اسی ذات واحد کی طرف سے ہیں پھر اس امر کا پختہ اور کامل اعتقاد ہو، کہ رزق کا ضامن بلا شک وشبہ اللہ تعالی کی ذات ہے، پھر اس یقین اور اعتماد کے ساتھ حصول معاش کی سعی وجد وجہد میں احسن طریقوں سے مناسب ومعقول صورت میں مشغول ہو، ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی سعی نہ کرے، اور کسب معاش کی دھن میں اس طرح غرق نہ ہو جائے، کہ حلال وحرام کی تمیز بھی نہ کر سکے۔

توکل علی اللہ کی حقیقت

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا خیال وگمان یہ ہو کہ توکل نام ہے کسب وعمل کے ترک کر دینے کا، اور ہاتھ پاؤں کو معطل کر دینے اور اپاہج بن کر پڑے رہنے کا، جس طرح کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے، تو وہ شخص نرا جاہل ہے، حضرت امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ توکل کا اصل مقام قلب ہے، اور حصول معاش کے لیے حرکت وعمل ایک ظاہری فعل

ہے، جو توکل کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ اصل اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، اسی حدیث میں پرندے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، وہ اگر چہ اپنی روزی کی تلاش میں نکلتا ہے، اور سارے جہاں میں مارا مارا پھرتا ہے، لیکن اس کا اصل اعتماد اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر ہوتا ہے، نہ کہ اپنی طلب اور جدوجہد پر، اور اپنی قوت اور تدبیر پر، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا حصول معاش اور کسب رزق حلال کے لیے معقول اور مناسب طریقہ پر جدوجہد اور سعی کرنا توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حدیث شریف میں اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ سعی جدوجہد اور کسب وعمل حقیقت میں رزق پہنچانے والا نہیں ہے، بلکہ رزاق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، نیز حدیث شریف کا مقصد یہ بھی نہیں ہے کہ انسان کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے نقل وحرکت اور سعی وکوشش سے باز رکھا جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر اصل توکل کا تعلق قلب ہے، جو اعضاء ظاہری کی حرکت وعمل کے بالکل منافی نہیں ہے، گو بسا اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ بغیر حرکت وعمل کے اور بغیر اسباب اختیار کئے بھی رزق پہنچاتا ہے، اور اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتا ہے، اور توکل کی برکت بعض مرتبہ یہاں تک ظاہر ہوتی ہے، کہ متوکل کو اپنا رزق لینے کے لیے حرکت بھی نہیں کرنی پڑتی، بلکہ دوسرے حرکت کر کے اس تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے رزق پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد باری کے عمومی مفہوم سے ظاہر ہوتا ہے، **وما من دابة في الارض الا على الله رزقها**، زمین پر جتنی بھی چیزیں چلنے والی ہیں ان سب کی رزق رسانی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذمہ ہے۔

(۴۲۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَلَّامِ بْنِ شُرَحْبِيلَ أَبِي شُرَحْبِيلَ عَنْ حَبَّةَ وَسَوَاءٍ ابْنَيْ خَالِدٍ قَالَا دَخَلْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُعَالِجُ شَيْئًا فَأَعَنَّاهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَا تَيْأَسَا مِنَ الرِّزْقِ مَا تَهَزَّزَتْ رُؤُسُكُمَا فَإِنَّ الْإِنْسَانَ تَلِدُهُ أُمُّهُ أَحْمَرَ لَيْسَ عَلَيْهِ قِشْرٌ ثُمَّ يَرْزُقُهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمۂ حدیث: رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے:

خالد کے دونوں بیٹے حبہ اور سواءؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس اس وقت گئے جب آپ کچھ کام کر رہے تھے، ہم نے اس کام میں آپ کی مدد کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تک تم دونوں کے سر ہلتے رہیں (یعنی زندہ رہو) روزی کی فکر نہ کرنا، اس لیے کہ ماں بچہ کو سرخ جنتی ہے، اس پر کھال نہیں ہوتی، پھر اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطاء فرماتا ہے۔

تشریح حدیث:

رزاق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے، وہی اپنے بندوں کو اور اپنی تمام مخلوقات کو رزق پہنچاتا ہے، اور اس طرح روزی پہنچاتا ہے کہ بندے کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے، کبھی وہ حاشیہ خیال میں بھی لایا نہیں ہوتا، اور اللہ رزق دیتا ہے، حدیث میں رسول اکرم ﷺ حضرت حبہ اور سواء دونوں سے فرمایا جب تک تم زندہ رہو روزی کی فکر بالکل نہ کرنا، تمہیں ہر حال میں اللہ

تبارک وتعالی روزی عطافرمائے گا، اس لیے کہ ماں بچہ کو سرخ جنتی ہے اس پر کھال بھی نہیں ہوتی اللہ تعالی اس کو بھی رزق دیتا ہے۔

جب کوے کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں جب کوّا ان بچوں کو دیکھتا ہے تو بہت برے لگتے ہیں، چناں چہ کوّا ان بچوں کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے، اور وہ بچے بے یارومددگار تنہا پڑے رہجاتے ہیں کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا ہے، تب اس وقت اللہ تعالی ان کے پاس مکھی اور چونٹیا بھیجتا ہے، جن کو وہ بچے چن چن کر کھاتے ہیں، اور اس طرح ان کا نشوونما ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہوجاتے ہیں تو اپنا رنگ بدل دیتے ہیں، اور بالکل سیاہ فام ہوجاتے ہیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد کوّا ان کے پاس آتا ہے، تو ان کو سیاہ دیکھتا ہے، تو ان کو لے کر بیٹھ جاتا ہے، اور ان کی پرورش کرنے لگتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی بغیر سعی وحرکت کے بھی روزی پہنچاتا ہے۔

ایک عبرت انگیز واقعہ:

اللہ تبارک وتعالی بغیر کسی سعی وکوشش کے بھی رزق پہنچاتا ہے، اس سلسلہ میں بہت سارے واقعات ہیں، لیکن ایک واقعہ نہایت عجیب وغریب اور عبرت آموز ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ تعالی نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے جو روح قبض کرنے پر مامور ہیں پوچھا کہ کیا کسی کی روح نکالتے وقت تجھے کبھی رحم بھی آیا ہے؟ عزرائیل نے عرض کیا ہاں اے پروردگار عالم! ایک موقع پر تو مجھے بہت ہی رحم آیا لیکن آپ کا حکم تھا روح قبض کرلیا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ایک کشتی ٹوٹ گئی تھی، اس میں سوار سارے ہی لوگ پانی میں غرق ہوگئے تھے، لیکن کچھ لوگ محض آپ کے فضل وکرم سے پانی میں غرق ہونے سے بچ گئے تھے، اور کشتی کے باقی ماندہ تختوں پر تیر رہے تھے، انہی میں ایک عورت بھی تھی، جو ایک تیرتے ہوئے تخت پر بیٹھی اپنے شیر خوار بچہ کو دودھ پلا رہی تھی، جب ہی آپ کا حکم ہوا کہ اس عورت کی روح قبض کرلی جائے، چناں چہ میں نے اس عورت کی روح قبض کرلی، لیکن اس کے بچہ پر بہت رحم آیا، جو دریا میں ایک ٹوٹے ہوئے تخت پر تنہا رہ گیا تھا۔

اللہ تعالی نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اس بچہ کا انجام کیا ہوا؟ میں نے اس تیرتے ہوئے تخت کو ایک جزیرہ کے کنارے لگ جانے کا حکم دیا، جہاں اس نے بچہ کو ایک ساحل پر ڈال دیا، پھر میں نے ایک شیرنی اس کے پاس بھیجی، جس نے اس کو اپنا دودھ پلاکر پرورش کیا، جب وہ کچھ بڑا ہوگیا تو میں نے کچھ جنات متعین کردئے تاکہ وہ اس بچہ کو آدمیوں کی بول چال اور رہن سہن کی تعلیم دے، یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط جوان ہوگیا، پھر علم وفضل میں کمال حاصل کرتا ہوا علماء کی صف میں داخل ہوگیا، دولت وامارت سے بہرہ مند ہوا اور آخر کار تمام روئے زمین کا بادشاہ اور حکمراں بن گیا تب وہ اپنی اصل حقیقت کو بھول گیا، عبودیت کے مرتبہ اور ربوبیت کے حقوق کو فراموش کردیا، اس کو یہ یاد نہ رہا کہ خدا تو وہ ذات ہے جس نے اس کو دریا کی لہروں سے زندہ سلامت بچاکر اپنی قدرت خاصہ کے ذریعہ پرورش وتربیت کے مراحل سے گزارا، اور پھر اس مرتبہ تک پہنچایا کہ آج وہ تمام روئے زمین کا بادشاہ اور مطلق العنان حکمراں بن بیٹھا ہے، آج دنیا میں وہ شداد کے نام سے مشہور ہے۔

بہرحال اہل ایمان کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ اللہ تعالی بہت رحیم وکریم ہے، وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے جب وہ اپنے دشمنوں کو رزق دیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ان بندوں کو بھول جائے جو اس کے دوست اور محبوب ہیں۔

(۴۲۹۲) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنْبَأَنَا أَبُو شُعَيْبٍ صَالِحُ بْنُ زُرَيْقٍ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُمَحِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ قَلْبِ ابْنِ آدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةً فَمَنِ اتَّبَعَ قَلْبُهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِأَيِّ وَادٍ أَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ التَّشَعُّبَ۔

ترجمۂ حدیث: توکل کی ہدایت:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ابن آدم کے دل کے لیے ہر جنگل میں ایک شاخ اور گوشہ ہے، پس جس شخص نے اپنے دل کو ان گوشوں اور شاخوں کی طرف متوجہ رکھا تو اللہ تعالی کو کوئی پرواہ نہیں کہ اس کو کس جنگل میں ہلاک کرے، اور جو شخص اللہ تعالی پر بھروسہ کیا (اور اپنے تمام امور اس کے سپرد کردے) تو اللہ تعالی اس کے تمام کاموں کی درستی کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے دل میں رزق کے اسباب وذرائع اور اس کے حصول کے تعلق سے طرح طرح کی فکریں اور غم پیدا ہوتا ہے، اور تلاش رزق کے لیے اپنے دل ودماغ کو مختلف قسم کے تفکرات وتدبرات اور غموں میں مشغول ومنہمک رکھتا ہے، اور پراگندہ خاطری کا شکار ہوتا ہے، تو جو شخص اس طرح سے تلاش معاش کے لیے بےچین اور مضطرب ہو اور توکل علی اللہ نہ کرے تو کسی بھی وادی میں ہلاک وبرباد ہو اللہ کو کوئی پرواہ نہیں، اس کے برخلاف جو شخص اللہ کی ذات پر توکل کامل کرتا ہے، اور اسباب وذرائع کے اختیار کرنے کے بعد اپنے تمام امور اللہ کے حوالہ کردیتا ہے، تو اللہ تعالی کی نصرت ومدد اور رحمت ووسعت اس کے دماغ کی پراگندگی وپریشانی اور گوناگوں جسمانی محنت ومشقت کے تعب وغم سے نجات دیتی ہے، اور اس کے تمام امور کے لیے اللہ تعالی کافی ہوجاتا ہے، پھر اس کے سارے ہی امور صحیح انجام پاتے ہیں۔

(۴۲۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالی کے ساتھ حسن ظن کا حکم:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، کہ تم میں سے کوئی شخص نہ

مرے مگر یہ کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو اللہ تعالی کی رحمت، مغفرت اور وسعت نعمت پر اعتماد کامل اور مستحکم توکل کرنا چاہئے اور مغفرت وبخشش کی امید رکھنی چاہئے چاہے اس کے گناہ پہاڑ کے برابر کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اللہ کی رحمت ومغفرت سے بڑی کوئی شئی نہیں ہے، اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، سبقت رحمتي على غضبي، اس پر دال ہے علامہ بوحیری نے کیا شاندار کہا ہے،

یا نفس لا تقنطی من زلة عظمت ☆ ان الكبائر فی الغفران کاللحم

لعل رحمت ربی حین یقسمها ☆ تاتی على حسب العصیان فی القسم

اے نفس تو مزلت اور گناہ کی وجہ سے مایوس مت ہو، بے شک گناہ کبیرہ مغفرت وبخشش گوشت کی طرح ہے، اور جس وقت میرے رب کی رحمت تقسیم کی جارہی ہو، شاید وہ رحمت تقسیم میں گناہوں کے اعتبار سے تقسیم ہو۔

(۴۲۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَلَا تَعْجِزْ فَإِنْ غَلَبَكَ أَمْرٌ فَقُلْ قَدَرُ اللهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ وَإِيَّاكَ وَاللَّوْ فَإِنَّ اللَّوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.

ترجمہ حدیث: قوی مومن کا ضعیف مومن سے افضل ہونا:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر ملی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قوی مسلمان زیادہ بہتر ہے، اور اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے ضعیف مسلمان کے مقابلہ میں اور ہر بھلائی میں حرص جو تجھ کو نفع پہنچائے،، اور عجز ظاہر مت کر، پھر جب کوئی معاملہ تجھ پر غالب آجائے (اور تو مغلوب ہوجائے) تو کہہ کہ تقدیر الٰہی یہی تھی، اللہ نے جو چاہا کیا، اور اگر مگر ہرگز مت کر، اس لیے کہ لفظ اگر مگر شیطان کا دروازہ کھولتا ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: وایاك و الله: حدیث شریف کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اسباب وذرائع کے اختیار کے باوجود کوئی کام نہ ہو اور امید کے خلاف ہو، تو اس کو نوشتہ تقدیر سمجھ کر چھوڑ دو، اور تقدیر خداوندی پر خندہ پیشانی کے ساتھ راضی ہو جاؤ اب یہ مت کہو کہ اگر ایسا کیا ہوتا تو یہ ہوتا، لو فعلت كذا لكان كذا لفظ اگر مگر مت استعمال کرو یہ توکل کامل کے خلاف ہے، قرآن مجید میں اللہ پاک کا کھلم کھلا ارشاد ہے مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ

قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ (۱) نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں، وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوتی ہے یہ کام اللہ تعالی پر بالکل آسان ہے تا کہ تم اپنے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ۔ الغرض لفظ اگر شیطانی دروازہ ہے اس سے عقیدہ متزلزل ہوتا ہے اس لیے اس لفظ کے استعمال سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے۔

(۱۴۹۱) بَابُ الْحِكْمَةِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں حکمت و دانائی کی باتوں کا بیان ہے۔

(۴۲۹۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُمَا وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا.

ترجمہ حدیث: حکمت کی بات جہاں کہیں بھی ملے لے لو:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حکمت کی بات گویا مومن کی گمشدہ چیز ہے (پس) جہاں کہیں بھی اس کو پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

تشریح حدیث:

حکمت ودانائی کی بات سے مراد وہ بات ہے جو دین اور آخرت میں فائدہ دینے والی ہو، ہر وہ بات جو دین اور آخرت میں مومن کے لیے مفید اور نفع بخش ہو، وہ مومن کے لیے مطلوب اور گم شدہ چیز کی طرح عظیم سرمایہ ہے لہٰذا مومن اس بات کو جہاں بھی پائے اس کو لینے کا سب سے بڑا حقدار خود کو سمجھے اور فوراً اس کو قبول کرے۔ کیوں کہ جس طرح عقلمند آدمی اپنی گمشدہ چیز جہاں بھی جب بھی اور جس کے پاس بھی پاتا ہے، اس کو فوراً لے آتا ہے، ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتا اسی طرح مومن کو بھی چاہیے کہ حکمت ودانائی کی بات کو اپنا گمشدہ سرمایہ اور اپنا مطلوب اور اپنے کو اس کا سب سے بڑا حقدار سمجھنا چاہیے، اور دانشمندی کا تقاضا یہی ہونا چاہیے کہ اس کو فوراً لے لے بلا کسی تاخیر اختیار کرے اور عمل کرنے لگے، چاہے وہ حکمت کسی بڑے عالم دین بزرگ سے ملے چاہے کسی معمولی آدمی سے ملے حتی کہ حکمت کی بات اگر کسی دیوار پر مکتوب ہے تو اس کو بھی قبول کرنا چاہیے۔ بعض عارفین سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے بایزید بستامی جیسے جلیل القدر اور رفیع

(۱) سورۃ الحدید رقم الآیۃ/۲۲۔۲۳

المرتبت بزرگ اور عارف سے بات سنی تو اس کو قبول کیا لیکن اگر وہی بات اپنی کنیز اور باندی سے سنی تو اس کو نا قابل اعتناء سمجھا اور قبول نہیں کیا تو وہ شخص متکبر شمار ہوگا۔

حکمت کی بات کو گمشدہ سرمایہ کے ساتھ تشبیہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح آدمی گمشدہ مال کے حصول اور طلب میں انتھک تگ و دو کرتا ہے اور اس کو پانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے، اور حتی الامکان طلب کر کے دم لیتا ہے، اسی طرح مومن کو بھی حکمت کی بات حاصل کرنے کے لیے انتھک سعی مسلسل کرنی چاہئے اور جہاں بھی ملے حاصل کر کے ہی دم لینا چاہئے، واللہ اعلم۔

(۴۲۹۶) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.

ترجمۂ حدیث: دو قابل قدر نعمتیں جن میں لوگ دھوکہ میں مبتلا ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ دھوکہ میں اور فریب میں مبتلا ہیں۔ اور وہ نعمتیں یہ ہیں ایک صحت و تندرستی، دوسری فراغت۔

تشریح حدیث:

حدیث مذکورہ میں بیان کردہ دونوں چیزیں لاریب اللہ تعالی کی جانب سے عطا کردہ عظیم نعت ہیں، یعنی صحت و تندرستی، جسم و بدن کا امراض و اسقام سے دور رہنا، اور دوسری نعمت فراغت و فرصت ہے یعنی اوقات کا غم روزگار اور مشاغل و مصروفیات سے فارغ و خالی ہونا، اور یہ بھی ایک روشن اور کھلی حقیقت ہے، کہ جن کو اللہ تبارک و تعالی یہ دونوں نعمتیں عطا کرتا ہے، وہ ان کو صحیح اور حقیقی قدر نہیں کرتے ہیں، بلکہ فریب نفس میں گرفتار ہو کر غفلت کا شکار رہتے ہیں، اور ان دونوں نعمتوں کو یوں ہی ضائع کر دیتے ہیں اور انکے فوائد و منافع کو مفت گوا دیتے ہیں، اللہ نے صحت و تندرستی دی ہے تو اس کو عبادت، اطاعت، ریاضت، تلاوت اور مخلوقات خدا کی خدمت گزاری میں لگانے کے بجائے تندرستی کے ایام کو منکرات خواہش اور گناہ کے کاموں میں صرف کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ابھی تو جوانی ہے، صحت و تندرستی ہے، جی بھر کے موج مستی کر لیں، دل کھول کر گناہ کر لیں، اور دل کی ہر خواہش جائز و ناجائز کو پورا کر لیں، جب بوڑھاپا آئے گا تو توبہ کر لیں گے، اخیر وقت میں اللہ کو راضی کر لیں گے۔

کرلو خطائیں جی بھر کے ابھی عمر شباب ہے ☆ پتا نہیں پھر یہ عمر شباب ملے نہ ملے

لیکن اے ابن آدم! تو یہ کیوں نہیں سوچتا، کہ شاید تیری قبر کھودی جا رہی ہو، اور کفن تیار کئے جا رہے ہوں، بوڑھاپہ

آنے سے قبل جوانی ہی میں داعی اجل حاضر ہو جائے اور تجھے دنیا سے رخت سفر باندھنا پڑے۔ اور قبر و آخرت کی طرف روانہ ہونا پڑے، اے انسان! بوڑھاپے کا انتظار مت کر، آج ہی دو رکعت پڑھ کر اللہ سے توبہ کر اپنی زندگی رضاء الٰہی میں گزار، یہی اصل سرمایہ ہے جو آخرت میں کام آئے گا۔

شارح مشکوۃ ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ ان نعمتوں کی حقیقی قدر نہیں کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ جن کو یہ نعمتیں عطا فرماتا ہے، وہ ان کے زمانہ میں ایسے کام نہیں کرتے ہیں جن کے وہ آخرت میں محتاج ہوں گے، اور پھر وہاں نادم ہوں گے، کہ ہم نے دنیا میں اپنی عمر کے ان بیش قیمت اوقات کو کس طرح ضائع کر دیا، حالاں کہ اس وقت ان کی ندامت کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی، جیسا کہ ارشاد باری ہے "ذالك يوم التغابن" اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا آخرت میں اہل جنت اگر کسی بات پر حسرت وافسوس کریں گے، تو وہ ان لمحات پر کریں گے، جو انہوں نے دنیا میں اس طرح گزار دئے ہوں گے کہ انہوں نے ان میں اللہ کو یاد نہ کیا ہوگا۔

دوسری نعمت فراغت وقت ہے یہ بھی اللہ رب العزت کی عظیم الشان نعمت ہے، جن اکابر نے اس کی قدر کی آج وہ علم وفن کی دنیا میں اور فضل وکمال کے آسمان میں درخشندہ ستارے کی طرح چمک اور دمک رہے ہیں، پوری دنیا ان کی خدمات جلیلہ کے احسان تلے دبی جارہی ہے کوئی ان کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا ہے۔ اور جنہوں نے ان نعمتوں کی قدر نہیں کی آج وہ گم نام ہیں، کوئی ان کے نام تک نہیں جانتا، اس لیے فراغت وقت کی نعمت کی بھی قدر کرنی چاہیے۔

(۴۲۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِي وَأَوْجِزْ قَالَ إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ وَأَجْمِعِ الْيَأْسَ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ.

ترجمۂ حدیث: ایک جامع نصیحت نبوی ﷺ:

حضرت ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کسی بات کی تعلیم دیجئے لیکن بالکل مختصر، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو نماز میں کھڑا ہو تو ایسی نماز ادا کر کہ گویا کہ تو اس دنیا کو الوداع کہنے والا ہے، اور تو ایسی بات منہ سے مت نکال جس سے آئندہ عذر کرنا پڑے، اور جو لوگوں کے پاس ہے تو اس سے مایوس ہو جا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے تین باتوں کی تعلیم دی۔

(۱) جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو، تو اس طرح خشوع حضوع اور حضور قلبی کے ساتھ نماز ادا کر کہ گویا یہ تیری آخری نماز

ہے،اور تو دنیا سے رخت سفر باندھنے والا ہے،موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لیے بالکل سامنے ہے ظاہر ہے کہ اس طرح کی نماز نہایت اخلاص پر مبنی ہوگی اور اس میں ریا کا دخل نہ ہوگا۔

(۲) کبھی بھی تو ایسی بات زبان سے مت نکال بعد میں معذرت کرنے کی ضرورت پیش آئے، پہلے خوب سوچ سمجھ لو پھر بولو۔بول کر اور زبان سے بات نکالنے کے بعد سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں،عقلمند وہی ہے جو سوچ لے پھر زبان سے بات نکالے،اور جو بول کر سوچے وہ بے وقوف ہے۔

(۳) لوگوں کے پاس جو دنیاوی مال و دولت اور جائداد و ثروت ہے اس سے بالکل بے نیاز اور مستغنی ہو جا،لوگوں کی جیب پر نظر مت رکھ، تیری نظر دائمی طور پر اللہ تعالی کے خزانہ غیب پر ہونی چاہئے۔تو کبھی محتاج نہ رہے گا۔

(۴۲۹۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَثَلُ الَّذِي يَجْلِسُ يَسْمَعُ الْحِكْمَةَ ثُمَّ لَا يُحَدِّثُ عَنْ صَاحِبِهِ إِلَّا بِشَرِّ مَا يَسْمَعُ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى رَاعِيًا فَقَالَ يَا رَاعِي أَجْزِرْنِي شَاةً مِنْ غَنَمِكَ قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ بِأُذُنِ خَيْرِهَا فَذَهَبَ فَأَخَذَ بِأُذُنِ كَلْبِ الْغَنَمِ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَاهُ إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِيهِ بِأُذُنِ خَيْرِهَا شَاةً.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی مثال جو بیٹھ کر حکمت کی بات سنے، پھر لوگوں سے صرف وہی بات بیان کرے، جو اس نے بری بات سنی ہے،اس شخص کی طرح ہے جو ایک چرواہے کے پاس آیا،اور اس سے کہا اے چرواہے! مجھے ایک بکری ذبح کرنے کے لے دے اس نے کہا جا اور ریوڑ میں سے جو اچھی بکری معلوم ہو،اس کا کان پکڑ کر لے جا، چناں چہ وہ شخص گیا اور کتے کا کان پکڑ کر لے چلا۔

ابن ماجہ کے استاذ ابوالحسن بن سلمہ کہتے ہیں کہ اسماعیل بن ابراہیم نے ہم سے حدیث بیان کی، کہ ان سے موسی نے اور ان سے حماد نے حدیث بیان کی،اور گزشتہ حدیث کے مثل بیان کیا،اور اس حدیث میں یہ ہے باذن خیرھا شاۃ:یعنی گلہ میں سے اچھی بکری کے کان پکڑ کر لے جا۔

تشریح حدیث:

قولہ: کلب الغنم: ای التي تحفظ الغنم في المرعي، مطلب یہ ہے کہ بکری کے ریوڑ میں جو کتا اس کی حفاظت کے لیے متعین تھا اسی کے کان پکڑ کر یہ سمجھ کر لے آیا کہ یہ بکری ہے، یہ مثال اس شخص کی ہے جو حکمت و دانائی کی بات اور عمدہ اور حسن بات کسی سے بیٹھ کر سنے، پھر لوگوں سے صرف بری بات نقل کرے،اور اچھی بات اور حکمت کی بات چھپائے۔باقی

جو کتاب نیٹ پر موجود نہیں ہیں
یا کوئی کتاب آپکو چاہئے جو نیٹ پر
موجود نہ ہو تو آپ ہمیں میسیج کریں

NEW MADARSA

ٹیلیگرام چینل
@New Madarsa
https://t.me/NewMadarsa

یا ٹیلیگرام گروپ
@New Madarsa Group
https://t.me/NewMadarsaGroup

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۱۴۹۲) بَابُ الْبَرَاءَةُ مِنَ الْكِبْرِ وَالتَّوَاضُعِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عیاض بن حمادؓ سے منقول ہیں، اس باب کی احادیث میں تواضع اختیار کرنے کی فضیلت کا بیان ہے، اور غرور وتکبر چھوڑ دینے کے حکم کا بیان ہے، جس کی تفصیلات ان شاء اللہ احادیث کی شرح کے تحت آرہی ہے۔

(۴۲۹۹) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ.

ترجمہ حدیث: متکبر شخص جنت میں داخل نہ ہوگا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر کبر ہوگا وہ جنت میں (اول مرحلہ میں) داخل نہ ہوگا، اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا (وہ علی سبیل الدوام) دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ: لا یدخل الجنة من کان فی قلبه الخ حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تشریح وتوضیح کے سلسلہ میں حضرات شراح حدیث کا اختلاف ہے چناں چہ علامہ خطابیؒ نے اس کی دو تشریح کی ہے۔

(۱) یہاں حدیث شریف میں تکبر سے مراد تکبر عن الایمان ہے یعنی ایمان واسلام سے اعراض اور روگردانی کرنا، تو اس صورت میں حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہوگی، اور مطلب یہ ہے کہ متکبر آدمی کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی موت اسی حالت میں ہوئی ہو۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ دخول جنت کے وقت اس کے دل میں کبر نہ ہوگا، بلکہ کبر اور غل سے اس کے دل کو صاف کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے، **ونزعنا ما فی صدورهم من غل**۔ امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں تاویل وتشریح حدیث الفاظ حدیث سے بہت دور ہے، کیوں کہ مذکورہ حدیث معروف ومشہور کبر وغرور کے بارے میں وارد ہوئی ہے، اور ارتفاع علی الناس اور دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھنا ہے، لہٰذا حدیث شریف کے مذکورہ

دونوں معنی مراد لینا مناسب نہیں ہے، بلکہ حدیث شریف کا مطلب وہ ہے جو قاضی عیاض وغیرہ نے اپنایا ہے، کہ متکبر آدمی اپنے تکبر کی سزا پائے بغیر جنت میں داخل نہ ہوگا، الا یہ کہ فضل الٰہی ہو جائے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تکبر اس قدر سنگین اور خطرناک گناہ ہے کہ اگر اس کی سزا دی جائے تو اس کی سزا دخول نار ہی ہے لیکن کبھی اللہ تعالی فضل فرمائے گا بغیر سزا دئے ہی جنت میں داخل کرے گا، ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ متکبرین و متقین کے ساتھ اول وہلہ میں جنت میں داخل نہ ہوگا ان کے علاوہ اور بھی تاویل حضرات شراح کرام نے کی ہیں، جو لمبی لمبی شروحات و کتب احادیث میں موجود ہے۔

(۴۳۰۰) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي مَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا أَلْقَيْتُهُ فِي جَهَنَّمَ.

ترجمۂ حدیث: کبریائی اور عظمت اللہ کی چادر اور ازار ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے چھینے گا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔

تشریح حدیث:

قوله: الكبرياء ردائي: اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری لنگی ہے بطور مثال ہے اور اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ دونوں صفتیں صرف میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں، ان میں دوسرا کوئی بھی میرا شریک وساجھی نہیں، جس طرح کسی لباس میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوسکتا، چناں چہ اللہ رب العزت والجلال کی کچھ صفات ایسی ہیں جن میں کچھ حصہ بندوں کو دیا گیا اور بطور مجاز ان صفات کے ساتھ انسان خود کو موصوف کرسکتا ہے جیسے جود وکرم اور مہربانی وغیرہ لیکن اللہ تعالی کی کچھ صفات ایسی ہیں جو صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں، جن کے ساتھ کوئی انسان بطور مجاز بھی اپنے آپ کو موصوف نہیں کرسکتا ہے ان ہی میں سے ایک صفت کبریائی اور صفت عظمت بھی ہے، اسی حقیقت کو حدیث ہذا میں بطور مثال کے بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح ان کپڑوں کو کوئی دوسرا نہیں پہن سکتا ہے جو کسی دوسرے کے بدن پر ہوں اسی طرح حقیقی کبریائی اور عظمت کا دعوی بھی کوئی بندہ نہیں کرسکتا، کیوں کہ یہ دونوں صفتیں صرف اللہ رب العزت کی ذات واحد کے ساتھ مخصوص ہیں۔

لفظ کبریاء اور عظمۃ لغت کے اعتبار سے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، یعنی بزرگی اور بڑا پن ہونا۔ لیکن حدیث شریف کے ظاہری مفہوم سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے کہ ایک کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور دوسرے کو تہبند کے ساتھ۔ لہٰذا اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے بعض حضرات کی رائے گرامی یہ ہے کہ کبریاء تو اللہ تبارک

وتعالیٰ کی صفت ذاتی ہے یعنی اللہ کی ذات کبیر ومتکبر ہے، خواہ دوسرا اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے، اور عظمت کا لفظ حق تعالیٰ کی اس بڑائی کو بیان کرنا ہے جس کا ظہور اس کے غیر پر بھی ہوتا ہے کہ ساری مخلوق جانتی ہے کہ وہ ایسا بڑا ہے پس یہ عظمت حق تعالیٰ کی صفت اضافی ہوئی، اور ذاتی صفت کا اضافی صفت سے اعلیٰ وارفع ہونا بالکل امر بدیہی ہے بایں وجہ کبریاء کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اور عظمت کو تہبند کے ساتھ۔

الغرض کبریائی کو چادر کے ساتھ اور عظمت کو ازار کے ساتھ تشبیہ دینا مجاز اور استعارہ حسنہ ہے جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں فلان شعاره الفرهد۔ ورثاه التقوي۔ یہاں مراد صفت ہے نفس ثوب نہیں۔

(۴۳۰۱) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَهَارُونُ بْنُ إِسْحَقَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ سُبْحَانَهُ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا أَلْقَيْتُهُ فِي النَّارِ.

ترجمۂ حدیث: تکبر کرنا گویا شرک میں مبتلا ہونا ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (حدیث قدسی میں) فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر ہے، اور عظمت میرا تہبند ہے، پس جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا اس کو جہنم میں ڈالوں گا۔

تشریح حدیث: شرح الحديث قد سبق قبل ذالك.

(۴۳۰۲) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَنبأنا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ دَرَّاجًا حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَتَوَاضَعُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ دَرَجَةً يَرْفَعُهُ اللهُ بِهِ دَرَجَةً وَمَنْ يَتَكَبَّرُ عَلَى اللهِ دَرَجَةً يَضَعُهُ اللهُ بِهِ دَرَجَةً حَتَّى يَجْعَلَهُ فِي أَسْفَلِ السَّافِلِينَ.

ترجمۂ حدیث: تواضع وانکساری اختیار کرنے کا حکم:

حضرت ابوسعید (خدری) ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایک درجہ تواضع اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایک درجہ تکبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ گھٹا دے گا یہاں تک کہ اس کو اسفل سافلین میں کردے گا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ "ہر مغرور آدمی اگرچہ خود کو بڑا اور عزت دار تصور کرتا ہے اور دوسروں کو اپنی

مصنوعی بڑائی دکھلاتا ہے اور اپنے مقابلے میں دوسروں کو ذلیل سمجھتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا تعالی کے نزدیک ذلیل اور رسوا ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعت اور بے حیثیت ہوتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع وانکساری اور عاجزی اختیار کرتا ہے وہ اگر چہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے کو کمزور ظاہر کرتا ہے لیکن خدا کے نزدیک اس کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی عزت واحترام سے دیکھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۰۳) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ وَسَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتِ الْأَمَةُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهَا حَتَّى تَذْهَبَ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ فِي حَاجَتِهَا.

ترجمۂ حدیث: تواضع نبوی کی جھلک:

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ بے شک مدینہ کی ایک باندی رسول اکرم ﷺ کا دست مبارک پکڑتی، پھر آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ نکالتے تھے، یہاں تک کہ وہ آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی اپنے کام کے لیے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس درجہ اخلاق وکردار اور حسن خلق کے مالک تھے، اس قدر متواضع اور منکسر المزاج تھے کہ کوئی معمولی آدمی بھی آپ کو اپنی حاجت برآری کے لیے ہاتھ پکڑ کر لے جاتا تھا اور آپ اس کی ضرورت کی تکمیل کے لیے اس کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور اس کے کام میں اعانت ونصرت کرتے تھے۔ کبھی آپ انکار نہیں کرتے یہ آپ کی تواضع وانکساری وعاجزی اور حسن اخلاق کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اخلاق نبوی سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

(۴۳۰۴) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُسْلِمٍ الْأَعْوَرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَيُشَيِّعُ الْجِنَازَةَ وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَكَانَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ عَلَى حِمَارٍ وَيَوْمَ خَيْبَرَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُومٍ بِرَسَنٍ مِنْ لِيفٍ وَتَحْتَهُ إِكَافٌ مِنْ لِيفٍ.

ترجمۂ حدیث: اخلاق رسول اللہ ﷺ کی ایک جھلک:

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ مریض کی عیادت کرتے، جنازے کے ساتھ جاتے، اور غلام کی دعوت کو بھی قبول کرتے، گدھے پر سوار ہوتے تھے چناں چہ بنو قریظہ کے دن، اور خیبر کے دن آپ

گدھے پر سوار تھے اس کی رسی خرما کی چھال کی تھی، اور آپ کے نیچے کھجور کی چھال کا ایک زین تھا۔

تشریح حدیث:

حدیث ہذا میں مذکورہ تمام امور آپ ﷺ کی تواضع، انکساری، عاجزی، اور حسن اخلاق اور اعلی کردار پر دال ہیں، اور انك لعلى خلق عظيم ایک حسین وجمیل اور دلفریب گلدستہ ہے اور اخلاق نبوی کی ادنی سی جھلک ہے۔

(۴۳۰۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَبَهُمْ فَقَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ.

ترجمۂ حدیث: تواضع اختیار کرنے کا حکم:

حضرت عیاض بن حماد ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، اور اس میں فرمایا (اے لوگو!) بے شک اللہ تبارک وتعالی نے میرے اوپر وحی بھیجی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی ایک دوسرے پر فخر ومباہات نہ کرے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اہل ایمان کو تواضع اختیار کرنے اور آپس میں فخر ومباہات نہ کرنے کا حکم دیا حضرت حسن بصری ؒ سے منقول ہے کہ التواضع: ان تخرج من منزلك فلا يلقى مسلماً الا رأيت له عليك فضلاً: اور حضرت یحی بن کثیر ؒ فرماتے ہیں کہ تواضع وانکساری کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔(۱) ان ترضى بالدون من مشرف المجلس: باعزت اور معزز مجلس میں اپنے کو کمتر سمجھنا، (۲) وان تبدأ من لقيته بالسلام جس کسی مسلمان سے ملاقات ہو اس کو سلام کرنے میں پہل کرنا (۳) وان تكره من المدحة والسعة والرياء بالبر: نیک اعمال میں تعریف اور ریاکاری وسمعہ کو ناپسند کرنا۔ جن کے اندر مزکورہ تین صفات ہیں وہ متواضع اور منکسر المز اج ہیں اللہ تعالی اس گناہ گار کے اندر بھی مذکورہ تین صفات پیدا کر کے اپنے متواضعین بندوں میں شامل کرلے آمین، ثم آمین۔

(۱۴۹۳) بَابُ الْحَيَاءِ

حضرت امام ابن ماجہ ؒ نے اس باب میں چھ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابوسعید خدری ؓ، حضرت انس بن مالک ؓ، حضرت ابن عباس ؓ، حضرت ابو مسعود انصاری ؓ اور حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہیں اس باب میں حیا سے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

حیاء کی تعریف:

حیاء لغت کے اعتبار سے وہ تغیر وانکسار ہے، جو بخوف عیب وملامت انسان کو پیش آوے، قال الراغب: هو انقباض النفس من القبيح۔ وقيل هو انقباض النفس لخوف ارتكاب مايكره۔

اور اصطلاحاً حیاء کی تعریف یہ ہے کہ الحياء ملكة تمنع الانسان عن الفواحش و المنكرات۔ وتحث على العبادة لله عز وجل و الطاعة: حیادر حقیقت انسان کے اندر ایک ملکہ اور قوت ہے جو اس کو فواحش ومنکرات سے روکتی ہے اور عبادت واطاعت پر برانگیختہ کرتی ہے۔

حیاء کی قسمیں:

حیاء کی دو قسمیں ہیں: (۱) حیاء ایمانی (۲) حیاء طبعی

حیاء ایمانی یا حیاء شرعی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی کی نافرمانی اور معصیت سے باز رہے اور اللہ تعالی کی اطاعت وعبادت اور اس کی فرماں برداری میں مشغول رہے،

اور حیاء طبعی یا حیاء عقلی یہ ہے کہ کوئی قابل ملامت کام یا جائز ہی کام برسر عام کرنے پر طبیعت آمادہ نہ ہو اور شرم محسوس ہو، مثلاً جماع بین الناس، اور قضاء حاجت فیما بین الناس وغیرہ۔

(۴۳۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ مَوْلَى لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنْ عَذْرَاءَ فِي خِدْرِهَا وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا رُئِيَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ.

ترجمۂ حدیث: آپ نہایت شرمیلے تھے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے اور آپ جب کسی چیز کو ناپسند کرتے تھے تو اس کا اثر آپ کے روئے مبارک سے بھی نمایاں ہوتا تھا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفت حیاء کے اعلی درجات اور ارفع مقامات پر فائز تھے، اور آپ کے اندر شرم وحیاء فطری اور جبلی طور پر اللہ تعالی نے کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، آپ نہایت زیادہ شرمیلے تھے، کنواری باکرہ لڑکی سے بھی زیادہ حیاء دار اور شرمیلے تھے۔

قولہ: العذراء: البکر، باکرہ لڑکی لان عذرتہا باقیۃ وھی جلد البکارۃ: پردہ بکارت جو عورت کی شرمگاہ فرج میں ایک جھلی کی شکل میں ہوتی ہے۔

قولہ: خدرھا: والخدر ستر یجعل للبکر جنب البیت، وہ پردہ جو باکرہ لڑکی کے لیے لگایا جاتا ہے۔

قولہ: وکان اذا کرہ شیئاً الخ: رسول اکرم ﷺ جب کوئی خلاف شرع ناپسندیدہ کام دیکھتے تھے تو آپ کا چہرہ انور متغیر ہوجاتا تھا، اور حضرات صحابہ کرام اسی سے پہچان جاتے تھے کہ ناراض ہیں آپ کثیر الحیاء کی وجہ سے بولتے نہیں تھے، بلکہ ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں ہوجاتا، اس سے حیاء کی فضیلت اور مقام معلوم ہوا اسی لیے اس کو ایمان کا ایک عظیم الشان شعبہ قرار دیا گیا ہے۔

(۴۳۰۷) حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ.

ترجمۂ حدیث: حیاء ایک اسلامی اخلاق ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دین والوں میں ایک خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی خصلت حیاء ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۳۰۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَإِنَّ خُلُقَ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر دین کی ایک خصلت اور عادت ہوتی ہے، اور اسلام کی خصلت وعادت حیاء ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب بالکل عیاں ہے اور عیاں را چہ بیاں۔

(۴۳۰۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا

لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

ترجمۂ حدیث: بے حیاء شخص کچھ بھی کر سکتا ہے:

حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے انبیاء کے کلام میں سے لوگوں نے جن چیزوں کو پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تو شرم و حیاء نہ کرے تو پھر جو دل چاہے کر۔

تشریح حدیث:

حیاء ایک عظیم نعمت اور حسین صفت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص و محبوب بندوں کو عطا فرماتا ہے، جس کی وجہ سے بندہ بہت سی معصیت و گناہ سے باز رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری میں مشغول و منہمک بھی رہتا ہے، لیکن جب کسی کے اندر یہ صفت فوت ہو جاتی ہے اور وہ شرم و حیاء کی دولت سے عاری ہو جاتا ہے اس کے دامن میں بے حیائی اور بے شرمی کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہتی ہے، تو پھر اس سے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، اور بے خوف و خطر دھڑلے سے جو چاہتا ہے کرتا ہے، حتی کہ ماں بہن اور بیویوں کا فرق بھی کھو دیتا ہے، اسی کو حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جب تو شرم و حیاء نہ کرے تو پھر جو دل چاہے کر بے حیاء باش و ہر چہ خواہی کن، اس کو عربی میں یوں کہا جاتا ہے۔ اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت، جب تو حیاء اور شرم کی دولت کو فوت کر دے، تو جو دل چاہے کر۔

(۴۳۱۰) حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ.

ترجمۂ حدیث: حیاء دار آدمی جنتی ہے:

حضرت ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حیاء ایمان میں سے ہے، اور ایمان جنت میں سے ہے، اور فحش گوئی جفا ہے اور جفا جہنم میں سے ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حیاء ایمان کا جز ہے اور ایمان کا ایک شعبہ ہے، اور اس کا حصہ ہے، اور جس کے دل میں ایمان ہوگا خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو اپنے ایمان کی بدولت ایک نہ ایک دن جنت میں ضرور جائے گا، اس کے برخلاف بے حیائی بے شرمی، جس کی وجہ سے فحش اور بری باتوں کا ارتکاب ہوتا ہے، بدی کا جز ہے اور بدکار شخص دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدکار شخص جہنم میں جائے گا۔

قولہ: البذاء بالمد۔ الفحش من القول بری بات، بے حیائی اور بے شرمی کی بات۔

(۴۳۱۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا كَانَ الْفُحْشُ قَطُّ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ وَلَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فحش و بے حیائی جس چیز میں بھی ہو، ہمیشہ اس کو عیب دار کر دیتی ہے، اور حیاء جس چیز میں بھی آجائے اس کو عمدہ کر دیتی ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی نے بھی فحش و بے حیائی کو اختیار کر لیا، وہ لوگوں کی نظر میں اور اللہ کی نظر میں عیب دار اور ذلیل ہو گیا فحش انسان کو عیب دار اور ذلیل و خوار اور رسوائے زمانہ بنا دیتا ہے، فحش گو اور بے حیاء شخص کی سماج اور معاشرہ میں کوئی وقعت اور وزن باقی نہیں رہتا ہے، ہر شریف اور سلیم الطبع آدمی اس کو ذلیل اور کمینہ سمجھتا ہے، اس کے برخلاف حیاء ایک صفت حسنہ ہے جس شخص کے اندر بھی یہ صفت محمود پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کو عزت و رفعت اور عظمت و بلندی کے اعلیٰ مقام تک لے جاتی ہے، اور کامیابی و کامرانی کے بام عروج تک پہنچاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے، ایک شخص اپنے بھائی کو حیاء اور شرم کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا اور حیاء اختیار کرنے پر اسے ڈرا دھمکا رہا تھا، اور ترک حیاء کی ترغیب دے رہا تھا، نبی کریم ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوا، تو آپ نے دیکھ کر فرمایا: اس کو اسی حالت پر چھوڑ دو، اس کو کچھ بھی مت کہو کیوں کہ حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے، اور حیاء نیکی اور بھلائی کے علاوہ کوئی بات پیدا نہیں کرتی ہے، ایک حدیث میں الحیاء خیر کلہ، حیاء سب کے سب بہتر ہے الغرض حیاء ایک عمدہ اور حسن صفت ہے، اور جو اس کو اپناتا ہے اس کو بھی حسین و عمدہ اور باعزت و باوقار بنا دیتی ہے، اس لیے ہر مسلمان کو حیاء ایمانی کی صفت سے متصف ہونا چاہئے اور بے حیائی اور فحش سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(۱۴۹۴) بَابُ الْحِلْمِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ، اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں، اس باب میں حلم اور بردباری سنجیدگی اور متانت و وقار اختیار کرنے سے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

(۴۳۱۲) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلَى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ فِي أَيِّ الْحُورِ شَاءَ.

ترجمۂ حدیث: غصہ کنٹرول کرنے والوں کی فضیلت:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو نافذ کرنے کی قدرت کے باوجود اپنا غصہ روک لے، تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا، اور اس کو اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔

تشریح حدیث:

قوله: دعاه الله على رؤس الخلائق الخ: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کے درمیان اس آدمی کو نیک شہرت دے گا، اس کی تعریف وتوصیف لوگوں کے سامنے بیان کرے گا، اور اس پر فخر کا اظہار کرے گا، نیز اس کے بارے میں یہ اعلان کیا جائے گا، کہ یہ وہ شخص ہے جس کے اندر اتنی بڑی خوبی تھی، کہ غصہ کو نافذ کرنے کی قدرت کے باوجود غصہ کو پی جاتے تھے، اور اس پر کنٹرول رکھتے تھے، غصہ پر قابو پانے اور غصہ روکنے کی صفت کو اتنا اونچا اور بلند مقام دینے کی وجہ یہ ہے کہ غصہ دراصل نفس امارہ کی ہیجانی کیفیت کا نام ہے، اور جس نے اپنا غصہ پی لیا ہے، اس نے گویا اپنے نفس امارہ کو کچل ڈالا، اسی لیے غصہ پر قابو پانے والے کی تعریف اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں کی ہے، والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس: اور جو شخص اپنے نفس کو اس کی خواہش سے باز رکھتا ہے، اسکا آخری ٹھکانہ جنت اور اس کا انعام پسندیدہ حور عین ہے، واضح رہے کہ جب اتنا عظیم اجر وثواب محض غصہ کو پی جانے کی وجہ سے ہے تو اس شخص کے مقام اور مرتبہ کی بلندی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، جو محض غصہ کو پی جانے پر اکتفاء نہ کرے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عفو ودرگزر اور احسان کا برتاؤ بھی کرے، چناں چہ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اصل احسان یہی ہے، کہ تم اس شخص پر احسان کرو جو تمہارے ساتھ برائی کرے کیوں کہ جس نے تم پر احسان کیا اگر اس پر احسان کرتے ہو تو وہ تمہارا احسان نہیں، بلکہ بدلہ چکانا ہے۔

(۴۳۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عُمَارَةَ الْعَبْدِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَتْكُمْ وُفُودُ عَبْدِ الْقَيْسِ وَمَا يَرَى أَحَدٌ فِينَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ جَاؤُا فَنَزَلُوا فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَقِيَ الْأَشَجُّ الْعَصَرِيُّ فَجَاءَ بَعْدُ فَنَزَلَ مَنْزِلًا فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ وَوَضَعَ ثِيَابَهُ جَانِبًا ثُمَّ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَشَجُّ إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمَ وَالتُّؤَدَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَشَيْءٌ جُبِلْتُ عَلَيْهِ أَمْ شَيْءٌ حَدَثَ لِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ شَيْءٌ جُبِلْتَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ حدیث: متانت وسنجیدگی کی تعریف:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کہ اتنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوالقیس کے وفود تمہارے پاس آپہنچے اور حالاں کہ اس وقت ہمیں کوئی دکھلائی نہیں دے رہا تھا، خیر ہم لوگ اسی طرح بیٹھے رہے کہ اچانک عبدالقیس کے وفود آپہنچے، اور فروکش ہو گئے، اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، لیکن ان میں ایک شخص اشج عصری باقی رہا اور بعد میں آیا، ایک مقام پر اترا اور اپنی اونٹنی کو بیٹھایا اور اپنے کپڑے کو ایک جانب رکھے، پھر اس کے بعد وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، (بہت اطمینان اور سکون کے ساتھ) رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اشج! تجھ میں دو خصلتیں ہیں، جن کو اللہ تعالی پسند کرتا ہے ایک تو حلم و بردباری دوسرے مودت یعنی وقار وسکونت ہے اشج نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ خصلتیں میرے اندر خلقی ہیں یا نئی پیدا ہوئیں ہیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، خلقی اور پیدائشی ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: أتتكم وفود عبد القيس: لفظ وفود: وفد کی جمع ہے بمعنی قاصد، نمائندہ، عبدالقیس ایک قبیلہ ہے، جو ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان کی طرف منسوب ہے، اور یہ قبیلہ مضر کے بالمقابل تھا، حالاں کہ یہ دونوں اور قبیلہ زید اور قبیلہ انمار ایک باپ کی اولاد تھی، قبیلہ عبدالقیس کا نمائندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا پہلی مرتبہ فتح مکہ سے قبل ۵ھ میں اور بقول بعض ۶ھ میں حاضر ہوا اس وقت ان کی تعداد ۱۳ / یا ۱۴ / تھی، دوسری مرتبہ ۸ھ میں یا بقول بعض ۹ھ میں حاضر ہوا اس وقت ان کی تعداد چالیس تھی، یہی وہ قبیلہ ہے جس کی مسجد میں سب سے پہلے مسجد نبوی کے بعد جمعہ قائم ہوا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

اول جمعة بعد جمعة مسجد رسول الله ﷺ في مسجد عبد القيس بجواثى من البحرين: مسجد نبوی کے بعد جمعہ بحرین مقام جواثی میں عبدالقیس کی مسجد میں قائم ہوا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفد عبدالقیس کی آمد کی بشارت سنانا اور حضرات صحابہ کرام کو یہ بتانا کہ ابھی ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس عبدالقیس کا نمائندہ تشریف لانے والا ہے، بطور معجزہ تھا، کہ بغیر کسی پہلے کی اطلاع کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمد کی خبر دی۔ پیشین گوئی کے مطابق جوں ہی یہ قافلہ حاضر ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بشارت سنائی اور قافلہ کے ساتھ دربار نبوت میں حاضر ہوئے اہل قافلہ کی نظر جوں ہی روئے انور اور رخ مبارک پر پڑی کہ سب کے سب بے تابانہ آپ کی جانب دوڑے، فرط محبت وعشق اور شوق لقاء میں اپنا سامان اور سواری اسی طرح چھوڑ کر دیوانہ وار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

آپ کے دست مبارک چومنے لگے، حضرت عبدالقیس جو امیر قافلہ تھے اگرچہ نوعمر تھے، لیکن سب سے پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے سب سے پہلے سب کے اونٹ باندھے پھر اپنا صندوق کھولا، سفر کے کپڑے اتارے اور دوسرا لباس تبدیل کیا، پھر سکون ووقار کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے دست مبارک کا بوسہ دیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو بہت پسند ہیں یعنی دانائی اور بردباری، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دونوں خصلتیں مجھ میں پیدائشی طور پر ہیں یا کیسی ہیں آپ نے فرمایا پیدائشی۔

(۴۳۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ الْهَرَوِيُّ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْفَضْلِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْأَشَجِّ الْعَصَرِيِّ إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمَ وَالْحَيَاءَ۔

ترجمۂ حدیث: بردباری اور حیاء اللہ کو محبوب ہے:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اشج عصری سے فرمایا: بے شک تیرے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ ایک حلم و بردباری دوسری حیاء و شرم۔

تشریح حدیث:

اشج عصری کا نام منذر بن عائذ تھا، باقی حدیث شریف کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۴۳۱۵) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ جُرْعَةٍ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَ اللهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا عَبْدٌ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمۂ حدیث: غصہ پی جانے کی فضیلت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی بھی گھونٹ پینے کا اجر و ثواب عند اللہ اتنا زیادہ نہیں، جتنا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی باری کے لیے غصہ کا گھونٹ پینے کا اجر و ثواب ہے۔

تشریح حدیث: شرح الحديث واضح جداً۔

(۱۴۹۵) بَابُ الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت آٹھ حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ جو حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عامر بن عبداللہؓ بن زبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ، اور

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں آخرت اور قبر اور عذاب نار کے خوف سے رونے اور غم کرنے کے متعلق بیان ہے، اس باب میں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا بیان ہے۔

(۴۳۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ إِنَّ السَّمَاءَ أَطَّتْ وَحَقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلَّهِ وَاللهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللهِ وَاللهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ.

ترجمۂ حدیث: خوف الٰہی کی وجہ سے درخت ہونے کی تمنا کرنا:

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ باتیں سن رہا ہوں جو تم نہیں سنتے ہو، بے شک چرچرا رہا ہے، اور اس کو چرچرا کرنے کا حق بھی ہے، اس لیے کہ آسمان میں چار انگل کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں فرشتہ اپنی پیشانی رکھے اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کر رہا ہو، خدا کی قسم! جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تمہیں بھی معلوم ہو جائے تو تم ہنسو گے کم اور روؤ گے زیادہ اور نہ تم بستروں پر عورتوں سے لطف اندوز ہوگے، خدا کی قسم تم جنگلوں کی طرف نکل جاتے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے خدا کی قسم! میں تو تمنا کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جس کو لوگ کاٹ ڈالتے۔

تشریح حدیث:

قوله: اطّت: اطّ یأط اطًّا (ض) واطیطاً آواز نکلنا، چرچرانا، اونٹ کا بولنا، ان السماء اطت: آسمان میں ملائکہ کی کثرت کی وجہ سے آسمان چرچرایا، یہاں حقیقت میں چرچرانا مراد نہیں ہے، بلکہ مقصود آسمان میں ملائکہ کی کثرت کو بیان کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بیان کرنا ہے، وھذا مثل وایذان بکثرۃ الملائکۃ وان لم یکن ثم اطیط، وانما ھو کلام تقریب ارید بہ تقریر عظمۃ اللہ تعالی (النہایۃ لابن الاثیر: ۱/ ۵۴)

قوله: تجأرون: الجوار: رفع الصوت، والاستغاثۃ جأر یجأر، آواز بلند کرنا، فریاد کرنا،

قوله: لو تعلمون ما اعلم الخ: یعنی اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور مجرمین وعصاۃ سے اس کے انتقام جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں وہ معلوم ہو جائے، تو تم ہنسو گے کم اور روؤ گے زیادہ، اور دنیا کی تمام لذات وشہوات کو بھول جاؤ گے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بعض شراح نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ لو دام علمکم کما دام علمي، جس طرح میرا علم ویقین دائماً اور مسلسل رہتا ہے، اگر تمہارا علم بھی اسی طرح دائماً مستحضر رہے، اور خدا تعالیٰ کے عذاب وعقاب اور جہنم کا

عذاب ہمہ وقت دل ودماغ پر چھایا رہے، توتم بس روتے ہی رہو گے، ہنسی تو برائے نام ہی ہوگا، بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے، کہ اللہ تعالی کی وسعت رحمت، مغفرت اور اس کے حلم وبردباری کا میدان وسعت کا علم ہوجائے جو مجھے ہے تو تم اپنی فوت شدہ چیزوں پر آنسو بہاؤ گے، اور ہنسنا چھوڑ دو گے۔

قرآن کریم کی اس آیت کی وجہ سے حضرت حسن بصریؒ ہمیشہ حزن وملال اور آہ وبکا کرتے رہتے تھے اور ہمیشہ خوف الہی اور عذاب آخرت سے ڈر کے آنسو بہاتے رہتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے ہنسنا بند کردیا، اس کے برخلاف حضرت محمد بن سیرین ہنستے تھے، اور حضرت حسن بصری کے خلاف استدلال کرتے ہوئے فرماتے تھے، الله اضحك وابكي، اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے بھی ضحک ثابت ہے، لہٰذا نفس ضحک ممنوع نہیں ہے، البتہ ہر وقت ہنستے رہنا اور آخرت کی یاد کو بالکل فراموش کردینا اور اس طرح ہنسنا کہ دل مردہ ہوجائے، شریعت میں مذموم اور منہی عنہ ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے،، جہاں خوف الہی اور اس کے عذاب وعقاب کی شدت سے رونا تو یہ امر محمود اور مطلوب شرعی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ابکوا ربیا کروفان لم تبکوا اگر رونا نہیں آتا فتباکوا تو کم از کم رونے والے کی شکل ہی بنالو۔ بتکلف رونے کی سعی کرو، اس لیے کہ دوزخی اس طرح سے روئیں گے کہ آنسوان کے چہروں پر نہروں کی طرح بہیں گے، یہاں تک کہ جب آنسو ختم ہوجائیں گے، تو خون بہے گا، اور اس قدر زیادہ اور کثرت سے رواں ہوگا کہ اس میں کشتی چھوڑ دی جائے تو چلنے لگے گی۔

لیکن جو اس دنیا میں اللہ کے خوف اور اس کے عذاب وعقاب کی شدت کے خوف سے اور عذاب نار کے ڈر سے روئے گا اس کو آخرت میں رونا نہیں پڑے گا، وہاں تو اس کے لیے عیش اور عشرت اور آرام کی زندگی ہوگی، اور اس کے لیے سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے، لیکن اس میں والله لوددت انی کنت بشجرة تعضد۔ کسی راوی کی جانب سے مدرج ہے قول رسول میں داخل نہیں۔

(۴۳۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو باتیں میں جانتا ہوں اگر وہ باتیں تمہیں معلوم ہوجائیں تو تم ہنسو گے کم اور رو گے زیادہ۔

تشریح حدیث: قدسبق شرح الحديث قبل ذالك۔

(۴۳۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيِّ

عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ عَامِرَ بْنَ عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ إِسْلَامِهِمْ وَبَيْنَ أَنْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ يُعَاتِبُهُمُ اللهُ بِهَا إِلَّا أَرْبَعُ سِنِينَ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ.

ترجمۂ حدیث: مسلمانوں کو خشوع وخضوع کی ترغیب:

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا کہ ان کے اسلام لانے میں اور اس آیت کے نزول کے درمیان جس میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا ہے صرف چار سال کا فاصلہ تھا، ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبھم و کثیر منھم فاسقون (اے لوگو!) ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی، (یعنی یہود ونصاریٰ) پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزرا، تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

تشریح حدیث:

یہ وہ مبارک آیت کریمہ ہے جو حضرت فضیل بن عیاضؒ اور ابن المبارکؒ کی توبہ کرنے کا سبب اور ذریعہ بنی، اسی آیت کو پڑھ کر ان دونوں حضرات کی زندگی کا کایا ہی پلٹ گیا اور پھر وقت کے اولیاء اللہ میں ان کا شمار ہوا۔ اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو جھنجوڑا گیا ہے، اور انہیں اللہ کی یاد کی طرف مزید متوجہ ہونے اور قرآن کریم سے کسب ہدایت کر کے خشوع خضوع اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(۴۳۱۹) حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْثِرُوا الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ.

ترجمہ حدیث: زیادہ ہنسنے کی ممانعت:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بکثرت مت ہنسو، اس لیے کہ کثرت کے ساتھ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے کثرت سے ہنسنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ جو شخص بکثرت ہنستا ہے اس کا دل یاد الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے عبادت اور اطاعت اور ذکر واذکار اور وظائف میں دل بالکل نہیں لگتا ہے، دل ظلمات اور

تاریکیوں سے بھر جاتا ہے، کوئی خیر کی چیز قبول کرنے کے لیے دل آمادہ نہیں ہوتا ہے اس کی شرح کرتے ہوئے صاحب تحفۃ الاحوذی رقمطراز ہیں ای تصیرہ مغموراً فی الظلمات، بمنزلة المیت الذی لا ینفع نفسه بنافعة ولا یدفع عنها مکروها أو ذا من جوامع الکلم (۱)

(۴۳۲۰) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ اقْرَأْ عَلَيَّ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ.

ترجمۂ حدیث: قرآن کریم کی آیت سن کر آپ کا اشک بار ہونا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تو مجھے قرآن سنا، چناں چہ میں نے آپ کے سامنے سورہ نساء کی تلاوت کی، جب میں (تلاوت کرتے ہوئے) اس آیت کریمہ فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بك علی هؤلاء شهیداً (پس کیا حال ہوگا، جس وقت ہر امت میں سے ایک گواہ ہم لائیں گے، اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے) پر پہنچا، تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسوں رواں ہیں۔

تشریح حدیث:

حضرات علماء کرام وشراح عظام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کو سن کر نبی کریم ﷺ کا رونا اور آنکھوں سے آنسو کا سیل رواں ہونا درحقیقت آیت کریمہ کے عظیم مضامین پر مشتمل ہونے کی وجہ سے تھا، کیوں کہ بروز قیامت ہر امت میں سے اس کا پیغمبر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گواہی دے گا، یا اللہ! ہم نے تیرا پیغام اپنی امت تک پہنچا دیا تھا، اب انہوں نے نہیں مانا تو ہمارا کیا قصور؟ پھر ان سب پر رسول اکرم ﷺ گواہی دیں گے کہ یا اللہ! یہ سارے ہی انبیاء کرام بالکل سچے ہیں اور آپ ﷺ یہ گواہی اس وقت قرآن کریم کی وجہ سے دیں گے، جو آپ پر نازل ہوا جس میں گزشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کی سرگزشت بھی حسب ضرورت بیان کردی گئی ہے، یہ ایک سخت مقام ہوگا، اس کا تصور ہی لرزہ براندام کردینے والا ہے۔

(۴۳۲۱) حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِنَازَةٍ فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ فَبَكَى حَتَّى بَلَّ الثَّرَى ثُمَّ قَالَ يَا إِخْوَانِي لِمِثْلِ هَذَا فَأَعِدُّوا.

ترجمۂ حدیث: قبر کے لیے تیاری کرنے کا حکم:

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں (ایک مرتبہ) ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ میں موجود تھے کہ آپ قبر

(۱) تحفة الاحوذي: ٦/ ٩٠

کے کنارے بیٹھ کر رونے لگے، (اور اس قدر روئے کہ) مٹی گیلی ہوگئی، پھر آپ نے فرمایا: اے میرے بھائیو! اس جیسے کے لیے تیاری کرو۔

تشریح حدیث:

قولہ: الثری : ای الارض۔ بمعنی زمین، اور بلّ کے معنی تر ہونا، بھیگنا، گیلا ہونا، **قولہ: لمثل هذا فاعدوا۔ای لمثل هذا القبر**، اے لوگو! اس طرح کی قبر کی تیاری کرو، اعمال صالحہ بجالاؤ، اور اللہ تعالی کے حکم کا امتثال کرو اور نواہی سے اجتناب کرو، کیوں کہ قبر روزانہ کہتی ہے **انا بيت الغربة**: میں وحشت کا گھر ہوں، **وانا بيت التراب**، میں مٹی کا گھر ہوں، **انا بيت الديدان**، میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، **وانا بيت الظلمة** میں تاریکی کا گھر ہوں۔ **انا بيت الوحدة**، میں تنہائی کا گھر ہوں، قبر روزانہ یہ اعلان کرتی ہے لہٰذا اس کی تیاری کرو اور ان عمال کو کرو جو موت کے بعد کام آئیں گے۔

(۴۳۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَافِعٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْكُوا فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا.

ترجمہ حدیث: رونے کا حکم:

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اے لوگو!) روؤ اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی شکل ہی بنالو۔ (یعنی بتکلف رونے کی کوشش کرو)

تشریح حدیث:

اللہ کی محبت اور آخرت وعذاب قبر کے خوف سے رونے والے کو اللہ تعالی بہت زیادہ پسند کرتا ہے جب بندہ یہاں دنیا میں اللہ کی یاد میں چند قطرے آنسو کو بہاتا ہے، وہ آخرت میں رونے سے محفوظ رہتا ہے ان کے لیے وہاں مسرت ہی مسرت اور خوشی ہی خوشی ہوتی ہے۔ انہیں وہاں نہ کوئی رنج ہوتا ہے نہ کوئی غم، اس لیے اگر حقیقت میں رونا نہ آئے، تو کم از کم رونے والوں کی شکل ہی بنالو۔ اور بتکلف رونے کی سعی کرو۔

(۴۳۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ الزُّرَقِيُّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ ثُمَّ تُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ.

ترجمۂ حدیث: یادالٰہی میں رونے والوں کے لیے جہنم حرام:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان بندے کی آنکھوں سے خوف الٰہی کی وجہ سے آنسو نکلے اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو وہ آنسو اس کے چہرے پر بہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر جہنم کو حرام کر دے گا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں یادالٰہی میں رونے کی فضیلت اور اس کے مقام و مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے، اور رونے کی ترغیب دی گئی ہے، جس مومن بندے کی آنکھ سے خوف باری تعالیٰ کی وجہ سے معمولی آنسو بھی رواں ہوا اور اس کے چہرے پر بہا تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے، وہ دوزخ سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے،

(۱۴۹۶) بَابُ التَّوَقِّي عَلَى الْعَمَلِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ صرف چار حدیثیں نقل کی ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، اور حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے اعمال پر بالکلیہ طور پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ عدم قبولیت کا ڈر رکھنا چاہیے اور یہ سوچتے رہنا چاہیے کہ کہیں میرا عمل و عبادت عنداللہ ضائع اور مردود نہ ہو جائے، اس لیے بارگاہ خداوندی میں ہمیشہ اپنے اعمال کی قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

(۴۳۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَهُوَ الَّذِي يَزْنِي وَيَسْرِقُ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ قَالَ لَا يَا بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ أَوْ يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ وَلَكِنَّهُ الرَّجُلُ يَصُومُ وَيَتَصَدَّقُ وَيُصَلِّي وَهُوَ يَخَافُ أَنْ لَا يُتَقَبَّلَ مِنْهُ.

ترجمہ حدیث: ایک آیت کریمہ کا مطلب:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ والذین یوتون ما اتوا و قلوبھم وجلۃ (اور جو لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں یعنی صدقات وزکوۃ اور خیرات وغیرہ اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل لرزاں اور ترساں ہے یعنی ان پر یہ خوف طاری رہتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ میں نے خرچ کیا ہے وہ شرف قبولیت سے ہمکنار بھی ہوگا یا نہیں؟ کہیں ہمارا یہ انفاق الٹے وبال جان نہ بن جائے) سے کیا وہ لوگ مراد ہیں جو زنا کرتے ہیں، چوری کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی! یا آپ نے فرمایا نہیں، اے صدیق کی بیٹی، لیکن اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں صدقہ کرتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں پھر وہ ڈرتے رہتے ہیں، کہ کہیں ہمارا عمل قبول نہ ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث پاک میں قرآن مجید کی جس آیت کا تذکرہ ہے پوری آیت اس طرح ہے **والذین یوتون ما آتو وقلوبھم وجلة انھم الی ربھم راجعون اولئك یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون۔**

اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ کا خیال یہ تھا کہ اس میں جن لوگوں کے ڈرنے کا ذکر کیا گیا ہے ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں چوری کرتے ہیں اور دیگر اعمال سیئہ اور افعال قبیحہ کا ارتکاب کرتے ہیں کیوں کہ عذاب الٰہی سے ان ہی لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو اس کے نافرمان ہیں اور معصیت میں گرفتار ہیں چناں چہ امی جان! حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا؟ تو رسول اکرم ﷺ نے ان پر واضح فرمایا کہ تمہارا خیال غلط ہے حقیقت میں یہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے متعلق ہے، جو اللہ تعالی کی اطاعت وعبادت میں مشغول رہتے ہیں، پھر بھی اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں اور اس کی سب سے بڑی واضح دلیل خود آیت کریمہ کے آخری الفاظ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے اعمال کے بارے میں محاسبہ کرتے رہنا چاہئے، اور عدم قبولیت کے بارے میں بھی ڈرتے رہنا چاہئے بالکل اعمال پر تکیہ لگا کر ہی بیٹھ نہیں جانا چاہئے۔

(۴۳۲۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ إِسْمَعِيلَ بْنِ عِمْرَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ رَبٍّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ كَالْوِعَاءِ إِذَا طَابَ أَسْفَلُهُ طَابَ أَعْلَاهُ وَإِذَا فَسَدَ أَسْفَلُهُ فَسَدَ أَعْلَاهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت معاویہ بن سفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کی مثال برتن کی طرح ہے جب برتن کے نیچے اچھا ہوگا تو اس کے اوپر بھی اچھا ہوگا، اور جب برتن کے نیچے خراب ہوگا تو اس کے اوپر بھی خراب ہوگا۔

تشریح حدیث:

ایک مشہور مقولہ ہے **کل اناء یترشح بما فیه**: ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے یہ مقولہ درحقیقت اس حدیث کی ترجمانی ہے برتن سے وہی نکلے گا جو اس میں ہوگا، اسی طرح انسان کے اعضاء وجوارح اور جسم وبدن سے وہی اعمال نمودار ہوں گے جو اس کے دل میں ہوں گے، صالح قلب کا مالک انسان کے اعضاء اور جوارح سے صالح اعمال ظاہر ہوں گے جب دل درست ہوگا تمام اعمال بھی درست ہوں گے، اور جب دل میں شرک وبدعت، کفر ونفرت اور غلاظت بھری ہوگی تو اعمال بھی غلیظ ہی ظاہر ہوں گے، کیوں کہ دل رئیس الاعضاء ہے وہیں سے سارے فیصلے صادر ہوتے ہیں، فاسد اور برے دل سے نیک اعمال کی توقع کرنا نیم اور ایلوا سے میٹھے پھل کی توقع کرنے کے مترادف ہے، جو حماقت کے سوا کچھ

نہیں،اس کے لیے آدمی کو چاہیے کہ پہلے اپنے دل کی دنیا کو درست کرے، اعمال کی دنیا خود بخود درست ہو جائے گی۔

(۴۳۲۶) حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ وَرْقَاءَ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ ذَكْوَانَ أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا صَلَّى فِي الْعَلَانِيَةِ فَأَحْسَنَ وَصَلَّى فِي السِّرِّ فَأَحْسَنَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذَا عَبْدِي حَقًّا.

ترجمہ حدیث: ظاہر و باطن کی یکسانیت کی اہمیت:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اعلانیہ اچھی طرح نماز ادا کرے پھر تنہائی میں بھی اچھی طرح نماز ادا کرے تو اللہ تعالی فرماتا ہے یہ میرا سچا بندہ ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ آدمی کا عمل ظاہر و باطن یکساں ہونا چاہیے، ظاہر کچھ اور باطن کچھ یہ منافقوں کی علامت ہے جس کا ظاہری اور باطنی عمل یکساں ہوتا ہے جو ظاہر میں اسی طرح عبادت کو بجالاتا ہے جس طرح باطن میں بجالاتا ہے جس طرح لوگوں کے سامنے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اسی طرح تنہائی میں بھی نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ میرا سچا بندہ ہے۔ احمد بن حواریؒ حضرت سلیمان دارانی سے عرض کیا کہ جب میں خلوت میں نماز ادا کرتا ہوں تو اس سے میں لذت محسوس کرتا ہوں، اور خوب حلاوت وچاشنی پاتا ہوں، کیوں کہ کوئی اس پر مطلع نہیں ہوتا ہے، لیکن وہی نماز جب لوگوں کے سامنے ادا کرتا ہوں، تو یہ کیفیت نہیں پاتا ہوں؟ ابو سلیمان نے کہا آپ کمزور ہیں بایں طور کہ آپ کے دل میں غیر کا خیال پیدا ہو گیا اسی لیے علماء نے کہا کہ لوگوں کے دکھلاوے کے خوف سے عمل کو چھوڑنا اور اس کو کرنا دونوں شرک ہے لہٰذا ایک عارف کا کمال عروج یہ ہے کہ ان کی نظر میں انسان اور دیوار برابر ہو، لیکن یہ عارف کے اکمل احوال ہیں، البتہ مبتدی کے لیے اعمال کا کتمان مبنی بر مصلحت ہے، کیوں کہ ابھی ان کا نفس مہذب نہیں ہوا اسی لیے ابو سلیمان نے بانك ضعيف ؒ سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، واللہ اعلم۔

(۴۳۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ وَإِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالَا حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَارِبُوا وَسَدِّدُوا فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِمُنْجِيهِ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ.

ترجمۂ حدیث: محض رحمت خداوندی کی وجہ سے نجات نہ کہ عمل کے سبب:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میانہ روی اختیار کرو، اور اپنے اعمال کو درست

رکھو، اس لیے کہ تم میں سے کسی کا بھی عمل اس کو نجات دینے والا نہیں ہے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کا بھی عمل؟ (آپ کو نجات نہیں دے گا) آپ نے فرمایا اور نہ میں، مگر یہ کہ اللہ تعالی مجھے اپنے فضل و کرم سے ڈھانپ لے گا۔

تشریح حدیث:

قوله: قاربوا اى لا تغلو فى الدين، قوله: وسددوا اى توسطوا فى الاعمال، ولا تفرطوا فيها اذ ليس مدار النجاة عليها بل على الفضل والكرم، مطلب یہ ہے کہ اپنے اعمال میں راہ اعتدال اختیار کرو افراط اور تفریط سے اعمال کو پاک کرو، اس لیے کہ نجات اخروی کا مدار محض عمل پر نہیں ہے بلکہ نجات فضل الٰہی اور کرم الٰہی پر موقوف ہے، لہٰذا افراط اور تفریط سے بچتے ہوئے میانہ روی کے ساتھ اللہ کی عبادت و طاعت کرو، اور اللہ تعالی سے فضل کی امید رکھو، نجات تو فضل ہی پر موقوف ہے، حتی کہ رسول کا عمل بھی نجات نہیں دے گا اور یہ کہ اللہ رب العزت رسول اکرم ﷺ کو اپنے فضل و کرم کی چادر میں ڈھانپ لیں گے، واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۹۷) بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

حضرت امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے ذیل میں چھ احادیث سپرد قلم کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، جو حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید بن فضالہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت شداد بن اوسؓ نیز حضرت جندبؓ سے مروی ہیں اس باب کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ اعمال صالحہ اور عبادت الٰہیہ میں ریا کاری اور لوگوں سے واہ واہی لینے کا شوق اور دکھلاوا اعمال کے اجر و ثواب کو نہ صرف یہ کہ ضائع کر دینا ہے بلکہ شرک بن جاتا ہے، اور شرک کی طرح گناہ ہوتا ہے، اس لیے عبادت صرف خلوص کے ساتھ ادا کرنا چاہئے لوگوں سے واہ واہی اور داد تحسین لینے کے جذبات دل میں بالکل کارفرماں نہ ہوں، تب ہی جا کر اعمال معتبر ہوں گے، اور اجر و ثواب کا ترتب ہوگا۔

(۴۳۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ لِي عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ وَهُوَ لِلَّذِي أَشْرَكَ.

ترجمہ حدیث:

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے، کہ میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں پس جس نے میرے لیے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے علاوہ غیر کو شریک کیا تو میں اس سے بری ہوں، (بیزار ہوں کبھی اس کو قبول نہیں کروں گا) وہ اسی کے لیے ہے جس کو شریک ٹھہرایا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا دستور اور طریقہ یہ ہے کہ لوگ اپنے معاملات میں اور اپنے کاروبار میں ایک

دوسرے کے اشتراک وتعاون کے محتاج ہوتے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کے شریک بنتے ہیں نیز وہ اس شرکت وتعاون پر راضی ومطمئن ہوتے ہیں، اور اس سلسلہ میں ان کے درمیان اس درجہ کی مفاہمت بھی ہوتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک شخص متعلقہ معاملات اور کاروبار میں اپنا پورا پورا عمل دخل رکھتا ہے، لیکن اللہ رب العزت والجلال فرماتا ہے کہ میرا معاملہ تو بالکل جداگانہ ہے اور الگ تھلک ہے، میں علی الاطلاق خالق وحاکم ہوں، اپنے احکام اور فیصلے اور اپنے نظام قدرت میں نہ تو مجھے کسی کے تعاون واشتراک کی حاجت وضرورت ہے، اور نہ مجھے یہ گوارہ ہے کہ میرے بندے کسی کو میرا شریک قرار دیں اور میرے لیے کیے جانے والے کسی بھی عمل میں، میرے علاوہ کسی اور کو مدنظر رکھیں، یہاں تک کہ میرے نزدیک ان کے صرف اسی عمل کا اعتبار ہے، جو وہ خالص میرے ہی لیے کریں۔

واضح رہے کہ یہاں اللہ تعالی کا اپنا ذکر شرکاء کے ضمن میں کرنا، یعنی خود اپنے کو ایک شریک کے ذریعہ تعبیر کرنا محض ان بندوں کے اعتبار سے ہے جو اپنے جہل ونادانی کی وجہ سے اس کی صفات اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرتے ہیں، اور اس طرح وہ اللہ رب العزت کو بھی ایک شریک کا درجہ دیتے ہیں، نعوذ باللہ۔ پھر اللہ تبارک وتعالی نے اس بات سے اپنی بے نیازی اور ناراضگی کا اعلان فرمایا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے چناں چہ فرمایا کہ جو شخص کوئی ایسا عمل کرے، جس میں وہ میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرے، تو میں اس شخص کے عمل کو ٹھکرا دیتا ہوں، میں ایسے عمل سے بے زار ہوں، مجھے ایسے عمل کی کوئی ضرورت نہیں، وہ اسی شریک کے لیے ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے،

اس حدیث شریف کا ظاہری مفہوم اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خالص ریاکاری کے جزبہ سے کیا جانے والا عمل تو باطل اور مردود ہو ہی جاتا ہے لیکن وہ عمل بھی اکارت ہو جاتا ہے، جس میں ریاکاری کی آمیزش اور اس کا ادنی درجہ بھی داخل ہو، حضرات علماء کرام نے فرمایا کہ یہ حکم اس عمل کے بارے میں ہوگا جو ریاکاری کی ان دو قسموں سے تعلق رکھے یا تو اس عمل کے اختیار کرنے میں سرے سے ثواب کی نیت ہی نہ ہو، یا ثواب کی نیت تو ہو مگر ریا کا قصد اس نیت پر غالب ہو، نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے، کہ اس حدیث کا اصل مقصد خدا کے لیے کیے جانے والے کسی بھی عمل کو ریا کی آمیزش اور اس کے دخل سے پاک رکھنے کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کرنا اور اس کے امر سے لاپرواہی اختیار کرنے والے کو زیادہ سے زیادہ تنبیہ اور سرزنش کرنا ہے، واللہ اعلم۔

(۴۳۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَمَّالُ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زِيَادِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ أَبِي سَعْدِ بْنِ أَبِي فَضَالَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَمَعَ اللهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ نَادَى مُنَادٍ مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ فَإِنَّ اللهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ.

ترجمۂ حدیث: مشرکوں کے لیے قیامت کے دن اعلان:

صحابی رسول حضرت ابن سعد ابن ابی فضالہ انصاری ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالی قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔لوگوں کو (حساب وکتاب اور جزاء سزاء کے لیے) جمع فرمائے گا، ایک اعلان کرنے والا فرشتہ یہ اعلان کرے گا، جس شخص نے اپنے اس عمل میں جس کو اس نے خدا کے لیے کیا تھا خدا کے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے اس عمل کا ثواب اس غیر اللہ سے طلب کرے، جس کو اس نے شریک کیا تھا کیوں کہ اللہ تعالی شرک کے تئیں، تمام مشرکوں سے نہایت زیادہ بے نیاز ہے۔

تشریح حدیث:

شارح مشکوۃ علامہ طیبی ؒ فرماتے ہیں کہ لیوم میں حرف لام جمع سے متعلق ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ رب العزت والجلال تمام مخلوقات کو اس دن کے لیے جمع کرے گا جس کا پیش آنا یقینی امر ہے، اور اس دن کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اور یہ جمع کرنا اس کے لیے ہوگا کہ ہر ایک کو اس چیز کے مطابق جزا سزا دے جس کو اس نے دنیاوی زندگی میں اختیار کیا تھا، اس اعتبار سے لیوم القیامۃ کے مابعد کے الفاظ تمہید کے طور ہے، تاہم اس کو جمع کا ظرف بھی قرار دیا جاسکتا ہے، اور اس کی تائید اس روایت کے مطابق الفاظ سے ہوتی ہے، جو استیعاب میں نقل کی گئی ہے کہ: اذا کان یوم القیامۃ یجمع اللہ الاولین والآخرین لیوم القامۃ لا ریب فیہ، اس صورت میں لیوم کے لفظ کو ایسا مظہر کہا جائے گا، جو مضمر کی جگہ واقع ہوا ہے، اور جو اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے، جمع اللہ خلق یوم القیامۃ لیجزیہم فیہم، یعنی اللہ رب العزت والجلال قیامت کے دن تمام مخلوقات کو جمع فرمائے گا تا کہ اس دن سب کو ان کے اعمال کا جزا وسزا دے۔ (مستفاد مظاہر حق: ۶/ ۱۶۳)

(۴۳۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ قَالَ قُلْنَا بَلَى فَقَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ.

ترجمہ حدیث:

ابوسعید خدری ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے جب کہ ہم لوگ دجال کے بارے میں آپس میں تذکرہ کررہے تھے، رسول اکرم ﷺ نے (ہماری یہ حالت دیکھ کر) فرمایا کیا میں تم لوگوں کو وہ بات نہ بتلاؤں جس کا خوف دجال کے فتنہ سے بھی زیادہ ہے، حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کیوں نہیں، یا رسول اللہ!

(ضرور بالضرور بتلائیے) آپ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے،اور شرک خفی یہ ہے کہ آدمی نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوگا پس لوگوں کو دیکھ کر اپنی نماز کو زینت دے گا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں ریا کاری کے فتنہ و برائی کو دجال کے فتنہ سے زیادہ خوفناک وخطرناک اس لیے فرمایا گیا ہے، کہ دجال کے جھوٹے ہونے اور اس کی فتنہ انگیزیوں کو ظاہر کرنے کی نشانیاں اور علامتیں بہت ہیں اور بالکل لکھی ہوئی ہیں، اس سے بچنا ہر صاحب صدق وایمان والے کے لیے کافی ہوگی، اس کے برخلاف ریا کاری کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے، اور جس کی برائی اور فتنہ انگیزی ہر عمل میں ہر وقت اور ہر طرح معلوم نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ اچھے اچھے لوگ بھی اس کے جال میں پھنس کررہ جاتے ہیں، اس لیے شرک خفی اشد ترین فتنہ قرار دیا گیا ہے۔ اور فتنہ دجال سے بھی زیادہ خطرناک بتایا گیا ہے۔

(۴۳۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا رَوَّادُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي الْإِشْرَاكُ بِاللهِ أَمَا إِنِّي لَسْتُ أَقُولُ تَعْبُدُونَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا وَثَنًا وَلَكِنْ أَعْمَالًا لِغَيْرِ اللهِ وَشَهْوَةً خَفِيَّةً.

ترجمہ حدیث: اپنی امت کے بارے میں شرک خفی کا اندیشہ:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف کرتا ہوں شرک کرنا ہے سنو! میں یہ نہیں کہتا کہ تم لوگ آفتاب وماہتاب اور بت کی پرستش کرو گے، لیکن غیر اللہ کے لیے اعمال کرو گے، اور دوسری چیز جس کا ڈر ہے شہوت خفیہ ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: الاشراك: اس سے مراد شرک خفی ہے، یعنی عبادت واطاعت جو اللہ کے لیے کیا جائے اور اس سے مخلوق سے واہ واہی اور داد تحسین لینا مقصود ہو، ریا اور سمعہ کے ساتھ کیا جائے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا زیادہ خوف کرتا ہوں، وہ شرک باللہ یعنی شرک خفی، شرک جلی مراد نہیں، اور دوسری چیز جس کے بارے میں اللہ کے رسول اپنی امت کے بارے میں زیادہ خوف کر رہے ہیں، وہ شہوت خفیہ ہے، یعنی گناہ کے جزبات وشہوات قلب میں پوشیدہ ہو، اگرچہ بظاہر معاصی کا جزبہ وشہوت دل میں بھڑک رہا ہو، اسی کو شہوت خفیہ کہتے ہیں بعض نے کہا کہ شہوت خفیہ سے مراد عمل میں ریا اور دکھلاوا ہے، واللہ اعلم۔

(۴۳۳۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللهُ بِهِ وَمَنْ يُرَاءِ يُرَاءِ اللهُ بِهِ.

ترجمۂ حدیث: ریاکاری کے طور پر عمل کرنے والوں کے بارے میں وعید:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص لوگوں کو سنانے اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالی بھی اس کا حال لوگوں کو سنائے گا، (یعنی قیامت کے دن لوگوں کے سامنے رسواء اور ذلیل کرے گا) اور جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے عمل کرے گا، تو اللہ تعالی اس کو اس کی ریاکاری کی سزا دے گا، (یعنی قیامت کے دن اللہ تعالی فرمائے گا کہ اپنا اجر وثواب اسی سے مانگو، جس کے لیے تم نے وہ عمل کیا تھا)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جوشخص کوئی نیک کام محض شہرت و ناموری کے لیے کرے گا اور حصول عزت وجاہ کے لیے کرے گا، تو اللہ تعالی اس دنیا میں اس کے ان عیوب اور برے کاموں کو اپنی مخلوقات کے سامنے ظاہر کرے گا، جن کو وہ چھپاتا ہے اور لوگوں کی نظر میں اس کو ذلیل ورسوا کرے گا، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی ایسے شخص کی فاسد نیت اور بری غرض کو دنیا والوں پر آشکارہ کر دیتا ہے اور قیامت کے دن بھی اپنی مخلوقات پر کھول دے گا، کہ یہ شخص محض دکھلانے کے لیے عمل کرتا تھا مخلص نہیں تھا ریاکار تھا،

بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ جوشخص اپنا عمل لوگوں کو سنائے گا تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے نیک عمل کا ثواب صرف اسے سنائے گا اور دکھلائے گا، مگر دے گا نہیں، تاکہ وہ حسرت و افسوس زدہ رہے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جوشخص اپنا کوئی نیک عمل لوگوں کو سنائے گا، یا وہ عمل لوگوں کو دکھائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے مطابق اس کا وہ عمل لوگوں کو سنا اور دکھا دے گا گویا اس کے عمل کا یہی اجر وثواب اور بدلہ ہوگا، جو اس کو اسی دنیا میں مل جائے گا، اور آخرت کے اجر وثواب سے مطلقاً محروم رہے گا۔

(۴۳۳۳) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرَاءِ يُرَاءِ اللهُ بِهِ وَمَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللهُ بِهِ.

ترجمہ حدیث: ریاکاری کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید:

حضرت جندب کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص دکھلانے کے لیے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالی اس کے عمل

کو دکھلا دے گا، اور جو شخص (لوگوں کو) سنانے کے واسطے عمل کرے گا، تو اللہ تعالی اس کے اس عمل کو لوگوں کے سامنے سنا دے گا۔

تشریح حدیث: شرح الحدیث قد مرّ قبل ذالك۔

(۱۴۹۸) بَابُ الْحَسَدِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے صرف تین حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہیں، اس میں حسد کرنے کی مذمت اور حسد کرنے والے کے بارے میں، وعید شدید کا بیان ہے، حسد کہتے ہیں دوسروں کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا، خواہ وہ نعمت اس کو حاصل ہو یا نہ ہو، پس جس کے ساتھ حسد کیا جارہا ہے، اس کے پاس نعمت باقی نہ رہے، اور نعمت سے مراد دنیوی اور دینی دونوں نعمت ہیں، اس کے مقابلہ ہم معنی غبطہ بمعنی رشک ہے، یعنی دوسروں کی نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ کاش یہ نعمت میرے پاس بھی ہوتی، اس میں دوسرے کے پاس سے نعمت کے زوال کی تمنا نہیں ہوتی ہے۔

(۴۲۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ ابْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔

ترجمۂ حدیث: دو چیزوں میں حسد کا جواز:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا دو شخصوں کو چھوڑ کر تیسرے سے حسد کرنا جائز نہیں ہے، ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے مال و دولت سے نوازا پھر اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی، دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے دین کا علم عطا کیا، پھر وہ شخص اس علم کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اور دوسروں کو علم و حکمت سکھاتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں حسد سے غبطہ یعنی رشک کرنا مراد ہے، دراصل حسد اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کے پاس کوئی نعمت (مثلاً مال و دولت کی کثرت یا کسی عہد و منصب کی عزت وغیرہ) دیکھ کر یہ آرزو کرے کہ وہ شخص اس نعمت سے محروم ہو جائے یہ حسد یعنی کسی شخص سے زوال نعمت کی تمنا کرنا، قطعاً جائز نہیں ہے، صرف کسی ظالم اور مفسد سے زوال نعمت کی تمنا کرنا جائز ہو سکتا ہے، تاکہ وہ ظالم اور مفسد اپنے ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد سے باز آجائے، اور مخلوق خدا اس کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد سے نجات پائے۔

اور غبطہ یعنی رشک اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کو کوئی حاصل شدہ نعمت و سرفرازی کو دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ یہ نعمت و سرفرازی مجھے بھی حاصل ہو جائے، پس اس طرح کی آرزو کرنا ان چیزوں اور ان باتوں کے حق میں درست ہے، جو دین

وشریعت کے اعتبار سے اعلی اور اچھی ہوں اور واقعی نعمت الٰہی کا درجہ رکھتی ہوں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہاں حدیث شریف میں بغرض محال یہ کہا گیا ہے، کہ اگر کسی چیز میں حسد کرنا جائز ہوتا، تو مذکورہ بالا دونوں چیزوں میں حسد جائز ہوتا لیکن ان میں بھی جائز نہیں ہے، لہٰذا کسی میں بھی حسد جائز اور درست نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۳۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دو شخصوں کو چھوڑ کر کسی اور سے حسد کرنا جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا پھر وہ اس کو شب وروز پڑھتا ہے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت کی نعمت سے سرفراز کیا پھر وہ اس کو رات دن (راہ خدا میں) خرچ کرتا ہے۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحديث قبل ذالك

(۴۳۳۶) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَمَّالُ وَأَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عِيسَى بْنِ أَبِي عِيسَى الْحَنَّاطِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَالصَّلَاةُ نُورُ الْمُؤْمِنِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ حدیث: حسد نیکیاں کھا جاتا ہے:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، اور صدقہ گناہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے، جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے، اور نماز مومن کا نور ہے، اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔

تشریح حدیث:

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسد وہ گناہ ہے، جو سب سے پہلے آسمان اور روئے زمین پر کیا گیا ہے، چناں چہ شیطان ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے آسمان میں حسد کیا ہے، اور قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے سب سے پہلے اس روئے زمین پر حسد کیا ہے، حسد کرنے والا اللہ کی نظر میں مبغوض، مطرود اور ملعون ہوتا ہے حاسد درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نعمت کا دشمن ہوتا ہے، بعض حکماء سے منقول ہے، کہ حاسد اپنے رب سبحانہ تعالیٰ سے پانچ طرح سے مبارزت کرتا ہے۔

(۱) حاسد ہر اس نعمت کو ناپسند کرتا ہے جو اس کے علاوہ دوسرے پر نمایاں ہو۔

(۲) حاسد اپنے رب کی تعلیم پر ناراض ہوتا ہے، اور زبان حال سے کہتا ہے، کہ آپ نے اس طرح کیوں تقسیم فرمائی؟

(۳) وہ فضل الٰہی کے مخالف ہوتا ہے۔

(۴) حاسد اولیاء اللہ کو ذلیل کرتا ہے، یا ذلیل ورسوا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

(۵) حاسد اپنے دشمن ابلیس کی معاونت کرتا ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حسد کرنے والے کو مجلس میں ندامت، ملائکہ میں لعنت، خلوت میں گھبراہٹ اور غم کے علاوہ کچھ نہیں ملتا ہے، اور حاسد آخرت میں حزن واحتراق کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اور اللہ کی جانب سے بعد اور رحمت سے دوری کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا، حدیث شریف میں آتا ہے، کہ تین آدمی کی دعا شرف قبولیت سے ہم کنار نہیں ہوتی ہے۔

(۱) اکل الحرام: حرام کھانے والا

(۲) کثرت کے ساتھ غیبت کرنے والا، مکثر الغیبة

(۳) جس کے دل میں مومن کے لیے حسد یا کینہ ہے۔

قوله: الصلاة نور المومن: یعنی نماز مصلی کے لیے قبر کی ظلمت میں نور اور روشنی ہوگی یعنی اس کا ثواب پل صراط اور ظلمت القبر میں نور بن کر سامنے آئے گا۔

قوله: والصیام جنة من النار: ای وقایة من نار جهنم: لہٰذا روزہ دار دوزخ میں داخل نہ ہوگا مگر قسم پوری کرنے کے لیے، اور شاید مومن سے مراد ایمان کامل اور مومن کامل ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۴۹۹) بَابُ الْبَغْيِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چار حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو بکرہؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں اس باب میں صرف بغاوت اور سرکشی کی مذمت کا بیان ہے جس کی تفصیلات حدیث شریف کی شرح میں آرہی ہیں۔

(۴۲۳۷) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ أَنْبَأَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی گناہ اس بات کے زیادہ لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس

کے ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں بھی سزا دے اور آخرت میں بھی سزا دینے کے لیے جمع کر رکھے، سوائے دو گناہ کے ایک تو امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا دوسرے ناتہ رشتہ توڑنا۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امام المسلمین، امیر المومنین امام وقت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا، اس کے خلاف لوگوں کو اکسانا، اور ابھارنا اس کے تختہ کو پلٹنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانا، اور اسی طرح اعزاء واقرباء کے ساتھ بدسلوکی کرنا ان کے حقوق کی ادائیگی سے اعراض کرنا، رشتہ ناتہ کو توڑنا سخت گناہ ہے، اور انتہائی سنگین جرم ہے، اس لیے ان دونوں گناہوں کے مرتکب کو صرف آخرت ہی میں سزا نہیں دی جائے گی بلکہ دنیا میں بھی اس کی سزا دی جائے گی چاہے اس کی صورت کچھ بھی ہو، کیوں کہ یہ دونوں اس طرح کے ہیں کہ ان کے اثرات صرف دینی زندگی ہی کو نقصان نہیں پہچاتے ہیں، بلکہ دنیا میں بھی اس کے نتائج برے ہوتے ہیں اس لیے دنیا میں سزا دینے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی عذاب دے گا۔

(۴۲۳۸) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعُ الْخَيْرِ ثَوَابًا الْبِرُّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَأَسْرَعُ الشَّرِّ عُقُوبَةً الْبَغْيُ وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ.

ترجمۂ حدیث: جن نیکیوں کا ثواب سب سے جلدی ملتا ہے:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے جلدی جن چیزوں کا اجر وثواب ملتا ہے، (وہ دو چیزیں ہیں) ایک نیکی کرنا دوسرے صلہ رحمی کرنا، اور سب سے جلدی جن برائیوں کا عذاب ملتا ہے (وہ دو برائی ہیں) ایک امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا، دوسرے رشتہ ناتا قطع کرنا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور نیکیوں کا اجر وثواب اور ان کا بدلہ بہت جلد عطا کرتا ہے دنیا میں بھی اس کا اجر وثواب اور بدلہ دیتا ہے اور آخرت میں بھی، اس کے برخلاف اگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا جائے ان کے حقوق کی پامالی کی جائے اور برائیوں کا ارتکاب کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں بہت جلد پکڑ کرتا ہے۔ اور جلد ہی عذاب وعقاب میں مبتلا کرتا ہے۔

(۴۲۳۹) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى بَنِي عبدالله بن عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ.

ترجمہ حدیث: کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا ہلاکت کے لیے کافی ہے

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ کسی کلمہ گو مسلمان بھائی کو حقیر وذلیل سمجھنا، اس کو حقارت وذلت کی نظر سے دیکھنا، جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے اور انسان کی تباہی وبربادی اور آخرت کے خسران وذلت اور دنیا میں حرمان رحمت خداوندی کے لیے بس یہی برائی کافی ہے، اس لیے مسلمان کو چاہئے کہ اس برائی سے گریز کرے۔

(۴۲۴۰) حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَنْبَأَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا وَلَا يَبْغِي بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ

ترجمہ حدیث: آپس میں تواضع اختیار کرنے کا حکم

حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ رب العزت نے مجھ پر وحی بھیجی کہ تم آپس میں تواضع اختیار کرو، اور کوئی شخص ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی اور سرکشی نہ کرے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث قدسی ہے اس میں تواضع اور فروتنی اور آپس میں ظلم وزیادتی اور جبر وتشدد سے باز رہنے کا حکم ہے تواضع اور فروتنی انسان کے اندر ایک ایسی صفت ہے، جو انسان کو عزت وشرافت اور عظمت وکرامت اور وقار وسنجیدگی کی بام عروج اور اوج ثریا پر کھڑا کر دیتی ہے، جو جتنا زیادہ متواضع ہوتا ہے، اللہ تعالی اتنا ہی زیادہ اس کو بلندی مقام سے نوازتا ہے، اور لوگوں کی نظروں میں اونچا کرتا ہے، اسی طرح ظلم وزیادتی اور جبر وتشدد سے باز رہنا بھی انسان کو بلندی عطا کرتا ہے، اور لوگوں میں محبوبیت کا درجہ حاصل کرتا ہے، اس لیے ان دونوں صفت کو آدمی کو چاہئے کہ اپنے اندر پیدا کرے۔

(۱۵۰۰) بَابُ الْوَرَعِ وَالتَّقْوٰى

اس باب کے تحت چھ حدیثیں مذکور ہیں جو حضرت عطیہ سعدی ؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ، حضرت ابو ہریرہ ؓ، حضرت ابوذر غفاری ؓ، اور حضرت سمرہ بن جندب ؓ سے مروی ہیں، اس باب میں ورع وتقوی اختیار کرنے کا بیان ہے، ورع وتقوی ایک ایسی صفت ہے، جس کے اختیار کرنے کا حکم قرآن مجید میں جا بجا آیا ہے، اور جگہ جگہ متقیوں کے لیے جنت کے وعدے

کئے گئے ہیں اور کامیابی وکامرانی کے مژدہ جاں فزاں سنائی گئی ہے۔

(۴۳۴۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ وَعَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا لِمَا بِهِ الْبَأْسُ.

ترجمۂ حدیث: متقی کی پہچان:

حضرت عطیہ سعدیؓ جو صحابی تھے سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی تقوی اور متقیوں کے مقام کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے، یہاں تک کہ اس کام کو چھوڑ دے جس میں برائی نہ ہو، اس کام کے خوف سے جس میں برائی ہو۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں تقوی کے درجات عالیہ اور مقامات رفیعہ تک رسائی حاصل کرنے کا نسخہ بیان کیا گیا ہے، آدمی تقوی کے مقام اور مرتبہ کو اس وقت حاصل نہیں کرسکتا ہے، جب تک کہ گناہ میں پڑنے کے خطرے سے بچنے کے لیے خلاف اولی کام کو نہ چھوڑ دے، اور اس فعل کو نہ ترک کردے جس میں کوئی برائی نہیں ہے، اس کام میں پڑنے کے خوف سے جس میں برائی ہے، جب آدمی خلاف اولی اور مکروہ تنزیہی امور کو بھی چھوڑ دے گا، تو وہ متقیوں کی صف میں شامل ہوگا، اور اس کا شمار متقیوں کی صف میں ہوگا، جس چیز کی حلت وحرمت میں اشتباہ ہو، اس کے قریب بھی نہ جائے، بلکہ احتیاطا للدین، اور تحرزا من الاثم اس کو چھوڑ دے، تب جا کر کہیں وہ مقام تک وصول کرسکتا ہے، اور متقیوں کی صف میں اس کا شمار ہوسکتا ہے، جیسا کہ حدیث نعمان بن بشیرؓ الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات الخ اس پر واضح طور پر دال ہے، اور باب تقوی میں اصل اصیل ہے، صفت تقوی کی دولت پیدا کرنے کے لیے، بعض حلال امور کو بھی حرام امور میں واقع ہونے کے خوف سے چھوڑنا لازم ہے، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں، ما زالت التقوى بالمتقين حتى تركوا كثيرا من الحلال مخافة الحرام، حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں تمام التقوى ان يتقي الله العبد، حتى يتقيه من مثقال ذرة، وحتى يترك بعض ما يرى انه حلال خشية ان يكون حراما، حجابا بينه وبين الحرام، حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ لا يصيب عبد حقيقة الايمان حتى يجعل بينه وبين الحرام حاجزا من الحلال، وحتى يدع الاثم وما تشابه منه حضرت امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ مشکوک اور مشتبہ چیز چھوڑ دینے کا نام تقوی ہے۔

تقوی کے درجات واقسام:

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تقوی اور ورع کے مختلف اقسام ہیں:

(۱) ورع الصديقين: وهو ترك مالا يتناول بغير نية القوة على العبادة، صدیقین کا تقوی یہ ہے کہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دینا جو تقوی علی العبادۃ کی نیت سے استعمال نہ کیا جائے۔

(۲) ورع المتقين: وهو ترك مالا شبهة فيه، ولكن يخشى ان يجر الى الحرام، غیر مشتبہ چیزوں کو بھی اس خوف سے چھوڑ دینا کہ کہیں وہ مفضی الی الحرام نہ ہوں اور ارتکاب حرام کا باعث نہ بن جائے۔

(۳) ورع الصالحين: وترك ما يتطرق اليه احتمال التحريم بشرط ان يكون لذالك الاحتمال موقع فان لم يكن، فهو ورع المرسومين: صالحین کا ورع و تقوی یہ ہے کہ جن چیزوں سے حرام کے در آنے کا خطرہ ہو اس سے گریز کرے، بشرطیکہ اس میں اس کا احتمال بھی ہو، اگر ایسا نہیں ہے، تو وسوسے میں مبتلا ہونے والوں کا تقوی ہے۔

(۴۳۴۲) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا مُغِيثُ بْنُ سُمَيٍّ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُومِ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ قَالُوا صَدُوقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُومُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ لَا إِثْمَ فِيهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ.

ترجمۂ حدیث: افضل ترین شخص کی تعیین:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، کہ لوگوں میں سب سے افضل کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا، ہر وہ شخص جو دل کا صاف ہو، اور زبان کا پکا سچا ہو، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! صدوق اللسان کو تو ہم جانتے ہیں مخموم القلب سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا پرہیزگار پاک صاف، جس کے دل میں نہ گناہ ہو نہ بغاوت نہ بغض ہو نہ حسد، (دل آئینہ کی طرح بالکل صاف و شفاف ہو)

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں افضل ترین مسلمان اور بہترین صاحب ایمان کی تعیین کی گئی ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا؟ تو آپ نے فرمایا، جو مسلمان دل و دماغ کے اعتبار سے بالکل صاف و شفاف ہو، اس کے دل میں گناہ کا جزبہ اور کسی مسلمان کے تئیں کینہ کپٹ اور حسد و بغض نہ ہو، بلکہ مسلمان کے لیے دل پاک ہو، اور زبان بھی بالکل صاف ہو، اور پکی سچی ہو، تو افضل ترین مسلمان ہے؟ لوگوں کی نظر میں اور اللہ کی نظر میں محبوب و مقبول ہے۔

(۴۳۴۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ كُنْ وَرِعًا تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَكُنْ قَنِعًا تَكُنْ أَشْكَرَ النَّاسِ وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَأَحْسِنْ

جِوَارَ مَنْ جَاوَرَکَ تَکُنْ مُسْلِمًا وَأَقِلَّ الضَّحِکَ فَإِنَّ کَثْرَةَ الضَّحِکِ تُمِیتُ الْقَلْبَ.

ترجمہ حدیث چند قیمتی نصیحتیں:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! ورع وتقوی اختیار کرو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہوگا، تو قناعت کر تو لوگوں میں سب سے زیادہ شکر گزار ہوگا، لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کر جو تو اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو مومن ہوگا، اور تو اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کر، تو مسلمان ہوگا، اور تو ہنسی کم کر اس لیے کہ بہت زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: کن ورعاً تکن اعبد الناس مشکوۃ شریف میں اتق المحارم تکن اعبد الناس کے الفاظ ہیں یعنی تم ان چیزوں سے بچو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، اگر تم ان تمام چیزوں سے بچو گے جن کو شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے، تو تم عند اللہ لوگوں میں سب سے عبادت گزار بندہ بن جاؤ گے، محارم سے اجتناب کرنے والے اور ورع وتقوی اور پرہیزگاری اختیار کرنے والے کو سب سے زیادہ عبادت گزار بندہ اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے، کہ محارم سے اجتناب کرنا گویا ان تمام فرائض سے عہد برآ ہونا ہے جو حق سبحانہ تعالی نے ان پر عائد کئے تھے، اور ظاہر ہے کہ فرائض کو پورا کرنے سے افضل عبادت کوئی نہیں ہے، بلکہ عام لوگ فرائض کو ترک کرتے ہیں، یا ان کی طرف کم توجہ دیتے ہیں، کثرت نوافل میں تو مشغول رہتے ہیں، اور فرائض میں کوتاہی برتتے ہیں، اس لیے محارم سے بچنے والے کو اعبد الناس کہا گیا ہے۔

وقولہ: و کن قنعاً: تو قناعت پسند بن جا یعنی تقدیر الٰہی پر راضی ہوجا، جو کچھ بھی دنیا تجھے ملے اس پر قناعت کر لے، اللہ کی تعلیم پر بخوشی راضی ہوجا، تو لوگوں میں سب زیادہ شکر الٰہی ادا کرنے والا ہوجائے گا، جس کو صبر وشکر اور قناعت کی دولت نصیب ہوجاتی ہے، وہ حرص وطمع سے پاک رہتا ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو اس بات کو جان لے کہ جو چیز تیری قسمت میں لکھی جا چکی ہے، وہ ہر حال میں تجھے مل کر رہے گی خواہ تو اس کے لیے طلب وسوال کی راہ اختیار کرے یا طلب وسوال ترک کر دے، اور جو چیزیں تیری قسمت میں نہیں لکھی ہے وہ تجھ کو کسی حالت میں نہیں ملے گی، خواہ تو اس کی طلب کی کتنی ہی حرص رکھے، اور اس کو حاصل کرنے کے لیے کتنی ہی سعی وجد وجہد کرے اور اس کے لیے محنت ومشقت اٹھائے وہ چیز ہر گز نہیں مل سکتی ہے، لہٰذا جو کچھ مل جائے اس پر صابر وشاکر رہ، ہر حالت میں جائز وحلال چیز کو حاصل کرنا ضروری سمجھ اور اپنے مقسوم پر راضی ہوجا، تاکہ رب ذو الجلال تجھ سے راضی ہوجائے۔

قولہ: واحب للناس: اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ودنیا کی بہتر وبھلائی کی جس چیز کو تم خاص طور پر اپنے لیے پسند کرتے ہو، اس چیز کو دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔ یہاں تک کہ کافر کے لیے ایمان، اسلام کو اور فاسق کے لیے توبہ وانابت

الی اللہ کو پسند کرو۔

(۴۳۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللہِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ رُمْحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللہِ بْنُ وَھْبٍ عَنِ الْمَاضِي بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تدبیر کے برابر کوئی عقل مندی نہیں اور حرام سے باز رہنے کے مثل کوئی پرہیز گاری نہیں، اور حسن اخلاق کے برابر کوئی حسب ونسب نہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میانہ روی اور راہ اعتدال واقتصاد اختیار کرتے ہوئے معاش ومعاد کو سنوارنے کے سلسلہ میں تدبیر کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ صاحب عقل کامل وہی شخص ہے جو دوراندیشی اور عاقبت پر نظر رکھ کر کار کو انجام دے، حدیث شریف میں تدبیر سے مراد عقل مطبوع ہے۔

قولہ: ولا ورع کالکف: مطلب یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ اور مشکوک چیزوں سے پرہیز کرنے اور دل میں اضطراب وبے چینی والی چیزوں کے استعمال سے باز رہنے سے بڑھ کر کوئی ورع اور تقوی نہیں ہے۔ اصل ورع اور تقوی یہی ہے کہ آدمی حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچ جائے۔

قولہ: ولا حسب کحسن الخلق: حسن اخلاق اور اچھی کردار کی طرح کوئی مجد وشرافت اور حسب نہیں ہے، جس کے اندر مکارم اخلاق، حسن کردار، اور لوگوں کے ساتھ حسن برتاؤ اور طلاقت وجہ خندہ پیشانی سے ملاقات کرنے جیسی صفات حسنہ پیدا ہو گئیں، وہ گویا اعلی حسب کے مالک ہو گئے، کیوں کہ اس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور خیر مضمر ہے۔

(۴۳۴۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ الْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَرَمُ التَّقْوَى.

ترجمہ حدیث:

حضرت سمرہ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حسب مال ہے اور کرم تقوی ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کے ذریعہ آدمی لوگوں کی نظر میں رفیع القدر عظیم المرتبت اور عالی المکان ہوتا ہے، وہ مال ہے، جس کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہوتی ہے لوگ اس کو عظیم انسان سمجھتے ہیں۔ اور اس کو دور ہی

سے سلام کرتے ہیں، اس کا اکرام واحترام کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالی کے یہاں بندہ جس چیز سے عظیم بنتا ہے اور اس کا مقام ومرتبہ بلند ہوتا ہے وہ تقوی اور خوف الٰہی ہے جس شخص کے اندر جتنا تقوی اور باری تعالی کا خوف ہوتا ہے وہ عند اللہ اتنا ہی اونچے مقام کا مالک ہوگا۔ حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں کہ الحسب : المال، یرید ان الرجل اذا صار ذامال عظمه الناس، حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ یہ اہل مدینہ کا قول ہے مدینہ منورہ میں اگر بیوی کے نفقہ کے برابر مال نہ ہوتا تھا تو زوجین کے درمیان تفریق کردی جاتی تھی، اسی لیے الحسب المال کہا گیا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں آدمی کا مجد وشرافت اس کا مال ہے۔ اور اس کا کرم اس کا دین ہے۔ اور اس کی اصل اس کی عقل ہے۔ اور اس کی مروت اس کے اخلاق ہیں۔

(۴۲۴۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ ضُرَيْبِ بْنِ نُقَيْرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً وَقَالَ عُثْمَانُ آيَةً لَوْ أَخَذَ النَّاسُ كُلُّهُمْ بِهَا لَكَفَتْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيَّةُ آيَةٍ قَالَ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ.

ترجمہ حدیث: قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ جو عمل کے لیے کافی ہے:

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں۔ اور حضرت عثمان نے فرمایا، ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر سارے لوگ اس پر عمل کریں تو کافی ہے حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون سی آیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا و من یتق اللہ یجعل له مخرجاً (جو کوئی اللہ تعالی سے ڈرے اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے)

تشریح حدیث:

تقوی، خوف خداوندی اور احکام شریعت پر پابندی زیادتی رزق اور اطمینان قلب کا ذریعہ ہے جو آدمی جتنا زیادہ متقی ہوگا، اتنا ہی زیادہ اس کے لیے دنیاوی راحت وآرام اور رزق کے دروازے کھل جائیں گے، اور اللہ تعالی بارش کے قطروں کی طرح بے شمار رزق عطا فرمائے گا۔ بشرطیکہ قلب تقوی الٰہی سے لبریز ہو۔ نعم الزاد التقوي، بہترین توشہ تقوی ہے۔

(۱۵۰۱) بَابُ الثَّنَاءِ الْحَسَنِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل میں چھ حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت ابوزہیر ثقفیؓ، حضرت کلثوم خزاعیؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں۔ اس باب میں کسی کی مدح وتعریف اور توصیف وثنا خوانی کے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

(۴۲۴۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

صَفْوَانَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّبَاوَةِ أَوْ الْبَنَاوَةِ قَالَ وَالنَّبَاوَةُ مِنَ الطَّائِفِ قَالَ يُوشِكُ أَنْ تَعْرِفُوا أَهْلَ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالُوا بِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بِالثَّنَاءِ الْحَسَنِ وَالثَّنَاءِ السَّيِّءِ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ.

ترجمہ حدیث: اہل جنت اور اہل جہنم کی شناخت:

حضرت ابوزہیر ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام نباوت یا بناوت جو طائف میں واقع ہے۔ میں ہمیں ایک خطبہ دیا اور فرمایا قریب ہے کہ تم لوگ جنتی اور دوزخی کے درمیان فرق کرلو گے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کس طرح ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعریف کرنے سے اور برائی کرنے سے۔ تم لوگ اللہ کے گواہ ایک دوسرے پر۔

تشریح حدیث:

قولہ: بالنباوة نباوہ یا بناوہ طائف میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں آپ نے خطبہ دیا،

قولہ: انتم شهداء الله۔ تم لوگ روئے زمین پر اللہ تعالی کے گواہ ہو، یہاں مومنین صالحین مراد ہے، جو اہل الشہادہ میں سے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر یہ کسی کی خیر بھلائی کے بارے میں تعریف کردیں تو اس کے لیے جنت واجب ہے، اور اگر کسی کی برائی کے بارے میں شہادت دے دیں تو اس کے لیے جہنم واجب ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی حمد وثنا اور تعریف بیان کی، وہ اچھا آدمی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجبت: اور کے بعد پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا لوگوں نے اس کو برا بیان کیا، آپ نے فرمایا وجبت، حضرت عمر نے عرض کیا ماوجبت؟ کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا جس کے بارے میں خیر کی تعریف اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اس جس کے لیے برائی بیان کیا اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ اور انتم شهداء الله سے مراد صرف حضرات صحابہ کرام ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد تمام مومنین صالحین ہیں۔

(۴۳۴۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ كُلْثُومٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ أَنِّي قَدْ أَحْسَنْتُ وَإِذَا أَسَأْتُ أَنِّي قَدْ أَسَأْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ جِيرَانُكَ قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا قَالُوا إِنَّكَ قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ.

ترجمۂ حدیث: نیکی اور بدی کے کام کو جاننے کا طریقہ:

حضرت کلثوم خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ

مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ جب میں نیک کام کروں گا کہ میں نے نیک کام کیا ہے، اور جب میں برا کام کروں گا تو کیسے معلوم ہوگا کہ میں نے برا کام کیا ہے؟ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب تیرا پڑوسی یہ کہے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے، تو تو نے اچھا کام کیا ہے اور جب تیرا پڑوسی یہ کہے کہ تو نے برا کام کیا ہے، تو تو نے برا کام کیا ہے۔

تشریح حدیث:

ایک صحابی رسول آپ ﷺ کے دربار اقدس میں یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! اگر میں کوئی اچھا کام کروں یا کوئی برا کام کروں تو مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ میں نے یہ اچھا کام کیا ہے یا برا کام کیا ہے؟ اس کے لیے کیا کسوٹی ہے اور اس کی شناخت کرنے کا تھرمامیٹر کیا ہے؟

رسول اقدس ﷺ نے فرمایا دیکھو جب تو کوئی اچھا کام کرے اور نیکی کا کام کرے اور تیرا پڑوسی بھی اس کو نیک اور اچھا کہے تو سمجھ لو تو نے اچھا کام کیا ہے، اور اگر تو نے کوئی کام کیا اور تیرا پڑوسی اس کو اچھا نہ کہے اس کے حسن کی شہادت نہ دے بلکہ اس کام کو برا جانے تو سمجھ لو تو نے اچھا کام نہیں کیا ہے، تیرے پڑوسی کی زبان وشہادت ہی تیری اچھائی اور برائی کے لیے تھرمامیٹر ہے اسی سے تم اپنے آپ کو جانچ پرکھ سکتے ہو۔

(۴۲۴۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ وَإِذَا أَسَأْتُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ أَنْ قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں کوئی اچھا کام کروں یا میں برا کام کروں تو مجھے کس طرح معلوم ہوگا؟ (کہ میں نے اچھا کیا یا برا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسی۔ سے یہ کہتے سنو کہ تو نے اچھا کام کیا ہے، واقعتاً تو نے اچھا کام کیا، اور جب تم ان سے یہ کہتے سنو کہ تم نے برا کام کیا ہے تو واقعتاً تو نے برا کام کیا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا ظاہر اس بات کا متقاضی ہے، کہ جیران کی شہادت سے اپنے اعمال کے اچھے اور برے ہونے کو معلوم کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب بڑے ہی متدین، دین دار، مطیع وفرماں بردار، قرآن وسنت پر عامل اور عشق رسول میں سرشار ہو، ان کا اوڑھنا بچھونا سب شریعت ہو، لیکن اگر لوگوں میں فساد وشر کا غلبہ ہو جائے، دین وشریعت

کے احکام سے دور ہو جائیں، شر غالب ہو جائے اور خیر کی قلت ہو جائے، اور اعمال کے حسن و قبح کے جانچنے کا معیار و میزان بدل جائے، اور لوگ حب جاہ اور حب دنیا کے دلدل میں پھنس جائے، تو اس صورت میں ان کے فیصلہ کرنے اور خیر و شر کے بارے میں بتانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور ان کی ذم و مدح ناقبل التفات ہے، اعمال کے بارے میں خیر و شر کے فیصلے وشہادت غیر معتبر ہے، ان کی تعریف حسن در حقیقت حسن نہیں ہے، کسی عمل کے بارے میں برا کہنا حقیقت میں وہ برا نہیں ہے، اس لیے کہ وہ عدل وانصاف سے روگردانی کر کے حب دنیا اور حب جاہ و مال کے عینک لگا کر یہ شہادت دے رہا ہے، لہٰذا اس کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۴۳۵۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَزَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ قَالَا حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ أَبِي ثُبَيْتٍ عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْ مَلَأَ اللهُ أُذُنَيْهِ مِنْ ثَنَاءِ النَّاسِ خَيْرًا وَهُوَ يَسْمَعُ وَأَهْلُ النَّارِ مَنْ مَلَأَ أُذُنَيْهِ مِنْ ثَنَاءِ النَّاسِ شَرًّا وَهُوَ يَسْمَعُ.

ترجمہ حدیث: اہل جنت اور اہل جہنم کی علامت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنتی وہ شخص ہے جس کے کان لوگوں کی جانب سے تعریف سنتے سنتے بھر جائیں، اور دوزخی وجہنمی وہ شخص ہے جس کے کان کو اللہ تعالیٰ بھر دے لوگوں کی طرف سے برائی اور ہجو سنتے سنتے۔

تشریح حدیث:

معناه ان اهل الجنة لا يزال يعمل الخير والعمل الصالح حتى ينشر عنه فى انحاء العالم فيثنى عليه بذالك۔ وفى الشر كذالك اى ان اهل النار لايزال يعمل النشر والفعل الشنيع حتى ينتشر عنه فى اقصى الدنيا۔ فيثنى عليه شراً هذا معنى الحديث مختصراً۔

(۴۳۵۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ لِلّٰهِ فَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ ذٰلِكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ.

ترجمۂ حدیث: عمل صالح کی وجہ سے لوگوں کی محبت:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا (یا رسول اللہ! یا نبی اللہ) ایک آدمی خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عمل کرتا ہے، (ریا کاری اور سمعہ کا دخل اس کی نیت میں بالکل نہیں ہوتا) لیکن اس کی

وجہ سے لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں؟ (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا یہ مومن کے لیے نقد بشارت وخوشخبری ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو عمل وعبادت خالص اللہ تبارک وتعالی کی رضا مندی اور اسی ذات واحد کی خوشنودی کے لیے کی جائے، اس عمل کی بجا آوری میں آدمی کی نیت میں ریا کاری اور سمعہ بالکل نہ ہو، لوگوں کے لیے بالکل نہ کیا جائے لیکن اس کے باوجود لوگ اس کی اس عمل وعبادت پر تعریف کریں، اور محبت کریں، تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا لوگوں کے محبت کرنے کی وجہ سے عمل ضائع ہوجائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں یہ تو مومن کے لیے اس کے عمل صالح کا نقد بدلہ ہے، اور نقد خوشخبری وبشارت ہے، اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں، بلکہ یہ تو عند اللہ عمل کی مقبولیت کی دلیل ہے، کیوں کہ جب اللہ تعالی اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے، تو پھر اس کی محبت ملائکہ کے قلوب میں ڈالدیتا ہے، پھر آسمان میں ملائکہ اس بندے مومن سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس کی محبت اہل زمین کے دلوں میں پیدا کردیتے ہیں، پھر زمین والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے، لہٰذا لوگوں کی محبت درحقیقت عند اللہ اس کی مقبولیت کا واضح ثبوت ہے۔ واللہ اعلم۔

کسی متعین شخص کے بارے میں جنت میں داخل ہونے کی شہادت دینا:

کسی شخص معین کے بارے میں جنتی ہونے کے بارے میں شہادت دینے کے سلسلہ میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے تین اقوال نقل کئے ہیں۔

قول اول:

حضرات انبیاء کرام کے علاوہ کسی بھی شخص کے بارے میں علی سبیل الجزم جنتی ہونے کے بارے میں شہادت دینا مناسب نہیں، حضرت امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی اور علی بن مدینی وغیرہ کا یہی قول ہے۔

قول دوم:

جن لوگوں کے بارے میں جنتی ہونے کا نص آچکا ہے۔ اور ان کا جنتی ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ صرف ان کے بارے میں شہادت دینا جائز ہے۔ دوسرے کے بارے میں جائز نہیں ہے، سارے علماء کرام اسی کے قائل ہیں۔

قول سوم:

امت میں جن لوگوں کے بارے میں جنتی ہونے کی خبر مستفاض ہے، اور اس کا نیک ہونا امت میں مسلم ہے، جیسے عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری وغیرہ ان کے بارے جنت کی شہادت دینا جائز ہے، حضرت امام سفیان ثوریؒ حضرت امام احمد

بن حنبل کے بارے میں شہادت دیتے تھے کہ وہ جنتی ہیں۔ (۱)

(۴۳۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سِنَانٍ أَبُو سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيَطَّلِعُ عَلَيْهِ فَيُعْجِبُنِي قَالَ لَکَ أَجْرَانِ أَجْرُ السِّرِّ وَ أَجْرُ الْعَلَانِيَةِ.

ترجمۂ حدیث: بغیر ارادہ کے اگر کوئی عمل پر مطلع ہو جائے تو ڈبل ثواب ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک عمل کرتا ہوں، پھر لوگ اس پر مطلع اور باخبر ہو جاتے ہیں، تو مجھے اچھا لگتا ہے، (کہ لوگ میری تعریف کریں تو اس عمل کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا تجھ کو دوہرا ثواب ملے گا، ایک تو پوشیدہ عمل کرنے کا، اور دوسرے اعلانیہ عمل کرنے کا۔

تشریح حدیث:

قوله: فيعجبني: با ن يلقى الله تعالى الحب فى قلب المومن فيثنى عليّ، فاكون من اهله، فليس المراد العجب بالنفس فانه يبطل العمل، لان ادق الرياء شرك، وهذا بغير القصد (۲)

(۱۵۰۲) بَابُ النِّيَّةِ

اس باب کے تحت صاحب ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اس باب میں اعمال وافعال میں خلوص نیت کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ تمام اسلامی اعمال وافعال کی صحت وعدم صحت اور ثواب وعدم ثواب کا دارومدار نیت صالحہ پر ہے، اگر نیت کے اندر خلوص ہوگا، تو عمل وعبادت پر اجر وثواب ملے گا، ورنہ نہیں، اس لیے ہر عمل میں نیت کو خالص رضاء الٰہی کے لیے رکھنی چاہئے۔

(۴۳۵۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَا أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

ترجمہ حدیث: تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

(۱) اهداء الديباجه: ۵/ ۵۴۹ (۲) انجاح الحاجه على ابن ماجه۔

فرماتے ہوئے سنا، کہ تمام اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے، اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا، پس جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت واقعی اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوگی، اور جس کی ہجرت محض دنیا کے لیے ہو، تو اس کو دنیا ملے گی، یا کسی عورت سے شادی کرنے کی غرض سے ہو، تو اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کی طرف ہوگی جن کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث تمام اسلامی اعمال اور شرعی افعال کی قبولیت اور ان پر ثواب کے ترتب کی جڑ اور بنیاد ہے، اعمال شرعیہ جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، صدقہ، خیرات، حج، جہاد، طلب علم، تعلیم و تعلم، اور دعوت وارشاد وغیرہ سب کے سب نیت ہی پر موقوف ہیں، اب ان اعمال کو خلوص نیت کے ساتھ ادا کیا جائے اور اللہ رب العلمین کی رضا جوئی مقصود ہو تو ان کے بجا آوری پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں، الغرض اعمال کے صلاح اور فساد نیت کی صلاح و فساد پر موقوف ہے۔ اگر نیت صالح ہے تو عمل بھی صالح ہوگا، اور اس کو ادا کرنے والا ماجور اور عند اللہ مثاب ہوگا، اور اگر نیت میں فساد و خرابی ہے تو عمل بھی فاسد ہوگا، اور اس کا مرتکب گناہ گار ہوگا، اس لیے ہر عمل سے پہلے نیت کو درست کرنا، از حد ضروری ہے، علماء نے لکھا ہے کہ ہر عمل میں نیت کا دخل ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص کھانا پینا بھی تقوی علی العبادۃ کی نیت سے کھائے تو بھی کار ثواب ہے، حتی کہ عفت و عصمت اور پاکدامنی کی غرض سے بیوی کے ساتھ صحبت کرنے پر بھی ثواب ہے، جیسا کہ حدیث شریف سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

علماء اسلام کی نظر میں اس حدیث کی عظمت ومقام:

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں ھو ثلث الاسلام، یہ حدیث ثلث اسلام ہے، اس کے تحت فقہ کے ستر ابواب داخل ہیں۔ بعض دوسرے علماء کرام فرماتے ہیں ھو ربع الاسلام حدیث انما الاعمال بالنیات ربع اسلام ہے، حضرت عبد الرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں، کہ ہر مصنف کو چاہیے کہ اپنی تصنیف کا آغاز اسی حدیث پاک سے کرے اور مقصود طالب کی نیت کی تصحیح ہو، حضرت امام بخاری نے اسی وجہ سے اپنی صحیح کا آغاز اسی حدیث شریف سے کیا ہے، نیز صاحب مشکوۃ نے بھی اپنی کتاب کی ابتداء اسی مبارک حدیث سے کی ہے۔

تصحیح نیت کے بارے میں اقوال علماء:

ابن رجب حنبلی نے شرح الخمسین میں حسن نیت کے بارے میں مختلف علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) یحیٰ بن کثیر کہتے ہیں۔ تعلموا النیته فانها ابلغ من العمل۔

(۲) داؤد الطائی سے منقول ہے رأیت الخیر کله یجمعه حسن النیة تمام خیر حسن نیت میں جمع ہے۔

(۳) حضرت امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ تصحیح نیت میں میں نے جتنی کوشش اور محنت کی ہے کسی اور چیز میں اتنی محنت اور مشقت نہیں کی ہے اس لیے کہ وہ مجھ پر ادلتی بدلتی رہتی تھی۔

(۴) مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ صلاح القلب بصلاح العمل: و صلاح العمل بصلاح النیۃ حاصل یہ ہے کہ اصلاح قلب اصلاح نیت پر موقوف ہے، لہٰذا پہلے نیت کی اصلاح ضروری ہے، پھر دل کی اصلاح ہوگی۔

(۵) عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں، کہ رب عمل صغیر تعظمه النیۃ و رب عمل کبیر تصغرہ النیۃ: بعض مرتبہ معمولی درجہ کا عمل حسن نیت کی وجہ سے عنداللہ عظیم ہو جاتا ہے، اور بڑے سے بڑا عمل فساد نیت کی وجہ سے، عنداللہ صغیر ہو جاتا ہے۔

قولہ: انما الاعمل بالنیات: علامہ خطابی فرماتے ہیں، کہ اعمال کی صحت اور اس کے احکام کا وجوب نیت پر موقوف ہے، نیت ہی اعمال کی جہت کو متعین کرتی ہے، حدیث شریف میں نفس اعمال مراد نہیں ہے، کیوں کہ نفس اعمال کا وجود تو نیت کے بغیر بھی ہو جاتا ہے، یہاں صحت اعمال مراد ہے، یا ثواب الاعمال مراد ہے، عندالاحناف ثواب مضاف محذوف ہے، ای ثواب الاعمال بالنیات یا انما الاعمال تعتبر بالنیات ہے، اور عندالشوافع نفس الاعمال و وجودھا موقوفۃ علی النیۃ۔

حدیث شریف کا شان ورود:

اس حدیث شریف کا شان ورود یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو ایک عورت ام قیس بھی ہجرت کر کے مدینہ چلی گئی، ایک صحابی نے اس سے نکاح کا پیغام بھیجا ام قیسؓ نے ہجرت کی شرط لگا دی، کہ اگر تم ہجرت کر کے مدینہ آؤ گے تو ٹھیک ہے پیغام نکاح منظور ہے، ورنہ نہیں، وہ شخص اس عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آیا، اور اس سے نکاح کیا، اسی مناسبت سے وہ شخص لوگوں میں مہاجر ام قیس کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ اسی موقع پر آپ ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

حدیث شریف کے پہلے دو جملوں کا ایک ہی مطلب ہے، ولکل امرء مانوی سے در اصل پہلے جملہ کی تاکید کی جا رہی ہے، کہ عمل بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوگا، یعنی جو شخص جیسی نیت کرے گا، ویسا اجر پائے گا چناں چہ ایک عمل میں بعض مرتبہ جتنی نیت کرے گا، اتنا ہی ثواب پائے گا، اس حدیث شریف کی تفصیلی شرح دیکھنی ہو تو ملاحظہ کریں (۱)

(۴۳۵۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ كَمَثَلِ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ فِي مَالِهِ يُنْفِقُهُ فِي حَقِّهِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يُؤْتِهِ مَالًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ هَذَا عَمِلْتُ فِيهِ مِثْلَ الَّذِي يَعْمَلُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

(۱) فتح الباری، عمدۃ القاری۔ تنظیم الاشتات: ۱/ ۲۱۔ تا ۲۵۔

وَسَلَّمَ فَهُمَا فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يُؤْتِهِ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ يُنْفِقُهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَرَجُلٌ لَمْ يُؤْتِهِ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَا مَالًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ هٰذَا عَمِلْتُ فِيهِ مِثْلَ الَّذِي يَعْمَلُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ.

ترجمہ حدیث: امت مسلمہ کی ایک مثال:

حضرت ابو کبشہ انماریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت کی مثال چار آدمیوں کی طرح ہے۔

(۱) ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے مال اور علم کی نعمت عطا فرمائی ہے وہ اپنے علم کے تقاضہ پر عمل کرتا ہے اور اپنے مال میں سے راہ خدا میں خرچ کرتا ہے۔

(۲) دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے علم کی دولت عطا فرمائی لیکن مال کی نعمت نہیں دی وہ کہتا ہے کہ اگر مجھ کو مال ملتا تو پہلے شخص کی طرح عمل کرتا، (یعنی راہ خدا میں مال خرچ کرتا) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ دونوں شخص اجر وثواب میں برابر ہیں۔

(۳) تیسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے مال دیا ہے لیکن علم نہیں، پس وہ اپنے مال کو بے حد لغو اخراجات کرتا ہے

(۴) چوتھے وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے نہ علم کی دولت عطا فرمائی اور نہ مال کی دولت لیکن وہ شخص کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس شخص کی طرح اس کو راہ خدا میں خرچ کرتا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

تشریح حدیث:

قوله: فهما في الوزر سواء قال ابن الملك هٰذا الحديث لاينا في الخبر ان الله تجاوز عن امتي ما وسوست به صدرها عالم يعمل به لانه عمل بالقول اللساني والمتجاوز هو القول النفساني، انتهى والمعتمد ما قاله العلماء المحققون ان هٰذا اذا لم يؤطن نفسه فان عزم واستقر يكتب معصيته ولو لم يعمل ولم يتكلم (مرقاة)

(۴۳۵۵) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنِ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نحوه ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ سَمُرَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُفَضَّلٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنِ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو کبشہ انماریؓ نبی کریم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے مضمون کی طرح نقل کرتے ہیں۔

(۴۲۵۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يُبْعَثُ النَّاسُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

ترجمہ حدیث: قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق مبعوث کئے جائیں گے:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (قیامت کے دن) لوگ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائیں جائیں گے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے کوئی معصیت ہو رہی ہے اور خلاف شرع کام کیا جا رہا ہے لیکن خوف وفتنہ کی وجہ سے وہ اس کو منع نہیں کر رہا ہے، تاہم اس کو منکر اور شرع سمجھ کر دل سے برا جان رہا ہے، اور دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھ رہا ہے، لیکن زبان سے منع نہیں کر سکتا ہے، آتش فتنہ بھڑک جانے کا خطرہ ہے، تو قیامت کے دن ایسا شخص صالحین کے ساتھ اپنی نیت کی وجہ سے اٹھایا جائے گا، اسی طرح بندہ اس عالم فانی سے ایمان وکفر اور عمل صالح اور معصیت جس حالت میں گیا ہے، قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھائیں جائیں گے، اسی لیے بندہ کو چاہئے کہ حسن خاتمہ کے لیے کوشش کرے، اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرے، یا اللہ ایمان اور عمل صالح پر خاتمہ عطا فرما، موت کے وقت کلمہ زبان پر جاری وساری فرما، تاکہ قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھائے جائیں۔

(۴۲۵۷) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنْبَأَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) لوگ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائیں جائیں گے۔

تشریح حدیث: قدمر شرحه قبل ذالك.

(۱۵۰۳) بَابُ الْأَمَلِ وَالْأَجَلِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے چھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں اس باب کی احادیث مبارکہ میں انسان کی آرزو وتمنا طول حیات اور کثرت مال کی خواہش اور اس کی عمر کا بیان ہے، انسان دنیا میں جینے کے لیے طول حیات کے لیے ہر طرح کی تدبیریں کرتا ہے، اور دنیا کے واسطے طرح طرح کا خواب سجاتا ہے، لمبی لمبی امیدیں وابستہ کرتا ہے، لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ موت کا فرشتہ

دستک دے چکا ہے، اس کا کفن تیار کیا جا چکا ہے، قبر کھودی جا رہی ہے، ساری کی ساری امیدیں اور آرزوئیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور انسان آخرت کے لیے رخت سفر باندھ لیتا ہے۔

(۴۳۵۸) حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي يَعْلَى عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَّ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطًّا وَسَطَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ وَخُطُوطًا إِلَى جَانِبِ الْخَطِّ الَّذِي وَسَطَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ وَخَطًّا خَارِجًا مِنَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ فَقَالَ أَتَدْرُونَ مَا هَذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ هَذَا الْإِنْسَانُ الْخَطُّ الْأَوْسَطُ وَهَذِهِ الْخُطُوطُ إِلَى جَنْبِهِ الْأَعْرَاضُ تَنْهَشُهُ أَوْ تَنْهَسُهُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا أَصَابَهُ هَذَا وَالْخَطُّ الْمُرَبَّعُ الْأَجَلُ الْمُحِيطُ وَالْخَطُّ الْخَارِجُ الْأَمَلُ.

ترجمہ حدیث: انسان کی موت اور اس کی آرزو کی مثال:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) آپ ﷺ نے (ہمیں سمجھانے کے لیے) ایک چوکور خط کھینچی (یعنی چار خط کھینچ کر ایک مربع بنایا) پھر اس مربع خط کے درمیان ایک خط اور کھینچا، جو مربع سے کچھ باہر نکلا ہوا تھا، اور درمیانی خط کے دونوں جانب بہت سے خطوط کھینچے، اور ایک خط اس مربع خط کے باہر کھینچا پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ درمیان کا خط آدمی ہے اور یہ جو اس کے دونوں طرف خط ہیں یہ بیماریاں اور آفتیں ہیں جو ہمیشہ اس کو کاٹتی اور ڈستی رہتی ہے، چاروں طرف سے اگر ایک آفت سے بچا تو دوسری آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور یہ جو چار خطوط اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ اس کی عمر ہے اور جو خط اس مربع سے باہر نکلا ہوا ہے یہ آرزو اور تمنا ہے۔

تشریح حدیث:

رسول اقدس ﷺ نے انسان کی عمر اور اس کی آرزو اور اس کی آفات ومصائب وآلام کو سمجھانے کے لیے اور ایک غیر محسوس کو پیکر محسوس بنا کر پیش کرنے کے لیے حسب مذکورہ بالا چند لکیریں کھینچی اور حضرات صحابہ کرام کو سمجھایا جس کی شکل یہ ہے۔

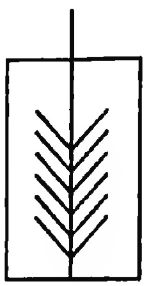

اس نقشہ میں درمیان کا جو خط ہے وہ انسان ہے، اور یہ خط جس نے چاروں طرف سے مربع ہے، اور درمیانی خط کو گھیر

رکھا ہے، یہ انسان کی موت کا وقت اور اس کی عمر کی آخری حد ہے، اور درمیانی خط وہ حصہ جو خط مربع سے باہر نکلا ہوا ہے یہ انسان کی وہ آرزو اور تمنا ہے جس کے بارے میں وہ یہ خیال رکھتا ہے، کہ موت آنے سے قبل اس کو حاصل کرلوں گا، چناں چہ وہ اس کے لیے جی جان لگا کر کوشش کرتا ہے، حالاں کہ یہ ایک بے بنیاد خیال ہے، کیوں کہ اس کی آرزو اور تمناؤں کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے، جس سے اس کا دل ودماغ بھی خالی نہیں رہتا ہے، جب کہ اس کی موت اس کی آرزو سے زیادہ قریب ہے اور درمیانی خط کے اندرونی حصہ پر یہ جو چھوٹے چھوٹے خطوط ہیں یہ وہ آفات وبلیات اور مصائب وآلام ہیں جو انسان پر ہر وقت مسلط رہتے ہیں، اگر ایک عارضہ اور حادثہ سے انسان کسی طرح بچ نکلتا ہے دوسرا حادثہ گھیر لیتا ہے، اگر اس سے نجات پاتا ہے تو فوراً تیسرا حادثہ اس کو اپنے چنگل میں لے لیتا ہے غرض کہ متعدد حوادثات وعوارضات اس کے تاک میں رہتے ہیں، جو یکے بعد دیگرے اس پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کی موت آکر اس کا کام تمام کردیتی ہے۔

الغرض حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ انسان دور دراز کی امیدیں اور تمنائیں رکھتا ہے، اور اس وہم وخیال میں مبتلا رہتا ہے، کہ اس کی یہ امیدیں اور آرزوئیں کبھی نہ کبھی ضرور پوری ہوں گی۔ حالاں کہ حقیقت میں وہ ان امیدوں اور آرزوں سے بہت دور اور موت سے بہت قریب ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی آرزوں اور امیدوں کے حصول کی منزل تک رسائی سے قبل موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے، اور ساری امیدیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

(۴۳۵۹) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا ابْنُ آدَمَ وَهٰذَا أَجَلُهُ عِنْدَ قَفَاهُ وَبَسَطَ يَدَهُ أَمَامَهُ ثُمَّ قَالَ وَثَمَّ أَمَلُهُ.

ترجمہ حدیث: انسان کی موت اس کی آرزو سے زیادہ قریب ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ابن آدم (انسان) ہے، اور یہ اس کی موت ہے، یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف رکھا، پھر ہاتھ آگے پھیلایا، پھر فرمایا یہاں تک کہ اس کی آرزو بڑھی ہوئی ہے، (یعنی انسان کی موت اس سے بہت قریب ہے جبکہ اس کی آرزو اس سے بہت دور ہے)

تشریح حدیث:

قولہ: هٰذا ابن آدم: اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطبین کو اس ظاہری اشارہ کے ذریعہ تصوراتی وجود کی طرف متوجہ فرمایا، اور تقریب الی الفہم کے لیے فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے، جو بالکل قریب ہے، اور ہاتھ پیچھے کی طرف لے جاکر فرمایا، یہ اس کی آرزو ہے جو اس سے دور ہے، جس کو حاصل کرنے کے لیے انسان دن رات ایک کردیتا ہے، لیکن وہ حاصل نہیں ہوپاتی اور اسے داعی اجل کو لبیک کہنا پڑتا ہے، اور آرزو وتمنا پوری کئے بغیر انسان اپنا رخت سفر باندھ

لیتا ہے، اس لیے موت کی تیاری کرنی چاہئے آرزوؤں کی تکمیل کے چکر میں رہ کر اپنی آخرت کو برباد نہیں کرنا چاہئے۔

(۴۳۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌ فِي حُبِّ اثْنَتَيْنِ فِي حُبِّ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةِ الْمَالِ.

ترجمہ حدیث: بوڑھے آدمی کی حرص وطمع

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھا (دل) دو باتوں میں (ہمیشہ) جوان رہتا ہے، ایک تو زندگی کی محبت میں اور دوسرے مال کی کثرت میں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ انسان خواہ کتنا زیادہ بوڑھا ہو جائے، اس کے مزاج واطوار اور اس کی جبلت پر مذکورہ بالا دونوں باتوں کی محبت کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوتی بلکہ عمر کے زوال کے ساتھ ان دونوں چیزوں کی محبت کا زور بھی بڑھتا رہتا ہے، اور اس کی خواہش یہ رہتی ہے کہ اور زیادہ جیوں، لمبی حیات ملے، جلدی موت نہ آئے، دوسرے یہ کہ اس کے دل میں کثرت مال کی محبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ تو زیادہ سے زیادہ مال جمع کر، جیسا کہ ان دونوں کا مشاہدہ روزمرہ دیکھنے کو ملتا رہتا ہے۔

(۴۳۶۱) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ.

ترجمۂ حدیث: بوڑھاپے کی آرزوئیں:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسان خود تو بوڑھا ہو جاتا ہے، لیکن اس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں ایک تو مال جمع کرنے کی حرص، (اور اس کو خرچ نہ کرنے کی عادت) اور دوسرے درازی عمر کی آرزو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کی تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴۳۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ مَالٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُونَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ وَلَا يَمْلَأُ نَفْسَهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ.

ترجمہ حدیث: انسان کی تمنا تو قبر کی مٹی ہی پوری کرے گی:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر بالفرض ابن آدم کے پاس مال و دولت سے بھرے دو جنگل ہوں گے، تو وہ یہ چاہے گا کہ تیسرا جنگل بھی مال و دولت سے بھرا ہوا (میرے پاس ہو،) اور اس کے نفس کو مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ جن بندوں کی توبہ کو چاہتا ہے قبول کر لیتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب تک انسان قبر میں جا کر لیٹ نہیں جاتا ہے، اور موت کی آغوش میں چلا نہیں جاتا ہے، اس وقت تک اس سے حرص و طمع کا خاتمہ نہیں ہوتا ہے،، بلکہ حرص باقی رہتی ہے، تاہم یہ بات اکثر لوگوں کے اعتبار سے فرمائی گئی ہے، ورنہ تو ایسے بھی بندگان خدا ہیں کہ جن میں حرص و طمع کے ہونے کا تو کیا سوال اپنی ضرورت کے بقدر مال و اسباب کی بھی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

حدیث شریف کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کو قبول کرنا چونکہ پروردگار کی شان رحمت ہے، اور گناہوں کا تعلق خواہ ظاہری بدعملیوں سے ہو، یا باطنی برائیوں سے، اس لیے بری حرص میں مبتلا ہونے والا شخص اخلاص و پختگی کے ساتھ اس برائی سے اپنے نفس کو باز رکھنے کا عہد کر لیتا ہے، اور اپنے رب سے توبہ و استغفار کرتا ہے، تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو برائی سے پاک کرنا چاہتا ہے، اس پر اپنی رحمت و مغفرت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے، بایں طور کہ اس کو اس بری خصلت کے ازالہ کی توفیق اور نفس کو پاکیزہ و مہذب بنانے کی باطنی قوت و طاقت عطا فرما دیتا ہے۔

(۴۲۶۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ.

ترجمہ حدیث: امت محمدیہ ﷺ کی عمریں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے اکثر لوگوں کی عمریں ساٹھ سال سے لے کر ستر سال کے درمیان ہوگی، اور ستر سال سے زیادہ تجاوز کرنے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔

تشریح حدیث:

عام طور پر اکثر و بیشتر اس امت کی عمریں ساٹھ سال اور ستر سال کے درمیان ہوگی، خود جناب رسول اکرم ﷺ کی عم

مبارک تریسٹھ سال کی ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ ہر دور میں امت محمدیہ ﷺ میں تھوڑے بہت ایسے لوگوں کی تعداد بھی ہے جن کی عمریں زیادہ ہوئیں اور سو سال یا اس سے زیادہ عمریں ملیں، صحابہ کرام میں حضرت انس بن مالک ؓ نے ایک سو تین سال کی عمر پائی، حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ نے سو سال کی عمر پائی، اور ان کی حالت تو یہ تھی کہ آخر عمر تک بھی ان کے دانت نہیں ٹوٹے تھے، اور عقل و ہواس ذرہ برابر مختل نہیں ہوئے تھے، ان دونوں سے زیادہ عمر حضرت حسان بن ثابت ؓ کی ہوئی انہوں نے ایک سو بیس سال کی حیات پائی، اور دنیا کو خیر باد کیا ابتدائی ساٹھ سال کفر کی حالت میں رہے، پھر ساٹھ سال تک ایمان و اسلام کی حالت میں زندگی بسر کی، اور ان سے بھی طویل عمر حضرت سلمان فارسی ؓ کی ہوئی، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ڈھائی سو سال کی عمر پائی، اگر چہ ایک روایت ساڑھے تین سو سال کی بھی ہے، لیکن صحیح پہلا قول ہے، واللہ اعلم۔

(۱۵۰۴) بَابُ الْمُدَاوَمَةِ عَلَى الْعَمَلِ

حضرت امام ابن ماجہ نے اس باب کے ذیل میں پانچ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت ام المومنین ام سلمہ ؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ، حضرت حنظلہ کاتب تمیمی اسدی ؓ، حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت جابر ؓ سے منقول ہیں۔ اس باب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی اچھا کام اور نیک کام کیا جائے تو مداومت و محافظت و مواظبت و پابندی سے کیا جائے تو اس میں برکت ہوتی ہے، خواہ وہ کام بالکل مختصر اور تھوڑا ہو۔

(۴۳۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ وَالَّذِي ذَهَبَ بِنَفْسِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَاتَ حَتّٰى كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ وَكَانَ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَيْهِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَإِنْ كَانَ يَسِيرًا.

ترجمہ حدیث: بہترین عمل وہ ہے جو پابندی سے کیا جائے اگر چہ تھوڑا ہو:

ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو اس دنیا سے لے گیا، آپ نے انتقال نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کی اکثر نماز بیٹھ کر ادا ہوتی تھی، اور آپ کے نزدیک بہت زیادہ وہ عمل صالح ہوتا تھا جو پابندی سے کیا جائے اگر چہ تھوڑا ہو۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی عمل صالح اور عبادت الٰہی کی جائے وہ پابندی کے ساتھ علیٰ سبیل الدوام کیا جائے اگر چہ وہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو پسند ہے کیوں کہ اس میں برکت ہوتی ہے، ایک شخص صرف چار رکعت تہجد پڑھتا ہے لیکن پابندی کے ساتھ پڑھتا ہے یہ اس سے افضل ہے کہ ایک دو ہفتہ جوش خروش میں آکر

پچاس پچاس نوافل ادا کریں پھر اکتا کر ترک کر دیں، جو بھی عمل و عبادت ہو وہ اعتدال کے ساتھ ادا کیا جائے، میانہ روی اور اعتدال کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے، اور پابندی کے ساتھ کیا جائے تو یہ افضل اور احب الی اللہ ہے، اگر چہ وہ معمولی اور تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اسی میں برکت ہوتی ہے، قطرہ قطرہ دریا شود قطرہ قطرہ مل کر دریا ہو جاتا ہے، تھوڑا تھوڑا مل کر بعد میں بہت ہو جائے گا، اور بہت زیادہ عمل کیا جائے اور پھر کاہلی و سستی سے ترک کر دیا جائے تو وہ زیادہ عمل بھی نتیجتاً تھوڑا ہی ہو جائے گا، اسی لیے کسی بھی شئی میں دوام اور استقلال ضروری ہے، اور حدیث میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے، واللہ اعلم۔

(۴۳۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُونَ فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى تَمَلُّوا قَالَتْ وَكَانَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.

ترجمۂ حدیث: حسب طاقت عمل کرنے کا حکم:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت تھی کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے، اور معلوم کیا یہ عورت کون ہے؟ میں نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) یہ فلانہ عورت ہے، جو سوتی نہیں، پھر اس کی نماز کا ذکر کیا، (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا چپ رہ، تمہارے اوپر بس طاقت کے مطابق ہی عمل واجب ہے، خدا کی قسم! اللہ اجر و ثواب دینے سے نہیں اکتائے گا، یہاں تک کہ تم خود ہی عمل کرنے سے اکتا جاؤ گے، (اور پھر چھوڑ دو گے) ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا، اللہ کے یہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس کا بجالانے والا اس پر مداومت اختیار کرے اور ہمیشہ کرے۔

تشریح حدیث:

قولہ: علیکم من الاعمال ما تطیقون ای تطیقون الدوام علیہ بلا ضرر، یعنی اتنا ہی عمل اختیار کرو جتنا تم بغیر کسی ضرر اور مشقت کے دوام کے ساتھ کر سکو، حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس میں اقتصاد فی العمل اور اعتدال فی العبادۃ پر آمادہ کرنا مقصود ہے، اور یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی کمال شفقت اور اعلی درجہ کی رحمت و محبت جو اپنی امت کے ساتھ ہے، اس پر دال ہے، کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو ایسے اعمال و افعال کی بجا آوری کی ہدایت دی ہے جو بلا کسی ضرر و مشقت کے دائمی طور پر کیا جائے اور انشراح قلب اور انبساط بدن کے ساتھ انجام پذیر کیا جائے اس کثرت عمل سے منع فرمایا جس سے طبیعت میں انقباض پیدا ہو، اور عبادت میں جی نہ لگے، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ آخیر عمر میں رسول اکرم ﷺ کی جانب سے رخصت قبول نہ کرنے پر آنسو بہاتے تھے اس لیے آدمی کو چاہئے کہ

شریعت میں اگر کسی مسئلہ کی رخصت آئی ہو تو اس پر عمل کرے۔

نیز حدیث حث علی مداومت العمل پر دال ہے، نیز اس میں یہ بیان کیا گیا ہے، کہ عمل قلیل جو دائماً ادا کیا جائے بہتر ہے، عمل کثیر سے جو منقطع ہو جائے، الغرض قلیل دائم بہتر ہے کثیر منقطع سے، اس لیے قلیل دائم مآل کے اعتبار سے کثیر ہے اور کثیر غیر دائم مآل کے اعتبار سے قلیل ہے۔

قوله: فو الله لا يمل الله: قيل معناه ان الله لا يمل من الثواب مالم تملوا من العمل، ومعنى يمل يترك لان من مل شيئاً تركه واعرض عنه، وقال ابن عبد البر في التمهيد: قوله ان الله لا يمل حتى تملوا معناه عند اهل العلم ان الله لا يملُّ من الثواب والعطاء على العمل حتى تملوا انتم، ولا يسئم من افضاله عليكم، الا بسامتكم عن العمل له، وانتم حتى تكلفتم من العبادة مالا تطيقون لحقكم الملل وادركم الضعف والسأمة وانقطع عملكم فانقطع عنكم الثواب لانقطاع العمل، يحضهم ﷺ على القليل الدائم، ويخبرهم ان النفوس لا تحتمل الاسراف عليها وان الملل سبب الى قطع العمل۔ (١)

(٤٣٦٦) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ الْكَاتِبِ التَّمِيمِيِّ الْأُسَيْدِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيَ الْعَيْنِ فَقُمْتُ إِلَى أَهْلِي وَوَلَدِي فَضَحِكْتُ وَلَعِبْتُ قَالَ فَذَكَرْتُ الَّذِي كُنَّا فِيهِ فَخَرَجْتُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ نَافَقْتُ نَافَقْتُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّا لَنَفْعَلُهُ فَذَهَبَ حَنْظَلَةُ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ لَوْ كُنْتُمْ كَمَا تَكُونُونَ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ أَوْ عَلَى طُرُقِكُمْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً۔

ترجمۂ حدیث: حضرات صحابہ کرام کو اپنے ایمان کے بارے میں فکر:

حضرت حنظلہ کاتب تمیمی اسیدیؓ کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں تھے، آپ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر کیا، (تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ) گویا وہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہے پھر میں مجلس رسول ﷺ سے اٹھ کر اپنے گھر والوں اور بچوں کے پاس گیا، اور (وہاں) ہنسا کھیلا، حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کیفیت کو یاد کیا جس کیفیت میں رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں تھا، (تو میں نے اپنے اندر فرق محسوس کیا) چناں چہ میں (گھر سے) نکلا، (تاکہ آپ سے ساری تفصیلات بیان کروں) تو ابوبکر صدیقؓ سے ملا، اور میں نے کہا میں تو منافق بن گیا ہوں، میں تو منافق ہو گیا، (کیوں کہ آنحضرت کی مجلس میں میرے دل کی کیفیت کچھ اور تھی اور اب وہ باقی نہیں رہی) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا ہمارا ابھی تو یہی

(١) اهداء الديباجة: ٥/ ٥٦٣

حال ہے، پھر حنظلہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ سے اس بارے میں بیان کیا، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے حنظلہ! اگر تم اسی حال پر ہمیشہ رہو جس حال میں میرے پاس رہتے ہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستر پر مصافحہ کریں گے، یا فرمایا تمہارے راستوں میں اے حنظلہ! ایک ساعت ایسی ہے، اور دوسری ساعت اس سے مختلف۔

تشریح حدیث:

قولہ: کانا رای العین: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں ہوتے ہیں، اور وہاں آخرت موت قبر، اور جہنم و جنت کا ذکر ہوتا ہے، تو یوں محسوس ہوتا ہے، گویا نگاہوں کے سامنے ہے، اور اسے میں اپنے جسم کی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہوں، لیکن جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر گھر جاتا ہوں، اور بچوں کے ساتھ رہتا ہوں تو وہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے، اور پہلے والی کیفیت باقی نہیں رہتی ہے، بلکہ دل کی حالت بدل جاتی ہے، میں منافق ہو گیا۔

چل کر نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کرتے ہیں، راستہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی، ان سے جب بات چیت ہوئی تو ابو بکر نے فرمایا میری بھی یہی حالت ہے، خیر حضرت حنظلہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا تو آپ نے فرمایا حنظلہ! جو کیفیت یہاں میری مجلس میں پیدا ہو جاتی ہے وہی کیفیت برابر باقی رہے تو تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں تم سے فرشتے مصافحہ کریں گے۔ فرشتوں کے مصافحہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی صورت میں فرشتہ علانیہ یعنی سب کے سامنے تم سے مصافحہ کرتے نظر آئیں گے، اور تم ان کو مصافحہ کرتے ہوئے دیکھو گے، علانیہ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے، ویسے تو فرشتے اہل ذکر سے خفیہ مصافحہ تو کرتے ہی ہیں۔

قولہ: فرشکم او طرقکم، بستروں پر اور راہوں میں، اس سے مراد یہ ہے کہ حالت فراغت اور حالت مشغولیت یعنی ہر وقت اور ہمیشہ فرشتے تم سے مصافحہ کرتے رہتے۔

قولہ: ساعۃ و ساعۃ: یہ ایک ساعت ہے اور وہ ایک ساعت ہے، مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا ہوتا ہے، جب کہ تم پر حالت حضوری طاری ہوتی ہے، کہ تم اپنے پروردگار کے حقوق ادا کر سکو اور ذکر و شغل میں مصروف رہ سکو، اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے، کہ تم پر حالت غفلت کا غلبہ رہتا ہے تا کہ تم اپنے نفس اور اپنے متعلقین کے حقوق ادا کر سکو، لہٰذا اپنے اور اپنے متعلقین کے حقوق کی ادائے گی کے وقت ذکر و حضور سے غفلت نقصان دہ نہیں کہ اس صورت میں تم اپنے آپ کو منافق سمجھنے لگو اس لیے اپنے دل سے یہ خوف نکال دو کہ تم خدانخواستہ منافق ہو گئے ہو۔

(۴۲۶۷) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ خَيْرَ الْعَمَلِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ.

ترجمۂ حدیث: بہترین عمل ہے جو تسلسل کے ساتھ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جتنی طاقت ہے اتنا ہی عمل کرو، بہترین عمل وہ ہے جو دوام کے ساتھ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

تشریح حدیث:

جسم وبدن میں جتنی طاقت وقوت ہو اور جس قدر عمل دوام کے ساتھ کرنے کی استطاعت ہو اتنا ہی عمل کرے، لیکن جو بھی عمل کرے، اور جتنا بھی کرے، تسلسل کے ساتھ دائمی طور پر کرے۔ چھوڑ کر چھوڑ کر عمل نہ کرے، بہترین اور افضل ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

(۴۲۶۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَشْعَرِيُّ عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ يُصَلِّي عَلَى صَخْرَةٍ فَأَتَى نَاحِيَةَ مَكَّةَ فَمَكَثَ مَلِيًّا ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَجَدَ الرَّجُلَ يُصَلِّي عَلَى حَالِهِ فَقَامَ فَجَمَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالْقَصْدِ عَلَيْكُمْ بِالْقَصْدِ ثَلَاثًا فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا.

ترجمہ حدیث:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو ایک پتھر کی چٹان پر نماز ادا کر رہا تھا پھر آپ مکہ کے کنارے گئے، اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، پھر جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ شخص اسی حالت پر نماز ادا کر رہا ہے آپ کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو ملایا، پھر فرمایا اے لوگو! تم اپنے اوپر میانہ روی کو لازم کر لو۔ تمہارے اوپر میانہ روی لازم ہے، آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالی اپنے بندے کو اس کے اعمال کے ثواب دینے سے اکتاتا نہیں یہاں تک کہ تم خود اکتا کر عمل چھوڑ دو گے۔

تشریح حدیث:

قوله: عليكم بالقصد: اى الزموا الدوام والتوسط بين طرفى الافراط والتفريط، عليكم بالقصد كرره للتاكيد، فان الله تعالى لا يمل حتى تملوا۔ اى لا يترك الثواب عنكم حتى تترك عبادته والله اعلم۔

(۱۵۰۵) بَابُ ذِكْرِ الذُّنُوبِ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ اس باب کے ذیل میں پانچ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اور حضرت ثوبانؓ سے منقول ہیں۔ اس باب کی احادیث میں گناہوں کا بیان ہے، ان کی نحوست کا ذکر اور ان کے مواخذہ کا تذکرہ ہے۔

(۴۳۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا كُنَّا نَعْمَلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہمارا ان اعمال پر بھی مواخذہ ہوگا، جو ہم نے دور جاہلیت میں کیے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے زمانہ اسلام میں نیک کام کئے تھے، اس کو جاہلیت کے اعمال کے بارے مواخذہ نہ ہوگا، اور جس نے برے اعمال کئے اس سے اول اور آخر دونوں اعمال کا مواخذہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ: ومن اساء اخذ بالاول والاخر: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے نفس اسلام میں گڑ بڑی کیا، یعنی صدق دل سے اسلام قبول نہیں کیا، بلکہ ظاہری اعتبار سے کلمہ پڑھ لیا اس نے اسلام قبول کرلیا، لیکن باطنی اعتبار سے اس نے صدق دل سے اسلام قبول نہیں کیا علی وجہ الکمال اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہوا تو اس کے دونوں اعمال یعنی زمانہ جاہلیت میں جو اس نے کئے تھے، اور زمانہ اسلام میں جو کئے سب کے بارے میں مواخذہ ہوگا، اور دونوں کے بارے میں گرفت ہوگی۔

اس سے وہ مراد نہیں ہے، جو صدق دل سے اسلام قبول کرلیا اور شریعت کے تمام احکام کی صمیم قلب سے تصدیق کی اور جو کچھ رسول اکرم ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے، ان سب کو قلب کی گہرائی اور سچائی سے مان لیا، پھر اس سے کوئی گناہ ہوگیا یا کوئی خلاف شرع کام ہوگیا تو اس سے زمانہ جاہلیت میں کئے جانے والے اعمال بد کے بارے میں سوال نہ ہوگا، کیوں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ **الاسلام یهدم ما کان قبله۔**

(۴۳۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ بَانَكَ سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللهِ طَالِبًا.

ترجمہ حدیث: کسی بھی نیک عمل کو حقیر نہ جانو:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان اعمال سے بھی بچی رہ جن کو حقیر جانتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کا بھی مواخذہ کرے گا۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو گناہ سے بچنے کی تاکید فرمارہے ہیں کہ اے عائشہ! تو ان معاصی ومنکرات سے بچتی رہ جن کو لوگ حقیر وصغیر سمجھتے ہیں، کیوں کہ اللہ رب العزت والجلال ان صغائر کے بارے میں بھی قیامت کے دن سوال کرے گا، بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ اللہ تعالی کی عظمت شان اور بلند مکان کو دیکھتے ہوئے کوئی گناہ بھی صغیرہ نہیں، اللہ تعالی کے حکم عدولی ایک سنگین جرم ہے، یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا! بلکہ اس ذات واحد کی طرف نظر رکھنی چاہئے کہ منع کرنے والا کون ہے، اور کون ذات اس سے باز رہنے کا حکم دے رہی ہے، یہی قول ابو اسحق اسفرائینی کا ہے، ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے کہ ہر وہ شئی جس سے اللہ تعالی نے منع کردیا، وہ کبیرہ ہے تمام معاصی کبائر میں سے ہیں، لیکن یہ قول جمہور امت کے خلاف ہے، عند الجمہور گناہ کی دو قسمیں ہیں صغائر اور کبائر، قد اختلف اهل العلم فی تقسیم الذنوب الی الصغائر والکبائر، فذهب جمهور اهل العلم الی ان من الذنوب کبائر ومنها صغائر لکن شذت طائفة منهم ابو اسحق اسفرائینی فقال لیس فی الذنوب صغیرة بل کل مانهی الله تعالی عنه کبیرة ونقل ذالك عن ابن عباس وحکاه القاضی عیاض عن العلماء المحققین، واحتجوا بان کل مخالفة الله تعالی فهی بالنسبة الی جلاله کبیرة، وانما یقال لبعضها صغیرة بالاضافة الی ما هو اکبر منها فالمعاصی کلها کبائر، ولکن هذا القول مخالف لقول عامة الفقهاء قال الامام الغزالی: فی البسیط: انکار الفرق بین الصغیرة والکبیرة لا یلیق بالفقیه (۱)

(۴۳۷۱) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ وَالْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ فَإِنْ زَادَ زَادَتْ فَذَلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ.

ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرے، اور آئندہ کے لیے اس سے باز آجائے اور اپنے رب سے استغفار کرے تو اس کا دل چمک کر بالکل صاف ہوجاتا ہے، پس جب وہ مزید گناہ کرتا ہے، تو یہ دھبہ اور بڑھ جاتا ہے، (یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہوجاتا ہے) پس یہی وہ ران ہے جس کا ذکر اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب میں کیا ہے کلا بل ران علی قلوبهم ما کانو

(۱) ذخیرة العقبی بشرح المجتبی،: ۲۸۶/۳۱ ذکر الکبائر۔

يكسبون۔ (ہرگز ایسا نہیں، بلکہ) اصل وجہ ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ ان کے دلوں پر اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: فاذا زاد زادت: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن بندہ کوئی گناہ کرتا ہے، تو اس کی نحوست سے اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، جب وہ اپنے گناہ پر نادم ہوتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کر کے توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ ڈھل جاتا ہے اور دل آئنہ کی طرح بالکل صاف وشفاف ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ گناہ سے باز نہیں آتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتے چلا جاتا ہے، تو اس کے دل پر سیاہ نقطے لگتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے، اور گناہ پورے دل پر حاوی ہو جاتا ہے، اور قلب کے نور کو ڈھانپ لیتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ مرد مومن دل کی بینائی سے محروم ہو جاتا ہے، چناں چہ نہ تو نفع بخش علوم اور نہ نفع بخش اعمال صالحہ کی کوئی اہمیت اس کی نظروں میں باقی رہتی ہے اور نہ مفید حکمت اور عقل کی بات اس کے دل پر کوئی اثر کرتی ہے، اس طرح وہ شفقت ورحمت کے حیات آفریں وصف سے خالی ہو جاتا ہے، نہ اپنے اوپر رحم کرتا ہے اور نہ دوسروں پر رحم وکرم کا معاملہ کرتا ہے، آخرکار اس کے قلب میں ظلم وجہل، اور شرور وفتن، اپنا تسلط جما لیتی ہے جس کا نتیجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گناہ ومعاصی پر اس کی جرأت بڑھ جاتی ہے، اور معصیت آمیز زندگی اس پر چھا جاتی ہے، کوئی بھی حق بات کا اثر اس کا دل قبول نہیں کرتا، قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اسی کوران سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۲۷۲) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ بْنِ خَدِيجٍ الْمَعَافِرِيُّ عَنْ أَرْطَاةَ بْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْأَلْهَانِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيضًا فَيَجْعَلُهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُورًا قَالَ ثَوْبَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا جَلِّهِمْ لَنَا أَنْ لَا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ قَالَ أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ وَلَكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللَّهِ انْتَهَكُوهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں ان لوگوں کو بخوبی جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکی لے کر آئیں گے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اس غبار کی طرح کر دے گا جو اڑ جاتا ہے، حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان کر دیجئے، اور کھول کھول کر بیان فرمایئے، تا کہ ہم لاعلمی میں ان لوگوں میں نہ ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا سنو! وہ لوگ تمہارے بھائیوں میں سے ہیں اور تمہاری قوم میں سے ہیں وہ رات کو اسی طرح عبادت کریں گے جس طرح تم کرتے ہو، لیکن وہ لوگ ایسے ہوں گے کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو حرام کا ارتکاب کریں گے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ان لوگوں کے احوال کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا جو لوگوں کے سامنے تو خوب زیادہ عبادت، اطاعت ومجاہدہ کرتے ہیں خوب زیادہ نیکیاں کرتے ہیں، لیکن یہی لوگ جب خلوت اختیار کرتے ہیں، اور اللہ رب العزت والجلال کے محارم کے ساتھ تنہائی اختیار کرتے ہیں تو فعل حرام کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کی حرمت کی پامالی کرتے ہیں جلوت میں کچھ اور خلوت میں کچھ ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل میں تقوی یا خلوص اور اللہ رب العالمین کا خوف نہیں ہے، جو ان کو فعل حرام کے ارتکاب سے روک دے، چناں چہ ان کی برائیاں اور اعمال ان کی نیکیوں کو کھا جائیں گے، چناں چہ قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال میں کوئی عمل نہیں پائیں گے۔

قوله: صفهم لنا۔ وجلهم لنا: ای بین لنا شمائلهم من الجلية وهو الكشف والايضاح۔

(۴۲۷۳) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ أَبِيهِ وَعَمِّهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ قَالَ التَّقْوَى وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَسُئِلَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّارَ قَالَ الْأَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ.

ترجمۂ حدیث: جنت اور جہنم میں جانے کے اسباب:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے یہ معلوم کیا گیا اکثر لوگ کس چیز کی وجہ سے جنت میں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تقوی اور حسن خلق کی وجہ سے، اور یہ بھی معلوم کیا گیا کہ اکثر لوگ کس چیز کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے، تو آپ نے فرمایا دو جوف کی وجہ سے یعنی منہ اور شرم گاہ کی وجہ سے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث میں جناب رسول اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ تقوی اور خشیت الٰہی اور حسن اخلاق دو ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اکثر لوگ جنت میں جائیں گے، کیوں کہ جب دل میں ورع اور تقوی ہوگا، اور خوف خداوندی سے دل لبریز ہوگا، تو اس کے تمام اعمال زندگی شرع کے موافق ہوں گے، اسی طرح جب اخلاق اچھے ہوں گے تو وہ لوگوں کی نظروں میں محبوب اور مقرب ہوں گے، سارے لوگ ان سے خوش وشاد ماں ہوں گے، ہر ایک کی زبان ان کی تعریف سے رطب اللسان ہوگی پس یہ دو ایسی صفت اور خوبی ہیں کہ اس کی وجہ سے اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

زبان وشرم گاہ کا غلط استعمال دخول نار کا موجب ہے:

اور جن چیزوں کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ منہ یعنی زبان اور شرم گاہ، زبان سے غیبت، چغل خوری،

کذب، بہتان تراشی، سب وشتم، اور لوگوں کی عزت وآبرو پر حملہ آور ہوں گے، جب کہ شرم گاہ سے حرام اور فعل بد کا ارتکاب کریں گے، عام طور پر لوگ انہیں گناہوں میں مبتلا ہو کر جہنم میں جائیں گے، حدیث کا مقصد ان چیزوں کے ارتکاب سے تحذیر یعنی بچانا ہے، کہ کوئی بھی مسلمان زبان وشرم گاہ کا استعمال غلط طور پر نہ کرے، بلکہ دونوں کی حفاظت ونگرانی کرے۔

(۱۵۰۶) بَابُ ذِکْرِ التَّوْبَةِ

صاحب کتاب علامہ قزوینیؒ نے اس باب کے تحت کل گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابن معقلؓ، حضرت عبد اللہ بن عمروؓ، حضرت زہری اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں حضرت امام ابن ماجہ توبہ کرنے کی فضیلت گناہوں سے معافی اور عفو ودرگزر کرنے کا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے ندامت اور توبہ کے آنسو بہانے کی اہمیت اور فضائل پر مشتمل احادیث نقل کی ہیں۔

(۴۳۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَکْرِ بْنُ أَبِي شَیْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِکُمْ مِنْهُ بِضَالَّتِهِ إِذَا وَجَدَهَا.

ترجمہ حدیث: بندۂ مومن کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ تم میں سے کسی کے توبہ کرنے سے ایسے خوش ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی گم شدہ چیز پانے سے خوش ہوتا ہے۔

تشریح حدیث:

جب کوئی گنہ گار بندہ اپنے گناہ اور معاصی کو لے کر دربار الٰہی میں شرم سار ہو کر حاضر ہوتا ہے اور اللہ رب العالمین کے سامنے توبہ وندامت کے آنسو بہاتا ہے، اور خوب رو رو کر اور گڑ گڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے، جس طرح کسی آدمی کا کوئی قیمتی سامان گم ہو جاتا ہے، اور تلاش بسیار کے بعد وہ مل جاتا ہے، تو وہ کس قدر خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے گنہ گار بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

قبولیت توبہ کے شرائط:

حضرات علماء کرام اور شراح عظام نے لکھا ہے کہ قبولیت توبہ اور صحت توبہ کے لیے چار باتیں ضروری ہیں، اور یہ شرط کے درجہ میں ہیں۔

(۱) توبہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اور اس کے حکم کی تعظیم کے پیش نظر ہی کی جائے، درمیان میں توبہ کی کوئی اور غرض نہ ہو، مثلاً لوگوں کی تعریف ومدح کا حصول اور ضعف وفقر کی وجہ توبہ کی غرض میں شامل نہ ہو۔

(۲) گزشتہ گناہوں پر واقعی شرمندگی اور ندامت ہو۔

(۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم وارادہ ہو،

(۴) آئندہ تمام ظاہری باطنی گناہ سے اجتناب کرے، مذکورہ چاروں باتیں پائی جائیں گی تو توبہ صحیح ہوگی ورنہ نہیں،

(۴۳۷۵) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبِ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتَّى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمْ السَّمَاءَ ثُمَّ تُبْتُمْ لَتَابَ عَلَيْكُمْ.

ترجمۂ حدیث: اگر گناہ آسمان تک ہو جائے پھر بھی اللہ تبارک وتعالی معاف فرماتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (اے انسان!) اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارا گناہ آسمان (کی بلندی) تک پہنچ جائے، پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالی تمہاری توبہ قبول کرلے۔ (اور تمہارے گناہ معاف کردے، اس قدر وسیع ہے تیرے رب کی رحمت کا دریا)

تشریح حدیث:

اللہ تعالی کی رحمت ومغفرت اور بخشش وغفران کا سمندر اس قدر وسیع اور لا متناہی ہے کہ اگر کوئی انسان گناہ اور نافرمانی کرتے کرتے، اس قدر زیادہ گناہ اور معاصی کا ارتکاب کیا کہ اس کا گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا، یعنی بے انتہا گناہ کیا، لیکن پھر وہ اللہ تبارک وتعالی کے سامنے ندامت وشرمندگی کے آنسو کو بہاتے ہوئے حاضر ہوا، اور بارگاہ ربانی میں اس کی رحمت ووسعت پر یقین کر کے توبہ کیا اور صدق دل سے اپنے ماضی میں گناہ پر نادم ہوا، تو اللہ تبارک وتعالی اس کی توبہ قبول فرمائے گا، اور اس کے تمام گناہ معاف کردے گا، خدا کی رحمت اور مغفرت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، بندے کا گناہ اتنا نہیں۔

(۴۳۷۶) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلَّهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ رَجُلٍ أَضَلَّ رَاحِلَتَهُ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَالْتَمَسَهَا حَتَّى إِذَا أَعْيَى تَسَجَّى بِثَوْبِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةَ الرَّاحِلَةِ حَيْثُ فَقَدَهَا فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ فَإِذَا هُوَ بِرَاحِلَتِهِ.

ترجمہ حدیث: عبد عاصی کی توبہ سے اللہ تعالی کو بے انتہا خوشی:

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تبارک وتعالی اپنے بندوں کے توبہ کرنے سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری بے آب وگیاہ جنگل میں گم ہو جائے، پس اس نے اس کو تلاش وجستجو

کیا۔ (لیکن وہ نہیں ملی) یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر اپنا کپڑا اوڑھ کر لیٹ گیا، (یہ سوچ کر کہ اب موت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔) اتنے میں وہ اونٹ کی آواز سنے تو کپڑا چہرے سے ہٹا کر دیکھا تو اس کا اونٹ تھا، (ظاہر یہ ہے کہ اس کو کتنی خوشی ہوگی، اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے اس سے بھی کہیں زیادہ خوشی ہوتی ہے)

تشریح حدیث:

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ اور رجوع الی اللہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور اس کی توبہ قبول فرما کر اپنی رحمت و مغفرت نعمت لازوال سے سرفراز کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس خوشی کو اس شخص کی خوشی کے ساتھ مشابہت دی جس کی سواری جنگل بیابان میں گم ہو جائے، اور پھر اچانک اسے مل جائے، تو وہ خوشی میں بے قابو ہو جاتا ہے، اور یوں کہتا ہے، اللھم انت عبدی و انا ربك اے اللہ تو میرا بندہ ہے، اور میں تیرا رب، یہ شدت فرح و سرور کی وجہ سے زبان سے یہ جملہ نکلے اور بے اختیاری میں نکلے ہیں، اس لیے اس پر کوئی دار و گیر اور مواخذہ نہیں۔

(۴۲۷۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ.

ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (سچی) توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کبھی کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔

تشریح حدیث:

یعنی وہ گناہ سے بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے، اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ مکتوب نہیں ہوتا وہ توبہ کر کے ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے ابھی جنا ہو، جس طرح نومولود بچہ بالکل پاک اور معصوم ہوتا ہے اسی طرح توبہ کرنے والا بھی بالکل معصوم اور پاک ہو جاتا ہے، بشرطیکہ صدق دل سے توبہ کی ہو، اور شرائط قبولیت توبہ کی مکمل رعایت کی ہو۔

(۴۲۷۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ.

ترجمۂ حدیث: توبہ کرنے والوں کی فضیلت:

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انسان خطا کار ہے، (یعنی حضرات انبیاء کرام کے علاوہ ہر انسان گناہ کرتا ہے) اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

تشریح حدیث:

معصوم عن الخطاء صرف انبیاء کرام کی جماعت ہے، باقی جماعت انبیاء کے علاوہ سارے بنی آدم خطا کار ہیں، سب سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے، ہر انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے، لیکن بہترین اور قابل تعریف گناہ گار وہ ہے جو گناہ کے بعد فوراً توبہ کرتے ہیں اپنے گناہ پر مصر نہیں رہتے۔

(۴۳۷۹) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنِ ابْنِ مَعْقِلٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلَى عَبْدِ اللهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّدَمُ تَوْبَةٌ فَقَالَ لَهُ أَبِي أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ النَّدَمُ تَوْبَةٌ قَالَ نَعَمْ.

ترجمہ حدیث: توبہ درحقیقت حقیقی ندامت کا نام ہے:

حضرت ابن معقل کہتے ہیں میں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گیا میں نے ان سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ندامت ہی توبہ ہے، تو میرے والد نے ان سے دریافت کیا واقعتاً آپ نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ ندامت ہی اصل توبہ ہے، تو انہوں نے کہا جی ہاں!

تشریح حدیث:

جب کوئی شخص صدق دل کے ساتھ اپنے گناہ پر شرمندہ اور نادم ہوتا ہے اور شرائط معتبرہ کے ساتھ توبہ کرتا ہے، تو اس کی توبہ قبول ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہجاتا ہے، کیوں کہ خود حق تعالی سبحانہ وتعالی نے یہ وعدہ فرمایا ہے وھذا الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اللہ تعالی کی ذات ایسی ہے، جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔

ملا علی قاری شارح مشکوۃ فرماتے ہیں کہ الندم توبۃ کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کی صحت کا رکن اعظم ندامت ہے اسی پر بقیہ تمام ارکان توبہ مرتب ہوتے ہیں یعنی گناہ چھوڑنا اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم اور حتی الامکان حقوق العباد کا تدارک وغیرہ، اور مراد فعل معصیت پر ندامت کا اظہار کرنا ہے، وقال القاری: الندم توبۃ: ای اعظم ارکانھا الندامۃ اذیترتب علیھا بقیۃ الارکان من القلع والعزم علی عدم العود وتدارک الحقوق ما امکن، (۱)

(۴۳۸۰) حَدَّثَنَا رَاشِدُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّمْلِيُّ أَنْبَأَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ.

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح: ۸/ ۷۴:

ترجمہ حدیث: کیفیت نزاع سے پہلے پہلے توبہ کی قبولیت:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالی بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ اس کی جان حلق میں نہ آجائے۔

تشریح حدیث:

قولہ: مالم یغرغر: جب تک غرغرہ اور جاں کنی کا عالم پیدا نہ ہو اللہ تعالی بندے کی توبہ کو قبول کرتا ہے، غرغرہ انسان کی زندگی کا وہ آخری درجہ ہے جب جسم وروح کا تعلق اپنے انقطاع کے انتہائی نقطہ کے بالکل قریب ہوتا ہے جان پورے بدن سے کھینچ کر حلق میں آجاتی ہے سانس اکھڑ کر صرف غرغرہ کی سی آواز میں تبدیل ہوجاتا ہے اور زندگی کی بالکل آخری امید بھی یاس وناامیدی کے درجہ یقین پر پہنچ جاتی ہے لہٰذا مالم یغرغر جب تک غرغرہ کی کیفیت شروع نہ ہوجائے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک موت کا یقین نہیں ہوتا اس وقت تک تو توبہ قبولیت سے نوازی جاتی ہے، مگر جب موت کا بالکل یقین ہوجائے یعنی نزاع کی کیفیت شروع ہوجائے تو پھر اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔

اس حدیث شریف کے ظاہری مفہوم سے تو یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مرنے کے وقت کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہوتی ہے خواہ کفر سے توبہ ہو یا گناہ سے، یعنی اس وقت نہ تو کافر کا ایمان لانا معتبر ہے نہ مسلمان کا گناہوں سے توبہ کرنا قبول ہے قرآن کریم کی آیت ولیست التوبۃ الخ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے لیکن بعض علماء کرام اس بات کے قائل ہیں کہ گناہوں سے توبہ تو بالکل صحیح ہوگی البتہ کفر سے توبہ صحیح نہ ہوگی، گویا ان حضرات کے نزدیک یاس کا ایمان غیر مقبول ہے اور یاس کی توبہ مقبول ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ کے تحت جو حکم بیان کیا گیا ہے اس کا تعلق گناہوں سے توبہ کرنے سے ہے کہ حالت غرغرہ میں توبہ قبول نہیں ہوگی، لیکن اگر ایسی حالت میں کسی سے اس کا کوئی حق معاف کرایا جائے اور وہ صاحب حق معاف کردے تو یہ صحیح ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (مظاہر حق: ۳/۱۷۸)

(۴۳۸۱) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَجَعَلَ يَسْأَلُ عَنْ كَفَّارَتِهَا فَلَمْ يَقُلْ لَهُ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِينَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللهِ أَلِي هٰذِهِ فَقَالَ هِيَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي.

ترجمہ حدیث: نماز برائیوں کو مٹا ڈالتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ بیان کیا

کہ اس نے کسی عورت کا بوسہ دیدیا (عورت کا چومہ لے لیا) وہ اس کے کفارہ کے متعلق معلوم کرنے لگا۔ آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ اللہ رب العزت والجلال نے یہ آیت اتاری، واقم الصلاۃ طرفی النہار الخ (یعنی دن کے دونوں کناروں میں نماز پڑھ اور رات کے حصوں میں بھی۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں یہ ایک نصیحت ہے ذاکرین کے لیے، تو اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ حکم صرف میرے لیے خاص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ جو کوئی میری امت میں سے اس پر عمل کرے (سب کے لیے ہے)

تشریح حدیث:

ان صاحب کا نام جنہوں نے عورت کا بوسہ لیا تھا ابوالیسر تھا، ترمذی شریف میں ہے کہ ابوالیسرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک اجنبی عورت میرے پاس کھجوریں خریدنے کے لیے آئی، میں نے اس سے کہا کہ اچھی کھجوروں کا اسٹاک میرے گھر میں ہے، چناں چہ وہ عورت میرے ساتھ چل کر میرے گھر آ گئی، اس وقت مجھ پر شیطان کا غلبہ ہوا اور جزبات میں بے قابو ہو کر اس عورت کے ساتھ بوس وکنار کر بیٹھا اس پر اس عورت نے مجھے بہت لتاڑا اور کہا کہ تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے چناں چہ میں بہت زیادہ شرمندہ ہوا اور فوراً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اللہ کے حضور توبہ واستغفار کروں۔ اور اس کا کفاہ حضور سے دریافت کروں۔ میں نے سارا قصہ آپ سے بیان کیا تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ صغائر عبادات وحسنات سے معاف ہوجاتے ہیں اور یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے کسی خاص فرد کے لیے نہیں۔

(۴۳۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَلَا أُحَدِّثُكَ بِحَدِيثَيْنِ عَجِيبَيْنِ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرَفَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْصَى بَنِيهِ فَقَالَ إِذَا أَنَا مِتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اسْحَقُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فِي الْبَحْرِ فَوَاللهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبُنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا قَالَ فَفَعَلُوا بِهِ ذَلِكَ فَقَالَ لِلْأَرْضِ أَدِّي مَا أَخَذْتِ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ لَهُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ خَشْيَتُكَ أَوْ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ فَغَفَرَ لَهُ لِذَلِكَ.

ترجمہ حدیث: رحمت حق بہانہ می جوید بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (گزشتہ زمانے میں) ایک شخص نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور بہت سارے گناہ کئے تھے، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی جب میں مرجاؤں تو تم لوگ مجھے جلادینا، پھر مجھے پیس ڈالنا پھر سمندر میں مجھے تیز ہوا میں اڑادینا اس لیے خدا کی قسم! اگر اللہ

تعالیٰ نے مجھ کو پکڑ لیا تو مجھے ایسا سخت عذاب دیگا کہ کسی کو بھی اتنا سخت عذاب نہیں دے گا، چناں چہ اس کے مرنے کے بعد بیٹوں نے وصیت کے مطابق عمل کیا تو اللہ رب العزت نے زمین کو حکم کیا جو تو نے لیا ہے حاضر کر، حکم ہوتے ہی وہ شخص اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہو گیا، تو مالک نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا آپ کے ڈر سے یا کہا آپ کے خوف سے کیا اے میرے رب! چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی۔

تشریح حدیث:

اس شخص کا خیال یہ تھا کہ عذاب صرف ان ہی لوگوں کو ہوتا ہے جو قبر میں دفن کیا جاتا ہے، اسی لیے اس نے اپنی زندگی کے گناہوں کی زیادتی کو دیکھتے ہوئے اس نے انتہائی خوف وڈر کی وجہ سے یہ وصیت کر دی کہ مجھے جلا کر میری راکھ کو بکھیر کر اڑا دینا اللہ تبارک وتعالیٰ تو مغفرت اور بخشش کے واسطے بہانے تلاش کرتا ہے، بس اسی بات پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی، اور اس کے لیے بخشش کے فیصلے کر دیا۔

قوله: لان قدر الله علي: اس کے ایک معنی تو وہی ہیں جو ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پکڑ لیا میرا مواخذہ کر لیا اور حساب میں سختی کی تو میں نہیں بچ سکتا، مجھے سخت سے سخت ترین عذاب ہوگا، اس صورت میں کوئی اشکال نہ ہوگا، لیکن اگر یہ کہا جائے اس شخص کا مقصد اس کے لفظی معنی تھے یعنی اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہو گیا، تو اس صورت میں یہ اشکال پیدا ہوگا کہ اس نے اللہ رب العزت کی قدرت میں شک وشبہ کا اظہار کیا ہے جو ظاہر ہے کہ کفر ہے؟

اس اشکال کے حضرات علماء کرام نے کئی جواب دیئے ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ زمانہ فترت کی بات ہے اس زمانہ میں چوں کہ کوئی نبی نہیں تھا، اس زمانہ میں صرف توحید پر اعتقاد ہی نجات کے لیے کافی تھا، اس قسم کے شک وشبہ کا اظہار موجب کفر نہیں تھا، اور نہ اس سے ابدی نجات پر کوئی اثر پڑتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے یہ بات دہشت وخوف کی بنیاد پر کہدی تھی اور ایسی صورت میں انسان مجنون اور مغلوب العقل کے حکم میں ہوتا ہے، اس لیے وہ ماخوذ قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، جیسا کہ ماقبل میں ایک حدیث آئی ایک شخص نے سواری مل جانے کی خوشی میں اللھم انت عبدی وانا ربك زبان سے کہدیا تو اس پر مواخذہ نہ ہوا، اسی طرح یہاں بھی ہے، لہٰذا اب کوئی اشکال واعتراض نہیں۔

(۴۳۸۳) قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ قَالَ الزُّهْرِيُّ لِئَلَّا يَتَّكِلَ رَجُلٌ وَلَا يَيْئَسَ رَجُلٌ.

ترجمۂ حدیث: ایک بلی کو باندھ کر رکھنے کی وجہ سے ایک عورت کے لیے جہنم کا فیصلہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں گئی جس

نے اس کو باندھ رکھی تھی، نہ اس کو کچھ کھلاتی پلاتی تھی، اور نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی یہاں تک کہ وہ بلی (بھوک کی وجہ سے) مرگئی، (اللہ نے اس کے عمل بد کی وجہ سے اس کو دوزخ میں ڈال دیا) حضرت امام زہریؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے یہ مطلب نکلا، نہ تو کسی شخص کو اپنے اعمال پر مکمل بھروسہ کرنا چاہئے کہ ہم ضرور جنت میں جائیں گے، اور نہ ہی رحمت خداوندی سے بالکل مایوس ہونا چاہئے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے بالکل عیاں ہے عیاں را چہ بیان۔

(۴۳۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ الْمُسَيَّبِ الثَّقَفِيِّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَسَلُونِي الْمَغْفِرَةَ فَأَغْفِرَ لَكُمْ وَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِي بِقُدْرَتِي غَفَرْتُ لَهُ وَكُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَسَلُونِي الْهُدَى أَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَسَلُونِي أَرْزُقْكُمْ وَلَوْ أَنَّ حَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَأَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا فَكَانُوا عَلَى قَلْبِ أَتْقَى عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي لَمْ يَزِدْ فِي مُلْكِي جَنَاحُ بَعُوضَةٍ وَلَوْ اجْتَمَعُوا فَكَانُوا عَلَى قَلْبِ أَشْقَى عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي لَمْ يَنْقُصْ مِنْ مُلْكِي جَنَاحُ بَعُوضَةٍ وَلَوْ أَنَّ حَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَأَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا فَسَأَلَ كُلُّ سَائِلٍ مِنْهُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ مَا نَقَصَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِشَفَةِ الْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيهَا إِبْرَةً ثُمَّ نَزَعَهَا ذَلِكَ بِأَنِّي جَوَادٌ مَاجِدٌ عَطَائِي كَلَامٌ إِذَا أَرَدْتُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ.

ترجمۂ حدیث: بندے کی عبادت و نافرمانی سے خدا کی خدائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا:

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ حدیث قدسی ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندو! تم سب گنہ گار ہو مگر جس کو میں بچا رکھوں، (یعنی حضرات انبیاء کرام) لہٰذا تم مغفرت کا سوال کرو میں تمہاری مغفرت کروں گا، اور تم میں سے جو شخص اس بات پر یقین رکھے کہ میں گناہ بخشنے پر قادر ہوں، پھر وہ مجھ سے مغفرت کا طلبگار ہو، میری قدرت کی وجہ سے تو میں اس کو بخش دوں گا، (اے میرے بندو!) تم سب گم کردہ راہ ہو علاوہ اس شخص کے جس کو میں نے ہدایت عطا فرمائی پس تم سب مجھ سے ہدایت چاہو میں تم کو ہدایت عطا کروں گا (اے میرے بندو!) تم سب (ظاہر و باطن) میں محتاج ہو، علاوہ اس شخص کے جس کو میں نے غنی بنا دیا پس تم سب مجھ سے روزی طلب کرو میں تمہیں روزی عطا کروں گا، اور

اگر تمہارے زندے اور تمہارے مردے تمہارے اگلے اور پچھلے، تمہارے تر اور تمہارے خشک (یعنی تمہارے جوان اور بوڑھے) سب مل کر میرے اس بندے کی طرح ہو جائیں جو میرے بندوں میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے تو (اس کی وجہ سے) میری سلطنت و بادشاہت میں ایک ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہوگا اور اگر یہ سب مل کر اس بندے کی طرح ہو جائیں جو میرے بندوں میں سب سے زیادہ شقی اور بد بخت ہے تو میری سلطنت میں ایک مچھر کے برابر بھی کمی نہیں آسکتی اور اگر تمہارے زندے اور تمہارے مردے اگلے اور پچھلے اور تمہارے تر اور خشک سارے جمع ہو جائیں اور سارے اپنی اپنی آرزوؤں کی انتہا کے برابر ہر ایک سوال کرے، تو میرے خزانہ دولت میں کچھ کمی نہ ہوگی، مگر اس قدر جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر کے کنارے گزرے، اور اس میں کوئی ایک سوئی ڈالے پھر نکال لے، پس یہ اس وجہ سے کہ میں سخی ہوں بزرگ ہوں، میرا اعطا کرنا صرف کہہ دینا ہے، جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے کہتا ہوں کن ہو جا، فیکون وہ چیز ہو جاتی ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: یاعبادي: علامہ طیبی شارح مشکوۃ فرماتے ہیں کہ اس میں انسان و جنات دونوں سے خطاب ہے کیوں کہ یہی دونوں مخلوق احکام کے مکلف ہیں ان ہی دونوں کے ساتھ ورع و تقوی اور فسق و فجور لگا ہوا ہے،، شیخ عبدالغنی مجددیؒ فرماتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ یا عبادی میں خطاب عام ہے، اور اس میں تمام ذوی العلم مخلوق یعنی انسان و جنات اور ملائکہ داخل ہیں اور ملائکہ کا ذکر فی جنکم میں شامل ہو جائے گا، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ سے فسق و فجور کا صدور نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ ان کے اندر گناہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ملائکہ کا دخول فسق و فجور کے ارتکاب کا مقتضی نہیں ہے، کیوں کہ کلام علی سبیل الفرض ہے، محشی ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں، یا عبادی سے خطاب عام بھی ہو اور اس میں ملائکہ داخل بھی نہ ہو، کیوں کہ ارشاد تو فی جنکم کے الفاظ سے ہے یہ اضافت مغائرت کا تقاضہ کرتی ہے، فلا اشکال فیه، ثم ان الضلال العدول عن الطريق المستقيم سهواً او عمداً يسيراً او كثيراً، والطريق المستقيم واحد والعدول جهات، فكوننا مصيبين من وجهه وكوننا ضالين من وجوه۔ فان جوانب الطريق كلها ضلال۔ ولذا نسب الضلال الى الانبياء والى الكفار وان كان بين الضلالين لون بعيد۔

قوله: ورطبكم ويابسكم: اى اهل البر والبحر واراد بالرطب البنات والشجر واليابس الجهر والمدر اى لو صار كلها انساناً واجتمع فسأل الخ اقول الرطب واليابس عبارتان عن الاستيعاب التام۔ ولا رطب ولا يابس الا فى كتاب مبين، واضافتها الى ضمير المخاطبين يقتضى استيعاب نوع الانسان فيكون تاكيدا للشمول بعد تاكيد۔ حاصل یہ ہے کہ رطب یابس سے مراد تمام مخلوقات کو بیان کرنا مقصود ہے، کہ اگر تمام مخلوقات خداوندی جمع ہو جائیں اور اللہ تعالی کی عبادتوں میں مشغول ہو جائیں تو اس سے خدا کی خدائی میں ذرہ برابر بھی کوئی

اضافہ نہیں ہوگا، اور اگر ساری مخلوقات فرعون وقارون اور شداد اور بش بن جائیں تب بھی خدا کی خدائی میں کوئی کمی نہ آئے گی، اور ساری مخلوقات جمع ہوکر اللہ تعالی سے مانگیں تو خدا تعالی کے خزانہ قدرت میں کوئی نقص نہ ہوگا۔ یہ ہے میرے اللہ کی شان۔ سبحان اللہ۔ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

(۱۵۰۷) بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهُ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل آٹھ میں حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت شداد بن اوسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہیں اس باب میں موت کا ذکر کرنے اور گاہ بگاہ یاد کرنے اور موت کے بعد جو اعمال وافعال اور اخلاق وکردار کام آئیں گے، ان کے کرنے اور موت کی تیاری کرنے سے متعلق احادیث مذکور ہیں، دنیا میں سب سے زیادہ متفق علیہ چیز صرف موت ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، ہر آدمی کو یقین ہے کہ ایک دن مرنا ہے، ایک دن قبر میں جانا ہے، اور منوں مٹی تلے سونا ہے، اور کیڑے مکوڑوں کی خوراک بننا ہے، لیکن اس کے باوجود اکثر لوگ موت سے غافل اور بے پرواہ ہیں۔ ننیانوے فیصد لوگ موت کے بارے میں فکر نہیں کرتے ہیں۔ اس باب کی احادیث میں موت کو یاد کرنے کا حکم ہے۔

(۴۳۸۵) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ.

ترجمہ حدیث: موت کو بکثرت یاد کرنے کا حکم:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔

تشریح حدیث:

قولہ: ھاذم اللذات: صحیح قول کے مطابق لفظ ھاذم ذال معجمہ کے ساتھ ہے، جس کے معنی ہیں جلدی سے کاٹ دینے والے، قطع کردینے والے، بعض حضرات نے اس کو دال مہملہ کے ساتھ یعنی ھادم نقل کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اس میں کسی راوی سے غلطی ہوگئی ہے، بہر حال رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک میں موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے کا جو حکم ہے، وہ اس بنا پر ہے کہ موت کی یاد غفلت کو جو نیک اعمال کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہے، دور کرتی ہے، اور دنیا کی مشغولیت سے باز رکھتی ہے، اور طاعت ونیک عمل کی طرف جو توشہ آخرت ہے متوجہ کرتی ہے۔

حضرت امام نسائیؒ نے اس میں مزید یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ **فانہ لا یذکر فی کثیر الا قلۃ ولا فی قلیل الا کثرہ** یعنی درحقیقت مال ودولت کی کثرت میں موت کو یاد کرنا اس مال دولت میں کمی کردیتا ہے، اور مال ودولت کی کمی میں موت کو یاد کرنا اس مال ودولت کی زیادتی کردیتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس مال ودولت اور اسباب اور

روپیہ کی بہتات ہو اور وہ موت کو کبھی فراموش نہ کرے تو اس مال و دولت کو فانی سمجھے اور اس سے بے رغبتی رکھنے کے سبب اس کی نظر میں مال و دولت کی وہ کثرت کوئی معنی نہیں رکھتی ہے بلکہ حقیر اور کم تر چیز بن جاتی ہے اسی طرح جو شخص دنیا کو فانی سمجھ کر موت کو یاد کرتا ہے، تو وہ تھوڑے سے مال واسباب پر بھی قناعت کر لیتا ہے، اور وہ تھوڑا سا مال واسباب بھی اس کی نظر میں زیادہ معلوم ہونے لگتا ہے، واللہ اعلم۔

(۴۳۸۶) حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عَبْدِاللهِ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ قَالَ أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا قَالَ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْيَسُ قَالَ أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ.

ترجمہ حدیث: سب سے زیادہ افضل اور عقل مند آدمی:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا کہ اتنے میں قبیلہ انصار کا ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ! مومنوں میں سے کون سا مومن افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں، کہا مومنوں میں سے کون سا مومن سب سے عقلمند ہے؟ آپ نے فرمایا جو ان میں سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو، اور ان میں سب سے زیادہ احسن وہ ہے جو موت کے بعد کام آنے والی چیزوں کی زیادہ تیاری کرے، یہی لوگ دانا اور عقلمند ہیں۔

تشریح حدیث:

سب سے زیادہ دانشمند اور عقلمند مومن وہ ہے جو موت کی تیاری کرے اور مابعد الموت کام آنے والے اعمال واخلاق سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کرے، ان ہی چیزوں میں زیادہ مشغول اور منہمک رہے جو موت کے بعد قبر اور آخرت میں کام آنے والی ہے، اور اس کے لیے آخرت میں کامیابی وکامرانی کا ضامن ہے، اور ان اعمال سے گریز کرے جو موت کے بعد قبر اور حشر اور آخرت میں خسارے اور نقصان کا باعث ہوں نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کو اکیس اور اعقل قرار دیا ہے، اور جس کی عقل ودانائی اور فہم وفراست کی گواہی اللہ تعالیٰ کے رسول دیں اس کے عقل مند ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا ہے۔

(۴۳۸۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَيِّسُ مَنْ

دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا ثُمَّ تَمَنَّى عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث:

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عقل مند وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کو تابع کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے، اور عاجز وہ شخص ہے جو خواہشات نفس کے مطابق چلے، پھر اللہ تعالی سے تمنائیں لگائے رہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی نے اپنی خواہشات نفس کو مسخر کرلیا اور اس کو اپنے کنٹرول میں کرلیا بایں طور کہ اس کے تقاضے کے مطابق نہیں چلتا بلکہ فرمان قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارتا ہے، اور موت کے بعد جو زندگی شروع ہونے والی ہے جو لاانتناہی ہے اس کے لیے عمل کرتا ہے، وہ عقل مند اور سمجھ دار ہے، اور جس کی زندگی قرآن وسنت کے خلاف اور نفسانی خواہشات کے مطابق گزرتی ہے، اور اس کا سارا کا سارا عمل دنیا کے لیے ہوتا ہے، اور اپنے نفس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے، وہ عقلمند نہیں، بلکہ ایسا انسان عاجز اور کمزور ہے، عمل تو شریعت کے خلاف اور اللہ تعالی سے بس امیدیں وابستہ کئے بیٹھا ہے کہ وہ عفو درگزر کرنے والا ہے لاریب وہ عفو درگزر کرنے والا ہے لیکن ساتھ ساتھ قہار وجبار بھی ہے، اس لیے اللہ تعالی کی دونوں صفتوں پر نظر رکھنی چاہئے۔

(۴۳۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَكَمِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى شَابٍّ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَرْجُو اللهَ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَخَافُ ذُنُوبِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هَذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ مَا يَرْجُو وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ.

ترجمہ حدیث: موت کے وقت رجاء کا ذکر:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے وہ مرض الموت میں بتلا تھا آپ نے فرمایا: کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! رحمت خداوندی کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس بندے کے دل میں اس طرح کی دو باتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں (بایں طور کہ وہ اللہ تعالی کی رحمت ومغفرت کا امیدوار بھی ہو اور گناہوں کے خوف سے لرزہ براندام بھی) تو اللہ تعالی اس کو وہ دے گا جس کا وہ امیدوار ہے، اور اس چیز سے محفوظ رکھے گا جس سے وہ خوف کھا رہا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو موت اور دنیا سے جدائی اور آخرت کے سفر پر روانگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کی امید رکھنی چاہیے، اور اپنے گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور مواخذہ سے ڈرنا چاہیے اور اسی چیز کا نام ایمان ہے، ایمان خوف ورجا کا نام ہے اس مرنے والے کو یہ دو چیزیں حاصل تھیں اس لیے رسول اکرم ﷺ نے انہیں بشارت دی جس سے تم ڈر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے مامون ومحفوظ رکھے گا، اور جس رحمت ومغفرت کی امید اللہ تعالیٰ سے لگائی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ وہ ضرور عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ گار بندے کو بھی خوف ورجاء کی دولت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(۴۲۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوا اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اخْرُجِي حَمِيدَةً وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هَذَا فَيَقُولُونَ فُلَانٌ فَيُقَالُ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ ادْخُلِي حَمِيدَةً وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى يُنْتَهَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوءُ قَالَ اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ اخْرُجِي ذَمِيمَةً وَأَبْشِرِي بِحَمِيمٍ وَغَسَّاقٍ وَآخَرَ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَلَا يُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هَذَا فَيُقَالُ فُلَانٌ فَيُقَالُ لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيثَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ ارْجِعِي ذَمِيمَةً فَإِنَّهَا لَا تُفْتَحُ لَكِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَيُرْسَلُ بِهَا مِنَ السَّمَاءِ ثُمَّ تَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ.

ترجمہ حدیث: مومن وکافر کی روح نکالنے کی کیفیت کا ذکر:

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قریب المرگ شخص کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اگر وہ شخص صالح اور نیک ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں، اے پاکیزہ نفس جو پاکیزہ بدن میں ہے، تو نکل، تو نکل جا قابل تعریف ہے اور اللہ کی رحمت اور خوشبو سے خوش ہو جا، اور ایسے رب سے جو تیرے اوپر غضب ناک نہیں ہے پس فرشتہ برابر اسی طرح اس سے کہتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روح بدن سے نکل جاتی ہے، پھر اس کو لے کر فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، آسمان کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے وہاں آسمان میں فرشتے پوچھتے ہیں کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں فلاں شخص ہے، وہ کہتا ہے مرحباً خوش آمدید پاک نفس جو پاک بدن میں تھی، تو اندر داخل ہو جا، قابل

تعریف ہے تو، اور اللہ کی رحمت اور اس کی خوشبو سے خوش ہوجا، اور ایسے رب سے جو تیرے او پر ناراض اور غضب ناک نہیں ہے، برابر اس سے یہی کہا جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ روح کو اس آسمان تک پہنچادیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور جب کوئی برا آدمی ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے ناپاک نفس نکل جا جو ناپاک بدن میں تھی، مذمت اور برائی کے ساتھ، اور تو گرم پانی اور پیپ سے خوش ہوجا، اور اس جیسی اور چیزوں سے پس برابر اس سے یہی کہا جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ روح جسم سے نکل جاتی ہے، پھر اس کو آسمان کی جانب لے جایا جاتا ہے جہاں اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں یہ کون ہے؟ تو جواب ملتا ہے فلاں ہے تو کہا جاتا ہے اے خبیث نفس تیرے لیے کوئی مرحبا اور خوش آمدید نہیں ہے جس خبیث جسم میں تھی لوٹ جا برائی کے ساتھ اس لیے کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے آخر کار اس کو آسمان سے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر قبر میں آجاتی ہے۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث شریف اس بات پر دال ہے کہ مومن کی روح کو نہایت احترام واکرام اور تعظیم وتکریم کے ساتھ آسمان کی جانب لے جایا جاتا ہے، ہر جانب سے اسے مبارک باد دی جاتی ہے، اور آسمان میں بھی اس کے لیے خوش آمدید اور مرحبا مرحبا کی صدائیں نکالی جاتی ہیں اس کے برخلاف اگر مرنے والا شخص فاسق وفاجر اور برا ہوتا ہے تو نہایت سختی کے ساتھ اس کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے، فرشتے کہتے ہیں کہ اے خبیث نفس نکل، خبیث جسم سے، پھر فرشتے اس کو آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں جہاں اس کے لیے دروازے نہیں کھولے جاتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ تیرے لیے کوئی مرحبا اور خوش آمدید نہیں ہے تو خبیث اور ناپاک روح ہے، جو خبیث اور ناپاک جسم میں تھی، یہاں آسمان میں تیرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، چناں چہ اس کی روح کو آسمان سے چھوڑ دیا جاتا ہے، پھر وہ قبر میں آجاتی ہے، جہاں اس کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ وغیرہ سے استقبال کیا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۳۹۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِيُّ وَعُمَرُ بْنُ شَبَّةَ بْنِ عَبِيدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنِي إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَجَلُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضٍ أَوْثَبَتْهُ إِلَيْهَا الْحَاجَةُ فَإِذَا بَلَغَ أَقْصَى أَثَرِهِ قَبَضَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ فَتَقُولُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَبِّ هَذَا مَا اسْتَوْدَعْتَنِي.

ترجمہ حدیث: موت اپنی مقررہ جگہ ہی پر آئے گی:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کسی سرزمین میں لکھی ہوئی ہے تو اس کو وہاں جانے کی حاجت پیش آجاتی ہے، پس جب وہ اپنے انتہا کے مقام تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کی روح قبض کر لیتا ہے (پس وہاں کی زمین قیامت کے دن کہے گی) اے پرودگار یہ تیری امانت ہے۔

تشریح حدیث:

موت ایک حقیقت ہے جس کا انکار کوئی بھی نہیں کرتا، بلکہ ہر فرد و بشر جملہ حیوانات کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے اور موت کا مزہ چکھنا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے کل نفس ذائقة الموت لیکن موت کب آئے گی اور کس طرح آئے گی کسی کو خبر نہیں، جب کسی کی موت کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ فلاں مقام اور فلاں شہر میں آنی ہے تو موت سے پہلے وہاں جانے کی حاجت وضرورت پیدا کر دیتا ہے جب بندہ اس مقررہ نوشتہ مقام پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ اس کی روح قبض کر لی جائے چناں چہ اسی وقت اسی مکان میں ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتا ہے الغرض انسان کی موت اس کی مقررہ جگہ سے ایک انچ آگے پیچھے نہیں آسکتی ہے منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں ایک شخص موجود تھا جس کی موت کی جگہ کہیں دور دراز مقام لکھی تھی، روح نکالنے میں صرف چند ہی لمحے باقی رہ گئے تھے اور وہ شخص حضرت سلیمان کی مجلس میں تھا چناں چہ ملک الموت آیا اور اس کو گھور گھور کر دیکھنے لگا، اسے ڈر اور خوف محسوس ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا حضرت! یہ شخص مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا ہے مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے آپ مجھے یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کر دیجئے چناں چہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو تخت پر بیٹھنے کا حکم دیا اور اسے فرمایا کہ اس کو فلاں جگہ دور دراز چھوڑ کر آؤ چناں چہ ہوا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کو اس جگہ چھوڑ دیا وہ شخص جوں ہی اس نوشتہ مکان میں پہنچا ملک الموت نے روح قبض کر لیا الغرض جہاں موت رہتی ہے وہاں کسی نہ کسی حال میں انسان پہنچ کر رہتا ہے۔

(۴۳۹۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَرَاهِيَةُ لِقَاءِ اللَّهِ فِي كَرَاهِيَةِ لِقَاءِ الْمَوْتِ فَكُلُّنَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَا إِنَّمَا ذَاكَ عِنْدَ مَوْتِهِ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَمَغْفِرَتِهِ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ فَأَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَإِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللَّهِ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ وَكَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات کی تمنا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرنا درحقیقت موت کو ناپسند کرنا ہے اور ہم میں

سے تو ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے (تو ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرنے والا ہوگیا) آپ ﷺ نے فرمایا بات ایسی نہیں ہے، بلکہ یہ موت کے وقت کا ذکر ہے، جب ایک بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات حاصل کرنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جب اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی خوشخبری دیجاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے بالکل واضح ہوگیا ہے الگ سے بیان کرنے کی حاجت وضرورت نہیں ہے۔

(۴۳۹۲) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا الْمَوْتَ فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي.

ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص اس مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو نازل ہوتی ہے، اگر بالکل موت کی تمنا ضروری ہوجائے تو چاہئے کہ اس طرح کہے اللهم احيني ما كانت الحياة خير لی اے اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو اور جب میرے لیے مرنا بہتر ہو تو مجھے موت دیدے۔

تشریح حدیث:

قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں موت کی تمنا سے نہی مقصود ہے لیکن نہی کو مبالغہ کے لیے بصورت نفی پیش کیا گیا ہے۔

اشکال:

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں موت کی تمنا کرنے کی ممانعت آئی ہے جب کہ قرآن مجید میں ہے توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین، اس سے تمنائے موت کا جواز معلوم ہوتا ہے نیز توفنی اذا کانت الوفاة خیر الی بھی تمنائے موت کے جواز پر دال ہے جب حدیث باب تمنائے موت کے عدم جواز پر دال ہے تو بظاہر دونوں میں تعارض ہے؟

جواب ودفع تعارض:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ دنیاوی مصائب وآلام اور تکلیف ورنج سے گھبرا کر موت کی تمنا کی جائے کیوں کہ یہ بے صبری وتقدیر الٰہی پر ناراضگی کی علامت ہے، جیسا کہ لضر نزل بلاء پر

دال ہے البتہ لقاء خداوندی کی محبت وشوق اور ذلیل دنیا کے مصائب سے رہائی کے لیے موت کی آرزو کی جائے تو جائز ہے لہٰذا دونوں نصوں کا محمل الگ الگ ہے لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، نیز اگر کوئی شخص راہ خدا میں شہادت کی تمنا کرے تو یہ جائز ہے اور ادب کا طریقہ ہے کہ متاع حیات جو ایک نعمت عظیمہ ہے اس کے سبب کے لیے اور دیگر نعمتوں کے سبب کے لیے تمنا نہ کرے، کیوں کہ یہ ایک قسم کی جرأت و بے نیازی ہے (۱)

(۱۵۰۸) بَابُ ذِكْرِ الْقَبْرِ وَالْبَلَى

حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے تحت سات حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ہانی حضرت عثمان غنی کے آزاد کردہ غلامؓ حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت کعبؓ، اور حضرت جابرؓ سے منقول ہیں اس باب میں قبر اور مردے کے گل سڑ جانے کا بیان ہے، جس کی تفصیل حدیث شریف میں آرہی ہے۔

(۴۲۹۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمۂ حدیث: قبر میں ریڑھ کی ہڈی کے علاوہ ساری چیزیں گل جاتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قبر) میں انسان کی سب چیزیں گل جاتی ہیں مگر صرف ہڈی، اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے قیامت کے دن دوبارہ اسی ہڈی سے انسان کی ترکیب کی جائے گی۔

تشریح حدیث:

جب انسان کو بعد مرنے قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے، تو جسم کی تمام چیزیں گل سڑ جاتی ہیں حتی کہ جسم کی تمام ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جاتی ہیں صرف ریڑھ کی ہڈی ایسی ہوتی ہے جو باقی رہتی ہے گلتی سڑتی نہیں ہے، جیسا کہ یہ روایت اور مسلم شریف کی روایت اس پر صراحتاً دال ہے، اسی ہڈی کے ذریعہ قیامت کے دن انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ کما یدل علیه منه یرکب الخلق یوم القیامة۔

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عقیل نے فرمایا کہ ریڑھ کی ہڈی کو گلنے اور سڑنے سے بچانے کی کیا حکمت اور راز ہے، یہ تو اللہ تعالی ہی کو معلوم ہے، اس لیے کہ جس ذات واحد نے انسان کو بلا کسی سبب ظاہری کے عدم سے وجود عطا فرمایا، وہ دوبارہ تخلیق کرنے میں اس کا محتاج بالکل نہیں ہے، وہ قادر مطلق ہے بغیر کسی شئی کے شئی بناتا ہے، مگر اس کے باقی رکھنے میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ فرشتوں کے لیے بطور علامت ہوتا کہ قیامت کے دن فرشتے ہر انسان کے جوہر کو دیکھ

(۱) تنظیم الاشتات: ۱/۷ ۴۹

کر مردہ کو زندہ کردے، اور ملائکہ کو اس کا علم اسی بات پر موقوف ہے کہ ہر انسان کی ہڈی کو باقی رکھا جائے، تاکہ فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ رب العزت کا مقصد ہر روح کو اسی جسم کی جانب لوٹانا ہے جس کا وہ جز اور حصہ ہے اگر اس کے کسی بھی جز کو باقی نہ رکھا جائے تو روح کا اعادہ امثال اجساد کی طرف تو ہوگا، لیکن نفس اجساد کی طرف نہیں ہوگا، اور مقصد اسی جسم کو زندہ کرنا ہے، جو دنیا میں تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک جزء کو بطور علامت فرشتوں کے لیے باقی رکھا، اپنے لیے نہیں۔ قال ابن الجوزی قال ابن عقیل: للہ فی هذا سر لا یعلمه الا اللہ لان من یظهر الوجود من العدم لا یحتاج الی شیئی یبنی علیه، ویحتمل ان یکون ذالك جعل علامة للملائكة علی احیاء کل انسان، بجوهره الخ (۱)

اجساد انبیاء اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ:

حضرت امام نووی شارح مسلمؒ فرماتے ہیں کہ ارشاد رسول ﷺ کل ابن آدم یا کله التراب الا عجب الذنب: یہ مخصوص ہے عام حکم نہیں ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اس حکم سے خاص کر لیا گیا ہے، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء کرامؑ کے اجسام کو قبروں میں کوئی نقصان پہنچائے حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں جسموں کے ساتھ بقاعدہ زندہ موجود ہیں وما ذالك علی اللہ بعزیز، وهو علی کل شیئی قدیر (۲)

(۴۳۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَحِيرٍ عَنْ هَانِئٍ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ يَبْكِي حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ فَقِيلَ لَهُ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هٰذَا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ.

ترجمۂ حدیث: عذاب قبر کے خوف سے حضرت عثمان غنیؓ کا رونا:

حضرت ہانی جو حضرت عثمان غنیؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی، تو ان سے کہا جاتا کہ جنت وجہنم کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ اس قدر نہیں روتے ہیں لیکن قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پا گیا تو جو اس کے بعد والی (منزلیں) ہیں وہ اس سے آسان ہے اور جو کوئی اس سے نجات نہیں پا سکا تو جو اس سے بعد کی (منزلیں) ہیں اس سے کہیں زیادہ سخت ہیں حضرت

(۱) فتح الباری: ۵۵۲/۸ بحوالہ اهداء الدیباجہ: ۵۸۹/۵ (۲) مستفاد شرح مسلم: ۳۱۸/۹، بحوالہ اهداء الدیباجہ: ۵۸۹/۵

عثمان کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے کوئی چیز ہولناک نہیں دیکھی مگر قبر کی ہولنا کی اس سے زیادہ سخت ہے، (یعنی جتنی ہولناک اور دہشت ناک اور خطرناک چیزیں میں نے دیکھی ہے، قبر اس سے کہیں زیادہ ہولناک اور دہشت ناک اور خطرناک ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے قبر کی منزل کو ہمارے لیے آسان فرمائے اور اس کی ہولنا کی سے محض اپنے فضل سے حفاظت فرمائے آمین ثم آمین)

تشریح حدیث:

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مظاہر حق جدید حضرت مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری رقم طراز ہیں کہ: قبر وہ جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر اس دنیا کی بے ثباتی کا منظر صحیح معنی میں سامنے آجاتا ہے، اور ایک دفعہ کو شقی سے شقی انسان بھی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے، کہ دنیا کی ساری تگ ودوہ اور ساری ہنگامہ آرائیوں اور ساری عیش وعشرت کا انجام بس یہی ہوتا ہے کہ جب وقت موعود آجاتا ہے تو دنیاوی عیش وراحت کے سارے ساز وسامان دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور بڑے سے بڑا آدمی زمین کے اس چھوٹے سے گڑھے میں لاکر دبایا جاتا ہے۔ بلاشبہ قبر ہی وہ جگہ ہے جو اپنے پاس کھڑے انسان کو دنیاوی عیش وعشرت سے متنفر ہو جانے کا صحیح موقع فراہم کرتی ہے، اور آخرت کی ابدی زندگی کی راحتوں اور سرفرازیوں کے حصول کے لیے سخت سے سخت محنت اور جدو جہد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے آگاہ کرتی ہے کہ دیکھو ایک نہ ایک دن تمہیں میری جیسی اسی آغوش قبر میں آنا ہے اگر چاہتے ہو کہ وہ آغوش تمہارے لیے آخرت کی راحتوں اور جنت کی نعمتوں کے ساتھ ایک پرسکون خواب بن جائے تو کبھی بھی دنیا میں دل نہ لگانا، دنیا کی فانی نعمتوں اور لذتوں کے پیچھے اپنے ایمان اور اپنے دین کو نقصان نہ پہنچانا اور آخرت سے ذرا بھی غفلت اختیار نہ کرنا (۱)۔

(۴۳۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ فَيَجْلِسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِي قَبْرِهِ غَيْرَ فَزِعٍ وَلَا مَشْعُوفٍ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَيُقَالُ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ اللَّهَ فَيَقُولُ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى اللَّهَ فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَا وَقَاكَ اللَّهُ ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ وَيُقَالُ لَهُ عَلَى الْيَقِينِ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَيَجْلِسُ الرَّجُلُ السُّوءُ فِي قَبْرِهِ فَزِعًا مَشْعُوفًا فَيُقَالُ لَهُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي فَيُقَالُ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ

(۱) مظاہر حق جدید: ۱۹۵/۱

سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا فَقُلْتُهُ فَيُفْرَجُ لَهُ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةً إِلَى النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمۂ حدیث: قبر میں سوال وجواب اور نیک مسلمان کے ساتھ قبر کا سلوک:

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب مردہ قبر میں پہنچا دیا جاتا ہے تو وہ شخص (کہ جو دنیا میں نیک وفرماں بردار مومن ہوتا ہے) اپنی قبر میں اس طرح بیٹھتا ہے نہ تو خوف زدہ ہوتا ہے نہ گھبرایا ہوا پریشان حال پھر جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ بتاؤ تو کس دین پر تھا؟ وہ جواب میں بڑے اطمینان سے کہتا ہے میں اسلام پر تھا پھر اس سے پوچھا جاتا ہے بتا یہ شخص کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ یہ محمد (ﷺ) ہیں اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس اللہ کی طرف سے (اپنی رسالت وشریعت کی) کھلی دلیلیں لے کر آئے تو ہم نے ان کو مانا، (اور ایمان لائے،) پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے بھلا اللہ کو بھی کسی کے لیے (اس دنیا میں) دیکھنا روا اور ممکن ہے؟ پھر اس کے لیے قبر میں دوزخ کی طرف سے ایک سوراخ کھول دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوزخ کی طرف دیکھتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو توڑ رہا ہے (یعنی اس میں سے اٹھتی ہوئی آگ کی لپٹیں ایک دوسرے کو نگلتی نظر آتی ہیں) پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ یہ وہ جگہ جس سے اللہ نے تجھ کو بچا لیا ہے اور پھر اس کے لیے (قبر میں) جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس میں وہ جنت کی سبزہ زاروں اور وہاں کی دوسری بہاروں اور نعمتوں کو دیکھتا ہے، اور اب اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ یہ تیرا ابدی ٹھکانہ ہے جو تجھے اس یقین کے انعام کے طور پر ملے گا جس پر تو دنیا میں تھا اسی پر تیری موت آئی اور اسی پر تجھے انشاء اللہ (قیامت کے دن یہاں سے) اٹھایا جائے گا۔ اور جو شخص دنیا میں برائیوں کا پتلا تھا (یعنی کافر ومنافق تھا) جب اپنی قبر میں اٹھ کر بیٹھتا ہے تو نہایت ہی خوف زدہ اور نہایت ہی گھبرایا ہوا پریشان حال ہوتا ہے جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ بتا تو کس دین پر تھا؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم، پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ بتا یہ شخص کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ لوگوں سے جو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے وہی میں نے بھی کہہ دیا، تب اس کے لیے قبر میں جنت کی طرف سے ایک روشن دان کھولا جاتا ہے، جس کے ذریعہ وہ جنت کے سبزہ زاروں اور اس میں موجودہ نعمتوں کو دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو دیکھ یہ وہ جگہ ہے جو اللہ نے تجھ سے پھیر دی، پھر اس کے لیے قبر میں دوزخ کی جانب ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو توڑ رہا ہے اب اس سے کہا جاتا ہے کہ لے دیکھ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تجھے تیرے اس شک کی سزا میں ملے گا جس میں تو مبتلا رہا اور اسی شک کی حالت میں تیری موت آئی اور انشاء اللہ اسی حالت میں تجھے (قیامت کے دن یہاں سے) اٹھایا جائے گا۔

تشریح حدیث: عذاب قبر قرآن وحدیث سے ثابت ہے:

ایک مسلمان کے لیے جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں ایک چیز عذاب قبر کی حقانیت بھی ہے ایک مسلمان اور صاحب ایمان پر لازم ہے کہ وہ عذاب قبر کی حقیقت اور واقعیت کو تسلیم کرلے اور دل کی گہرائیوں سے مانے اور یہ حقیقت کتاب اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، چناں چہ امام نووی شارح مسلمؒ فرماتے ہیں اعلم ان مذھب اھل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاھرت علیه دلائل الکتاب والسنة قال الله تبارك وتعالی: النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا۔ وتظاھرت به الاحادیث الصحیحة عن النبی ﷺ من روایة جماعة من الصحابة فی مواطن کثیرة ولا یمتنع فی العقل ان یعید الله تعالی الحیاة فی جزء من الجسد، ویعذبه، واذالم یمنعه العقل وورد الشرع به وجب قبوله واعتقاده (۱)

قبر سے مراد کیا ہے؟

یہاں یہ حقیقت بھی جاننا ضروری ہے کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عبوری منزل اور ایک درمیانی واسطہ ہے جو اس دنیا سے کوچ کردینے والے ہر ایک کو ہر جگہ اور ہر حالت میں پیش آتا ہے، زمین میں کھودے گئے قبر کے گڑھے پر ہی موقوف نہیں ہے، چناں چہ جن کو پانی میں ڈبو دیا جاتا ہے یا جن کو آگ میں جلادیا جاتا ہے یا جن کو جانوروں کی غذا بنادیا جاتا ہے یا کسی اور شکل میں اس دنیا سے اس کی روح نکل جاتی ہے، ان سب کو اس مرحلہ سے گزرنا ہے، جس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے اور مشیت ایزدی کے مطابق ہر ایک کو اس سختی اور عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو عالم برزخ سے متعلق ہے پس اس خیال میں نہ رہنا چاہئے کہ عذاب قبر کے نام سے جن سختیوں اور عقوبتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے، ان کا سامنا صرف ان ہی لوگوں کو کرنا پڑتا ہے جو زمین کی قبر میں دفن کئے جاتے ہیں اور جو مردے زیر زمین دفن نہیں ہوتے ہیں وہ ان سختیوں سے بچ جاتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قبر کھودی جاتی ہے، تو ہم دیکھتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ مردہ اپنی حالت میں پڑا ہوا ہے اس پر کوئی عذاب یا انعام کا اثر نہیں ہوتا ہے پھر کس طرح سے اس سے سوال کیا جاتا ہے اٹھا کر بیٹھایا جاتا ہے، اور لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے ان کو اور ان کی آوازوں کو دیکھ اور سن نہیں پاتے ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ عالم ملکوت کے حقائق کو اس دنیا میں سر کی آنکھوں اور کانوں سے سنا اور دیکھا نہیں جاسکتا ہے، ان کو دیکھنے اور سننے کے لیے وہی آنکھیں اور کان چاہئے، جو ان کو دیکھنے اور سننے کی تاب رکھیں، اگر چہ اللہ تبارک

(۱) اھداء الدیباجة: ۵/ ۵۹۰۔

وتعالی اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ وہ اگر چاہے تو ان آنکھوں اور کانوں سے بھی دکھا سنادے، اگر ہم اپنے محدود اور مختصر احساسات اور ادراکات کی وجہ سے کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کر پاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ اس چیز کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن کا احساس وادراک ہم نہیں کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں مثلاً ایک شخص ہمارے قریب ہی پڑا ہوا سوتا رہتا ہے، اور وہ خواب میں دکھ تکلیف اور راحت ولذت کے سارے مناظر دیکھتا ہے، اور اس دکھ ودرد کا احساس بھی سونے والے کو ہوتا ہے مگر ہمیں اس کا ادراک واحساس نہیں ہوتا ہے، اسی طرح کوئی دردناک خبر سن کر رنج والم محسوس کرتا ہے یا کوئی اچھی خبر سن کر راحت ولذت محسوس کرتا ہے مگر اس کے پاس بیٹھا ہوا دوسرا شخص نہ اس کے رنج والم کو دیکھتا ہے اور نہ اس کی لذت کو محسوس کرتا ہے باوجود اس کے رنج والم اور فرحت ومسرت کو تسلیم کرتا ہے، اور مانتا ہے، رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آپ کے پاس آتے تھے، مگر صحابہ کرام کی نظریں ان کا مشاہدہ نہیں کرتی تھیں اس کے باوجود وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد اور وحی پر یقین رکھتے تھے، اور وحی پر ایمان بھی لاتے تھے، ٹھیک اسی طرح برزخ کے متعلق کتاب وسنت میں جو کچھ آیا ہے ان باتوں پر یقین کرنا اور ایمان لانا چاہئے اگرچہ وہ انسانی مشاہدہ سے باہر کی چیز ہیں۔ واللہ اعلم۔

(٤٣٩٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قَالَ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ يُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللهُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ.

ترجمہ حدیث: قبر میں کلمہ شہادت کی رہنمائی:

حضرت براء بن عازبؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (اور اللہ تعالی ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں قول ثابت کے ذریعہ ثابت قدم رکھتا ہے) عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی پس مردوں سے (قبر میں) سوال کیا جاتا ہے من ربك تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرا نبی محمد (ﷺ) ہے، پس اللہ تعالی کا ارشاد يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں (محکم ومضبوط اقرار) کے ذریعہ ثابت قدم رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی) کا یہی مطلب ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جس قول ثابت کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے کلمہ شہادت اشهد ان

لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد اعبدہ ورسولہ مراد ہے اور قبر میں مومن سے جو تین سوالات کئے جاتے ہیں۔ (۱) من ربك؟ تیرا رب کون ہے؟ (۲) من نبیك تیرا نبی کون ہے (۳) و مادینك تیرا دین کیا ہے؟ تو تینوں سوالوں کا جواب کلمہ شہادت میں موجود ہے آیت کریمہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت کے ذریعہ دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے، اور آخرت میں بھی، تو دنیا میں ثابت قدم رکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو توحید ورسالت اور دین اسلام کے عقیدہ پر ثابت قدم رکھتا ہے، ان کے اندر اتنی مضبوطی پختگی فرما دیتا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی آزمائش اور سخت سے سخت امتحان میں بھی نہیں ڈگمگاتے چاہے ان کو آگ کے دریا میں کودنا کیوں نہ پڑ جائے وہ اپنے عقیدۂ توحید اور رسالت وایمان میں ذرہ برابر بھی تزلزل آنے نہیں دیتا ہے جہاں تک آخرت میں ثابت قدم رکھنے کی بات ہے، تو حدیث شریف نے بتادیا کہ وہ قبر میں کئے جانے والے سوال کا ٹھیک جواب دیتے ہیں اور نجات پاتے ہیں۔

(۴۳۹۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَى مَقْعَدِهِ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ يُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى تُبْعَثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ حدیث: عالم برزخ میں صبح وشام مومن وکافر کو اس کا اصلی ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ اہل جنت میں سے ہے اور اہل جنت ہی میں سہی اور اگر اہل نار ودوزخی ہیں تو دوزخ والوں میں سہی اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے، یہاں تک تو اٹھایا جائے گا قیامت کے دن۔

تشریح حدیث:

قال الباجی: فی منتقی (حسن ۵۶۴) قوله: ان احد کم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة والعشی العرض لا یکون الا علی حی ولا یصح العرض علی میت، لا یحتاج ان یعلم ما یعرض علیه، ویفهم مایخاطب به، وذالك لا یصح من المیت، وقد تقدم من حدیث انس عن النبی ﷺ ان المیت اذا وضع فی قبره وتولی عن اصحابه، وانه یسمع قرع نعالهم اتاه ملکان فیقعد انه فیقولان ماکنت تقول فی هٰذا الرجل محمد فاما المومن فیقول اشهد انه عبد الله ورسوله، فیقول له انظر الی مقعدك من النار قد ابدلك الله به مقعداً من الجنة فیراهما جمیعا الحدیث، وهٰذا یدل علی احیاء المیت ومخاطبته والله اعلم واحکم۔

(۴۳۹۸) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ أَنْبَأَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيِّ

أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلَقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ يُبْعَثُ.

ترجمۂ حدیث: مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت میں ہوتی ہے:

حضرت کعب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جزئی نیست مومن کی روح ایک پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں میں چگتی پھرتی ہے یہاں تک قیامت کے دن اس کے اصل بدن میں لوٹادی جائے گی۔

تشریح حدیث:

حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ نسمہ کا اطلاق ذات انسان پر ہوتا ہے جو جسم وروح کا نام ہے اور مستقل روح کو بھی نسمہ کہا جاتا ہے، (۲) امام ابوالقاسم الجوہری کے نزدیک نسمہ روح نفس اور بدن کو کہا جاتا ہے، لیکن حدیث ہٰذا میں روح مراد ہے (۳) علامہ باجیؒ فرماتے ہیں کہ نسمہ محل روح ہے جس میں روح قبل البعثت باقی رہتی ہے (۴) اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تحقیق انیق یہ ہے کہ نسمہ روح الٰہی اور بدن ارضی کے درمیان ایک برزخی مرتبہ ہے نہ یعنی نسمہ بالکل مادی ہے اور نہ ہی بالکل مجرد عن المادہ ہے (۱)

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے نسمة المومن طائر: میں عام مومنین کی روح مراد ہے یا مخصوص مومنین حضرات شہداء کرام کی روح مراد ہیں؟

جواب: اس بارے میں حضرات علماء کرام کے مختلف جواب ہیں زرقانی فرماتے ہیں انما نسمة فی طیر: میں عام مومنین مراد ہیں خواہ شہداء ہوں یا غیر شہداء علامہ ابن کثیر کی بھی یہی رائے ہے، اس کے برخلاف علامہ قرطبی ابن عبد البر امام سیوطی اور شاہ عبدالغنی کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ حدیث صرف ارواح شہداء کرام کے ساتھ خاص ہے عام مومنین کی ارواح اس میں داخل نہیں ہے علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں مطلق مومن کا ذکر ہے وہاں مطلق کو مقید پر محمول کر کے ارواح شہداء کرام کو مراد لیا جائے گا، (۲)

سوال: یہاں ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ مومنوں کی ارواح کا اجواف طیور میں ہونے سے ارواح انسانیہ کی تنقیص لازم آتی ہے انسان کی روح کو جب پرندہ یعنی جانور کا قالب ملا تو اس کا رتبہ اور مقام گھٹ گیا، اور اشرف المخلوقات سے نیچے ہو گیا، جو ایک عیب اور نقص ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ صورت حال میں روح کا پرندے کے بدن کے ساتھ ویسا تعلق نہیں ہوتا جیسا کہ اس کے اپنے اصل بدن کے ساتھ ہے بلکہ وہ تعلق اس طرح کا ہوتا ہے جیسے سیم وزر اور جواہرات کی حفاظت کے لیے

(۱) تعلیق الصبیح: ۲/۲۲۸ او جز المسالک: ۲/۵۱۳ بحوالہ تنظیم الاشتات: ۱/۴۹۹ (۲) تنظیم الاشتات: ۱/۵۰۰

صندوق میں رکھ دیتے ہیں لہٰذا اس میں بھی روح کی تعظیم وتکریم ہی ہوتی ہے، نہ کہ عیب ونقص، لہٰذا کوئی اشکال نہیں۔

(۴۳۹۹) حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأُبُلِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ له الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُولُ دَعُونِي أُصَلِّي.

ترجمہ حدیث: نمازی اپنی قبر میں:

حضرت ابوسفیانؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے، تو اس وقت اس کو ایسا نظر آتا ہے گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے چناں چہ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا اٹھتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھوں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مظاہر حق جدید لکھتے ہیں کہ یہ اس مرد مومن کی شان ظاہر فرمائی گئی ہے، جو دنیا میں ایمان واسلام کے ساتھ قائم رہتا ہے احکام شریعت اور فرائض دین سے کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں غافل نہیں ہوتا ہے، اور نماز کا پابند وخوگر ہوتا ہے، ایسا صاحب ایمان جب اس دنیا سے رخت سفر باندھتا ہے اور اس کا جسد خاکی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو حیات برزخ پانے کے بعد جو چیز سب سے پہلے اس کو یاد آتی ہے، وہ نماز ہے۔ چناں چہ جب فرشتے اس کے پاس قبر میں آتے ہیں تو ان سے سوال وجواب سے پہلے ہی یا ان کے سوال وجواب سے فارغ ہونے کے بعد کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ و بھئی میں عصر کی نماز پڑھ لوں کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ سورج ڈوبنے کو جا رہا ہے، دراصل اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے سامنے جو پیش کیا جاتا ہے، وہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے دن کا بالکل آخری حصہ ہو اور سورج چھپا چاہتا ہو اس کی رحمت حق سے ایسی یکسوئی اور طمانیت وآسودگی کی سی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے، کہ جیسے کوئی بے فکر شخص چین کی نیند پوری کر کے بیدار ہوتا ہے، بندہ صالح اپنی قبر میں اس وقت یہی سمجھتا ہے کہ ابھی دنیا میں ہی ہوں، ذرا نیند لینے کے لیے سو گیا تھا، اب میرا پہلا کام وقت ختم ہونے سے پہلے نماز پڑھ لینا ہے۔

مردے کے سامنے غروب آفتاب کا سما پیش کرنے کی وجہ:

قبر میں اتارے جانے کے بعد مردے کے سامنے خاص طور پر غروب آفتاب سے ذرا پہلے کا سما اس لیے پیش کیا جاتا ہے، کہ دراصل یہی وقت اس کی حالت مسافرت وتنہائی کے ساتھ زیادہ موزونیت رکھتا ہے، شام غریباں۔ مسافری اور تنہائی کی شام جس معنی میں مشہور ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو قبر کے ماحول میں مردے کے سامنے پیش کئے جانے والے

سماں کی خصوصیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے، ایک تنہا مسافر جب شام کے وقت کسی اجنبی شہر اور نا آشنا آبادی میں پہنچتا ہے، تو اس کی حیرانی اور پریشانی سوچ سوچ کر بڑھ جاتی ہے، کہ وہ کس جگہ ٹھہرے کہاں اپنا سامان رکھے اور کہاں رات گزارے، وہ زبان حال سے کہتا ہے۔

تو زلف را کشادی وتاریک شدہ جہاں۔ اکنوں فتاد شام غریباں کجا روند (۱)

(۱۵۰۹) بَابُ ذِكْرِ الْبَعْثِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت نو حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور ام المومنین سیدہ حفصہؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں بعث بعد الموت کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے عقیدہ سے متعلق احادیث مذکور ہیں قرآن کریم کی سینکڑوں آیت میں بعث بعد الموت کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا بالکل برحق ہے، اس میں ایک مسلمان کے لیے ذرہ برابر شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴۴۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ صَاحِبَيِ الصُّورِ بِأَيْدِيهِمَا أَوْ فِي أَيْدِيهِمَا قَرْنَانِ يُلَاحِظَانِ النَّظَرَ مَتَى يُؤْمَرَانِ.

ترجمہ حدیث: صور پھونکنے والے فرشتے امر الٰہی کے انتظار میں:

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صور پھونکنے والے دونوں فرشتے ہر وقت نرسنگھا کو منہ میں لگائے صور پھونکنے کے لیے امر الٰہی کے انتظار میں رہتے ہیں۔

تشریح حدیث:

قولہ: ان صاحبی الصور: اس حدیث کو نقل کرنے میں حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں حضرات شراح کرام نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، حدیث ہٰذا میں صاحبی سے مراد دو فرشتے ہیں، جو اس کام پر مامور اور متعین ہیں لیکن یہاں اشکال یہ ہوتا ہے، کہ ترمذی شریف میں ہے 'کیف انعم و صاحب الصور قد التقمه، واصغی سمعه' حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا میں کس طرح آرام وسکون سے بیٹھا رہوں جب کہ صور پھونکنے والے فرشتہ (حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور پھونکنے کے لیے منہ میں دبائے ہوئے ہیں۔ اور اپنا کان حکم الٰہی کی جانب لگائے ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صرف ایک ہے، نیز حضرت ابو سعید خدری ہی کی ایک حدیث میں

(۱) مظاہر حق جدید: بلفظہ: ۱/۲۰۰۔

ہے قال ذکر رسول اللہ ﷺ صاحب الصور فقال عن یمینه جبرئیل و عن یساره میکائیل، تو ممکن ہے کہ باب کی حدیث مذکور میں جن دو فرشتوں کا ذکر ہے، ان سے یہی دو فرشتے حضرت جبرئیل اور میکائیل مراد ہیں جو کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی معاونت اور نصرت کے لیے ہیں۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور پھونکنے کے آلہ کو ہر وقت منہ میں دبائے ہوئے حکم خداوندی کے انتظار میں اسی جانب ہمہ تن گوش متوجہ ہیں، اور انتظار میں کھڑے ہیں پس اللہ پاک کا امر آئے گا اور صور پھونک دیا جائے گا، ذرہ برابر بھی مہلت نہ ملے گی، ساری دنیا تہ و بالا اور زیر و زبر ہو کر رہ جائے گی، آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، پہاڑ روئی کی گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، پس انسان کو چاہئے کہ ہر وقت قیامت کے منظر کو نگاہ کے سامنے رکھے اور آخرت کی تیاری میں لگا رہے۔

(۴۴۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ بِسُوقِ الْمَدِينَةِ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ فَرَفَعَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَدَهُ فَلَطَمَهُ قَالَ تَقُولُ هَذَا وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَرَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ۔

ترجمہ حدیث: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جزئی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے بازار میں ایک یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت عطا فرمائی (یہ سن کر) ایک انصاری شخص نے اس کو ایک طمانچہ رسید کر دیا، اور فرمایا کہ تو یہ کہتا ہے جبکہ ہمارے رسول ﷺ موجود ہیں، پس یہ معاملہ رسول اکرم ﷺ سے ذکر کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ [1] اور صور پھونکا جائے گا تو آسمان و زمین کے سارے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے علاوہ ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ (بچانا) چاہے گا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا، تو یکایک سارے لوگ کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔

(۱) سورۃ الزمر: الآیۃ: ۶۸

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ تھامے ہوئے ہیں۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے سر اٹھائیں گے یا وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کیا ہے، اور جو کوئی یوں کہے کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں تو اس نے جھوٹ کہا۔

تشریح حدیث:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف سے بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا افضل اور رسول اکرم ﷺ کا مفضول ہونا لازم آرہا ہے، حالاں کہ آپ تمام انبیاء ورسل میں سب سے افضل اور اشرف ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو افضل ہونا معلوم ہو رہا ہے وہ ان کی جزئی فضیلت ہے کلی نہیں، لہٰذا کسی فضیلت جزئی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی آخر الزماں ﷺ سے افضل اور اعلیٰ نہیں ہو گئے کیوں کہ فضیلت جزئی فضیلت کلی کو مستلزم نہیں ہے۔

قوله: ومن قال انا خير بن يونس بن متى فقد كذب۔

شارح مسلم حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کے جملہ ہٰذا سے جو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یونس بن متی رسول اکرم ﷺ سے افضل ہیں اور آپ مفضول ہیں۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

(۱) حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اس وقت کا ہے جب کہ یہ بتایا نہیں گیا تھا کہ آپ تمام انبیاء کرام میں سب سے افضل ہیں۔ جب آپ کو اس کا علم ہو گیا تو آپ نے فرمایا **انا سيد ولد آدم لهٰذا من قال انا خير يونس بن متى فقد كذب،** محمول ہے آپ کی فضیلت کے علم ہونے سے پہلے پر لہٰذا کوئی اشکال نہیں۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد گرامی درحقیقت تنبیہ اور زجر و توبیخ پر محمول ہے کہ کوئی شخص حضرت یونس علیہ السلام کی شان مبارک میں کوئی ایسا کلمہ نہ کہدے کہ ان کی شان عالی کے خلاف ہو، حضرات علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی زبان مبارک پر جو کلمہ جاری ہوا تھا، اس سے آپ کی شان نبوت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئی ہے، **قال العلماء هٰذه الاحاديث تحتمل وجهين احدهما: انه ﷺ قال هٰذا قبل ان يعلم انه افضل من يونس، فلما علم ذالك قال انا سيد ولد آدم۔ ولم يقل هنا ان يونس افضل منه او من غيره من الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم۔ والثاني: انه ﷺ قال هٰذا زجر ان يتخيل احد من الجاهلين شيئاً من حط مرتبة يونس ﷺ من اجل ما جاء في القرآن العزيز من قصته۔ قال العلماء وما جرى ليونس لم يحطه من النبوة مثقال ذرة**[1]

(۳) بعض اہل علم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد گرامی تواضع اور انکساری پر محمول ہے۔

(۱) اهداء الديباجه: ۵/۵۹۵

(۴۴۰۲) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ يَأْخُذُ الْجَبَّارُ سَمَاوَاتِهِ وَأَرْضِيهِ بِيَدِهِ وَقَبَضَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقْبِضُهَا وَيَبْسُطُهَا ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْجَبَّارُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ قَالَ وَيَتَمَايَلُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ أَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن اللہ کی شان جلالت وکبریائی کا اظہار:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (قیامت کے دن) خدائے جبار اپنے آسمانوں اور اپنی زمینوں کو ہاتھ میں لے لیگا آپ نے اپنی مٹھی بند کرلی، آپ مٹھی بند کرتے اور اس کو کھولتے، پھر اللہ تعالی فرمائے گا میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں دوسرے جبار اور کہاں ہیں دوسرے متکبرین، راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ کہہ کر نبی کریم ﷺ دائیں اور بائیں جانب جھکتے تھے، یہاں تک کہ میں نے منبر کو دیکھا کہ وہ نیچے کی طرف ہلتا تھا، یہاں تک کہ میں کہتا تھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو لے گرے گا۔

تشریح حدیث:

قوله: یاخذ الجبار سماواته وارضیه بیده الخ: قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالی ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لیگا، لیکن ہاتھ میں لینے سے کیا مراد ہے؟ بعض نے فرمایا شاید ان دونوں کو تبدیل کردینا ہے جیسا کہ اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات یا یہ ہے کہ یہ الفاظ در حقیقت باری تعالی کی عظمت شان اور جلالت وکبریائی سے کنایہ ہیں، اور اس طرف اشارہ کرنے کے لیے وہ عظیم الشان کارنامے اور افعال جن کے سامنے پوری دنیا کی عقلیں حیران وششدر ہیں اللہ رب العزت والجلال کی نظر میں بالکل حقیر اور بے وقعت ہیں نیز پورے عالم کو آن واحد میں زیروزبر کردینا اور آسمان وزمین کو نیست ونابود کردینا اس کی قدرت کے آگے بالکل آسان کام ہے، اور چونکہ آسمان کو زمین کی بنسبت زیادہ شرف وعظمت اور رفعت وبلندی حاصل ہے اس لیے اس کو دائیں بائیں کے ساتھ مخصوص کیا، جو دائیں ہاتھ سے زیادہ شرف وفضیلت رکھتا ہے پس اللہ تبارک وتعالی زمین کو مٹھی میں لے لیگا اور آسمان کو داہنے ہاتھ میں اور ساری مخلوقات کے سامنے جہاں اولین وآخرین سارے جمع ہوں گے اعلان کریں گے میں ہوں خدائے جبار! میں ہوں بادشاہ حقیقی! کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ اور ملوک، کہاں ہیں دنیا کے متکبرین اور جبارین! بتاؤ: آج کی بادشاہت وسلطنت کس کی ہے؟ لمن الملك اليوم۔ کوئی جواب نہ دے گا ہر ایک زبان خاموش ہوگی تو اللہ

تعالیٰ خود ہی فرمائے گا، للہ الواحد القہار، آج کے دن بادشاہت وسلطنت صرف خدائے واحد قہار کے لیے ہے۔

(۴۴۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ حُفَاةً عُرَاةً قُلْتُ وَالنِّسَاءُ قَالَ وَالنِّسَاءُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا يُسْتَحْيَا قَالَ يَا عَائِشَةُ الْأَمْرُ أَهَمُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن مادرزاد برہنہ اٹھایا جانا اورام المومنین کا سوال:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن لوگ کس طرح جمع کئے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ننگے پاؤں اور ننگے بدن، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورتیں بھی اس طرح (برہنہ بدن جمع ہوں گی) آپ نے فرمایا عورتیں بھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پس کس قدر شرم آئے گی؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ معاملہ تو کہیں اس سے زیادہ سخت ہوگا، ایک دوسرے کی جانب دیکھنے کا موقع کہاں؟ (جوشرم آئے گی)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں لوگ ننگے آئیں گے، لیکن ہر شخص کی عریانیت ایک دوسرے کی نگاہ سے اوجھل ہوگی اور کوئی کسی کو ننگا نہ دیکھے گا، کیوں کہ اس دن کا معاملہ ہی کچھ ایسا ہوگا کہ ہر شخص کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی، ہر ایک کو بس اپنی پڑی ہوگی، ہر طرف نامۂ اعمال پھیلے ہوں گے، اور لوگ حساب ومواخذہ کے مراحل اور قیامت کی ہولناکیوں میں اس طرح گرفتار ہوں گے کہ کسی کو کسی کی خبر نہیں ہوگی، کہ کون کس حال میں ہے، ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، کسی کو کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا موقع نہ ملے گا، پس شرم وحیاء کی کوئی بات ہی نہیں۔

(۴۴۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيِّ بْنِ رِفَاعَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں تین بار پیشی:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ تین بار پیش کئے جائیں گے، دومرتبہ پیشی میں تکرار اور عذرات ہوں گے، اور جب تیسری مرتبہ پیشی ہوگی، تو نامۂ اعمال اڑکر ہاتھوں میں آجائیں

گے، کوئی دائیں ہاتھ میں لینے والا ہوگا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کل قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں تمام لوگ تین مرتبہ پیش کئے جائیں گے، دو مرتبہ تو صرف بحث و تمحیص اور جرح و تعدیل اور عذر آرائی کے لیے ہوگی، یعنی جب لوگ پہلی مرتبہ پیش ہوں گے تو اس وقت وہ اپنے گناہ و معصیت اور اپنے بدعملیوں کا اقرار و اعتراف نہیں کریں گے، اور اپنے آپ کو مستوجب عذاب سے بچانے کی کوشش کریں گے، اور اس کے لیے اللہ تعالی کے سامنے بحث و مباحثہ کریں گے، اور کہیں گے کہ ہم تک آپ کے کسی بھی نبی نے احکام نہیں پہنچائے تھے، اور نہ ہمیں کسی نے بتایا کہ ہمارا کونسا عمل درست ہے اور کون سا عمل نادر ہے، اور جب ہدایت ہم تک پہنچی ہی نہیں اور ہمارے سامنے برائی اور بھلائی کے راستے واضح ہی نہیں ہوئے تو پھر ہمارے خلاف فرد جرم کیوں عائد ہوگا، لیکن جب اللہ مختلف دلائل اور گواہوں کے ذریعہ یہ ثابت کردے گا کہ ان تک ہدایت کا پیغام پہنچا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے پیغمبر اور رسول ان کے پاس خدا کے احکام پہنچا رہے تھے، جن کو انہوں نے یا تو قبول نہیں کیا یا ان پر صحیح طرح سے عمل نہیں کیا، تو دوسری مرتبہ کی پیشی کے وقت وہ اقبال جرم کریں گے اور اپنی بدعملیوں کا اقرار و اعتراف کریں گے، اور عذر آرائی کرنے لگیں گیں مثلاً کوئی یہ کہے گا کہ میں نے تو از راہ خطا و سہواً گناہوں کا راستہ اختیار کرلیا تھا کوئی یہ کہے گا میں جہالت و غفلت کے اندھیرے میں کھو گیا تھا، اس کی وجہ سے ہدایت کے راستہ پر نہیں چل سکا تھا اور کوئی کہے گا میں نے تو تیری رحمت اور مغفرت پر تکیہ کر کے کوتاہ عمل کا شکار ہوگیا تھا، الغرض ہر شخص اللہ تعالی کے سامنے اسی طرح سے عذر خواہی کرے گا۔ پھر جب تیسری مرتبہ بارگاہ الٰہی اور عدالت خداوندی میں پیشی ہوگی تو ان کے تمام معاملات منقح ہوکر ان کے سامنے آجائیں گے، اور ہر ایک کے عقیدے و عمل کی چھان بین پوری ہوجائے گی جس کی صورت یہ ہوگی کہ جو لوگ جنت کی سعادت سے نوازیں جانے والے ہوں گے، ان کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں پہنچ جائیں گے، اور جن کا دوزخ میں ڈالا جانا مقدر ہوگا ان کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں پہنچ جائیں گے۔

(۴۴۰۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ يَقُومُ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن پسینہ میں مستغرق ہونا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس دن لوگ سارے جہاں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے آپ نے فرمایا اپنے دونوں کانوں کے نصف تک پسینہ میں غرق کھڑے ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قرآن مجید میں باری تعالی کا ارشاد ہے يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ (جس دن لوگ کھڑے ہوں گے سارے جہاں کے مالک کے روبرو) کی تفسیر میں رسول اکرم سرور دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں غرق ہوں گے، ان میں سے کچھ تو کانوں تک پسینہ میں غرق ہوں گے اور کچھ سینوں تک تو کچھ گھٹنوں تک الغرض اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں غرق اپنے رب کے سامنے حساب وکتاب دینے کے لیے کھڑے ہوں گے اور نفسی نفسی کے عالم میں پریشان حال ہوں گے۔ اعاذنا اللہ۔

(۴۴۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ فَأَيْنَ تَكُونُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن زمین وآسمان کی تبدیلی:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے اس آیت کریمہ (یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات) کے بارے دریافت کیا کہ اس دن جب زمین وآسمان کی تبدیلی واقع ہوگی تو لوگ کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا پل صراط پر۔

تشریح حدیث: ارض وسماء کی تبدیلی سے مراد۔

قیامت کے دن زمین کے تبدیل کئے جانے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں حضرات علماء کرام کے اختلافی اقوال ہیں۔ جس میں ایک قول تو یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین کو سفید روئی میں تبدیل کر دیا جائے گا، چناں چہ اہل ایمان میدان حشر میں حساب وکتاب سے فارغ ہونے کے وقت تک اپنے قدموں کے نیچے سے یہی روئی توڑ توڑ کر کھائیں گے، اس قول کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ نیز آسمان کے تبدیل ہونے سے مراد یہ ہے کہ تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور چاند وسورج کو گہن کی صورت میں بے کار کر دیا جائے گا۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کسی بھی چیز کی تبدیلی دو صورتوں میں ہو سکتی ہے ایک تو ذات یعنی اصل چیز کی تبدیلی جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے سونے کو چاندی میں تبدیل کر لیا ہے یعنی سونا دے کر چاندی لے لیا ہے اور دوسری صورت میں صفات کی تبدیلی جیسے کوئی شخص کہے میں چھلے کو انگوٹھی میں تبدیل کر لیا ہے یا چھلے کو پنگھلا کر اس کی انگوٹھی بنوالی ہے، اس صورت میں ذات تو ایک ہی ہے البتہ اس کی حقیقت اور صورت بدل جاتی ہے، پس زمین وآسمان کو دوسری زمین اور دوسرے

آسمان میں تبدیل کئے جانے والی بات مذکورہ دونوں صورتوں کا احتمال رکھتی ہے کہ اصل زمین وآسمان کی تبدیلی مراد ہو یا پھر صفات کی تبدیلی بھی مراد ہوسکتی ہے لیکن سلف کے زیادہ تر اقوال ہیں کہ تبدیلی سے مراد صفات کی تبدیلی ہے۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین تو یہی رہے گی البتہ اس کی صفات میں تغیر ہوجائے گا، اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ زمین کو اس طرح وسیع اور کشادہ کردیا جائے گا کہ اس میں کوئی نشیب وفراز باقی نہیں رہے گا تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ذات کی تبدیلی بالکل ناممکن ہے یقیناً اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ اس زمین وآسمان کی جگہ دوسرا آسمان اور دوسری زمین پیدا کردے جیسا کہ بعض اقوال اس پر بھی دلالت کرتے ہیں، چناں چہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالی ایک دوسری زمین پیدا فرمائیں گے جو سفید اور پاکیزہ ہوگی، اور اس پر کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا ہوگا، خود حدیث شریف کے ظاہری اسلوب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کہ تبدیلی ارض وسماء سے ذات کی تبدیلی مراد ہے جیسا کہ حضرت عائشہ کا سوال کرنا اور اس پر آنحضرت ﷺ کا جواب دینا اس پر دلیل ہے۔

قوله: علی الصراط : صراط کے اصل معنی راستہ کے ہیں، یہاں حدیث شریف میں صراط سے مراد پل صراط ہے یعنی وہ پل صراط ہے جس کے بارے میں شارح علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ وہ جہنم کی پشت پر بنا ہوا ہے، اور جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جس پر گزر کر لوگ جنت میں جائیں گے نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد پل صراط کے علاوہ کوئی اور صراط ہو۔ واللہ اعلم۔

(۴۴۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ بْنِ الْعُتْوَارِيِّ أَحَدِ بَنِي لَيْثٍ قَالَ وَكَانَ فِي حَجْرِ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَعْنِي أَبَا سَعِيدٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُوضَعُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ عَلَى حَسَكٍ كَحَسَكِ السَّعْدَانِ ثُمَّ يَسْتَجِيزُ النَّاسُ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْدُوجٌ بِهِ ثُمَّ نَاجٍ وَمُحْتَبَسٌ بِهِ وَمَنْكُوسٌ فِيهَا.

ترجمۂ حدیث: پل صراط کا جہنم پر بچھایا جانا:

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پل صراط جہنم کے دونوں کناروں پر رکھا جائے گا اس پر سعدان کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے، پھر لوگ اس پر سے گزرنا شروع کریں گے تو بعض بالکل سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور بعض کچھ زخم خوردہ اور خراش زدہ ہو کر اس پر سے گزریں گے پھر نجات پائیں گے۔ اور بعض اس کے ساتھ محبوس ہوجائیں گے اور بعض اوندھے منہ اس میں گریں گے۔

تشریح حدیث:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک جس طرح عذاب قبر، حشر ونشر، اور جنت وجہنم کے وجود پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح پل صراط پر ایمان لانا بھی واجب ہے یہ وہ پل صراط ہے جو دوزخ کی پشت پر سے گزرتا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور آگ سے زیادہ تیز گرم اور تلوار سے زیاد تیز ہے قیامت کے دن تمام مخلوقات کو اس پر سے گزارا جائے گا جو اہل جنت ہوں گے وہ اپنے ایمان واعمال کے مراتب کے مطابق آسانی یا پریشانی کے ساتھ پل صراط سے گزر کر جنت میں چلے جائیں گے اور جو لوگ اہل دوزخ ہوں گے وہ اس پر سے گزر کر دوزخ میں جا پڑیں گے اہل ایمان کو ان کے عمل کے مطابق نور عطا کیا جائے گا جس کی روشنی میں وہ اس پل کے راستہ کو طے کریں گے ان میں سے بعض سوار ہو کر بعض دوڑ کر بعض گھٹنوں کے بل اور بعض سرین کے بل رینگتے ہوئے جائیں گے، پل صراط کی مسافت آخرت کے سالوں کی تین ہزار سال ہے ایک روایت میں ہے کہ دوزخ پر سات پل ہیں اور ہر پل کے درمیان ستر برس کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے اور ہر ایک تلوار سے زیادہ تیز ہے اس پر سے گزرنے والوں میں سے پہلا پلک جھپکنے کے برابر تیزی سے گزر جائے گا، دوسرا گروہ بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائے گا تیسرا گروہ ہوا کی رفتار کی طرح تیزی سے گزر جائے گا اور چوتھا گروہ پرندوں کے اڑنے کے برابر تیزی کے ساتھ گزر جائے گا پانچواں گروہ گھوڑوں کی طرح تیز رفتاری سے گزر جائے گا، چھٹا گروہ دوڑتے ہوئے آدمیوں کی طرح عبور کرے گا ساتواں گروہ پیدل چلنے والوں کے مانند گزرے گا ان سب کے بعد آخر میں ایک گروہ باقی رہ جائے گا جب ان کو پل صراط سے گزرنے کو کہا جائے گا اور وہ اپنا پاؤں پل صراط پر رکھے گا تو ان کے پاؤں لرزنے لگیں گے، چناں چہ وہ گھٹنوں کے بل چلنے لگیں گے اور دوزخ کی چنگاریاں ان کے پاؤں اور پوست تک پہنچیں گی تب یہ لوگ پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے چلیں گے یہاں تک کہ پل صراط پار کرلیں گے، پل دوزخ کی طرف نگاہ دوڑائیں گے اور کہیں گے پاک وہ ذات جس نے مجھے اس دوزخ سے پار کر دیا بے شک اس نے محض اپنے فضل وکرم سے پل صراط سے پار کر دیا آج تک اس نے از اول تا آخر میرے سوا کسی پر فضل نہیں کیا مجھے محض اپنے فضل وکرم سے نجات دی۔

(۴۴۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَرْجُو أَلَّا يَدْخُلَ النَّارَ أَحَدٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللَّهُ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا قَالَ أَلَمْ تَسْمَعِيهِ يَقُولُ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا.

ترجمہ حدیث:

ام المومنین حضرت حفصہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے میں امید کرتا ہوں

کہ جو لوگ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی ایک بھی انشاء اللہ جہنم میں نہ جائے گا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو، اور یہ تیرے رب کا حتمی فیصلہ ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس کے بعد نہیں پڑھا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (پھر ان لوگوں کو نجات دیں گے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے اور ہم تمام ظالموں کو اسی میں چھوڑ دیں گے۔

تشریح حدیث:

حدیث ہذا میں شرکاء بدر اور شرکاء صلح حدیبیہ کی فضیلت اور عند اللہ مقام و مرتبہ کا بیان ہے کہ ان میں سے کوئی ان شاء اللہ دوزخ میں نہیں جائے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو دوزخ میں جانے سے بچالیں گے، نیز اس حدیث شریف میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو جہنم پر سے گزاریں گے اور ایمان والوں کو نجات دیں گے جبکہ ظالموں کو اسی میں پڑے رہنے دیں گے۔

(۱۵۱۰) بَابُ صِفَةِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ

حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس باب کے ذیل میں گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اس باب کی احادیث میں قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی جو حالت ہوگی اور اس کی جو کیفیت ہوگی اس کا بیان ہے۔

(۴۴۰۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ سِيمَاءُ أُمَّتِي لَيْسَ لِأَحَدٍ غَيْرِهَا.

ترجمہ حدیث: قیامت کے دن امت محمدیہ کی پہچان اور اعضاء وضوء کی چمک:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ وضو کے سبب سے پیشانی سفید اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔ اور یہ صرف میری امت کی علامت ہوگی اور کسی امت میں یہ علامت نہ ہوگی۔

تشریح حدیث:

قولہ: غراً محجلین: غرّا اصل میں اغرّ کی جمع ہے جس کے معنی روشن پیشانی اور چمک دار چہرے کے ہیں اور مُحجل اس اعلیٰ نسل کے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں ان دونوں الفاظ کے استعمال کرنے کا مقصد

درحقیقت اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جو شخص پابندی سے نماز پڑھتا ہے اور اچھی طرح وضوء کرتا ہے تو قیامت کے دن اس کی پیشانی اور اس کا چہرہ اور اس کے ہاتھ پاؤں ایک خاص قسم کی نورانیت سے روشن ہوں گے اور چمک رہے ہوں گے اور یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہوگی کسی اور نبی کی امت کے لیے یہ بات نہ ہوگی اس بارے میں اصح قول یہی ہے، والصحیح ان الغرۃ والتحجیل من خواص ھٰذہ الامۃ لا اصل الوضوء۔(۱)

(۴۴۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعَرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ.

ترجمۂ حدیث: جنت میں مسلمانوں کی تعداد:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک خیمہ میں موجود تھے، آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس بات سے خوش وراضی نہیں ہو کہ جنت والوں میں چوتھائی۔ تم ہو گے؟ ہم نے عرض کیا (یارسول اللہ!) کیوں نہیں، (ہم ضرور خوش ہیں) (پھر) آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی اور خوش نہیں ہو، کہ جنت والوں میں سے ایک تہائی تم ہو گے؟ ہم نے عرض کیا (یارسول اللہ) ہم خوش ہیں۔ (پھر) آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں قوی امید کرتا ہوں، کہ جنت والوں میں آدھے تم لوگ ہو گے، (اور باقی آدھوں میں تمام نبیوں کی امتیں ہوں گی) اور ان سب کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں وہی روحیں جائیں گی جو مسلمان ہوں گی، اور تم لوگ مشرکوں میں سے نہیں ہو مگر ایسا جیسا ایک سفید بال کالے بیل کی کھال میں ہو، یا ایک کالا بال لال بیل کی کھال میں ہو۔

تشریح حدیث:

رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث میں اہل جنت میں سے امت محمدیہ کا جو تناسب بیان فرمایا اس کو بتدریج ذکر فرمایا، یکبارگی ذکر نہیں کیا تاکہ حضرات صحابہ کرام کا دل مارے خوشی ومسرت کے پھٹ نہ جائے یا بتدریج ذکر اس وجہ سے فرمایا کہ شاید امت محمدی کے لوگ کئی مراحل میں اسی تناسب کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے یعنی پہلے مرحلہ میں جو لوگ جنت میں جائیں گے وہ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا چوتھا حصہ ہوں گے، اس کے بعد جو لوگ داخل ہوں گے اس کو ملا کر جنت کی مجموعی تعداد کا تہائی حصہ ہوں گے یہاں تک کہ جب لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو پھر امت محمدیہ کے لوگ اہل

(۱) انجاح الحاجہ/۷/۳۱

جنت کی مجموعی تعداد میں سے آدھے ہوں گے۔ یا اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ پر متعدد بار وحی نازل ہوئی اور مذکورہ تناسب کو اسی تدریج کے ساتھ بتایا گیا چناں چہ جب بھی وحی نازل ہوتی اور اس میں جس تناسب کا ذکر ہوتا آپ حضرات صحابہ کرام کو بشارت دینے کے لیے اس کو بیان فرماتے بہر حال یہ احتمالات مذکورہ تناسب کو بتدریج ذکر کرنے کے سلسلہ میں ہیں۔ اور جو اصل بات ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے لوگ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہوں گے حالاں کہ اصح بات یہ ہے کہ جنت میں امت محمدیہ کی تعداد تہائی حصہ ہوگی چناں چہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جنت میں کل ایک سو بیس صفیں ہوگی جن میں سے اسی صفیں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی امت پر مشتمل ہوں گی اور بقیہ چالیس صفیں بقیہ تمام امتوں کی ہوں گی پس ہوسکتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جب یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی تو اس وقت آپ کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ امت محمدی اہل جنت کی کل تعداد کا دو تہائی حصہ ہوں گی اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نصف حصہ والی بات ابتدائی مرحلہ میں جانے والوں کے تناسب کے اعتبار سے فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔

(۴۴۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيئُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَيَجِيئُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ وَأَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَقَلُّ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُدْعَى قَوْمُهُ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ لَا فَيُقَالُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ فَتُدْعَى أُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَ هٰذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ وَمَا عِلْمُكُمْ بِذٰلِكَ فَيَقُولُونَ أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذٰلِكَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوا فَصَدَّقْنَاهُ قَالَ فَذٰلِكُمْ قَوْلُهُ تَعَالَى وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا.

ترجمۂ حدیث: جملہ انبیاء کرام کے حق میں امت محمدیہ کی شہادت:

حضرت ابو سعید خدری ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ایک نبی قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ان کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا، اور ایک نبی آئے گا اس حال میں کہ ان کے ساتھ صرف تین آدمی ہوں گے اور کسی کے ساتھ اس سے زیادہ اور کسی کے ساتھ اس سے کم ہوں گے۔ اس نبی سے پوچھا جائے گا کیا آپ نے اللہ کا حکم اپنی قوم کو پہنچایا تھا؟ یا نہیں؟ وہ کہے گا ہاں! پھر اس کی قوم بلائی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں فلاں نبی نے اللہ تعالی کا حکم پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے بالکل نہیں، آخر کار اس نبی سے کہا جائے گا تیرا گواہ کون ہے وہ کہے گا (میرا گواہ) جناب رسول اکرم ﷺ اور آپ کی امت ہے چناں چہ امت محمدیہ کو بلایا جائے گا، اور اس سے سوال کیا جائے گا کہ اس نبی نے اپنی قوم کو اللہ تعالی کا حکم پہنچایا تھا یا نہیں؟ وہ کہیں گے بے شک پہنچایا تھا ان سے کہا جائے یہ بات تم کو کس طرح معلوم ہوئی؟ وہ کہیں گے ہمارے نبی

ﷺ نے ہمیں اس کی خبر دی تھی کہ بے شک تمام رسولوں نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا، اور ہم نے ان کی باتوں کی تصدیق کی، (اس لیے ہم گواہی دے رہے ہیں کہ فلاں نبی نے آپ کا پیغام بالکل ٹھیک اپنی امت تک پہنچادیا تھا) اور اس آیت کریمہ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا [۱] (اور اسی طرح ہم نے بنایا تم کو امت وسط تا کہ تم لوگ لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں) سے یہی مراد ہے۔

تشریح حدیث:

حضرت محمد ﷺ کی امت خصوصیت کے ساتھ جس نبی کی تبلیغ و رسالت کی گواہی دے گی وہ نبی حضرت نوح علیہ السلام ہوں گے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں اس کی صراحت ہے کہ یجاء بنوح یوم القیامة فیقال له هل بلغت؟ معلوم ہوا کہ حدیث ہٰذا میں جس نبی کا تذکرہ ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں، جب حضرت نوح علیہ السلام سے گواہ طلب کیے جائیں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ میرے گواہ جناب رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔ یعنی اصل گواہ تو امت محمدی کے لوگ ہیں۔ کہ حضرت نوح کے دعویٰ کی شہادت دیں گے، اور حضرت محمد ﷺ ان کے مزکی ہوں گے اس صورت میں کہا جائے گا کہ اصل گواہ یعنی امت محمدیہ کے لوگوں سے پہلے مزکی یعنی آپ ﷺ کا ذکر کرنا آپ کی تعظیم و توقیر کے اظہار کے لیے ہے۔ اور ویسے یہ بھی بعید نہیں کہ خود آنحضرت ﷺ بھی حضرت نوح کی گواہی دیں گے، کیوں کہ وہ وقت اور جگہ ایسی نہیں ہے جہاں زیادہ سے زیادہ مدد و نصرت پہنچانے کی حاجت ہوگی اس لیے عین ممکن ہے کہ خود جناب رسول اللہ ﷺ بھی نوح کے بارے میں گواہی دیں۔

جہاں تک آیت کریمہ و کذالك جعلنا کم امة وسطا لتکونوا کا تعلق ہے کہ اس میں یوں فرمایا گیا ہے کہ مسلمان قیامت کے دن گزشتہ امتوں کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اور ان مسلمانوں کی گواہی ان کے پیغمبرؑ دیں گے، تو ان گزشتہ لوگوں کے بارے میں گواہی کی مثال تو یہی ہے کہ وہ مسلمان حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں گواہی دیں گے، کہ انہوں نے اپنی امت کے لوگوں تک خدا کے احکام پہنچائے تھے، اور ان مسلمانوں کے بارے میں ان کے رسول کی طرف سے گواہی کی صورت یہ ہوگی کہ جب قیامت کے دن گزشتہ انبیاء اور رسولوں کی امتیں انکار کرتے ہوئے کہیں گی کہ ہم تک کسی نبی نے کچھ نہیں پہنچایا اور نہ ہمیں خدا کے احکام بتائے، تو وہ رسول اکرم ﷺ کو اور ان کی امت کو اپنا گواہ بنائیں گے اور جب مسلمان ان کے حق میں گواہی دیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم لوگ ان کے بعد دنیا میں آئے تھے پھر تم کو کیسے معلوم ہوا کہ ان نبیوں نے اپنی امت کے لوگوں کو خدا کے احکام پہنچائے تھے اور تم یہ گواہی کس بناء پر دے رہے ہو تو وہ مسلمان جواب دیں گے، کہ ہمارے نبی نے ہمیں بتایا تھا، کہ تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی امت کو خدا کے احکام بالکل صحیح صحیح طور پر پہنچادیا تھا اور ہم نے نبی کی تصدیق کی تھی اس لیے گواہی دے رہے ہیں اور ہم نے کتاب اللہ

کو بالکل ناطق پایا تھا اسی وجہ سے ہم گواہی دے رہے ہیں اس کے بعد ان رسولوں کی امت کے لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کی امت سے ان کے معتبر ہونے اور ان کی سچائی کے بارے میں جرح کریں گے، تب اس وقت رسول اکرم ﷺ اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے کہ یہ لوگ قابل اعتماد ہیں اور اپنی بات میں بالکل سچے ہیں پس رسول اکرم ﷺ کا اپنی امت کے حق میں گواہی دینے کا یہی مطلب ہے۔ اور اسی اعتبار سے آپ کو اپنی امت کا گواہ کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۴۴۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رِفَاعَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَدَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ عَبْدٍ يُؤْمِنُ ثُمَّ يُسَدِّدُ إِلَّا سُلِكَ بِهِ فِي الْجَنَّةِ وَأَرْجُو أَلَّا يَدْخُلُوهَا حَتَّى تَبَوَّءُوا أَنْتُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ذَرَارِيِّكُمْ مَسَاكِنَ فِي الْجَنَّةِ وَلَقَدْ وَعَدَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ.

ترجمۂ حدیث: امت محمدیہ میں ستر ہزار کا بلا حساب و کتاب کے جنت میں داخلہ:

حضرت رفاعہ جہنیؓ کہتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کے ساتھ لوٹے، تو آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے، کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو ایمان لائے پھر مضبوطی سے قائم رہے، مگر وہ ضرور جنت میں جائے گا، اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ تم اور تمہاری اولاد میں سے جو نیک ہیں وہ جنت میں ٹھکانے نہ بنالیں۔ اور بے شک میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرے گا۔

تشریح حدیث:

قوله: ان يدخل الجنة من امتي: الخ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کی امت میں سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب و کتاب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل کرے گا، بغیر حساب و کتاب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل کئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس سخت عذاب کے مرحلہ سے گزرنا نہیں پڑے گا، جس میں بندہ مواخذہ اور سخت دارو گیر اور پوچھ تاچھ سے دوچار ہونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگ جنت میں جائیں گے، جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ستر ہزار لوگ تو حساب وعذاب کے مرحلہ سے گزرے بغیر جنت میں داخل ہوں گے، لیکن ان میں بھی ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگ ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی تین چلو بھر کر اور لوگوں کو ان کے ساتھ کردے گا، اب رہا یہ سوال کہ ستر ہزار سے کیا

مراد ہے؟ تو ممکن ہے کہ خاص عدد ہی مراد ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ستر ہزار سے مراد تحدید نہیں ہے بلکہ تقصیر بیان کرنا مقصود ہو، نیز تین چلو کے الفاظ بھی کثرت مبالغہ پر محمول ہیں اور کثرت سے کنایہ ہے، پس حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالی میری امت کے بے شمار لوگوں کو حساب و کتاب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل فرمائے گا۔ اللھم اجعلنا منھم: آمین۔

(۴۴۱۳) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَعَدَنِي رَبِّي سُبْحَانَهُ أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ حدیث: امت محمدیہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونے والوں کی تعداد:

حضرت ابوامامہ باہلی ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا۔ اور ان ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار ہوں گے، اور مزید میرے پروردگار کے چلو میں سے تین چلو بھر کر لوگ جنت میں جائیں گے۔

تشریح حدیث: قد مر شرح الحدیث قبل ذالك

(۴۴۱۴) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ النَّحَّاسِ الرَّمْلِيُّ وَأَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ شَوْذَبٍ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُكْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعِينَ أُمَّةً نَحْنُ آخِرُهَا وَخَيْرُهَا.

ترجمہ حدیث:

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہم ستر امتیں پوری کریں گے اور ہم ان میں سب سے آخری ہوں گے اور سب سے بہتر ہوں گے۔

تشریح حدیث:

ترمذی شریف کی روایت میں الفاظ حدیث یوں ہے، انکم تتمون سبعین، بعض روایت توافون یوم القیامة سبعین امة بعض میں وانتم وفاء سبعین امة بعض میں توفی سبعین امة اور بعض روایت میں انکم وفیتم سبعین امة کے الفاظ منقول ہیں، الفاظ حدیث جو بھی ہوں تمام کا مفہوم ایک ہے، کہ تمہارے ذریعہ امتوں کی تعداد ستر پوری ہوگی۔ صاحب تحفة الاحوذی لکھتے ہیں ای یتم العدد بکم سبعین علامہ مناوی اور شارح مشکوۃ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں، کہ

یہاں ستر سے تکثیر مراد ہے تحدید نہیں، اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تم سب سے آخری امت ہو، اور سب سے افضل امت ہو، جب کوئی امت کم ہو جائے گی تو تم بہترین اور افضل ترین امت ہو اس کی کمی اور نقص کو دور کر دو گے، پس جس طرح ہمارے رسول خاتم الانبیاء والرسل ہیں، اسی طرح یہ امت بھی خاتم الامم ہیں، یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ آیت کریمہ کنتم خیر امۃ میں جوامت کا لفظ ہے اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی امت ہے۔

(۴۴۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ خِدَاشٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّكُمْ وَفَّيْتُمْ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ.

ترجمۂ حدیث: آپ کی امت افضل ترین امت ہے:

حضرت بہز بن حکیم ؒ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم نے ستر امتوں کو پورا کیا (یعنی سترہویں امت تم ہو) اور تم سب ان میں بہترین امت ہو، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز اور باعزت امت ہو۔

تشریح حدیث: قدمر شرح الحدیث قبل ذالك:

(۴۴۱۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِسْحٰقَ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ الْأَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُونَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُونَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَرْبَعُونَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ.

ترجمۂ حدیث: اہل جنت کی صفوں کی تعداد:

حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کی صفوں کی تعداد کل ایک سو بیس ہوگی، اسی صفیں تو اس امت (محمدیہ ﷺ) کی ہوگی، اور چالیس صفوں میں باقی ساری امت کے لوگ ہوں گے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امت محمدی کے جنتیوں کی تعداد دوسری امتوں کے مقابلہ میں دو تہائی زیادہ ہوگی، لیکن ماقبل میں روایت آچکی ہے، کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی تعداد کا نصف حصہ ہوگے، ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں میں بظاہر کوئی تعارض و تضاد نہیں ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ پہلے رسول اکرم

ﷺ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یہی امید قائم کی ہو، آپ کی امت کے لوگ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہوں۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے آنحضرت ﷺ کی امید کو اور بڑھا دیا اور اہل جنت میں مجموعی تعداد کے اعتبار سے آپ کی امت کو دو تہائی کرنے کی بشارت عطا فرمائی۔ اور اضافہ اور زیادتی رب کریم کا خاص فضل وکرم کا آئینہ دار ہے، جو صرف آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت مرحومہ کا نصیب ہے۔

اس میں ایک احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسری امتوں کے چالیس صفوں کے مقابلہ میں اہل اسلام کی اسی صفیں اس طرح ہوگی کہ وہ صفوں کے اعتبار سے تو زیادہ ہوں گے مگر اشخاص کی تعداد کے اعتبار سے چالیس صفوں ہی کے برابر ہوں گی گویا اہل جنت میں جتنے لوگ دوسری امتوں کی چالیس صفوں میں ہوں گے اتنے ہی لوگ امت محمدیہ کی اسی صفوں میں ہوں گے لیکن یہ احتمال بس احتمال ہی ہے پہلا قول زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔

(۴۴۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ يُقَالُ أَيْنَ الْأُمَّةُ الْأُمِّيَّةُ وَنَبِيُّهَا فَنَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ.

ترجمۂ حدیث: ہم آخری امت ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اگرچہ) ہم آخری امت ہیں لیکن سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا، اور پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں، کہاں ہے امی امت اور اس کے نبی؟ تو ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے آخری امت ہیں اور جنت میں داخل ہونے اور حساب وکتاب کے اعتبار سے سب سے اول امت ہیں۔

تشریح حدیث:

مطلب ترجمہ ہی سے بالکل عیاں ہے اور عیاں را چہ بیاں۔

(۴۴۱۸) حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ أَبِي الْمُسَاوِرِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْخَلَائِقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُذِنَ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ فِي السُّجُودِ فَيَسْجُدُونَ لَهُ طَوِيلًا ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعُوا رُؤُسَكُمْ قَدْ جَعَلْنَا عِدَّتَكُمْ فِدَائَكُمْ مِنَ النَّارِ.

ترجمۂ حدیث: امت محمدیہ کو سجدہ کی اجازت:

حضرت ابوموسی اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کو جمع کرے گا، تو امت محمدیہ ﷺ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا، چناں چہ دیر تک وہ سجدے میں رہیں گے، پھر کہا جائے گا کہ

تم اپنے سروں کو اٹھاؤ، ہم نے تمہاری شمار کے مطابق تمہارے فدئے جہنم سے رہا کر دیئے۔

تشریح حدیث:

قوله: قد جعلنا عدتكم: اى مقدار عدتكم هٰذه اليهود والنصارى والمشركون: علامہ ناصر الدین البانی نے سلسلة الاحاديث الضعيفة میں اس حدیث کو ضعیف جدا قرار دیا ہے۔اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ليس المراد انهم يدخلون بمجرد انهم فداء هٰذه الامة بل انهم يدخلونها لاستحقاقهم لذالك، ويكتفى بدخولهم عن دخول الامة فصار وافداء۔ واللہ اعلم۔ (۱)

(۴۴۱۹) حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ مَرْحُومَةٌ عَذَابُهَا بِأَيْدِيهَا فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دُفِعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَيُقَالُ هَذَا فِدَاؤُكَ مِنَ النَّارِ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ امت امت مرحومہ ہے، ان پر عذاب ان کے ہاتھوں سے ہوگا، (بایں طور کہ ایک دوسرے کی گردن مارے گی) اور جب قیامت کا دن ہوگا، تو ہر ایک مسلمان کے حوالے ایک مشرک کیا جائے گا، اور یوں کہا جائے گا، یہ جہنم سے تیرے لیے فدیہ ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: فداك من النار: اى انه تعالى يعطى منزلتك فى النار اياه، ويعطى منزلته فى الجنة اياك وقد جاء ان لكل واحد من بنى آدم منزلتين۔

(۱۵۱۱) بَابُ مَا يُرْجَى مِنْ رَحْمَةِ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہؒ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے منقول ہیں۔اس باب میں اللہ رب العزت والجلال کی اس رحمت ومغفرت اور فضل وکرم اور جود وعطا کا بیان ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالی اپنے بندوں کے ساتھ کریں گے، اور اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر کس قدر رحیم ومہربان ہے اللہ تعالی اپنے بندوں سے ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔

(۴۴۲۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي

(۱) سنن ابن ماجہ السندی: ۴/۵۱۲

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ قَسَمَ مِنْهَا رَحْمَةً بَيْنَ جَمِيعِ الْخَلَائِقِ فَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى أَوْلَادِهَا وَأَخَّرَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت کی وسعت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں۔ ان میں صرف ایک رحمت تمام مخلوقات کے درمیان تقسیم کی ہے، اور اسی ایک رحمت کی وجہ سے تمام مخلوق آپس میں ایک دوسرے سے محبت و پیار کرتی ہیں اور اسی ایک رحمت کی وجہ سے ماں اپنی اولاد سے پیار کرتی ہے اور باقی ننیاوے رحمت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لیے روک رکھی ہے۔ جس کے ذریعہ سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کریں گے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت و مہربانی کے سو درجہ پیدا کئے ہیں ان میں سے ایک درجہ رحمت تو زمین میں اتار دیا، اور اس کو اپنی تمام مخلوقات انسان و جنات، حیوانات، چرند پرند اور دیگر مخلوقات میں تقسیم کردی، اسی ایک رحمت و مہربانی کا نتیجہ ہے کہ جانور اپنے بچوں سے محبت و الفت اور پیار کرتے ہیں، اور تمام مخلوقات ایک دوسرے سے پیار و محبت کرتی ہے۔ اور اسی ایک رحمت کا نتیجہ ہے کہ ماں اپنی اولاد سے پیار کرتی ہے، باقی رحمت و مہربانی کے ننیانوے درجہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے، جب قیامت قائم ہوگی مخلوق خدا کرب و الم اور اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہوگی، تو اللہ تعالیٰ اسی ننیانوے رحمت کے ذریعہ بلکہ ایک رحمت جو بندوں اور مخلوقات کے درمیان تقسیم کیا اس کو بھی شامل کر کے اپنے بندوں پر رحم کریں گے۔

(۴۴۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَجَعَلَ فِي الْأَرْضِ مِنْهَا رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَالْبَهَائِمُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ وَالطَّيْرُ وَأَخَّرَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا اللّٰهُ بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ.

ترجمۂ حدیث: دریائے رحمت ربانی کی وسعت:

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں زمینوں کو پیدا کیا اسی دن سو رحمت پیدا فرمائی۔ پھر ان میں سے ایک رحمت زمین میں کر دیا، پس اسی ایک رحمت کی وجہ سے والدہ

اپنے بچہ پر رحم وکرم کرتی ہے، اور جانور ایک دوسرے سے اور پرندے آپس میں میل ملاپ رکھتے ہیں۔ اور ننیانوے رحمت قیامت کے دن کے لیے چھوڑ رکھی ہے، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اس ایک رحمت کو بھی اللہ تعالی مکمل کرلے گا۔ (اور پوری سو کے سو رحمت کے ذریعہ اپنے بندوں پر رحم وکرم کرکے ان پر مہربان ہوگا)

تشریح حدیث: حدیث شریف کی تشریح توضیح ماقبل میں آچکی ہے۔

(۴۴۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا خَلَقَ الْخَلْقَ كَتَبَ بِيَدِهِ عَلَى نَفْسِهِ إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي.

ترجمۂ حدیث: رحمت خداوندی اس کے غضب پر غالب ہے:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنے دست مبارک سے اپنے نفس پر لکھا ان رحمة الله تغلب غضبي، بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

تشریح حدیث:

بخاری مسلم کی روایت میں ہے ان رحمتي سبقت غضبي۔ بلا شبہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے، رحمت خداوندی کے سبقت اور اس کے غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رحمت، اس کی بخشش وکرم اور اس کی نعمتوں کی نشانیاں اور اس کے مظاہر غالب ہیں کہ وہ تمام مخلوقات کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور اس کی نعمتیں بے کراں اور بے انتہا ہیں، اس کے مقابلہ میں اس کے غیظ وغضب کی نشانیاں اور اس کے مظاہر کم ہیں، جیسا کہ خود باری تعالی کا ارشاد ہے۔

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے عذابي اصيب به من اشاء ورحمتي وسعت كل شيئي عذاب میں تو میں جسے چاہتا ہوں اسے گرفتار کرتا ہوں، مگر میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حق تعالی کی رحمت کا دائرہ اور اس کی نعمتوں کا سلسلہ اتنا وسیع اور ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہے کہ کائنات کا کوئی فرد اس سے باہر نہیں ہے، اور اس دنیاوی زندگی کا ایک ایک لمحہ کسی نہ کسی شکل میں رحمت خداوندی ہی کی دی ہوئی منت ہے، لیکن اس کے مقابلے میں بندوں کی طرف سے خدا سے رحیم وکریم کی نعمتوں کے شکر کی ادائگی میں جتنا کوتاہی اور قصور ہوتا ہے، اس کی بھی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

ولو يواخذ الله الناس بظلمهم ما ترك عليها على ظهورها من دابة اگر اللہ تعالی ان کے ظلم کے سبب ان سے مواخذہ کرنے لگے تو اس کے نتیجہ میں ایک بھی جاندار روئے زمین پر نہ چھوڑے۔

چناں چہ یہ بھی حق تعالی کی رحمت اور فضل ہی کا مظہر ہے، کہ بندے کی تمام کوتاہیوں اور خطاؤں کے باوجود اس

دنیا میں ان کو باقی رکھتا ہے، ان کو روزی دیتا ہے ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا ہے، اور اس دنیا میں ان کو عذاب و مواخذہ میں مبتلا نہیں کرتا ہے، یہ تو اس دنیا کا معاملہ ہے کہ یہاں حق تعالیٰ کی رحمت کا ظہور کس کس طرح اور کن کن صورتوں میں سامنے آتا ہے، لیکن آخرت میں رحمت کا ظہور تو اس دنیا کے ظہور سے کہیں زیادہ ہوگا۔ (۱)

(۴۴۲۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ مَرَّ بِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا عَلَى حِمَارٍ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ.

ترجمہ حدیث: اللہ تعالیٰ پر بندے کا حق:

حضرت معاذ بن جبل ؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس سے رسول اکرم ﷺ گزرے تو فرمایا اے معاذ! کیا تو جانتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندے پر کیا ہے، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں، اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جب وہ یہ کام کریں تو ان کو عذاب نہ دے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو ایک مان لیا اس کی الوہیت اور ربوبیت اور اس کی بھیجی ہوئی رسالت پر ایمان لے آیا، اور اس کی عبادت و پرستش میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، تو اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہوگا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا اور شریک کا ارتکاب نہیں کیا، تو اس پر آتش دوزخ بالکل حرام ہو جائے گی، اگرچہ وہ کتنا ہی زیادہ بدعمل اور بدکار اور بدچلن ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور کفار کی طرح اس پر ہمیشہ کے لیے عذاب مسلط نہیں کیا جائے گا، اور نہ وہ دائمی طور پر دوزخ میں رہے گا، بلکہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں داخل کر دیا جائے گا واللہ اعلم۔

(۴۴۲۴) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ يَحْيَى الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ فَقَالُوا نَحْنُ الْمُسْلِمُونَ وَامْرَأَةٌ تَحْصِبُ تَنُّورَهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَإِذَا ارْتَفَعَ وَهَجُ التَّنُّورِ تَنَحَّتْ بِهِ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ

(۱) مظاہر حق جدید: ۳/ ۱۹۰

نَعَمْ قَالَتْ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَلَيْسَ اللهُ بِأَرْحَمِ الرَّاحِمِينَ قَالَ بَلَى قَالَتْ أَوَلَيْسَ اللهُ بِأَرْحَمَ بِعِبَادِهِ مِنَ الْأُمِّ بِوَلَدِهَا قَالَ بَلَى قَالَتْ فَإِنَّ الْأُمَّ لَا تُلْقِي وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَأَكَبَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِي ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهَا فَقَالَ إِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِي يَتَمَرَّدُ عَلَى اللهِ وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ.

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالی اپنے بندوں پر رحم دل ماں سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کسی جہاد میں تھے، اور آپ کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا ہم لوگ مسلمان ہیں، اور ایک عورت آگ سے اپنا تنور روشن کر رہی تھی، اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا، جب تنور سے دھواں نکلا تو اس نے بچہ کو تنور سے پیچھے ہٹا دیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی، اور دریافت کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا اللہ تعالی ارحم الراحمین نہیں ہے؟ اللہ تعالی کا رحم تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، ضرور ہے، اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالی اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ رحیم وشفیق نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں (ضرور ہے) اس عورت نے عرض کیا (یا رسول اللہ! بچہ خواہ کتنا ہی شرارتی اور نافرمان ہو) ماں اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی (یہ سن کر) رسول اکرم ﷺ سر جھکا کے روتے رہے، پھر آپ نے اپنا سر مبارک اس کی طرف اٹھا کر فرمایا بے شک اللہ تعالی اپنے بندوں کو کبھی عذاب نہ دے گا، مگر جو سرکش ہوں اور اللہ کو ایک ماننے سے منکر ہوں، اور لا الہ الا اللہ کا منکر ہو، (حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے)

(۴۴۲۵) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا شَقِيٌّ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنِ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ لِلَّهِ بِطَاعَةٍ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهُ مَعْصِيَةً.

ترجمۂ حدیث: بدبخت کے علاوہ کوئی جہنم میں نہیں جائے گا:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شقی کے علاوہ کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا، حضرات صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ شقی سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا بندہ جو کبھی بھی اللہ کی بندگی نہ کی ہو اور کبھی کوئی نیکی کا کام نہ کیا ہو، اور نہ کبھی کوئی گناہ کے ارتکاب کو چھوڑا ہو۔

تشریح حدیث:

یہ حدیث شریف کہ شقی کے علاوہ کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا، درحقیقت قرآن کریم کی اس آیت کریمہ فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ (لیکن جو بد بخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے، وہاں چیخیں گے چلائیں گے، وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں، جب تک آسمان وزمین برقرار ہے، سوائے اس وقت کے جب تمہارا رب چاہے، یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے) کی تفسیر ہے، اور شقی سے مراد منکر توحید باری تعالیٰ ہے، جو کبھی بھی توحید باری کا صدق دل سے اقرار نہ کیا ہو، اور نہ کبھی خدا تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کی ہو، بلکہ اس کی زندگی ہمیشہ گناہ اور معصیت اور باری تعالیٰ کی توحید کے انکار میں گزری ہو۔

(۴۴۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ عَبْدِاللهِ أَخُو حَزْمٍ الْقُطَعِيِّ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ أَوْ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ فَقَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أَهْلٌ أَنْ أُتَّقَى فَلَا يُجْعَلْ مَعِي إِلَهٌ آخَرُ فَمَنْ اتَّقَى أَنْ يَجْعَلَ مَعِي إِلَهًا آخَرَ فَأَنَا أَهْلٌ أَنْ أَغْفِرَ لَهُ.

(۴۴۲۷) قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي حَزْمٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَبُّكُمْ أَنَا أَهْلٌ أَنْ أُتَّقَى فَلَا يُشْرَكُ بِي غَيْرِي وَأَنَا أَهْلٌ لِمَنْ اتَّقَى أَنْ يُشْرِكَ بِي أَنْ أَغْفِرَ لَهُ.

ترجمۂ حدیث: اللہ تعالیٰ غیر مشرک کی مغفرت کر دے گا:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ هو اهل التقوى واهل المغفرة کی قراءت کی یا تلاوت فرمائی، (او سے شک راوی کا بیان ہے) پھر آپ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ اس بات سے بچوں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرو، لہٰذا میرے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بناؤ، پس جو شخص میرے ساتھ دوسرا معبود بنانے سے بچا، تو میں اس کا اہل ہوں کہ اس کی مغفرت کر دوں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا قول ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ اس بات سے بچوں کہ میرے ساتھ میرے علاوہ کسی کو شریک کیا جائے، اور میں اس کا لائق ہوں کہ جو میرے ساتھ شرک کرنے سے احتراز کرے میں اس کی مغفرت کر دوں۔

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

تشریح حدیث:

یہ حدیث قدسی ہے، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو ذات وصفات میں شریک نہیں کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مغفرت فرما دے گا، اهل التقوی و اهل المغفرة کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور ایسی ذات معاف کرنے اور مغفرت کرنے کے اختیارات رکھتی ہے، اس لیے وہی اس بات کا مستحق ہے، کہ اس کی اطاعت کی جائے، اور اس کی نافرمانی سے بچا جائے، تا کہ انسان اس کی رحمت ومغفرت کا سزاوار قرار پائے۔

(۴۴۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَاحُ بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ فَيُنْشَرُ لَهُ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ تُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَظَلَمَتْكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ ثُمَّ يَقُولُ أَلَكَ عَنْ ذَلِكَ حَسَنَةٌ فَيُهَابُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَا فَيَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَاتٍ وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ لَهُ بِطَاقَةٌ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْبِطَاقَةُ الرُّقْعَةُ وَأَهْلُ مِصْرَ يَقُولُونَ لِلرُّقْعَةِ بِطَاقَةً.

ترجمۂ حدیث: صرف کلمۂ شہادت کا وزن تمام گناہوں پر بھاری ہونے کی وجہ سے مغفرت:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا اور اس کے سامنے اعمال نامہ کے ننانوے دفاتر رکھ دیے جائیں گے اور ہر دفتر تا حد نگاہ ہوگا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی اعمال کا منکر ہے؟ وہ کہے گا نہیں اے میرے پروردگار! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرے لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا؟ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی نیکی بھی ہے؟ وہ شخص ڈرے گا اور کہے گا نہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں تیری بہت سی نیکیاں ہمارے پاس موجود ہیں؟ اور آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہوگی، پھر ایک رقعہ نکالا جائے گا، جس میں اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله لکھا ہوگا، وہ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار ان نامہ اعمال کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہوگی، اور یہ میرے کیا کام آئے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا بے شک آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا، چناں چہ نامۂ اعمال کے تمام دفاتر ایک پلڑے میں، اور وہ کاغذ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا، وہ سب نامۂ اعمال کے دفاتر اٹھ جائیں

گے،اور کاغذ (جس پر کلمۂ توحید ہوگا) کا پلڑا جھک جائے گا۔حدیث کے راوی محمد بن یحییٰ کہتے ہیں،البطاقة: جو حدیث شریف میں آیا ہے،اس کے معنی رقعہ کے ہیں،مصر والے رقعہ کے لیے بطاقۃ کالفظ بولتے ہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث ہٰذا سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صدق دل سے ایک مرتبہ بھی کلمہ شہادت پڑھ لے گا تو ضرور اس کی نجات ہوگی،اور یہ کلمہ شہادت کا وزن میزان عمل میں تمام چیزوں اور تمام اعمال سے بھاری ہوگا،اس کے وزن کے برابر کوئی چیز نہ ہوگی،ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ کوئی خاص وظیفہ بتادیا جائے،جس کو پڑھ کر میں آپ کا قرب حاصل کروں،تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتا جا اور میرا قرب حاصل کرتا جا،حضرت موسیٰ نے عرض کیا یا اللہ! یہ تو سبھی لوگ پڑھتے ہیں،میں نے تو کوئی خاص وظیفہ مانگا تھا،تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تو نے اس کلمہ کو ہلکا سمجھا،سنو! قسم ہے میری کبریائی اور جلالت شان کی،اگر ساتوں آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے،چاند سورج عرش اور کرسی اور لوح وقلم سب ایک پلڑا میں رکھ دیا جائے اور اس کلمہ کو ایک پلڑا میں رکھ دیا جائے،تو بالیقین لا الٰہ الا اللہ کا پلڑا جھک جائے گا،معلوم ہوا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا وزن میزان عمل میں تمام چیزوں سے زیادہ ہے۔واللہ اعلم۔

(۱۵۱۲) بَابُ ذِكْرِ الْحَوْضِ

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی ہیں،جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت حذیفہؓ،حضرت ابوسلام حبشیؒ،حضرت انس بن مالکؓ،اور حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہیں،اس باب میں اس حوض کا بیان ہے جو قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے انبیاء کرام کو عطا فرمائے گا۔

حوض کے معنی:

لغت میں حوض کے معنی پانی جمع ہونا،اور بہنا،اسی لیے جو گندہ خون عورتوں کو ہر ماہ آتا ہے،حیض کہلاتا ہے،اور یہ لفظ بھی حوض ہی سے مشتق ہے،یہاں حوض سے وہ حوض مراد ہے،جو قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص ہوگا،جس کی صفات وخصوصیات اس باب میں منقول ہونے والی احادیث سے معلوم ہوگی،امام قرطبی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو حوض ہوں گے،ایک حوض تو میدان محشر میں پل صراط سے پہلے عطا ہوگا،اور دوسرا حوض جنت میں ہوگا،اور دونوں کا نام کوثر ہوگا،عربی زبان میں کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں،یعنی بے شمار بھلائیاں اور نعمتیں،پھر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ میدان محشر میں حوض عطا ہوگا،وہ میزان کے مرحلہ سے پہلے ہوگا،پس لوگ اپنی اپنی قبروں سے پیاس کی حالت میں نکلیں گے،اور پہلے حوض کوثر پر آئیں گے اس کے بعد میزان یعنی نامۂ اعمال کے تولے جانے کا مرحلہ پیش آئے گا،اسی

طرح میدان حشر میں ہر پیغمبر کے لیے الگ الگ حوض ہوگا، جس پر اس کی امت آئے گی، چناں چہ اس وقت تمام پیغمبر فخر اظہار کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر لوگ زیادہ پینے کے لیے آتے ہیں، ہمارے رسول جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میرے حوض پر پانی پینے کے لیے آنے والے لوگوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ کیوں کہ آپ کی امت کی تعداد اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوں گی، اس لیے حوض پر آنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہوگی۔

(۴۴۲۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا عَطِيَّةُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِي حَوْضًا مَا بَيْنَ الْكَعْبَةِ وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ أَبْيَضَ مِثْلَ اللَّبَنِ آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُومِ وَإِنِّي لَأَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمۂ حدیث: حوض کوثر کی خصوصیات وصفات:

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا ایک حوض (کوثر) ہے، اس کا فاصلہ بیت المقدس سے لے کر کعبہ تک ہے، (اس کا پانی) دودھ کی طرح سفید ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے بقدر ہے، اور میں قیامت کے دن دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں زیادہ ہوں تابعدار کے اعتبار سے، (یعنی میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد دوسرے انبیاء کے حوض پر آنے والوں کی بہ نسبت زیادہ ہوگی)

تشریح حدیث:

ما بين الكعبة وبين المقدس: یعنی اس حوض کی لمبائی چوڑائی اتنا زیادہ ہے جتنا بیت المقدس اور کعبہ کے درمیان فاصلہ ہے، بعض روایت میں یوں آیا ہے، کہ حوضی مسيرة شهر: میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے بقدر دراز ہے، دونوں کا مقصد اس کا بہت بڑا ہونا بیان کرنا ہے، یعنی حوض کوثر بہت زیادہ بڑا ہے، اس حدیث میں حوض کوثر کی خصوصیات وصفات کو بیان کیا گیا ہے، حوض کوثر چوڑائی میں مربع ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ تیز خوشبودار ہے، اور اس کے آب خورا پنی چمک دمک اور کثرت میں آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، جو شخص اس سے ایک مرتبہ پی لے گا پھر کبھی بھی دوبارہ اس کو پیاس نہ لگے گی، اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں کسی شراب کا پینا پیاس کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ حصول لذت کے لیے ہوگا، جس طرح جنت میں کسی چیز کا کھانا بھوک کی وجہ سے نہیں ہوگا، بلکہ ازراہ تنعم ہوگا، کیوں کہ جنت تو وہ جگہ ہے جہاں نہ بھوک لگے گی نہ پیاس، اور قرآن کریم سے اس حقیقت کو اسطرح واضح کیا گیا ہے، وان لك ان لا تجوع ولا تعرى ولا تظمئوا فيها ولا تضحي۔ یعنی جنت میں آرام ہی آرام ہوگا، بھوک و پیاس کا احساس وہاں قطعاً نہ ہوگا، اور نہ دھوپ وتپش کا کوئی خطرہ۔

(۴۴۳۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَوْضِي لَأَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ إِلَى عَدَنَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُومِ وَلَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَذُودُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا يَذُودُ الرَّجُلُ الْإِبِلَ الْغَرِيبَةَ عَنْ حَوْضِهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ.

ترجمۂ حدیث: حوض کوثر کی فضیلت:

حضرت حذیفہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میرے حوض کی دوری مقام ایلہ سے مقام عدن تک ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کچھ لوگوں کو میں حوض سے اسطرح دھکا دے کر دور کروں گا جیسے آدمی اجنبی اونٹ کو اپنے حوض سے دور کرتا ہے، کہا گیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں پہنچانیں گے، آپ نے فرمایا، ہاں، تم لوگ میرے پاس روشن پیشانی اور وضو کی وجہ سے چمکدار اعضاء کے ساتھ آؤ گے، (تمہارے ہاتھ پاؤں چمکدار ہوں گے) تمہارے لیے اور کسی امت کے لیے یہ نہیں ہوگا)

تشریح حدیث: حدیث شریف کی شرح ومطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۴۴۳۱) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ سَالِمٍ الدِّمَشْقِيُّ نُبِّئْتُ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيِّ قَالَ بَعَثَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَأَتَيْتُهُ عَلَى بَرِيدٍ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَيْهِ قَالَ لَقَدْ شَقَقْنَا عَلَيْكَ يَا أَبَا سَلَّامٍ فِي مَرْكَبِكَ قَالَ أَجَلْ وَاللَّهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ الْمَشَقَّةَ عَلَيْكَ وَلَكِنْ حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهِ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَوْضِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ تُشَافِهَنِي بِهِ قَالَ فَقُلْتُ حَدَّثَنِي ثَوْبَانُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ حَوْضِي مَا بَيْنَ عَدَنَ إِلَى أَيْلَةَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ أَكَاوِيبُهُ كَعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَدًا وَأَوَّلُ مَنْ يَرِدُهُ عَلَيَّ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ الدُّنْسُ ثِيَابًا وَالشُّعْثُ رُؤُسًا الَّذِينَ لَا يَنْكِحُونَ الْمُنَعَّمَاتِ وَلَا تُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ قَالَ فَبَكَى عُمَرُ حَتَّى اخْضَلَّتْ لِحْيَتُهُ ثُمَّ قَالَ لَكِنِّي قَدْ نَكَحْتُ الْمُنَعَّمَاتِ وَفُتِحَتْ لِيَ السُّدَدُ لَا جَرَمَ أَنِّي لَا أَغْسِلُ ثَوْبِي الَّذِي عَلَى جَسَدِي

حَتَّى يَتَّسِخَ وَلَا أَدْهُنُ رَأْسِي حَتَّى يَشْعَثَ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت ابوسلام حبشیؒ کہتے ہیں کہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے پاس آنے کا پیغام بھیجا۔ میں نے چوکی پر تازہ دم گھوڑا لے کر ان کے پاس پہنچا۔ چناں چہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے کہا اے ابوسلام ہم نے تجھ کو تکلیف دی۔ ہے، حضرت ابوسلام نے کہا جی ہاں خدا کی قسم اے امیر المومنین (حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھ کو تکلیف دینے کا مقصد میرا صرف یہ ہے مجھے ایک حدیث کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ اس کو حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ سے حوض کوثر کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں، تو میں نے چاہا کہ اس حدیث کو میں آپ سے براہ راست سن لوں۔ حضرت ابوسلام کہتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ نے بیان کیا ہے، کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بے شک میرے حوض کی مسافت مقام عدن سے لے کر ایلہ تک ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کی طرح ان گنت ہے، جو شخص اس سے ایک گھونٹ بھی پی لے گا، اسے پھر کبھی بھی پیاس نہ لگے گی، اور سب سے پہلے میرے پاس حوض پر فقراء، مہاجرین، میلے کچیلے، کپڑوں والے جو پراگندہ بالوں والے ہیں جو عمدہ عورتوں سے نکاح بھی نہیں کر سکتے اور ان کے لیے دروازے بھی نہیں کھولیں جاتے ہیں آئیں گے، حضرت ابوسلام کا بیان ہے، کہ (یہ سن کر) حضرت عمر بن عبدالعزیز رو پڑے، یہاں تک کہ آنسوں سے ان کی ریش مبارک تر ہوگئی، پھر فرمایا لیکن میں نے تو عمدہ عورتوں سے نکاح کیا اور میرے لیے دروازے بھی کھولے گئے ہیں، (لیکن اب میں اس طرح زندگی گزاروں گا) کہ میرے جسم پر جو کپڑے ہیں، ان کو اس وقت تک نہ دھوؤں گا جب تک میلے نہ ہو جائیں، اور نہ میں اپنے سر میں (اب) تیل لگاؤں گا تا کہ بال پراگندہ ہو جائیں۔

تشریح حدیث:

قوله: اتيته على بريد: البريد: دواب توقف على منازل مرتبته ويركب عليه الرسول وغيره واحدا بعد واحد وذالك لاسراع السير برید اس تازہ دم جانور کو کہا جاتا ہے جو منزلوں میں قاصدوں وغیرہ کو سوار کرانے کے لیے روک رکھا جاتا ہے، اور یہ اس لیے ہوتا ہے تا کہ تیز چلے۔ ہوتا یہ تھا کہ ایک قاصد سامان لے کر ایک مخصوص جگہ ڈاک خانہ گیا وہاں تازہ دم گھوڑے پہلے سے بندھے ہوئے تھے، اب یہاں سے جس گھوڑے پر سوار ہو کر گیا اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور جو گھوڑا پہلے سے وہاں موجود ہے اور تازہ دم ہے، اس کو لے لیا، اسی طرح اگلی منزل میں بھی ہوتا تھا، اور تازہ دم گھوڑے لینے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ تیزی کے ساتھ منزل رسائی ہو جائے۔

قولہ: اکاویب: جمع اکواب: جمع کوب۔ آب خورے پیالے، اکاویب اکواب کی جمع ہے اور اکواب کوب کی جمع ہے۔

قولہ: ولا یفتح لھم السدر بضم السین وفتح الدال سدة کی جمع ہے ای لا یفتح لھم الابواب

قولہ: حتی اخضلّت: بتشدید اللام بمعنی ابتلت۔

حضرت ابوسلام حبشیؒ نے جب حدیث سنائی اور یہ بیان فرمایا کہ مومن کوثر پر سب سے پہلے فقراء مہاجرین اور وہ مسلمان جائیں گے جو اس دنیا میں لوگوں کی نظر میں بے حیثیت اور بے وقعت تھے، کوئی خوبصورت حسب ونسب والی عورت اس سے نکاح کرنے کے لیے تیار نہ ہوتی تھی ان کے کپڑے پھٹے پرانے اس طرح ہوتے تھے کہ دنیا میں کوئی اپنے پاس بیٹھانا گوارہ نہ کرتا تھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز اشکبار ہو گئے اور آنسوں کے سیلے رواں نے آپ کے ریش مبارک کو تر کر دیا اور آپ نے آئندہ زندگی کے لیے عزم مصمم کر لیا میرے جسم پر جو کپڑے ہیں ان کو بھی نہ دھوؤں گا تا کہ وہ میلے کچیلے ہو جائیں اور نہ کبھی سر میں تیل مالش کروں گا، تا کہ بال پراگندہ ہو جائے اور کم از کم جو زندگی کے ایام باقی رہ گئے ہیں اور اس جسد خاکی میں جو سانس کی آمد و رفت باقی رہ گئی ہے، وہ تو اس حدیث رسول کے مطابق گزر جائے۔ یہ درحقیقت حضرت خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تقوی، خوف، خشیت اور اللہ تعالی سے ڈرنے کی بات تھی جو اس طرح فرما رہے ہیں ورنہ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی اللہ تعالی کے خوف وخشیت میں گزری جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے واقعات تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور ان کے خلوص وللّٰہیت اور تقوی وطہارت پر واضح طور پر دال ہے۔

(۴۴۳۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ نَاحِيَتَيْ حَوْضِي كَمَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَالْمَدِينَةِ أَوْ كَمَا بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَعُمَانَ.

ترجمۂ حدیث: حوضِ کوثر کی بڑائی:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حوض کے دونوں کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا صنعا اور مدینہ منورہ کے درمیان یا فرمایا جتنا مدینہ منورہ اور عمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حوض کوثر بہت بڑا ہے اسی بڑائی کو بیان کرنے کے لیے آپ ﷺ نے یہ پیرایۂ بیان اختیار فرمایا، مقصود حقیقت میں صنعاء اور مدینہ یا مدینہ اور عمان کے درمیان فاصلہ کو بیان کرنا نہیں ہے۔

(۴۴۳۳) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ يُرَى فِيهِ أَبَارِيقُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ.

ترجمۂ حدیث: حوض کوثر پر سونے اور چاندی کے آب خورے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حوض کوثر پر سونے اور چاندی کے برتن کی تعداد آسمان کے ستاروں کی طرح ہے۔

تشریح حدیث:

سونے اور چاندی کے برتن کا استعمال دنیا میں تو حرام ہے، البتہ آخرت میں جائز ہے، اور حوض کوثر پر پانی پینا آخرت میں ہوگا، اور سونے چاندی کا برتن استعمال وہاں ہوگا، اس لیے اس پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔

(۴۴۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَسَلَّمَ عَلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى بِكُمْ لَاحِقُونَ ثُمَّ قَالَ لَوَدِدْنَا أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانِي الَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَعْدِي وَأَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ مِنْ أُمَّتِكَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَمْ يَكُنْ يَعْرِفُهَا قَالُوا بَلَى قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ قَالَ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ ثُمَّ قَالَ لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ فَأُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمُّوا فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ وَلَمْ يَزَالُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ فَأَقُولُ أَلَا سُحْقًا سُحْقًا.

ترجمۂ حدیث: بدعتیوں کو حوض کوثر پر سے دھکا مار کر بھگا دیا جائے گا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ قبرستان والوں کو سلام کیا، اور یوں فرمایا: السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ تعالی بکم لاحقون: پھر آپ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں، حضرا[illegible] نے عرض کیا، یارسول اللہ! ﷺ کیا ہم لوگ آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ تو میرے [illegible] تو وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے، اور میں تم لوگوں کے لیے حوض کوثر پر پیش رو ہوں، حضرات صحابہ کرام ر[illegible]للہ تعالی علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ؟! جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ہیں (اور نہ آپ نے ان کو دیکھا ہے) ان کو کس طرح پہچانیں گے؟ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا بھلا بتاؤ، اگر کسی آدمی کا سفید پیشانی والا اور سفید ہاتھ پاؤں والا گھوڑا ہو خاص سخت سیاہ گھوڑوں کے

درمیان تو کیا وہ اسے نہیں پہچانے گا، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور پہچانے گا) رسول اقدس ﷺ نے فرمایا پس میری امت کے لوگ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ ان کے اعضاء وضوء کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے، آپ نے فرمایا میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حوض پر سے کچھ لوگوں کو اس طرح دھکا دیکر بھگا دیا جائے گا جس طرح گم شدہ اونٹ کو بھگا دیا جاتا ہے، (فرشتے ان کو حوض کوثر پر آنے نہیں دیں گے اگر وہ آنا چاہیں گے، تو انہیں وہاں سے دھکا مار کر بھگا دیا جائے گا) تو میں ان کو آواز دوں گا اور بلاؤں گا کہ ادھر آؤ ادھر آؤ تو مجھ سے کہا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے بعد آپ کے دین کو بدل دیا تھا، اور ہمیشہ دین اسلام سے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹتے رہے تو (حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد) میں کہوں گا، خبردار! دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ۔

تشریح حدیث:

علامہ عبدالبر مالکی اپنی معروف کتاب التمہید میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے حوض کوثر کے سلسلہ میں احادیث متواتر صحیح اور بکثرت ثابت ہیں اس پر ایمان لانا اہل سنت والجماعت کے نزدیک واجب ہے اور اس کے وجود کا اقرار واجب اور لازم ہے اور اس سلسلہ میں احادیث مبارکہ میں جو کچھ بھی آیا ہے اہل حق کے نزدیک تصدیق ضروری ہے، البتہ اہل بدعت میں سے معتزلہ اور خوارج حوض کوثر کا انکار کرتے ہیں، **الاحادیث فی حوضه متواترة صحیحة ثابتة کثیرة، والایمان بالحوض عند جماعة علماء المسلمین واجب: والاقرار به عند الجماعة لازم، وقد نفاه اهل البدع من الخوارج والمعتزلة واهل الحق علی التصدیق بما جاء عنه فی ذالك ﷺ** (۱)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دین وشریعت میں کوئی نئی بات پیدا کرتے ہیں اور اس پر دین وثواب سمجھ کر عمل کرتے ہیں وہ قیامت کے دن حوض کوثر سے دھتکار کر بھگا دئے جائیں گے، انہیں جام کوثر نصیب نہ ہوگا، رسول اکرم ﷺ انہیں بلائیں گے، لیکن فرشتے کہیں گے کہ اے محمد! آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد کیا کیا بدعات پیدا کی تھیں، ان لوگوں نے آپ کے دین وشریعت کو جس پر آپ حضرات صحابہ کرام کو چھوڑ کر آئے تھے بالکل بگاڑ دیا تھا، رسول اکرم ﷺ یہ سن کر فرمائیں گے، **سحقا سحقاً**۔ دور ہو جاؤ۔ دور ہو جاؤ اس سے معلوم ہوا کہ بدعت اس قدر منحوس چیز ہے کہ اس کا مرتکب جام کوثر سے قیامت کے دن محروم رہے گا، اور نبی ان کو سحقا سحقا کہہ کر بھگا دیں گے اور سب سے زیادہ سختی کے ساتھ ان لوگوں کو بھگایا جائے گا، جو مسلمانوں کی مخالفت کرتے اور ان کے آپسی اتحاد واتفاق اور یگانگت اور بھائی چارگی کو ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور ان کی شیرازہ بندی کو بکھیرنے کی سعی کرتے ہیں

(۱) التمہید: ۲/ ۱۵۶ بحوالہ اهداء الدیباجة: ۵/ ۲۱۲۔

مثلاً خوارج، اور روافض معتزلہ وغیرہ، اور فی زمانا رضا خوانی، حضرات یعنی فرقہ ضالہ مضلہ بریلویت بھی اسی میں داخل ہیں، جو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے کی سعی مذموم میں پوری زندگی صرف کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام ظالم وجابر اور حق کو مٹانے والی جماعت اس وعید شدید میں داخل ہے۔ وكل من احدث في الدين ما لا يرضاه الله ولم ياذن به فهو من المطرودين عن الحوض من المعبدين عنه، والله اعلم۔ واشدهم طرداً خالف جماعت المسلمين، وفارق سبيلهم مثل الخوارج على اختلات فرقها، والروافض على تباين ضلالها، والمعتزلة على اصناف اهوائها فهؤلاء وكلهم يبدلون، وكذالك الظلمة المرفون في الجود والظلم وتطيس الحق وقتل أهله واذلالهم، والمعلون بالكبائر المستخفون بالمعاصي وجميع اهل الزيغ والاهواء والبدع كل هؤلاء يخاف عليهم ان يكونوا اعنوا أبهذا الخبر، ولا يخلد في النار الا كافر جاحد ليس في قلبه مثقال حبة خردل من ايمان، وقد قال ابن القاسم رحمة الله عليه قد يكون من غير اهل الاهواء من هو شر من اهل الاهواء، وكان يقال تمام الاخلاص تجنب المعاصي (اہداء الدیباجہ:۵/ ۶۱۳)

(۱۵۱۳) بَابُ ذِكْرِ الشَّفَاعَةِ

اس باب میں حضرت امام ابن ماجہؒ نے گیارہ حدیثیں نقل کی ہیں۔ جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت انس بن مالکؓ حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت عمران بن حصینؓ حضرت عبداللہ بن ابی الجدعاؓ، اور حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے مروی ہیں۔ اس باب میں شفاعت صغریٰ اور شفاعت کبریٰ سے متعلق احادیث مذکور ہیں۔

شفاعت کے معنی:

لغت میں شفاعت کے معنی معونت، نصرت اور مدد کرنے کے آتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی معافی کی سفارش کرنا، خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر کرنے کی درخواست کرنا۔ چناں چہ رسول اکرم ﷺ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں گنہ گار مسلمانوں اور مجرم بندوں کی شفاعت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی اجازت سے گناہوں اور جرموں وخطاؤں کے معاف کئے جانے کی درخواست پیش کریں گے شفاعت کا لفظ عام طور پر معنی ومفہوم میں استعمال ہوتا ہے، ایسے لفظ شفاعت درحقیقت شفع سے نکلا ہے جس کے معنی جوڑا کرنے، اور کسی چیز کو کسی چیز سے ملانے کے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں وتر کا لفظ آتا ہے، پس شفاعت شرعی میں یہ معنی بھی اس اعتبار سے موجود ہیں کہ شفاعت کرنے والا جرم وگناہ کرنے والے کی معافی کی درخواست پیش کر کے گویا خود کو اس گناہ گار مجرم کے ساتھ ملاتا ہے۔

شفاعت کااثبات اوراس پرایمان:

امام نوویؒ قاضی عیاض المالکیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق شفاعت کا ثبوت عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے ہے قرآن مجید میں اللہ رب العزت والجلال فرماتا ہے يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا نیز ارشادربانی ہے ولا یشفعون الشفاعة الا لمن ارتضى اور اس جیسی اور بھی آیات ہیں، جو شفاعت کے ثبوت پر آفتاب نصف النہار کی طرح واضح طور پر دال ہیں، نیز شفاعت کے سلسلہ میں احادیث صحیحہ درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہے۔اس لیے اس کا انکار ایک بداہت کا انکار لازم آئے گا، نیز شفاعت کے ثبوت پر اہل سنت والجماعت کا اجماع اور سلف صالحین کا اتفاق ہے۔

البتہ معتزلہ وخوارج یہ دونوں فرقے شفاعت کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذنبین وعصاة امت کے لیے تخلید فی النار ہے یعنی دائمی طور پر ان کے لیے دوزخ ہے وہ گنہگاروں کے خلود جہنم کے قائل ہیں۔ان لوگوں نے قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے استدلال فاسد کیا ہے۔ارشادربانی ہے۔

(۱) فما تنفعهم شفاعة الشافعين (۲) ما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع ان آیات کریمہ سے استدلال فاسد کرتے ہوئے معتزلہ اور خوارج نے عدم اثبات شفاعت کا عقیدہ اپنایا ہے جو بالکل فاسد اور سوفیصد غلط ہے۔مذکورہ آیات جن سے عدم اثبات شفاعت پر استدلال کیا ہے کفار کے بارے میں ہیں نہ کہ عصاة المومنین اور گنہ گار مسلمانوں کے بارے میں اور ان احادیث سے شفاعت کا ثبوت ملتا ہے ان کا غلط تاویل کرنا اور شفاعت کا انکار کرنا صریح البطلان ہے۔

قال القاضي عياض رحمة الله تعالى عليه، مذهب اهل السنة والجماعة جواز الشفاعة عقلاً ووجوبها سمعاً بصريح قوله تعالى يومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمٰن ورضى له قولا الخ (۱)

شفاعت کے انواع واقسام

جن لوگوں نے دنیا میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کئے ہوں گے ان کے حق میں رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کا قبول ہونا اور ان پر ایمان لانا واجب ہے، واضح ہونا چاہئے کہ شفاعت کی مختلف نوعیتیں ہوں گی لیکن وہ تمام نوعیتیں رسول اکرم ﷺ کی ذات کے لیے ثابت ہیں چناں چہ ان میں سے بعض شفاعتیں ایسی ہوں گی جو صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات ہی کے ساتھ خاص ہوں گی، اور بعض ایسی ہوں گی جن میں دوسروں کی مشارکت ہوگی لیکن باب شفاعت چونکہ سب سے پہلے آپ ہی کھولیں گے، اس لیے تمام شفاعتیں لوٹ کر آپ کی طرف منسوب ہوں گی اور علی الاطلاق تمام شفاعتوں کے والی آپ ہی ہوں گے۔

(۱) شرح النووی علی مسلم: ۱/۱۰۴

امام نووی شارح مسلمؒ نے شفاعت کی کل پانچ قسمیں لکھی ہیں جبکہ شارح مشکوۃ حضرت مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری صاحب مظاہر حق جدید نے شفاعت کی کل دس قسمیں لکھی ہیں تاہم موصوف کی شرح میں آٹھویں قسم مذکور نہیں ہے بلکہ ساتویں کے بعد نویں قسم مذکور ہے، احقر الوری بندہ ناچیز یہاں امام نووی کے بیان کردہ اقسام شفاعت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔

(۱) شفاعت کی پہلی قسم شفاعت کبری:

یہ وہ شفاعت ہے جو تمام مخلوق کے حق میں ہوگی، اور یہ شفاعت کرنے کا حق صرف ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ کو ہی حاصل ہوگا، دوسرے انبیاء کرام میں سے کسی کو اس شفاعت کی مجال و جرأت نہ ہوگی، اور اس شفاعت کبری یا شفاعت عظمی سے مراد ہے میدان محشر میں لوگوں کو راحت دینے اور وقوف کی شدت کو ختم کرنے، حساب و کتاب اور پروردگار عالم کے آخری فیصلہ کو ظاہر کرنے اور تمام لوگوں کو محشر کی ہولناکیوں شدتوں اور تکلیفوں سے نجات دینے کے لیے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کرنا ہے۔ اولها المختصه نبينا ﷺ وهي الاراحة من هدل الموقف وتعجيل الحساب (۱)

(۲) شفاعت کی دوسری قسم حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل کرانا:

دوسری قسم کی شفاعت وہ ہے جس کے ذریعہ ایک طبقہ کو حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل کرانا مقصود ہوگا، آنحضرت ﷺ کی ذات کے لیے بھی یہ دوسری قسم کی شفاعت منقول اور ثابت ہے بلکہ عند البعض شفاعت کی یہ قسم بھی حضور ہی کے ساتھ خاص ہے، الثانية: في ادخال قوم الجنة بغير حساب وهذه ايضاً وردت لنبينا ﷺ (۲)

(۳) شفاعت کی تیسری قسم مستحق جہنم کو جنت میں پہنچانا:

شفاعت کی تیسری قسم وہ ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو جنت میں پہنچانا مقصود ہوگا جو اپنے جرائم اور معاصی کے سبب سزا بھگتنے کے لیے مستوجب نار قرار دئے جا چکے ہوں گے، لیکن آنحضرت ﷺ بارگاہ خداوندی میں ان لوگوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور انہیں جنت میں داخل کرائیں گے الثالثة الشفاعة لقوم استوجب النار فيشفع فيهم نبينا ﷺ ومن يشاء الله تعالى (۳)

(۴) شفاعت کی چوتھی قسم ان لوگوں کے لیے ہے جو جہنم میں داخل ہو چکے ہیں:

شفاعت کی چوتھی قسم وہ ہے جو اپنے اعمال بد اور افعال سیئہ کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جا چکا ہو پھر ہمارے رسول شفاعت کر کے ان کو جنت میں داخل کرائیں گے شفاعت کی یہ قسم مشترکہ ہوگی آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم

(۱) شرح النووی: ۱/۱۰۴ (۲) بحوالہ سابق۔ (۳) شرح النووی علی صحیح مسلم: ۱/۱۰۴

السلام، ملائکہ، شہداء اور حضرات علماء کرام اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے لوگوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور انہیں جہنم سے نکالیں گے، پھر بالکل اخیر میں اللہ تبارک وتعالی ان تمام لوگوں کو جہنم سے خلاصی عطا فرمادیں گے، جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے صرف کافر لوگ جہنم میں رہ جائیں گے الرابعة فی من دخل النار من المومنین الخ (۱)

(۵) شفاعت کی پانچوی قسم بلندی درجات کے لیے:

شفاعت کی پانچوی قسم وہ ہے جس کے ذریعہ کچھ لوگوں کے درجات ومراتب اور ان کے اعزاز واکرام میں ترقی اور اضافہ کرانا مقصود ہوگا، الخامسة : الشفاعة فی زیادة الدرجات من الجنة لاهلها: (۲) معتزلہ اور خوارج شفاعت کبری اور پانچویں قسم کی شفاعت کا انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کو مانتے ہیں جیسا کہ حضرت امام نووی نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

(۴۴۳۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي فَهِيَ نَائِلَةٌ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا.

ترجمۂ حدیث: مشرک کے علاوہ سارے مسلمانوں کی شفاعت نبوی:

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے، چناں چہ ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کر کے دنیا ہی میں پوری کر لی لیکن میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا رکھا ہے چناں چہ میری یہ شفاعت ہر اس شخص کو مفید ہوگی جو اللہ تعالی کے ساتھ شرک نہ کیا ہوگا۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اعزاز واکرام میں بطور فضل واحسان کے اپنے اوپر یہ واجب کیا ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا ضرور بالضرور یقینی طور پر قبول کی جائے گی، چناں چہ تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی اس دعا کو دنیا ہی میں کر کے جلدی قبول کروالیا ہے لیکن میں نے اس دعا کو قیامت کے دن کے لیے اپنی امت کے شفاعت کے واسطے محفوظ کر رکھا ہے اور میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا اور میری شفاعت کا فائدہ ہر اس شخص کو ہوگا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوگا ہر موحد مسلمان اس شفاعت سے فائدہ اٹھائے گا۔ واللہ اعلم۔

(۱) شرح النووی: ۱/۱۰۴

(۲) شرح النووی: ۱/۱۰۴، مزید مطالعہ کریں مظاهر حق جدید: ۶/۴۴۸، انفع المسلم: ۱/۴۹۳-۴۹۴، نصر اللملهم وغیره

(۴۴۳۶) حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى وَأَبُو إِسْحَقَ الْهَرَوِيُّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ.

ترجمۂ حدیث: قیامت کے دن آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں (یہ تو فضل الہٰی اور نعمت خداوندی ہے) اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین میرے لیے پھٹے گی، (یعنی قبر سے باہر نکلوں گا) اور کوئی فخر کی بات نہیں، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی اور مجھے اس پر کوئی فخر و غرور نہیں، اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر کوئی غرور نہیں کوئی فخر نہیں۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا فضل و کمال اور شرافت و کرامت محض فضل الہٰی کی وجہ سے حاصل ہوئی اس کے حصول میں میرے نفس کا کوئی دخل نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اپنی قوت و طاقت سے حاصل کیا ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالی نے فضل فرمایا اور انعام کیا لہٰذا میرے لیے جائز نہیں کہ میں اس پر فخر و مباحات کروں۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیوں بیان فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے تحدیث بالنعمۃ کے طور پر بیان فرمایا قرآن کریم میں حکم ربانی ہے واما بنعمة ربك فحدث: بیان کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ تاکہ امت کو یہ معلوم ہو جائے اور اس پر عمل کرے اور اس کے مقتضی پر عمل کرے اور اس کے بارے میں خالص اسلامی اور صحیح عقیدہ رکھیں۔ الغرض اس میں اس کا بیان ہے جس کی تبلیغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی۔ ان هٰذه الفضيلة التى نلتها كرامة من الله لم انلها من قبل نفسى ولا بلغتها بقولى فليس لى ان افتخر بها۔ قال الحزرى: وقال النووى: فيه وجهان: احدهما: قاله امتثالاً لامر الله تعالى: واما بنعمة ربك فحدث:

وثانيهما انه من البيان الذى يجب عليه تبليغه الى امته ليعرفوه ويعتقدوه، ويعملوا بمتقضاه فى توفيره صلی اللہ علیہ وسلم كما امرهم الله تعالى به انتهى (۱)

قوله: لواء الحمد بيده: اللواء کسرہ اور مد کے ساتھ بمعنی جھنڈا، جس کو صاحب الجیش تھامتا ہے، علامہ طیبی فرماتے

(۱) تحفة الاحوذى: ۷/۴۷۸

ہیں کہ لواء الحمد شہرت سے کنایہ ہے نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ قیامت میں حمد کے لیے جھنڈا ہو جس کا نام لواء الحمد ہے۔

علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ لواء الحمد درحقیقت مقام حمد ہے، اور یہ تمام مقامات میں سب سے اعلی اور افضل ہے تمام مقامات و درجات اس سے نیچے ہیں اور جب ہمارے نبی سید المرسلین خاتم النبیین اور احمد الخلائق فی الدنیا والآخرہ ہیں تو انہیں لواء الحمد عطا کیا گیا تا کہ قیامت کے دن اولین و آخرین آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوں، چناں چہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ارشاد آدم و من دونہ تحت لوائی سے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں کہ حدیث باب میں لواء الحمد سے مراد اس کے معنی حقیقی ہونا بالکل ظاہر اور متعین ہے اور حدیث میں حمد کا جھنڈا ہی مراد ہے اور قاعدہ ہے کہ امکان حقیقت کے ساتھ مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا ہے، قلت: حمل لواء الحمد علی معناہ الحقیقی ھو الظاھر بل ھو المتعین۔ لانہ لا یصار الی المجاز مع امکان الحقیقۃ (۱)

(۴۴۳۷) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَلَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلَكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمْ نَارٌ بِذُنُوبِهِمْ أَوْ بِخَطَايَاهُمْ فَأَمَاتَتْهُمْ إِمَاتَةً حَتَّى إِذَا كَانُوا فَحْمًا أُذِنَ لَهُمْ فِي الشَّفَاعَةِ فَجِيءَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ضَبَائِرَ فَبُثُّوا عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَقِيلَ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ فِي الْبَادِيَةِ.

ترجمۂ حدیث: جہنم میں داخل شدہ مومنین کے لیے شفاعت:

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہر حال جہنمی لوگ جو جہنم میں رہیں گے، وہ اس میں نہ مریں گے اور نہ ہی جئیں گے (یعنی بالکل مضطرب و بے چین رہیں گے) لیکن (جہنم میں) کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کو آگ ان کے گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے جکڑ لے گی اور ان کو مار ڈالے گی، یہاں تک کہ وہ جل کر بالکل کوئلہ ہو جائیں گے تو اس وقت ان کے لیے شفاعت کی اجازت ہوگی، پھر انہیں گروہ در گروہ جنت کی نہر کے کنارے لائیں جائیں گے، اور وہ پھیل جائیں گے، پس جنت کے لوگوں سے کہا جائے گا کہ ان پر جنت کا پانی ڈالو۔ چناں چہ وہ لوگ اس طرح اگیں گے جیسے دانہ نالی کے بہاؤ میں اگتا ہے، (اور بہت تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے) یہ حدیث سن کر ایک صحابی نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ حضور ﷺ جنگل میں بھی رہے ہوں (اور زراعت کے احوال سے بھی پوری طرح واقف ہیں کہ کس جگہ دانہ خوب تیزی سے اگتا ہے۔

(۱) تحفۃ الاحوذی: ۷/ ۲۷۸

تشریح حدیث:

قوله: ضبائر، ضبائر لفظ ضبائر : ضبارة کی جمع ہے بمعنی جماعت گروہ، یہ لفظ ضاد کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے ہر مجتمع شئی کو ضبارہ کہتے ہیں۔

قوله: في حميل السيل: هو ما يجيئ بالسيل من طين مرتين لو غثاء او غيرها۔ بمعني محمولة۔ مٹی تنکا اور جھاگ وغیرہ جو کچھ بھی پانی کا بہاؤ لے کر آئے کوڑا کرکٹ کی جگہ۔ اگر برسات میں وہاں کو دانہ اتفاق سے پڑ جاتا ہے تو وہ بڑی سرعت وتیزی کے ساتھ اگتا ہے اسی طرح اہل جہنم کے کوئلہ شدہ جسم پر جب آب حیات ڈالا جائے گا تو اس کا جسم بہت سرعت کے ساتھ اپنی اصل حالت پر لوٹ آئے گا اور بالکل تروتازہ نظر آئیں گے۔

(۴۴۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي.

ترجمۂ حدیث: اہل کبائر کے لیے آپ کی شفاعت:

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی کی میری شفاعت صرف میری امت کے لوگوں کے حق میں مخصوص ہوگی دوسری امتوں کے لیے نہیں، علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ یہاں جس شفاعت کا ذکر ہے اس سے وہ شفاعت مراد ہے جو عذاب سے نجات اور خلاصی دلانے کے لیے ہوگی۔ ورنہ تو وہ شفاعت جو درجات کی بلندی اور مراتب کے علوشان کے لیے ہوگی وہ اتقیاء اصفیاء علماء وصلحاء کے حق میں ثابت ہے۔

(۴۴۳۹) حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُيِّرْتُ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ وَبَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِأَنَّهَا أَعَمُّ وَأَكْفَى أَتُرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِينَ لَا وَلَكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ الْخَطَّائِينَ الْمُتَلَوِّثِينَ.

ترجمۂ حدیث: حق شفاعت نصف امت کو جنت میں داخلے کے بارے میں اختیار:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ میں شفاعت کا حق لوں یا

میری امت میں سے آدھے کو جنت میں داخل کر دیا جائے تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا، کیوں کہ وہ تو عام ہوگی اور کافی ہوگی، اور تم سمجھتے ہو کہ میری شفاعت صرف متقیوں کے لیے ہوگی؟ ایسی بات نہیں ہے بلکہ گنہگاروں اور خطا کاروں اور قصور والوں کے لیے بھی ہوں گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا کہ آپ چاہیں تو شفاعت کا حق لیں، اور اگر آپ چاہیں تو آپ کی امت میں سے آدھے لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ آپ جو چاہیں پسند کریں۔ رسول پاک ﷺ نے شفاعت کو انفع اور اکفی سمجھتے ہوئے اختیار کیا کیوں کہ جب شفاعت کا حق مل گیا تو آپ اپنی ساری امت کو بخشوالیں گے اس لیے اس کا دائرہ افادیت زیادہ وسیع ہے۔ اس کے اختیار کرنے میں امت کا زیادہ فائدہ تھا اسی لیے آپ نے حق شفاعت کو اختیار فرمالیا اس کے برخلاف اگر آپ یہ پسند فرمالیتے کہ میری آدھی امت جنت میں چلی جائے تو وہ بات نہیں تھی، آدھی امت کا مسئلہ علی حالہ باقی رہتا رسول اکرم ﷺ کو جب بھی اللہ کی طرف سے دو امر میں اختیار دیا گیا تو آپ نے اس کو اختیار فرمایا جس میں امت کا فائدہ اور آسانی ہوتی تھی احادیث کی کتابوں میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

(۴۴۴۰) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلْهَمُونَ أَوْ يَهُمُّونَ شَكَّ سَعِيدٌ فَيَقُولُونَ لَوْ تَشَفَّعْنَا إِلَى رَبِّنَا فَأَرَاحَنَا مِنْ مَكَانِنَا فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ يُرِحْنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ وَيَشْكُو إِلَيْهِمْ ذَنْبَهُ الَّذِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي مِنْ ذَلِكَ وَلَكِنِ ائْتُوا نُوحًا فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ وَيَسْتَحْيِي مِنْ ذَلِكَ وَلَكِنِ ائْتُوا خَلِيلَ الرَّحْمَنِ إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنِ ائْتُوا مُوسَى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَهُ النَّفْسَ بِغَيْرِ النَّفْسِ وَلَكِنِ ائْتُوا عِيسَى عَبْدَ اللهِ وَرَسُولَهُ وَكَلِمَةَ اللهِ وَرُوحَهُ فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلَكِنِ ائْتُوا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ فَيَأْتُونِي فَأَنْطَلِقُ قَالَ فَذَكَرَ هَذَا الْحَرْفَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ فَأَمْشِي بَيْنَ السِّمَاطَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ ثُمَّ عَادَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ يَا مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ

الثَّانِيَةَ فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ لِي ارْفَعْ مُحَمَّدُ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الثَّالِثَةَ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ قُلْ يُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ.

قَالَ يَقُولُ قَتَادَةُ عَلَى أَثَرِ هَذَا الْحَدِيثِ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ.

ترجمہ حدیث: شفاعت رسول کا ذکر

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام مومنین یکجا ہوں گے، پھر امت کے دلوں میں یہ بات ڈالی جائے گی اور وہ کہیں گے کہ کاش ہم کسی کی سفارش اپنے پروردگار کے پاس لے جائیں۔ تاکہ وہ ہمیں اس جگہ کی تکلیف سے نجات دے کر آرام دے، (کیوں کہ میدان محشر میں گرمی کی شدت اس قدر تیز ہوگی کہ سورج بالکل سوا نیزے پر ہوگا، اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں شرابور اور ڈوبے ہوئے ہوں گے اور پیاس کی شدت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی)

چناں چہ لوگ شفاعت کے لیے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ آپ تو آدم ابوالناس ہیں اللہ تعالی نے آپ کو خاص دست قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا ہے، (آپ تو مسجود ملائکہ ہیں) آپ ہماری شفاعت اپنے رب کے پاس کردیجئے کہ ہمیں اس جگہ سے نجات دے کر کسی آرم دہ جگہ لے جائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرا یہ مرتبہ نہیں کہ مین اسوقت اللہ تبارک وتعالی سے کچھ عرض کرسکوں۔ وہ اپنے گناہ کو یاد کریں گے اور لوگوں سے بیان کریں گے اور اللہ تعالی سے حیا کریں گے، (اور شفاعت سے انکار کردیں گے) وہ کہیں گے آپ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پس وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالی نے اہل زمین کے لیے بھیجا ہے۔ چناں چہ یہ سارے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، (اور شفاعت کی درخواست کریں گے) تو وہ کہیں گے میں قابل نہیں اور اپنے اس سوال کو یاد کریں گے جو انہوں نے اپنے رب سے اس دنیا

میں کیا تھا۔ جس کا انہیں علم نہ تھا، اس کی وجہ سے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کرنے سے شرم کریں گے۔ اور کہیں گے تم البتہ حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں چناں چہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے (اور ان سے بھی حسب سابق شفاعت کی درخواست کریں گے) وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں (کہ بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں) البتہ تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لے جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا ہے اور انہیں توریت عطا کی ہے چناں چہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں اس قابل کہاں (کہ بارگاہ الٰہی میں شفاعت کروں) اور ناحق طور پر انہوں نے دنیا میں جو قتل کیا تھا۔ (یعنی قبطی کو) اس کو یاد کریں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ایسا کرو کہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ اس لیے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اللہ کا کلمہ اور روح ہیں چناں چہ یہ سارے حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے (اور حسب سابق شفاعت کرنے کے لیے درخواست کریں گے) تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں اس لائق نہیں، (کیوں کہ میری امت نے مجھے خدا بنا کر عبادت کی اگر مجھ سے سوال ہو گیا تو میں کیا جواب دوں گا) اس لیے تم لوگ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے پاس چلے جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ ہے اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے معاف کر دئے ہیں (وہ تم لوگوں کی شفاعت بارگاہ الٰہی میں کریں گے)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا ان کی خواہش پوری کرنے کے لیے (راوی کا بیان ہے کہ یہ حرف حسن سے مذکور ہے) میں مومنوں کی دو صفوں کے درمیان چلوں گا (پھر حدیث انس کی طرف لوٹ آئی) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی اجازت مانگوں گا۔ چناں چہ مجھے اجازت دیدی جائے گی میں جب اپنے آپ کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا میں سجدہ ہی میں پڑا رہوں گا۔ پھر کہا جائے گا اے محمد سر اٹھایئے! اور کہہ جو کہنا چاہتا ہے سنی جائے گی، اور سوال کیجئے دیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائے گی، پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کروں گا جو مجھے اسی وقت سکھلایا جائے گا، پھر میں بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد متعین کر دی جائے گی پھر پس ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ پھر میں اس کے بعد دوسری مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آؤں گا اور جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو میں سجدے میں گر پڑوں گا اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا میں اسی طرح سجدے میں پڑا رہوں گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! سر اٹھایئے کہئے سنا جائے گا، سوال کیجئے دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائے گی پھر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی حمد وثنا اور تعریف بیان کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسی دن وہ سکھلائے گا، پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد متعین کر دی جائے گی پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا پھر میں تیسری بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹ کر آؤں گا تو جب میں اللہ تعالیٰ کو

دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا، اور جب تک اللہ تعالی چاہے گا میں اسی طرح سجدے میں پڑا رہوں گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! سر اٹھائیے! جو کچھ کہنا ہے کہیئے سنا جائے گا سوال کیجئے دیا جائے گا، اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالی کی ایسی حمد وثنا کروں گا جو اللہ تعالی اسی دن مجھے سکھلائے گا پھر میں (بارگاہ خداوندی میں) شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد متعین کردی جائے گی پس اللہ تعالی ان لوگوں کو جنت میں داخل کردے گا پھر میں چوتھی بار اللہ رب العزت کی خدمت میں آؤں گا اور عرض کروں گا اے میرے پروردگار! اب ان لوگوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا جن کو قرآن ہی نے روک دیا ہے (یعنی مشرکین)

راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت قتادہؒ اس حدیث کے بعد یہ بیان کرتے تھے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بھی لا الہ الا اللہ (صدق دل سے) کہا ہوگا اور اس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہوگا، جہنم سے نکلے گا، اور وہ شخص بھی نکلے گا جس نے صدق دل سے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے قلب میں گندم کے برابر بھی ایمان ہوگا اور وہ شخص بھی جہنم سے نکلے گا جس نے دل سے لا الہ الا اللہ پڑھا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔

تشریح حدیث:

قولہ: فانہ اول رسول بعثہ اللہ الی اھل الارض: تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالی نے زمین کی طرف بھیجا، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تین نبی حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام دنیا میں آچکے تھے، تو پھر حضرت نوح کو دنیا میں آنے والوں میں اول رسول کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس اشکال کا واضح جواب یہ ہے کہ پہلے تینوں نبی جب دنیا میں آئے تو ساری دنیا صرف کفر وشرک کی آماج گاہ نہیں تھی بلکہ اس دنیا میں اہل ایمان بھی موجود تھے یعنی تینوں نبیوں کے مخاطب اہل ایمان اور اہل کفر دونوں تھے، اس کے برخلاف جب حضرت نوح علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت پوری دنیا میں صرف کافر ہی کافر تھے اہل ایمان کا وجود نہ تھا اس اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام دنیا میں آنے والے پہلے نبی ہیں جن کا واسطہ صرف کافروں سے تھا اس اشکال کے اور بھی جواب دئے گئے ہیں جو زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔

سب سے اخیر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وجہ:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام لوگ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے پھر یکے بعد دیگرے ایک ایک نبی کے پاس جائیں گے اس کے بعد سب سے اخیر میں نبی آخر الزماں خاتم النّبیین ﷺ کے پاس

جائیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے، اور آپ ان کی درخواست قبول کریں گے تو یہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ہوگا وہی لوگوں کے دلوں میں خیال ڈالے گا کہ کس نبی کے پاس جانا ہے تو سوال یہ ہے کہ یہی سوال کیوں نہیں ڈالا کہ ادھرادھر جانے کے بجائے براہ راست حضور کے پاس جاؤ تا کہ لوگ پریشانی سے بچ جائیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس طول عمل میں اللہ تعالی کی ایک بڑی حکمت پوشیدہ ہوگی اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سب سے افضل سب سے ارفع واشرف اور برتر ہونا تمام مخلوق کے سامنے ظاہر ہو جائے اگر یہ ہوتا کہ لوگ ابتدائی مرحلہ میں آپ کے پاس پہنچ کر شفاعت کی درخواست کرتے اور آپ ان کی شفاعت کرتے تو یہ احتمال باقی رہتا کہ دوسرے انبیاء کرام بھی بارگاہ خدا میں شفاعت کی جرأت وہمت رکھتے ہوں گے۔ اگر کسی اور نبی سے درخواست کی جاتی تو وہ بھی بارگاہ خداوندی میں شفاعت کر دیتا، لیکن جب وہ لوگ ایک ایک نبی کے پاس جاکر شفاعت کی درخواست کریں گے اور سارے نبی نفسی نفسی کہہ کر شہادت سے انکار کر دیں گے، پھر اخیر میں امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے آپ بارگاہ خداوندی میں شفاعت کریں گے تو آپ ﷺ کا سب سے اعلی اور سب سے ارفع سب سے اشرف اور عند اللہ سب سے زیادہ عالی مرتبہ ہونا اور بارگاہ الہی میں کمال قرب ومنزلت رکھنا سارے لوگوں کے سامنے واضح طور پر ثابت ہو جائے گا اور ہر ایک پر یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ آپ کے علو شان اور رفع مکان کے برابر کوئی دوسرا نہیں ہے جس طرح خدا اپنی الوہیت، ربوبیت، اور وحدانیت میں لاشریک ہے اس طرح حضرت محمد ﷺ اپنی نبوت ورسالت میں لاشریک ہیں، شفاعت جو اتنا بڑا درجہ اور اہم کام ہے کوئی بھی خواہ فرشتہ اور پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اس کی جرأت وحوصلہ نہیں کرے گا یہ آپ کی ذات بابرکت ہوگی کہ بارگاہ خداوندی میں اذن الہی سے شفاعت کریں گے۔ اور آپ کی شفاعت شرف قبولیت سے ہم کنار بھی ہوگی۔

قوله: فيحد لي حدا: اور میرے لیے شفاعت کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی میرے سامنے یہ متعین فرمادے گا، کہ ایسے ایسے گنہ گاروں کی شفاعت کرو مثلاً فرمائے گا کہ اپنی امت کے ان لوگوں کے بارے میں شفاعت کرو جو زنا کار تھے، یا جو بے نمازی تھے، یا جو شرابی تھے چناں چہ اس یقین کے ساتھ میں شفاعت کروں گا، اور اللہ تبارک وتعالی فرمائے گا کہ میں نے زانیوں کے بارے تمہاری شفاعت قبول کی پھر فرمائے گا کہ میں نے نمازیوں کے بارے تمہاری شفاعت قبول کی اسی طرح دوسرے گناہ گاروں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

قوله: فيدخلهم الجنة: ان لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا اس حدیث پر اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث شریف کے آغاز میں یہ مذکور ہے کہ شفاعت کی درخواست قبول کرنے والے لوگ ہوں گے، جن کو میدان محشر میں محصور کیا گیا ہوگا، اور وہاں کی تنگی اور سختی اور کرب وہولناکی سے تنگ آکر آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کریں

گے، تا کہ انہیں اس جگہ پریشانی اور ہولناکیوں سے نجات دلائیں لیکن یہاں حدیث کے اس جز جب بارگاہ خداوندی میں حضور ﷺ کی شفاعت کرنے اور آپ کی شفاعت قبول ہونے کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کردے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے شفاعت کی درخواست کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو جہنم میں جاچکے ہوں گے؟ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

حضرات علماء کرام نے اس کے دو جواب دئے ہیں ایک جواب تو یہ دیا کہ شاید اہل ایمان کے دو طبقہ ہوں گے ایک طبقہ تو (اپنے گناہ کے سبب سزا کا مستوجب ہوگا) میدان محشر میں محصور کئے بغیر دوزخ میں بھیج دیا جائے گا، اور یہی طبقہ آنحضرت ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے گا، چناں چہ آپ اپنی شفاعت کے ذریعہ اس طبقہ کو اس بدترین حال سے کہ جس میں وہ گرفتار ہوگا نجات دلا کر جنت میں داخل کروائیں گے، اور پھر آپ اس طبقہ کے حق میں جماعت جماعت کر کے شفاعت فرمائیں گے، جو دوزخ میں ڈالا جاچکا ہوگا، اور متعدد دفعوں میں ان کو دوزخ سے نکلوا کر جنت میں داخل کروائیں گے، حاصل جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہاں اس حدیث میں صرف اس طبقہ کا ذکر فرمایا ہے، اور اختصار کے پیش نظر دوسرے طبقہ کو حذف کردیا ہے، کیوں کہ اس طبقہ کو نجات دلانے کے ذکر سے دوسرے طبقہ کو نجات دلانا بدرجہ اولی مفہوم ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں یہاں لفظ نار کا ترجمہ دوزخ سے کیا گیا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ نار سے مراد دوزخ نہ ہو بلکہ وہ سخت حبس، اور گرمی مراد ہو جو میدان میں سورج کے بہت قریب آنے کی وجہ سے وہاں محسوس کی جائے گی، اس صورت میں حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا، کہ میں شفاعت قبول ہونے کے بعد بارگاہ رب العزت سے باہر آؤں گا اور لوگوں کو سخت ترین تپش اور گرمی سے نجات دلا کر جنت تک پہنچواؤں گا، یہ جواب اگرچہ ایک ایسی وضاحت ہے، جس پر مجازی اسلوب کا اطلاق ہوسکتا ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہی جواب حقیقت کے قریب ترین ہے، اور حدیث کے اصل موضوع کے نہایت مناسب ہے، کیوں کہ اس حدیث میں جس شفاعت کا ذکر ہو رہا ہے، اس سے شفاعت عظمی مراد ہے، اور اس شفاعت کا اصل مقصود تمام مخلوق کو میدان محشر کی پریشانیوں اور ہولناکیوں سے چھٹکارا دینا ہے، جہاں وہ حساب کے انتظار میں کھڑے ہوں گے۔ اور ان کا حساب جلد کرانا ہوگا، نیز یہی وہ شفاعت ہے جو صرف رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے بعد خود آنحضرت ﷺ دیگر انبیاء کرام علماء، صلحاء شہداء اور فقراء کی طرف سے متعدد شفاعتیں ہوں گی، جن کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے۔

(۴۴۴۱) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلَاقِ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ.

ترجمۂ حدیث: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے:

حضرت عثمان بن عفانؓ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین طرح کے لوگ (بارگاہ خداوندی میں) شفاعت کریں گے۔ (۱) حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام (۲) حضرات علماء کرام (۳) حضرات شہداء عظام

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان تین قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن حق شفاعت ملے گی، اور اللہ تعالیٰ کی اجازت سے یہ لوگ بھی بارگاہ خداوندی میں شفاعت کریں گے، لیکن باب شفاعت سب سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ کھولیں گے، اس کے بعد ہی کسی کو حق شفاعت ملے گا، واضح رہے کہ مذکورہ حدیث میں صرف تین طرح کے لوگوں کی تقسیم محض ان کی برتری وفضیلت اور بزرگی کی بناء پر ہے، ایسے مسلمانوں میں تمام ہی نیک لوگوں کو شفاعت کا حق ملے گا، جیسا کہ اس سلسلہ میں منقول متعدد احادیث سے ثابت ہے، خواہ اس شفاعت کا تعلق گناہوں کی مغفرت سے ہو یا مراتب ودرجات کی بلندی سے، نیز شفاعت سے انکار صریح بدعت اور گمراہی ہے، جیسا کہ بعض معتزلہ اور خوارج نے اختیار کیا ہے۔

(۴۴۴۲) حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ.

ترجمۂ حدیث: قیامت کے دن میں صاحب شفاعت ہوں گا:

حضرت ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو میں سارے انبیاء کرام کا امام ہوں گا، اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا، اور یہ بات میں بطور فخر کے نہیں کہتا (بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نعمت مجھے عطا فرمائی ہے اس لیے تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں)

تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب ترجمہ ہی سے واضح ہے۔

(۴۴۴۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِي يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ.

ترجمۂ حدیث: دوزخ سے نکالے جانے والے لوگ جنت میں جہنمی ہی کہلائیں گے:

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک قوم میری شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نکلے

گی، ان کا نام (جنت میں) جہنمی ہی ہوگا)

تشریح حدیث:

قوله: يسمون الجهنميين: انہیں جہنمی کے نام سے موسوم کیا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ان لوگوں کو اس اعتبار سے کہ پہلے وہ دوزخ میں گئے ہوں گے، اور شفاعت نبوی کی برکت کی بناء پر وہاں سے نجات پا کر آئے ہوں گے۔ جہنمی کے نام سے تعبیر اور یاد کیا جائے گا لیکن ان لوگوں کو جنت میں جہنمی نام دینا ان کی تحقیر و تذلیل کے لیے نہیں ہوگا، بلکہ ان لوگوں کو خوش کرنے اور نعمت یاد دلانے کے طور پر ہوگا، تا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر بجالائیں اور وہ شکر انہیں دوزخ سے نجات ملنے اور جنت میں پہنچ جانے کی مسرت و شادمانی کا احساس دلاتا رہے گا۔

(۴۴۴۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْجَدْعَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ سِوَاكَ قَالَ سِوَايَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا سَمِعْتُهُ.

ترجمۂ حدیث:

حضرت عبداللہ بن ابی الجدعاء ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن میری امت کے ایک شخص کی شفاعت کی وجہ سے قبیلہ بنی تمیم سے زیادہ شمار میں لوگ جنت میں داخل ہوں گے، حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کے علاوہ یہ شخص بھی شفاعت کرے گا، آپ نے فرمایا (ہاں میرے علاوہ) عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی الجدعاء سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے اس کو آپ سے سنی ہے۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کے علاوہ بھی امت کے بعض افراد شفاعت کریں گے، اور ان کی شفاعت سے بھی کثیر تعداد میں لوگ جہنم سے نجات پا کر جنت میں جائیں گے۔

(۴۴۴۵) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَا خَيَّرَنِي رَبِّيَ اللَّيْلَةَ قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ خَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنَا مِنْ أَهْلِهَا قَالَ هِيَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

ترجمۂ حدیث: نصف امت کو جنت میں داخل کرنے یا حق شفاعت لینے کے درمیان اختیار:

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے رب نے آج کی رات مجھ کو کون سی دو باتوں میں اختیار دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے مجھے اس بات کا اختیار دیا ہے، کہ میری امت میں سے نصف جنت میں داخل ہو جائیں یا میں حق شفاعت لے لوں، چناں چہ میں نے شفاعت کو اختیار کیا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ ہمیں آپ کی شفاعت نصیب کرے، آپ نے فرمایا کہ وہ تو ہر مسلمان کے لیے ہوگی۔

تشریح حدیث: حدیث شریف کا مطلب آفتاب نیم روز کی طرح بالکل عیاں ہے۔

(۱۵۱۴) بَابُ صِفَةِ النَّارِ

اس باب کے تحت حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے دس حدیثیں نقل کی ہیں، جو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبد اللہ بن قیسؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہیں۔ اس باب کی احادیث میں دوزخ اور دوزخیوں کی صفات واحوال کا بیان ہے اور اس کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں ہمیشہ اس کی صفات مستحضر رہیں، اور اس سے بچنے کے لیے اعمال صالحہ کی تیزی سے رغبت کرے اور مفضی الی النار اعمال سے کلیتہ گریز کرے۔

(۴۳۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَيَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ نُفَيْعٍ أَبِي دَاوُدَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ نَارَكُمْ هَذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَلَوْلَا أَنَّهَا أُطْفِئَتْ بِالْمَاءِ مَرَّتَيْنِ مَا انْتَفَعْتُمْ بِهَا وَإِنَّهَا لَتَدْعُو اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يُعِيدَهَا فِيهَا.

ترجمۂ حدیث: جہنم کی آگ کی سختی دنیا کی آگ سے ستر گناہ زیادہ:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری دنیا کی یہ آگ دوزخ کی آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جز ہے، اگر وہ دوبارہ پانی میں بجھائی نہ جاتی، تو تم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے، اور خود یہ آگ اللہ تبارک وتعالی سے دعا کرتی ہے کہ دوبارہ اسے جہنم میں نہ ڈالا جائے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی آگ جو درجہ حرارت رکھتی ہے، دوزخ کی آگ اس سے ستر درجہ حرارت

زیادہ گرم ہے، ستر درجہ حرارت عدد کی زیادتی سے مراد دنیا کی آگ کے مقابلہ پر دوزخ کی آگ کی گرمی کی شدت وزیادتی کو بیان کرنا ہے خاص ستر کا عدد مراد نہیں، گویا اصل مفہوم یہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ تمہاری دنیا کی اس آگ کے مقابلہ پر بہت زیادہ درجہ حرارت رکھتی ہے۔

قولہ: ولولا انها اطفئت بالماء مرتين: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ کی آگ کو دومرتبہ پانی کے ذریعہ ٹھنڈا کیا گیا، تب ہی وہ دنیا میں قابل انتفاع ہوا، اگر اس کو ٹھنڈا نہ کیا گیا ہوتا، تو اس سے فائدہ اٹھانا ناممکن تھا، اور یہ دنیا کی آگ اللہ رب العالمین کی بارگاہ دست سوال دراز کر کے کہتی ہے کہ اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ میں مت ڈال یعنی دوزخ کی آگ اس قدر زیادہ حرارت رکھتی ہے، کہ دنیا کی آگ بھی اس میں داخل ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتی ہے۔

(۴۴۴۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَجَعَلَ لَهَا نَفَسَيْنِ نَفَسٌ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٌ فِي الصَّيْفِ فَشِدَّةُ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْبَرْدِ مِنْ زَمْهَرِيرِهَا وَشِدَّةُ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ مِنْ سَمُومِهَا.

ترجمۂ حدیث: بارگاہ خداوندی میں دوزخ کی آگ کی فریاد

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی اور عرض کیا اے پروردگار! میرے بعض نے بعض کو کھالیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی میں، اور ایک سانس گرمی میں پس جو تم سردی کی شدت محسوس کرتے ہو یہ دوزخ کے زمہریر طبقہ کی سردی ہے، اور جو تم گرمی کی شدت محسوس کرتے ہو وہ درحقیقت دوزخ ہی کی گرمی ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: اشتكت النار الى ربها الخ: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ جہنم کا اپنے رب سے یہ شکایت کرنا زبان حال سے تھا یا زبان قال سے؟ حضرات علماء کرام کی آراء مختلف ہیں، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے اس شکایت کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شکایت زبان قال سے تھی، قاضی عیاض المالکی امام قرطبی اور امام نوویؒ اسی کے قائل ہیں۔ علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ زبان حال اور زبان قال دونوں کا احتمال ہے، لیکن زنان قال سے شکایت کرنا اور اس کو حقیقت پر محمول کرنا زیادہ راجح ہے، قاضی عیاض نے کہا انه الاظهر علامہ تورپشتی بھی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن حضرات علماء کرام کی ایک دوسری جماعت جس میں قاضی بیضاوی بھی سرفہرست ہیں اس شکایت کو مجاز پر محمول کیا ہے۔ اور فرمایا یہ شکایت زبان حال سے تھی۔ نہ کہ زبان قال سے،

چناں چہ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ جہنم کی شکایت سے مجازاً جوش مارنا، اور بعض کا بعض کو کھانے سے کنایہ ہے، اس کے اجزاء کے ازدحام اور اس کے سانس لینے سے مراد وہ ہے جو اس سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن حقیقت پر محمول کرنا اولی ہے، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالی اس پر قادر ہے کہ اس کو قوت گویائی عطا کردے (۱)

قوله: فجعل نفسين: فاء کے فتحہ کے ساتھ بمعنی سانس، هو ما يخرج من الجوف ويدخل فيه من الهواء

قوله: زمهريرها: زمهریر سے مراد شدة البرد ہے، اشکال پیدا ہوتا ہے کہ وہ آگ کا وجود کس طرح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نار سے مراد اس کا محل ہے، اور اسی میں طبقہ زمہریر ہے اس حدیث میں معتزلہ وغیرہ پر رد ہے، جن کا عقیدہ یہ ہے کہ جہنم ابھی موجود نہیں ہے، بلکہ قیامت میں پیدا کی جائے گی۔

(۴۴۴۸) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُوقِدَتِ النَّارُ أَلْفَ سَنَةٍ فَابْيَضَّتْ ثُمَّ أُوقِدَتْ أَلْفَ سَنَةٍ فَاحْمَرَّتْ ثُمَّ أُوقِدَتْ أَلْفَ سَنَةٍ فَاسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ.

ترجمۂ حدیث: دوزخ کی آگ کی سفیدی اور سیاہی کا ذکر

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم ایک ہزار سال تک سلگائی گئی تو اس کی آگ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک سلگائی گئی تو اس کی آگ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک سلگائی گئی تو اس کی آگ سیاہ ہوگئی، اب اس میں ایسی سیاہی ہے جیسے تاریک رات میں ہوتی ہے۔

تشریح حدیث:

قوله: فابيضت: پس وہ سفید ہوگئی، یہ آگ کا خاصہ ہے کہ جب وہ دیر تک جلتی رہتی ہے، اور خوب صاف وتیز ہوجاتی ہے تو بالکل سفید معلوم ہونے لگتی ہے، پہلے اس میں جو سرخی ہوتی ہے وہ دھویں کی آمیزش کی وجہ سے ہوتی ہے، بہر حال حدیث ہذا اس بات کی دلیل ہے، دوزخ وجود میں آچکی ہے، اور موجود ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اس کے برخلاف فرقہ ضالہ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ دوزخ ابھی تیار نہیں ہوئی ہے اور ابھی موجود نہیں ہے، اہل سنت والجماعت کی دلیل قرآن کریم کی آیت و التقوا النار اللتی اعدت للکافرین میں لفظ اعدت سے جو صیغہ ماضی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد آیات اور سینکڑوں احادیث ہیں۔

(۴۴۴۹) حَدَّثَنَا الْخَلِيلُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَنْعَمِ أَهْلِ

(۱) تحفة الاحوذی: ۳۸۸/۶

الدُّنيا مِنَ الْكُفَّارِ فَيُقَالُ اغْمِسُوهُ فِي النَّارِ غَمْسَةً فَيُغْمَسُ فِيهَا ثُمَّ يُقَالُ لَهُ أَيْ فُلَانُ هَلْ أَصَابَكَ نَعِيمٌ قَطُّ فَيَقُولُ لَا مَا أَصَابَنِي نَعِيمٌ قَطُّ وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ الْمُؤْمِنِينَ ضُرًّا وَبَلَاءً فَيُقَالُ اغْمِسُوهُ غَمْسَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُغْمَسُ فِيهَا غَمْسَةً فَيُقَالُ لَهُ أَيْ فُلَانُ هَلْ أَصَابَكَ ضُرٌّ قَطُّ أَوْ بَلَاءٌ فَيَقُولُ مَا أَصَابَنِي قَطُّ ضُرٌّ وَلَا بَلَاءٌ.

ترجمہ حدیث: ایک دوزخی اور ایک جنتی کا ذکر:

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کافروں میں سے ایک ایسے شخص کولایا جائے گا، جودنیامیں سب سے زیادہ عیش وآرام کی زندگی گزارتا تھا، پس حکم الٰہی ہوگا کہ اس کو جہنم میں ایک غوطہ دو، چناں چہ جہنم میں غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا اے فلاں شخص کیا تونے دنیا میں کبھی راحت وآرام اور نعمت دیکھی تھی؟ (اور کوئی عیش وآرام کا لطف اٹھایا تھا؟) وہ کہے گا نہیں، مجھے تو کبھی کوئی نعمت ملی ہی نہیں تھی، (یعنی وہ شخص دوزخ میں غوطہ کی وجہ سے اس قدر سہم جائے گا، کہ دنیا کے ان تمام ناز ونعم اور ان تمام آسائش وآرام کوفراموش کر جائے گا، جوان کا حاصل تھا، اور ایسا ظاہر کرے گا جیسے اس کو دنیا میں کوئی راحت ونعمت نصیب ہی نہیں ہوئی تھی۔) اسی طرح مومنوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا، جو دنیا میں بہت زیادہ تکلیف ومصیبت اور رنج والم اور ہم وغم کو برداشت کیا ہوگا، اس کے بارے میں حکم الٰہی ہوگا، کہ ذرا اس کو جنت میں ایک غوطہ دے دو۔ چناں چہ اس کو جنت میں ایک غوطہ لگایا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا اے فلاں شخص! کیا تونے دنیا میں کوئی تکلیف اور مصیبت بھی کبھی دیکھی ہے،؟ (وہ جنتی جنت کی تمام نعمتیں راحتیں اور آرام کو دیکھ کر دنیا کی تمام تکالیف ومصائب اور آلام وشدائد کو فراموش کر جائے گا،) اور کہے گا کہ مجھے تو کبھی کوئی تکلیف اور مصیبت نہیں پہنچی۔

تشریح حدیث:

جنتی کو چونکہ نہایت درجہ خوشی حاصل ہوگی، اس لیے وہ جواب میں طوالت کرے گا جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں، فیقول لا واللہ یا رب ما مر بی بؤس قط ولا رأیت شدۃ قط، اس کے برخلاف دوزخی مختصر جواب دے کر خاموش ہو جائے گا کیوں کہ اس پر رنج وغم کی کیفیت طاری ہوگی۔

(۴۴۵۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْكَافِرَ لَيَعْظُمُ حَتَّى إِنَّ ضِرْسَهُ لَأَعْظَمُ مِنْ أُحُدٍ وَفَضِيلَةُ جَسَدِهِ عَلَى ضِرْسِهِ كَفَضِيلَةِ جَسَدِ أَحَدِكُمْ عَلَى ضِرْسِهِ.

ترجمۂ حدیث: دوزخیوں کی جسامت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بیشک کافر کو (دوزخ میں) بڑا کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی داڑھ احد پہاڑ سے بھی بڑی ہوگی، پھر اس کا سارا بدن اس کے دانت سے اتنا ہی بڑا ہوگا، جتنا تمہارا جسم اس کے دانت پر بڑا ہے۔

تشریح حدیث:

قولہ: ان الکافر لیعظم الخ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے قاضی عیاض المالکی کے حوالہ سے شیخ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ محشی ابن ماجہ لکھتے ہیں۔ قال القاضی یزداد فی مقدار اعضاء الکفار زیادۃ فی تعذیبہ بسبب زیادۃ المسامۃ للنار: قال القرطبی ھذا یکون لکفار فانہ قد جاء احادیث یدل علی ان المتکبرین یحشرون یوم القیامۃ امثال الذر فی صور الرجال، اقول الاظھر فی الجمع ان یکونوا امثال الذر فی موقف یداسون فیہ ثم یعظم اجسادھم ویدخلون النار ویکونون فیھا کذالک(۱)

کافروں کے جسم کی جسامت کو اس لیے بڑھایا جائے گا، تاکہ ان کو زیادہ سے زیادہ عذاب ہو، اور سخت سے سخت تکلیف محسوس کرے امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ کفار کے حق میں ہوگا، جہاں تک متکبرین کی بات ہے، تو ان کے بارے میں احادیث بکثرت آئی ہیں، کہ انہیں قیامت کے دن چونٹیوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا، دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے؟ ان دونوں کے درمیان تطبیق کی شکل یہ ہوگی، کہ متکبرین چونٹیوں کے مانند موقف میں ہوں گے، جہاں انہیں پاؤں تلے روندا جائے گا، پھر ان کے جسموں کو بڑا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، پھر وہ اسی میں رہے گا۔

(۴۴۵۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بُرْدَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَدَخَلَ عَلَيْنَا الْحَارِثُ بْنُ أُقَيْشٍ فَحَدَّثَنَا الْحَارِثُ لَيْلَتَئِذٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ أَكْثَرُ مِنْ مُضَرَ وَإِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَعْظُمُ لِلنَّارِ حَتَّى يَكُونَ أَحَدَ زَوَايَاهَا.

ترجمۂ حدیث: امت کے کسی فرد کی شفاعت سے بکثرت جنت میں داخلہ:

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات ابوبردہ کے پاس تھا، اتنے میں حارث بن قیس ہمارے پاس تشریف لائے اور اس رات کو ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں کوئی

(۱) انجاح الحاجۃ: ۳۲۱

شخص ایسا بھی ہوگا جس کی شفاعت سے قبیلہ مضر کے لوگوں سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔ اور میری امت میں کوئی شخص ایسا بھی ہوگا کہ اس کو دوزخ کے لیے بڑا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دوزخ کا ایک کونہ ہوجائے گا۔

تشریح حدیث:

قولہ: وان من امتی یعظم: یہاں امت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں چند اقوال ہیں: (۱) ممکن ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہو نہ کہ امت اجابت (۲) اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے ہوں۔ (۳) یا وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اعمال وعقائد اور عادات واطوار میں شرک وبدعت کی آمیزش کرلیا ہے، جیسے ہندوستان میں بعض جاہل مسلمان ہیں، اور بدعتی لوگ ہیں، شیخ مجددی فرماتے ہیں یہ فرقہ جہنم میں داخل ہوگا، جہاں تک اہل ایمان کا تعلق ہے تو وہ جہنم میں داخل نہیں ہوں گے خواہ وہ مرتکب کبیرہ ہی کیوں نہ ہو اور ان کے کبائر اور اعمال سیئہ کے بارے میں مواخذہ میدان حشر میں ہوجائے گا، اور وہ لوگ شفاعت نبوی کی وجہ سے جہنم سے نجات پاجائیں گے، لیکن یہ بات کہ اہل ایمان خواہ مرتکب کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں جہنم میں داخل نہ ہوں گے، صحیح نہیں ہے، اور اس کی صریح دلیل نہیں ہے، بلکہ اس مسئلہ کی بنیاد بعض حضرات کا کشف ہے، جو شرعاً حجت نہیں، اہل کبائر کا داخل نار ہونے کے سلسلہ میں روایات متعدد وارد ہیں، ترمذی شریف میں بسند ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام جب الحزن ہے جس سے خود جہنم روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے اس وادی میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو قرآن کریم کی تلاوت دکھلاوے کے لیے کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مومن اگر مرتکب کبیرہ ہے تو جہنم میں جائے گا، لہٰذا شیخ کا یہ کہنا کہ اہل ایمان جہنم میں نہیں جائے گا صحیح نہیں ہے، لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بھی ریاکاری کی وجہ سے جہنم میں جارہا ہے، جو شرک اصغر ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شرک کرنے والوں کے شرک سے بالکل بے پرواہ ہوں، پس اس معنی کے اعتبار سے اس شخص میں شرک کا شائبہ پایا گیا، اور شرک مطلقاً ظلم عظیم ہے۔ ان الشرك لظلم عظيم خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

(۴۴۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرْسَلُ الْبُكَاءُ عَلَى أَهْلِ النَّارِ فَيَبْكُونَ حَتَّى يَنْقَطِعَ الدُّمُوعُ ثُمَّ يَبْكُونَ الدَّمَ حَتَّى يَصِيرَ فِي وُجُوهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْأُخْدُودِ لَوْ أُرْسِلَتْ فِيهَا السُّفُنُ لَجَرَتْ.

ترجمۂ حدیث: جہنمی خون کے آنسو روئیں گے:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہنمیوں پر رونا بھیجا جائے گا پس وہ روئیں گے یہاں تک کہ آنسو ختم ہوجائیں گے، پھر خون کے آنسو روئیں گے یہاں تک کہ ان کے چہروں میں نالوں کی طرح نشان بن

جائیں گے، اگر ان میں کشتیاں چھوڑ دی جائے تو وہ چلنے لگے۔

تشریح حدیث:

ایک حدیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو خطاب کر کے فرمایا اے لوگو! خدا کے خوف سے روؤ، اگر رونا نہیں آتا تو کم از کم رونے جیسی شکل ہی بنالو، یعنی ان احوال کا تصور کرو جو خوف خداوندی کی وجہ سے رلادے اور رقت وگریہ طاری کردے، جو لوگ خوف خدا سے دنیا میں نہیں روتے ہیں، وہ آخرت میں روئیں گے، اس قدر زیادہ روئیں گے کہ ان کا آنسوان کے چہروں پر اس طرح بہہ رہے ہوں گے، جیسے نالے میں پانی بہتا ہے، جب آنسو ختم ہو جائیں گے، تو پھر خون کے آنسو روئیں گے اور اس قدر زیادہ روئیں گے، خون نالوں کی طرح بہہ رہا ہوگا، اگر ان میں کوئی کشتی چھوڑ دی جائے تو وہ چلنے لگے۔

(۴۴۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَلَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قَطَرَتْ فِي الْأَرْضِ لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعِيشَتَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ لَيْسَ لَهُ طَعَامٌ غَيْرُهُ.

ترجمہ حدیث: جہنمیوں کا کھانا زقوم ہوگا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون (اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہاری موت ہر حال میں مسلمان ہونے کی حالت میں آئے) کی قراءت کی، اور فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین میں ٹپک جائے تو ساری دنیا والوں کی زندگی خراب کردے، پس ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے پاس زقوم کے علاوہ کوئی اور کھانا نہ ہوگا۔

تشریح حدیث:

قوله: اتقوا الله حق تقاته۔ اللہ تعالی سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ واجبات کو بجالانا اور سیئات سے پرہیز کرنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان الفاظ کی تفسیر یوں بیان کی ہے، هو ان يطاع فلا يعصى ويشكر فلا يكفر، ويذكر فلا ينسى اللہ تعالی سے کما حقہ ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے اور کسی حال میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اللہ کا شکر بجالایا جائے اور کسی بھی حال میں کفران نعمت نہ کی جائے اور کسی بھی حال میں اللہ کو فراموش نہ کیا جائے۔

الغرض حق تقاتہ سے مراد کمال تقوی ہے اگر اس سے مراد اصل تقوی لیا جائے تو پھر اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ یہ آیت قرآن کریم کی دوسری آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم کے ذریعہ منسوخ ہے، کیوں کہ اصل تقوی یعنی حق تعالیٰ سے اس کے مرتبہ کے لائق حیثیت بھلا کون بشر اختیار کرسکتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت کی تلاوت کے بعد جو مضمون بیان کیا ہے، وہ اس آیت کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل تقوی عذاب دوزخ سے سلامت و محفوظ رکھنے کا سبب ہے، اور تقوی نہ اختیار کرنا عذاب جہنم میں گرفتار ہونا ہے، پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مناسبت سے دوزخ کے بعض عذاب کا ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ واللہ اعلم۔

(۴۴۵۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَأْكُلُ النَّارُ ابْنَ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ.

ترجمۂ حدیث: مقامات سجود کو آگ نہیں جلا سکتی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ ابن آدم کو کھا جائے گی سوائے سجدوں کے نشان کے، اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام قرار دیا ہے، کہ وہ سجدہ کے نشانات کی جگہ کو کھائے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ کی آگ ابن آدم کے سارے بدن کو جلا کر خاکستر کردے گی، البتہ جو اعضاء سجدے میں لگتے تھے اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام قرار دیا ہے، کہ ان کو کھائے آتش دوزخ میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ موضع سجدہ کو جلائے، الغرض جہنم میں اعضائے سجود محفوظ رہیں گے، اور چمک رہے ہوں گے، جن کو دیکھ کر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو جہنم سے نکال لیں گے، جیسا کہ اس کی صراحت بعض احادیث میں موجود ہیں۔

(۴۴۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُوقَفُ عَلَى الصِّرَاطِ فَيُقَالُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَطَّلِعُونَ خَائِفِينَ وَجِلِينَ أَنْ يُخْرَجُوا مِنْ مَكَانِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَهْلَ النَّارِ فَيَطَّلِعُونَ مُسْتَبْشِرِينَ فَرِحِينَ أَنْ يُخْرَجُوا مِنْ مَكَانِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ فَيُقَالُ هَلْ

تَعْرِفُونَ هٰذَا قَالُوا نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُذْبَحُ عَلَى الصِّرَاطِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْفَرِيْقَيْنِ كِلَاهُمَا خُلُوْدٌ فِيْمَا تَجِدُوْنَ لَا مَوْتَ فِيْهَا أَبَدًا.

ترجمۂ حدیث: قیامت کے دن صراط پر موت کو ذبح کر دیا جانا:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو پکڑ کر لایا جائے گا اور پل صراط پر کھڑا کر دیا جائے گا، اور آواز لگائی جائے گی، اے جنتیو! یہ سن کر اہل جنت گھبرا کر کانپتے دل کے ساتھ اوپر آئیں گے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جہاں ہیں وہیں سے نکال لیے جائیں، پھر دوبارہ آواز لگائی جائے گی اے دوزخیو! یہ سن کر وہ لوگ خوشی بخوشی اوپر آئیں گے کہ شاید ان کو اس جگہ سے نکالنے کا حکم ہوا ہو، جہاں وہ ہیں پھر اتنے میں کہا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے ہاں! یہ تو موت ہے، پھر اسکے متعلق حکم دیا جائے گا کہ اس کو پل صراط پر ذبح کر دیا جائے چناں چہ اس کو (ایک میڈھے کی شکل میں) پل صراط پر ذبح کر دیا جائے گا پھر اس کے بعد دونوں فریقوں اہل جنت اور اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ جہاں جہاں تم لوگ ہو اب وہیں ہمیشہ رہو، اب موت کبھی نہیں آئے گی۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن موت کو موت آ جائے گی اور ایک دنبہ کی شکل میں لا کر اس کو پل صراط پر جنت وجہنم کے بیچ ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان کر دیا جائے گا کہ لوگو! آج موت کو بھی موت کے گھاٹ اتار دی گئی ہے، آج کے بعد موت نہیں آئے گی، اس اعلان کو سن کر اہل جنت نہایت خوشی ومسرت سے جھوم اٹھیں گے اور ان کی فرحت وشادمانی دوبالا ہو جائے گی، اس کے برخلاف اہل جہنم یہ اعلان سن کر مزید غم وتکلیف اور رنج والم میں مبتلا ہو جائیں گے اور مزید بحر غم ورنج میں غرق ہو جائیں گے۔

(۱۵۱۵) بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ

یہ اس کتاب کا آخری باب ہے اس کے بعد کتاب اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے، اس باب کے ذیل میں صاحب کتاب امام ابن ماجہ علامہ قزوینیؒ نے پندرہ حدیثیں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت سعید بن المسیبؒ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، اور حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہیں۔ اس باب میں جنت اور اہل جنت کے حالات کا بیان ہے۔ امام ابن ماجہ نے شروع میں باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ قائم کیا تھا اور اتباع رسول کی اہمیت وعظمت کو بتایا تھا، اور اس بات کی جانب اشارہ کیا تھا کہ کامیابی وکامرانی اصل سنت رسول

کی اتباع اور بدعات وخرافات سے اجتناب کرنے میں مضمر ہے، اب سب سے اخیر میں امام ابن ماجہ باب صفة الجنة لاکراس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ جو شخص سنت کی پیروی کرے گا، اور محدثات وبدعات سے اجتناب کرے گا، وہی در حقیقت جنت کا مستحق ہے، انسان کی آخری تمنا یہی ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد جنت مل جائے ہر مسلمان کی آخری آرزو یہی ہوتی ہے، اللہ تعالی اپنی جنات عدن میں داخل کردے اس لیے آخر میں یہ باب قائم کیا ہے۔

صراح میں لکھا ہے کہ جنت کے معنی باغ، بہشت، لفظ جنت لغت میں ڈھانپنے کے معنی میں آتا ہے، اس مناسبت سے پہلے اس معنی کا اطلاق سایہ دار درختوں پر ہوتا تھا، جو اپنے نیچے کی چیز کو گویا اپنے سائے میں چھپائے اور ڈھانپے رہتے ہیں۔ پھر اس لفظ کو باغ کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا، جو سایہ دار درختوں کا مجموعہ ہوتا ہے، پھر اصطلاح میں جنت کا لفظ ثواب وانعام اور عیش وآرام کی جگہ اور مرنے کے بعد اللہ کے مقرب بندوں کے رہنے کی جگہ کے لیے مخصوص ہو گیا ہے، چناں چہ جنت کو جنت اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے، کہ وہاں گھنے ہوئے درخت اور باغات ہیں، جو ہر انواع واقسام کی نعمتوں کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں، وہاں کی نعمتوں کے بارے میں وہم وگمان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، وہ کیسی ہوں گی رسول اکرم ﷺ نے جنت کی نعمتوں کے بارے میں فرمایا مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ایسی نعمت کہ نہ آنکھ نے کبھی دیکھی ہوگی نہ کان نے کبھی سنا ہوگا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہوگا۔

(۴۴۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَمِنْ بَلْهَ مَا قَدْ أَطْلَعَكُمُ اللهُ عَلَيْهِ اقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ قَالَ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْرَؤُهَا مِنْ قُرَّاتِ أَعْيُنٍ.

ترجمۂ حدیث: جنتی نعمت انسانی عقل سے ماوراء ہے:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت والجلال ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے (جنت میں) اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمت تیار کر رکھی ہے، (کہ آج تک) نہ کسی آنکھ نے اس (جیسی نعمت) کو دیکھا ہے، اور نہ کسی کان نے (اس جیسی خوبیوں کو) سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کی ماہیت کا تصور آیا ہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان لذتوں کو تو چھوڑ دو جن کے بارے میں اللہ رب العزت نے تم کو مطلع کر دیا ہے، ان کے سوا کتنی بے شمار لذتیں ہوں گی، اگر تم اس بات کی تصدیق چاہتے ہو تو اس آیت کریمہ کو پڑھ لو، فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ

قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءًبِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (کوئی نفس نہیں جانتا ہے، جواس کے لیے پوشیدہ رکھا گیا ہے، آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے اور یہ ان کے عمل کا بدلہ ہے) راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس آیت میں لفظ قرۃ کو بصیغہ جمع قُرَّات العین پڑھتے تھے۔

تشریح حدیث:

قولہ: مالا عین رأت الخ: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں جو اعلیٰ مناظر ہوں گے، اور وہاں جو نظر افروز اور دلفریب شکلیں اور صورتیں دکھائی دیں گی ان جیسے مناظرے حسنہ اور جاذب نظر شکلیں و دلفریب صورتیں اس دنیا میں نہ دیکھی گئی ہیں اور نہ کبھی دیکھی جاسکتی ہیں اس دنیا میں آنکھوں نے کبھی بھی اس دلفریب وحسین مناظر سے محظوظ نہ ہوئی ہوگی، اسی طرح جنت کی آوازوں میں جو مٹھاس، نغمگی اور دلکشی ہوگی، ایسی میٹھی نغمہ ریز اور دلکش آوازیں اس دنیا میں نہ کسی کان نے آج تک سنی ہے اور نہ کبھی سنی جاسکتی ہیں، اور ایسے ہی وہاں جو خاطر و مدارات ہوں گی جو نعمتیں اور لذتیں حاصل ہوں گی ان کا تصور بھی آج تک اس دنیا میں کسی انسان کے دل میں خیال بھی نہیں آیا ہوگا، اور نہ ہی کبھی اس کا تصور کیا جاسکتا ہے، وہاں کی نعمتیں انسانی عقل اور سوچ وفکر سے بالکل ماوراء ہوں گی۔

قولہ: مااخفی لھم من قرۃ اعین الخ: اس آیت میں جس چیز کو آنکھوں کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے مراد فرحت ومسرت اور خوشی وشادمانی ہے اور مقصود ومراد پانا ہے آیت کریمہ میں قرۃ کا لفظ آیا ہے، یہ لفظ قرّ سے مشتق ہے جس کے معنی ثبات وقرار کے ہیں، چناں چہ جب آنکھ کسی محبوب چیز کو دیکھتی ہے تو قرار پاجاتی ہے، اور بالکل مطمئن ہوجاتی ہے، کسی اور طرف مائل نہیں ہوتی ہے اس کے برخلاف جب آنکھ کسی ناگوار اور ناپسندیدہ چیز کو دیکھتی ہے اور اس کی محبوب شئی سامنے نہیں ہوتی ہے، تو وہ پریشان اور کھوئی کھوئی سی رہتی ہے، اور کسی ایک جانب سکون اور قرار پانے کے بجائے ادھر ادھر بھٹکنا شروع کردیتی ہے ایسے ہی فرحت وسرور اور کیف وانبساط کی حالت میں آنکھوں کو عجیب طرح سکون اور آرام ملتا ہے، جبکہ وہ خوف وغم کی حالت میں متحرک اور مضطرب ہوجاتی ہے۔

ایک احتمال یہ ہے کہ لفظ قرۃ قُرّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ٹھنڈک خنکی کے ہیں اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد مخصوص لذت وکیف ہے جو کسی محبوب اور پسندیدہ چیز کو دیکھ کر یا اپنا مقصود ومطلوب کو پاکر آنکھ محسوس کرتی ہے اس کے برخلاف جب آنکھ غیر پسندیدہ ناگوار چیز اور دشمن کو دیکھتی ہے اور مطلوب مقصود کے انتظار میں ہوتی ہے تو گویا اس وقت ایک جلن اور خاص سوزش محسوس کرتی ہے اسی مناسبت سے فرماں بردار اولاد کو قرۃ العین آنکھ کی ٹھنڈک کہا جاتا ہے، نیز ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے، **جعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ**، میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، اس کے اندر بھی لفظ قرۃ کے دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴۴۵۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَشِبْرٌ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا عَلَيْهَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

ترجمۂ حدیث: جنت کی فضیلت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی ایک بالشت جگہ ساری زمین اور جو کچھ زمین پر ہے سب سے افضل اور بہتر ہے۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی معمولی اور تھوڑی جگہ بھی دنیا کی ساری نعمتوں اور راحتوں سے افضل اور بہتر ہے، کیوں کہ جنت اور جنت کی تمام نعمتیں وہاں کی راحت و مسرت سب کے سب دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں، جبکہ دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں، اور ظاہر ہے کہ باقی رہنے والی چیزیں افضل ہوتی ہیں، فنا ہونے والی چیزوں سے اس لیے جنت کی تھوڑی جگہ بھی دنیا کی ساری نعمتوں سے افضل اور اعلی ہے۔

(۴۴۵۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

ترجمۂ حدیث:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے کے برابر بھی جگہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔

تشریح حدیث:

سفر میں یہ اصول ہوتا تھا کہ جب مسافر کسی جگہ اترنا چاہتا تھا تو وہاں اپنا کوڑا ڈال دیتا تھا کہ کوئی دوسرا مسافر وہاں نہ اترے، اور وہ جگہ اس کے ٹھہرنے کے لیے مخصوص ہو جائے پس حدیث شریف کا مطلب یہ ہوا کہ جنت کی اتنی سی تھوڑی سی جگہ اور وہاں کا چھوٹا سا مکان بھی اس پوری دنیا اور یہاں کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی اور زیادہ اچھا ہے، کیوں کہ جنت دائمی ہے، اور دنیا فانی ہے کما مر۔

(۴۴۵۹) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَنَّةُ مِائَةُ دَرَجَةٍ كُلُّ دَرَجَةٍ مِنْهَا مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَإِنَّ أَعْلَاهَا الْفِرْدَوْسُ وَإِنَّ أَوْسَطَهَا الْفِرْدَوْسُ وَإِنَّ الْعَرْشَ عَلَى الْفِرْدَوْسِ مِنْهَا

تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ.

ترجمۂ حدیث: جنت کے درجات:

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جنت میں سو درجہ ہیں ان میں سے ہر درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے، اور ان میں سب سے بہتر درجہ فردوس ہے، اور ان میں اوسط درجہ بھی وہی ہے، اور بے شک عرش (الٰہی) فردوس پر ہے، اسی فردوس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعا مانگو تو جنت الفردوس مانگو (جو سب سے اعلیٰ اور برتر ہے)

تشریح حدیث:

قولہ: الجنة مأة درجة: حدیث شریف میں جو یہ بیان کیا گیا ہے، کہ جنت میں سو درجہ ہیں یہ سو کا عدد تعیین و تحدید کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ عدد کثرت کو بتانے کے لیے بھی ہوسکتا ہے، اس کی تائید حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے، اور جس میں جنت کے درجات کی تعداد قرآنی آیتوں کے برابر بیان کی گئی ہے، الفاظ روایت اس طرح ہیں **عدد درج الجنة عدد ای القرآن فمن دخل الجنة من اهل القرآن فليس فوقه درجة:** نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ سو ۱۰۰ سے یہ خاص عدد ہی مراد ہو، اور اس کے ذریعہ جنت کے کثیر درجات میں سے صرف ان سو درجوں کو بیان کرنا مقصود ہو جن میں ہر درجہ سے دوسرے درجہ کے درمیان فاصلہ آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کے برابر ہوگا، علامہ دیلمیؒ نے مسند الفردوس میں روایت نقل کی ہے کہ جنت میں ایک درجہ وہ ہے جس میں اصحاب ہمدم کے علاوہ نہیں پہنچے گا۔

قولہ: وان اعلاها الفردوس: سب سے اعلیٰ درجہ کی جنت جنت الفردوس ہے، فردوس جنت کا نام ہے یہ نام قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔

اولئك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون یہی وارث بنیں گے، جو لوگ فردوس کے واث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

قولہ: وان العرش على الفردوس: جنت الفردوس ہمارے اوپر عرش الٰہی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فردوس تمام جنتوں سے افضل اور اوپر ہے، کہ بس اس کے اوپر عرش الٰہی ہے اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تاکید فرمائی کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، تاکہ سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل جنت حاصل ہو۔

قولہ: منها تفجر انهار الجنة: جنت میں چار قسم کی نہریں ہوں گی۔

(۱) انهار الماء: پانی کی نہریں

(۲) انهار اللبن: دودھ کی نہریں

(۳) انهار العسل: شہد کی نہریں

(۴) انهار الخمر: شراب کی نہریں

ان نہروں کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں موجود ہے ارشاد الٰہی ہے

فيها انهار من ماء غير آسن و انهار من لبن لم يتغير طعمه، و انهار من خمر لذة للشاربين و انهار من عسل مصفي۔ جنت میں بہت سی نہریں ہیں ایسے پانی کی نہر جس میں ذرہ برابر بھی تغیر نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بھی بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی، اور بہت سی نہریں شہد کی ہوں گی، جو بالکل صاف و شفاف ہوں گی۔

(۴۳۶۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ الْمَعَافِرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ لِأَصْحَابِهِ أَلَا مُشَمِّرٌ لِلْجَنَّةِ فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا خَطَرَ لَهَا هِيَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ نُورٌ يَتَلَأْلَأُ وَرَيْحَانَةٌ تَهْتَزُّ وَقَصْرٌ مَشِيدٌ وَنَهَرٌ مُطَّرِدٌ وَفَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ نَضِيجَةٌ وَزَوْجَةٌ حَسْنَاءُ جَمِيلَةٌ وَحُلَلٌ كَثِيرَةٌ فِي مَقَامٍ أَبَدًا فِي حَبْرَةٍ وَنَضْرَةٍ فِي دُورٍ عَالِيَةٍ سَلِيمَةٍ بَهِيَّةٍ قَالُوا نَحْنُ الْمُشَمِّرُونَ لَهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ قُولُوا إِنْ شَاءَ اللهُ ثُمَّ ذَكَرَ الْجِهَادَ وَحَضَّ عَلَيْهِ۔

ترجمۂ حدیث: مجاہدین اسلام کے لیے جنت کی نعمتیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: ہے کوئی حصول جنت کے لیے کمر باندھنے والا! اس لیے جنت میں ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کا خیال نہیں گزر سکتا۔ قسم رب کعبہ کی جنت میں ایک نور ہے چمکتا ہوا، اور خوشبودار پھول ہے جو جھوم رہا ہے اور جنت میں بلند محل جاری نہر، اور بہت اقسام کے پکے میوے ہیں، اور حسین و جمیل خوبصورت بیوی ہیں، اور بہت سے جوڑے ہیں، ایسے مقام میں جو دائمی ہے، جہاں ہمیشہ تازگی اور بہار ہے، بلند و بالا گھر محفوظ اور روشن محل میں۔ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس کے لیے کمر کستے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ کہو، پھر جہاد فی سبیل اللہ کو بیان کیا اور اس پر لوگوں کو ابھارا (اور جوش و رغبت دلائی)

تشریح حدیث:

قوله: الا مشمر للجنة۔ الا: حرف تنبیہ ہے جس سے مخاطب کو متوجہ کیا جاتا ہے، اور مشمر باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، شمر الثوب کپڑے کو اوپر چڑھانا، آستین چڑھانا یہ کنایہ ہے استعداد اور تیاری سے، یعنی کون ہے جو جنت کو حاصل کرنے کی تیاری کرے گا، ایسی نعمتیں اور راحتیں کہ جن کا کسی بشر کے دل پر خیال بھی نہیں گزرا ہوگا، کیوں کہ

خیال تو اس کے بارے میں آتا ہے جس کا مشبہ موجود ہو، اور جنت کی نعمتیں اور وہاں کی راحتوں کا کوئی شبہ نہیں۔

وریحانه تهتز: وہاں ایسے خوشبو دار پھول ہیں جو مست ہیں جھوم رہے ہیں اور قصر مشید سے قصر مجصص مراد ہے، نهر مطرد ای نهر جار۔ الحبرة السرور۔ والنعمة۔ النصرة: النعمة والعيش والفتاء والحسن، بهية من البهاء وهو الحسن۔

(۴۳۶۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى ضَوْءِ أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ أَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا.

ترجمۂ حدیث: نعماء جنت کا تذکرہ:

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جماعت جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے، اور ان کے بعد جو لوگ داخل ہوں گے، (علماء، صلحاء، شہداء، اور اولیاء) وہ اس ستارے کے مانند روشن اور چمکدار ہوں گے، جو آسمان میں بہت تیز چمکتا ہے وہ نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ پھریں گے، نہ رینٹھ سونگھیں گے، اور نہ ہی تھوکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن،، اگر،، ہوگا ان کی بیویاں حور عین ہوں گی، ان کے اخلاق و کردار ایک آدمی کے اخلاق پر ہوں گے، (یعنی جنت میں سب کے سب یکسانہ طور پر خوش خلق ملنسار اور ایک دوسرے سے گہرا ربط و تعلق رکھنے والے ہوں گے) نیز وہ سب شکل وصورت میں اپنے باپ آدم کی طرح ہوں گے، ساٹھ گز اونچا قد رکھتے ہوں گے۔

تشریح حدیث:

قوله: رشحهم المسك: ای عرقهم كالمسك فی طيب الريحة۔ یعنی خوشبو کے اعتبار سے ان کا پسینہ مشک عنبر کی طرح ہوگا، دنیا والوں کے پسینہ میں تو بد بو ہوتی ہے، لیکن جنتیوں کے پسینہ میں خوشبو ہوگی اور وہ مشک عنبر کے مانند۔

قوله: مجامرهم الالوة: لجامر: لَجَمَرَة کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں وہ چیز جس میں آگ سلگانے کے لیے رکھی جائے یعنی انگیٹھی لفظ مجامر میم ثانی کے زیر کے ساتھ منقول ہے، البتہ ایک لغت میں ثانی کے زبر کے ساتھ بھی ہے، الوۃ: الف کے زبر اور پیش کے ساتھ،، اگر،، یعنی اگر کی لکڑی جسے دھونی کے لیے جلایا اور سلگایا جاتا ہے، حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہاں دنیا میں انگیٹھیوں کا ایندھن اور کوئلہ وغیرہ ہوتا ہے، اور خوشبو حاصل کرنے

کے لیے اگر جلایا جاتا ہے، لیکن جنت میں انگیٹھیوں کا ایندھن ہی اگر ہوگا۔

قوله: ازواجهم الحور عين: لفظ حور اصل میں حوراء کی جمع ہے اس حسین وجمیل عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی اور سیاہی بہت زیادہ سفید اور سیاہ ہو، عین عیناء کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی، اہل جنت کی بیویاں بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی نہایت حسین وجمیل ہوں گی۔

قوله: اخلاقهم على خلق رجل واحد: لفظ خلق فتح الخاء المعجمة ہے ترجمہ میں اس کی رعایت کی گئی ہے اس صورت میں علی صوراء بینهم مستقل جملہ ہوگا جس کا مقصد جنتیوں کی سیرت بیان کرنے کے بعد ان کی شکل وصورت کو بیان کرنا ہے، بعض روایتوں میں خلق بفتح المعجمة میں بھی آیا ہے، جس کا محاوری ترجمہ یہ ہوگا، وہ سب ایک شکل وصورت رکھیں گے، اور سارے جنتی حسن وخوبصورتی میں یکساں ہوں گے، سب کی شکل وصورت بالکل ایک طرح ہوگی سب ایک ہی عمر والے ہوں گے، ان کی عمر تیس تیس سال یا تینتیس تینتیس سال کی معلوم ہوگی، علی صورة ابيهم: کا جملہ اپنے پہلے جملہ علی خلق واحد کی وضاحت وبیان کے لیے آیا ہے، حدیث شریف میں ضمہ والی روایت ہی صحیح ہے، والله اعلم بالصواب

(۴۳۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ.

ترجمہ حدیث:

ابوصالح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابن فضیل عن عمارہ کی حدیث کے مثل بیان کرتے ہیں۔

(۴۳۶۳) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَوْثَرُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَّتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ مَجْرَاهُ عَلَى الْيَاقُوتِ وَالدُّرِّ تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَاؤُهُ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَأَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ.

ترجمہ حدیث: حوض کوثر کی صفات اور خصوصیات:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، اس کے پانی بہنے کی جگہ یاقوت اور موتی ہیں، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

تشریح حدیث:

الكوثر نهر فى الجنة: کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں سروں پر دو حوض ہیں ایک حوض موقف میدان

محشر میں ہے اور دوسرا حوض جنت میں ہے چوں کہ اس نہر کا زیادہ تر حصہ جنت میں ہے اس لیے نهر في الجنة کے ذریعہ وضاحت کی گئی ہے، وہ نہر جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے جس سے آپ اپنی امت کو سیراب کریں گے جو ایک مرتبہ اس سے پی لے گا کبھی پیاس نہ لگے گی، اس نہر کی خصوصیات وہ ہیں جو حدیث ہذا میں مذکور ہیں۔

(۴۳۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ لَا يَقْطَعُهَا وَاقْرَئُوا إِنْ شِئْتُمْ وَظِلٍّ مَمْدُودٍ.

ترجمۂ حدیث: جنت کے ایک درخت کی لمبائی کا ذکر:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے (جسکا نام طوبی ہے) اگر کوئی سوار شخص سو برس تک اس کے سائے میں چلتا رہے، تب بھی وہ اس کی مسافت طے نہ کر سکے گا، اگر یقین نہ آئے تو یہ آیت پڑھ لو، وظل ممدود اور جنت لمبا دراز سایہ ہے۔

تشریح حدیث:

قال الشيخ ابن حجر قال ابن الجوزی ويقال لهذه الشجرة طوبى قلت وشاهد ذالك عند احمد والطبرانی وابن حبان قاله في اللمعات وقال النووی: قال العلماء والمراد بظلها كنفها وذراها وهو مايستر اغصانها[1]

وروى ابن ابی حاتم ابن ابی الدنیا فی صفة الجنة عن ابن عباس قال: الظل الممدود شجرة فی الجنة على ساق قدر ما يسير الراكب المجد فی ظلها مأة عام من كل نواحيها فيخرج اهل الجنة يتحدثون فی ظلها، فيشتهي بعضهم اللهو فيرسل الله ريحا فيحرك تلك الشجرة بكل لهو كان فی الدنيا[2]

(۴۳۶۵) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي الْعِشْرِينَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ قَالَ سَعِيدٌ أَوَ فِيهَا سُوقٌ قَالَ نَعَمْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ فَيُؤْذَنُ لَهُمْ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُورُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ وَيَتَبَدَّى لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ فَتُوضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوتٍ وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ وَيَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ وَمَا فِيهِمْ دَنِيءٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُورِ مَا يَرَوْنَ أَنَّ

(۱) انجاح الحاجہ: ۲/۳۲۲ (۲) اهداء الديباجه: ۵/۶۳۵

أَصْحَابُ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ كَذٰلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَبْقَى فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ أَحَدٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُحَاضَرَةً حَتَّى إِنَّهُ يَقُولُ لِلرَّجُلِ مِنْكُمْ أَلَا تَذْكُرُ يَا فُلَانُ يَوْمَ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا يُذَكِّرُهُ بَعْضَ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِي فَيَقُولُ بَلَى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِي بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيبًا لَمْ يَجِدُوا مِثْلَ رِيحِهِ شَيْئًا قَطُّ ثُمَّ يَقُولُ قُومُوا إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوا مَا اشْتَهَيْتُمْ قَالَ فَنَأْتِي سُوقًا قَدْ حُفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيهِ مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُونُ إِلَى مِثْلِهِ وَلَمْ تَسْمَعِ الْآذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوبِ قَالَ فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيهِ شَيْءٌ وَلَا يُشْتَرَى وَفِي ذٰلِكَ السُّوقِ يَلْقَى أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقَى مَنْ هُوَ دُونَهُ وَمَا فِيهِمْ دَنِيءٌ فَيَرُوعُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِي آخِرُ حَدِيثِهِ حَتَّى يَتَمَثَّلَ لَهُ عَلَيْهِ أَحْسَنُ مِنْهُ وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَحْزَنَ فِيهَا قَالَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلَى مَنَازِلِنَا فَتَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَأَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَإِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ وَالطِّيبِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ فَنَقُولُ إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَحِقُّنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا.

ترجمۂ حدیث: قیامت میں باری تعالی کا دیدار اور بازار جنت:

حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ وہ سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے ملاقات کی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ (آج جس طرح ہم دونوں کی ملاقات مدینہ کے بازار میں ہوئی اسی طرح) جنت کے بازار میں بھی ملاقات کرائے، یہ سن کر سعید نے کہا کہ جنت میں بھی بازار ہوگا؟ (حالاں کہ بازار تو خرید وفروخت کی ضرورت پوری کرنے کے لیے ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جنت میں یہ ضرورت پیش نہیں آئے گی) حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہاں جنت میں بھی بازار ہوگا، (لیکن دنیاوی بازاروں کی طرح نہیں) مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کی فضیلت و برتری کے لحاظ سے جنت کی منزلوں میں فروکش ہوں گے، (یعنی جس کے اعمال صالحہ جتنے زیادہ ہوں گے وہ جنت کے اتنے ہی اعلی مقام پر ہوں گے) تو انہیں دنیاوی دنوں کے اعتبار سے جمعہ کے دن اجازت دی جائے گی کہ وہ سب اپنے پرودرگار کی زیارت کریں، چناں چہ وہ لوگ اللہ رب العزت کی زیارت کریں گے، اور اللہ تعالی ان کے سامنے اپنا عرش ظاہر کرے گا، اور جنتیوں کو اپنا دیدار کرانے کے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں جلوہ فرماں ہوگا، پس (پرودگار کی زیارت کرنے والے) جنتیوں کے لیے اس باغ میں (مختلف درجات کے منبر)

نور کے منبر موتیوں کے منبر، یاقوت کے منبر، زبرجد کے منبر، سونے کے منبر اور چاندی کے منبر رکھیں جائیں گے، جن پر وہ جنتی (اعمال وافعال اور مراتب ودرجات کے تفاوت کے اعتبار سے) بیٹھیں گے، (اور جو جنتی جس درجہ اور مرتبہ کا ہوگا اسی کے مطابق اس کے لیے ایک منبر مخصوص ہوگا) نیز ان جنتیوں میں جو جنتی ادنی مرتبہ کا ہوگا، (ادنی صرف فرق مراتب کے اعتبار سے ہوگا کوئی ذلیل اور معمولی نہ ہوگا) وہ مشک وکافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا، اور ان کے دلوں میں یہ خیال نہیں آئے گا کہ کرسی والے ہم سے زیادہ افضل ہیں، مجلس کے اعتبار سے، (گویا جنت میں منبر اور کرسیاں اعلی مرتبہ والوں کے لیے مخصوص ہوں گی، اور کم مرتبہ والے لوگ مشک وکافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے، جیسا کہ دنیاوی اصول بھی یہی ہے کہ عام اجتماعات میں اونچے درجہ کے لوگ کرسیوں پر بیٹھتے ہیں جبکہ کم حیثیت کے لوگ زمین اور فرش پر بیٹھتے ہیں)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! کیا تم آفتاب کو دیکھنے میں اور چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں جھگڑا کرتے ہو، ہم نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی جھگڑا نہیں کرو گے، اور اس مجلس میں کوئی ایسا باقی نہ رہے گا جس سے پروردگار تمام محاربات اٹھا کر براہ راست ہم کلام نہ ہوں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالی حاضرین میں سے ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمائے گا، اے فلاں ابن فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے، جب تم نے ایسا ایسا عمل کیا تھا؟ (وہ شخص یہ سن کر گویا توقف کرے گا، اور اپنے کئے ہوئے گناہ میں اظہار تامل کرے گا) پس پروردگار اس کو کچھ عہد شکنیاں یاد دلائے گا، جس کا اس نے دنیا میں ارتکاب کیا ہوگا تب وہ شخص عرض کرے گا، کہ اے پروردگار! کیا آپ نے میرے وہ گناہ بخش نہیں دیے ہیں۔ (یعنی میرا جنت میں داخل کیا جانا کیا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ میں نے جو گناہ کئے تھے آپ نے ان کو بخش دیا،) پروردگار فرمائے گا بے شک (میں نے تیرے وہ گناہ بخش دیے ہیں وسعت مغفرت کے طفیل آج اس مرتبہ تک پہنچا ہے، پھر وہ لوگ اسی حال میں اسی جگہ ہوں گے، کہ ایک بادل آ کر ان پر چھا جائے گا، اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ انہوں نے اس جیسی خوشبو کبھی کسی چیز میں نہیں پائی ہوگی، اس کے بعد اللہ تعالی فرمائے گا لوگو! اٹھو! اور اس چیز کی طرف آؤ جو ہم نے از قسم عظمت وکرامت وبزرگی تمہارے لیے تیار کر رکھی ہے، اور تم اپنی پسند اور خواہش کے مطابق جو چاہو لے لو (آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سن کر) ہم جنتی لوگ اس بازار میں جائیں گے جس کو فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے، اس بازار میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہوں گی کہ ان جیسی کوئی چیز نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوگی نہ کسی کان نے سنی ہوگی، اور نہ کسی دل میں ان کا تصور آیا ہوگا، پھر اس بازار میں اٹھا اٹھا کر ہمیں وہ چیزیں دی جائیں گی جن کی ہم خواہش کریں گے، درآں حالانکہ اس بازار میں خرید وفروخت جیسا کوئی معاملہ نہیں ہوگا، (بلکہ وہ بازار دراصل جنتیوں کو ان کی من پسند چیزیں عطا کئے جانے کا مرکز ہوگا) نیز اس بازار میں تمام جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، (آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس بازار میں

ملاقات کے وقت) ایک بلند مرتبہ شخص ایک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوگا اور اس سے ملاقات کرے گا، جو (مرتبہ میں) اس سے کمتر ہوگا لیکن جنتیوں میں (کسی کا اعلی اور کسی کا کم تر ہونا صرف مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے ہوگا) یہ نہیں کہ کوئی معمولی اور ذلیل خیال کیا جائے گا (گویا ذاتی اعتبار سے تو تمام ہی جنتی بلند حیثیت اور بلند عزت کے ہوں گے، تاہم دنیا میں اختیار کئے جانے والے اعمال و افعال کی نسبت سے کچھ لوگ اعلی مرتبہ کے ہوں گے اور کچھ لوگ اس سے کم مرتبہ کے) بہر حال وہ بلند مرتبہ شخص کو وہ لباس پسند نہیں آئے گا جو کمتر لوگ زیب تن کئے ہوں گے، لیکن ابھی اس کی گفتگو اس شخص سے ختم نہ ہوگی کہ اس پر بھی اس سے بہتر لباس بن جائے گا، اور کمتر جنتی کے جسم پر اعلی لباس اس لیے ظاہر ہوگا تا کہ جنت میں کسی کو کوئی رنج و غم نہ پہنچیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم سب جنتی اپنے اپنے محلات اور مکانوں کی طرف واپس ہوں گے تو وہاں ہماری (دنیا کی) بیویاں اور (جنت کی) حوریں ہم سے ملیں گی۔ تو مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر ہمارا استقبال کریں گی، اور کہیں گی کہ تم ایسے حال میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اور خوشبو اس سے کہیں عمدہ ہے جس حال میں تم ہم کو چھوڑ کر گئے تھے تو ہم اپنی اپنی بیویوں سے کہیں گے کہ آج ہم نے اپنے پروردگار کے ساتھ ہم نشینی کی سعادت حاصل کی ہے، جو جسم و بدن اور حسن و جمال کی ہر کمی کو پورا کر کے خوب تر بنانے والا ہے لہٰذا ہم اپنی اس شان کے ساتھ واپس آنے کے لائق ہیں جس شان کے ساتھ آئے ہیں (کیوں کہ جس شخص کو اس ذات کی ہم نشینی حاصل ہو جائے کہ تمام حسن جمال اسی کے نور کا پرتو ہے تو وہ شخص زیادہ سے زیادہ حسن و جمال کیسے نہیں پائے گا)

تشریح حدیث:

قوله: فی مقدار یوم الجمعة: ای فی مقدار الاسبوع والظاهر ان المراد یوم الجمعة، فانه ورد فی الاحادیث فی فضائل یوم الجمعة انه یطوف فی الجنة یوم جمعة کما کان فی الدنیا ویحضر ربهم الخ یعنی اس سے جمعہ کا دن مراد ہے کیوں کہ احادیث مبارکہ میں جمعہ کے دن کی فضیلت بکثرت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس طرح دنیا میں جمعہ کا دن ہوتا ہے اسی طرح جنت میں بھی جمعہ کا دن ہوگا، اور اس دن لوگ اپنے رب سے ملاقات کے لیے جائیں گے۔

بعض حضرات شراح کرام کی رائے یہ ہے کہ جنت میں چوں کہ نہ تو شب و روز کی گردش ہوگی اور نہ ہی ایام کا وجود، لہٰذا دنیوی اعتبار سے جمعہ کے دن سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کا عرصہ جتنے وقت پر مشتمل ہوتا ہے جنت میں اسی عرصہ کا تعین کر کے کچھ وقت کو جمعہ کا دن قرار دیدیا جائے گا اور اس اعتبار سے وہ وقت گویا وہ دن ہوگا جو دنیا میں جمعہ کا دن ہوتا تھا، اور پھر اس وقت جنتیوں کو حکم ہوگا کہ اپنے پروردگار کی زیارت کے لیے اپنے اپنے محلات اور مکانوں سے نکل کر فلاں باغ میں پہنچیں، پس جنت میں پروردگار کی زیارت کے لیے ''جمعہ کے دن'' کا تعین دراصل اس بات کا نتیجہ اور اجر و انعام ہوگا کہ وہ جنتی دنیا میں اللہ تعالی کے حکم کے مطابق جمعہ کے دن اپنے اپنے گھروں سے نکل کر

جامع مسجد پہنچتے اور جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔

قولہ: ویبرز لهم عرشه: پروردگار ان کے سامنے اپنا عرش ظاہر کرے گا اس میں عرش سے مراد پروردگار کا نہایت لطف وکرم اور زیادہ سے زیادہ رحمت وعنایت ہے، ورنہ تو حقیقت یہ ہے کہ عرش تو جنت کی چھت ہے، لہٰذا جنتیوں کے سامنے عرش کا ظاہر ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

قولہ: ومافیهم دنی: نہ ان میں کوئی معمولی اور ذلیل ہوگا یہ جملہ دراصل ماقبل عبارت کی وضاحت ہے، گویا رسول اکرم ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے جو یہ کہا کہ ان جنتیوں میں سے جو جنتی ادنی درجہ کا مرتبہ والا ہوگا تو ادنی سے مراد اعلی درجات اور زیادہ سے زیادہ مراتب رکھنے والے جنتیوں کے مقابلہ پر کمزور درجہ اور قلیل مراتب رکھتا ہے نہ کہ لفظ ادنی حقارت کی جگہ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ذات کے اعتبار سے حقیر و ذلیل اور ادنی ہونا ہے، پس واضح رہے کہ جنت میں ذاتی شخصیت کی حد تک ہر جنتی یکساں مرتبہ کا ہوگا کوئی کسی کے مقابلہ میں ذلیل نہ ہوگا، صرف حیثیت اور مرتبہ کا فرق ہوگا، کہ دنیا میں اختیار کئے جانے والے اعمال اور افعال کے اعتبار سے کچھ لوگ اعلی درجات اور اعلی مراتب کے حامل ہوں گے اور کچھ لوگ ان کی بنسبت کم درجہ و مرتبہ کے ہوں گے۔

قولہ: ومافیهم دنی علی کثبان المسك والكافور: حدیث شریف کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مشک وکافور کے ٹیلے پر بیٹھے ہوں گے وہ کرسیوں اور منبروں پر بیٹھنے والوں کو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار نہیں ہوں گے کیوں کہ جنت میں ہر شخص اپنے مرتبہ اور اپنی حیثیت پر صابر و شاکر ہوگا، جو لوگ کم درجہ کے ہوں گے وہ یہ جاننے کے باوجود کہ ہمارا درجہ کم ہے ہمارے مقابلہ میں فلاں لوگ برتر اور افضل ہیں اپنے طور پر بالکل مطمئن ہوں گے نہ وہ بلند مرتبہ کی آرزو کریں گے اور نہ انہیں بلند درجہ کی محرومی کا احساس اور غم ہوگا، اور نہ انہیں کسی طرح کی غیرت وخجالت محسوس ہوگی، بلکہ وہ اپنے آپ میں مگن ہوگا۔

قولہ: فیروعه مایری علیه من اللباس: حدیث شریف کے اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ روع کے دو معنی آتے ہیں، (۱) ایک تو ڈرانا (۲) دوسرے خوش کرنا، پہلے معنی کے اعتبار سے اس جملہ کا مطلب یہی ہوگا جو ترجمہ کے تحت بیان کیا گیا ہے، دوسرے معنی کے اعتبار سے اس عبارت کا ترجمہ اور مطلب یہ ہوگا کہ جب وہ مرتبہ والا شخص اس کم مرتبہ والے شخص کا لباس دیکھے گا تو اسے اس بات کی بہت خوشی ہوگی کہ خود ان کے بدن پر اعلی لباس ہے، لیکن زیادہ صحیح معنی پہلے ہی ہیں۔

قولہ: هل تری ربنا الخ: حضرات صحابہ کرام کو نفس رویت میں اختلاف نہ تھا بلکہ تمام ہی صحابہ کرام نفس رویت باری تعالی کے قائل تھے، البتہ کیفیت رویت باری تعالی میں تذبذب اور شک تھا جس کو حضور ﷺ نے مثال سے سمجھا کر

شک کو دور کر دیا جس طرح دن کے وقت آفتاب کو دیکھنے میں اور چودھویں رات میں ماہتاب کو دیکھنے میں کوئی تکلیف اور مزاحمت نہیں ہوتی ہے، بلکہ ہر جگہ کا آدمی اپنی جگہ ہوتے ہوئے خوب دل کھول کر دیکھتا ہے کوئی کم اور کوئی زیادہ نہیں، بلکہ سب برابر دیکھتے ہیں، اور سارے لوگ دل بھر کر دیکھتے ہیں اسی طرح اہل ایمان اپنے رب کو قیامت کے دن اپنی اپنی جگہ میں ہوتے ہوئے دیدار کرے گا، اور اس میں کوئی مزاحمت اور تکلیف محسوس نہیں کرے گا۔

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو باری تعالی کا دیدار نصیب ہوگا اللہ تعالی تمام مومنین کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ البتہ فرقہ معتزلہ رویت باری کا انکار کرتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت لا تدرکه الابصار وهو یدرك الابصار سے استدلال کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں عقلی دلائل پیش کرتے ہیں جو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے، رویت باری کے سلسلہ میں مکمل بحث اور تفصیلی کلام احقر تکمیل الحاجہ جلد اول پر کر چکا ہے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، آپ وہاں ملاحظہ فرمالیں، یہاں وقت اجازت نہیں دیتا، کیوں کہ جمادی الاولی کے نصف سے زائد ایام گزر چکے ہیں، سالانہ تعطیل بالکل سر پر کھڑی ہے اسباق اور انصاب بہت باقی ہے لہٰذا مہربانی کر کے جلد اول مطالعہ کرلیں طویل شمع خراشی کے لیے معافی کا خواست گار ہوں۔

(۴۴۶۶) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقُ أَبُو مَرْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُدْخِلُهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ إِلَّا زَوَّجَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً ثِنْتَيْنِ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ وَسَبْعِينَ مِنْ مِيرَاثِهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ مَا مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ إِلَّا وَلَهَا قُبُلٌ شَهِيٌّ وَلَهُ ذَكَرٌ لَا يَنْثَنِي قَالَ هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ مِنْ مِيرَاثِهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَعْنِي رِجَالًا دَخَلُوا النَّارَ فَوَرِثَ أَهْلُ الْجَنَّةِ نِسَاءَهُمْ كَمَا وُرِثَتْ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ.

ترجمۂ حدیث: جنتیوں کے لیے بہتر حوریں:

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی جس شخص کو بھی جنت میں داخل کرے گا اس کا بہتر بیویوں سے نکاح کر دے گا دو تو بڑی آنکھ والی حوریں عطا فرمائے گا اور ستر بیویاں وہ جن کا وہ وارث ہوگا جہنم والوں میں سے ان میں سے ہر ایک بیوی کی شرمگاہ نہایت خوبصورت اور مست ہوگی، اور اس کا ذکر اس طرح سخت ہوگا کہ کبھی نہ جھکے گا، حدیث کے راوی ہشام بن خالد کہتے ہیں کہ من میراثه من اهل النار سے وہ مراد ہیں جو جہنم میں داخل ہوں گے کہ بس اہل جنت ان کی عورتوں کا وارث ہو جائیں گے جیسا کہ فرعون کی بیوی آسیہ کا وارث بھی اہل جنت ہی ہوں گے (کیوں کہ وہ مومنہ تھی)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی جنت میں ہر جنتی کو بہتر بہتر بیویاں عطا فرمائے گا جن میں سے دو بیوی تو

حور عین میں سے ہوں گی جن کی آنکھوں کی سفیدی وسیاہی بہت زیادہ ہوگی جو نہایت حسین وجمیل ودلفریب خوبصورت ہوں گی، اور ستر بیویاں وہ ہوں گی جو اہل جہنم سے وارث ہوں گے یعنی جن کی بیویاں نیک اور صالحہ تھیں اور وہ جنت میں گئیں اور ان کے شوہر اللہ اور اس کے رسول کے باغی ہونے کی وجہ سے جہنم میں گئے، تو ایسے لوگوں کی بیویاں اہل جنت کے نکاح میں آئیں گی اور اللہ تعالی ایک جنتی کو ستر ستر بیویاں بطور وراثت عطا فرمائے گا اور اللہ تعالی خود ان کا نکاح کرائے گا فرعون کی بیوی آسیہ چونکہ مسلمان تھیں اور فرعون کافر تھا اس لیے فرعون دوزخ میں جائے گا لیکن اس کی بیوی جنت میں جائے گی، اور اہل ایمان اس کے بھی وارث ہوں گے اور اہل ایمان سے اس کا نکاح ہوگا۔

قولہ: سبعین من میراثه من اهل النار: حدیث کا یہ جملہ روایت کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں اس زیادتی کو صرف ابن ماجہ ہی نے روایت کی ہے علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں اشارہ کیا کہ اس حدیث میں خالد بن یزید ضعیف ہے اور انتہائی درجہ کا ضعیف ہے۔

حدیث شریف کے جملہ کی توضیح وتشریح بھی کارمشکل ہے، اس لیے کہ اگر ان زوجات سے مراد کافروں کے زوجات ہوں بایں طور کہ شوہر کافر ہیں، اور ان کی بیویاں مسلمان ہوں تو یہ بات تصور سے بالاتر ہے کیوں کہ کفار کی بیویاں ساری کی ساری کافرہ ہی تھیں، اولاً ماشاء اللہ یہ تعداد ومقدار کہاں سے آئے گی، ایک ایک جنتی ستر ستر کے وارث ہوں گے اور اگر یہ مراد ہو کہ وہ عورتیں بھی کافر تھیں تو یہ بات قابل اشکال ہے کہ پھر وہ جنت میں کیوں کر جائیں گی کافروں پر تو جنت حرام ہے، اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں مگر اللہ تعالی نے اس کا ایک ٹھکانہ جہنم لکھدیا ہے پس اگر ہم یہ مان لیں کہ کفار جب جہنم میں داخل ہوں گے تو جنت میں ان کی جگہیں خالی ہو گئیں اور عورتیں ہی اہل جنت کے ٹھکانہ کے لوازم میں سے ہیں لہٰذا ہم ان ہی عورتوں کے وارث ہوں گے، اگر یہ بات کثرت کفار کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ بات صحیح بھی ہو تو یہ بات مخفی نہیں ہونی چاہئے یہ عورتیں بھی حور عین میں سے ہوں گی دنیا کی عورتوں میں سے نہیں لہٰذا یہ تخصیص کرنا کہ دو حورین میں سے ہوں گی اور ستر اہل نار سے حاصل شدہ میراث میں سے ہوں گی، قابل تسلیم توجیہ نہیں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سبعین سے کیا مراد ہے حدیث اس سے خاموش ہے، البتہ یہ بیان کرنا دو عورتیں حور عین میں سے ہوں گی ان کے فضل وشرف کی وجہ سے ہے۔ باقی ستر زوجات الکفار میں سے ہوں گی لیکن ہشام بن خالد نے جو تفسیر کی ہے وہ اس کے موافق نہیں بایں طور کہ فرعون کی بیوی کو انہی میں شمار کیا ہے، اور یہ کہ یہ قول دنیا اور جنت کی عورتوں کو عام ہو۔

(۴۳۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِي.

ترجمۂ حدیث: جنت میں اولاد کی خواہش اور اس کی تکمیل:

حضرت ابوسعید خدری ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو حمل، وضع حمل سب ایک آن میں ہو جائے گا اس کی خواہش کے مطابق۔

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالفرض جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا کہ میری اولاد ہوتی، تو دل میں یہ خیال پیدا ہوتے ہی حمل قرار پا جائے گا اور پیٹ میں نو ماہ کا بچہ تیار ہو جائے گا اور فوراً پیدا بھی ہو جائے گا اور آناً فاناً وہ بچہ دیکھتے ہی دیکھتے بڑا بھی ہو جائے گا یہ سب کام صرف ایک ساعت میں عمل پزیر ہوگا۔

جنت میں اولاد ہوگی یا نہیں:

حضرت امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ جنت میں صرف جماع ہوگا وہاں اولاد نہ ہوگی طاؤس مجاہد اور ابراہیم نخعی وغیرہ سے یہی قول منقول ہے۔ اسحاق بن ابراہیم اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں اذا اشتہی کا لفظ ہے کہ جب خواہش کرے لیکن وہاں خواہش ہی پیدا نہ ہوگی اور ابورزین نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ اہل جنت کی کوئی اولاد نہ ہوگی۔

(۴۳۶۸) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيُقَالُ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللهُ سُبْحَانَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ إِنَّهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشَرَةِ أَمْثَالِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي أَوْ أَتَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَكَانَ يُقَالُ هَذَا أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا.

ترجمۂ حدیث: سب سے اخیر میں جنت میں جانے والا شخص:

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں یقیناً اس شخص کو جانتا ہوں جو سب

سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائے گا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا یہ ایسا شخص ہوگا جو گھٹنوں کے بل چل کر دوزخ سے باہر نکلے گا تو اللہ تعالی اس سے فرمائے گا کہ جا اور جنت میں داخل ہو جا چناں چہ وہ شخص جب جنت کے اندر (یا اس کے دروازے پر) پہنچے گا تو اس کو جنت میں ایسا محسوس ہوگا کہ بھر گئی ہے وہ شخص لوٹ کر آئے گا اور عرض کرے گا اے میرے پروردگار! مجھے تو جنت بالکل بھری ملی ہے، (یہاں تک کہ میرے لیے کوئی جگہ خالی نہیں) اللہ تعالی فرمائے گا اچھا جا اور جنت میں داخل ہو جا پھر وہ شخص جنت میں آئے گا تو اس کو ایسا خیال ہوگا کہ جنت تو بالکل بھر گئی ہے (اب مزید کسی کی گنجائش نہیں) پس وہ لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میں نے تو جنت کو بالکل بھری ہوئی پائی (یہاں تک کہ کوئی گنجائش ہی نہیں) اللہ تعالی فرمائے گا اچھا جا اور جنت میں داخل ہو جا چناں چہ جب وہ جنت میں آئے گا تو محسوس کرے گا کہ جنت تو بالکل بھر چکی ہے (مزید کسی کی گنجائش نہیں) تو وہ شخص کہے گا اے میرے پروردگار جنت تو بالکل بھر چکی ہے (کہاں جاؤں اور کہاں رہوں) اللہ تعالی اس سے فرمائے گا جا تو جنت میں داخل ہو جا! وہاں تیرے لیے دنیا (کی مسافت) کے بقدر اور اس سے دس گنی مزید جگہ تیرے لیے (مخصوص کردی گئی) ہے، یا دس گنی دنیا کے مثل تیرے لیے خاص کردی گئی ہے وہ شخص (انتہائی حیرت اور استعجاب کے عالم میں) کہے گا کہ پروردگار! کیا آپ مجھ سے مزاق کرتے ہیں یا آپ مجھ سے ہنسی کرتے ہیں حالاں کہ آپ تو (بادشاہوں کے) بادشاہ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ یہ بات فرما کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نواجز نظر آنے لگے پس کہا جاتا ہے کہ یہ شخص جنتیوں میں سب سے چھوٹے درجہ کا آدمی ہوگا۔

تشریح حدیث:

قوله: فكان يقال: هذا ادنى اهل الجنة منزلاً: حدیث شریف کے یہ الفاظ حضور پاک ﷺ کے نہیں ہیں بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ رواۃ حدیث میں سے کسی راوی کا قول ہے، اور مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام یا سلف صالحین میں سے کوئی یہ حدیث بیان کرنے کے بعد یہ کہا کرتے تھے کہ حدیث مذکورہ میں جس آدمی کا تذکرہ ہے، اور جس کے لیے جنت میں اتنی بڑی جگہ کا ذکر ہے وہ مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے تمام جنتیوں میں سب سے کم تر ہوگا۔

جہاں تک حضور اکرم ﷺ کی ضحک کا تعلق ہے تو وہ اس لیے تھا کہ آپ نے اللہ تعالی کی کمال رحمت اور مغفرت اس گناہ گار بندے کے ساتھ غایت درجہ کی شفقت و مودت اور انتہائی رضا کو دیکھا اس سے خوش ہو کر حیرت و استعجاب میں ہنسے اور اس قدر ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک نمایاں ہو گئے جبکہ آپ کا اکثر ہنسا صرف تبسم تھا۔

(۴۳۶۹) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اللَّهُمَّ

أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ.

ترجمۂ حدیث: جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے:

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تبارک وتعالی سے جنت کو تین بار مانگے تو جنت کہتی ہے کہ یا اللہ! تو اس کو جنت میں داخل کردے اور جو شخص جہنم سے تین بار پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے یا اللہ! تو اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔

تشریح حدیث:

قولہ: ثلاث مرات: تین مرتبہ سوال کرنا خواہ ایک ہی مجلس میں ہو یا مختلف مجالس میں ہو دونوں کے لیے جنت اور جہنم سفارش کرتی ہے لیکن اللہ تعالی سے جنت کا سوال کرتے وقت یا جہنم سے پناہ مانگتے وقت ضروری ہے کہ حضور قلب، اخلاص نیت، تضرع، عجز، انکساری اور لجاجت زبان کے ہم نوا ہوں تو جنت اور جہنم دونوں بارگاہ الٰہی میں زبان حال یا زبان قال سے کہتی ہے کہ الٰہی تو اس کو جنت میں داخل کردے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ اس سے معلوم ہوا کہ بکثرت جنت کا سوال کرتے رہنا چاہئے اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس چیز پر ابھارا ہے اور لوگوں کی ذہن سازی کی ہے واللہ اعلم۔

قوله: من سأل الله الجنة: اى دخولها بصدق وايقان وحسن نية بان قال: اللهم انى اسئلك الجنة او قال اللهم ادخلنى الجنة ثلاث مرات: اى كرره فى مجالس او فى مجلس بطريق الالحاء على ماثبت انه من آداب الدعاء قالت الجنة: بلسان الحال او بلسان القال بقدرته تعالى على انطاق الجمادات وهو الظاهر، وقيل المراد اهل الجنة من الحور والولدان او خزينتها: اللهم ادخله الجنة اى دخولاً اوليا او لحوقاً آخريا: ومن استاجر: اى استحفظ من النار بان قال اللهم اجرنى من النار قالت النار اللهم اجره اى احفظه او انقذه من النار اى من دخوله او خلوده فيها(۱)

(۴۳۷۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا لَهُ مَنْزِلَانِ مَنْزِلٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ فَإِذَا مَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ وَرِثَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْزِلَهُ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ.

---

(۱) مرعاة المفاتيح: ۸/۲۴۱ مرقاة المفاتيح: ۵/۳۸۴ فيصل بکڈپو دیوبند تحفة الاحوذی: ۶/۳۶۵

ترجمۂ حدیث: ہر آدمی کے لیے دو ٹھکانے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے لیے دو منزل ہیں (یعنی دو ٹھکانے ہیں) ایک ٹھکانہ تو جنت میں دوسرا جہنم میں پس جب (کوئی شخص) مر گیا اور (معاذ اللہ) جہنم میں داخل ہو گیا تو اہل جنت اس کا ٹھکانا لاوارث سمجھ کر لے لیں گے اس کے متعلق باری تعالی کا ارشاد گرامی ہے اولائك هم الوارثون وہی لوگ وارث ہیں۔ (جو فردوس کے وارث ہوں گے)

تشریح حدیث:

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر انسان کے لیے دو ٹھکانے پیدا کئے ہیں ایک ٹھکانا تو جنت میں بنایا ہے اور دوسرا ٹھکانہ جہنم میں بنایا ہے اب اگر کوئی انسان اس دنیا میں خدا اور اس کے رسول سے بغاوت کر کے اور کفر و شرک کی نجاست میں لت پت ہو کر آخرت کی طرف کوچ کیا اور وہ جہنم میں داخل ہو گیا تو اس کا دوسرا ٹھکانہ جو جنت میں تھا وہ خالی ہو گیا تو اس ٹھکانے کا وارث اہل جنت ہوں گے اور جنتی اس کے ٹھکانے کا وارث بن جائیں گے چناں چہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا جو یہ ارشاد ہے اولائك هم الوارثون (یہی لوگ وارث ہوں گے) الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون (جو جنت الفردوس کے وارث ہوئے وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اسی کے بارے میں ہے

حضرت امام ابن ماجہؒ نے اپنی کتاب کا آغاز باب اتباع سنة رسول الله ﷺ سے فرمایا تھا اور اس باب کے ذیل میں سب سے پہلے امیر المحدثین حضرت ابو ہریرہ ؓ کی حدیث نقل کی تھی سیدنا حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ما امرتكم به فخذوه وما نهيتكم عنه فانتهوا: جس چیز کے بارے میں، میں حکم کر دوں اس کو پکڑ لو۔ اور جس چیز سے تم کو روک دوں اس سے باز آ جاؤ۔

باب کے تحت جہاں حدیث آئی تھی وہاں یہ بتایا گیا تھا کہ جس طرح جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم واجب الاطاعت ہے اسی طرح جن امور سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے رکنا اور کلیۃ باز رہنا بھی واجب ہے، اور ان کا ارتکاب کرنا دنیا اور آخرت میں حرمان سعادت کا باعث ہے، تو گویا اس حدیث میں تمام اوامر پر بجا آوری کا حکم اور تمام نواہی اور منکرات سے بچنے کی تاکید آئی ہے ما امرتکم میں لفظ ما عام ہے اس میں تمام واجبات سنن، مندوبات و مستحبات اور جملہ مباحات شامل ہیں اور ما نهيتكم بھی لفظ ما عام ہونے کی وجہ سے تمام محرمات و منکرات اور مکروہات شامل ہیں، اور ان سب سے بچ کر زندگی بسر کرنے والا ہی درحقیقت سنن نبوی کا متبع اور پیروکار ہے اور جو سنت رسول کا سچا علم بردار ہوگا وہی دخول اول کا مستحق ہوگا اور وہی جنت کا وارث ہوگا۔

اس لیے حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اپنی کتاب کا اختتام باب صفت اہل الجنۃ پر کیا تا کہ سنت نبوی پر عمل پیرا ہو کر جنت میں دخول کا مستحق ہو، اور اہل جنت اور جنت کی صفات اور وہاں کی نعمتوں کو پڑھ کر دل میں سنت پر عمل کرنے کا جزبہ پیدا ہو پھر یہ کہ حضرت امام موصوف نے کتاب کے شروع میں امیر المحدثین سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نقل کیا اور آخری حدیث بھی اپنی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی بیان فرمائی ہے، کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر ایک شخص کے لیے اللہ تعالی نے دو ٹھکانے بنائے ہیں ایک ٹھکانہ تو جنت میں بنایا ہے اور دوسرا ٹھکانہ جہنم، پس جو شخص کفر وشرک فسق وفجور اور ظلم وعدوان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا اور جنت میں اس کا ٹھکانہ خالی ہو گیا، اہل ایمان جو قرآن وحدیث اور سنت رسول پر عمل پیرا ہوں گے، اور ما امرتكم و مانهيتكم کا عملی مجسمہ ہوں گے، وہی اس کے وارث ہوں گے اور وہی مالک اسی مناسبت سے حضرت امام ابن ماجہ قدس سرہ نے اس حدیث کو یہاں نقل کی ہے، اور چوں کہ مومن جنت کا وارث سب سے اخیر میں ہوگا اس کے بعد اس کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا اس لیے حضرت امام ابن ماجہ اس حدیث کو کتاب کے بالکل اخیر میں نقل کیا کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ اولائك هم الوارثون میں اس جانب اشارہ ہے کہ جنت میں وہی ہوگا جو تمام اوامر پر عمل کرے اور تمام نواہی سے گریز کرے، چناں چہ قرآن مجید نے مومن کے سات اوصاف ذکر کرنے کے بعد بطور نتیجہ اولائك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون کہا ہے اور وہ سات اوصاف جن سے متصف ہونے پر قرآن نے یہ مزدہ جاں فزاں سنایا ہے، حسب ذیل ہیں۔

(۱) وصف اول نماز میں خشوع:

خشوع یہ ہے کہ قلب میں بھی سکون ہو، یعنی غیر اللہ کے خیال کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے، اور اعضاء بدن میں بھی سکون ہو، کہ عبث اور فضول حرکتیں نہ کرے، خصوصاً وہ حرکتیں جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں منع فرمایا ہے اور فقہاء نے ان کو مکروہات نماز کے عنوان سے جمع کر دیا ہے۔

(۲) وصف دوم لغو سے اجتناب:

والذين هم عن اللغو معرضون : لغو کے معنی فضول کام زیادہ کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو، لغو کا اعلی درجہ معصیت اور گناہ ہے، جس میں دینی فائدہ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی ضرر ونقصان ہے، اس سے پرہیز واجب ہے، اور ادنی درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر، اس کا ترک کم از کم اولی اور موجب مدح ہے، حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حسن الاسلام ترك ما لا يعنيه : یعنی انسان کا اسلام جب اچھا ہو سکتا ہے جب کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے، اسی لیے قرآن پاک میں اس کو مومن کی خاص صفت قرار دیا گیا ہے۔

(۳) وصف سوم زکوۃ کی ادائیگی:

شریعت کی اصطلاح میں مال کا ایک خاص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ خرچ کرنے کو زکوۃ کہا جاتا ہے، اور قرآن کریم میں عام طور پر یہ لفظ اسی اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۴) وصف چہارم: شرمگاہوں کی حفاظت:

والذین ھم لفروجھم حافظون: الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم: یعنی اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، ان دونوں کے ساتھ شرعی ضابطہ کے ساتھ شہوت نفس پوری کرنے کے علاوہ اور کسی سے کسی ناجائز طریقہ پر شہوت رانی میں مبتلا نہیں ہوتے حرام کاری اور بدکاری سے شرمگاہوں کی حفاظت کرتے۔

(۵) وصف پنجم: ادائے حق امانت:

والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون لفظ امانت کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو، اور اس پر اعتماد و بھروسہ کیا گیا ہو، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **لا ایمان لمن لا امانة له:** جس کے دل میں امانت نہ ہو مومن کامل نہیں، ادائیگی امانت کامل ایمان کی علامت ہے، اور یہ ایک جامع لفظ ہے، تمام واجبات اور فرائض کو بھی شامل ہے، اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے متعلق ہیں۔

(۶) وصف ششم ایفاء عہد:

عہد کو پورا کرنا، عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے، جو طرفین سے کسی معاملہ کے سلسلہ میں لازم قرار دیا جائے، اس کا پورا کرنا فرض اور اس کے خلاف کرنا غدر اور دھوکہ ہے، جو حرام ہے، دوسرا جس کو وعدہ کہتے ہیں، یعنی یکطرفہ صورت سے کوئی شخص کسی شخص سے کسی چیز کے دینے کا یا کسی کام کے کرنے کا وعدہ کر لے، اس کا پورا کرنا بھی شرعاً لازم اور واجب ہو جاتا ہے، اور حدیث میں ہے **العدة دین** وعدہ ایک قسم کا دین ہے جس طرح دین اور قرض کی ادائیگی واجب ہے ایسے ہی وعدے کو پورا کرنا بھی واجب ہے، بلا عذر شرعی اس کے خلاف کرنا گناہ کبیرہ ہے، وعدہ اور عہد کے درمیان فرق یہ ہے کہ عہد شکنی میں دوسرا آدمی بذریعہ عدالت بھی اس کو ایفاء عہد پر مجبور کر سکتا ہے، لیکن وعدہ یکطرفہ طور پر کرنے میں وعدہ پورا کرنے کے لیے بذریعہ عدالت مجبور نہیں کر سکتا ہے، البتہ دیانۃً اس کا پورا کرنا بھی واجب ہے، اور بلا عذر شرعی ترک کرنا گناہ ہے۔

(۷) وصف ہفتم:

نماز پر محافظت ومواظبت: والذين هم على صلواتهم يحافظون نماز کی محافظت سے مراد اس کی پابندی کرنا ہے، اور ہر نماز کو اس کے وقت مستحب پر ادا کرنا ہے، مذکورہ بالا سات اوصاف حسنہ سے جو لوگ متصف ہوں گے وہی درحقیقت جنت کے وارث ہوں گے، اور آیت کریمہ اولائك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون کے مصداق ہوں گے اور آیت میں وارث کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح مورث کا مال اس کے وارث کو پہنچنا قطعی اور لازمی ہے، اس لیے ان اوصاف والوں کا جنت میں داخلہ بھی یقینی ہے۔

الغرض حضرت امام ابن ماجہ نے آغاز وانجام میں حضرت ابوہریرہ ؓ کی حدیث لاکر عجیب حسن اختتام فرمایا ہے، اور پوری زندگی کے اعمال صالحہ اور افعال پر مرتب ہونے والے فوز وفلاح کو دخول جنت قرار دیا ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اصل فلاح اور کامیابی ایک مومن کے لیے دخول جنت ہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆

اختتام

الحمدللہ آج بروز یکشنبہ بوقت چاربج کر پچاس منٹ پر بتاریخ ۲۳ مارچ ۲۰۱۴ء مطابق ۲۱ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ بمقام جامعہ کشاف العلوم کیرالا الہند میں ابن ماجہ کی مکمل شرح تکمیل الحاجہ کی آٹھویں جلد حسن اختتام تک پہنچی اور ابن ماجہ کی تشریح وتوضیح محض عطاء خداوندی فضل ربانی اور توفیق الٰہی سے مکمل ہوئی ہے، اگر اس ذات واحد خداوند قدوس کا فضل وکرم اور خصوصی الطاف وعنایات نہ ہوتیں، تو بالیقین یہ کام بحسن خوبی اختتام پزیر نہ ہوتا، یہ محض اسی کی دادودہش اور عطا کا ثمرہ ہے، **فللہ الحمد علی ذالك**

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اس شرح کی تمام جلدوں کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر احقر کے لیے اور احقر کے والد گرامی قدر جناب منظور عالم نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ جو کم وبیش دو ماہ کی علالت کے بعد ۱۹/فروری ۲۰۱۴ء مطابق اٹھارہ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ کو منگل کے دن گزار کر بدھ کے دن کی رات ۱۲ بج کر پانچ منٹ پر اپنی متاع مستعار اور حیات فانی کی آخری سانس لی اپنے مالک حقیقی اللہ رب العالمین کے جوار رحمت میں ہمیشہ کے لیے منتقل ہو گئے اور جنت الفردوس کے اعلی مکین ہو گئے، (انا للہ وانا الیہ راجعون) کے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے اور اللہ رب العالمین احقر کے تمام اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ کے اجر وثواب میں والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شریک وسہیم بنائے اور ان کی مغفرت ورفع درجات کا سبب بنائے، آمین ثم آمین، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کا وجود مسعود کیا تھی اور ان کی فرقت کا غم کیا تھا ہم اس کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتے بس مختصر دو لفظ میں ہم یوں کہتے ہیں کہ والد گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالیہ کا وجود بابرکت واہ والد صاحب تھے، اور ان کی فرقت وجدائی آہ والد صاحب ہیں، اللہ تبارک وتعالی والد مرحوم مغفور کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور ہم سب بھائی بہنوں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔ثم آمین۔اس شرح کے تمام قارئین سے التجا اور درخواست ہے، کہ احقر کے لیے شہادت فی سبیل اللہ اور خاتمہ بالخیر کے لیے اور والد صاحب کے رفع درجات اور مغفرت کے لیے دعا فرمائیں اور والدہ ماجدہ جو اس وقت بحمد اللہ بقید حیات ہیں ان کی صحت وعافیت کے ساتھ درازگی عمر اور دوام ظل کے لیے دعا کریں اللہ تعالی والدہ محترمہ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔آمین ثم آمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ والحمد للہ رب العالمین۔

ابوحماد غلام رسول منظور القاسمی پھراوی

مقیم حال الجامعۃ الاسلامیہ العربیہ کشاف العلوم کیرالا (الہند)

بانی ومدیر الجامعۃ الاسلامیہ دار الفلاح للبنات پھرا، گانواں، ضلع گریڈیہہ، جھارکھنڈ (الہند)

☆☆☆

تکمیل الحاجۃ شرح اردو ابن ماجۃ

جلد اول　　باب: ۱-۲۴　　حدیث: ۱-۲۸۰

مقدمۃ

جلد دوم　　باب: ۲۵-۱۶۳　　حدیث: ۲۸۱-۷۱۱

ابواب الطّھارۃ وسُننہا

جلد سوم　　باب: ۱۶۴-۲۷۹　　حدیث: ۷۱۲-۱۱۳۰

کتاب الصلاۃ، کتاب الأذان والسنۃ فیہا،

کتاب المساجد والجماعات، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا

جلد چہارم　　باب: ۲۸۰-۴۷۲　　حدیث: ۱۱۳۱-۱۷۰۳

کِتابُ الصَّلاۃ، کتاب ماجاء فی الجنائز

جلد پنجم　　باب: ۴۷۳-۶۸۸　　حدیث: ۱۷۰۴-۲۲۱۶

کِتاب الصِّیام، کتاب الزکاۃ، کتاب النکاح

کتاب الطلاق، کتاب الکفّارات

جلد ششم　　باب: ۶۸۹-۱۰۰۷　　حدیث: ۲۲۱۷-۲۹۸۲

کِتاب التجارات، کتاب الأحکام، کتاب الدّیات

کتاب الوصایا، کتاب الفرائض، کتاب الجہاد

جلد ہفتم　　باب: ۱۰۰۷-۱۳۰۲　　حدیث: ۲۹۸۳-۳۶۶۷

کتاب المناسك، کتاب الأضاحی، کتاب الذّبائح،

کتاب الصید، کتاب الأطعمۃ، کتاب الأشربۃ، کتاب الطب

جلد ہشتم　　باب: ۱۳۰۳-۱۵۱۵　　حدیث: ۳۶۶۸-۴۴۷۰

کتاب اللباس، کتاب الأدب، کتاب الدُّعاء

کتاب تعبیر الرّؤیا، کتاب الفتن، کتاب الزّھد

Noor Graphics 9045909066

ZAKARIA BOOK DEPOT
Deoband, Saharanpur (U.P.) 247554
Exporter, Importer, Publisher, Book Seller & Offset Printers
Ph.01336-223223, 225223(O) Fax:225223 Mob.: 09897353223, 09319271322
Website: www.zakariabooksdeoband.com E-Mail: sales@zakariabooksdeoband.com